

ﷺ

# نظام حکومتِ نبویؐ

تالیف  
علامہ شیخ عبدالحی الکتانی  
المتوفی ۱۳۸۲ھ

مترجم  
مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی

فریدی ٹیکسٹل لائبریری  
(رجسٹرڈ)





النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 (الحج : ٢١)  
 (عربی)

# النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

## نظام حکومتِ نبویہ

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی نظامِ حکومت کس طرح چلایا، خلافت، وزارت، صنعت و حرفت، فہمی سرگرمیاں، معمولاتِ عبادات، مائتول، تحریری و فہمی سرگرمیاں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معمولات

تالیف  
 علامہ شیخ عبدالحی الکتانی  
 المتوفی ۱۳۸۲ھ

مترجم  
 مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی  
 ناشر

فریدنگ پال (جسٹڈ) ۳۸- اردو بازار لاہور

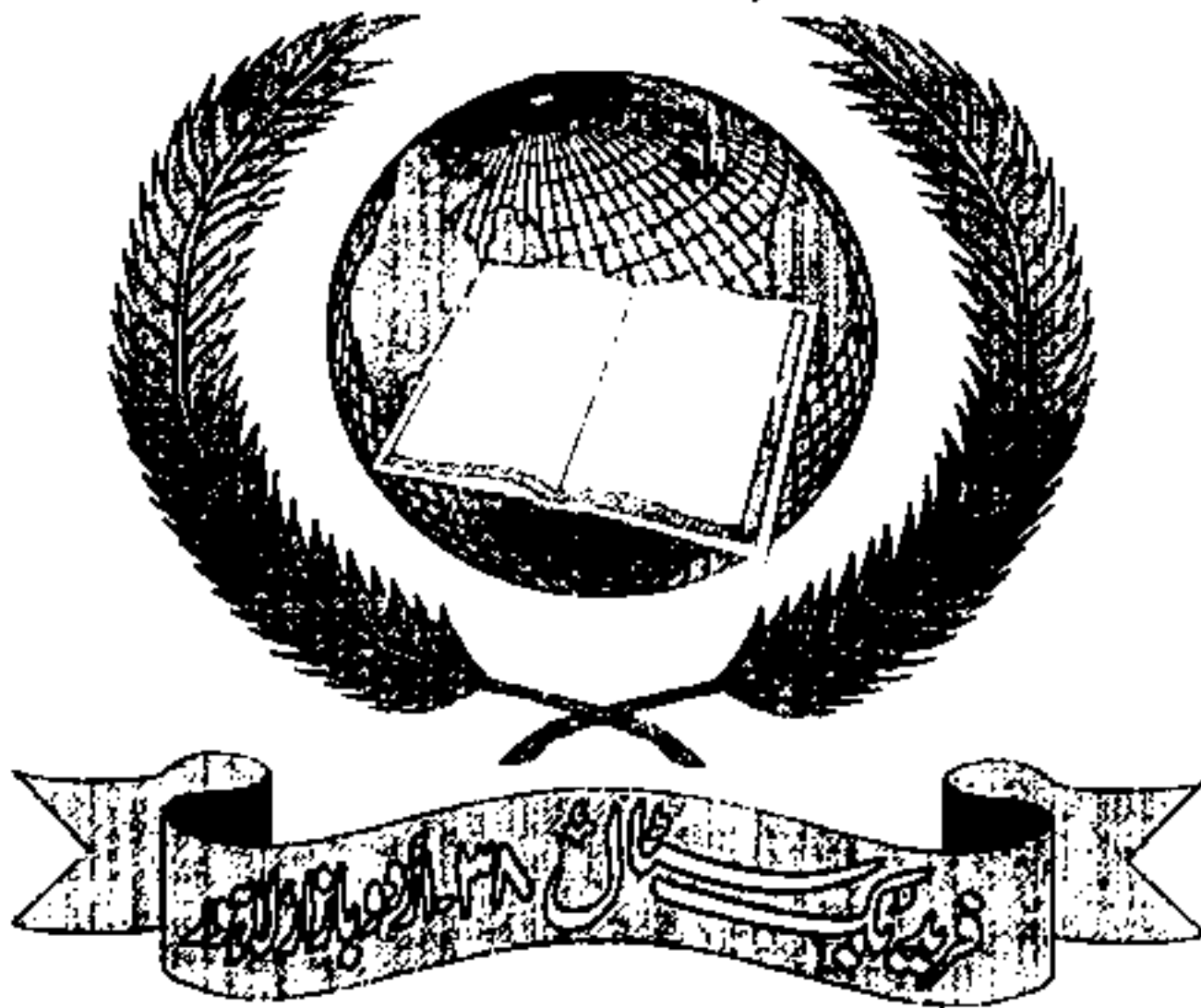
Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔



تصحیح و نظر ثانی: مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی  
 مطبع: رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور  
 الطبع الاول: رمضان المبارک 1426ھ / اکتوبر 2005ء  
 قیمت: ۱۰ روپے

**Farid Book Stall®**

Phone No: 092-42-7312173-7123435

Fax No. 092-42-7224899

Email: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com

فرید بک اسٹال (رجسٹرڈ) ۳۸ اردو بازار لاہور

فون نمبر: ۰۹۲-۴۲-۷۳۱۲۱۷۳-۷۱۲۳۴۳۵

فکس نمبر: ۰۹۲-۴۲-۷۲۲۴۸۹۹

ای میل: info@faridbookstall.com

ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

## فہرست

## نظامِ حکومتِ نبویہ ﷺ

صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
۶۶	”کتاب التخریج“ کا اولین خطبہ	۱	۲۱	پیش لفظ (از پروفیسر مفتی منیب الرحمن)	۱
۶۶	”کتاب التخریج“ کی تدوین کا مقصد	۲	۲۳	مقدمہ از محقق	۲
۶۷	”کتاب التخریج“ کی تاریخ تدوین	۳		مؤلف کتاب علامہ کتانی کی	۳
۶۸	سلطان ابوفارس موسیٰ کے نام	۴	۲۷	سوانح حیات	۴
۶۹	دولت مریدیہ میں عہدہ اور ذمہ داری	۵	۲۹	مقدمہ از مؤلف	۵
	”کتاب التخریج“ میں علامہ خزاعی کی	۶	۳۵	ماخذ و مراجع	۶
۶۹	اصطلاحات اور طریق کار	۷	۳۷	کتب سیرت	۷
	”کتاب التخریج“ کے معاون اصول	۸	۳۹	کتب تراجم صحابہ	۸
۷۳	اور ماخذ و مراجع	۹	۵۰	کتب تاریخ ادب انساب	۹
۷۳	کتب تفاسیر	۱۰		کتب تفسیر فقہ اصول تصوف لغت	۱۰
۷۳	کتب حدیث اور متعلقات	۱۱	۵۳	سیاست طب حکمت	۱۱
۷۴	تاریخ لغت ادب تصوف وغیرہ	۱۲	۵۴	کتب فقہ مالکی حنفی شافعی حنبلی اور متفرقات	۱۲
۷۵	فقہیات اور احکام پر مشتمل کتب	۱۳		کتاب التخریج کے مؤلف کا نام	۱۳
۷۶	دوسرا مقدمہ از مؤلف علامہ کتانی	۱۴	۶۱	ونسب اور مولد و مسکن	۱۴
	قسم: ۱۔		۶۱	ولادت اور شیوخ	۱۵
	خلافت وزارت اور اس سے	۱۵	۶۲	علامہ خزاعی کے تذکرہ نگار	۱۶
۹۳	متعلق صحابہ کرام	۱۶	۶۲	علامہ خزاعی کے بعض اشعار	۱۷
۹۵	خلافت	۱۷	۶۳	علامہ الخزاعی کا رواۃ اور ہماری متصل سند	۱۸
	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا	۱۸	۶۴	رہائش و وفات اور مدفن	۱۹
۹۶	قرآن سے ثبوت	۱۹		موجودہ کتب خانوں میں ”کتاب التخریج“	۲۰
	شرعی اور اصطلاحی حیثیت سے خلیفہ بادشاہ	۲۰	۶۵	کے نسخے اور اس کے ناقلین	۲۱
۱۰۵	اور سلطان میں فرق	۲۱			



صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
۱۲۲	حضور ﷺ کا تکیہ اٹھانے والے	۱۰۵	۱۰۵	لطیفہ	۱
۱۲۲	اندر آنے والوں کے لیے نبی ﷺ کا اپنا	۱۰۸	۱۰۸	وزیر	۲
۱۲۲	تکیہ قریب کرنا	۱۱۱	۱۱۱	حضور ﷺ کے رازدار	۳
۱۲۵	حضور ﷺ کے نعلین بردار	۱۱۱	۱۱۱	رسول اللہ ﷺ کے حاجب (اجازت لینے والے)	۴
۱۲۶	انتباہ	۱۱۱	۱۱۱	بعض وفود کو حاضری کی اجازت نہ دینے کا	۵
۱۲۷	رسول اللہ ﷺ کو ہنسانے والے	۱۱۲	۱۱۲	بیان	۶
۱۲۸	امام (حکمران) کی اپنے کم سن اقارب سے دل لگی	۱۱۳	۱۱۳	رسول اللہ ﷺ کے دربان	۷
۱۲۸	وفود کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کے آداب سکھانے والے افراد	۱۱۶	۱۱۶	انتباہ	۸
۱۲۸	قسم: ۲۔	۱۱۷	۱۱۷	رسول اللہ ﷺ کے آزاد اور غلام خدام	۹
۱۳۱	فقہی سرگرمیاں، معمولات عبادات، امارت حج اور متعلقہ امور	۱۱۷	۱۱۷	رسول اللہ ﷺ کے خدمت گار موالی	۱۰
۱۳۳	فقہی سرگرمیاں اور عبادات کے معمولات	۱۱۸	۱۱۸	مرض وصال میں رسول اللہ ﷺ کے	۱۱
۱۳۳	قرآن مجید کے معلمین	۱۱۸	۱۱۸	آزاد کردہ غلام	۱۲
۱۳۳	مدینہ منورہ میں نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں قرآن کے معلم	۱۱۹	۱۱۹	خواب استراحت سے جگانے والے اور	۱۳
۱۳۳	رسول اللہ ﷺ لوگوں کو حکم دیتے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو فقہ اور قرآن کی تعلیم دیں	۱۱۹	۱۱۹	غسل کے وقت پردہ کا اہتمام کرنے والے	۱۴
۱۳۳	ان صحابہ کا ذکر جن کو نبی ﷺ نے مختلف اطراف میں قرآن کی تعلیم اور دین سکھانے کو بھیجا	۱۲۰	۱۲۰	گھر کے اندر آپ کی ضروریات پوری کرنے والے خدام	۱۵
۱۳۵	تفقہ فی الدین پر آمادہ کرنا	۱۲۰	۱۲۰	رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر رات گزارنے والے مرد	۱۶
۱۳۶	لوگ امور دین میں نبی ﷺ سے کس طرح سوال کرتے تھے؟	۱۲۱	۱۲۱	رسول اللہ ﷺ کا ایک خاتون سے خدمت لینا	۱۷
۱۳۶	امور دین کے متعلق خواتین کے سوال	۱۲۱	۱۲۱	رسول اللہ ﷺ کا ایک یہودی لڑکے سے خدمت لینا	۱۸
				ان کاموں کا بیان جن کو حضور ﷺ کسی خادم کے سپرد نہ فرماتے	۱۹
				ان حضرات کا بیان جن کی مصطفیٰ ﷺ نے بہ نفس نفیس خدمت فرمائی	۲۰



صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
۱۶۱	حضور ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور ترجمان مقرر کرنا	۱۴۰	۱۴۰	قابل توجہ اور حیرت انگیز انکشاف اُن صحابہ کا ذکر جن سے قرأت کے طرق منقول ہیں	۱۴۱
۱۶۲	رسول اللہ ﷺ کا دراز قامت اور بلند آواز شخص کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو خاموش کرائے	۱۴۱	۱۴۱	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں کو لکھنا سکھانے والے مسلم مرد	۱۴۲
۱۶۲	امام (حکمران) کا اپنے عظیم القدر ساتھیوں میں سے کسی کو لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دینا	۱۴۲	۱۴۲	لکھنا سکھانے والے کافر اشخاص	۱۴۳
۱۶۳	انتباہ	۱۴۳	۱۴۳	عہد رسالت مآب میں خواتین معلمات	۱۴۴
	نبی ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورۃ التوبہ کی ابتدائی آیات کے ساتھ روانہ کرنا تاکہ وہ حج کے دوران انہیں لوگوں کے سامنے پڑھیں	۱۴۴	۱۴۴	دارالقرآن کا قیام	۱۴۵
۱۶۳	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تراویح کے امام	۱۴۸	۱۴۸	رسول اللہ ﷺ کے عہد ہمایوں کے مفتیوں کا بیان	۱۴۹
۱۶۴	نبی ﷺ کے مؤذن	۱۵۱	۱۵۱	رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے درمیان مسائل کی دریافت میں واسطہ بننے والے صحابہ	۱۵۰
۱۶۵	فائدہ	۱۵۱	۱۵۱	رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں خواب کی تعبیر بیان کرنے والے	۱۵۱
۱۶۸	انتباہ	۱۵۳	۱۵۳	انتباہ	۱۵۲
۱۶۸	وقت کی نگہداشت پر مامور افراد	۱۵۵	۱۵۵	فرض نماز کی امامت	۱۵۳
	جامع مسجد کے مؤذن کی اقتداء میں دوسری مساجد میں نماز	۱۵۶	۱۵۶	فائدہ	۱۵۴
۱۶۸	فائدہ	۱۵۶	۱۵۶	رسول اللہ ﷺ کا نمازوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نائب بنانا اور ان نمازوں کی تعداد	۱۵۵
۱۶۹	مؤذن کس چیز پر کھڑے ہو کر اذان کہتے تھے	۱۵۷	۱۵۷	انتباہ	۱۵۶
۱۷۰	حضور ﷺ کے لیے چٹائی اٹھانے والوں کا بیان	۱۵۷	۱۵۷	فائدہ	۱۵۷
۱۷۲	رسول اللہ ﷺ کے سامنے عزہ لے کر چلنے والے	۱۵۸	۱۵۸	مناسک حج کی ادائیگی میں رسول اللہ ﷺ کے نائب	۱۵۸
۱۷۲	حضور ﷺ کے گھر تشریف لے جاتے	۱۵۸	۱۵۸	منبر کی تیاری	۱۵۹
۱۷۴	وقت آپ کے آگے عصا اٹھا کر چلنے والے	۱۶۰	۱۶۰	حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کا سوار یوں پر خطبہ	۱۶۰



صفحہ	عنوان	صفحہ	فصل
۱۹۱	حضور ﷺ کے لیے پانی ٹھنڈا کیا جاتا تھا	۱۷۴	۳
۱۹۱	حضور ﷺ کی طرف سے زمزم کی ترسیل میں عجلت کی تاکید	۱۷۴	۴
۱۹۱	دوران سفر نبی ﷺ کے ستے اور مشکیزے بھرنے والے	۱۷۶	۵
۱۹۲	نبی ﷺ کے مسلمان ساقی (پانی پلانے والے)	۱۷۷	۶
۱۹۲	نبی ﷺ کے یہودی ساقی	۱۷۸	۷
۱۹۲	دیگر پانی پلانے والے	۱۸۰	۸
۱۹۳	سبز برتنوں میں نبیذ سازی	۱۸۰	۹
۱۹۳	رسول اللہ ﷺ کی مشروب سے بال نکالنے والے کے لیے دعا	۱۸۱	۱۰
۱۹۳	کھانا تناول فرمانے کے وقت حضور ﷺ کے خادم	۱۸۱	۱۱
۱۹۳	رسول اللہ ﷺ کے برتن	۱۸۲	۱۲
۱۹۴	کیا عہد نبوی میں پینے والے کو دعا دی گئی؟	۱۸۳	۱۳
۱۹۸	امارت حج	۱۸۶	۱۴
۱۹۸	قربانی کے جانوروں کے نگران	۱۸۷	۱۵
۱۹۹	عہد نبوی میں بیت اللہ کی نگہبانی اور خدمت پر مامور حضرات	۱۸۷	۱۶
۲۰۱	القایہ۔ زمزم پلانے کی ذمہ داری	۱۸۸	۱۷
۲۰۱	حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کا اپنے دست مبارک سے اونٹ نحر فرمانا اور باقی ماندہ کو نحر کرنے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمانا	۱۸۸	۱۸
۲۰۲	اعتباہ	۱۹۰	۱۹
۲۰۲	اعتباہ	۱۹۰	۲۰
۲۰۲	اعتباہ	۱۹۱	۲۱



فصل	عنوان	صفحہ	فصل	عنوان	صفحہ
	قسم: ۳۔ تحریری سرگرمیاں کاتبین وحی وغیرہ	۲۰۳	۳	رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ارسال کردہ خطوط کی ترتیب	۲۱۹
	تحریری سرگرمیاں	۲۰۵	۳	رسول اللہ ﷺ کے مکاتیب گرامی کا انداز	۲۱۹
	کتابت کی خدمات انجام دینے والے صحابہ	۲۰۵	۴	رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات کے افتتاحی کلمات	۲۲۰
	نبی ﷺ کے نائب کاتب	۲۰۷	۵	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خطوط اور خطبہ کے شروع میں ”امابعد“ کا التزام	۲۲۱
	رازدارانہ امور لکھنے والے صحابہ	۲۰۸	۱۱	سرکاری خطوط میں حضور ﷺ کی احتیاط	۲۲۲
	خطوط اور دستاویزات لکھنے والے حضرات	۲۰۹	۱۲	خط میں نئے معاملہ کے شروع میں حضور ﷺ کا ”امابعد“ فرمانا	۲۲۲
	نبی ﷺ کی طرف سے بدویوں کو خطوط لکھنے والے حضرات	۲۱۰	۱۳	تاریخ میں محفوظ رسول اللہ ﷺ کا صحیح ترین مکتوب	۲۲۲
	انتباہ	۲۱۰	۱۴	مسلمانوں کے لیے نبی ﷺ کا آخری مکتوب	۲۲۲
	نبی ﷺ کے عہد مبارک میں چمڑے پر فرامین نویسی	۲۱۰	۱۵	جو تاریخ میں بعینہ محفوظ ہے	۲۲۳
	فائدہ	۲۱۱	۱۶	کفار کے لیے نبی ﷺ کا آخری مکتوب	۲۲۵
	معاهدے اور صلح نامے لکھنے والے حضرات	۲۱۲	۱۷	جسے تاریخ نے اور کفار نے بعینہ محفوظ رکھا	۲۲۵
	خصوصی امور لکھنے والے صحابہ کرام	۲۱۲	۱۸	تاریخ میں محفوظ احکام پر مشتمل جامع اور طویل ترین مکتوب گرامی	۲۲۵
	نبی ﷺ کے کاتبوں پر ایک اجمالی نظر	۲۱۳	۱۹	حضور ﷺ کا سربستہ مکتوب گرامی جسے آپ نے باہر نہیں نکالا	۲۲۸
	فائدہ	۲۱۳	۲۰	تمتہ	۲۲۹
	نبی ﷺ کی طرف سے کاتبوں کو قلم رکھنے کے آداب اور حروف کی صورت گری کی تعلیم	۲۱۳	۲۱	کیا رسول اللہ ﷺ نے بہ نفس نفیس کچھ تحریر فرمایا یا نہیں؟	۲۳۰
	نبی ﷺ کا مکتوب کی سیاہی کو مٹی وغیرہ چھڑک کر خشک کرنے کا حکم دینا	۲۱۶	۲۲	فائدہ	۲۳۲
۱	مکاتیبِ نبویہ کی اصطلاح اور ترتیب	۲۱۷	۲۳	رسول اللہ ﷺ کی انگٹھی کی ساخت، نقش اور اس کے نگران کا بیان	۲۳۲
۲	ہم عصر بادشاہوں اور عظیم شخصیات کا رسول اللہ ﷺ سے اندازِ مخاطبت	۲۱۹			



صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
۲۵۴	تخائف کے ساتھ قاصدوں کو روانہ کرنا	۱۱	۲۳۵	رسول اللہ ﷺ کی انگٹھی کے نگران	۱۱
۲۵۶	رسول اللہ ﷺ کا دوسروں کے قاصدوں کو انعام سے نوازنا	۱۱	۲۳۵	انگٹھی کی عدم موجودگی میں نبی ﷺ کا معمول	۱۱
۲۵۶	اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں بادشاہ کو جنگ کی دھمکی	۱۱	۲۳۶	نبی ﷺ کی انگٹھی سے متعلق مسائل	۱۱
۲۵۶	رسول اللہ ﷺ کے ترجمان میں لکھے گئے خطوط کے ترجمان	۱۱	۲۳۷	سن اور تاریخ کا تعین اور اس کی اصل	۱۱
۲۵۷	یہودی تحریر (کتابت) سیکھنے کا حکم	۱۱	۲۳۹	رسول اللہ ﷺ کے سفیر	۱۱
۲۵۹	غیر ملکی زبانیں سیکھنے کا حکم	۱۱	۲۳۹	نبی ﷺ کے سفیر، کامل العقل، فصیح اللسان اور مخالف کو مسکت دلائل سے قائل کرنے والے تھے	فصل
۲۶۲	تکملہ	۱۱	۲۳۹	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بطور قاصد حسین افراد کا انتخاب	۱۱
۲۶۲	رسول اللہ ﷺ کے شعراء کا بیان	۱۱	۲۳۶	رسول اللہ ﷺ کی اپنے سفراء امراء اور قاصدوں کو نصیحت	۱۱
۲۶۵	نعت گو صحابہ کرام	۱۱	۲۳۷	خلفاء راشدین کے دور میں ڈاک کا نظام	۱۱
۲۶۶	رسول اللہ ﷺ کا فوت شدہ شاعر کے شعر سننے کی فرمائش کرنا	۱۱	۲۳۸	دعوت اسلام کے پیغام لے جانے والے حضرات	۱۱
۲۶۶	تشبیب اور غزل کے متضمن اشعار کی سماعت	۱۱	۲۵۰	صلح کے لیے قاصد کی روانگی	فصل
۲۶۷	رسول اللہ ﷺ کے وصال پر مرثیہ کہنے والے شعراء	۱۱	۲۵۱	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امان کا پیغام لے جانے والے حضرات	فصل
۲۶۸	اشعار پیش کرنے پر قیدیوں کی بھاری تعداد کی باعزت رہائی	۱۱	۲۵۱	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امان کا پیغام لے جانے والی خواتین	۱۱
۲۶۹	رسول اللہ ﷺ کے خطیب	۱۱	۲۵۲	بادشاہوں کی طرف قاصد روانہ کرنا اور اس سے وہاں موجود مسلمانوں کو بھیجنے کا ارشاد فرمانا	فصل
۲۷۱	کیا رسول اللہ ﷺ یا آپ کے صحابہ میں سے کسی نے غیر عربی زبان میں خطبہ دیا؟	۱۱	۲۵۲	بادشاہ کی طرف قاصد بھیجنا کہ بادشاہ ان کے ملک میں موجود مسلم خاتون کا آپ ﷺ سے نکاح کر دے	۱۱
۲۷۳	فوائد	۱۱	۲۵۲		
۲۷۳	مجاہدین کے ناموں کا رجسٹر میں اندراج	۱۱			

فصل	عنوان	صفحہ	فصل	عنوان	صفحہ
۱	عہد نبوی میں رجسٹروں میں لوگوں کے نام لکھنے کا ثبوت	۲۷۳	۱	قسم: ۴ - احکامات و فرامین اور ان سے متعلقہ امور	۲۹۳
۲	بیعت یعنی عہد و پیمان لینا	۲۷۴	۲	نواحی علاقوں پر امارت عامہ	۲۹۵
۳	عہد رسالت مآب میں امور بیعت کے نگران	۲۷۷	۳	یمن کے بادشاہ باذان یا بازام رضی اللہ عنہ	۲۹۶
۴	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عطایا کا ثبوت	۲۷۷	۴	رسول اللہ ﷺ کی اپنے عمال کو مراسلات لانے والوں کے لیے ہدایت	۳۰۲
۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے دفتر کا قیام اور اس کا سبب	۲۷۸	۵	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنے عمال میں حسن صورت اور اچھے نام کی شرط	۳۰۳
۶	ریکارڈ سازی میں مسلمانوں کا تسامح	۲۸۲	۶	رسول اللہ ﷺ کی اپنے امراء سے عہد کی کیفیت	۳۰۳
۷	انتباہ	۲۸۲	۷	انتباہ	۳۰۵
۸	مجاہدین کے دیوان میں نام لکھوانے کے لیے عمر کی حد	۲۸۳	۸	قاضی (جج) کا بیان	۳۰۵
۹	رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہر سال مجاہدین کو پیش کرنا	۲۸۴	۹	رسول اللہ ﷺ کے لوگوں کے مابین فیصلے	۳۰۵
۱۰	والدین کی اجازت کے بغیر رسول اللہ ﷺ کا جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دینا	۲۸۵	۱۰	فائدہ	۳۰۶
۱۱	سالانہ لشکر کے لیے سائبان کی تیاری تاکہ وہ لشکر پر نظر رکھ سکے	۲۸۵	۱۱	رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں پر مشتمل کتب کی تدوین	۳۰۶
۱۲	اظہار قوت و شوکت کے لیے حریف سردار کے سامنے لشکر اسلام کا مارچ	۲۸۶	۱۲	رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں اور فتاویٰ کے ذکر پر مشتمل عنوانات اور ابواب	۳۰۸
۱۳	لشکروں کے سرداروں اور کمانڈروں (عرفاء) کا بیان	۲۸۷	۱۳	رسول اللہ ﷺ کے قاضی (جج، منصف)	۳۱۰
۱۴	نقیبوں (قبیلہ کے ذمہ دار سردار) کا بیان	۲۸۸	۱۴	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۳۱۱
۱۵	محاسب (حساب کرنے والے اکاؤنٹ) کا بیان	۲۸۹	۱۵	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	۳۱۲
۱۶	وصیت کرنے والوں اور وصیت کا بیان	۲۹۰	۱۶	کیا رسول اللہ ﷺ قاضی کے لیے سن رسیدہ ہونے کی شرط لگاتے تھے؟	۳۱۵
۱۷	انتباہ	۲۹۱	۱۷	عجیب و غریب واقعہ	۳۱۶
			۱۸	گورنروں اور قاضیوں کا مشاہرہ	۳۱۸
			۱۹	عدالتی زیادتیوں پر نظر	۳۲۰



صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
۳۲۲	بہ آواز بلند اعلان کرنے والے (مناوی)	۱۱	۳۲۲	انتباہ	۱۱
۳۲۲	مدینہ طیبہ کی خفیہ پولیس	۱۱		مقدمات کی سماعت کے دوران قاضی کی	
	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اس	۱۱	۳۲۳	نشست گاہ کہاں ہوتی تھی؟	
۳۲۴	منصب پر فائز اصحاب		۳۲۶	شہادت اور شرائط نویسی	
۳۲۶	مردانہ جیل خانہ	۱۱		بچوں کی گواہی اور حضور ﷺ کے مکتوبات	
۳۲۸	انتباہ	۱۱	۳۲۷	اور معاہدوں میں بچوں کے نام	
۳۵۰	انتباہ	۱۱		رسول اللہ ﷺ کے زمانہ طاہرہ میں	
۳۵۰	زنانہ جیل خانہ	۱۱	۳۲۸	ابورافع رضی اللہ عنہ کی آزادی کا عہد	
۳۵۰	قیدیوں کو خوراک کی بہم رسانی	۱۱		عہد رسالت مآب میں قبائل اور ان	
۳۵۱	تادیب بذریعہ مار پیٹ	۱۱		کے پانیوں کو ضبط تحریر میں لانے والے	
۳۵۱	جلا وطنی کی سزا	۱۱	۳۲۸	حضرات	
۳۵۲	ترک تعلق کی سزا	۱۱	۳۲۸	معاہدے اور معاملات لکھنے والے حضرات	
	رسول اللہ ﷺ کا کسی سے چسپ بہ جبیں	۱۱	۳۳۰	انتباہ	
۳۵۶	ہونا اور تیوری چڑھانا			رسول اللہ ﷺ کے عہد ہمایوں میں علم	
۳۵۷	لطیفہ	۱۱	۳۳۰	میراث کے ماہرین	
۳۵۸	نکتہ	۱۱		امور مالیہ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے	
۳۵۸	دوسرا نکتہ	۱۱	۳۳۲	مقرر کردہ وکیل	
۳۵۸	نکتہ	۱۱		رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں	
۳۵۹	رسول اللہ ﷺ کا بذات خود قتل کرنا	۱۱	۳۳۲	ماہرین تعمیرات	
	نبی ﷺ کی طرف سے جلانے اور منہدم	۱۱		رسول اللہ ﷺ اور صدر اول کے مسلمانوں	
۳۵۹	کرنے کی سزا اور اس پر مامور حضرات	۱۱		کی فن تعمیر، سول انجینئرنگ اور شاہرات	
	آنکھیں پھوڑنے، دھوپ میں ڈالے	۱۱	۳۳۲	کے علم سے واقفیت	
۳۶۱	جانے اور ہاتھ پیر کٹوانے کے سزایافتہ	۱۱	۳۳۶	حقے بنانے والوں کا بیان	
۳۶۲	انتباہ	۱۱	۳۳۶	مختب کا بیان	
۳۶۲	قیدیوں کے نگران	۱۱	۳۳۷	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے محاسبہ	
	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں حدود	۱۱	۳۳۷	بازار پر رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ نگران	
۳۶۳	نافذ کرنے والے صحابہ	۱۱	۳۳۹	اہم نکتہ	

صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
۳۷۴	رسول اللہ ﷺ کے پرچموں اور جھنڈوں کے رنگ نام اور ان پر تحریر کردہ عبارت	فصل	۳۶۳	حالت جنگ میں دشمن کے درخت کاٹنے پر عامل کا تقرر	۱
۳۷۴	اونی پرچم	۱	۳۶۳	قسم: ۵ -	۲
۳۷۵	دھاری دار پرچم	۲	۳۶۵	جنگی کارروائیاں اور سالاران لشکر	۳
۳۷۵	پرچم پر عبارت	۳	۳۶۷	مجاہدین کے سالار	۴
۳۷۵	نبی ﷺ کے جھنڈے کا نام	۴	۳۶۷	رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعداد اور	۵
۳۷۵	انصار کے جھنڈے کا رنگ	۵	۳۶۷	بہ نفس نفیس قیادت	۶
۳۷۶	اغبتاہ	۶	۳۶۷	رسول اللہ ﷺ کے سرایا کی تعداد اور ان کے امراء	۷
۳۷۶	رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے بچے کی دستار بندی	۷	۳۶۷	غزوات وغیرہ میں تشریف لے جاتے وقت نائبین کا تقرر	۸
۳۷۷	لشکر کی تقسیم اور سالار لشکر کا مقام	۸	۳۶۷	سفر میں جاتے وقت رسول اللہ ﷺ کے اہل و عیال پر آپ کے نائب	۹
۳۷۷	تیر اندازوں کے امیر کا تقرر	۹	۳۶۹	رسول اللہ ﷺ کا دشمن کے دھوکہ سے بچنے کے لیے راستہ میں نائب مقرر فرمانا	۱۰
۳۷۸	دوران جنگ قلب لشکر میں اپنی جگہ دوسرے کا تقرر	۱۰	۳۷۰	بطور مددگار کوچ کی دعوت	۱۱
۳۷۹	لشکر کے مختلف حصوں پر سالاروں کا تعین	۱۱	۳۷۰	پرچم بردار صحابہ	۱۲
۳۷۹	دوران جنگ مجاہدین کا شعار پہچان کے لیے علامتی الفاظ	۱۲	۳۷۰	حضور ﷺ کے آگے اٹھایا جانے والا پہلا پرچم	۱۳
۳۸۲	لشکر کی صف بندی کرنا اور مجاہدوں کی صفوں میں رد و بدل کرنا	۱۳	۳۷۲	رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے چلنے والے پرچم بردار	۱۴
۳۸۳	گھوڑوں کی خریداری	۱۴	۳۷۲	ہر قبیلے کا جدا گانہ پرچم	۱۵
۳۸۳	رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے	۱۵	۳۷۲	رسول اللہ ﷺ سرایا اور طلائی گردی پر مامور دستوں کے سالاروں کے جھنڈے عطا فرماتے تھے	۱۶
۳۸۶	فائدہ	۱۶	۳۷۲	پرچم کا طول و عرض	۱۷
۳۸۶	حیرت انگیز بات	۱۷	۳۷۳	پرچم میں ہلال کا نقش / سیاہ ہلالی پرچم	۱۸
۳۸۶	رسول اللہ ﷺ کی سواری پر زین کسے والے حضرات	۱۸	۳۷۳		
۳۸۶	رسول اللہ ﷺ کی سواری کی زین کی حقیقت	۱۹			



صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
۳۹۳	رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑنے والے	۱	۳۸۷	سواری کے وقت رسول اللہ ﷺ کی رکاب تھامنے والے	۱
۳۹۵	حدی خواں (مخصوص گانے کے ذریعہ اونٹوں کو ہنکانے والے)	۱	۳۸۷	سواری کے وقت سوار کے پیڑے زین کے پاس سمیٹ دینا	۱
۳۹۶	حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ہدی کے جانوروں کے نگران	۱	۳۸۷	رسول اللہ ﷺ کے گھوڑوں کو گھڑ دوڑ میں دوڑانے والے حضرات	۱
۳۹۶	رسول اللہ ﷺ کے اسلحہ اور اسلحہ کے نگران	۱	۳۸۷	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے گھڑ دوڑ کے مقابلے	۱
۳۹۶	رسول اللہ ﷺ کی تلوار کہاں رہتی تھی؟	۱	۳۸۷	گھڑ دوڑ میں شریک رسول اللہ ﷺ کا	۲
۳۹۷	لطیفہ	۱	۳۸۷	گھوڑا اور اس کے سوار	۲
۳۹۸	عجیب و غریب واقعہ	۱	۳۸۸	اونٹنی کے کجاوہ پر مامور خدام	۲
۳۹۸	رسول اللہ ﷺ کے نیزہ بردار خدام	۱	۳۸۹	رسول اللہ ﷺ کے خچر پر مامور خدام	۲
۳۹۸	رسول اللہ ﷺ کے تلوار بردار	۱	۳۸۹	فائدہ	۲
۳۹۹	رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مجرموں کے سر قلم کرنے والے حضرات	۱	۳۹۰	سواری کی لگام پکڑ کر چلنے والے خدام	۲
۴۰۰	رسول اللہ ﷺ کی تلوار صیقل کرنے والے	۱	۳۹۱	رسول اللہ ﷺ کی سواری کو ہنکانے والے خدام	۲
۴۰۰	انتباہ	۱	۳۹۱	رسول اللہ ﷺ کے بدنہ (ہدی قربانی کے جانور) کو ہنکانے والے	۲
۴۰۰	تمہ	۱	۳۹۱	نبی ﷺ کے بدن کے نگران	۲
۴۰۰	سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کے دلیل راہ (گائیڈ)	۱	۳۹۱	نبی ﷺ کی دو دھیل اونٹنیوں کے چرواہے	۲
۴۰۲	بے آب و گیاہ میدانوں اور جنگلات میں رسول اللہ ﷺ کے منازل سفر کے نشانات اور عمارات	۱	۳۹۲	نبی ﷺ کی دو دھیل اونٹنیوں کے نگران	۲
۴۰۲	رسول اللہ ﷺ کے لیے راستہ آسان بنانے والے (خطرات پر نگاہ رکھنے والے)	۱	۳۹۲	نبی ﷺ کے گھوڑوں کے نگران (سائیکس)	۲
۴۰۲	رسول اللہ ﷺ کو چڑھنے میں مدد دینے کے لیے اپنی گردنیں بطور زینہ پیش کرنے والے	۱	۳۹۲	نبی ﷺ کے شتر بان	۲
۴۰۳		۱	۳۹۲	غزوہ خیبر میں نبی ﷺ کی سواری کو روکنے والے خدام	۲
		۱	۳۹۳	اونٹنی پر سواری کے وقت نبی ﷺ کی رکاب تھامنے والے	۲

صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
۴۱۶	شہر سے خبروں کی ترسیل کے لیے جاسوس کا تقرر	۴۰۴	۴۰۴	رسول اللہ ﷺ پر سایہ کرنے والے دوران سفر نبی ﷺ کے سامان اٹھانے والے اور خادم	۴۰۴
۴۱۶	امام (حکمران) کی طرف سے اپنے شہر میں جاسوس کا تقرر	۴۰۵	۴۰۵	رسول اللہ ﷺ کا اونی خیمہ	۴۰۶
۴۱۷	عجیب و غریب واقعہ	۴۰۶	۴۰۶	انتباہ	۴۰۷
۴۱۸	پسپائی پر آمادہ کرنے والے اور دشمن کی فوج میں انتشار پھیلانے والے	۴۰۷	۴۰۷	خیمہ نصب کرنے پر مامور خادم	۴۰۷
۴۲۱	چغل خور	۴۰۷	۴۰۷	رسول اللہ ﷺ کے تخلیہ کے وقت پردہ لگانے والے	۴۰۸
۴۲۱	بحری بیڑے کا استعمال	۴۰۷	۴۰۸	حرم رسالت کے امین	۴۰۹
۴۲۱	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بحری کشتیوں کا استعمال	۴۰۸	۴۰۹	سفر حج کے دوران ازواج مطہرات کی سواریوں کو ہانکنے والے	۴۰۹
۴۲۶	انتباہ	۴۰۹	۴۰۹	لشکر کے پڑاؤ کے لیے پانی اور گھاس والی جگہ کی تلاش اور انتخاب	۴۰۹
۴۲۶	منجیق سازی	۴۰۹	۴۰۹	پہرے دار	۴۱۰
۴۲۷	دباہ سازی	۴۰۹	۴۱۰	مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے پہرے دار (سنتری)	۴۱۱
۴۲۸	دشمن کے درختوں کو جلانا اور کاٹ دینا	۴۰۹	۴۱۱	رسول اللہ ﷺ کی غزوات پر روانگی اور مدینہ طیبہ پر پہرہ داروں کا تقرر	۴۱۲
۴۲۸	خندق کی کھدائی	۴۱۰	۴۱۲	نبی ﷺ کے لشکر کے پہرے دار	۴۱۳
۴۳۲	انتباہ	۴۱۰	۴۱۳	انتباہ	۴۱۳
۴۳۲	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مالِ غنیمت کے نگران	۴۱۱	۴۱۳	رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلنے والے خادم	۴۱۳
۴۳۳	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مالِ غنیمت لکھنے والے	۴۱۲	۴۱۳	رسول اللہ ﷺ کے آگے شعر پڑھتے ہوئے چلنے والے صاحب	۴۱۳
۴۳۳	بوقتِ ضرورت مالِ غنیمت کو فروخت کرنے والے حضرات	۴۱۳	۴۱۳	لشکر کے ہراول دستے (دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے والی جماعت)	۴۱۳
۴۳۳	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسی مجاہد کو ایک جنس کے تمام جانوروں کا ہبہ	۴۱۳	۴۱۳	رسول اللہ ﷺ کے جاسوس	۴۱۳
۴۳۴	خمس کے نگران	۴۱۳	۴۱۳	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دشمن کے فتح کی خوش خبری لانے والے حضرات	۴۱۳

صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
۴۶۵	رسول اللہ ﷺ کا بہ نفس نفیس جنگل میں صدقہ کے اونٹوں کو ملاحظہ فرمانا	۱۱	۴۳۵	سفر سے واپسی پر ضیافت کا اہتمام	۱۱
۴۶۶	فطرہ رمضان پر نگہبان کا تقرر	۱۱	۴۳۵	سفر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کی دعا	۱۱
۴۶۶	غنائم کو قبضہ میں لینے پر رسول اللہ ﷺ کے عامل	۱۱	۴۳۶	اللہ ﷺ کی دعا	۱۱
۴۶۶	رسول اللہ ﷺ کے خمس کے نگران	۱۱	۴۳۷	رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جزیرۃ العرب کے کفار کا طریقہ عمل	۱۱
۴۶۷	قسم: ۷ -	۱۱	۴۳۹	اپنے عہد کے کفار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ	۱۱
۴۶۷	ماپ تول کرنے والے عامل اور ان سے متعلقہ امور	۱۱	۴۴۰	قسم: ۶ -	۱۱
۴۶۹	ماپ تول کرنے والے عامل	۱۱	۴۴۵	عاملین زکوٰۃ، عشر، جزیہ وغیرہ	۱۱
۴۶۹	اشیائے خوردنی کے خازن	۱۱	۴۴۷	زکوٰۃ، عشر اور جزیہ کے محصلین	۱۱
۴۷۰	ماپنے والے	۱۱	۴۴۷	حصول جزیہ میں نبی ﷺ کا طریقہ مبارکہ	۱۱
۴۷۱	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں زیر استعمال اوزان شرعیہ کے نام	۱۱	۴۴۷	اور جزیہ دینے والے	۱۱
۴۷۱	درہم اور اس کا استعمال	۱۱	۴۴۷	عشر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا حکم	۱۱
۴۷۲	انتباہ	۱۱	۴۴۷	اور محصلین عشر	۱۱
۴۷۷	تعمیلی احکامات	۱۱	۴۴۸	خراجی زمینوں کے ٹیکس وصول کرنے والے	۱۱
۴۸۱	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارکہ میں زیر استعمال ناپنے کے پیمانوں کا نام	۱۱	۴۵۰	عاملین زکوٰۃ	۱۱
۴۸۳	اونٹ اور بکریاں لینا	۱۱	۴۵۲	زمانہ طابہ میں محصلین صدقہ کے عدل و انصاف کی روشن مثالیں	۱۱
۴۸۳	چوپایوں پر نشان لگانے والے	۱۱	۴۵۳	رسول اللہ ﷺ کے صدقات نگار	۱۱
۴۸۳	امام (حکمران) کی مختص سرکاری چراگاہ	۱۱	۴۵۴	کھجور کے درخت پر پھل کا تخمینہ لگانے والے	۱۱
۴۸۵	قسم: ۸ -	۱۱	۴۵۶	اوقاف	۱۱
۴۸۷	دیگر تمام عمال	۱۱	۴۶۳	انتباہ	۱۱
۴۸۷	رسول اللہ ﷺ کے اخراجات کے نگران	۱۱	۴۶۴	فائدہ	۱۱
۴۸۸	امور مالیہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ وکیل	۱۱	۴۶۴	عمال سے جمع کردہ مال وصول کر کے بیت المال میں لانے والے	۱۱
			۴۶۵	انتباہ	۱۱



صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	ل
۵۰۹	طب سے ناواقف شخص کے لیے لوگوں کا علاج کرنا مباح نہیں	۴۸۸	۴۸۸	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قیدیوں اور مالِ غنیمت کو روکے رکھنے کا حکم	۱۱
۵۰۹	دورِ حاضر میں محکمہ صحت کی طرف سے احتیاطی تدابیر	۴۸۸	۴۸۸	رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق آپ کی غیر موجودگی میں مال خرچ کرنے والے	۱۲
۵۱۱	دانش ور طبیب اور فلسفی	۴۸۹	۴۸۹	وفود کی آمدان کی رہائش گاہیں اور ان سے متعلقہ امور	۱۳
۵۱۴	نجومیوں کا بیان	۴۹۰	۴۹۰	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں وفود کی رہائش گاہیں	۱۴
۵۱۴	قیافہ شناس	۴۹۲	۴۹۲	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں وفد کے لیے خیمہ کی رہائش گاہ	۱۵
۵۱۵	مفلوک الحال غیر متاھل فقراء کے لیے رہائش گاہیں اور موجودہ دور کی خانقاہیں	۴۹۲	۴۹۲	بعض صحابہ کے ہاں وفد کا قیام	۱۶
۵۲۲	اہم معاملات میں رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ	۴۹۳	۴۹۳	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں وفود کے امور کے نگران	۱۷
۵۲۳	قسم: ۹ - رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں صنعت و حرفت اور ان سے منسلک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین	۴۹۵	۴۹۵	رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وفود کو زاد راہ کی فراہمی کا حکم	۱۸
۵۲۵	مقدمات	۴۹۵	۴۹۵	وفود کے لیے رسول اللہ ﷺ کے عطایا	۱۹
۵۲۵	پہلا مقدمہ	۴۹۷	۴۹۷	وفود سے ملاقات کے وقت رسول اللہ ﷺ کا عمدہ لباس زیب تن فرمانا	۲۰
۵۲۶	دوسرا مقدمہ	۴۹۷	۴۹۷	مسافروں کے لیے سرائیں اور ہوٹل	۲۱
۵۲۷	تیسرا مقدمہ	۴۹۸	۴۹۸	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہسپتال اور خواتین نرسیں	۲۲
۵۳۱	چوتھا مقدمہ	۴۹۹	۴۹۹	معالج، حکیم، ڈاکٹر (طیب)	۲۳
۵۳۵	پانچواں مقدمہ	۵۰۶	۵۰۶	فائدہ	۲۴
۵۳۵	چھٹا مقدمہ	۵۰۷	۵۰۷	شریانوں کی جراحی کرنے والے	۲۵
۵۳۶	ساتواں مقدمہ	۵۰۷	۵۰۷	زخم پر داغ لگانے والے	۲۶
۵۳۷	آٹھواں مقدمہ	۵۰۸	۵۰۸	زخم پر اللہ کا نام لینا اور لعابِ دہن لگانا	۲۷
۵۳۷	نواں مقدمہ				
	ابتداءئے اسلام میں لوگ بیع و شراء کے				

صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
۵۵۷	سونے کی کان کھودنے کا بیان	۱۱	۵۳۸	احکام اور سود سے بچنے کے طریقے جانے بغیر تجارت نہیں کرتے تھے	۱۱
۵۵۸	نیزوں کے تاجر	۱۱		تجارت کو عوام الناس اور مخلوط لوگوں کے لیے چھوڑنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحابہ پر سختی	۱۱
۵۵۸	اشیائے خوردنی کے بیوپاری	۱۱	۵۳۲	صحابہ کرام کے صبح کے وقت تجارت کے لیے نکلنے کو ترجیح دینا	۱۱
۵۵۸	تاجر بچے	۱۱	۵۳۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کسب معاش کے لیے لوگوں کو محنت پر آمادہ کرنا	۱۱
۵۵۹	شکر کی تجارت	۱۱	۵۳۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں ہنرمند نوجوان کی قدر و منزلت	۱۱
۵۵۹	جڑی بوٹیوں کے تاجر	۱۱	۵۳۵	غزوہ میں شرکت اور روزی کمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ترجیح	۱۱
۵۵۹	عطر فروش خواتین	۱۱	۵۳۵	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور بعد کے عظیم القدر تاجر صحابہ کرام	۱۱
۵۶۰	زراعت اور شجر کاری	۱۱	۵۳۵	خرید و فروخت کو تجارت کا نام دینے کی اصل	۱۱
۵۶۱	موچی کا پیشہ	۱۱	۵۵۰	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں	۱۱
۵۶۱	پھلوں کے تاجر	۱۱	۵۵۲	پارچہ فروش (کلاتھ مرچنٹ)	۱۱
۵۶۲	فائدہ	۱۱	۵۵۳	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ منورہ میں کلاتھ مارکیٹ	۱۱
	مدینہ طیبہ میں غلہ وغیرہ کتنی مسافت سے لایا جاتا تھا	۱۱	۵۵۴	عطر فروش	۱۱
۵۶۲	فائدہ	۱۱	۵۵۴	رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں وزن کرنے والے	۱۱
۵۶۳	چمڑے کی دباغت کے لیے خام مال کے تاجر	۱۱	۵۵۴	صراف (منی چینجر)	۱۱
۵۶۴	کھالوں کی رنگائی	۱۱	۵۵۶	عہد رسالت مآب ﷺ کے صراف	۱۱
۵۶۵	ایندھن کی لکڑیاں بیچنے والے	۱۱	۵۵۶	عنبر اور پازے کی تجارت	۱۱
۵۶۶	دلال	۱۱			
۵۶۶	پارچہ باف	۱۱			
۵۶۷	درزی	۱۱			
۵۶۹	برہمنی	۱۱			
۵۶۹	بچوں کے جھولے	۱۱			
۵۸۰	مشروبات کے لیے لکڑی کے پیالے بنانے والے	۱۱			
۵۸۰	سُنا	۱۱			
۵۸۲	نقاش	۱۱			

صفحہ	موضوع	فصل	صفحہ	موضوع	فصل
۶۰۶	چمڑے کورنگنے والے (دباغ)	۵۸۲	سوئے کی ناک کی تیاری		
	کھجور کے پتوں سے نوکریاں اور چٹائیاں	۵۸۳	ہوا سے چنے والی چھٹی کی ایجاد		
۶۰۶	بنانے والے (الخواص)	۵۸۳	مصعور		
۶۰۷	تیراک		چراغ جلانے اور کشتیوں وغیرہ کی پالش		
۶۰۷	فائدہ	۵۸۸	کے لیے چربی کا استعمال		
۶۰۹	پانی کی خرید و فروخت	۵۸۹	دودھ فروش		
۶۱۰	شکار اور شکار کی اقسام	۵۸۹	لوہار		
۶۱۰	کتوں سے شکار کرنے والے	۵۹۱	نبی ﷺ کی تعمیراتی سرگرمیاں		
۶۱۰	باز سے شکار کرنے والے		روسا اور بادشاہوں کی جانب سے علمی و ادبی		
۶۱۰	نیزہ سے شکار کرنے والے	۵۹۲	اور قومی اداروں کا سنگ بنیاد رکھنے کی اصل		
۶۱۱	تیر سے شکار		امام کی طرف سے مسجد کی جگہ اور سمت قبلہ		
۶۱۱	معراض کا شکار	۵۹۲	کا تعین		
۶۱۱	باتھ سے شکار		امام کا کسی مسجد کے لیے جگہ متعین کرنے		
۶۱۱	دیکر آلات سے شکار	۵۹۲	پر مقرر فرمانا		
۶۱۲	شکار کے لیے ممنوعہ علاقے اور ممنوعہ اوقات	۵۹۳	مسجد نبوی شریف		
۶۱۲	سمندر کے شکاری	۵۹۳	مسجد نبوی شریف کی تین بار تعمیرات		
۶۱۳	انتباہ	۵۹۳	رسول اللہ ﷺ کے رہائشی مکانات		
	رسول اللہ ﷺ اور ایک بدوی کے درمیان	۵۹۴	رسول اللہ ﷺ کے لیے چبوترے کی تعمیر		
۶۱۴	تحائف کا تبادلہ	۵۹۵	اسلام میں پہلے معمار		
۶۱۵	باغات میں کام کرنے والے صحابہ کرام		تعمیرات میں صحیح قواعد کا خیال رکھا جائے		
۶۱۶	زمین بنائی پر دینے والے صحابہ کرام	۵۹۵	رسول اللہ ﷺ کی ہدایت		
	زمین زمین پانی کی نشاندہی کرنے اور اسے	۵۹۵	رسول اللہ ﷺ کا مسجد نضر کو منہدم کروانا		
۶۱۶	نکالنے والے	۵۹۸	تعمیراتی کام کے لیے ماہ کا انتخاب		
۶۱۷	اپنی پیٹھ پر پانی لانے والے ستے	۶۰۵	رنگائی کا کام کرنے والے (رنگریز)		
۶۱۷	پیٹھ پر وزن اٹھانے والے	۶۰۵	درآمد کنندگان		
۶۱۷	حجام اور سینگلی لگانے والے		شام سے بحری راستہ سے تجارت کرنے		
۶۱۹	گوشت فروش (قصاب)	۶۰۶	والے صحابہ کرام		



صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
	نبی ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ کی		۶۱۹	رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں کم تر پیشے	
۶۳۷	مغنیات کے نام		۶۲۰	بادورچی	
۶۳۸	گانوں کے مضامین			خزیرہ (قیمہ اور آٹے سے تیار کردہ کھانا)	
۶۳۹	ولیمہ نکاح میں گانے کا ذکر		۶۲۰	کی تیاری	
۶۴۲	سفر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کا استقبال		۶۲۱	گوشت بھوننے والے	
	ساتھیوں کے لیے گانا اور رسول اللہ ﷺ		۶۲۱	روٹی بنانے والے	
۶۴۳	کا سکوت			نبی ﷺ کی روٹی کی نکلیاں (پیڑے) بڑی	
۶۴۶	بعض سلف کا علم موسیقی سے شغف		۶۲۲	ہوتی تھیں یا چھوٹی؟	
	رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے ام المؤمنین		۶۲۳	اختیار	
	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گانا سنانے		۶۲۴	کنگھی چوٹی کرنے والی خاتون	
۶۴۷	والی باندی		۶۲۵	تمہ	
۶۴۷	گانا اور آواز بلند شعر خوانی		۶۲۵	خواتین کو لڑوانے والی عورت	
۶۴۹	دلہن کی رخصتی کے وقت کا گیت			خاتون کا کسی مرد سے یہ عندیہ لینا کہ وہ فلاں	
	نبی ﷺ کی آمد کی خوشی میں حبشیوں کا		۶۲۵	خاتون سے شادی میں دلچسپی رکھتے ہیں؟	
۶۵۰	نیزوں سے کھیل			غزوات میں خواتین نرسوں کی شرکت اور	
	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلنے		۶۲۶	جنگ میں شریک دلیر خواتین	
۶۵۰	والی لڑکیاں		۶۲۹	تاجر خواتین	
	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لڑکیوں کے		۶۳۰	دایہ خاتون	
۶۵۰	ساتھ گزریاؤں سے کھیلنا		۶۳۱	لڑکیوں کا ختنہ کرنے والی خاتون	
	نبی ﷺ کے سامنے مسجد نبوی میں حبشیوں		۶۳۱	دودھ پلانے والی خواتین	
۶۵۲	کا رقص		۶۳۱	مجلس نبوی میں عورتوں کی نمائندہ خاتون	
	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ”اندازہ		۶۳۲	سوت کا تنے والی خواتین	
	کرو نو عمر لڑکی نے کتنی دیر تک حبشیوں کا		۶۳۳	گانے والے	
۶۵۳	کھیل دیکھا ہوگا“		۶۳۳	مدین میں گانے والوں کا ذکر	
	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کھیل تماشا			کیا عہد نبوی میں گھنگرو والے	
۶۵۵	میں مشغول حبشیوں پر نر اور ان کو انعام		۶۳۵	دف تھے؟	
۶۵۶	دوڑ کے مقابلے		۶۳۵	کیا صحابہ کرام نے سارنگی اور تانت سنی ہے؟	

صفحہ	عنوان	فصل	صفحہ	عنوان	فصل
			۶۵۷	گشتی کے مقابلے	
			۶۵۸	تتمہ	
				حضور ﷺ کے سامنے بعض عظیم القدر	
			۶۵۹	صحابہ کا قص	
			۶۶۰	بچوں کے کھیلنے کے لیے پرندے رکھنا	
			۶۶۳	لطیفہ	
			۶۶۳	گھر میں وحشی جانور رکھنا	
			۶۶۵	اہم بات	
				شادی بیاہ کے موقع پر بادام چھو بارے	
			۶۶۵	وغیرہ لوٹنا	
			۶۶۷	شرعاً جائز اور مباح لبو و لعب	
			۶۶۸	سات دن تک شادی کا ولیمہ	
				شام سے ملاوٹ سے پاک میدے گھی اور	
			۶۶۹	شہد کی در آمد اور رسول اللہ ﷺ کا تناول فرمانا	
			۶۷۲	رسول اللہ ﷺ کا پیر تناول فرمانا	
				حضور ﷺ کی طرف سے بازار کے لیے	
			۶۷۲	جلد کا انتخاب	
				دور جاہلیت کے وہ بازار جو اسلامی دور	
			۶۷۳	میں باقی رہے	
			۶۷۴	تکواریں بنانے والے	
			۶۷۴	تیر بنانے والے	
			۶۷۵	قبریں کھودنے والے	
				مخصوص محفل یا تجہیز و تکفین کے لیے	
			۶۷۵	نمائندہ کا انتخاب	
			۶۷۵	خاتون کی میت کا ستر اور اس کی تحسین	
			۶۷۶	قبر کی ہم نشین بوزھی خاتون	
			۶۷۶	عجیب و غریب واقعات	

## پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحيم

مفتی منیب الرحمن

صدر تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان۔ چئیرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی  
مستہم دارالعلوم نعیمیہ کراچی

مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی ماشاء اللہ صاحب علم و فضل ہیں علوم دینیہ کی فنیات کے حامل ہونے کے ساتھ  
مصری علوم پر بھی دسترس رکھتے ہیں اس طرح ان کی شخصیت مجمع البحرین ہے۔ تقریباً ربع صدی سے وہ خطابت  
تدریس تصنیف تراجم اور تصحیح کے علمی اشغال سے وابستہ ہیں۔ مولانا محترم الحمد للہ! خوددار اور قناعت پسند ہیں اور  
بیشہ محنت و کسب حلال ان کا شعار رہا ہے۔ روزگار تو ہر انسان کی ضرورت بھی ہے اور مجبوری بھی، لیکن اللہ تعالیٰ کسی  
کا رزق ایسے شعبے سے وابستہ فرمادے جو صدقہ جاریہ بھی ہو تو یہ اس بندے کی سعادت اور اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل و  
احسان ہے۔ انہوں نے علامہ سعیدی کی معرکۃ الآراء اور صدیوں بلکہ ہزاروں تک باقی رہنے والی تصانیف شرح صحیح  
مسلم (مکمل) اور تبیان القرآن کی نو مجلدات کی تصحیح کی ہے یہ کتب دینی علم اور تحقیق کا نادر خزانہ ہیں اور مصنف مدظلہ  
کے علاوہ شاید ہی کوئی ایسا خوش نصیب ہو جس نے کم از کم تین بار بالاستیعاب ان کتب کا بہ نظر عمیق مطالعہ کیا ہو۔

عربی دینی کتب کا ترجمہ ایک مشکل فن ہے ہر زبان کی گرامر فصاحت و بلاغت ادبی معیارات محاورات  
استعارات تلمیحات و تشبیہات علوم معانی بیان و بدیع جدا جدا ہوتے ہیں اور عربی زبان تو اس اعتبار سے روئے  
زمین پر بولی جانے والی تمام زبانوں سے منفرد و ممتاز اور سب سے غنی (Rich) ہے اور کسی ماہر و کامل مترجم و مصنف  
کے لیے ان تمام امور پر عبور اور ملکہ قائم بنیادی ضرورت ہے۔ پھر لفظی ترجمہ میں نہ وہ تاثیر ہوتی ہے نہ اصل  
مصنف کی مکمل ترجمانی۔ اس لیے عربی کتاب کا ایسا اردو ترجمہ جو با محاورہ ہو جس میں سلاست و روانی ہو اصل  
مصنف کے نقطہ نظر کی مکمل ترجمانی ہو اور اس کی اصل عبارت کی کامل رعایت بھی ہو اعلیٰ معیار کا حامل ہوتا ہے۔ کم  
لوگ اتنا کامل انصاف کرنے کی صلاحیت سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ مولانا فیضی صاحب کے ترجمہ میں ماشاء اللہ ان  
تمام رعایات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس لیے قاری کو یہ نہیں لگتا کہ وہ کسی کتاب کا ترجمہ پڑھ رہا ہے بلکہ ایسا محسوس ہوتا  
ہے کہ وہ کسی مصنف کی اصل کتاب پڑھ رہا ہے۔ زیر نظر کتاب علامہ کتابی کی ”التراتیب الاداریہ“ ہے جو علامہ محمد  
بن مسعود الخزاعی کی کتاب ”تخریج الدلالات السمعیہ علی ما کان فی عہد رسول اللہ ﷺ من  
الحرف والصنائع والعمالات الشرعیہ“ کی تحقیق و تخریج بھی ہے اور اس کا تکملہ و تتمہ بھی ہے۔



اہل مغرب نے تو انسانیت (Humanism) کے نام پر ایک خود ساختہ مذہب انسانیت ایجاد کر لیا ہے، پھر انسان کے لیے خود ساختہ حقوق کے معیارات مقرر کر لیے ہیں اور یہ طے کر لیا ہے کہ انسان کو خود ہی اپنے خیر و شر، نفع و نقصان مالہ و معالیہ جملہ امور کا فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے اور اس کے لیے اختیار کا منبع منتخب پارلیمنٹ یا قانون ساز ادارے ہیں اس میں انسان کے خالق کی عطا کردہ ہدایت یا جواب دہی کا کوئی مقام نہیں ہے۔ چنانچہ اسی تصور نے مکمل عریانی، ہم جنس پرستی اور دیگر مفاسد کو قانون کا تحفظ فراہم کیا ہے۔ ہمارے ہاں بھی فکری الحاد و انحراف اور اباحت کلی کا شکار مغرب زدہ لوگ معتد بہ تعداد میں موجود ہیں اور بد قسمتی سے ہماری اسٹبلشمنٹ میں موثر رول انہیں لوگوں کا ہے آج کل مذہب کی گرفت سے آزادی حاصل کرنے کی روش کو روشن خیالی (Enlightenment) اعتدال پسندی (Moderation) آزاد خیالی (Liberalism) اور ترقی پسندی (Progressiveness) کا نام دیا جا رہا ہے۔

امت مسلمہ کا یہ ادعا رہا ہے کہ اسلام دیگر مذاہب عالم (خواہ وہ اپنی اصل کے اعتبار سے سماوی ہوں یا انسان کے خود ساختہ) کی طرح محض ایک مذہب نہیں ہے جو بندے اور رب کے درمیان نجی معاملہ ہے بلکہ یہ ایک دین کامل ہے یہ دور جدید کی ریاست (State) کے ہم معنی ہیں جو انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی بشمول ریاست و مملکت و حکومت کے تمام امور کے لیے رہنمائی فرمائی کرتی ہے۔

لیکن ان ہدایات کو قرآن و سنت کی روشنی میں جدید دور کے تقاضوں کے مطابق منضبط و مدون شکل میں پیش کرنا یہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ یہ کام بلاشبہ مجتہدانہ بصیرت کا تقاضی ہے کہ کتاب و سنت کی نصوص اور سیرت طیبہ کے مستند حوالہ جات سے اصول اخذ کر کے نظام مملکت و حکومت کی ایک منضبط (Codified) اور ادارتی (Institutionalized) تصویر پیش کی جائے۔ ”التراتب الاداریہ“ ایک ایسی ہی سعی جمیل ہے جو بعد والوں کے لیے رہنمائی کا کام دے گی یہی وجہ ہے کہ اخلاف امت نے امام بخاری کے ”تراجم ابواب“ کو ان کے اجتہاد سے تعبیر کیا ہے اور ”ترجمۃ الباب“ کی متن حدیث سے مناسبت ثابت کرنے کے لیے بڑی قابل قدر علمی کاوشیں کی گئی ہیں۔ ”التراتب الاداریہ“ میں نظام حکومت اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کے عنوانات قائم کر کے سیرت طیبہ کے نور سے ان کے لیے رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک وقیع علمی سرمایہ ہے اور اسے بنیاد بنا کر بعد کے اہل علم اسے مزید مصفی، مجبلی اور مزگی شکل میں پیش کر سکتے ہیں ہر کام میں حک و اضافہ کی گنجائش رہتی ہے اور اس میں بھی رہے گی۔

ماضی میں یہ روش رہی ہے کہ کسی موضوع پر رطب و یابس کو جمع کر دیا جاتا ہے قلت وسائل کے باوجود یہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ (Contribution) اور امت پر احسان ہے۔ اب یہ اخلاف کا کام ہے کہ جرح و تعدیل کریں نقد و نظر سے کام لیں اور رطب و یابس میں امتیاز کریں علامہ کتانی نے اپنی بساط کے مطابق یہ کام بھی ساتھ ساتھ کیا ہے روایات ضعاف و موضوعات کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ جل شانہ علامہ فیضی صاحب کی سعی جمیل کو مشکور مقبول و ماجور فرمائے اور دینی ذوق رکھنے والے اہل علم کو اس سے بہتر استفادہ کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مفتی غیب الرحمن

بسم الله الرحمن الرحيم

## مقدمہ از محقق

بلاشبہ حمد اللہ ہی کے لیے ہے ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اسی سے ہدایت کے طالب ہیں اور اسی سے مغفرت کے سوا ہی ہیں ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اپنے نفسوں کے شر سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لیے کوئی کارساز اور ہنما نہیں پائیں گے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اما بعد! رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیات طیبہ کے مخفی گوشوں کی نقاب کشائی اور سیرت و تاریخ اسلام کی کتب سے اس مبارک دور کے قائم کردہ اداروں ان کی انفرادی اجتماعی اقتصادی اور سیاسی زندگی کی چھان بین یقیناً اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عظیم ترین قرب کا باعث ہے اہل اسلام کے پاس ایسی کتابیں کہاں تھیں جن میں ان امور پر سیر حاصل بحث کی گئی ہوتا کہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے نظام حکمرانی اور آپ کے قائم فرمودہ اداروں کے بارے میں معلومات فراہم ہوں مسلمان ایسی کتب کے ضرورت مند تھے جن میں اس دور کے تہذیب و تمدن اور علمی فنی اور معاشرتی زندگی کے پہلو اجاگر ہوں اور اس نظام کے نقوش واضح ہوں جس کی مضبوط بنیادیں نبی ﷺ نے قائم فرمائیں اور پھر آپ کے منہاج پر صحابہ کرام اور خلفاء راشدین نے اس نظام کو نقطہ عروج پر پہنچایا۔

یہ موضوع تشنہ تکمیل رہا سیرت و تاریخ کی قابل اعتماد اور بنیادی کتب میں اس موضوع سے متعلق روایات بکھری ہوئی تھیں تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے مغربی عربی ممالک کے ایک عالم دین کو اس خدمت کے لیے مقرر فرما دیا اور انہوں نے اس موضوع پر نہایت مفید کتاب بنام ”نظام الحکومة النبویة او التراتیب الاداریة“ مرتب و مدون فرمائی اس شرف سے مشرف ہونے کی سعادت شیخ محمد عبدالحی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی۔

قبل ازیں علامہ الخزاعی نے اس کام کی بنیاد ڈال دی تھی اور ان کی کتاب ”تخریج الدلالات السمعیة علی ما کان فی عہد رسول اللہ ﷺ من الحرف والصنائع والعمالات الشرعیة“ اس موضوع پر گوئے سبقت لے چکی تھی۔ علامہ کتانی نے علامہ خزاعی کی مذکور الصدر کتاب کو اپنی کتاب کی بنیاد بنایا گویا اس کی حیثیت متن کی اور علامہ کتانی کی کتاب کی حیثیت شرح کی سی ہے۔ علامہ کتانی نے اس کتاب پر گراں قدر اضافے کیے اور یہ دو مجلدات میں ہے۔ مؤلف نے نبوی نظام حکمرانی کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے نظام

حکومت چلانے والے ادارے صنعت و حرفت، زراعت، ریکارڈ کی تدوین و تہذیب، سیاسی اور فوجی حکمت عملیاں وغیرہ جیسے اہم عنوانات پر بیش بہا معلومات فراہم کی ہیں تاکہ دنیا قرن اول کے مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی اقتصادی اور سیاسی سرگرمیوں سے روشناس ہو اور ان کو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کے قائم کردہ نظام حیات کو سمجھنے میں مدد ملے اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ امت مسلمہ عملی، اختراعی، فکری امت تھی ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی اور وہ اس معاملہ میں دوسروں کے دست نگر نہ تھے اور ان کی وہ حالت نہ تھی جس کا آج دیکھتی آنکھوں سے مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

ان کی حکمرانی کی بنیاد ایسی ٹھوس انفرادی، اجتماعی، فنی، فوجی، اقتصادی اور سیاسی سرگرمیوں پر تھی جس نے ان کو دوسروں کی غلامی اور محتاجی کے چنگل سے نکال دیا تھا۔ اس بابرکت مملکت میں صنعت کار، زراعت پیشہ، اہل حرفت، غرضیکہ ہر شعبہ کے منتخب افراد موجود تھے اور اپنے اپنے میدان عمل میں پوری تندی سے مصروف کار تھے کیونکہ اسلامی مملکت میں ایسے شخص کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی جو اپنے عمل خیر سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے سودمند نہ ہو انہی باعمل لوگوں کے شانوں پر پہلی عربی اسلامی مملکت استوار ہو رہی تھی۔

دورِ حاضر کی طرح اس مبارک دور میں مسلمان دوسروں کے دست نگر اور محتاج نہ تھے بلکہ صنعت و حرفت، تجارت و زراعت کے میدانوں میں وہ بلندیوں کو چھو رہے تھے۔ فکری طور پر وہ دنیا کے قائد تھے یہاں تک کہ یورپ نے اپنی تیز رفتار ترقی کی بنیاد مسلمانوں کے علوم، اختراعات و ایجادات، ان کے اسلوب معیشت اور ان کی فکری کاوشوں پر استوار کی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کے علوم و فنون حاصل کیے اور ان پر گراں قدر اضافے کر کے موجودہ مقام پایا ہے۔

کتاب اور اس کے موضوع کی اہمیت کے پیش نظر دارالکتب العلمیہ کے مالک الاستاذ الفاضل محمد علی بیضون نے مجھے اس کی تحقیق، اس پر تعلیقات اور احادیث کی تخریج کے لیے کہا، سو میں نے مندرجہ ذیل طریقہ سے اس خدمت کو انجام دیا ہے:

(۱) مقدمہ میں میں نے طالب علم، قاری، مؤرخ اور محقق کے لیے اس کتاب کی اہمیت بیان کی ہے۔  
(۲) میں نے کتاب کے مؤلف علامہ محمد عبدالحی الکتانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوانح حیات بیان کیے ہیں، لیکن علامہ اخلاعی مؤلف کتاب "تخریج الدلالات السمعیۃ" کا تذکرہ نہیں لکھا کیونکہ خود مؤلف علامہ کتانی نے اس موضوع پر خاطر خواہ معلومات فراہم کر دی ہیں۔

(۳) میں نے اصل کتب سے کتاب میں مندرج احادیث کی تخریج کی ہے اور حدیث کا نمبر لکھ دیا ہے جہاں نمبر نہیں وہاں کتاب کی جلد اور صفحہ لکھ دیا ہے۔

(۴) علامہ جرح و تعدیل کے اقوال کی روشنی میں میں نے کتاب میں درج احادیث کو صحیح، حسن، ضعیف، موضوع اور ناقابل اعتبار کہہ کر ان کی فنی حیثیت واضح کر دی ہے، علامہ کتانی نے جن احادیث ضعیف، موضوعہ وغیرہ پر اعتماد کیا ہے ان کا بھی ذکر کر دیا ہے، کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ مؤلف نے اس موضوع پر موجود احادیث صحیحہ سے



صرف نظر کرتے ہوئے پورا عنوان کسی ایک یا متعدد احادیث ضعیفہ یا موضوعہ پر قائم کر دیا ہے ان کے پیش نظر صرف یہ بات رہی کہ ان کے ذکر کردہ عنوان کے لیے بطور مستدل روایت مل جائے خواہ وہ موضوع کیوں نہ ہوتا کہ ان کی کتاب کے صفحات میں خاطر خواہ اضافہ ہو کتاب کا حجم بڑھے خواہ اس کا فائدہ کچھ بھی نہ ہو اتنے بڑے محدث اور حدیث و رجال کے عالم سے ایسا سہو؟؟!!

میں نے احادیث ضعیفہ موضوعہ اور واہیہ کی تخریج میں بہت مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ مصنف نے نہ صرف ان احادیث کو ذکر کیا ہے بلکہ ان کو سند قبولیت بھی عطا کی ہے بعض اوقات وہ موضوعات پر مشتمل کتب سے ان احادیث کو بطور استدلال نقل کرتے ہیں مثال کے طور پر علامہ ابن الجوزی کی کتاب ”الموضوعات الکبریٰ“ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ”مجمع الزوائد“ کے حوالہ سے ایسی احادیث نقل کر دیتے ہیں اور علامہ بیہقی کے تبصرہ کو نظر انداز کر جاتے ہیں حالانکہ علامہ بیہقی یہ بیان کر چکے ہوتے ہیں کہ اس حدیث میں فلاں راوی کذاب یا ضعیف یا سوء حفظ والا ہے۔

میں نے ایسے مقامات پر حدیث کا درجہ بیان کر دیا ہے اور ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال نقل کر دیئے ہیں۔

(۱) قرآنی آیات کے نمبر ڈال دیئے ہیں اور سورت کا نام بھی تحریر کر دیا ہے۔  
(۲) اصل نسخہ میں کتابت اور طباعت کی اغلاط کو حتی الامکان درست کر دیا ہے۔ ناقلین کی تحریف اور تصحیف کی اصلاح کر دی ہے اور حدیث اور اسماء الرجال کی اصل کتب سے مدد حاصل کی ہے۔  
(۳) احادیث شریفہ اقوال علماء اور خود مصنف کے کلام میں موجود مفردات غریبہ کی تشریح کی ہے اس سلسلہ میں میں نے مستند لغات اور غریب الحدیث اور ان کی شروحات پر مبنی کتب سے استفادہ کیا ہے۔  
(۴) بعض مقامات پر حواشی کی صورت میں بعض مسائل کی وضاحت کر دی ہے تاکہ کتاب کے فوائد میں اضافہ ہو اور ابہام کا خاتمہ ہو۔

(۵) مصنف کی ذکر کردہ کتابوں کے نام چھوٹے قوسین ” “ میں دے دیئے ہیں اس کے علاوہ بھی جہاں قوسین کی ضرورت تھی اس سلسلہ کو جاری رکھا ہے۔  
(۱۰) کتاب میں جہاں کہیں ممکن تھا میں نے ذکر کردہ علماء، فقہاء، محدثین میں سے بعض کے مختصر حالات لکھ دیئے ہیں اگر تمام مذکورہ حضرات کے حالات لکھے جاتے تو پھر ایک الگ کتاب کی ضرورت پیش آتی جو نامناسب رہتی۔

(۱۱) احادیث کی تخریج، تحقیق اور تعلیقات میں میں نے جن کتب سے مدد لی ہے ان مراجع اور مصادر کے نام میں نے کتاب کے آخر میں درج کر دیئے ہیں۔

(۱۲) میں نے اپنی اس عاجزانہ پیش کش کو ”المنع الالہیہ فی تخریج احادیث نظام الحکومة النبویة المسمی بالتراکیب الاداریة“ کا نام دیا ہے۔

میں بارگاہِ رب العزت میں ملتی ہوں کہ وہ میری اس کاوش کو مسلمانوں کے لیے نفع بخش بنائے اور اسے میرے نامہ اعمال میں درج فرمائے اس کام کی تکمیل میں جن حضرات نے میری مدد کی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میری یہ کوشش درجہ کمال تک پہنچی ہے کہ کمال تو صرف ذات واحد و یکتا کے لیے ہے۔ انسان تو خطا کا پتلا ہے۔ اگر میری یہ سعی اور کد و کاوش حسن ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے وہ جسے چاہے اپنے فضل و کرم سے نواز دے اور اگر مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے میں اللہ سے عفو و درگزر کا خواہاں ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

علی محمد دندل (دمشق، شام)



## مؤلف کتاب علامہ کتانی کے سوانح حیات

علامہ محدث محمد عبدالحی بن عبد الکبیر بن محمد الحسنى الادریسی المعروف عبدالحی الکتانی ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں فاس میں پیدا ہوئے اسی شہر میں اپنے والد علامہ السید عبد الکبیر الکتانی اپنے ماموں محدث جعفر الکتانی مؤلف ”الرسالة المستطرفة“ اور دیگر علماء فاس سے علم حاصل کیا اور نسل و نسل علم کے وارث ہوئے۔

بچپن ہی سے آپ میں علم و کمال کے آثار ہویدا تھے علم حدیث اور اسماء رجال سے خاص شغف رہا حج کو گئے اور مصر حجاز شام تونس اور الجزائر کے فقہاء اور محدثین سے متعارف ہوئے وہ آپ کے علم سے اور آپ ان کے علم سے افادہ اور استفادہ کرتے رہے اور وہ آپ کے علم و فضل کے معترف ہوئے۔

علامہ کتانی رحمہ اللہ نادر مخطوطات اور مفید کتب کی تلاش و جستجو میں رہتے تھے جب بھی اسلامی ممالک کی سیاحت سے واپس آتے مخطوطات اور نادر کتب کی معتد بہ تعداد ہمراہ لاتے تھے اس طرح آپ بہت سی شاندار اور نفیس کتب کے مالک بن گئے اور آپ کا کتب خانہ دنیا کا بے مثال کتب خانہ بن گیا بے شمار مفید کتب اور شروحات آپ کی یادگار ہیں ہر سفر آپ کے علم میں اضافہ کرتا رہا اور آپ پر عطاء الہی کے نورانی آثار چھوڑتا رہا آپ کی نفع بخش اور مفید یادگاروں میں سے بعض اہم تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) فہرس الفہارس (مطبوعہ)

(۲) اختصار الشمائل (مطبوعہ)

(۳) التراتیب الاداریہ (دو جلد) زیر مطالعہ کتاب علامہ ابوالحسن علی بن محمد الخزاعی متوفی ۸۹ھ کی کتاب ”تخریج الدلالات السمعیة“ کی تکمیل اور اس پر بے شمار فوائد کا اضافہ۔ علامہ کتانی اس کتاب کے ایک چوتھائی حصہ سے لاعلم رہے۔ جس کا ذکر زرکلی نے ”الاعلام“ ج ۶ ص ۱۸۷-۱۸۸ میں کیا ہے۔

(۴) الکمال المتلالی والاستدلالات العوالی (مطبوعہ)

(۵) ثلاثیات البخاری (مخطوطہ)

(۶) مفاکھة ذوی النبل والاجادة (مطبوعہ)

(۷) وسیلة الملهوف (مطبوعہ)

(۸) البیان المغرب عن معانی بعض ماورد فی اهل اليمن والمغرب (مطبوعہ)

(۹) الرحمة المرسلہ فی شان حدیث البسملة (مطبوعہ)

(۱۰) لسان الحجة البرہانیة فی الذب عن شعائر الطریقة الاحمدیة الکتانیة (مطبوعہ)

ان کتب کے علاوہ آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب اور رسائل کی تعداد ایک سو تیس (۱۳۰) سے زائد ہے۔ علمی سرگرمیوں کے ساتھ علامہ کتانی سیاسی طور پر بھی خاصے فعال رہے حالانکہ ان کے عزیز واقارب اور معاصرین

کی کثیر تعداد اسے ناپسند کرتی تھی اس سلسلہ میں ان کو ۱۳۲ھ ۱۹۰۹ء میں ”دار المنحزن“ میں قید و بند کی صعوبت بھی برداشت کرنا پڑی۔ ۱۹۱۲ء میں جب سلطان محمد الخامس تاج و تخت سے محروم کر دیئے گئے اور مغرب پر فرانسیسی تسلط قائم ہو گیا انہوں نے فرانہ کے حمایت یافتہ ابن عرفہ کی بیعت کر لی۔ جب مراکش کو آزادی حاصل ہوئی علامہ کتانی پیرس میں قیام پذیر ہوئے اور اپنے انتقال (۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۲ء) تک وہیں مقیم رہے۔ مراکش کی آزادی کے کئی سال بعد ان کا کتب خانہ رباط کی پبلک لائبریری میں شامل کر لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مصنف کتانی کو اپنے فضل و کرم سے نوازے اور ہمیں ان کے علوم سے نفع یاب فرمائے۔ والحمد لله رب العالمین۔

مؤلف کے مآثرات کی ترتیب میں درج ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے:

(۱) فہرس النهارس۔ مقدمہ اور جزء ثانی ص ۲۰ (از مصنف)

(۲) تذیل بعمر الانساب ص ۴

(۳) معجم المطبوعات ص ۱۵۴۶

(۴) تحفہ الاخوان ص ۸۴

(۵) شجرة النور ص ۲۳۷

(۶) . اعلام ج ۶ ص ۱۸۷-۱۸۸ (خیر الدین انزری)





## مقدمہ از مؤلف

بسم الله الرحمن الرحيم

وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم۔ الحمد للہ وکفی وسلم علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

اما بعد! جن لوگوں نے عربی تمدن اور اسلامی مملکت کا نظم و نسق قائم رکھنے والے اداروں کا تذکرہ کیا ہے اور اموی اور عباسی دور حکومت کے تنظیمی اداروں، مناصب، عہدوں، ذمہ داریوں اور کارندوں کا ذکر کیا ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد ہمایوں میں موجود ان تمام اداروں اور مناصب کے ذکر سے پہلو تہی ہے، حالانکہ حضور ﷺ جس طرح، اپنی منصب نبوت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ہمہ تن مشغول اور مصروف رہے اسی طرح آپ نے دین اور دنیا دونوں قوتوں کے امتزاج سے ایک حسین معاشرہ قائم فرمایا، دنیوی سیاست اور دنیاوی امور بھی دین ہی کے زیر سایہ نشوونما پا کر دین ہی کی ایک شاخ بن گئے۔

آپ ﷺ کے عہد میں دین اور دنیا دونوں سے متعلق لازمی ادارے عصائے اقتدار کی حیثیت رکھتے تھے اور روز افزوں ترقی کر رہے تھے تمام امور بطریق احسن سرانجام دیئے جا رہے تھے اور ذمہ دار حضرات پوری ذمہ داری سے ان کی انجام دہی میں مصروف تھے۔ یہاں تک کہ آج کے دور میں بادشاہ سے مخصوص ذاتی اور شخصی امور کی انجام دہی کے ذمہ دار مثلاً وضو بستر، جوتے، اصطبل کے منتظم اور حاجب وغیرہ تک موجود تھے شاید اسلامی ممالک کے بادشاہوں نے آپ ہی کے عہد مبارک سے یہ مناصب اخذ کیے ہیں۔ دوسری طرف جب آپ انتظامی امور پر مشتمل اداروں پر نظر ڈالیں جیسے وزارت، کتابت، مراسلہ نگاری، دستاویز نویسی، صلح نامے، معاہدے، قاصد، ترجمان، فوج کے رجسٹر مرتب کرنے والے، قاضی، نگران، وظائف تقسیم کرنے والے، میراث تقسیم کرنے والے، شہر کی خفیہ پولیس، جیل خانے، جاسوس، خبر رساں افراد، ہسپتال، مدارس، زوایا، وصیوں کا تقرر، زریں، جراح، تجربہ کار منتظمین، بیت المال کے نگران، عشر کے محصل، زمین کے تقسیم کار، منجیق ساز، منجیق چلانے والے، دبا بے بنانے والے، خندقیں کھودنے والے، ساز، رنگریز، مختلف اشیاء کے تاجر، صنعت و حرفت کے ماہرین وغیرہ سب موجود تھے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ کی مختصر زندگی میں یہ تمام کام انجام دیئے جا رہے تھے اور ان کے دفاتر اور ادارے قائم تھے اور اسلامی مملکت کی ضروریات بطریق احسن پوری ہو رہی تھیں۔

بسا اوقات سامع اور قاری اپنے محدود مطالعہ کے سبب ان بدیہی معلومات سے واقفیت پر متعجب ہوتا ہے، کیونکہ اس کا مطالعہ متاخرین کی چند ایسی کتب سیرت تک محدود ہوتا ہے جو مذکور الصدر تفصیلات سے خالی ہیں۔ سو، اس کی حیرت اور پریشانی بجائے، لیکن ”الہمزیۃ“ یا اس قبیل کی کتب تک رسائی کی وجہ سے اس کی یہ حیرت نقصان زدہ نہیں ہے اور مذکورہ بالا اداروں، دفاتر اور ذمہ داریوں کے وجود اور ان کی تنظیم و تہذیب سے اس کا ناواقف ہونا اچنبھے کی بات نہیں ہے۔

کبھی یہ حیرت و استعجاب ان لوگوں میں بھی نظر آتا ہے جو ان مسلم اور غیر مسلم (عیسائی) مصنفین کی کتب کا مطالعہ کر چکے ہوتے ہیں، جنہوں نے اسلامی تہذیب و تمدن پر کتب تصنیف کی ہیں اور انہوں نے اسلامی عربی تمدن کو عباسی اور اموی دور حکومت کے حوالہ سے بیان کیا ہے، نیز مسلمانوں کے زیر اقتدار عجمی، دہلیم، ترک، فارس اور بربر وغیرہ مشرقی، مغربی مسلم ممالک کے تمدن کو اس میں شامل کیا ہے، بلکہ وہ عہد بنو عباس سے اسلامی تمدن کو منسوب کرتے ہیں تاکہ ان کے لیے یہ کہنے میں آسانی ہو کہ مسلمانوں کا تمدن یونان اور فارس سے ماخوذ ہے قرآن اور سنت سے ماخوذ نہیں، مجھے ایک شامی مصنف کے رسالہ میں یہ تصریح بھی ملی ہے کہ اسلامی تمدن شریعت اسلامی سے الگ چیز ہے اس سے متعلق نہیں ہے۔ حالانکہ یہ نتیجہ اخذ کرنا اس مصنف کی سیرت و حدیث کی کتب سے ناواقفیت کی دلیل ہے یا پھر وہ حکماء کی ان تصریحات اور حقائق سے لاعلم ہے جس کو انہوں نے کسی بھی تمدن کی بنیاد اور اساس قرار دیا ہے۔

وہ بنیادیں جو کسی معاشرے کی ترقی کی اساسی اینٹ ہوتی ہیں یا اس کی علمی، ادبی اور فلسفیانہ وراثت ہوتی ہیں وہی درحقیقت اس کے تمدن کا فیصلہ کرتی ہیں کیونکہ ان سے ان کے حقیقی مقام پر روشنی پڑتی ہے، اس ثروت کی نشاندہی ہوتی ہے جس سے وہ شاد کام ہوتے رہے، یہ چیز اس معاشرے کی صنعت، زراعت اور تجارت پر کنٹرول کی دلیل ہوتی ہے اور اسی سے اس معاشرہ کی اختیار کردہ راہ عمل واضح ہوتی ہے اس کے قوانین اور تمدن کی صحیح صورت گری ہوتی ہے اسی سے اس امت کے اخلاقی عروج و زوال کی کہانی سامنے آتی ہے، ان کا عادل یا ظالم ہونا، اخلاق عالیہ سے متصف یا محروم ہونا، روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے۔

جو شخص اسلام کی ترقی اور نبی ﷺ کی تعلیمات سے واقف ہو گا ان میں غور و فکر کرے گا اس پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ظہور اسلام کے وقت ایسے تمدن کا کوئی وجود نہ تھا، نبی ﷺ کی تعلیمات میں غور و فکر کرنے، آپ کے ارشادات عالیہ کے انواع سے واقفیت، قرآن مجید کے بیان کردہ معاشرتی آداب، باہم تعارف و یکجائی کے طریقے، احکام طبیعہ، اسرار وجود اور کائنات کے بیش بہا اسرار کا بیان، حقوق کا تعین، نظام حیات کی روشن راہیں جن کے قرآن میں واضح احکام اور اشارے موجود ہیں۔ نیز تہذیب نفوس، اخلاقی عالیہ کے حصول کے لیے سنت نبویہ اور آپ کا یہ ارشاد کہ خوب سے خوب تر کو اپنا لو، اس بات کی دلیل ہے کہ خوب تر کو اپنانا اور محکم تر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا ہی اخوت بشری اور معاشرتی ارتقاء کی سیڑھی ہے اور اسی سے حریت فکر و عمل کو راہ ملتی ہے، اسے معلوم ہو جائے گا کہ قرآن مجید کے نزول کے اولین روز اور نبی ﷺ کے اعلان نبوت کے پہلے دن ہی سے اسلامی تمدن کی بنیاد رکھ دی گئی تھی اور اہل ایمان قرآن و سنت کی متعین کردہ راہوں پر چل کر اس تمدن کی آبیاری کرنے لگے۔

ہاں! ہم اس کے منکر نہیں کہ اسلامی تمدن فطری انداز میں قدم بہ قدم ترقی کے مدارج طے کرتا رہا، بتدریج منازل عروج طے کرتے ہوئے اوج ثریا تک پہنچا، جو شخص اس موضوع پر کما حقہ تدبر و تفکر سے کام نہ لے گا وہ اسلامی تمدن کی صحیح صورت گری کو نہیں سمجھے گا۔ اس کی نگاہوں سے وہ تمام ادارے نیز صنعت و حرفت اور تجارت کی قدم بہ قدم عروج کی داستان مخفی رہے گی جو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد دس سال کے مختصر عرصہ میں مدینہ

طیبہ میں رو بہ عمل آئے حالانکہ اسی دور میں کسی بھی قوت حاکمہ اور انتظامیہ کے لیے مطلوب تمام ادارے مثلاً ریکارڈ کی تدوین و ترتیب، حساب، عدلیہ، جنگی امور اور صحت وغیرہ کے مسائل کے حل کا صحیح طریقہ ایجاد کیا گیا۔

لیکن جس کا مبلغ علم اتنا ہو کہ اس دور کے لوگ ننگے پیر رہتے تھے جب کھانا کھاتے تو اپنے ہاتھوں کو پیروں پر مل کر صاف کر لیتے تھے وہ اس تمدن کی شروعات کو کیا سمجھے گا۔ ایسی لغزشیں بعض نامور حضرات سے بھی ہوئی ہیں حتیٰ کہ ابن خلدون ”مقدمة العبر“ میں متعدد مقامات پر لکھتے ہیں:

”ملت ابتداء میں علم و صنعت سے عاری تھی ان کی سادگی اور بداوت اسی کی متقاضی تھی، احکام شریعت یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو لوگ اپنے سینوں میں منتقل کر لیتے تھے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے بیان سے کتاب و سنت سے ان اوامر و نواہی کے ماخذ کو جانتے تھے عرب تعلیم، تالیف اور تدوین سے نا آشنا تھے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے نہ ان کو اس کی حاجت تھی صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ تک ان کا یہی معاملہ رہا۔“

(مقدمہ ابن خلدون ص ۷۷، مطبوعہ مصر)

اسی تقریر کو نواب صدیق حسن خان قنوجی نے اپنی کتاب ”الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ“ (ص ۱۱) میں ابن خلدون کے حوالہ کے بغیر نقل کیا ہے۔

لیکن گردش لیل و نہار سے واقف، دقت نظر اور مثبت سوچ سے متصف انسان یقیناً گواہی دے گا کہ تہذیب و تمدن نے نبی ﷺ کی مدنی زندگی کے دس سالوں میں جس قدر ترقی کی ہے وہاں تک دوسری اقوام کی رسائی صدیوں تک بھی نہیں ہو پائی، اس مبارک دور میں علم، آزادی، تربیت، استحکام اور اتحاد کے حصول میں ملت نے جس بے مثال مستعدی کا مظاہرہ کیا، اعمال صالح کی جو عظیم مثالیں قائم کیں اور شرق و غرب کے ممالک میں اپنی خداداد صلاحیتوں سے فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑے، دعوت و تبلیغ کو حکمت و موعظت کے شانہ بشانہ جس طرح اور ج کمال تک پہنچایا۔ تاریخ کا فیصلہ ہے کہ دوسری کوئی امت اور ملک صدیوں میں بھی یہ عروج و کمال حاصل نہ کر پائے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اقصائے عالم میں تمدنی ترقی کا ہر پہلو اسی مبارک عہد کا مرہون منت ہے۔ اگر اس مبارک دور کے با عظمت افراد وہی فہم و فراست سے کام نہ لیتے، علم و عمل کے چراغ نہ جلاتے، ہمیشہ باقی رہنے والے اصول و قواعد کی صورت گری نہ کرتے تو آج کا دور تہذیب و تمدن کے اس بلند مقام تک کبھی نہ پہنچتا۔

آنکھ کھول کر اور نگاہ بصیرت سے اس دور کا جائزہ لیں جس میں رحمت عالم ﷺ کی اس عالم آب و گل میں تشریف آوری ہوئی، ہر طرف فساد، ظلم اور تباہی و بربادی کا دور دورہ تھا، مشرق سے مغرب تک ایک ہی سماں تھا، دولت رومہ اپنے بادشاہوں کی عیاشیوں سے جاں بلب تھی، ہر طرف عیش کوشی تھی، اندرونی خلفشار روز افزوں تھا، بیرونی خطرات کے بادل منڈلاتے رہتے تھے، فارس رومیوں سے مسلسل جنگوں اور داخلی انتشار کے باعث اپنی قوت و شوکت کھور ہا تھا، اہل عرب جہالت اور پسماندگی کا شکار تھے، اسی دوران نور نبوت کی شعاعیں چمکیں اور دنیا جگمگانے لگی، ہر طرف یہ نور پھیلتا چلا گیا، پڑمردہ اور مضحک انسانیت نے انگڑائی لی، ترقی کی شاہراہیں ہنسی چلی گئیں اور وہ مرد میدان نگاہوں کو حیرت و استعجاب کے بھور کے حوالے کرنے لگے جنہوں نے انسانیت کو تباہی کے ہولناک گڑھوں

سے نکال کر صراطِ مستقیم کا راہی بنا دیا۔ یہ وہی لوگ تھے قبل از اسلام جن کی دنیا گزشتہ کل تک محدود تھی ان کا کام مویشیوں کی دیکھ بھال تھا، کسمپرسی کی بدویانہ زندگی کے خوگر تھے اسلام نے ان کی کایا ہی پلٹ دی، آج یہ بہترین قائد، تجربہ کار منتظم، صاحب بصیرت سالار اور زیرک و ہوشیار سیاستدان تھے نظام حکمرانی اور مختلف اداروں کی ترتیب و تنظیم کے روح رواں تھے۔

علامہ القرافی "الفروق" (ج ۳ ص ۱۶۷) میں رقم طراز ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کے اصحاب شرعی، عقلی، حسابی، سیاسی، باطنی اور ظاہری علوم کے سمندر تھے یہاں تک مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بسم اللہ کی باء کے متعلق گفتگو شروع کی تو عشاء سے صبح ہو گئی، حالانکہ انہوں نے کسی کتاب کا ایک صفحہ پڑھا نہ سیکھا، ان کو جہاد اور دشمنوں کی سرکوبی سے فراغت ہی نہیں ملی، اس کے باوجود ان کے علم و فضل کا یہ عالم تھا۔ بعض اصولیوں نے یہاں تک لکھا ہے: اگر رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرام کے سوا کوئی معجزہ نہ ہوتا تو آپ کے نبوت کے اثبات کے لیے یہی ایک معجزہ (صحابہ کرام) کافی تھا۔"

ائمہ سلف کی ایک جماعت نے صحابہ کرام کے فضائل پر کتب تصنیف کی ہیں۔ مثلاً ابو محمد خیشمہ بن سلیمان طرابلسی، ابو محمد طراد بن محمد زنبی، ابوالقاسم حمزہ بن یوسف جرجانی، احمد بن محمد بن المہندس اور ابوالحسن احمد بن حمزہ موزینی وغیرہ۔

صرف خلفاء اربعہ کے فضائل پر ابو نعیم اصبہانی اور ابوالحسن احمد بن محمد بن زنجویہ کی تصانیف موجود ہیں۔

"فضائل ابی بکر" ابو طاہر محمد بن علی العشاری اور "فضل ابی بکر و عمر" اسد بن موسیٰ کی تالیفات ہیں۔ ابوالحسن محمد بن المظفر الحافظ ابو محمد حمزہ بن یوسف سہمی اور ابوالقاسم اسماعیل بن احمد سمرقندی نے فضائل عباس رضی اللہ عنہ پر ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم نے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ پر محبت طبری نے عشرہ مبشرہ کے فضائل پر کتاب لکھی ہے۔ ابوالحسن مروان بن عثمان الہکی نے صحابہ کے فضائل میں قصیدہ لکھا ہے۔ ابوعلی الحسن بن محمد الخلال الحافظ نے کرامات صحابہ پر کتاب لکھی ہے۔ ضیاء محمد بن عبدالواحد مقدسی نے "مناقب جعفر بن ابی طالب" اور علامہ موفق بن قدامہ المقدسی نے "الاستبصار فی انساب الانصار" تصنیف کی ہے۔

صحابہ کرام نے قرآن و سنت کی درس گاہ میں جو علم حاصل کیا اس نے صحابہ کو دنیا میں فقید المثال افراد بنا دیا، نہ صرف اپنے دور میں بلکہ صدیاں گذرتی چلی گئیں کوئی ان کا ثانی نہ آیا، خواہ وہ سیاسی میدان ہو یا میدان جنگ انہوں نے ہر طرف اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑ دیے، یہ اس صحیح علم کی برکت تھی جس نے مختصر ترین عرصہ میں ان کے چٹانوں سے سخت دلوں کو موم کر دیا اور وہ ابریشم کی طرح نرم ہو گئے، دشمنی کی جگہ محبت، عداوت کی جگہ اخوت، ظلم کے بدلے عفو و احسان ان کی پہچان بن گئی، چند ہی سالوں میں یہ نورانی شعلہ پوری آب و تاب کے ساتھ کرۂ ارض کو منور کرے لگا۔ لامحالہ جب اس علم کے زیر سایہ آنے والوں اور اس کی آغوش میں پناہ لینے والوں کی کثرت ہو گئی، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے نظم و ضبط کے اصول مقرر فرمائے، ان کے لیے نظام کار تجویز فرمایا اور اس نظام کو جاری و ساری رکھنے کے لیے افراد اور اداروں کا سلسلہ قائم فرمایا، کیونکہ کسی حکمران کی حکمرانی اور کسی قوم کا نظام اس



کے بغیر استوار نہیں ہوتا۔

ان امور کا علم حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے تاکہ امت ان راہوں پر برابر آگے بڑھتی رہے اور کھوئی ہوئی میراث کو پانے کی جدوجہد جاری رکھے اپنی عظمت اور وقار کو برقرار رکھے اور آنے والے مصائب سے اپنی حیات کو محفوظ و مصون بنائے یا کم از کم اپنے متبوع اعظم ﷺ کے دین کا شرف حاصل کرنے کے لیے اتنا علم حاصل کر لے کہ اس کی محبت اور تعظیم میں اضافہ ہو اور وہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو مضبوط باتھوں سے تھام لے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ حق پر مبنی اعتقاد معتقد کے دل و دماغ میں واضح دلائل اخوت کی فراہمی عام افراد کو حکمت کے مطابق شخصی آزادی کہ جس سے معاشرتی اور اجتماعی زندگی متاثر نہ ہو بلکہ بغیر کسی افراط و تفریط کے اس کو تحفظ ملے نیز حفظ مراتب و مناصب پر نظر استحقاق اور قابلیت کے اعتبار سے لوگوں کی رعایت غیر مسلموں کے حقوق کی پاسداری اور اسلامی معاشرہ کے ثمرات میں ان کو شریک کرنا یہ سب امور دین اسلام کی بنیادیں ہیں اور اسلامی معاشرہ ان ہی اصولوں پر قائم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور اقدس میں زراعت پر توجہ فرمائی اس کا حکم دیا اس کی ترتیب دی اسی طرح صنعت اور دستکاریاں تیں آپ نے ان کے سکھنے کا حکم دیا علم کی طرف توجہ دلائی اور علم حاصل کرنے کا حکم دیا خواہ اسے کفار کے ممالک سے حاصل کیا جائے ایسے امور اور افعال پسند فرمائے جو مسلمانوں کے لیے نفع بخش تھے جیسے فارس وغیرہ کے کفار سے خندق کی کھدائی قندیلوں سے مسجد نبوی میں روشنی کا اہتمام جس کا طریقہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ غیر مسلم ممالک کی سیاحت کے دوران دیکھ آئے تھے حالانکہ اس سے پہلے مسجد نبوی میں آگ جلا کر روشنی کی جاتی تھی آپ نے علوم و معارف کی نشر و اشاعت ذمہ داریوں کی تقسیم اخوت کے وجوب دفاعی طور پر طاقت ور پالیسی فوری حادثات سے نپٹنے کی تدابیر اور اس جیسے دیگر معاملات پر توجہ دینے کا حکم دیا۔

اسی طرح آپ نے علم الابدان طب تحقیق و تشریح اعضا فطری اور قدرتی سائنس سے متعلق علوم کو اپنانے کا حکم فرمایا عمومی آداب مکارم اخلاق تاریخ جغرافیہ سیاحت کائنات کے سر بستہ رازوں کی عقدہ کشائی اختراعات نجوم حساب قصص و روایات علمی ابحاث اور انداز بیان کے آداب غرضیکہ ہر شعبہ حیات کے لیے نافع ہر علم کی طرف توجہ مبذول فرمائی ساتھ ہی ساتھ حکومتی ادارے اور ان کے لیے وسائل کی فراہمی کا انتظام فرمایا اور اقوام متمدنہ کی بر خوبی کو اسلامی معاشرہ میں سمودیا۔

آپ ﷺ نے بذات خود تجارت کی یہ تو داخلی حالت و کیفیت تھی خارجی طور پر آپ نے بہترین طور طریقوں سے اسلام کا پیغام عام فرمایا ملت و مملکت کے حقوق مقرر فرمائے جنگ امن باہم مصالحت معاہدات باہمی مذاکرات دستاویزات کی تیاری خط و کتابت سیاسی عقد و نظر حلیفوں اور پڑوسیوں کے حقوق اجنبی اور ذمی رعایا کے حقوق کے لیے اصول وضع فرمائے اور ہر گروہ کو حکمت کے مطابق ایسا محدود حق عطا فرمایا جو حق و صواب پر مبنی تھا۔

جو صاحب فکر و نظر اس دین متین کی حقیقت کے جو یا ہوں میں وہ ہر زمانی، مکانی، علمی اور عملی نئے پیش آمد واقعہ میں اس دین متین کی نصوص سے رجوع کرے وہ یقیناً نصوص شرعیہ میں اس کا کافی و دوانی حل پالے گا اور بلا تردد حقیقت حال اس کے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

بعض دیگر علماء نے کہا ہے: نبی کریم ﷺ نے ایسے قوانین و اصول مرتب و منظم فرمائے ہیں جو ہر حق دار کو اس حق کی طرف سے مطمئن و مامون کرتے ہیں۔ بدنہادوں اور شرپسندوں کے ظلم و زیادتی کو دور کرتے ہیں۔ مسلم ہر ذمی سب کو حریصوں کی حریصانہ نظروں سے بچاتے ہیں۔ زوجین کے درمیان پسندیدہ طریقہ کے احکام نافذ کرتے ہیں، فطری استحکام پیدا کرتے ہیں، یکجائی یا علیحدگی کی صورت میں فریقین کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے معاملات مثلاً خرید و فروخت، اجارہ، شرکت، لین دین کے احکام مقرر فرمائے ہیں، ترکہ و حکمت پر مبنی تقسیم، بعض سزاؤں، قصاص، تعزیرات وغیرہ کا تعین فرمایا ہے تاکہ لوگوں کی جان، مال اور عزتیں محفوظ رہیں، آداب سے متعلق تمام ادب مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، بولنے سننے، ملنے ملانے، سفر حضر کے آداب، تعلیم، شادی بیاہ کے آداب، رشتہ داروں کے باہمی آداب، پروسیوں، دوستوں، مسلمانوں، غیر مسلموں وغیرہ کے متعلق آداب مسنون فرمائے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے پیغام اور آپ کے مقرر فرمودہ قوانین و اصول کے مطالعہ کے بعد کہ جن پہلے مثال نہ تھی اور جن کی اثر پذیری ہر قسم کے شائبہ سے بالا ہے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کا بحیثیت امی تمام امور کا احاطہ فرمالینا حالانکہ آپ کی نشوونما ایک ان پڑھ بدوی جاہلیت کی رسوم کی دلدادہ قوم میں ہوئی، اور چند کے سوا جو حصول علم کے لیے قطعاً نا کافی تھے آپ کبھی اپنے وطن سے باہر نہیں گئے نہ ہی اپنے شہر میں آپ نے کبھی اہل دانش سے میل ملاپ رکھا اور نہ کبھی آپ نے ملکی و ملی قوانین کی تحصیل کا اہتمام کیا پھر آپ نے یہ تمام اصول و قوانین کہاں سے مستنبط کئے، کیا اس حالت میں ان نادرو عجیب اصول و قوانین تک آپ کی عقل کی رسائی ممکن تھی جس میں سے ہر ایک میں آنکھوں کو خیرہ کرنے والی و فریب حکمت کی رعنائی ہے، جنہوں نے ہر بہترین اور نفیس خصلت کو اپنی دامن میں سمولیا ہے، جن کے دامن میں بشریت کے ہر صالح نظام اور ان کی فلاح کا سامان موجود ہے، ان کے نفوس کی طہارت، ان کے شہروں کی آبادی، ان کے اشرار کی بندش اور خیر کا ہر پہلو اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جلوہ ہے اور ضرر کا شائبہ تک نہیں، کیا یہ سب کچھ حضور ﷺ نے اپنی طرف سے پیش فرمایا؟ عقل اس سے انکاری ہے یقیناً تمام بدیہیات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یہ سب اسی کی عطا ہے اسی نے آپ کو اس کا فہم عطا فرمایا، ان کے ارے واقفیت بخشی اور ان کی تبلیغ کا حکم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ حافظ ابوالقاسم السہیلی کو جزائے خیر دے، آپ "السروض الانف" میں آپ کی سیرت کے متعلق پہلوؤں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: سیرت کے تمام پہلو ایسے ہیں کہ طالبان حق اس کی معرفت کے طلب گار رہتے ہیں، صادقان ادب کے قلوب ان کے ذکر سے فرحت حاصل کرتے ہیں، اسی طرح آپ کی سیرت کے باب کی معرفت کانوں میں رس گھولتی ہے اور قلوب کو محبت کی عطریں نسیم سے لبریز کرتی ہے۔ (الجزء الثانی ص ۹۳)

امام قاضی ابوعبداللہ محمد بن الاصبغ المعروف بہ ابن المناصف القرطبی الازدی "الدرر السنیۃ فی المعالم السنیۃ" میں سیرت نبویہ کے المعلم الرابع میں کہتے ہیں:

مسلمانوں کے لیے کتاب اللہ کے بعد باعث زینت اور مقدم چیز

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کا از ولادت تا وصال علم ہے

آپ کے مفصل حالات سے ناواقف نہ رہنا اور ان کو محفوظ رکھنا ضروری ہے

اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم آپ کے مختصر اور برجستہ حالات بہر صورت معلوم ہوں

مجالس میں آپ ﷺ کی سیرت سے واقف ہی کا سب سے بلند مرتبہ ہوتا ہے

اس سے یقیناً دنیا اور دین میں انسان کا شرف و مرتبہ بلند ہوتا ہے۔

امام ابوالحسین احمد بن فارس الرازی اپنی مختصر سیرت میں رقم طراز ہیں: مسلمان پر جس ذکر کو حفظ کرنا لازم ہے اور دین دار پر جس کی معرفت واجب ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا نسب آپ کی ولادت، نشوونما، قبیلہ، جنگوں کے حالات، آپ کی اولاد، عزیز و اقارب اور ازواج مطہرات کے احوال ہیں، باخبر عارف شخص اس علم سے ناواقفوں سے بلند رتبہ پالیتا ہے ایسے علم سے سینوں میں حلاوت پیدا ہوتی ہے۔ کتاب اللہ کے بعد کوئی مجلس رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے ذکر سے زیادہ حسین اور معتبر نہیں ہوتی۔

امام ابوالعباس العزفی السبکی "الدر المنظم" میں ابن فارس کا مذکورہ بالا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں: ابن فارس مسلمانوں کے عظیم ائمہ میں سے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے ولادت کے علم کو اہل ایمان کے لیے واجب قرار دے رہے ہیں۔

علامہ ابویسٰی المہدی بن احمد بن علی الفاسی "الدلائل" پر اپنی شرح میں ابن فارس کا کلام نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: وجوب سے مراد وجوب شرعی بھی ہو سکتا ہے اور وجوب عرفی بھی، یعنی مناسب ہے اولیٰ ہے بہتر ہے، علامہ العزفی نے اس کو وجوب شرعی پر محمول کیا ہے۔ واللہ اعلم

اس توجیہ کے مطابق مذکور الصدر تمام احوال یا ان میں سے بعض کی معرفت واجب ہے، البتہ تمام کی معرفت عارف کے رتبہ میں اضافہ کا موجب ہے۔ واللہ اعلم بظاہر اس کو وجوب شرعی پر محمول کرنا مناسب ہے اور اس میں مذکورہ الصدر تمام احوال شامل ہیں۔

علامہ القرافی کے حوالہ سے "الذخیرہ" میں اور "شرح الاربعین" میں بھی اس جانب اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے متعلق تمام احوال جن کا عقائد سے تعلق ہے اعمال سے نہیں ان کے بارے میں معلومات کی بہم رسانی ضروری ہے تاکہ معتقد کا اعتقاد درجہ کمال تک پہنچے یعنی آپ ﷺ کا اسم، رami، نسب، زمانہ، مقام اور آپ کے اوصاف کا تذکرہ۔

ابن القیم الجوزیہ "زاد المعاد" میں رسول اللہ ﷺ آپ کے پیغام آپ کے پیغام کی تصدیق اور آپ کے احکام کی تعمیل کی معرفت کو بندوں کے لیے ضروری قرار دینے کی بحث کے بعد لکھتے ہیں: چونکہ دارین کی

سعادت نبی ﷺ کی سیرت کی پیروی میں ہے اس لیے ہر اس شخص پر جو اپنی ذات کی خیر خواہی، نجات اور سعادت کا خواستگار ہے اس کے لیے واجب ہے کہ وہ آپ کی سیرت، طریقہ اور اسوہ سے واقف ہوتا کہ وہ جہلاء کے زمرہ سے نکل کر آپ کے متبعین کے زمرہ میں شامل ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب مسلمان ہمارے منتخب کردہ طریقہ کے مطابق سیرت کا مطالعہ کرے گا وہ یقیناً اس کو جان لے گا کہ نبی ﷺ دنیا کی تعمیر اور آخرت کے لیے عمل کے داعی بن کر تشریف لائے ہیں، آپ دنیا میں فساد برپا کرنے اور عمل کا سلسلہ منقطع کرنے کو تشریف نہیں لائے۔ اس کا تصور ہی محال ہے۔ البتہ آپ دلوں کی دنیا سے ایسی رغبت ختم کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں جو مسلمانوں کو اپنے رب اور توحید سے غافل کر دے، آپ نے ہمیں جدوجہد کرنے کا فرمایا تا کہ ہم خوش حال ہوں اور دل کو اللہ کی یاد کے لیے خالی کر دیں اور ہم دنیا سے نیک اعمال، خیرات و حسنات کے ذریعہ آخرت کی سرخ روئی حاصل کریں، یہ نہیں کہ ہم اپنے بناؤ سنگھار میں لگے رہیں، دین کی یہی تعلیم ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں چنانچہ شریعت اسلامیہ کی ایک تہائی عبادات ہیں اور ان عبادات کے اسرار ہمارے کے لیے سعادت اور ہمارے روح کی حیات ہیں اور اللہ کے لیے اعمال میں اخلاص کا ذریعہ ہیں۔

شریعت اسلامیہ کا بقیہ دو تہائی حصہ دنیوی معاملات، ان کے عادلانہ حصول اور رد پر مشتمل ہے۔  
 ”المختصر“ پر علامہ زرقانی کے اجزاء ثنائیہ و دیکھیں ان میں احکام عبادت دو جزو سے زائد نہیں باقی چھ اجزاء دنیوی معاملات کے احکام پر مشتمل ہیں۔ بلکہ بعض مصنفین نے لکھا ہے: قرآن کریم میں علوم کائنات پر مشتمل آیات ساڑھے سات سو سے زائد نہیں اور علم فقہ کی صریح آیات ڈیڑھ سو سے زائد نہیں۔  
 ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے (اس حدیث کو حافظ سیوطی نے ”الحاوی“ میں کئی وجوہ سے صحیح کہا ہے)۔  
 ”تم میں سے وہ شخص بہتر نہیں جو اپنی دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دے اور اپنی آخرت کو اپنی دنیا کے لیے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ ان دونوں میں سے حصہ پائے کیونکہ دنیا آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور تم لوگوں پر بوجھ نہ ہو“۔

۱۔ موضوع حدیث الخطیب ”تلمیذ المستطاب فی الرسالہ“ (ج ۳ ص ۱۳۶) از طریق محمد بن ہاشم الجعلی از ابی ہاشم بن سیدہ یزید بن زیاد البصری (ساتھ صورت) از حمید غویل از انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً اسی سند سے اس حدیث کو ابن عساکر نے ”تاریخ“ (ج ۱ ص ۱۴۳) میں روایت کیا ہے ”سلسلة الاحادیث الضعیفة“ (حدیث ۵۰۰) میں البانی نے کہا ہے کہ یہ سند نہایت ضعیف ہے اس کی آفت یزید دمشقی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں ابن ابی زیاد ہے جو جہم ہے بخاری نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے ابن ابی حاتم نے ایک بار اس کو منکر الحدیث اور دوسری بار ضعیف الحدیث کہا کیا تو یا کہ اس کی حدیث موضوع ہے۔ البانی نے مزید کہا اس اسناد سے یہ حدیث نہایت ناقابل اعتبار ہے۔ شیخ عبدالحی الکتانی (مؤلف کتاب) کا یہ کہنا کہ سیوطی نے ابن عساکر کی اس حدیث کو ”الحاوی“ میں صحیح کہا ہے فاحش غلطی ہے سیوطی نے ”الحاوی“ میں اس کو صحیح نہیں کہا اور اگر حافظ سیوطی نے کسی اور مقام پر اس کی صحت کا قول کیا ہے تو یہ ان کا وہم ہے۔ حافظ سیوطی کے ہاں ایسی کثیر مثالیں موجود ہیں۔

ابن عساکر نے عمر بن قیس سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو جب آپ دنیوی کاموں میں مشغول دیکھتے تو کہتے: یہ شخص تو پک جھپکنے کی دیر بھی اللہ کا ارادہ نہیں کرتا (اللہ کو یاد نہیں کرتا) اور جب آپ ان کو کارِ آخرت میں مشغول دیکھتے تو کہتے: یہ شخص تو ایک پل بھی دنیا کا خیال دل میں نہیں لاتا۔ (تاریخ الخلفاء: تذکرہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ وحدہ کے ساتھ اخلاص رکھتے ہوئے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے نماز قائم کرتے ہوئے اور زکوٰۃ دیتے ہوئے دنیا کو حاصل کیا وہ اس حال میں مرا کہ اللہ اس پر راضی تھا۔ (ابن عبد البر "جامع العلم")

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو مجھے اس کی تعداد معلوم ہو اور میں اس کی زکوٰۃ ادا کروں تو مجھے ناپسند نہیں نہ مجھے اس سے ضرر کا اندیشہ ہوگا۔

حضرت سعید بن المسیب نے کہا: اس شخص میں خیر نہیں جو اپنا قرض اتارنے، صلہ رحمی کرنے اور سوال کی ذلت سے بچنے کے لیے مال جمع نہیں کرتا۔

دیلیمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: اللہ کے تقویٰ پر بہترین مددگار مال ہے۔<sup>۱</sup>  
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو مال کا سوال کرنا چاہے وہ ہمارے پاس آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خزانچی بنایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس خواہش پر کہ وہ اپنا اکثر مال صدقہ کرنا چاہتے ہیں ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے ورثاء کو مال دار چھوڑ جانا اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو خالی ہاتھ چھوڑ جاؤ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔<sup>۲</sup>

جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے آپ سے اپنا تمام مال راہِ خدا میں صدقہ کرنے کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اپنا کچھ مال اپنے پاس روک لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔<sup>۳</sup>

۲ ضعیف الاسناد ابن عبد البر "جامع بیان العلم وفضله" (رقم: ۱۳۱۹) از طریق ابو احمد الزبیدی از ابو جعفر الرازی "ضعیف بن انس از انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ اس کے اسناد میں ابو جعفر الرازی ضعیف ہے۔

۳ ضعیف حدیث۔ دیلمی "مسند الفردوس" (تخریج الاحیاء ج ۴ ص ۱۰۴) از محمد بن المنجد راز جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ ابو القاسم البغوی از روایت ابن المنجد مرسل۔ انہی کے طریق سے قضاوی "مسند الشہاب" (حدیث: ۱۳۱)۔ محقق حمدی السلفی نے بقول یہ حدیث مرسل ہے جو از قسم ضعیف احادیث ہے۔ دیلمی نے "مسند الفردوس" میں معاویہ بن حیدر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے "سال بھر کی روزی دین پر اچھی مددگار ہے" اس میں محمد بن داؤد بن دینار ضعیف ہے ابن عدی نے اسے کذب سے متہم کیا ہے۔

۴ صحیح البخاری: ۵۶۱-۱۲۹۵-۲۷۴۲-۲۷۴۳-۳۹۳۶-۳۴۰۹-۵۳۵۴-۵۶۵۹-۵۶۶۸-۶۳۷۳-۶۷۳۳-مسلم: ۱۶۲۸-ترمذی: ۲۱۱۶-نسائی ج ۶ ص ۲۳۳-۲۳۴-ابن ماجہ: ۲۷۰۸-احمد ج ۱ ص ۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵



قیس بن عاصم المنقری التمیمی نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں سے کہا: میرے بیٹو! مال جمع کرنا اور اس کے حصول کے ذرائع اختیار کرنا کیونکہ یہ بخئی کی پہچان ہے اور بخیل سے بے پروا کرتا ہے۔

عظیم القدر صحابی حضرت نمر بن تولب العکلی رضی اللہ عنہ کمائی کے ذرائع اختیار کرنے مال کی مدح اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے اور فقر کی مذمت میں فرماتے ہیں:

۔ بڑے عطیہ اور مرغوب چیز کے بارے میں سوچو کیونکہ عورتوں کے ساتھ بیٹھنا برا ہے۔

مال میں عزت اور رعب ہے فقر میں ذلت اور رسوائی ہے۔ (ابن عبد البر "بہجة المجالس")

سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب کسی نے اشرفیوں کو الٹ پلٹ کرتے دیکھ کر ملامت کی تو انہوں نے کہا: اگر میرے پاس یہ اشرفیاں نہ ہوتیں تو بنو عباس ہمیں اپنا رو مال بنا لیتے (ہمیں ذلیل و خوار کرتے) مزید کہا: اگر میں ہزار ہا درہم پیچھے چھوڑ جاؤں جن کا اللہ تعالیٰ مجھ سے حساب لے وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں لوگوں کا محتاج اور دست نگر رہوں۔ نیز فرمایا: اس دور میں مال مؤمن کا ہتھیار ہے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: جس کے پاس مال ہو وہ اس کی دیکھ بھال کرے یہ تمام آثار حافظ سخاوی نے مال کے متعلق سوال کے جواب میں ذکر کیے ہیں اسی میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدمی کی عقل مندی میں اپنے ذرائع معاش کی اصلاح کرنا بھی ہے۔

علامہ زنجیری نے "الکشاف" میں آیت کریمہ:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ

قِيَمًا. (النساء: ۵)

اور نہ دو بے وقوفوں کو ان کے مال (جو تمہاری تحویل میں ہیں) جنہیں بنایا اللہ نے تمہاری بسراوقات کا ذریعہ۔

مذکورہ بالا بعض آثار نقل کیے ہیں۔

حقیقت حال یہی ہے ان آثار سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے شریعت اسلامیہ اس معاملہ میں آپ پر قدغن نہیں لگاتی وہ آپ کو ثروت کے سرچشموں سے محروم نہیں کرتی وہ آپ کے نظام حیات اور بابرکت اسباب معیشت کو محدود اور منقطع نہیں کرتی بلکہ اسلام نے معیشت کی اصلاح کو مسنون قرار دیا ہے (رزقِ حلال کے حصول کے لیے جدوجہد کو عبادت کہا ہے) آج کی متمدن دنیا کی بنیاد اسی پر قائم ہے سب نہیں تو اس کے بڑے حصے کی ترقی کا انحصار اسی پر ہے اور تو اسے مسلم بھولا ہوا اور غافل ہے۔

"الروض الانف" میں ہے حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ جب حاکم بحرین منذر بن سلوی کے پاس رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی لے کر گئے اور اسے اسلام اور اس کے شرائع کے بارے میں بتایا تو منذر نے جواباً کہا: میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو اسے صرف دنیا کے لیے پایا آخرت کے لیے نہیں پایا اور میں نے تمہارے دین میں غور کیا تو اسے دنیا اور آخرت دونوں کے لیے فائدہ بخش پایا مجھے ایسے دین کے قبول کرنے سے کیا چیز روک سکتی ہے جس میں دنیاوی آرزوئیں بھی ہیں اور آخرت کا راحت و سکون بھی کل تک مجھے اس دین کے

قبول کرنے والوں پر حیرت ہوتی تھی اور اب مجھے ان پر تعجب ہو رہا ہے جو اس کو رد کر رہے ہیں اس پیغام کو لانے والے پیغمبر با عظمت رسول ہیں۔ (الجزء الثانی ص ۳۵۶)

”الروض الانف“ ہی میں ہے جلندی کے پاس جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو اس سے فرمایا: آپ اس نبی امی (ﷺ) کے متعلق غور کریں جو دنیا اور آخرت کی بھلائی لائے ہیں۔

اس طرح کے حقائق کے پیش نظر ہمارے ذہن میں یہ خیال آیا کہ ہم ان اداروں، پیشوں، صنعتوں، تجارتوں، علوم و فنون کی اقسام اور دیگر سرگرمیوں کا ذکر کریں جن کا اسلامی نبوی تمدن کی تائیس میں حصہ رہا ہے تاکہ ہمارے مسلم نوجوان جو اپنی تاریخ بھول چکے ہیں اور غیروں کی تاریخ کے عاشق ہیں ان کو معلوم ہو کہ نبی ﷺ نے ہی معاشرتی تمدن عطا فرمایا ہے اور قوموں نے تمدن کی انہی اساسوں پر ترقی کے منازل طے کیے ہیں آپ عموماً دیکھیں گے کہ نبی ﷺ نے اس ترقی اور تہذیب و تمدن کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی نازل فرمودہ آیات اور ان کے اسلوب پر استوار کی ہے لیکن اس دور کے لوگ اس نظام کی ترکیب و کیفیت سے غافل رہے اس کا تحفظ نہ کر پائے حالانکہ ان آداب اور اسالیب پر عمل آسان تھا صحابہ کرام نے ان پر عمل کر کے دکھایا اور اس تمدن کے ہر شعبہ کی طرف متوجہ رہے۔

کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کے نظام حکمرانی کا اس طرح تذکرہ کر کے کہ گویا آپ ایک بادشاہ تھے اور آپ کے اصحاب سالار، قائدین اور مختلف امور کے والی اور نگران تھے آپ نے ادب کی حدود کو پائمال کیا ہے اور نامناسب بات کی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اپنا اپنا انداز فکر اور فہم و فراست ہے ورنہ بشر تو سب بشر ہیں لیکن ان میں صالح بھی ہیں، بد بخت بھی، کامل بھی ہیں، اکمل بھی، ہوشیار بھی ہیں اور ہوشیار ترین بھی، رذیل بھی ہیں، ارذل بھی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے اصحاب قائد ہیں لیکن دیگر قائدین کی طرح نہیں، امیر ہیں لیکن دوسرے امراء کی طرح نہیں ہیں کیونکہ ان کو رسول اللہ ﷺ کا قرب حاصل تھا، وہ وحی کو سماعت کرتے تھے اور علم صحیح سے اپنے دامن بھرتے تھے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ بشر ہیں لیکن آپ کی بشریت بے مثال ہے اسی طرح آپ بادشاہ ہیں لیکن آپ کی بادشاہی بھی بے نظیر ہے۔ فیلسوف اسلام امام غزالی نے ”الاحیاء“ میں کہا ہے: آپ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے لیے نبوت اور سلطنت دونوں کو جمع کیا گیا ہے حافظ السیوطی نے ”انموذج اللیب“ میں اسی قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے: آپ کے لیے نبوت اور سلطنت کو جمع کیا گیا اور آپ سے قبل کسی نبی کے لیے ان کو جمع نہیں کیا گیا۔

امام سیبلی نے ”الروض الانف“ میں فتح مکہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وادی کے کنارے پر جناب ابوسفیان کو کھڑا کیا گیا تاکہ وہ اسلامی لشکر کی شان و شوکت اور تعداد دیکھیں انہوں نے یہ دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: تیرے بھتیجے کی بادشاہت تو بہت بڑی ہو گئی ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں یہ بادشاہت نہیں

۱۔ بلکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت اور سلطنت سے نوازا گیا جیسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام۔

نبوت ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! اچھی ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی سے مذکور ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبوت کے بغیر بادشاہت کے ذکر کا اس لیے انکار کیا کہ جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ حال ہی میں اسلام میں داخل ہوئے تھے ورنہ اس قدر اقتدار کے مالک کو خواہ وہ پیغمبر علیہ السلام ہو بادشاہ کہنا جائز ہے۔ ارشاد الہی ہے:

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ. (س: ۲۰)

اور ہم نے مضبوط کر دیا ان کی حکومت کو۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی:

وَهَبْ لِي مَلَكًا لَا يَتَّبِعُنِي لِأَحَدٍ قَبْلِي بَعْدِي.

اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما کہ لائق نہ ہو

(س: ۳۵) میرے بعد کسی کے لیے۔

البتہ نبی کریم ﷺ کو بادشاہ کہنا اس لیے مکروہ ہے کہ حدیث مبارک میں ہے آپ کو اختیار دیا گیا کہ آپ عبد نبی ہوں یا بادشاہ نبی آپ نے بطور تواضع عبد نبی کا انتخاب فرمایا۔

ابن العربی کی یہ تقریر مجھے ”الاحکام“ (الجزء الاول ص ۱۹۹) میں ملی ہے لیکن ہمارے مطلوب کا کوئی منکر نہیں ہے۔ علامہ شہاب الدین الخفاجی حضرت ابوسعود البدری رضی اللہ عنہ کی حدیث: ایک شخص آپ کے سامنے خوف سے کانپنے لگا تو آپ نے فرمایا: اپنے اوپر نرمی کرو (مت گھبراؤ) میں بادشاہ نہیں ہوں۔ پر لکھتے ہیں: یعنی میں ظالم بادشاہوں میں سے نہیں ہوں کہ تم مجھ سے ڈرنے لگو کیونکہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاضر ہوئے اور آپ کو اس میں اختیار دیا کہ آپ عبد نبی ہوں یا بادشاہ نبی تو آپ نے عبد نبی ہونا پسند فرمایا اور بادشاہ کے وصف پر راضی نہ ہوئے اسی طرح خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم تھے اسلام میں سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بادشاہ (ملک) تھے سو یہاں کسی کا یہ کہنا درست نہیں کہ یہ قول اس کے منافی نہیں کہ آپ کی بادشاہت غالب ہوئی اگرچہ آپ کی بادشاہت نبوت تھی کیونکہ یہاں نفی سے مخاطب کے ذہن میں دیگر بادشاہوں جیسے ہونے کے تصور کی نفی مراد ہے۔

نیز علامہ خفاجی نے ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: اس

حدیث حسن احمد ج ۳ ص ۳۳۱ بزار ابو یعلیٰ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۸-۱۹) علامہ بیہقی نے بقول اس حدیث کو احمد بزار اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور احمد اور بزار کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ طبرانی از عاتق رضی اللہ عنہما (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۹) بقول بیہقی اس میں بیہقی بن عبد اللہ باطنی ضعیف راوی ہے۔

۸ صواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ ابن ماجہ ۳۳۱۲ خطیب ”تاریخ بغداد“ ج ۶ ص ۷۷۷ موصول از ابوسعود البدری رضی اللہ عنہ۔

ابن ماجہ نے کہا ابن ابی خالد نے اس حدیث کو قیس بن ابی حازم از ابوسعود رضی اللہ عنہ موصول روایت کیا ہے خطیب نے ”تاریخ“ میں کہا ہے: دارقطنی سے قیس بن ابی حازم از ابوسعود رضی اللہ عنہ حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: اس کے اتصال میں اسماعیل بن ابی الحارث متذکر ہے۔ صواب یہ ہے کہ یہ حدیث اسماعیل بن قیس سے مرسل مروی ہے۔ (علی محمد دندل اس حدیث کے راویوں پر جرح و تعدیل نقل کرنے کے بعد بطور حرف آخر لکھتے ہیں) یہ حدیث مرسل ہے جو علماء جرح و تعدیل کی اصطلاح کے مطابق حدیث ضعیف کی ایک قسم ہے۔

شخص کی حاجت مجھ تک پہنچاؤ جو اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ جو شخص سلطان (حکمران بادشاہ) تک اس شخص کی حاجت پہنچاتا ہے جو اپنی حاجت سلطان تک نہیں پہنچا سکتا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدموں کو ثابت رکھے گا۔ رقم طراز ہیں: کہا گیا ہے اس کا مطلب ہے ایسے شخص کو اس کی جزا ملے گی، یہ تو عام حکمران کا معاملہ ہے، اندازہ لگائیے جو شخص رسول اللہ ﷺ تک کسی کی حاجت پہنچائے اس کی جزا کس قدر ہوگی کہ آپ تو بادشاہ اور سلطان سے عظیم تر مرتبہ کے مالک ہیں اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے: میں بادشاہ نہیں ہوں۔

میں کہتا ہوں: یہ اعتراض بھی محل نظر ہے کیونکہ یہاں سلطان سے خلیفہ اللہ، امام اعظم مراد ہے اور فقہاء نے نبی ﷺ پر اس لفظ کا اطلاق کیا ہے اور آپ سے سلطنت، فتاویٰ اور قضاء تینوں امور واقع ہوئے ہیں جیسا کہ علامہ سبکی کے حوالہ سے غنقریب مذکور ہوگا۔

فخر مالکیہ امام ابو العباس القرافی نے ”الفسروق“ کے فرق چھتیس میں رسول اللہ ﷺ کے قضاء، فتویٰ (تبلیغ) اور امامت میں تصرفات کے بیان میں کہا ہے: جان لو! رسول اللہ ﷺ امام اعظم، منصف (قاضی) احکم اور مفتی اعلم ہیں، آپ امام الائمہ، قاضی القضاۃ اور عالم العلماء ہیں، تمام دینی مناصب اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت میں سپرد فرمادے، سو آپ ان تمام لوگوں سے برتر اور عظیم تر ہیں جو قیامت تک ان مناصب میں سے کسی منصب کو حاصل کریں گے، کوئی دینی منصب ایسا نہیں ہے آپ جس کے اعلیٰ ترین رتبہ سے متصف نہ ہوں، تاہم اجماعی طور پر آپ کا غالب تصرف تبلیغ اور فتویٰ میں رہا ہے۔ بعض حضرات نے منصب قضاء کو اور بعض نے منصب امامت کو ترجیح دی ہے اور بعض حضرات ان دو رتبوں میں متردد رہے ہیں کہ ان میں سے کون سا رتبہ دوسرے سے بڑھ کر ہے، ان تمام اوصاف میں شریعت مطہرہ میں آپ ﷺ کے مختلف آثار موجود ہیں۔

(ج ۱ ص ۳۴۶)

قاضی عیاض نے ”الشفاء“ میں سلطان کو بھی آپ کے اسماء میں شمار کیا ہے، علامہ خفاجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس کے متعدد معانی ہیں: برہان بادشاہی، نبوت، غلبہ وغیرہ یہاں ان میں سے ہر معنی کا ارادہ کیا جاسکتا ہے۔ بعض قدیم کتب اور کتاب شعیب میں بھی آپ ﷺ کا یہ اسم گرامی (سلطان) مذکور ہے۔

علامہ بوضیری قصیدہ ہمزہ میں صحابہ کرام کے بارے میں کہتے ہیں:

۹۔ ضعیف حدیث۔ ابو حلی الصواف ”حدیث“ (ج ۱ ص ۸۵) از اسماعیل بن یزید الصہبانی۔۔۔۔۔ از علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ البانی نے ”سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ“ میں کہا ہے: اس کا اسناد نہایت ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی معتب کے بارے میں ذہبی نے ”الضعفاء والمرتدکین“ میں کہا ہے: ازدی نے اس کو کاذب کہا ہے، ایک اور راوی علی بن جعفر بن محمد مجہول الحال ہے۔ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی، ترمذی نے اس کی حدیث روایت کر کے اس کو غریب کہا ہے اور اسماعیل بن یزید کا تذکرہ مجھے کہیں نہیں ملا۔ دوسرے طریق سے یہ طویل حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے اوصاف میں مروی ہے جسے ترمذی نے ”الشمائل“ (حدیث: ۳۲۹) میں روایت کیا ہے اس کی سند ضعیف ہے، بیہقی نے اس حدیث کو ”مجمع الزوائد“ (ج ۵ ص ۲۱۰) میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور کہا ہے: اس حدیث کو بزار نے طویل حدیث میں روایت کیا ہے اور اس میں سعید البراد ہے، اس کے بقیہ راوی ثقہ ہیں، مجھے سعید کا تذکرہ نہیں ملا۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ۱۵۹۳)

اور آپ کے اصحاب کے صدقے جو آپ کے بعد ہم میں بطور ہادی اور جانشین رہے جنہوں نے آپ کے بعد دین میں خلافت کو حسن بخشا اور ہر ذمہ داری کو ماہر نگران کے طور پر ادا کیا پاک دامن، غنی، فقراء، علماء، امراء کے امام

جنہوں نے مقابل میں آنے والے بادشاہوں کی قیمت گرا دی اور ان کے جوڑ شل کر دیئے۔

علامہ شمس الدین ابن عبد الرحمن اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ ایسے امراء جو رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ اور آپ کی وفات کے بعد امارت اور مسلمانوں کے امور کے متولی اور نگران رہے اور ان ذمہ داریوں کو حقوق اللہ کے مطابق بطریق احسن انجام دیا اور عدل و انصاف کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔

حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں حدیث صحیح ”دو شخصوں کے علاوہ کسی پر رشک جائز نہیں ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا ہے اور اسے حق کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق دی ہے دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت دی ہے وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے“ کی تشریح میں لکھا ہے: اس حدیث میں ایسے شخص کے لیے منصب قضاء حاصل کرنے کی ترغیب ہے جو قاضی بننے کی شرائط پر پورا اترتا ہو اور حق دلا سکتا ہو، حامی و مددگار رکھتا ہو، کیونکہ اس میں امر بالمعروف ہے، مظلوم کی امداد ہے، حق دار کو حق دلانا ہے، ظالم کو ظلم سے روکنا ہے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کا کام سرانجام دینا ہے۔ یہ سب کام قرب الہی کا ذریعہ ہیں، اسی لیے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے خلفاء راشدین نے اس ذمہ داری کو قبول کیا ہے امت کا اس کے فرض کفایہ ہونے پر اتفاق ہے کیونکہ اس کے بغیر لوگوں کے معاملات درست نہیں ہو سکتے۔

نیز حافظ ابن حجر نے ”باب ما یکرہ من الحرص علی الامارة“ میں کہا ہے: یہ کراہت اس شخص کے بارے میں ہے جو اہلیت کے بغیر اسے اپناتا ہے اور عدل و انصاف سے کام نہیں لیتا، ایسا شخص قیامت کے دن اپنی اس زیادتی کی وجہ سے بطور جزا رسوائی پا کر نادام اور شرمندہ ہوگا۔ البتہ اس کا اہل شخص عدل و انصاف کر کے قیامت کے دن اجر عظیم کا مستحق ہوگا، احادیث اور آثار اس کے مؤید ہیں۔

۱۰ حدیث صحیح - بخاری: ۷۳۰۹-۱۳۱۱-۷۳۱۶، مسلم: ۸۱۶، ابی داؤد: ۴۲۰۸، احمد: ۳۵۸-۴۳۲، ابن المبارک: ”الترغیب“: ۱۲۰۵، کعب: ”الترغیب“: ۴۴۰، مردازی: ”زیادات“: ۹۹۳، طحاوی: ”مشکل الآثار“ ج ۱ ص ۱۹۰، ابن حبان: ۹۰، بغوی: ”شرح السنہ“: ۱۳۸، بیہقی: ”السنن“ ج ۱ ص ۸۸، از عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

احمد ج ۳ ص ۲۷۹، بخاری: ۵۰۲۶-۷۳۳۲-۷۵۲۸، نسائی: ”فضائل القرآن“: ۹۸، بیہقی: ”السنن“ ج ۳ ص ۱۸۹، طحاوی: ”مشکل الآثار“ ج ۱ ص ۱۹۱، از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۵۷، طحاوی ج ۱ ص ۱۹۱، از ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ حمیدی: ۶۱، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۵۷، بخاری: ۵۲۹، مسلم: ۸۱۵، احمد ج ۲ ص ۱۳۳، نسائی: ”فضائل القرآن“: ۹۷، بیہقی ج ۳ ص ۱۸۸، بغوی: ۳۵۳، ابن حبان: ۱۲۵، از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

حدیث میں حسد سے مراد رشک ہے اسے مجازاً حسد کہا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ”فتح الباری“ (ج ۱ ص ۱۶۶-۱۶۷)۔



”المواہب“ میں ہے: حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی خدمت میں (صاحب الشرطہ) پولیس افسر (کووال) کی طرح تھے۔ زرقانی نے ”شرح المواہب“ میں لکھا ہے: صاحب شرطہ پولیس افسر کو کہتے ہیں یہ لوگ حکمرانوں کے معاون و مددگار ہوتے ہیں لشکر کے قوی اور مضبوط ترین افراد ہوتے ہیں کیونکہ یہ منتخب افراد ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر شے کا شرطہ اس کا بہترین فرد ہوتا ہے بعض لوگوں کا کہنا ہے ان کو شرطہ کہنے کی وجہ ان کی شناختی علامت ہوتی ہے اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ صحیح البخاری میں اس حدیث کا آخری حصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیس بن سعد کا نبی ﷺ کے حضور وہی مقام تھا جو ایک پولیس افسر کا حکمران کے سامنے ہوتا ہے۔<sup>۱۱</sup>

امام ابوالحسن سندھی مدنی ”مسند احمد“ پر اپنے حواشی میں کہتے ہیں: ”شرط“ شرطہ اور شرطی کی جمع ہے یہ لوگ پبلک کے احوال کی چھان بین ان کی حفاظت ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے اور حدود قائم کرنے کے لیے ہوتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ملٹری پولیس کے لوگ ہوتے ہیں جو حکمران کے آگے آگے رہتے ہیں اور اس کے احکام کا نفاذ کرتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ حکمران کے رعایا میں سے منتخب لوگ ہوتے ہیں انہیں دوسروں پر تقدم حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ امام ابوالحسن الخزاعی پر رحم فرمائے وہ اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں: میں نے مختلف ذمہ داریوں پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ تمام صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے تاکہ آج جس کو ان میں سے کسی ذمہ داری پر مقرر کیا جائے وہ اس عمل شرعی کی ذمہ داری ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور یہ سوچے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کرام کو بھی یہ ذمہ داری تفویض فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے ان کی نیابت سے سرفراز فرمایا ہے سو وہ اقامت حق میں شریعت مطہرہ کے تقاضوں کے مطابق اپنی پوری کوشش بروئے کار لائے اس طرح وہ احیائے سنت اور حصول اجر کا مستحق ہوگا۔

اس کی اصل وہ روایت ہے جس کو ابو موسیٰ المدینی اور ابو الریح الکلاعی نے ”الاكتفاء“ میں ابن الاثیر نے ”امد الغابہ“ میں اور ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ امیمہ یا میمونہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو والی (گورنر) بنانے کے لیے بلایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اسے ناپسند کرتے ہو حالانکہ اس ذمہ داری کو اس شخصیت نے خود طلب فرمایا ہے جو تم سے بہتر تھے؟ انہوں نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: حضرت یوسف علیہ السلام نبی ابن نبی تھے اور میں امیمہ کا بیٹا ابو ہریرہ ہوں۔<sup>۱۲</sup>

(الاصابہ جزء النساء ص ۲۱)

۱۱ حدیث حسن۔ بخاری: ۱۵۵، ترمذی: ۳۸۵۰، ابن حبان: ۳۵۰۸، بیہقی ج ۸ ص ۱۵۵، بغوی: ۲۳۸۵، از انس بن مالک رضی اللہ عنہ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۱۲ نہایت ضعیف روایت۔ اسے اسحاق بن ابراہیم بن شاذان نے اور ان کے حوالہ سے ابو موسیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۲۴۱ حدیث: ۱۰۴) حافظ ابن حجر نے کہا: اس کا اسناد نہایت ضعیف ہے۔

ادیب کاتب ابو محمد الشرقی بن محمد الاسحاقی الحجازی اپنی کتاب میں ارشاد باری تعالیٰ:

وَجَعَلْنَا الْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝ (الفرقان ۷۴) اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنادے۔

کے تحت لکھتے ہیں: بعض علماء نے کہا ہے: اس آیت کریمہ سے یہ دلیل مستنبط ہوتی ہے کہ انسان کے لیے دین میں اعلیٰ مراتب طلب کرنا جائز ہے جیسے ولایت (گورنری یا دوسرا کوئی عہدہ) اور علم وغیرہ۔ بلکہ حافظ جلال الدین ایسیوطی نے اپنی نادر کتاب ”الاکلیل علی استنباط التنزیل“ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قول:

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ

عَلَيْهِ ۝ (یوسف ۵۵) مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں۔

کی تفسیر میں لکھا ہے: اس سے قضاء (جج بننا) وغیرہ جیسی ذمہ داری کو طلب کرنے کا جواز کا استدلال کیا گیا ہے جو شخص اس ذمہ داری کو نبائے کا اہل ہو وہ ایسے عہدے طلب کر سکتا ہے بلکہ کافر اور ظالم حکمران سے بھی ایسی درخواست کی جاسکتی ہے۔ ابن عطیہ نے اپنی تفسیر میں کہا ہے: حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ ذمہ داری اور عہدہ اس لیے طلب کیا کہ آپ عدل و انصاف کی حکمرانی سے رغبت رکھتے تھے اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلافت کی ذمہ داری قبول کرنے کا معاملہ ہے انکار کے باوجود انصار کی طرف سے دو امیروں کی تجویز آنے پر فوری طور پر آپ نے اس منصب کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک کہ ہے کہ دو آدمیوں کی ولایت بھی قبول نہ کرو ۱۳ فاضل شخص کے لیے اس وقت یہ جائز ہے کہ وہ ذمہ داری قبول کرے ذمہ داری کو طلب کرے جب اسے اپنا متبادل نظر نہ آئے۔

حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں متعدد مقامات پر لکھا ہے کہ خلفاء راشدین ذمہ دارانہ عہدوں پر صرف صحابہ کو ترجیح دیتے تھے غیر صحابہ کو بہت کم ان عہدوں پر مامور کرتے تھے۔

”طبقات ابن سعد“ میں حنظل بن حصین البارقی الازدی کے تذکرہ میں ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: رب کعبہ کی قسم! مجھے معلوم ہے عرب کب ہلاک ہوں گے جب ان کے امور ان کے سپرد ہوں گے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت نہیں پائی اور جاہلیت کے کاموں پر غالب نہ آئے۔ (ج ۶ ص ۸۸)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے خلفاء راشدین فتوحات میں غیر صحابہ کو سالار لشکر نہیں بناتے تھے۔



۱۳ حدیث حسن۔ احمد ج ۵ ص ۱۸۰ میں مروی حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے ”الترغیب“ میں کہا ہے:

اس کے اسناد میں سالم بن ابو سالم الجھفانی مقبول ہے اور بقیہ راوی ثقہ ہیں۔

## ماخذ و مراجع

ہر شے کا مواد اور اجزاء ترکیبی ہوتے ہیں، میری اس کتاب کے اجزاء ترکیبی احادیث اور شروحات احادیث میں سے درج ذیل کتب ہیں۔ صحاح ستہ: (۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) سنن ترمذی (۴) سنن ابوداؤد (۵) سنن نسائی (۶) سنن ابن ماجہ کے علاوہ:

(۷) فتح الباری: حافظ ابن حجر

(۸) التنقیح: بدرالدین زرکشی

(۹) المصابیح: بدرالدین الدماینی

(۱۰) ارشاد الشاری: شہاب الدین قسطلانی

(۱۱) تشنیف المسامع: عارف فاتی

(۱۲) حواشی: ابو عبد اللہ زکری

(۱۳) شرح علی مختصر ابن ابی حمزہ: ابن زید المجاہی

(۱۴) الفجر الساطع علی الصحیح الجامع: ابو عبد اللہ محمد الفضیل الادریسی

(۱۵) حواشی علی الصحاح الستہ: حافظ سیوطی

(۱۶) عون الودود علی سنن ابی داؤد: ابوالحسنات لکھنوی

(۱۷) انجاء الحاجة علی سنن ابن ماجہ: شیخ عبدالغنی دہلوی مدنی

(۱۸) مؤطا: امام دارالبحر و امام مالک

(۱۹) القبس علی مؤطا مالک بن انس: امام ابوبکر ابن العربی

(۲۰) مؤطا: امام محمد بن الحسن

(۲۱) مسند: امام احمد بن حنبل

(۲۲) مسند: ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی

(۲۳) الادب المفرد: امام محمد بن اسماعیل البخاری

(۲۴) مجمع الزوائد: حافظ نور الدین بیہقی

(۲۵) عمدۃ القاری: بدرالدین عینی

(۲۶) التوشیح: حافظ سیوطی

(۲۷) بهجة النفوس: ابن ابی حمزہ

(۲۸) حواشی ارشاد: ابن غازی ابوالعباس احمد زروق

(۲۹) تعلیق علی التشنیف: ابو زید القاسی

- (۳۰) حواشی 'ابو عبد اللہ محمد التاودی
- (۳۱) نفحة المسک والدراری شرح نظم مقدمة فتح الباری "ابوالفیض حمدون
- (۳۲) شروحات مسلم 'نوی 'عیاض 'ابی ابن المشاط 'سنوی 'سیوطی
- (۳۳) قوت المغتذی علی جامع الترمذی 'حافظ سیوطی
- (۳۴) التعليق المحمود علی سنن ابی داؤد، شیخ فخر الحسن گنگوہی
- (۳۵) الحطة فی ذکر الصحاح الستة، صدیق حسن خان بھوپالی
- (۳۶) شرح مؤطا "المنتقى" ابوالولید الباجی
- (۳۷) حواشی علی المؤطا 'حافظ سیوطی
- (۳۸) حواشی بر مؤطا امام محمد 'علامہ ابوالحسنات لکھنوی
- (۳۹) حاشیہ بر مسند امام احمد 'محدث مدینہ ابوالحسن سندھی
- (۴۰) مسند عمر بن عبد العزیز 'جامع نامعلوم - تخریج ابوبکر محمد باغندی
- (۴۱) العلل 'امام ابن ابی حاتم الحنظلی
- (۴۲) الجامع الكبير 'حافظ سیوطی
- (۴۳) الجامع الصغير 'حافظ سیوطی
- (۴۴) التيسير 'العزیزی
- (۴۵) کنز العمال 'علامہ علی متقی ہندی
- (۴۶) نصب الراية فی تخریج احادیث الهدایہ 'حافظ جمال الدین الزیلعی
- (۴۷) تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الكبير 'حافظ ابن حجر
- (۴۸) مرقات شرح مشکوٰۃ (المفاتیح علی المصابیح) 'ملا علی القاری
- (۴۹) نیل الاوطار 'قاضی محمد بن علی شوکانی
- (۵۰) المقاصد الحسنة 'حافظ سخاوی
- (۵۱) شرح الاربعین النوویة 'ابن حجر عسقلانی
- (۵۲) مشکل الحديث 'ابو محمد بن قتیبة
- (۵۳) کشف الغمة 'عبد الوہاب شعرائی
- (۵۴) المعتمر من المختصر 'قاضی یوسف بن موسی حنفی
- (۵۵) شرح مسند ابی حنیفة 'ابوالحسن علی القاری
- (۵۶) فتح القدیر (شرح الجامع الصغير) 'السناوی
- (۵۷) حواشی الجامع الصغير 'شمس الدین علقمی - شمس الدین حنفی

- (۵۸) منتخب كنز العمال، علامہ علی متقی ہندی  
 (۵۹) اختصار نصب الراية، حافظ ابن حجر  
 (۶۰) مشکوة المصابيح، ولی الدین تبریزی  
 (۶۱) منقی الاخبار، شیخ ابن تیمیہ  
 (۶۲) شرح حدیث ام زرعہ، قاضی ابوالفضل عیاض  
 (۶۳) عروس الافراح فی معنی حدیث الارواح، شمس الدین محمد بن احمد مکی  
 (۶۴) البرهان، الشبرخیتی  
 (۶۵) توجیه النظر، شیخ طاہر الجزا ئری الدمشقی  
 (۶۶) کتاب اقصیة الرسول ﷺ، ابن الطلاع القرطبی  
 (۶۷) بلوغ السؤل فی اقصیة الرسول، صدیق حسن خان بھوپالی  
 (۶۸) الفتاوی الحدیثیہ، ابن حجر عسقلانی  
 (۶۹) الدرر اللوامع فی الکلام علی احادیث جمع الجوامع، حافظ ابوالعلاء عراقی  
 (۷۰) اختصار الباجی من مشکل الآثار للطحاوی  
 (۷۱) نبراس العقول الذکیة فی شرح الاربعین حدیث النبویة، شمس الدین کرمانی  
 (۷۲) الذهب الابریز علی المعجم الوجیز، ابوالحسن محمد بن خلیل الحنفی

### کتب سیرت

- (۱) شمائل، امام ترمذی  
 (۲) سیرت ابن اسحاق  
 (۳) شرح غریب سیرت ابن اسحاق، ابو ذر الخشنی  
 (۴-۶) شروح شمائل، ابن حجر مناوی، حاشیہ حافظ سیوطی  
 (۷) سیرت، ابن بشام  
 (۸) شرح سیرت ابن اسحاق، ابوالقاسم السہلی  
 (۹) الدرر فی المغازی والسير، ابی عمر ابن عبدالبر  
 (۱۰) الشفاء، قاضی عیاض  
 (۱۱) نسیم الریاض، شہاب الدین خفاجی  
 (۱۲) المنهل الاصفاء علی الشفاء، ابن التمسانی  
 (۱۳) بهجة المحافل، العالمی



(۱۴) سیرت ابن سید الناس

(۱۵) میرۃ الطبری

(۱۶) المقالات السنیة فی مدح خیر البریة، علامہ عثمان بن علی (انیس ہزار اشعار پر مشتمل نادر منظوم سیرت)

(۱۷) منحة واهب الهبات البهية والصلوات الفاخرة فی مدح صاحب الایات السنیة والمعجزات

الباهرة (تقریباً پانچ ہزار بلغ و نادر اشعار پر مشتمل سیرت)

(۱۸) شرح انموذج اللیب محمد بن عمر الروضی

(۱۹) سمط الجوهر الفاخر فی مفاخر سید الاوائل والاواخر ابو عیسیٰ مہدی القاسمی

(۲۰) وفاء الوفاء سید سمہودی

(۲۱) تاریخ المسجد النبوی سید جعفر برزنجی

(۲۲) الاکتفاء ابو الریح الکلاعی

(۲۳) شرح الشفاء ملا علی القاری

(۲۴) شرح الفیہ عبدالرؤف المناوی

(۲۵) المواهب اللدنیہ علامہ شہاب الدین قسطلانی

(۲۶) السیرة الحلبيّة نور الدین علی اکلمی

(۲۷) سیرت المحافل ابن فارس لغوی

(۲۸) نور النبراس حافظ برہان الدین اکلمی

(۲۹) الفیہ حافظ زین الدین العراقی

(۳۰) شرح الفیہ شیخ طیب بن کیران

(۳۱) شرح المواهب محمد بن عبد الباقی الزرقانی

(۳۲) الہدی النبوی ابن القیم

(۳۳) سیرت الشامیہ محمد بن یوسف الشامی

(۳۴) فوائد الدرر وفوائد الفکر فی شرح مختصر السیر ابو القاسم بن بادیس

(۳۵) الدرة السنیة فی العالم السنیة ابن اصغ المعروف ابن المناصف الازدی القرطبی (سات ہزار آیات پر

مشتمل منظوم سیرت)

(۳۶) اختصار شفاء ابن عبد السلام بنانی الحرلیثی

(۳۷) الدرر المنظم فی مولد النبی المعظم حافظ ابو القاسم العزنی

(۳۸) حاشیہ بہجۃ ابن الاثر الیمنی

(۳۹) فتح المتعال فی مدح النعال ابو العباس المقری

- (۴۰) اختصار فتح المتعال، ابوالعباس المقرئ
- (۴۱) انموذج اللیب فی خصائص الحیب، حافظ سیوطی
- (۴۲) خصائص القطب الخیری
- (۴۳) المولد الکبیر، شہاب الدین الحلوانی
- (۴۴) خلاصہ الوفاء، سید سمہودی
- (۴۵) تحفة المحبین و الاحباب فیما للمدینین من الانساب، ابوزید انصاری المدنی
- (۴۶) نجوم المہتدین فی دلائل نبوة سید المرسلین، شیخ یوسف نبہانی شامی
- (۴۷) حاشیہ علی المواحب، نور علی الشبرملی
- (۴۸) الہمزیہ، شرف الدین البوصیری
- (۴۹-۵۰) شروحات ہمزیہ از شمس الدین الجوزی، ابن حجر ہیثمی، شمس الدین الحنفی، ابوعبداللہ محمد زبیر السلوی، ابوعبد اللہ محمد بن احمد السوی، ابومحمد عبدالقادر قاضی مکناس، ابوعبداللہ محمد نبیس الفاسی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن الصومعی، شیخ سلیمان الجمل مصری، ابوالعباس الصاوی مصری وغیرہ۔
- (۵۸) شرح البردہ ابوالعباس الجادری

### کتب تراجم صحابہ

- (۱) الطبقات الکبریٰ، امام ابن سعد
- (۲) الاستیعاب، حافظ ابن عبدالبر
- (۳) انوار اولی الالباب فی اختصار الاستیعاب، حافظ ابن عبدالبر
- (۴) اسد الغابہ، ابن الاثیر
- (۵) الاصابہ، سید الکفاظ ابن حجر
- (۶) اختصار الاصابہ، ابوزید عبدالرحمن قاسی
- (۷) التجرید، حافظ ذہبی
- (۸) در السحابہ فیمن دخل مصر من الصحابہ، حافظ سیوطی
- (۹) الریاض المستطابہ فی جملۃ من روی فی الصحیحین من الصحابہ، ابوزکریا یحییٰ عامری
- (۱۰) سیرۃ عمر بن الخطاب، حافظ ابن الجوزی
- (۱۰) ظل الغمامۃ و طوق الحمامہ فی مناقب من خصہ رسول اللہ ﷺ بالکرامۃ، ابوعبداللہ محمد الغافقی الاندلسی
- (۱۱) اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی بن ابی طالب، حافظ ابن الجزری

- (۱۲) الاستبصار فی انساب الانصار 'علامہ ابن قدامہ المقدسی  
 (۱۳) ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی 'شیخ الحرم حافظ الحجاز محبت الدین الطبری  
 (۱۴) جواهر العقدين فی فضل الشرفین شرف العلم والنسب للامام 'مورخ مدینہ نور الدین علی  
 سمودی المدنی

## کتب تاریخ 'ادب' انساب

- (۱) تاریخ الاسلام 'حافظ ابن عساکر
- (۲) جمهرة الانساب 'ابو محمد ابن حزم اندلسی
- (۳) صبح الاعشی فی صناعة الانشاء 'شہاب احمد القلقشنندی
- (۴) وفيات الاعیان 'قاضی ابن خلکان
- (۵) لب الالباب فی الانساب 'حافظ سیوطی
- (۶) آکام العقیان فی الخصیان 'حافظ سیوطی
- (۷) تدريب الراوی فی شرح تقریب النووی 'حافظ سیوطی
- (۸) المسارعة الی المصارعة 'حافظ سیوطی
- (۹) الجزل فی العزل 'حافظ سیوطی
- (۱۰) العقد الفريد 'ابن عبد ربہ اندلسی
- (۱۱) مرآة الزمان 'سبط ابن الجوزی
- (۱۲) خطط مصر 'المقریزی علی مبارک پاشا
- (۱۳) شرح بدیعیۃ البیان 'محمد بن ناصر الدین دمشقی
- (۱۴) الانساب 'ابن السمعانی
- (۱۵) نهاية الارب فی معرفة انساب العرب 'علامہ القلقشنندی
- (۱۶) النيل 'ابو العباس
- (۱۷) طبقات 'امام ابو عبد اللہ محمد السوی
- (۱۸) روض القرطاس 'ابن ابی زرع
- (۱۹) مسالك الابصار فی ممالك الامصار 'ابن فضل اللہ العمری
- (۲۰) تکمله صله ابن بشکوال 'ابن البار اندلسی وغیرہ
- (۲۱) العبر 'مقدمہ ولی الدین ابن خلدون
- (۲۲) الفهرست 'ابوالفرج محمد بن ابی یعقوب الندیم

- (۲۳) المعارف، ابن قتیبة
- (۲۴) تاریخ الخلفاء، حافظ سیوطی
- (۲۵) طبقات اللغویین والنحاة، حافظ سیوطی
- (۲۶) حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاهرة، حافظ سیوطی
- (۲۷) الدرر المنثرة فی الاحادیث المشتهرة، حافظ سیوطی
- (۲۸) سمط اللآلی فی بیان ما اشتمل علیہ کتاب الشفا من الرجال، شیخ قویسم التونی
- (۲۹) عیون الانباء فی طبقات الاطباء، ابوالعباس احمد ابن ابی اصیبعہ
- (۳۰) کتاب اخبار الدول و آثار الاول، ابوالعباس احمد القرمانی
- (۳۱) اشهر مشاہیر الاسلام فی الحرب والسیاسة، رفیق بک دمشق
- (۳۲) طبقات الشافعية الکبری، قاضی تاج الدین السبکی
- (۳۳) نکت الهمیان فی اخبار العمیان، صلاح صفدی
- (۳۴) الدیاج المذهب، ابن فرحون
- (۳۵) الکفاية، ابوالعباس
- (۳۶) طبقات الحنفیه، عامر ابن قطلوبغا حنفی
- (۳۷) التعریف بالمصطلح الشریف، ابن فضل اللہ العمری
- (۳۸) الانس الجلیل فی تاریخ القدس والخلیل، مجیر الدین حبیبی
- (۳۹) روضة النسرین فی دولة بنی مرین، ابن الاعم
- (۴۰) مستودع العلامة، ابن الاعم
- (۴۱) تاریخ الاسلام، حافظ ذہبی
- (۴۲) تاریخ الدولین الموحدیه والحفصیه، ابو عبد اللہ محمد الزرشی
- (۴۳) ذیل بشارت الایمان فی فتوحات آل عثمان، مؤرخ حسین خوجه حنفی
- (۴۴) ازهار الرياض فی اخبار عیاض المقری
- (۴۵) درة الحجال، ابوالعباس ابن القاضی
- (۴۶) الخبر المعرب، شیخ ابی راس المعسکری
- (۴۷) التلخیص، حافظ ابن الجوزی
- (۴۸) سلك الدرر فی اهل القرن الثانی عشر، شمس الدین محمد خلیل المرادی
- (۴۹) ارشاد القاصد الی اسنى المقاصد، شمس الدین محمد بن ابراهیم انصاری
- (۵۰) ازهار الطیبة النشر فی بعض مبادئ العلوم العشر، قاضی ابوالفتح محمد الطالب القاسی

- (۵۱) التحفة القادرية 'ابو محمد عبد السلام القادری القاسی
- (۵۲) تحفة الاكابر فی مناقب شیخ عبد القادر 'ابوزید عبد الرحمن القاسی
- (۵۳) الدر النفیس فیمن بفاس من ابناء محمد بن ادريس 'ابو محمد الولید بن العربی القاسی
- (۵۴) كشف الظنون 'کاتب حلبی
- (۵۵) رحلة 'ابو محمد عبد الله التجانی
- (۵۶) رملة الحجازية 'الاسحاق
- (۵۷) رحلة 'شیخ ابورأس المعسکری
- (۵۸) الترجمانة الكبرى 'ابو القاسم الزیانی القاسی
- (۵۹) تذکرة الحفاظ 'حافظ ذہبی
- (۶۰) التعریف بالرجال المذکورین فی مختصر ابن حاجب الفرعی 'محمد بن عبد السلام المالکی
- (۶۱) الاطلاق النفیسة 'ابو علی احمد بن عمر بن رسته
- (۶۲) نفخ الطیب 'المقری
- (۶۳) جذوة الاقتباس 'ابو العباس ابن القاضی
- (۶۴) لقط الفرائد 'ابو العباس ابن القاضی
- (۶۵) وری الظما فیمن قال الشعر من الاماء 'حافظ ابن الجوزی
- (۶۶) تلخیص ابلیس 'حافظ ابن الجوزی
- (۶۷) ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب 'ابو منصور الثعالبی
- (۶۸) مفتاح السعادة و مصباح السیادة 'احمد بن مصطفی طاشکمری زاده
- (۶۹) الاستقصاء 'ابو العباس ناصری السلاوی
- (۷۰) خلاصة تاریخ العرب 'فرانیسی مؤرخ سیدیو
- (۷۱) الاشراف علی من بفاس من مشاهیر الاشراف 'قاضی ابوالفتح ابن الحاج
- (۷۲) سلوة الانفاس فیمن اقبر من العلماء و الصالحین بمدينة فاس 'ابو عبد الله محمد بن جعفر الکتانی القاسی
- (۷۳) رحلة 'امام حافظ ابوالقاسم النجفی
- (۷۴) ماء الموائد 'شیخ ابو محمد عبد الله اعیاش
- (۷۵) رحلة 'ابو عبد الله محمد بن عبد السلام الناصری
- (۷۶) فواتح الانس فی الرحلة الی القدس 'مصطفی اسعد لقمی
- (۷۷) روضة البسام فی الرحلة الی بلاد الشام 'محمد بن عبد الجواد القاياتی المصری
- (۷۸) رحلة الحبشة 'صادق پاشا



(۷۹) الرد الوافر علی من زعم ان من سمی ابن تیمیة شیخ الاسلام کافر، شمس الدین محمد دمشقی الشافعی

(۸۰) نبش الہدیان من تاریخ جرجی زیدان و جوابہ، احمد بن عبدالحی الحلی

(۸۱) الدرر المرصعة فی صلحاء درعہ، ابو عبد اللہ محمد المکی

(۸۲) الرد المتین علی منتقص الشیخ محی الدین، شیخ عبد الغنی النابلسی

(۸۳) تاریخ بیوتات فاس، ابو زید الفاسی

(۸۴) الجیش العرمم الخماسی، ابو عبد اللہ السوسی مراکش

(۸۵) البحر الزاخر فی تاریخ العالم و اخبار الاوائل والاخر، محمود مہدی المصری

(۸۶) تلخیص الابریز، شیخ رفاع الطحطاوی

(۸۷) النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة، ابوالحسن

(۸۸) تاریخ مصر الحدیث، جرجی زیدان

(۸۹) اوائل السیوطی، احمد بن عبدالحی الحلی

(۹۰) الدر النفیس، احمد بن عبدالحی الحلی

(۹۱) الانیس المطرب فیمن لقیته من ادباء المغرب، ابو عبد اللہ محمد بن الطیب العلمی

(۹۲) تاریخ الدولة الحسنية العلویة، ابوالعباس بن الحاج

(۹۳) ریاض الورد فیما انتمی الی هذا الجوهر الفرد، قاضی ابن الحاج

(۹۴) رسالة النقود الاسلامیة، تقی المقریزی

## کتاب تفسیر، فقہ، اصول، تصوف، لغت، سیاست، طب، حکمت

(۱) احکام القرآن، امام ابوبکر احمد بن علی بھاسنی

(۲) تفسیر، ابن عطیہ

(۳) تفسیر الکشاف، علامہ زنجیری

(۴) تفسیر، ابوسعود خضری

(۵) الاتقان فی علوم القرآن، حافظ سیوطی

(۶) تفسیر مراح لبید، شیخ محمد نووی الجاوی

(۷) احکام القرآن، قاضی ابوبکر بن العربی مالکی

(۸) تفسیر، علامہ قرطبی

(۹) تفسیر ابن عرفہ تونس

(۱۰) الدر المنثور، حافظ سیوطی

(۱۱) الاکلیل فی استنباط التنزیل، حافظ سیوطی

(۱۲) المحاذی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد السلام القاسی

## کتاب فقہ مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی اور متفرقات

(۱) المدونة ابن ابی زید

(۲-۵) شروحات المدونة ابو یحییٰ التازی، ابن ناجی، زروق، الاجہوری، جسوس وغیرہ

(۶) الکافی، ابی عمر ابن عبد البر

(۷) القوانین، ابو القاسم بن جزی

(۸) المعیار المعرب، حافظ وشرلیسی

(۹) شرح علی المختصر، زرقانی

(۱۰) شرح علی المختصر، ابی علی بن زحال المعدانی

(۱۱) حاشیہ علی الشرح الدردیر علی المختصر، شمس الدین الدسوقی

(۱۲) الغاز، ابن فرحون

(۱۳) التبصرہ، ابن فرحون

(۱۴) تحفة الناظر وغنیة الذاکر فی حفظ الشعائر وتغیر المناکر، امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد العقبانی

(۱۵) فتح الوہاب علی ہدایۃ الطلاب، شیخ مختار بن احمد الکنتی

(۱۶) فتاویٰ علامہ صالح ابو عبد اللہ علیش مالکی

(۱۷) شرح جامع خلیل، شیخ تاودی بن سودہ قاسی

(۱۸) رد المحتار علی الدر المختار، محمد بن عابد بن شامی

(۱۹) شرح ابی عبد اللہ المواق الفرناطی

(۲۰) والخطاب المکی علی المختصر

(۲۱) شرح علی المختصر، الشرحیختی

(۲۲) حاشیۃ الرہونی والشیخ الامیر المالکی المصری علی المختصر

(۲۳) تنبیہ الغافل، فجر وتی

(۲۴) شرح المنظومة التلمسانیة فی الفرائض، امام ابو یوسف السانی

- (۲۵) شرح علی المرشد المعین، ابو عبد اللہ محمد بن الطیب القادری
- (۲۶) سراج الملوک، ابو الولید الطرطوشی
- (۲۷) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، امام علاؤ الدین الکاسانی
- (۲۸) الوسيلة الاحمدية والوزیعة السرمدية فی شرح طريقة المحمدية، الحاج رجب بن احمد التركي
- (۲۹) نهاية الاحکام فیما للنیة من الاحکام، سید احمد حسینی الشافعی المصری
- (۳۰) الرسالة ابن الی زید
- (۳۱) البیان والتحصیل، ابو الولید بن رشد
- (۳۲) شرح ابی العباس القباب علی قواعد عیاض
- (۳۳) البریقة المحمودية فی شرح الطريقة المحمدية، شیخ ابوسعید الخادمی الحنفی
- (۳۴) کشاف القناع علی متن الاقناع، شیخ منصور بن ادریس الحنبلی
- (۳۵) فتاویٰ ابن حجر عسقلانی
- (۳۶) المواقف مع شرح، سید شریف الجرجانی
- (۳۷) الاحیاء، امام غزالی
- (۳۸) شرح الاحیاء، سید مرتضیٰ زبیدی
- (۳۹) القواصم والعواصم، امام ابوبکر ابن العربی
- (۴۰) الکوکب الساطع، حافظ سیوطی
- (۴۱) فواتح الرحموت علی مسلم الثبوت، علامہ عبد العلی الانصاری
- (۴۲) المصباح الوهاج المغنی عن سراج الداج، ابو عبد اللہ محمد التہامی المعروف شہبون یا الصوتی
- (۴۳) التیسیر فی احکام التسعیر، قاضی ابوالعباس احمد بن سعید مجلیدی
- (۴۴) شرح علی نظم الذریعة، ابوالعباس احمد الهشتوکی
- (۴۵) الدر المختار شرح تنویر الابصار
- (۴۶) الحدیقة الندیة فی شرح الطريقة المحمدية، علامہ عبد الغنی الزاہلی
- (۴۷) الشرح الجلی علی بیتی الموصلی، شہاب احمد بریر البیرونی
- (۴۸) المواهب الفتحة فی علوم اللغة العربية، شیخ حمزہ فتح اللہ مصری
- (۴۹) شرح خطبة المختصر، ابوالعباس الہدالی
- (۵۰) البواقیت والدرر فی شرح نخبة ابن حجر، شیخ عبدالرؤف مناوی
- (۵۱) فتاویٰ شہاب الدین احمد الرطبی الشافعی
- (۵۲) قوت القلوب، ابوطالب المکی

(۵۲) تخریج احادیث احیاء، حافظ عراقی

(۵۳) مختصر کتاب المومل فی الرد علی الامر الاول، حافظ ابوشامہ المقدسی

(۵۴) شرح جمع الجوامع المسمی "بالضیاء اللامع" ابوالعباس احمد طولوالقیر وانی

(۵۵) المدخل، ابو عبد اللہ بن الحاج العبدری

(۵۶) سنن المہتدین، المواق

(۵۷) بدائع السلك فی ترتیب الملك، قاضی ابو عبد اللہ بن الارزق الغرناطی

(۵۸) الانالة العلمية فی طريقة الفقراء المتجردین من الصوفیة، ابو عثمان سعید بن ابی جعفر التجیبی

(۵۹) منظومة الآداب، امام محمد بن عبد القوی المرادی

(۶۰) بلوغ اقصى المرام فی شرف العلم وما يتعلق به من الاحکام، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن مسعود القاسی

(۶۱) الاجوبة المهمة لمن له بامر دینه همة، شیخ مختار بن ابی بکر الکنتی

(۶۲) الآداب الشریعة الکبری، امام ابو محمد بن مفلح المقدسی الحسنبلی

(۶۳) غذاء الالباب لشرح منظومة الآداب، ابو عبد اللہ محمد بن احمد السفارینی

(۶۴) سعود المطالع والفواکه الجنویة، شیخ عبد البہادی الابیاری المصری

(۶۵) القصر المبنى علی حواشی المغنی، شیخ عبد البہادی الابیاری المصری

(۶۶) هداية الضال من القیل والقال، ابو محمد المامون بن عمر الکتانی

(۶۷) الابتهاج فی شرح المنهاج، امام تقی الدین السبکی

(۶۸) نسيمات الاسحار علی شرح افاضة الانوار علی متن اصول المنار، علامہ محمد بن احمد بن عابدین

شامی

(۶۹) متن و شرح جمع الجوامع، جلال الدین المحلی

(۷۰) حاشیه جمع الجوامع، ابو علی العطار المصری

(۷۱) الفروق، امام ابو العباس القرانی

(۷۲) العلم الشامخ فی ابی الحق علی الآباء والمشائخ، شیخ صالح المقبلی الیمنی

(۷۳) ادب الدنيا والدين، الماوردی

(۷۴) تاج العروس، ابو الفیض الزبیدی

(۷۵) الصحاح، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الخوارزمی

(۷۶) اتحاف ذوی الاستحقاق ببعض مراد المرادی

(۷۷) النوافح العالیہ فی المدائح السلیمانیة، ابو الفیض حمدون

(۷۸) الصارم المسلول علی شاتم الرسول، حافظ ابن تیمیہ

- (۷۹) البركة في فضل السعي والحركة، ابو عبد الله محمد بن عبد الرحمن يميني
- (۸۰) الوافي في المسالة الشرقية، امين ابراهيم شميل
- (۸۱) كناشة (يادداشتين) ابی العباس احمد بن عامر الحائفي السلاوي
- (۸۲) شرح الحافظ السخاوي على الفية العراقي في الاصطلاح.
- (۸۳) وفيات الاسلاف وتحيية الاخلاف، شهاب الدين المرجاني الغازاني
- (۸۴) مقدمة تاريخ الوزير، جودت پاشا ترکی
- (۸۵) مشارق الانوار، قاضي عياض
- (۸۶) مجمع بحار الانوار، شيخ محمد طاهر پيشي
- (۸۷) شرح الشواهد الكبرى، محمود عيني المصري
- (۸۸) روضة الاعلام بمنزلة العربية من علوم الاسلام فارس، ابو عبد الله محمد بن علي بن الارزق
- (۸۹) النهاية، ابن الاثير
- (۹۰) تهذيب الاسماء واللغات، امام نووي
- (۹۱) المطالع النصرية في اصول الخطبة، ابو الوفاء نصر الهوري
- (۹۲) القاموس، حاشية على القاموس، امام محمد بن الطيب القاسي
- (۹۳) فهرس، ابو العباس احمد بن قاسم البوني
- (۹۴) فهرسة، حافظ ابو بكر بن خير الاموي
- (۹۵) صلة الخلف بموصول السلف، ابن سليمان الروداني
- (۹۶) المنح الباذية في الاسانيد العالية، ابو عبد الله محمد الصغير القاسي
- (۹۷) افراد ذوى الاستعداد الى معالى الرواية والاسناد، شيخ ابو محمد عبد القادر بن احمد القاسي
- (۹۸) تسريح الابصار فيما يحتوى لبنان من الآثار، هنري لابنس مسيحي
- (۹۹) كناشة، ابو الفضل عباس بن ابی عبد الله القاسي
- (۱۰۰) آكام النفائس في آداب الاذكار بلسان فارس، علامه ابو الحسنات لکهنوی
- (۱۰۱) شرح نهج البلاغة، ابن ابی الحدید المدائني
- (۱۰۲) تنقيف اللسان و تلقیح الجنان، ابو حفص عمر بن خلف بن مكي
- (۱۰۳) كناشة، ابو عبد الله محمد بن الخياط بن ابراهيم القاسي
- (۱۰۴) الامتاع باحكام السماع، كمال الدين ابو الفضل جعفر بن ثعلب شافعي
- (۱۰۵) فتح القدوس، امام ابو العباس احمد بن عبد العزيز البهلاي
- (۱۰۶) المصباح، ابو عبد الله محمد بن احمد الخوارزمي



- (۱۰۷) مفاتیح العلوم، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الخوارزمی
- (۱۰۸) زوائد ابی اسحاق، حاشیہ ابن غازی علی الفیہ ابن مالک
- (۱۰۹) الرد علی ابن المطہر الحنبلی، حافظ ابن تیمیہ
- (۱۱۰) الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة، ابن القیم
- (۱۱۱) ارشاد المتسبب علی معونة المكتسب وبغیة التاجر والمحتسب، شیخ ابوسالم العیاشی
- (۱۱۲) معجم، حافظ مرتضی الزبیدی
- (۱۱۳) الفوائد الجمیة فی اسناد علوم الامة، امام ابوزید عبد الرحمن تمنازی
- (۱۱۴) ریاض اهل الجنة فی آثار اهل السنة، شیخ عبد الباقی الحنبلی
- (۱۱۵) حصر الشارد فی اسانید محمد عابد، شیخ محمد عابد سندھی المدنی
- (۱۱۶) البیان والتبیین، امام ابو عثمان الجاحظ
- (۱۱۷) حسن الصناعة فی علم الزراعة، امام ابو عثمان الجاحظ
- (۱۱۸) فتح المنة فی التلبیس بالسنة، امام شعرانی
- (۱۱۹) الطبقات الکبری، امام شعرانی
- (۱۲۰) المنن، امام شعرانی
- (۱۲۱) النفس الیمانی والروح الروحانی فی اجازة القضاة الثلاثة بنی الشوکانی، عبد الرحمن بن سلیمان الازھول
- (۱۲۲) تنبیه المغترین، امام شعرانی
- (۱۲۳) تحدید الاسنة فی الذب عن السنة، شیخ عبد الکبیر بن محمد الکتانی
- (۱۲۴) منهاج الاخلاق السنیة فی مباحج الاخلاق السنیة، علامہ شیخ عبد القادر الفاکھی الھکی
- (۱۲۵) شرح عین العلم، ملا علی القاری الحنفی
- (۱۲۶) تشیید المکانة لمن حفظ الامانة، ابوالمعارف مصطفیٰ بن کمال الدین
- (۱۲۷) بدائع الفرائد، حافظ ابن القیم الدمشقی
- (۱۲۸) المحاضرات، ابوعلی حسن بن مسعود الیوسی
- (۱۲۹) منهاج الالباب المصریة فی منهاج الآداب المصریة، شیخ رفاعہ الطھطاوی المصری
- (۱۳۰) الدوحة المشتبکة فی ضوابط دار السکة، ابو الحسن علی بن یوسف القاسی
- (۱۳۱) ضیاء النهار المجلی لقانح الابصار، ابو القاسم بن نجو الحسانی قاسی
- (۱۳۲) الوابل الصیب فی الکلم الطیب، حافظ ابن القیم الدمشقی
- (۱۳۳) حجة الکرام فی محجة اهل الاسلام، ابوعلی حسن بن مسعود الیوسی

(۱۳۳) القانون، ابو علی حسن بن مسعود الیوسی

(۱۳۵) بذل الکرامة لقراء المقامة، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن الجزاری

(۱۳۶) التوفیق من الرب القریب فی عدد شیهه وفی خضاب النبی الحبيب، شیخ عبدالکبیر بن محمد الکتانی (والد مؤلف)

(۱۳۷) عین العلم اختصار الاحیاء، شمس الدین محمد بن عثمان البلیخی

(۱۳۸) مقدمة اقوم المسالك فی معرفة احوال الممالک، وزیر خیر الدین پاشا تونس

(۱۳۹) التاج، امام ابو عثمان الجاحظ

(۱۴۰) رسالة فی مدح التجار و ذم عمل السلطان، امام ابو عثمان الجاحظ

(۱۴۱) حسن الصناعة فی علم الزراعة، وغیره دیگر کتب اور رسائل۔

تاہم میرا اس تالیف میں سب سے زیادہ اعتماد اور میرا عظیم ترین ماخذ علامہ ابو الحسن علی بن ذی الوزار تین محمد بن احمد بن موسیٰ بن مسعود بن موسیٰ بن ابی غفرۃ الخزاعی کی کتاب:

”تخریج الدلالات السمعیة علی ما کان فی عهد رسول اللہ ﷺ من الحرف والصنائع والعمالات الشرعیة“ ہے۔ اگرچہ مجھے یہ کتاب مکمل صورت میں نہیں ملی ہے۔ تاہم میں نے اس کے حاصل شدہ اجزاء پر معتد بہ اضافے کر کے کثیر تعداد میں فصول، اصول اور نقول بڑھا کر اس کو مرتب کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے مصنف کا دوسرا مقدمہ ملاحظہ کریں۔ مترجم)

میں نے اس کتاب میں عصری تقاضوں کے مطابق زبان و بیان کو اپنایا ہے، اختصار کو ترجیح دی ہے اور رائج ترین قول کو قلم بند کیا ہے، موضوع کی مناسبت کا خیال رکھتے مفید ترین باتوں سے گریز نہیں کیا۔

میں اس عظیم الشان کتاب ”تخریج الدلالات السمعیة“ کی تلاش و جستجو میں ایک عرصہ تک سرگرداں رہا، کیونکہ میری معلومات کے مطابق اس موضوع پر علامہ خزاعی سے پہلے اور بعد میں کسی نے بھی قلم نہیں اٹھایا، یہ کتاب اسلامی تہذیب و تمدن کے اولین تاسیسی دور کی دل پذیر کہانی سناتی ہے اور مؤلف کے الہامی فکر و تدبر کا پتہ دیتی ہے۔ اس کتاب نے اہل علم کو اپنی طرف متوجہ کیا مصنف کو شکریے کا مستحق ٹھہرایا اور عظیم و گراں قدر یادگار کے طور پر اس کتاب نے مصنف کا تذکرہ باقی رکھا۔ اس کے باوجود طویل عرصہ تک کتاب اور مؤلف گمنامی میں رہے اور ہم نے دونوں کو طاق نسیاں کی زینت بنا دیا، کتاب اور مصنف کی یاد دلوں سے محو ہو گئی، تاہم میں بصد شوق و رغبت اس کتاب کی تلاش میں سرگرداں رہا، وادی نون سے بلا و عریش کے آخر تک میں کتب خانوں میں اس کتاب کو ڈھونڈتا پھرا۔ یہاں تک کہ ۱۳۳۹ھ میں دوران سفر مکتبہ تونس الزہراء میں مجھے یہ کتاب دستیاب ہوئی، اس دوران وہاں کے قاضی جناب شیخ محمد طاہر عاشور نے اس نادر و نایاب کتاب کے حصول اور عاریتاً لینے میں میری مدد کی۔

میری حیرت اس وقت دوچند ہو گئی جب مجھے معلوم ہوا کہ میرے شہر اور دوسرے علاقوں کے اکثر اہل علم اس چمنستان (کتب خانہ) کا دورہ کرتے رہے ہیں اور کسی نے اس نادر گوہر کو لکھنے اور لینے کی کوشش نہیں کی، اس کی نشر

واشاعت تو دور کی بات ہے، لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے تو کسی نسخہ میں اور لائبریری کی کتابوں کی فہرست میں مؤلف کا نام مذکور نہیں۔ ادھر ادھر کی بھاگ دوڑ اس کتاب کے نام اور مؤلف کی پہچان کے باوجود مجھے کوئی ایسی چیز نہ ملی جو کتاب اور مصنف کے نام کی طرف اشارہ کرتی اور میری مشکل کو آسان کرتی۔

بہر حال میں اس تالیف کے جنون اور عشق کا شکار رہا، راتوں کو جاگ کر میں اس کی باتیں کرتا اور پوری کوشش صرف کرتا رہا تاکہ اسلام کے اس خادم مؤلف کتاب کا حق ادا کر دوں اور اس موضوع پر سیر حاصل بحث کروں جو ہماری آج کے دور میں اہم ضرورت ہے اور امت مسلمہ کے مسائل و مصائب کا حل ہے۔ میں نے کئی دن اور راتیں فاس میں کتاب ملنے کے بعد اس کتاب کے بارے میں غور و خوص میں بسر کیے اس کے ابواب کو فصول سے الگ کیا، اس کے اصول متعین کیے، مسودہ لکھنے والوں کی اغلاط درست کیں اگر اس میں آپ کو کوئی کمی کوتاہی نظر آئے تو یہ میرے فہم کا قصور ہوگا اور اسلامی آثار پر مبنی گراں قدر کتب کے عاشق کی لغزش ہوگی۔

میں نے سفر و حضر میں اس کا مطالعہ جاری رکھا اور میں نے محسوس کیا اگر مؤلف کی طرز اور انداز پر اس میں اضافے کیے جائیں تو موضوع اس کا متقاضی ہے اس سے کتاب مفید سے مفید تر ہو جائے گی۔ خصوصاً طباعت اور نشر و اشاعت کے اس دور میں جبکہ مشرق و مغرب میں کتب کی فراوانی ہے حالانکہ قبل ازیں اس کا تصور بھی محال تھا، خصوصاً امت مسلمہ کے عروج کے آخری دور میں جب مطابع نہ تھے، نشر و اشاعت کی یہ سہولتیں عنقا تھیں اور سفر نمونہ سقر تھا اور آج کے دور میں جو سفر گھنٹوں میں اختتام پذیر ہوتا ہے تب اس کے لیے ہفتے اور مہینے درکار ہوتے تھے سو میں نے اسے فرصت شمار کیا اور اس رسالہ کو چار ماہ یا اس سے کچھ زائد عرصہ میں جمع کر لیا، اس سلسلہ میں میری عظیم الشان لائبریری نے مجددہ تعالیٰ میرے مطالعہ کو آسان کر دیا، اور میں ایسی مفید معلومات فراہم کرنے میں کامیاب ہوا۔ اور شہر و دیہات کے صاحبان علم اور طالبان حقیقت کے لیے ایک نفع بخش کتاب کو مزید نفع بخشی کے ساتھ پیش کرنے میں سرخرو ہوا، میں نے اس کو خوب سے خوب تر اور نافع سے نفع بنانے کی سعی کی ہے اور اس میں دو مقدمات تحریر کیے ہیں۔

پہلے مقدمہ میں کتاب ”التخریج“ اور اس کے مؤلف کا تعارف اس کی اصطلاحات، مقاصد، غرض و غایت اور اجزاء ترکیبی کا ذکر ہے، کیونکہ اکثر کتب ان کے ذکر سے خالی ہیں اور اہل زمان ان کے حالات سے ناواقف ہیں، البتہ چند وہ لوگ جنہوں نے مجھ سے ان کا تذکرہ سنا ہے اور پھر اپنی جمع کردہ معلومات کی صورت میں اس کو پیش کیا ہے، بہر حال اپنی جدوجہد اور سعی سے حاصل کردہ معلومات اور بطور سرقہ حاصل شدہ معلومات میں بعد المشرقین ہے، جدی پشتی غلام اور خادم دو مختلف حیثیات رکھتے ہیں، یقیناً جو نااہل شخص شرفاء کے طور طریقے اپناتا ہے وہ اپنی اصلیت کا خیس پن ظاہر کرتا ہے، جو غیر مستحق دوسروں کا زیور پہنتا ہے وہ اپنی جگہ ہنسائی کرواتا ہے۔

دوسرے مقدمہ میں میں نے دونوں کتابوں کے عنوانات کی فہرست دی ہے تاکہ خزاہی اور کتابانی کی خدمت کا

نقشہ واضح ہو۔ فاقول واللہ المستعان



## کتاب التخریج کے مؤلف کا نام و نسب اور مولد و مسکن

ابن القاضی نے تاریخ ابن خلکان کے حواشی پر ”درة الحجال“ اور اپنی دوسری کتاب ”جذوة الاقتباس فی ذکر من حل من الاعلام بمدينة فاس“ میں مؤلف کا نام ابوالحسن علی بن ذی الوزارتین محمد بن احمد بن موسیٰ بن مسعود بن موسیٰ بن ابی غفرة الخزاعی تحریر کیا ہے۔ ”درة الحجال“ میں صرف علی بن مسعود الخزاعی التلمسانی ہی لکھا ہے آگے نسب نہیں لکھا۔ ”الجذوة“ میں لکھا ہے: علی بن ذی الوزارتین محمد بن مسعود الخزاعی جائے ولادت تلمسان جائے وفات فاس آباؤ اجداد کا تعلق اندلس سے تھا۔

میں نے ان کے والد ذی الوزارتین محمد بن مسعود الخزاعی کے نام و نسب اور تذکرہ کی تلاش میں کثیر سب کا مطالعہ کیا لیکن تاحال مجھے ان کا تذکرہ کہیں نہیں ملا پھر مجھے ان کے بیٹے ابوالحسن کے تذکرہ میں ابن الاحرر کی کتاب ”مستودع العلامة“ میں ان کا تذکرہ بایں الفاظ دستیاب ہوا: ذی الوزارتین قائد فقیہ انشاء پر داز سرکاری اہل کار محمد بن فقیہ القاضی موسیٰ بن مسعود الخزاعی ان کے والد تلوار اور قلم کے دھنی تھے مشہور شہسوار اور باکمال عالم تھے۔ ان کے آباؤ اجداد اندلس (اسپین) کے علماء اور قاضیوں میں سے تھے۔ وہاں سے یہ حضرات سمندر کے اس پار تلمسان میں آکر آباد ہوئے یہاں وزارت قیادت اور بلند اختری کے باعث تالیف و تصنیف کے کاموں میں سرفراز ہوئے۔

حافظ سیوطی کی کتاب ”لب اللباب فی تحریر الانساب“ میں ہے: خزاعی قبیلہ خزاعہ سے منسوب ہے یہ قبیلہ ازد سے ہے۔ ”القماموس“ میں ہے: خزاعہ قبیلہ ازد کی ایک شاخ ہے ان کو خزاعہ کا نام اس لیے دیا گیا کہ یہ لوگ اپنی قوم کے ساتھ نہیں گئے اور ان کے پیچھے مکہ میں رہ گئے تھے۔ ”الصحاح“ میں ہے: قبیلہ ازد کے لوگ جب مکہ مکرمہ سے نکل کر مختلف علاقوں میں آباد کاری کے لیے گئے خزاعہ ان کے پیچھے رہ گئے اور مکہ ہی میں اقامت پذیر رہے۔ ”العبر“ میں ہے: ان کی آبادیاں مکہ مر الظہر ان اور ان کے درمیانی علاقوں میں تھیں۔

### ولادت اور شیوخ

ابوزکریا السراج کی ”فہرسة“ میں ہے: علامہ خزاعی ۷۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور خطیب ابو عبد اللہ بن احمد بن مرزوق التلمسانی اور محدث ابوالبرکات محمد بن ابی بکر محمد بن ابراہیم البلفقی سے روایت حدیث کی اجازت حاصل کی۔

میں (علامہ کتابی) کہتا ہوں: جبھی آپ قلیل الروایت ہیں یا پھر آپ نے بڑی عمر میں روایت کی اجازت حاصل کی ہے کیونکہ علامہ خزاعی کی وفات اپنے مذکورہ بالا مشائخ کے قریب قریب ہوئی ہے۔ ”الذیبا ج“ میں ابن فرحون کے بقول خطیب بن مرزوق ۷۸۰ھ میں یا ”العبر“ کے مطابق ۷۸۱ھ میں فوت ہوئے اور ابوالبرکات ابن الحاج ”فہرسة ابی عبد اللہ الحضرمی“ کے مطابق ۷۷۱ھ میں فوت ہوئے۔ حیرت کی بات ہے خزاعی ایسے حافظ ہیں جن کے مشائخ ان کی وفات سے تقریباً دس سال قبل فوت ہوئے یا وہ ان کے ہم سن ہیں جب آپ

علامہ خزاعی اور ان کے مشائخ کی سن ولادت پر غور کریں گے آپ پر ان کا ہم عصر اور تقریباً ہم سن ہونا ظاہر ہو جائے گا۔

### علامہ خزاعی کے تذکرہ نگار

آپ کے شاگرد امام صوفی محدث فاس اور آپ سے روایت کرنے والے ابو زکریا یحییٰ بن احمد بن محمد بن سراج الحمیری القاسی المتونی ۸۰۵ھ نے اپنی فہرست میں علامہ کا ذکر شیخ جلیل لغت و تاریخ کے حافظ مصنف شاعر اور نثر نگار کی حیثیت سے کیا ہے اور کہا ہے: آپ جلیل القدر شیخ، فاضل لغوی، شاعر، صاحب عظمت، مؤرخ، بڑے سخی اور صاحب ایثار تھے آپ کے زمانہ میں کوئی آپ کا ہم پایہ نہ تھا، آپ اپنے میدان عمل میں یکتا اور منفرد تھے۔

ابن الاحرار نے اپنی کتاب ”مستودع العلامة“ میں آپ کو فقیہ انشاء پر داز اور اعلیٰ درجہ کا قلم کار کہا ہے پھر لکھا: آپ اپنے واسطے ہاتھ میں فخر کا علم تھا منے والے قابل فخر اور گراں قدر عہد کا مرکز، اندلس اور مغرب اقصیٰ (کے افریقی ممالک) کے عظیم القدر مصنف تھے حساب دانی میں محیر العقول صلاحیت کے مالک، لغت میں ابن السکیت سے بازی لے جانے والے، لاجواب فہم و حفظ سے متصف، عربی لغت کے ماہر اور علمی انداز میں اس کے مظہر، فقہ کی معرفت و مہارت میں سراپا بصیرت، اعلیٰ درجہ کے سخی اور فیاض جن کی داد و دہش میں کبھی کمی نہ آئی۔

ابوالعباس ابن القاضی نے ”جذوة الاقتباس“ میں صرف فقیہ اور رائٹر کی حیثیت سے ان کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ”درة الحجال“ میں مذکور ہے البتہ وہاں ان کے بارے میں ادیب کا کلمہ بھی مذکور ہے۔

### علامہ خزاعی کے بعض اشعار

ابن القاضی نے ”جذوة الاقتباس“ میں کہا ہے: جب موسیٰ ابوعنان المرینی شامین میں اپنے گھوڑے سے گرا تو علامہ خزاعی نے یہ اشعار کہے:

☆ میرے سردار! اگر شقراء (سفید مائل بہ سرخی گھوڑا) نے ٹھوکر کھائی ہے تو کوئی بات نہیں اس پر ملامت کرنے والا ظالم ہے۔

☆ آپ کی ہیبت کی وجہ سے اس قدر مضبوط گھوڑے کے قدم نہ ٹھہر سکے۔

☆ شہسواروں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے جب وہ گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں گھوڑے ڈگمگاتے ہیں اور ان کے عزائم کا مقابلہ نہیں کر پاتے۔

☆ رسول اللہ ﷺ جو خاتم الانبیاء اور سب سے اعلیٰ مرتبہ رکھنے والے ہیں ان کی زندگی میں ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہے۔

☆ آپ کو گھوڑے نے گرا دیا آپ کے پہلو میں اس چوٹ کے نشان باقی رہے۔

☆ یہاں تک کہ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ہمارے لیے روشن تعلیم والی سنت یادگار چھوڑی۔

☆ ابد الابد تک آپ پر اللہ کی صلوٰۃ اور سلام ہوں۔

ان اشعار پر ابو الولید بن الاحمر اور ابو سرحان مسعود بن محمد بن ابی الطلاق نے بھی تفسیر کی ہے۔  
در اصل واقعہ یہ ہے کہ سلطان امیر المؤمنین موسیٰ بن امیر المؤمنین ابو عنان المرینی نماز جمعہ کے بعد اپنے گھوڑے سے گر گئے اس پر کاتب ابن الحسن علی بن محمد المسعودی نے مذکورہ بالا اشعار کہے۔ یہ ”شرح البردہ“ میں امام الجادری کی روایت ہے۔ (اس موقع پر علامہ کتابی نے کتاب کے تقریباً تین صفحات پر ان اشعار کے قائل اور گھوڑے سے گرنے والے سلطان کے تعین میں طویل بحث ذکر کی ہے دلچسپی رکھنے والے حضرات اصل کتاب کے ص ۴۲ تا ۴۴ پر اس غیر ضروری بحث کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ مترجم)

### علامہ الخزاعی کے رواۃ اور ہماری متصل سند

مجھے نہیں معلوم کہ علامہ خزاعی سے اب تک ابوزکریا السراج کے علاوہ کسی نے روایت کی ہے ابوزکریا السراج کہتے ہیں: میں نے علامہ خزاعی سے ان کی تالیف ”تخریج الدلالات السمعیۃ علی ما کان فی عہد رسول اللہ ﷺ من الحرف والصنائع والعمالات الشرعیۃ“ کے بعض حصوں کی بلفظ سماع کی ہے انہوں نے مجھے اس کو جمع کر کے اس کی روایت کی عام اجازت مرحمت فرمائی۔  
ابوزکریا السراج سے ہماری متصل سند روایت درج ذیل صورتوں میں ہے:

ہم نے محدث مدینہ ابوالیسر فالح بن محمد الظاہری المدنی متوفی ۱۳۲۸ھ سے بذریعہ خط و کتابت اور پھر ۱۳۲۴ھ میں بالمشافہ اجازت لی انہوں نے خاتمة المحمدین ابو عبد اللہ محمد بن علی السنوسی سے انہوں نے قاضی مکہ عبد الحفیظ بن درویش الجیمی المکی سے اجازت لی۔

(ح) ایک درجہ اعلیٰ روایت از نور الحسن بن محمد حیدر الایوبی الانصاری از حیدر آباد دکن اجازت عامہ از والد خود قاضی عبد الحفیظ از خاتمة الحفاظ ابو الفیض مرتضیٰ الزبیدی الحسینی۔

(ح) از ابو محمد عبد اللہ بن درویش الرکابی السکری اور محمد سعید الحبال بالمشافہ درد مشق از مسند دیار شامیہ عبد الرحمن بن محمد بن عبد الرحمن الکزبری الدمشقی۔

(ح) اس کے مساوی ایک اور سند از ابو العباس احمد بن سالم المصری الشافعی از مسند دیار مصریہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن یوسف النہمی الطندتائی۔

(ح) اس سے ایک درجہ اعلیٰ روایت از علامہ احمد بن صالح السویدی البغدادی مکتوبہ از مکہ مکرمہ دوران حج ۱۳۲۱ھ۔  
الجیمی، النہمی، الکزبری اور السویدی از خاتمة الحفاظ ابو الفیض محمد مرتضیٰ الزبیدی الحسینی المصری مقدم الذکر تین حضرات کے لیے اجازت خاصہ اور مؤخر الذکر کے لیے اجازت عامہ از ابو عبد اللہ محمد بن الطیب الشرکی الفاسی از شیخ ابو العباس احمد بن محمد بن ناصر الدرعی از والد خود از ابو عبد اللہ محمد المصودی از مفتی فاس ابوزکریا یحییٰ السراج از ابو الحسن علی بن محمد بن ہارون الفاسی۔

(ح) از مسند اسکندریہ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن صالح البنا الحنفی بالمشافہ ۱۳۲۳ھ از والد خود از مسند مدینہ سید زین



العابدین جمل اللیل المدنی۔

(ح) از شیخ خضر بن عثمان الرضوی حیدر آباد بذریعہ مکتوب از حیدر آباد از شہاب الدین العمری القندھاری از رفیع الدین قندھاری از محمد بن محمد بن عبد اللہ المغربی المدنی از مسند حجاز عبد اللہ بن سالم البصری المکی از ابو مہدی عیسیٰ بن محمد الثعالبی المکی از سعید بن محمد قدورة الجزازی از سعید بن محمد المقری از سفیان ابن ہارون العاصمی السفیانی از ابو عبد اللہ بن غازی از شیخ المبارک ابو عبد اللہ محمد بن ابی القاسم محمد بن یحییٰ النفزی الحمیری المعروف السراج الفاسی از والد خود ابو القاسم محمد از جد خود حافظ صوفی اکمل ابو زکریا السراج از ابو الحسن الخزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

### رہائش، وفات اور مدفن

ابن القاضی کی ”درة الحجال“ اور ”لقط الفرائد“ میں ہے: آپ کا انتقال ۷۸۹ھ میں ہوا، آپ کے شاگرد رشید ابو زکریا السراج نے کہا: آپ کا انتقال اتوار کے دن بعد از نماز عصر ۵ ذی القعدہ ۷۸۹ھ کو ہوا اور پیر کے دن آپ کی تدفین ہوئی۔ اس روایت کے مطابق آپ کا مدفن فاس میں ہے۔ مؤلف ”جذوة الاقتباس“ کا قول گزر چکا ہے کہ آپ کا مولد تلمسان ہے، وفات فاس میں ہوئی اور آپ کے آباؤ اجداد اندلس (اسپین) کے تھے۔ ”الدرة“ میں صرف ان کا تلمسانی ہونا مذکور ہے، لیکن ”الجذوة“ کی روایت اور سراج کے قول سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ کا مدفن فاس ہے۔

ان کی اس کتاب ’تخریج الدلالات السمعیة علی ما کان فی عہد رسول اللہ ﷺ من الحرف والصنائع والعمالات الشرعیة‘ کا نام ان کے تلمسانی ہونے پر دلالت کرتا ہے اس سے ان کے علم کا نام کے ماہر ہونے کا پتہ چلتا ہے کیونکہ ”الدلالات“ کے بعد ”السمعیة“ ہے، ”سوف کرنا اور اسے اپنی کتاب کا عنوان بنانا یہ تلمسانی علماء ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔ ابو عباس خزاعی نے ”ازہار الریاض“ میں بعض متاخرین کا یہ کام نقل کیا ہے کہ تالیف و تصنیف میں تلمسان کے علماء نے ہاں جو نظریہ کا اثر دیکھتے ہیں۔

جب یہ طے ہو گیا کہ علامہ خزاعی کا مدفن فاس میں ہے تو نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی ابدی آرام گاہ کا کسی کو علم نہیں ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قبر فاس کے باب الفتوح کے باہر مطرح الجبلہ میں ہو گی۔ امام المقری نے ”ازہار الریاض“ میں امام ابن رشید الفہری کے تذکرہ میں کہا ہے کہ آپ کو باب الفتوح کے باہر روضہ مبارکہ المعروف مطرح الجبلہ میں دفن کیا گیا، کیونکہ فاس میں باہر سے تشریف لانے والے تمام علماء اور صلحاء کا مدفن یہیں ہے۔

تعب کی بات تو یہ ہے کہ علامہ الخزاعی کے شاگرد ابو زکریا السراج نے اول آخر ان کے وطن کا ذکر کیا نہ ہی ان کا تذکرہ کیا ہے، سواب اگر درج ذیل حضرات نے علامہ خزاعی کی اس مہتمم بالشان کتاب اور خود علامہ خزاعی کا تذکرہ نہیں کیا تو حیرت کی بات نہیں ہے:

(۱) البستان فی علماء تلمسان ابن ابی مریم	(۹) ازہار الریاض فی اخبار عیاض ابو العباس المقری
(۲) سلوة الانفاس محمد بن ادريس الکتانی	(۱۰) نیل الابتهاج و کفایة المحتاج ابو العباس سوڈانی
(۳) الدیاج ابن فرحون	(۱۱) طبقات المالکۃ ابو العباس ابن عجیبہ
(۴) التوشیح البدر القرانی	(۱۲) الوفیات ابو العباس بن قنفذ
(۵) الانباء الغمر بخواتم العمر حافظ ابن حجر	(۱۳) حصر الشارد من اسانید محمد عابد شیخ محمد عابد الانصاری السندی
تذکرہ متوفیان ۸۹۷ھ	(۱۴) اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر قاضی محمد بن علی الشوکانی
(۶) کشف الظنون فی اسماء الکتاب والفنون کاتب حلبی	(۱۵) طبقات الحفاظ حافظ سیوطی
(۷) صلة الخلف بموصول السلف ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الردانی	
(۸) بدیعیۃ البیان و شرحها التبیان حافظ محمد ناصر الدین الدمشقی	

اسی طرح ”نفع الطیب“ اور ”فتح المتعال“ وغیرہ میں اگرچہ علماء تلمسان کا ذکر موجود ہے لیکن امام خزاعی کا ذکر مفقود ہے۔ یقیناً عظمت و کمال اللہ وحدہ کے شایان شان ہے۔

### موجودہ کتب خانوں میں ”کتاب التخریج“ کے نسخے اور اس کے ناقلین

میں نے اپنے شیخ قاضی مکناں ابو العباس احمد بن الطالب بن سودہ کی یادداشتوں پر مشتمل نوٹ بک میں ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ”کتاب التخریج“ کا ایک نسخہ الزیتون لائبریری میں عطیات کردہ کتب کے شعبے میں موجود ہے، لیکن چند برس کی متعدد بار کوشش اور چھان پھٹک کے باوجود مجھے یہ نسخہ دستیاب نہیں ہوا، اسی طرح فاس جدید کی لکھنویہ لائبریری کی فہرست کتب میں جو دولت حفیظیہ کے ایام میں مرتب کی گئی مجھے اس کتاب کا نام ملا، لیکن یہ معلوم نہ ہو چکا کہ یہ نسخہ اب کہاں ہے؟ میرے ایک ہم عصر نے مجھے بتایا کہ پیرس کی لائبریری میں اس نے کتابوں کی فہرست میں ”کتاب التخریج“ کا نام دیکھا ہے۔ لیکن مجھے جو نسخہ ملا ہے وہ تو نسیہ نسخہ ہے، یہ نسخہ جامع الزیتونہ کی لائبریری میں نمبر ۷۵۷۲ پر مرقوم ہے، یہ نسخہ مشیر احمد پاشا نے ۱۲۵۶ھ میں برائے افادۃ طالبان علم تحفہ پیش کیا تھا۔ یہ نسخہ ناقص ہے القسم العاشر اس میں موجود نہیں ہے، میں نے زیر استعمال نسخہ اس نسخہ سے اپنے ہاتھوں سے نقل کیا ہے۔

یہ کل پانچ نسخے ہوئے، میں نے حجاز، مصر، شام، تونس، الجزائر اور مغرب اقصیٰ (مراکش وغیرہ) میں یہاں وہاں لائبریریوں میں دیکھا، وہاں کی کتب کی فہرستیں کھنگالیں تاہم مجھے اس کتاب کے چھٹے نسخے کے سراغ نہیں ملا، اس نسخے کے ناقلین کون کون تھے؟ مجھے متحضر نہیں ائمہ حدیث میں سے اسماء رجال کے جامعین اور مدونین میں سے کس کس نے اپنی کتب میں اس کا ذکر کیا ہے مجھے یاد نہیں۔ البتہ آخر میں مجھے معلوم ہوا کہ شیخ رفاعہ الطھطاوی المصری

نے اپنی کتاب ”نہایۃ الایجاز فی سیرۃ ساکن الحجاز“ میں اس پر مفید بحث کی ہے۔ یہ کتاب مصر کے المطبعة الخیریۃ سے بہت پہلے شائع ہوئی ہے اس کتاب کے ص ۳۰۵ تا ص ۵۳۱ میں یہ بحث موجود ہے۔ یہ کتاب ہمارے شہروں میں دستیاب نہیں اور مجھے ایسا کوئی عالم نہیں ملا جس نے یہ کتاب دیکھی ہو سب سے پہلے کاتب سید محمد ابن الخوجۃ الجزائری نے اسے الجزائری قانون کے مقدمہ میں نقل کیا ہے۔ ہمارے دور میں عموماً لوگ ٹھٹھاوی کے حوالہ سے اس کا ذکر کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

## ”کتاب التخریج“ کا اولین خطبہ

امام ابوالحسن الخزاعی اپنی کتاب کی ابتداء میں کہتے ہیں:

بر قسم کی حمد اللہ کے لیے ہے جس نے بغیر کسی مجبوری کے خلق کو پیدا فرمایا اور اپنے فضل و عطا سے ان کو فراوان رزق عطا فرمایا ان میں اپنے رسول بھیجے جنہوں نے واضح دلائل سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت کو ثابت کیا لوگوں کے لیے اللہ پر ایمان لانے اس کے اوامر پر کاربند رہنے اور اس کے نواہی سے باز رہنے کو براہین سے واضح کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام میں سے عظیم القدر رفیع الذکر مرتبہ میں اول رسالت میں آخر خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولینا محمد ﷺ نبی کریم اور اہل ایمان کے لیے رؤف و رحیم کے ساتھ مختص فرمایا۔ آپ نے امانت کی ادائیگی کا حق کماحقہ پورا فرمایا۔ پیغام الہی پہنچایا رشد و ہدایت سے نوازا خیر خواہی فرمائی اور حق کو واضح فرمایا۔ الخ

## ”کتاب التخریج“ کی تدوین کا مقصد

علامہ خزاعی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: اما بعد! میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا جو علوم و معارف میں صاحب رسوخ نہیں تھے اور طلب علم میں ان کی رسائی صرف قلم اور دوات تک محدود تھی وہ دورِ حاضر میں ان حکومتی ذمہ داریوں کے قبول کرنے کو بدعت گمان کرتے ہیں اتباع سنت نہیں سمجھتے دین میں ہمہ تن مشغول ہونے کے باوجود مسنون اعمال اور ذمہ داریاں نبھانے پر عمل پیرا نہیں ہوتے میں اللہ تعالیٰ سے اس معاملہ میں خیر کا طالب ہوا کہ میں ان معلومات کو ایک کتاب میں جمع کر دوں جس میں ان ذمہ داریوں کو نبھانے والوں تک میری علمی رسائی ہے جس سے ناواقف کے علم میں اضافہ ہو اور خواہ مخواہ کنارہ کشی اختیار کر کے مشقت میں پڑنے والا انصاف کو پالے۔ اس مقصد کے پیش نظر میں نے یہ کتاب تالیف کی اور میں نے ان ذمہ داریوں پر مقرر کردہ رسول اللہ ﷺ کے تمام عمال صحابہ کرام کا ان کے نام و نسب اور ذمہ داری سمیت ذکر کیا ہے۔ تاکہ آج کے دور میں جس کسی کو یہ ذمہ داری سونپی جائے وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ایسی شرعی ذمہ داری کی انجام دہی کا اعزاز بخشا ہے جسے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے سرانجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے صحابہ کرام کی نیابت عطا کی ہے سو وہ اسے بطریق احسن پورا کرے اقامت حق میں اپنی پوری کوشش صرف کرے شریعت کے تقاضوں کی پاسداری کرے اس طرح وہ سنت کا زندہ کرنے والا اور اعمالِ حسنہ کا جمع کرنے والا ہوگا۔

میں نے اس کتاب کی تالیف و تدوین میں جس قدر مشقت جھیلی ہے اور اس کے نتیجہ میں ان تمام پیشوں، صنعتوں اور دیگر ذمہ داریوں کو ذکر کیا ہے، نبی ﷺ کے عمال، ان کے سپرد کاموں کی شرعی عزت و حرمت اور ان کے بدگمانی کے داعیہ سے منزہ ہونے پر جو محنت کی ہے اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر جمیل کا امیدوار ہوں۔ آخرت میں اس کے فضل و کرم کا طلب گار ہوں اور دنیا میں ارباب علم سے شکر جمیل کا خواستگار ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

## ”کتاب التخریج“ کی تاریخ تدوین

علامہ خزاعی فرماتے ہیں: میں اپنے فرصت کے ایام میں تمام مشاغل سے دست بردار ہو کر کمین گاہوں سے اس موضوع پر مشتمل منتشر اقوال جمع کرتا رہا اور متعلقہ ہر مقام سے اس کے فوائد چننا رہا، میں برابر اس کتاب کی تالیف و تصنیف اس کے ابواب کی تدوین و ترتیب میں منہمک رہا۔ اس کی تصحیح میں مشغول رہا اور اس کی عبارت کو مہذب و منقح کرتا رہا یہاں تک کہ میری کاوشیں رنگ لائیں، علم کے باغ میں اس کے پھول کھلے اور فوائد کے افق پر اس کا بدر کامل روشنی بکھیرنے لگا یہ ۸۶ھ کے اوائل کا واقعہ ہے کہ میں نے اس کے ناسفہ موتی کو بد نظروں کی بدنگاہی اور بخیلوں کی دست برد سے محفوظ کر دیا۔ الخ

علامہ خزاعی کی تصریح کے مطابق اس کتاب کی تکمیل ۸۶ھ میں ہوئی ہے اور خزاعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تکمیل کے تقریباً تین سال بعد تک بقید حیات رہے۔

جس صاحب علم نے علامہ خزاعی جیسا نادر کام کیا ہو اور میری طرح اسے تالیف و تصنیف میں مشقتیں برداشت کرنی پڑی ہوں وہ جان سکتا ہے کہ یقیناً علامہ خزاعی رحمہ اللہ نے دشواریوں کا سامن کیا ہوگا، طویل عرصہ تک غور و خوض میں منہمک رہے ہوں گے اس قدر ابواب اور عنوانات یونہی سرسری غور و فکر سے قائم نہیں ہو سکتے تھے انہوں نے بڑی سوچ بچار کے بعد مختلف روایات کو تلاش کر کے مختلف اور کثیر التعداد عنوانات کے تحت نقل کیا ہوگا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں عظیم القدر اور قوی العزم حضرات کا یہی دستور العمل ہوتا ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن صفی الدین ابو الفرج کا تب اصفہانی کہتا ہے: جو شخص کتاب تصنیف کرتا ہے وہ بعد ازاں یہ ضرور کہتا ہے: اگر میں اس عبارت کو مقدم کرتا یا اس کو مؤخر کرتا تو۔۔۔۔۔ یہ درحقیقت بشر کے بجز و در ماندگی کی دلیل ہے ہر طرح کا کمال یقیناً قوی و قدر خالق ہی کے لیے ہے۔ تمام الراویہ اپنے قصیدہ میں کہتا ہے: کمال کا جو یا کبھی مطمئن نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ موت کو کھلے لگا لیتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کے باوجود علامہ خزاعی رحمہ اللہ کے کثیر عنوانات ایسے ہیں جن کو دوسرا عنوان دیا جانا زیادہ مناسب اور زیادہ صحیح تھا انسان کا معاملہ یہی ہے کثرت غور و فکر سے وہ تردد کا شکار ہو جاتا ہے کہ کیا اے اور کیا چھوڑے اور کبھی اس کا عزم و ارادہ ڈھیلیا پڑ جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا  
کَثِيرًا (النساء: ۸۲)

اور اگر وہ اللہ کے غیر کی طرف سے ہوتا تو وہ ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس جیسے موضوعات میں متعدد ترجیحات ہوتی ہیں، سوچ کی کئی راہیں نمایاں ہوتی ہیں اور تصنیف و تالیف مشکل ترین کام بن جاتا ہے، اسی لیے کہا گیا ہے: جس نے تصنیف کی وہ نشانہ بنا، اور یہ بھی کہا گیا ہے: جس نے کتاب لکھی اس نے اپنی عقل پلیٹ میں رکھ کر لوگوں کے سامنے پیش کر دی۔

میں کہتا ہوں: گہری سوچ بچار کے متقاضی موضوع پر تصنیف گویا داغنے کے چھوٹے آلہ کو ہاتھ میں لینا ہے جس سے مصنف اپنے خیالات کو پالش کرتا ہے، اپنے صبر و استقامت کو آزماتا ہے، اپنی سعی و کوشش کو انتہاء تک پہنچاتا ہے اور اپنی فکری قوتوں کو استقلال عطا کرتا ہے۔

### سلطان ابو فارس موسیٰ کے نام

علامہ الخزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب اس مغربی خطہ پر ہمارے سردار اور آقا امیر المؤمنین المتوکل علی اللہ ابو فارس موسیٰ بن امیر المؤمنین المتوکل علی اللہ ابو عنان فارس ابن خلفاء راشدین، شیران بیشہ ملوک بنو مرین (اللہ ان کا معاون و مددگار ہو اور ان سے راضی رہے) حکمران بنے تو میں نے اپنی یہ تالیف ان کے نام کر دی کہ شروع سے خدام کا یہی طریق کار رہا ہے کہ وہ آنے والے مخدوم کی خدمت میں تحائف پیش کرتے ہیں۔ الخ

سلطان ابو فارس موسیٰ بن ابی عنان مذکور کا لقب متوکل علی اللہ تھا، سلطان ابو عنان اس کے والد تھے، ۲ ربیع الاول ۸۶ھ کو جمعرات کے دن اس کی بیعت ہوئی، قاضی ابن السکاک کی تصریح کے مطابق فاس الجدید میں اس کی بیعت ہوئی، پھر یہ مکنا س منتقل ہو گیا اور وہاں ۸۸ھ میں زہر خورانی کا شکار ہو کر مرا۔

ابن خلدون نے ”العبر“ میں کہا ہے: جمادی الآخر میں اس کو بیماری نے گھیرا اور تین سال حکمرانی کرنے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، لوگوں کا خیال تھا اسے اس کے وزیر نے زہر دیا ہے۔ (جزء السابع ص ۳۵۲)

”الاستقصاء“ میں ابو فارس موسیٰ کے تذکرہ میں ہے: اس کا رمضان میں انتقال ہوا اور اس کی مدت حکمرانی تقریباً دو سال اور چار ماہ ہے۔

ابو الولید بن الاحرر نے ”روضۃ النسرین فی دولة بنی مرین“ میں لکھا ہے: ابو فارس موسیٰ کی جمعرات ۲۰ ربیع الاول کو بیعت ہوئی اور جمعہ کے روز رجب ۸۸ھ میں زہر خورانی کی وجہ سے اکتیس سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا، اس کا دور حکمرانی دو سال اور چار ماہ پر مشتمل تھا۔

جب سلطان ابو فارس موسیٰ فاس کے عاقہ شامیین میں جامع القرویین میں نماز کے ادارہ سے جاتے ہوئے گھوڑے سے گر گیا تو علامہ ابوالحسن الخزاعی اور عباد وغیرہ نے اپنی منظومات میں اس کو تسلی دی (علامہ خزاعی کے اشعار کا ترجمہ گذشتہ صفحات میں دیکھئے) اس سلسلہ میں ہماری کتاب ”تاریخ القرویین“ ملاحظہ فرمائیں، مشہور شاعر ابو عبد اللہ بن زمرک نے سلطان ابو فارس موسیٰ کی شان میں قصیدہ لکھا ہے جسے ابو العباس المقری نے ”ازہار الریاض“ میں نقل کیا ہے۔

## دولت مرینیہ میں عہدہ اور ذمہ داری

ابن القاضی نے علامہ خزاعی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھا ہے: آپ شاہان مرینیہ میں سے اپنے ہم زمان ایک بادشاہ کے کاتب رہے مجھے ابوفارس موسیٰ کے کاتبوں اور قاضیوں میں علامہ کا تذکرہ نہیں ملا ابن الانمر نے ”روضۃ النسرین“ میں اس کے وزیر کا نام مسعود بن رحون بن فاسی اور اس کے کاتبوں کا نام محمد بن محمد بن ابی عمر تسمی اور ابوالقاسم محمد بن سودۃ المری اور اس کے قاضی کا نام محمد المغیلی تحریر کیا ہے۔ پھر میں نے ابوفارس موسیٰ سے پہلے بنو مرین کے حکمرانوں کے تذکرے پڑھے تو مجھے علامہ کا نام المستعین باللہ ابراہیم بن ابی الحسن المرینی کے کاتبوں میں ملا المستعین باللہ بروز جمعہ ۱۵ شعبان ۷۶۰ھ کو تخت نشین ہوا اور اسے جمعرات ۲۱ ذی قعدہ ۷۶۳ھ کو قتل کر دیا گیا۔ ”روضۃ النسرین“ میں ابوالقاسم بن یوسف بن رضوان اور علی بن محمد بن مسعود الخزاعی کو اس کے کاتب لکھا گیا ہے۔

بعد ازاں مجھے ابن الاحمر کی کتاب میں یہ تحریر ملی کہ علامہ الخزاعی امیر المسلمین ابوسالم ابراہیم بن امیر المؤمنین ابوالحسن علی بن امیر المسلمین ابی سعید عثمان بن امیر المؤمنین یعقوب بن عبدالحق المرینی بادشاہ مغرب کے کاتب رہے۔ آپ اس مجلس کے صدر نشین تھے (میرنشی ڈائریکٹر تھے)۔ پہلے بنو عبد الواد کے لیے اور بعد میں بنو مرین کے لیے یہ خدمت انجام دی۔ دونوں طرف کے صاحبان علم و فضل نے آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

## ”کتاب التخریج“ میں علامہ خزاعی کی اصطلاحات اور طریق کار

علامہ خزاعی نے کتاب کو دس اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر قسم کے تحت متعدد ابواب اور زیادہ تر ابواب کے تحت متعدد فصول اور زیادہ تر فصول کے تحت متعدد مسائل ذکر کیے ہیں اور اپنی کتاب کے متعلق کہا ہے:

میں نے اپنی کتاب کا مطالعہ کیا اور اس میں لائے گئے مشکل الفاظ کی تشریح و توضیح کی جن مقامات سے یہ فوائد نقل کیے گئے ان تمام علماء کی کتب کے حوالہ جات فراہم کر دیئے تاکہ اس کتاب کا قاری اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جائے اور اطمینان قلب پائے۔

علامہ خزاعی نے لغوی تحقیق میں توسع سے کام لیا ہے اور نظیر پہ نظیر ذکر کرتے گئے ایسا محسوس ہوتا ہے ان کے دور میں کتب لغت کی قلت تھی اور وہ دانستہ بات سے بات نکالتے چلے گئے۔ عموماً جب کسی صحابی کا ذکر آیا تو صاحب ”الاستیعاب“ کی پیروی میں صحابی کا نام و نسب اور مکمل حالات زندگی بیان کر دیئے پھر اس صحابی کے نسب اور تذکرہ میں جو مشکل الفاظ آئے ان کی تشریح اور تفسیر کی اگرچہ کتاب کے موضوع کا تعلق نبی ﷺ کے دور اقدس کی صنعت و حرفت اور کاروبار زندگی سے تھا اس میں خلفاء راشدین کے دور کو بھی شامل کر لیا اور اس دور کی ایجادات و اختراعات کو بھی موضوع گفتگو بنایا۔

علامہ خزاعی کی اس تصنیف میں جو صاحب علم غور و خوض کرے گا اس پر یہ عقدہ کھل جائے گا کہ علامہ احادیث



کی تخریج میں اکثر ضعیف روایات پر انحصار کرتے ہیں یا بہ تکلف احادیث سے حسب منشاء استخراج مسائل کر لیتے ہیں اور یہ کہ مؤلف مرحوم فن حدیث کی اصطلاحات کے ماہر نہ تھے اور اس فن کی باریکیوں پر ان کو کامل دسترس نہ تھی چنانچہ آپ دیکھیں گے وہ ”زوی“ کا لفظ بالتکلف استعمال کرتے ہیں حتیٰ کہ صحیحین کی احادیث کے ساتھ ان کا یہی معاملہ ہوتا ہے جبکہ ابن الصلاح، نووی، العراقي اور المندری وغیرہ کی تصریح کے مطابق لفظ ”زوی“ کا استعمال احادیث ضعیفہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

اسی طرح علامہ الخزاعی بطور حوالہ بکثرت صحیح مسلم کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ وہ حدیث صحیح البخاری میں موجود ہوتی ہے اور علماء حدیث کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ صحیح البخاری کو ہر کتاب پر ترجیح دیتے ہیں اور صحیحین کی حدیث میں پہلے صحیح البخاری کا حوالہ دیتے ہیں البتہ الفاظ نبویہ پر امام مسلم کی شدت محافظت کے سبب الفاظ صحیح مسلم کے ذکر کرتے ہیں۔

اس حقیقت کی تلاش ہو تو علامہ الخزاعی کی ذکر کردہ پہلی حدیث ملاحظہ کریں، وہ اپنی کتاب کو امیر وقت موسیٰ المرینی کے نام پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں: حسب عادت خدام میں اپنی یہ تالیف اپنے مخدوم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور نبی ﷺ کی حدیث پر عمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں کہ آپ کی خبر حق اور آپ کا وعدہ سچا ہے، آپ ﷺ نے محبت کے حصول کے لیے تحفہ پیش کرنے کا حکم فرمایا ہے، ارشاد نبوی ہے: ایک دوسرے کو تحائف دو، باہم محبت بڑھے گی۔<sup>۱۲</sup> اور آپ نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کو تحائف دو، محبت میں اضافہ کرو، اس حدیث کو قاضی محمد بن سلامہ نے اپنی کتاب ”الشہاب“ میں ذکر کیا ہے۔ الخ

ایک مالکی اور محدث سے کتاب الشہاب کا حوالہ عجیب سی بات ہے، حالانکہ یہ حدیث ان کے امام ابن انس کے مؤطا میں موجود ہے "باب ما جاء في المهاجرة" میں عطاء بن عبد اللہ الخراسانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ جَاءَ فِي الْمُهَاجِرَةِ فَهُوَ كَمَنْ جَاءَ فِي الْبَيْتِ"۔

۵۔ اس کا اسناد نہایت ضعیف ہے 'طہ انی' (۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲) (حدیث ۷۹) (مجمع البحرین) (مجمع الروائد) ج ۴ ص ۶۱۶ ابو الشیخ (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳) (۱۲۲۴) (۱۲۲۵) (۱۲۲۶) (۱۲۲۷) (۱۲۲۸) (۱۲۲۹) (۱۲۳۰) (۱۲۳۱) (۱۲۳۲) (۱۲۳۳) (۱۲۳۴) (۱۲۳۵) (۱۲۳۶) (۱۲۳۷) (۱۲۳۸) (۱۲۳۹) (۱۲۴۰) (۱۲۴۱) (۱۲۴۲) (۱۲۴۳) (۱۲۴۴) (۱۲۴۵) (۱۲۴۶) (۱۲۴۷) (۱۲۴۸) (۱۲۴۹) (۱۲۵۰) (۱۲۵۱) (۱۲۵۲) (۱۲۵۳) (۱۲۵۴) (۱۲۵۵) (۱۲۵۶) (۱۲۵۷) (۱۲۵۸) (۱۲۵۹) (۱۲۶۰) (۱۲۶۱) (۱۲۶۲) (۱۲۶۳) (۱۲۶۴) (۱۲۶۵) (۱۲۶۶) (۱۲۶۷) (۱۲۶۸) (۱۲۶۹) (۱۲۷۰) (۱۲۷۱) (۱۲۷۲) (۱۲۷۳) (۱۲۷۴) (۱۲۷۵) (۱۲۷۶) (۱۲۷۷) (۱۲۷۸) (۱۲۷۹) (۱۲۸۰) (۱۲۸۱) (۱۲۸۲) (۱۲۸۳) (۱۲۸۴) (۱۲۸۵) (۱۲۸۶) (۱۲۸۷) (۱۲۸۸) (۱۲۸۹) (۱۲۹۰) (۱۲۹۱) (۱۲۹۲) (۱۲۹۳) (۱۲۹۴) (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) (۱۲۹۷) (۱۲۹۸) (۱۲۹۹) (۱۳۰۰) (۱۳۰۱) (۱۳۰۲) (۱۳۰۳) (۱۳۰۴) (۱۳۰۵) (۱۳۰۶) (۱۳۰۷) (۱۳۰۸) (۱۳۰۹) (۱۳۱۰) (۱۳۱۱) (۱۳۱۲) (۱۳۱۳) (۱۳۱۴) (۱۳۱۵) (۱۳۱۶) (۱۳۱۷) (۱۳۱۸) (۱۳۱۹) (۱۳۲۰) (۱۳۲۱) (۱۳۲۲) (۱۳۲۳) (۱۳۲۴) (۱۳۲۵) (۱۳۲۶) (۱۳۲۷) (۱۳۲۸) (۱۳۲۹) (۱۳۳۰) (۱۳۳۱) (۱۳۳۲) (۱۳۳۳) (۱۳۳۴) (۱۳۳۵) (۱۳۳۶) (۱۳۳۷) (۱۳۳۸) (۱۳۳۹) (۱۳۴۰) (۱۳۴۱) (۱۳۴۲) (۱۳۴۳) (۱۳۴۴) (۱۳۴۵) (۱۳۴۶) (۱۳۴۷) (۱۳۴۸) (۱۳۴۹) (۱۳۵۰) (۱۳۵۱) (۱۳۵۲) (۱۳۵۳) (۱۳۵۴) (۱۳۵۵) (۱۳۵۶) (۱۳۵۷) (۱۳۵۸) (۱۳۵۹) (۱۳۶۰) (۱۳۶۱) (۱۳۶۲) (۱۳۶۳) (۱۳۶۴) (۱۳۶۵) (۱۳۶۶) (۱۳۶۷) (۱۳۶۸) (۱۳۶۹) (۱۳۷۰) (۱۳۷۱) (۱۳۷۲) (۱۳۷۳) (۱۳۷۴) (۱۳۷۵) (۱۳۷۶) (۱۳۷۷) (۱۳۷۸) (۱۳۷۹) (۱۳۸۰) (۱۳۸۱) (۱۳۸۲) (۱۳۸۳) (۱۳۸۴) (۱۳۸۵) (۱۳۸۶) (۱۳۸۷) (۱۳۸۸) (۱۳۸۹) (۱۳۹۰) (۱۳۹۱) (۱۳۹۲) (۱۳۹۳) (۱۳۹۴) (۱۳۹۵) (۱۳۹۶) (۱۳۹۷) (۱۳۹۸) (۱۳۹۹) (۱۴۰۰) (۱۴۰۱) (۱۴۰۲) (۱۴۰۳) (۱۴۰۴) (۱۴۰۵) (۱۴۰۶) (۱۴۰۷) (۱۴۰۸) (۱۴۰۹) (۱۴۱۰) (۱۴۱۱) (۱۴۱۲) (۱۴۱۳) (۱۴۱۴) (۱۴۱۵) (۱۴۱۶) (۱۴۱۷) (۱۴۱۸) (۱۴۱۹) (۱۴۲۰) (۱۴۲۱) (۱۴۲۲) (۱۴۲۳) (۱۴۲۴) (۱۴۲۵) (۱۴۲۶) (۱۴۲۷) (۱۴۲۸) (۱۴۲۹) (۱۴۳۰) (۱۴۳۱) (۱۴۳۲) (۱۴۳۳) (۱۴۳۴) (۱۴۳۵) (۱۴۳۶) (۱۴۳۷) (۱۴۳۸) (۱۴۳۹) (۱۴۴۰) (۱۴۴۱) (۱۴۴۲) (۱۴۴۳) (۱۴۴۴) (۱۴۴۵) (۱۴۴۶) (۱۴۴۷) (۱۴۴۸) (۱۴۴۹) (۱۴۵۰) (۱۴۵۱) (۱۴۵۲) (۱۴۵۳) (۱۴۵۴) (۱۴۵۵) (۱۴۵۶) (۱۴۵۷) (۱۴۵۸) (۱۴۵۹) (۱۴۶۰) (۱۴۶۱) (۱۴۶۲) (۱۴۶۳) (۱۴۶۴) (۱۴۶۵) (۱۴۶۶) (۱۴۶۷) (۱۴۶۸) (۱۴۶۹) (۱۴۷۰) (۱۴۷۱) (۱۴۷۲) (۱۴۷۳) (۱۴۷۴) (۱۴۷۵) (۱۴۷۶) (۱۴۷۷) (۱۴۷۸) (۱۴۷۹) (۱۴۸۰) (۱۴۸۱) (۱۴۸۲) (۱۴۸۳) (۱۴۸۴) (۱۴۸۵) (۱۴۸۶) (۱۴۸۷) (۱۴۸۸) (۱۴۸۹) (۱۴۹۰) (۱۴۹۱) (۱۴۹۲) (۱۴۹۳) (۱۴۹۴) (۱۴۹۵) (۱۴۹۶) (۱۴۹۷) (۱۴۹۸) (۱۴۹۹) (۱۵۰۰) (۱۵

علامہ بیہقی نے "مجمع الزوائد" ج ۳ ص ۱۴۶ میں کہا ہے مجھے اس حدیث کے راوی المغنی ابو حاتم اور عبید اللہ بن العیزار کے حالات نہیں ملے حافظ ابن حجر نے "تلفیص" ج ۳ ص ۷۰ میں اس کے اسناد کو محل نظر کہا ہے۔

میں (علی محمد دندل) کہتا ہوں اہمثنیٰ ابن ابوبکر ہے عقیلی نے "الضعفاء" ۲۰۹ میں ذہبی نے "المیزان" میں اور حافظ ابن حجر نے "اللسان" میں اس کو ضعیف کہا ہے اور دارقطنی نے اس کو متردک کہا ہے مکمل حدیث یہ ہے اور ہجرت کرو اپنی اولاد کو شرف و مجد کا وارث بناؤ اور با عزت لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔

اللہ ﷻ نے فرمایا: ایک دوسرے سے مصافحہ کرو اس سے بغض اور کینہ ختم ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو تحائف دؤ باہم محبت بڑھتی ہے، بغض و عداوت ختم ہوتے ہیں۔<sup>۱۶</sup> بہ حیثیت محدث وہ اس سے ناواقف رہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے "الادب المفرد" میں ابو یعلیٰ نے "النسائی نے" "الکشی" میں اور ابن عبد البر نے "التمہید" میں بہ اسناد حسن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے: باہم یکدگر تحائف دو محبت بڑھاؤ، ایک دوسرے کو تحفے دو بغض و کینہ دور ہوگا۔ یہ حدیث کثیر معاجم اور سنن میں مروی ہے لیکن علامہ نے اسے قضائی کی کتاب الشہاب کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے: اس حدیث کو حافظ سیوطی نے "الجامع الصغیر" میں "تہادوا تحابوا" کے الفاظ سے ابو یعلیٰ کے حوالہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ علامہ مناوی نے شرح الکبیر میں کہا ہے: حافظ سیوطی کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو کتب ستہ میں اس حدیث کا مخرج معلوم نہ تھا ورنہ وہ ایسا نہ کرتے۔ اس حدیث کو امام نسائی نے "الکشی" میں اور امام بخاری نے "الادب المفرد" میں روایت کیا ہے زین الدین العراقي نے اس کی سند کو جید اور ابن حجر نے حسن کہا ہے۔

حافظ سیوطی نے "جمع الجوامع" میں یہ حدیث متعدد طرق سے نقل کی ہے ان میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ایک دوسرے کو تحفے دو محبت بڑھے گی، ہجرت کرو اپنی اولاد کو شرف و مجد کا وارث بناؤ، باعزت لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ اس حدیث کو طبرانی کی "المعجم الکبیر" اور العسکری کی "الامثال" کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

"جمع الجوامع" میں یہ حدیث مسند امام احمد اور ترمذی کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے: ایک دوسرے کو ہدیے دو کیونکہ ہدیہ (تحفہ) دل کا کینہ لے جاتا ہے۔<sup>۱۷</sup> اس حدیث کو امام ترمذی نے "کتاب الولاء والہبۃ" میں از طریق ابو معشر نقل کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث غریب ہے ابو معشر ضعیف راوی ہے امام بخاری نے کہا: منکر الحدیث ہے۔ پھر یہ روایت نقل کی۔ ابن حجر نے کہا: اس کے اسناد میں ابو معشر المدنی مفرد ہے اور وہ نہایت ضعیف ہے۔

حافظ سیوطی نے یہ حدیث قضائی کی "مسند الشہاب" کے حوالہ سے ان الفاظ سے بھی روایت کی ہے: باہم تحائف کا تبادلہ کرو کیونکہ تحفہ دلوں کے بغض و کینہ کو نکال دیتا ہے۔<sup>۱۸</sup> اس حدیث کو خطیب نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

حافظ سیوطی نے طبرانی کی "الکبیر" اور ابن الضریس کے حوالہ سے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ان الفاظ

۱۶ ضعیف مرسل حدیث۔ موضح ۲ ص ۲۱۳ از عطاء الخراسانی مرفوعاً عطاء کلمہ سن تابعی صدوق کثیر الوہم بوجہ مرسل ضعیف ہے۔

۱۷ ضعیف حدیث۔ احمد ۲ ص ۴۰۵ ترمذی ۲۲۱۳ قضائی "مسند الشہاب" ۶۵۶ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ امام ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث اس طریق سے ضعیف ہے ابو معشر کا نام نسخ ہے یہ بخاشم کے نام تھے بعض اہل علم نے اس کے حافظہ میں کلام کیا ہے سو یہ ضعیف ہے۔

۱۸ ضعیف حدیث۔ القضاہی "مسند الشہاب" ۶۶۰ از عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کی آخت ابو یوسف "المشی" ہے اس کا نام یعقوب بن محمد بن جبید الکوفی ہے ابوالفتح ازادی نے کہا: کذاب غیر اخص ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں روایت کی ہے: ایک دوسرے کو تحائف دو کیونکہ تحفہ محبت میں اضافہ کرتا ہے اور سینہ کے بغض و حسد کو ختم کرتا ہے۔ الجامع کے ایک اور نسخہ میں اس حدیث کو ابو نعیم کی "الحلیۃ" کے حوالہ سے ام حکیم بنت وداغ الخزاعیہ سے نقل کیا گیا ہے<sup>۱۹</sup>۔

دیلمی از ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے حافظ سیوطی نے "جمع الجوامع" اور "الجامع الصغير" میں یہ حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے: ایک دوسرے کو بطور تحفہ کھانا دو اس سے تمہاری روزی میں وسعت ہوگی رزق میں تیزی آئے گی اور قیامت کے دن عظیم ثواب پاؤ گے<sup>۲۰</sup>۔

علامہ مناوی نے اس میں دیلمی کی "مسند الفردوس" کے حوالہ کا اضافہ کیا ہے۔ "الجامع الصغير" کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ایک دوسرے کو تحائف دو محبت بڑھے گی۔ الخ

مؤلف نے صرف ابن عساکر از عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے علامہ مناوی نے شرح الکبیر میں کہا ہے: ابن حجر نے کہا: اس حدیث کا اسناد محل نظر ہے۔ مؤلف نے مذکورہ بالا کسی مخرج کا ذکر نہیں کیا حالانکہ مخرج کے رموز موجود تھے اس روایت کو طبرانی نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے علامہ بیہقی نے کہا ہے: مجھے اس کے ایک راوی امثلی ابو حاتم کا تذکرہ نہیں ملا اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

حافظ سیوطی نے اسے طبرانی کی "المعجم الكبير" کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اختصار کے پیش نظر اسے "المعجم الصغير" میں ذکر نہیں کیا۔ "المعجم الكبير" میں حدیث کے الفاظ ہیں: ایک دوسرے کو ہدیہ دو کیونکہ ہدیہ دل کے کینہ کو ختم کر دیتا ہے<sup>۲۱</sup> اور اگر مجھے پائے کی طرف دعوت دی جائے میں قبول کروں گا اور اگر مجھے بطور ہدیہ جانور کا پایہ دیا جائے میں اس کو قبول کر لوں گا۔ اس حدیث کو بیہقی کی "شعب الایمان" کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔ مناوی نے کہا: یہ حدیث محمد بن منہ از بکر بن بکار از عابد بن شریح از انس رضی اللہ عنہ مروی (بقیہ حاشیہ: ۱۸) خطیب "تاریخ بغداد" ج ۴ ص ۸۸ از طریق احمد بن الحسن بن علی بن الحسین المقرئ و بیہقی از محمد بن عبد النور از ابو یوسف الاشی از ہشام بن عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ دارقطنی نے کہا: بیہقی ثقہ نہیں خطیب نے کہا: منکر الحدیث ہے ابن طاہر نے کہا: اس کی ہشام سے حدیث بے اصل ہے۔

۱۹ طبرانی "الکبیر" ج ۲۵ ص ۳۹۳ دیلمی "مسند الفردوس" القضا "مسند الشہاب" ۶۵۹: از ام حکیم بنت وداغ الخزاعیہ۔ حافظ ابن حجر نے "المختصر" ج ۳ ص ۷۰ میں کہا ہے: ابن طاہر نے کہا ہے: اس کا اسناد بھی غریب ہے حجت نہیں۔ بیہقی نے "مجمع الرواۃ" ج ۴ ص ۱۴ میں کہا ہے: اس کے اسناد میں مجہول راوی ہے۔ الالبانی نے "ضعیف الجامع" (حدیث: ۲۳۹۳) میں اسے ضعیف کہا ہے۔

۲۰ موضوع حدیث۔ ابن عدی ج ۲ ص ۲۶۱ از طریق ہاشم بن محمد ابی الدرداء المودب از عمرو بن بکر از میسرہ بن عبد ربہ از غالب القطان از سعید بن جبیر از ابن عباس مرفوعاً۔ اور کہا: غالب بن خطاب القطان کی احادیث کا ضعف واضح ہے۔ الالبانی نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ" (حدیث: ۱۳۷۹) میں کہا ہے: یہ حدیث میسرہ بن عبد ربہ پر محمول ہے اور وہ بہ اعتراف خود وضاع ہے۔

۲۱ ضعیف حدیث۔ محمد بن منہ از اصہبانی ج ۹ ص ۱۷۸/۲ ابو عبد اللہ الجمال "الفوائد" ج ۱ ص ۲ ابو نعیم "اخبار اصہبان" ج ۱ ص ۹۱۔ ج ۲ ص ۱۸۷ از متعدد طرق از بکر بن بکار از عائد بن شریح از انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ بکر اور عائد دونوں ضعیف راوی ہیں طبرانی "المعجم الكبير" (مجمع البحرین: ۱۷۹) ابو نعیم "اخبار اصہبان" ج ۲ ص ۹۱ ابن حبان "المجروحین والضعفاء" ج ۲ ص ۱۹۴ از حدیث عائد۔

القضا "مسند الشہاب" ۶۵۸: از مرسل کحول الدمشقی اس کے اسناد میں کوثر بن حکیم ہے جسے ابو زرہ وغیرہ نے ضعیف اور دارقطنی نے متروک کہا ہے۔ امام احمد نے کہا: اس کی احادیث باطل ہیں اس حدیث کا آخری جملہ: اگر مجھے پائے کی طرف دعوت دی جائے۔۔۔۔۔ روایات حدیث میں نہیں ہے۔

ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ یہ حدیث صحابہ کرام کی ایک جماعت ابو ہریرہ، عائشہ، سمرہ، ام حکیم الخزاعیہ، ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اور عطاء سے مرسلہ مروی ہے۔ اپنے اپنے طرق سے اس حدیث کو محدثین کی جماعت امام مالک، امام احمد، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، ابویعلیٰ، طبرانی (معجم الکبیر)، ابن عساکر (الامثال)، اقضاعی (مسند الشہاب)، خطیب، ابن الضریس، دیلمی (مسند الفردوس)، اور بیہقی (شعب الایمان) وغیرہ نے نقل کیا ہے علامہ خزاعی سب سے غافل رہے اور اقضاعی فی الشہاب کا حوالہ دے کر آگے بڑھ گئے حالانکہ حوالہ شہاب کا نہیں ”مسند الشہاب“ کا دیا جاتا ہے کیونکہ پہلی کتاب بلا اسناد ہے۔ بہر حال ہر کمال کا مالک اللہ بجاۃ و تعالیٰ ہے۔

### ”کتاب التخریج“ کے معاون اصول اور مآخذ و مراجع

علامہ خزاعی نے القسم العاشر کے باب رابع میں اپنے مآخذ و مراجع کو بیان کیا ہے لیکن افسوس کی بات ہے مجھے تو نس میں ”کتاب التخریج“ کا جو واحد نسخہ دستیاب ہوا ہے اس میں القسم العاشر موجود نہیں ہے۔ تاہم کتاب کے بار بار مطالعہ اور مسلسل غور و فکر اور چھان بین کے بعد یہ واضح ہو گیا ہے کہ مؤلف رحمہ اللہ کا سب سے بڑا مآخذ ابو عمر ابن عبد البر کی کتاب ”الاستیعاب“ ہے بلکہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں آدھی کتاب ”الاستیعاب“ سے ماخوذ ہے اور دو تہائی سے زائد ابواب، عنوانات اور تراجم ابن فتحون کے حواشی اور شرح سے ماخوذ ہیں یہی دو کتب ”کتاب التخریج“ کا اصل مآخذ مرجع اور منبع ہیں۔ باقی کتب کے حوالہ جات متفرق ابواب اور تراجم میں بکھرے ہوئے ہیں تفصیل حسب ذیل ہے:

#### کتب تفاسیر

(۱) احکام القرآن، ابن العربی	(۵) تفسیر الرازی
(۲) التخبیر، القشیری	(۶) تفسیر ابن عطیہ
(۳) تفسیر، ثعلبی	(۷) غریب القرآن، احکام معانی، حلال و حرام
(۴) الکشاف علامہ زنجیری	میں اختلاف علماء قاضی منذر بن سعید

#### کتب حدیث اور متعلقات

(۱) مؤطا، امام مالک بن انس	(۴) کتاب اخلاق النبی ﷺ، ابن حیان اصہبانی
(۲) صحیح مسلم، امام مسلم	(۵) کشف المشاکل، ابن الجوزی
(۳) جامع الترمذی، امام ترمذی	(۶) معالم السنن، الخطابی

- |                                  |                                      |
|----------------------------------|--------------------------------------|
| (۷) تفسیر المبہمات ابن بشکوال    | (۱۲) مشکل الصحيحین ابن الجوزی        |
| (۸) الاکتفاء ابو جعفر احمد داؤدی | (۱۳) اقتباس الانوار الرشاطی          |
| (۹) صحيح البخاری امام بخاری      | (۱۴) الاکمال قاضی عیاض               |
| (۱۰) سنن ابی داؤد امام ابو داؤد  | (۱۵) منتقى الباجی                    |
| (۱۱) شمائل ترمذی امام ترمذی      | (۱۶) شرح العمدة ابن دقیق العید وغیرہ |

### تاریخ لغت ادب تصوف وغیرہ

- |                   |                             |
|-------------------|-----------------------------|
| (۱) سیرت ابن ہشام | (۲) شرح سیرت ابن اسحاق سہلی |
|-------------------|-----------------------------|

(۳) نفحة الحدائق والخمائل فی الابتداء والاختراع للاوائل . مؤلف نامعلوم۔ علامہ خزاعی نے اس کتاب پر بہت اعتماد کیا ہے لیکن اس کے مؤلف کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مجھے ”کشف الظنون“ اور حافظ سیوطی کی ”الاولائل“ وغیرہ میں بھی اس کا ذکر نہیں ملا۔

- |                           |                                   |
|---------------------------|-----------------------------------|
| (۴) مختصر السیر ابن جماع  | (۷) مولد العز البستی              |
| (۵) جمهرة الانساب ابن حزم | (۸) خلاصة الطبری ابن حزم          |
| (۶) جوامع السيرة ابن حزم  | (۹) العمدة ابو عبد الله التلمسانی |

(علامہ خزاعی نے العمدة کے بکثرت حوالے دیے ہیں لیکن مجھے ”کشف الظنون“ اور ”الستان“ وغیرہ میں اس کا ذکر نہیں ملا۔ البتہ ابن بادیس نے ”شرح سيرة ابن فارس“ میں کہیں کہیں اس کا حوالہ دیا ہے اور اس پر اپنے عدم اعتماد کا اظہار بھی کیا ہے)

- |                                       |                                      |
|---------------------------------------|--------------------------------------|
| (۱) صفوة ابن الجوزی                   | (۱۳) بغية الاديب ابو الحسن الحرانی   |
| (۲) المدهش ابن الجوزی                 | (۱۴) مسامرة الامراء الصالونی         |
| (۳) عیون الاخبار ابن قتیبہ            | (۱۵) رسالة القشیری                   |
| (۴) المشرع الروی الخاتمی              | (۱۶) کتاب السماع الاصہبانی           |
| (۵) انباء الانبیاء قضائی              | (۱۷) غریب ابو عبیدہ                  |
| (۶) بهجة النفس ابن ہشام               | (۱۸) غریب السيرة ابن دراکتی          |
| (۷) الکامل ابن الاثیر                 | (۱۹) دیوان الادب                     |
| (۸) اشعار الخلفاء ابو بکر محمد الصولی | (۲۰) تفسیر الالفاظ الطیبة ابن الخشاب |
| (۹) بهجة المجالس ابن عبد البر         | (۲۱) الیواقیت المطرزی                |
| (۱۰) رحلة ابن بئیر                    | (۲۲) التلخیص ابن الجوزی              |
| (۱۱) العائد ابو الفتح کشاہم           | (۲۳) تاریخ خطیب                      |
| (۱۲) کتاب الخیل ابن اسمعی             | (۲۴) المعارف ابن قتیبہ               |

(۳۵) صفوة التصوف، محمد بن طاہر المقدسی

(۳۶) الصحاح والمشارك

(۳۷) افعال ابن القوطیہ ابن ظریف

(۳۸) المحکم

(۳۹) مثلث ابن السید

(۴۰) صناعة الكتابة ابن النحاس

(۴۱) التسهيل مع الشرح ابن ہانی

(۴۲) البسيط ابن ابی الریق

(۴۳) دیوان الادب

(۴۴) جامع القراز

(۲۵) حلیۃ المحاضرة الحاتمی

(۲۶) کتاب الموالی الجاحظ

(۲۷) بلغة الظرفاء ابوالسرور الروتی

(۲۸) طبقات الفقهاء الشیرازی

(۲۹) طبقات صاعد

(۳۰) المراتب والاحطار الجاحظ

(۳۱) کتاب الخیل ابن الدراج

(۳۲) صلة ابن عبد الملك

(۳۳) الاستنصارات عبد المبین الحضرمی

(۳۴) الفراند فی التشبیہات کاتب الاسجینی

### فقہیات اور احکام پر مشتمل کتب

ابوبکر بن خلف الانصاری

(۹) مقالة

ابن رشد

(۱) التبیہات

ابن رشد

(۱۰) البیان

ابن رشد

(۲) التحصیل

زناتی

(۱۱) شرح الرسالة

ابوعبید قاسم

(۳) کتاب الاموال

البرادعی

(۱۲) تہذیب

الماوردی

(۴) الاحکام السلطانیة

ابن عبد البر

(۱۳) الکافی

ابن شاس

(۵) الجواهر

ابن الدراج

(۱۴) الکفاية

ابن الدراج

(۶) الغناء فی احکام

ابوالعباس العزنی

(۱۵) الاثبات

الغناء

ابن القطان

(۱۶) مقالة

التمسانی

(۷) التبصرة

ابوالعباس ابن البناء وغیرہ

(۱۷) مقالة

ابن عطیہ

(۸) مقالة





## دوسرا مقدمہ از مؤلف علامہ کتانی

اس مقدمہ میں دونوں کتابوں کی فہرست پیش کی جا رہی ہے تاکہ سابق (علامہ خزاعی) اور لاحق (علامہ کتانی) کی خدمات اور کاوشوں کا اندازہ ہو سکے اس مقدمہ میں دو وجوہ سے ان کا ذکر ضروری ہے:

(۱) تاکہ مطالعہ کرنے والے کو مراجعت اور تلاش میں آسانی ہو۔

(۲) اور ان دو ادوار (دو اول علامہ خزاعی اور ثانی علامہ کتانی) کا فرق واضح ہو۔ فاقول واللہ المستعان۔

علامہ ابوالحسن الخزاعی نے اپنی کتاب کو دس اجزاء پر تقسیم کیا ہے ان میں ایک سو اٹھہتر (۱۷۸) ابواب ہیں جو کہ ایک سو چھپن (۱۵۶) پیشوں، صنعتوں، ذمہ داریوں وغیرہ کے ذکر پر مشتمل ہیں۔ ہم نے بھی ان کو دس اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

### فہرست قسم اول از ”کتاب التخریج“ علامہ خزاعی

علامہ خزاعی نے خلافت وزارت اور ان سے متعلقہ امور کے لیے درج ذیل سات ابواب ذکر کیے ہیں:

- (۱) رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کا ذکر
- (۲) رسول اللہ ﷺ کے وزیر
- (۳) رسول اللہ ﷺ کے رازدار
- (۴) رسول اللہ ﷺ کے حاجب اور دربان
- (۵) رسول اللہ ﷺ کے خادم
- (۶) رسول اللہ ﷺ کا تکیہ اٹھانے والے
- (۷) رسول اللہ ﷺ کے نعلین بردار

میں نے ان ابواب کو مہذب و مدون کیا، سیاق و سباق سے مربوط کیا اور اس قسم میں مندرجہ ذیل ابواب کا حسب ضرورت اضافہ کیا ہے۔

- (۱) شرعی اور اصطلاحی طور پر خلیفہ بادشاہ اور سلطان میں فرق
- (۲) بعض وفود کو حاضری کی اجازت نہ دینے کا بیان
- (۳) رسول اللہ ﷺ کے آزاد ام
- (۴) رسول اللہ ﷺ کے خدمت گار موالی
- (۵) رسول اللہ ﷺ کو خواب استراحت سے جگانے والے اور غسل کے وقت پردہ کا اہتمام کرنے والے
- (۶) رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر رات گزارنے والے مرد
- (۷) مرض وصال میں رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام
- (۸) گھر کے اندر آپ کی ضروریات پوری کرنے والے خدام

- (۹) رسول اللہ ﷺ کا ایک خاتون سے خدمت لینا  
 (۱۰) رسول اللہ ﷺ کا ایک یہودی لڑکے سے خدمت لینا  
 (۱۱) ان کاموں کا بیان جن کو حضور ﷺ کسی خادم کے سپرد نہ فرماتے  
 (۱۲) ان حضرات کا بیان جن کی مصطفیٰ ﷺ نے بہ نفس نفیس خدمت فرمائی  
 (۱۳) لوگوں کے ہجوم کے وقت رسول اللہ ﷺ سے اثر دھام کو دور کرنے والے مہاجرین  
 (۱۴) پیٹھ کھجانے میں آپ کی سیرت طیبہ  
 (۱۵) وفود کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کے آداب سکھانے والے افراد  
 (۱۶) رسول اللہ ﷺ کو ہنسانے والے  
 (۱۷) رسول اللہ ﷺ کی اپنے اقربا سے دل لگی  
 (۱۸) نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اذان کس چیز پر دی جاتی تھی

### فہرست قسم دوم از ”کتاب التخریج“ علامہ خزاہی

- اس قسم میں فقہی سرگرمیاں، معمولات عبادات اور ان سے متعلقہ امور جیسے مسجد اور طہارت وغیرہ نیز امارت حج اور اس سے متعلقہ سرگرمیوں کا بیان ہے، علامہ خزاہی نے اس قسم میں مندرجہ ذیل ابواب قائم کیے ہیں:
- (۱) معلمین قرآن (۱۳) مسجد نبوی میں روشنی کرنے والے  
 (۲) لکھنا سکھانے والے (۱۴) مسجد نبوی میں عود کی دھونی دینے والے  
 (۳) تفقہ فی الدین (۱۵) مسجد نبوی سے کوڑا کرکٹ صاف کرنے والے اور  
 (۴) قراء کی رہائش گاہ (اس سے مدارس کا قیام ثابت جھاڑو دینے والے  
 ہوتا ہے) (۱۶) لوگوں کو نماز کے لیے لے جانا اور ترک جماعت پر وعید  
 (۵) رسول اللہ ﷺ کے عہد ہمایوں کے مفتی (۱۷) لوگوں کو مسجد میں جھگڑا فساد اور شور و غل سے منع  
 (۶) خوابوں کی تعبیر بتانے والے کرنے والے  
 (۷) فرض نماز کے امام (۱۸) وضو کرانے والے صحابہ  
 (۸) رمضان میں تراویح کے امام (۱۹) مسواک سنبھالنے والے صحابہ  
 (۹) رسول اللہ ﷺ کے مؤذن (۲۰) رسول اللہ ﷺ کے لیے کرسی  
 (۱۰) وقت کی نگہداشت پر مامور افراد (۲۱) رسول اللہ ﷺ کے ساتھی (پانی پلانے والے)  
 (۱۱) حضور ﷺ کے لیے چٹائی اٹھانے والے (۲۲) امارت حج  
 (۱۲) رسول اللہ ﷺ کے سامنے عنزہ لے کر چلنے والے (۲۳) قربانی کے جانوروں کے نگران

(۲۴) عہد نبوی میں بیت اللہ کی نگہبانی اور خدمت پر (۲۵) السقایہ۔ زمزم پلانے کی ذمہ داری مامور حضرات

میں نے ان تمام ابواب کو سیاق و سباق کی روشنی میں مرتب و مہذب کیا ہے اور قسم دوم میں مندرجہ ذیل مزیں ابواب کا اضافہ کیا ہے:

- (۱) رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو حکم کہ اپنے پڑوسیوں سے فقہ اور قرآن کی تعلیم حاصل کرو
- (۲) رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن حفظ کرنے والے
- (۳) ان صحابہ کرام کا بیان جن سے قرأت کے طرق منقول ہیں
- (۴) عہد رسالت مآب میں خواتین معلمات
- (۵) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے درمیان مسائل کی دریافت میں واسطہ بننے والے صحابہ
- (۶) رسول اللہ ﷺ کے مرض وصال میں لوگوں کو نماز پڑھانے والے اور خطبہ دینے والے
- (۷) رسول اللہ ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور ترجمان مقرر کرنا
- (۸) رسول اللہ ﷺ کا دراز قامت اور بلند آواز شخص کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو خاموش کرائے
- (۹) حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کا سواریوں پر خطبہ
- (۱۰) امام کا اپنے عظیم القدر ساتھیوں میں سے کسی کو لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دینا
- (۱۱) نبی ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورۃ التوبہ کی ابتدائی آیات سنانے کے لیے روانہ کرنا
- (۱۲) حضور ﷺ کے گھر کی طرف تشریف لے جاتے وقت آپ کے آگے عصا اٹھا کر چلنے والے
- (۱۳) حضور ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ میں شمعیں جلانا
- (۱۴) نمازیوں کی صفوں کو درست کرنے اور عدم ترتیب پر مارنے والے
- (۱۵) کیا حضور ﷺ نے نرم پانی استعمال فرمایا یا حمام میں داخل ہوئے؟
- (۱۶) شیشے کے برتن سے نبی ﷺ کا وضو فرمانا
- (۱۷) پیتل وغیرہ کے طشت سے رسول اللہ ﷺ کا وضو فرمانا
- (۱۸) حضور ﷺ کے لیے مدینہ طیبہ کے کنوؤں سے پانی کی فراہمی
- (۱۹) حضور ﷺ کی طرف سے مکہ سے زمزم کی طلب
- (۲۰) دوران سفر نبی ﷺ کے ستے اور مشکیزے بھرنے والے
- (۲۱) نبی ﷺ کے یہودی ساتھی
- (۲۲) پانی پلانے والے کے لیے دعا
- (۲۳) سبز برتنوں میں نمید سازی
- (۲۴) مشروب سے بال نکالنے والے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعا

(۲۵) کھانا تناول فرماتے وقت حضور ﷺ کے خادم

(۲۶) رسول اللہ ﷺ کے برتن

(۲۷) حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کا اپنے دست مبارک سے اونٹ نحر فرمانا اور باقی ماندہ کو نحر کرنے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمانا۔

## فہرست ابواب قسم سوم از ”کتاب التخریج“ علامہ خزاعی

یہ قسم عہد نبوی کی تحریری سرگرمیوں اور ان کے متعلقات پر مشتمل ہے۔ ”کتاب التخریج“ میں علامہ خزاعی نے مندرجہ ذیل ابواب رقم کیے ہیں:

(۱) کاتبین وحی	(۸) رسول اللہ ﷺ کے شعراء
(۲) خطوط اور دستاویزات لکھنے والے حضرات	(۹) رسول اللہ ﷺ کے خطیب
(۳) معابد اور صلح نامے لکھنے والے حضرات	(۱۰) مجاہدوں کے ناموں کا اندراج کرنے والے
(۴) مالی غنیمت پر نگران	(۱۱) لشکر کے سرداروں اور کمانڈروں کا بیان
(۵) رسول اللہ ﷺ کے سفیر	(۱۲) ضرورت کے وقت لوگوں کو بلانے کے لیے منادی
(۶) دعوت اسلام کے پیغام لے جانے والے حضرات	کرنے والے
(۷) اہل کتاب کی کتب کے ترجمان اور اہل کتاب کو ان کی زبان میں خطوط لکھنے والے	(۱۳) محاسب (اکاؤنٹنٹ) کا بیان

ان ابواب کے درمیان میں نے حسب ضرورت درج ذیل ابواب کا اضافہ کیا ہے:

- (۱) نبی ﷺ کی طرف سے بدویوں کو خطوط لکھنے والے حضرات
- (۲) چمڑے پر آپ کے خطوط اور اس کی مقدار
- (۳) رسول اللہ ﷺ کے خصوصی امور لکھنے والے صحابہ کرام
- (۴) لوگوں کے قبائل اور ان کے پانی لکھنے والے حضرات
- (۵) نبی ﷺ کے نائب کاتب
- (۶) مہر اور انگوشی سے متعلق مسائل
- (۷) نبی ﷺ کی طرف سے کاتبوں کو قلم رکھنے کے آداب اور حروف کی صورت لکھنے کی تعلیم
- (۸) رسول اللہ ﷺ کا کاتبوں کو کتابت میں سلیقہ مندی کا حکم دینا
- (۹) مسلمانوں کے لیے نبی ﷺ کا آخری مکتوب جو تاریخ میں بعینہ محفوظ ہے
- (۱۰) تاریخ میں محفوظ رسول اللہ ﷺ کا صحیح ترین مکتوب

- (۱۱) کفار کے لیے رسول اللہ ﷺ کا صحیح ترین مکتوب جسے تاریخ نے بعینہ محفوظ رکھا
- (۱۲) کیا رسول اللہ ﷺ نے بہ نفس نفیس کچھ تحریر فرمایا؟
- (۱۳) مصری اور تونسوی رسائل میں شائع شدہ آپ ﷺ کا مکتوب گرامی
- (۱۴) تاریخ میں محفوظ احکام پر مشتمل جامع اور طویل ترین مکتوب گرامی
- (۱۵) رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات کے افتتاحی کلمات
- (۱۶) خط میں نئے معاملہ کے شروع میں حضور ﷺ کا ”اما بعد“ تحریر فرمانا
- (۱۷) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خطبہ اور خطوط کے شروع میں ”اما بعد“ کا التزام
- (۱۸) مکاتیب نبویہ کی اصطلاح اور ترتیب
- (۱۹) رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات کے افتتاحی کلمات
- (۲۰) ہم عصر بادشاہوں سے رسول اللہ ﷺ کا انداز مخاطب
- (۲۱) ہم عصر بادشاہوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے نام خطوط میں انداز مخاطب
- (۲۲) انگوٹھی کی عدم موجودگی میں نبی ﷺ کا معمول
- (۲۳) سن اور تاریخ کا تعین اور اس کی اصل
- (۲۴) نعت گو صحابہ کرام
- (۲۵) رسول اللہ ﷺ کا فوت شدہ شاعر کے شعر سنانے کی فرمائش کرنا
- (۲۶) رسول اللہ ﷺ کا کافر کے شعر سے استشہاد
- (۲۷) تشبیب اور غزل کے متضمن اشعار کی سماعت
- (۲۸) اشعار پیش کرنے پر قیدیوں کی بھاری تعداد کی باعزت رہائی
- (۲۹) رسول اللہ ﷺ کے وصال پر آپ کا مرثیہ لکھنے والے شعراء
- (۳۰) بیعت کی حقیقت اور رسول اللہ ﷺ کا طریق بیعت
- (۳۱) اظہار قوت و شوکت کے لیے حریف سردار کے سامنے لشکر اسلام کا مارچ
- (۳۲) والدین کی اجازت کے بغیر رسول اللہ ﷺ کا جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دینا
- (۳۳) وصیت کرنے والوں کا اور وصیت کا بیان
- (۳۴) نقیبوں (قبیلہ کے ذمہ دار سرداروں) کا بیان

## فہرست ابواب قسم چہارم از ”کتاب التخریج“ علامہ خزاعی

یہ قسم احکامات و فرامین اور ان سے متعلقہ امور پر مشتمل ہے۔ علامہ خزاعی کے ذکر کردہ ابواب مندرجہ ذیل

ہیں:

- |   |  |
|---|--|
| (۱) نواحی علاقوں پر امارت عامہ                            | (۸) رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ماہرین تعمیرات                        |
| (۲) قاضی (جج) کا بیان                                     | (۹) حصے بنانے والوں کا بیان  |
| (۳) عدالتی زیادتیوں پر نظر                                | (۱۰) محتسب کا بیان   |
| (۴) شہادت اور شرائط نویسی                                 | (۱۱) بہ آواز بلند اعلان کرنے والے (منادی)                              |
| (۵) رسول اللہ ﷺ کے عہد ہمایوں میں علم میراث کے ماہرین     | (۱۲) مدینہ طیبہ کی خفیہ پولیس  |
| (۶) اخراجات مقرر کرنے والے                                | (۱۳) فتنہ و فساد کے وقت مدینہ طیبہ کے دروازوں کی نگرانی پر متعین حضرات |
| (۷) امور مالیہ کے علاوہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ وکیل | (۱۴) فتنہ و فساد کے دوران قوم کے نگران                                 |

مندرجہ ذیل ابواب علامہ خزاعی نے ذکر نہیں کیے ان کا ہم نے اضافہ کیا ہے:

- (۱) جیل خانے، مردانہ جیل خانہ، زنانہ جیل خانہ
- (۲) سزاؤں پر عمل درآمد کرنے والے
- (۳) رسول اللہ ﷺ کی اپنے عمال کو مراسلات لانے والوں کے لیے ہدایت
- (۴) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنے عمال میں حسن صورت اور اچھے نام کی شرط
- (۵) رسول اللہ ﷺ کی اپنے امراء سے عہد کی کیفیت
- (۶) رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں پر مشتمل کتب کی تدوین
- (۷) رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں اور فتاویٰ کے ذکر پر مشتمل عنوانات اور ابواب
- (۸) کیا رسول اللہ ﷺ قاضی کے لیے سن رسیدہ ہونے کی شرط لگاتے تھے؟
- (۹) مقدمات کی سماعت کے دوران قاضی کی نشست گاہ کہاں ہوتی تھی؟
- (۱۰) گورنروں اور قاضیوں (ججوں) کا مشاہرہ
- (۱۱) بچوں کی گواہی اور رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات اور معاہدوں میں بچوں کے نام
- (۱۲) قیدیوں کے نگران
- (۱۳) قیدیوں کو خوراک کی بہم رسانی
- (۱۴) حالت جنگ میں دشمن کے درخت کاٹنے پر عامل کا تقرر
- (۱۵) رسول اللہ ﷺ کا کسی سے چھین بہ جہیں ہونا اور تیوری چڑھانا
- (۱۶) تادیب بذریعہ مار پیٹ
- (۱۷) تادیب بذریعہ ترک تعلق



- (۱۸) رسول اللہ ﷺ کا بذاتِ خود قتل کرنا  
 (۱۹) نبی ﷺ کی طرف سے جلانے اور منہدم کرنے کی سزا  
 (۲۰) آنکھیں پھوڑنے، دھوپ میں ڈالے جانے اور ہاتھ پیر کاٹنے کی سزا  
 (۲۱) داورسی کے عامل  
 (۲۲) رسول اللہ ﷺ کا تعمیرات وغیرہ سے متعلق علم

## فہرست عنوانات قسم پنجم ”کتاب التخریج“ علامہ خزاعی

اس قسم میں علامہ خزاعی نے جنگی کارروائیاں اور ان سے متعلقہ امور بیان کیے ہیں اور درج ذیل عنوانات ذکر کیے ہیں:

- (۱) سالاران لشکر
- (۲) غزوات میں تشریف لے جاتے وقت رسول اللہ ﷺ کے نائبین
- (۳) سفر میں جاتے وقت رسول اللہ ﷺ کے اہل و عیال پر آپ کے نائب
- (۴) بطور مددگار کوچ کی دعوت
- (۵) پرچم بردار صحابہ
- (۶) لشکر کی تقسیم اور سالار لشکر کا مقام
- (۷) دورانِ جنگ قلب لشکر میں اپنی جگہ دوسرے کا تقرر اور دوسرے کی زرہ زیب تن فرمانا
- (۸) لشکر کے مختلف حصوں مقدمہ، میمنہ، میسرہ اور ساقہ پر متعین سالار
- (۹) تیراندازوں کے امیر کا تقرر
- (۱۰) پیدل دستے کے سالار
- (۱۱) لشکر کی صف بندی کرنا اور مجاہدوں کی صفوں میں رد و بدل
- (۱۲) نبی ﷺ کے گھوڑوں کے نگران
- (۱۳) رسول اللہ ﷺ کی سواری کی زین کسے والے
- (۱۴) سواری کے وقت رکاب تھامنے والے اور سوار کے کپڑوں کو زین کے پاس سمیٹنے والے
- (۱۵) رسول اللہ ﷺ کے گھوڑوں کو گھڑ دوڑ میں دوڑانے والے حضرات
- (۱۶) اونٹنی کے کجاوہ پر مامور خدام
- (۱۷) رسول اللہ ﷺ کے خیر پر مامور خدام
- (۱۸) سواری کی لگام پکڑ کر چلنے والے خدام

- (۱۹) رسول اللہ ﷺ کی سواری کو ہانکنے والے خدام
- (۲۰) رسول اللہ ﷺ کے اسلحہ کے نگران
- (۲۱) رسول اللہ ﷺ کے نیزہ بردار خدام
- (۲۲) رسول اللہ ﷺ کے تلوار بردار
- (۲۳) رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو صیقل کرنے والے
- (۲۴) رسول اللہ ﷺ کے گائیڈ
- (۲۵) رسول اللہ ﷺ کے لیے راستہ آسان بنانے والے (خطرات پر نگاہ رکھنے والے)
- (۲۶) رسول اللہ ﷺ پر سایہ کرنے والے
- (۲۷) دوران سفر رسول اللہ ﷺ کا سامان اٹھانے والے
- (۲۸) حرم رسالت کے امین
- (۲۹) رسول اللہ ﷺ کے پہرے دار
- (۳۰) رسول اللہ ﷺ کے جاسوس
- (۳۱) دارالحرب سے رسول اللہ ﷺ کے لیے خبروں کی ترسیل کے ذمہ دار
- (۳۲) پسپائی پر آمادہ کرنے والے اور دشمن کی فوج میں انتشار پھیلانے والے
- (۳۳) بحری کشتیاں بنانے والے
- (۳۴) بحری جہازوں کا استعمال
- (۳۵) منجیق سازی
- (۳۶) منجیق چلانے والے
- (۳۷) دبابہ سازی
- (۳۸) دشمن کے درخت کاٹنے والے
- (۳۹) خندق کی کھدائی
- (۴۰) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مال غنیمت کے نگران
- (۴۱) خمس کے نگران
- (۴۲) فتح کی خوش خبری لانے والے اور لوگوں کا رسول اللہ ﷺ کو مبارک باد دینے کے لیے شہر سے باہر آنا
- میں نے ان ابواب کو اپنے طور سے ترتیب دی ہے اور اپنی طرف سے مندرجہ ذیل ابواب کا اضافہ کیا ہے:
- (۱) دشمن کے دھوکہ سے بچنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کا راستہ میں نائب مقرر فرمانا
- (۲) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بچوں کی دستار بندی
- (۳) انصار کے جھنڈے

- (۴) تیر اندازوں کے امیر
- (۵) دوران جنگ مجاہدین کا شعار
- (۶) رسول اللہ ﷺ کی سواری کو ہانکنے والے
- (۷) رسول اللہ ﷺ کے ہدی کے جانوروں کے ہنکانے والے
- (۸) رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیوں کے چرواہے
- (۹) نبی ﷺ کی دو دھیل اونٹنیوں کے چرواہے
- (۱۰) نبی ﷺ کے گھوڑوں کے نگران
- (۱۱) نبی ﷺ کے شتر بان
- (۱۲) اونٹنی پر سواری کے وقت نبی ﷺ کی رکاب تھامنے والے
- (۱۳) رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑنے والے
- (۱۴) حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ہدی کے جانوروں کے نگران
- (۱۵) رسول اللہ ﷺ کے اسلحہ کے نگران
- (۱۶) رسول اللہ ﷺ کی تلوار کہاں رہتی تھی؟
- (۱۷) رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مجرموں کے سر قلم کرنے والے حضرات
- (۱۸) بے آب و گیاہ میدانوں اور جنگلات میں رسول اللہ ﷺ کے منازل سفر کے نشانات اور عمارات
- (۱۹) رسول اللہ ﷺ کو چڑھنے میں مدد دینے کے لیے اپنی گردنیں بطور زینہ پیش کرنے والے
- (۲۰) رسول اللہ ﷺ کا خیمہ
- (۲۱) خیمہ نصب کرنے پر مامور خدام
- (۲۲) رسول اللہ ﷺ کے تخیلہ کے وقت پردہ لگانے والے
- (۲۳) مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے پہرہ دار
- (۲۴) لشکر کے پڑاؤ کے لیے پانی اور گھاس والی جگہ کی تلاش اور انتخاب
- (۲۵) سفر حج کے دوران ازواج مطہرات کی سواریوں کو ہانکنے والے
- (۲۶) رسول اللہ ﷺ کی غزوات پر روانگی اور مدینہ طیبہ پر پہرہ داروں کا تقرر
- (۲۷) دوران سفر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلنے والے خدام
- (۲۸) فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے آگے شعر پڑھتے ہوئے چلنے والے صاحب
- (۲۹) لشکر کے ہراول دستے
- (۳۰) رسول اللہ ﷺ کے جاسوس
- (۳۱) پیغل خور

- (۳۲) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسی مجاہد کے لیے ایک جنس کے تمام جانوروں کا ہبہ
- (۳۳) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مال غنیمت لکھنے والے
- (۳۴) سفر سے واپسی پر ضیافت کا اہتمام
- (۳۵) سفر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کی دعا
- (۳۶) کسی بستی میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ کی دعا
- (۳۷) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جزیرۃ العرب کے کفار کا طرز عمل
- (۳۸) اپنے عہد کے کفار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ

### فہرست قسم ششم از ”کتاب التخریج“ علامہ خزاعی

یہ قسم عالمین زکوٰۃ عشر اور جزیرہ پر مشتمل ہے اور اس کے مندرجہ ذیل ابواب ہیں:

- |  |  |
|--|--|
| (۱) جزیرہ کے مھصلین                          | (۶) عالمین زکوٰۃ                               |
| (۲) عشر وصول کرنے والے                       | (۷) رسول اللہ ﷺ کے صدقات نگار                  |
| (۳) حصول جزیرہ میں نبی ﷺ کا طریقہ مبارکہ اور | (۸) کھجور کے درخت پر پھل کا تخمینہ لگانے والے  |
| جزیرہ دینے والے                              | (۹) اوقاف                                      |
| (۴) خراجی زمینوں کے ٹیکس وصول کرنے والے      | (۱۰) عمال سے جمع کردہ مال وصول کر کے بیت المال |
| (۵) زمینوں کی پیمائش                         | میں لانے والے                                  |

میں نے ان ابواب کی ترتیب و تہذیب کی ہے اور ان پر مندرجہ ذیل ابواب کا اضافہ کیا ہے:

- |  |   |
|--|---|
| (۱) رسول اللہ ﷺ کا بہ نفس نفیس جنگل میں صدقہ | (۳) غنائم کو قبضہ میں لینے پر رسول اللہ ﷺ کے عامل |
| کے اونٹوں کو ملاحظہ فرمانا                   | (۴) رسول اللہ ﷺ کے خمس کے نگران                   |
| (۲) فطرہ رمضان پر نگہبان کا تقرر             |   |

### فہرست عنوانات قسم ہفتم از ”کتاب التخریج“ علامہ خزاعی

اس قسم میں علامہ خزاعی نے ناپ قول کرنے والے عالمین اور ان سے متعلقہ امور کو درج ذیل عنوانات کے تحت ذکر کیا ہے:

- |                             |                           |
|-----------------------------|---------------------------|
| (۱) امانت دار خازن کی فضیلت | (۳) وزن کرنے والے عامل    |
| (۲) بیت المال کے نگران      | (۴) اشیائے خوردنی کے خازن |

(۵) ناپنے والے	(۸) اونٹ اور بکریاں لینا
(۶) رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں زیر استعمال	(۹) چوپایوں پر نشان لگانے والے
اوزان شرعیہ کے نام	(۱۰) امام کی مختص سرکاری چراگاہ
(۷) درہم اور اس کا استعمال	

میں نے ان تمام عنوانات پر مختصر مفید اضافے کیے ہیں: سکوں کی ڈھلائی، درہم و دنانیر کی تیاری، صاع خصوصاً نبی ﷺ کے مد کے بارے میں، میں نے سیر حاصل بحث کی ہے۔

### فہرست قسم ہشتم از ”کتاب التخریج“ علامہ خزاعی

یہ قسم ہر قسم کے دیگر اعمال کے ذکر پر مشتمل ہے اور علامہ خزاعی نے اس میں مندرجہ ذیل ابواب ذکر کیے ہیں:

- (۱) رسول اللہ ﷺ کے اخراجات کے نگران
- (۲) امور مالیہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ وکیل
- (۳) رسول اللہ ﷺ کی غیر موجودگی میں آپ کی ہدایت کے مطابق مال خرچ کرنے والے
- (۴) وفود کی رہائش گاہیں
- (۵) رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہسپتال اور خواتین نرسیں
- (۶) طب اور معالج
- (۷) دم کرنے والے
- (۸) شریانوں کی جراحی کرنے والے
- (۹) زخم پر داغ لگانے والے
- (۱۰) مفلوک الحال غیر متاھل فقراء کے لیے رہائش گاہیں اور موجودہ دور کی خانقاہیں

ان ابواب کی ترتیب و تدوین اور فوائد کے مختصر اضافوں کے ساتھ میں نے مندرجہ ذیل ابواب کا اضافہ کیا ہے:

- (۱) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قیدیوں اور مال غنیمت کو روکے رکھنے کا حکم
- (۲) وفود کے لیے رسول اللہ ﷺ کے عطایا
- (۳) وفود سے ملاقات کے وقت رسول اللہ ﷺ کا عمدہ لباس زیب تن فرمانا
- (۴) زخم پر اللہ کا نام لینا اور لعاب دہن لگانا
- (۵) طب سے ناواقف شخص کے لیے لوگوں کا علاج کرنا مباح نہیں
- (۶) دور حاضر میں محکمہ صحت کی طرف سے احتیاطی تدابیر
- (۷) نجومیوں کا بیان

(۸) قیافہ شناس

(۹) قرآن مجید سے مسافر خانوں کی تعمیر پر استدلال

## فہرست قسم نہم از ”کتاب التخریج“ علامہ خزاعی

اس قسم میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں صنعت و حرفت اور ان سے منسلک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ ہے، علامہ خزاعی نے گزشتہ اقسام میں ذکر کردہ ابواب کے علاوہ یہاں مزید ابواب ذکر کیے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

- |  |                                 |
|--|---------------------------------|
| (۱) تجارت کا بیان                        | (۱۷) پھلوں کا اندازہ لگانے والے |
| (۲) پارچہ فروش (کلاتھ مرچنٹ)             | (۱۸) خشکی کے شکاری              |
| (۳) عطر فروش                             | (۱۹) سمندر کے شکاری             |
| (۴) طبیب کا ہن                           | (۲۰) باغات میں کام کرنے والے    |
| (۵) نیزے فروش                            | (۲۱) اجرت پر پانی لانے والے     |
| (۶) طعام فروش                            | (۲۲) پیٹھ پر وزن اٹھانے والے    |
| (۷) پھل فروش                             | (۲۳) حجام اور سینگی لگانے والے  |
| (۸) چمڑے کی دباغت کے لیے خام مال کے تاجر | (۲۴) گوشت فروش (قصاب)           |
| (۹) دلال                                 | (۲۵) باورچی                     |
| (۱۰) پارچہ باف                           | (۲۶) گوشت بھوننے والے           |
| (۱۱) درزی                                | (۲۷) کنگھی چوٹی کرنے والی خاتون |
| (۱۲) بڑھئی                               | (۲۸) دایہ خاتون                 |
| (۱۳) سنار                                | (۲۹) لڑکیوں کی ختنہ کرنے والی   |
| (۱۴) معمار                               | (۳۰) دودھ پلانے والی            |
| (۱۵) لوہار                               | (۳۱) گانے والی                  |
| (۱۶) کھالیں رنگنے والے                   | (۳۲) قبریں کھودنے والے          |
|  | (۳۳) موتی کا غسل                |

میں نے علامہ خزاعی کے مذکورہ بالا ابواب کی از سر نو ترتیب تدوین اور تہذیب کی ہے اور درج ذیل ابواب کا اضافہ کیا ہے:

(۱) خرید و فروخت کو تجارت کا نام دینے کی اصل



(۲) رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ منورہ میں کلاتھ مارکیٹ

(۳) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بازار کی جگہ کا انتخاب

(۴) دور جاہلیت کے وہ بازار جو اسلامی دور میں باقی رہے

(۵) زراعت اور شجرکاری

(۶) ابتدائے اسلام میں لوگ بیع و شراء کے احکام اور سود سے بچنے کے طریقے جانے بغیر تجارت نہیں کرتے تھے

(۷) تجارت کو عوام الناس اور مخلوط لوگوں کے لیے چھوڑنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحابہ پر سختی

(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں ہنرمند نو جوان کی قدر و منزلت

(۹) غزوہ میں شرکت اور روزی کمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ترجیح

(۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کسب معاش کے لیے فقراء وغیرہ کو محنت پر آمادہ کرنا

(۱۱) درآمد کنندگان

(۱۲) شام کے بحری راستہ سے تجارت کرنے والے

(۱۳) شام سے ملاوٹ سے پاک میدے، گھی اور شہد کی درآمد

(۱۴) عنبر اور پارے کی تجارت

(۱۵) سونے کی کان کھودنے کا بیان

(۱۶) تاجر بچے

(۱۷) شکر کی تجارت

(۱۸) جڑی بوٹیوں کے تاجر

(۱۹) عطر کی تجارت

(۲۰) موچی کا پیشہ

(۲۱) طاہی کھالیں رنگنے والے

(۲۲) بچوں کے جھولے

(۲۳) سونے کی ناک کی تیاری

(۲۴) ہوا سے چلنے والی چکی کی ایجاد

(۲۵) مصور

(۲۶) رؤساء اور بادشاہوں کی طرف سے قومی اور دینی عمارتوں کا سنگ بنیاد رکھنا

(۲۷) مسجد نبوی کی تین بار تعمیرات

(۲۸) امام کی طرف سے مسجد کی جگہ اور سمت قبلہ کا تعین

(۲۹) رسول اللہ ﷺ کے رہائشی مکانات

- (۳۱) تعمیرات میں صحیح قواعد کا خیال رکھا جائے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد
- (۳۲) مسجد ضرار کو منہدم کروانا
- (۳۳) رنگائی کرنے والے
- (۳۴) تیراکی
- (۳۵) دودھ فروش
- (۳۶) چراغ جلانے اور کشتیوں وغیرہ پر پالش کے لیے چربی کا استعمال
- (۳۷) پانی کی نشاندہی کرنے اور اسے نکالنے والے
- (۳۸) خزیروہ کی تیاری
- (۳۹) روٹی بنانے والے
- (۴۰) نبی ﷺ کی روٹی کی ٹکیاں بڑی ہوتی تھیں یا چھوٹی؟
- (۴۱) رسول اللہ ﷺ اور ایک بدوی کے درمیان تحائف کا تبادلہ
- (۴۲) شکار کے لیے ممنوعہ علاقے اور ممنوعہ اوقات
- (۴۳) رسول اللہ ﷺ نے خود شکار کیا نہ شکار خریدا
- (۴۴) سوت کا تنے والی خواتین
- (۴۵) ہسانے والی خواتین
- (۴۶) نبی ﷺ کے عہد میں مدینہ منورہ کی مغنیات کے نام
- (۴۷) کیا عہد نبوی میں گھنگروا لے دف تھے؟
- (۴۸) بعض سلف کا علم موسیقی سے شغف
- (۴۹) گانوں کے مضامین
- (۵۰) نبی ﷺ کے سامنے مسجد نبوی میں حبشیوں کا رقص
- (۵۱) نبی ﷺ کی آمد کی خوشی میں حبشیوں کا نیزوں سے کھیل
- (۵۲) حضور ﷺ کے سامنے بعض عظیم القدر صحابہ کا رقص
- (۵۳) گانا اور بہ آواز بلند شعر خوانی
- (۵۴) قبر کی ہم نشین بوڑھی خاتون
- (۵۵) دوڑ کے مقابلے
- (۵۶) کشتی کے مقابلے
- (۵۷) تیراندازی
- (۵۸) بچیوں کی گڑیاؤں کا تذکرہ

(۵۸) گھر میں وحشی جانور رکھنا

(۵۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول: اندازہ کرو کہ ایک نو عمر لڑکی نے کتنی دیر تک حبشیوں کا کھیل دیکھا ہوگا؟

(۶۰) بچوں کے کھیلنے کے لیے پرندے رکھنا

(۶۱) شادی بیاہ کے موقع پر بادام، چھوہارے وغیرہ لوٹنا

(۶۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کھیل تماشہ میں مشغول حبشیوں پر گزرا اور ان کو انعام دینا

(۶۳) غزوات میں خواتین نرسوں کی شرکت اور جنگ میں شریک دلیر خواتین

(۶۴) تاجر خواتین

(۶۵) مجلس نبوی میں عورتوں کی نمائندہ خاتون

(۶۶) دولہن کی رخصتی کے وقت کا گیت

(۶۷) سات دن تک شادی کا ولیمہ

(۶۸) تلواریں بنانے والے

(۶۹) مخصوص محفل یا تجہیز و تکفین کے لیے نمائندہ کا انتخاب

(۷۰) تیر بنانے والے

(۷۱) خاتون کی میت کا ستر اور اس کی تحسین

آپ پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہوگی کہ علامہ خزاعی نے نبی ﷺ کے عہد مبارک کے تقریباً تیس (۳۰) پیشوں اور صنعتوں کا ذکر کیا ہے اور میں نے بھی تقریباً اتنے ہی پیشوں اور صنعتوں کا مزید اضافہ کیا ہے اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ بعد میں آنے والے پہلے آنے والوں سے ایک قدم آگے بڑھتے ہیں۔ یہ شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری ہیں آپ نے اپنی کتاب ”صحیح البخاری“ کی کتاب البیوع میں صرف دس پیشے اور صنعتیں ذکر کی ہیں اور وہ سنار، لوہار، درزی، پارچہ باف، بڑھی، ہتھیار فروش، عطر فروش اور حجام ہیں، انہوں نے اپنی شرط کے معیار پر پوری اترنے والی احادیث روایت کی ہیں۔ بہر حال ان کی کوشش قابل داد اور شکر یہ کی مستحق ہے اسی طرح بعد میں آنے والوں کی جدوجہد اور کاوش بھی لائق تحسین اور ہدیہ تبریک کی حق دار ہے کہ انہوں نے سلف کے واکردہ دروازوں سے داخل ہو کر ان عنوانات کو مزید قوت اور وسعت عطا کی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ (القصص: ۶۸)

اور آپ کا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند فرمالتا ہے (جسے چاہتا ہے)۔

## قسم دہم از ”کتاب التخریج“ علامہ خزاعی

اس قسم میں امور متفرقہ کے ذکر پر یہ کتاب مکمل ہوئی ہے اس کے مندرجہ ذیل ابواب ہیں:

(۱) صنعت و حرفت کا مفہوم

(۲) غیر مسلم کفار اہل کتاب وغیرہ کے عامل بنانے کی ممانعت

(۳) عمال کے وظائف اور تنخواہیں

(۴) ”کتاب التخریج“ کے مآخذ و مراجع

مجھے یہ قسم دستیاب نہیں ہوئی اور تونسہ نسخہ میں یہ موجود نہیں ہے، البتہ صنعت و حرفت کے مفہوم پر نویں قسم کے شروع میں ہمارے خیال میں کافی گفتگو ہو چکی ہے، کفار کے عامل بنانے اور عمال کی تنخواہوں اور وظائف پر بحث کا صحیح مقام کتب فقہ میں رہا چوتھا باب جس میں مؤلف نے اپنی کتاب کے مآخذ و مراجع کا ذکر کیا ہے وہ نہایت مفید باب تھا اگرچہ میں علامہ الخزاعی کے تحریر کردہ اس باب سے واقف نہ ہو پایا تاہم میں نے کتاب میں مندرج روایات اور حوالہ جات کے تتبع سے اس پر خاصہ کام کیا ہے اور ان تمام کتب کے نام درج کر دیئے ہیں جن پر مؤلف نے اعتماد کیا ہے، علامہ الخزاعی نے اکثر صنعتوں، پیشوں، عمال اور والیوں کے ذیل میں ”الاستیعاب“ اور اس پر ”ابن فتحون“ کے حواشی پر اعتماد کیا ہے۔

چونکہ علامہ خزاعی نے اپنی کتاب دس اقسام پر مشتمل تالیف کی تھی سو میں نے چاہا کہ میں اس کتاب کے پڑھنے والوں کو اس آخری قسم سے محروم نہ رکھوں۔ سواب میں اس دسویں قسم پر قلم اٹھاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد اور توفیق کا طلب گار ہوں۔

اس تمہید کے بعد علامہ کتابی نے القسم العاشر کے عنوان سے دو مقاصد تحریر کیے ہیں جن میں ”المقصد الاول“ کے تحت ایک سو پانچ ابواب اور ”المقصد الثانی“ کے تحت اکہتر مزید ابواب ذکر کیے ہیں، یہ قسم ایک الگ جلد میں تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ترجمہ التراتیب الاداریہ جلد دوم کے نام سے الگ شائع کیا جائے گا اس لیے یہاں ان ابواب کو ذکر نہیں کیا جا رہا۔ (مترجم)



## القسم الاول

خلافت وزارت

اور

اس سے متعلق صحابہ کرام

بسم الله الرحمن الرحيم

## خلافت

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: خلیفہ کسی کے جانشین اور قائم مقام کو کہتے ہیں۔ ابن النحاس کی ”صناعة الكتاب“ میں ہے اسی لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ کہا گیا۔ اسلام میں سب سے پہلے یہی خلافت سے سرفراز ہوئے۔ (خزائی)

خلافت ریاست عظمیٰ اور ایسی مکمل عمومی حکمرانی کا نام ہے جو دین و دنیا کے امور کی نگرانی اور نگہبانی پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور ایسے حکمران کو ہی خلیفہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا نائب اور جانشین ہوتا ہے۔ اور وہی امام ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور خلفاء راشدین کے دور میں امامت اور خطبہ والی ریاست ہی کی سرکاری تھی۔ عدالت اور حکومت کی طرح کوئی دوسرا بطور نیابت یہ امور سرانجام دیتا تھا۔ خلیفہ وقت کو امیر المؤمنین بھی کہا جاتا تھا۔ خلیفہ ہی سب سے بڑا حکمران ہوتا ہے اس پر کوئی والی نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی دوسرا اس کے منصب میں شراکت دار ہوتا ہے۔ روئے زمین پر سب سے پہلی اور حقیقی خلافت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے۔

امام ابن عدی، ابو بکر بن عیاش سے نقل کرتے ہیں کہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے مجھے کہا: ابو بکر! یہ بتاؤ حضرت ابو بکر صدیق لوگوں کے خلیفہ کیسے بنے؟ میں نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ اس کا رسول ﷺ اور اہل ایمان سب نے ان کی خلافت پر سکوت اختیار کیا ہارون بولا: بخدا! تم نے تو میری الجھن میں اضافہ کر دیا ہے میں نے کہا: امیر المؤمنین! نبی ﷺ آٹھ روز بیمار رہے بلال رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی: یا رسول اللہ! لوگوں کو نماز کون پڑھائے؟ فرمایا: ابو بکر کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائے! حضرت ابو بکر نے آٹھ روز نماز پڑھائی حالانکہ وحی نازل ہوتی رہی رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے سکوت فرمانے پر سکوت فرمایا (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت اور نیابت کو برقرار رکھا) اور مسلمان رسول اللہ ﷺ کے سکوت کی وجہ سے خاموش رہے ہارون کو یہ بات پسند آئی اور اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے برکتوں سے نوازے۔

صحیح البخاری: ۶۶۴-۶۷۹-۱۲-۷۱۳-۷۱۶-۳۳۳-۷۳۰ سنن دارمی ج ۱ ص ۳۹ مسند احمد ج ۶ ص ۹۶-۱۵۹-۲۰۲-۲۱۰-۲۲۳  
احمد فضائل الصحابہ: ۵۸۹-۸۸ مؤطا مالک ج ۱ ص ۱۷۰-۱۷۱ ترمذی: ۳۶۷۲ نسائی ج ۲ ص ۹۹-۱۰۰ ابن ماجہ: ۱۲۳۲ تفسیر بغوی: ۸۵۳ السنن ابن ابی عاصم: ۱۱۶ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۹-۷۹-۱۸۰ بیہقی ج ۳ ص ۱۰۸۱ از مائشہ رضی اللہ عنہما۔ صحیح البخاری: ۶۷۸-۳۳۸۰ مسلم: ۴۴۰ مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۳-۴۱۴ ابن ابی عاصم: ۱۱۶ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۸-۷۸ فضائل الصحابہ: ۱۴۰-۱۵۸۲ از موسیٰ رضی اللہ عنہ صحیح البخاری: ۶۸۴ از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۹ از ابن عباس رضی اللہ عنہما نیز یہ حدیث ”الفضائل“ ۷۹-۸۰ پر موجود ہے۔ ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔



## حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا قرآن سے ثبوت

علماء کی ایک جماعت نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مندرجہ ذیل قرآنی آیات سے ثابت کیا ہے:

(۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَن يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يٰۤاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَہٗ ۝

اے ایمان والو! تم میں سے جو مرتد ہو جائے اپنے دین سے تو عنقریب لائے گا اللہ ایسی قوم کو کہ اللہ

(المائدہ: ۵۴) ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

امام بیہقی اس آیت کے تحت نقل کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا: بخدا اس سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مراد ہیں رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب بعض عرب قبائل مرتد ہو گئے تو حضرت ابو بکر اور آپ کے ساتھیوں نے ان سے جہاد کیا اور انہیں اسلام کی طرف واپس لائے۔

(۲) قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولٰٓئِیْہِمْ شَدِيْدُ بَغَاۗءٍ لَّهُمْ اَوْ يَسْلَمُوْنَ ۝ (الفتح: ۱۶)

ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے فرمادیتے عنقریب تم ایک ایسی قوم (مرتدین اہل یمامہ) کی طرف بلائے جاؤ گے جو نہایت سخت لڑنے والی ہوگی، تم ان سے لڑتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم، حضرت جبیر سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: اس سے بنو حنیفہ مراد ہیں۔ امام ابن حاتم اور ابن قتیبہ کہتے ہیں: یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلیل اور حجت ہے۔ کیونکہ آپ نے بنو حنیفہ کے خلاف جنگ کے لیے لوگوں کو دعوت دی۔

امام ابو الحسن اشعریؒ کہتے ہیں: میں نے ابو العباس بن شریح کو یہ فرماتے سنا: قرآن مجید کی اس آیت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلیل ہے۔ کیونکہ اہل علم حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد صرف وہی جنگ ہوئی ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور زکوٰۃ کے منکرین کے خلاف لڑی۔ یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر کی خلافت کے وجوب اور آپ کی اطاعت کی فرضیت پر دلیل ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اس جنگ سے روگردانی کرنے والے کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: جس مفسر نے آیت مذکور میں ”قوم“ کی تفسیر فارس اور روم سے کی ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ فارس اور روم کے خلاف لشکر کشی کی ابتداء حضرت صدیق اکبر نے کی اور اس کی تکمیل حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے دور میں ہوئی اور حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا جز، حصہ اور فرع ہے۔

(۳) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

اللہ نے وعدہ فرمایا ان لوگوں سے جو تم میں سے

۲۔ امام ابو اسن علی بن اسماعیل اشعری صاحب تصانیف ہیں متکلمین اشاعرہ انہی سے منسوب ہیں بقول ابن کثیر وغیرہ آپ تین مراحل سے تشریح کرتے ہیں۔ (۱) اعتدال (۲) تاویل اور (۳) تفویض اس پر آپ کی کتاب ”الاباہۃ“ واضح دلیل ہے ۳۲۴ میں آپ کا انتقال ہوا۔

فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: ۵۵) ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے کہ انہیں زمین میں ضرور ضرور خلافت دے گا جس طرح ان لوگوں کو خلافت دی جو ان سے پہلے تھے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر منطبق ہوتی ہے۔ امام بیہقی، ابن زعفرانی سے نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا: میں نے امام شافعی کو یہ کہتے سنا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر لوگوں کا اجماع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام پریشان ہوئے تو انہوں نے آسمان کی چھت کے نیچے کسی کو حضرت ابو بکر سے بہتر نہ پایا سو انہوں نے آپ کو اپنی گردنوں کا والی بنا لیا (اپنا حکمران منتخب کر لیا)۔

(۴) وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ○ اور یقیناً وہ ضرور شرف ہے آپ کے لیے اور (الزخرف: ۴۳) آپ کی امت کے لیے اور عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا ○

ابو العباس القرانی ”الفروق“ جزء دوم ص ۱۸۲ میں رقمطراز ہیں: علماء کا کہنا ہے اس سے خلافت مراد ہے۔ رسول اللہ ﷺ شروع شروع میں مختلف قبائل میں تشریف لے جاتے اور ان سے مدد طلب فرماتے، قبائل کا مطالبہ ہوتا کہ آپ کے بعد حکمرانی اور خلافت ان کو ملے، آپ ارشاد فرماتے: مجھے اس سے منع کر دیا گیا ہے اور آپ پر مذکورہ بالا آیت کریمہ نازل ہو چکی تھی سو تبلیغ دین میں معادنت کرنے والوں کے لیے اس میں کچھ حصہ نہ تھا۔ قیروان کے ایک عالم دین سے کسی نے سوال کیا: رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت کا مستحق کون تھا؟ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! ہم قیروان میں رہتے ہوئے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم میں سے فیصلہ کرنے اور فتویٰ دینے کی سب سے زیادہ صلاحیت کس کے پاس ہے، امامت کے لیے ہم میں سے کون زیادہ باصلاحیت ہے، کیا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر یہ بات مخفی تھی اور ان مسائل کے بارے میں اہل عراق سے پوچھنا پڑے گا۔ بلاشبہ ان کا جواب صداقت پر مبنی ہے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، سب سے پہلے قرآن جمع کیا، سب سے پہلے قرآن کا نام مصحف رکھا، سب سے پہلے آپ کو خلیفہ کہا گیا، امام احمد، ابو بکر ابن ملیک سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: حضرت ابو بکر کو خلیفہ اللہ کہا گیا تو آپ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں اور میں اس پر راضی ہوں۔ آپ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے والد کی حیات میں خلافت کی ذمہ داری سنبھالی اور آپ پہلے خلیفہ ہیں جن کا وظیفہ ان کی رعایا نے مقرر کیا۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو فرمایا: میری قوم جانتی ہے میرا کاروبار میرے اہل عیال کی کفالت کے لیے ناکافی نہیں، اب میں مسلمانوں کے معاملات میں مشغول ہو گیا ہوں تو ابو بکر کے گھر والے اس بیت المال سے کھائیں گے اور میں

مسلمانوں کے معاملات کی دیکھ بھال کروں گا۔

طبقات ابن سعد میں حضرت عطاء بن السائب سے مروی ہے: جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی آپ اس روز کندھے پر چادریں اٹھائے بازار جانے لگے حضرت عمر نے پوچھا: آپ کہاں کو چلے؟ فرمایا بازار حضرت عمر نے کہا: آپ کو مسلمانوں کے امور کا والی اور نگران بنایا گیا ہے اور آپ بازار میں کاروبار کرنے رہے ہیں؟ فرمایا: پھر میرے اہل و عیال کہاں سے کھائیں گے؟ حضرت عمر نے کہا: آپ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں وہ آپ کے لیے وظیفہ مقرر کریں گے دونوں حضرات حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہوں نے فرمایا: میں آپ کے لیے مہاجرین میں سے ایک متوسط الحال فرد کے اخراجات کے مطابق خوراک مقرر کروں ہوں نیز گرمی اور سردی کے موسم میں ایک ایک جوڑا کپڑے جب پہلا جوڑا پرانا ہو جائے تو اسے واپس کر دیں اور اس کے بدلہ میں کپڑوں کا نیا جوڑا لیں اور ہر روز کی آدھی بکری اعضاء رئیسہ سمیت۔

ابن سعد میمون رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے ان کا وظیفہ دو ہزار مقرر کیا گیا آپ نے فرمایا: میرے وظیفہ میں اضافہ کرو کیونکہ میرے اہل و عیال ہیں اور آپ لوگوں نے مجھے تجارت سے روک کر اس کام میں لگا دیا ہے تو انہوں نے آپ کے وظیفہ میں پانچ سو کا اضافہ کر دیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیت المال قائم کیا امام حاکم کہتے ہیں: اسلام میں سب سے پہلا لقب حضرت ابو بکر کو ملا آپ کو عتیق کا لقب ملا۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں: سب سے پہلے آپ ہی کو شیخ الاسلام کا لقب ملا۔

شہاب احمد حلولونے ”جمع الجوامع“ پر اپنی شرح میں کہا ہے: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ رسول اللہ ﷺ ہونے پر علی الاطلاق تمام صحابہ کا اتفاق ہے۔ متعدد دلائل آپ کی خلافت کے متقاضی ہیں۔ کثیر تعداد میں بہ دلائل شرح و بسط کے ساتھ بڑی بڑی کتب میں مذکور ہیں جو اس مفہوم کے مؤید ہیں البتہ اس بارے میں صریح عرض نہیں ہے اگر آپ کی خلافت پر صریح نص موجود ہوتی تو سقیفہ بنو ساعدہ میں بعض صحابہ تردد میں نہ پڑتے۔ باقی خلفاء راشدین کے لیے امیر المؤمنین کا نام صحابہ کرام کا مرہون ہے۔

حافظ ابن حزم نے ”نقط العروس“ میں کہا ہے کہ لوگوں کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں اختلاف ہوا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں آپ کو افتد ار عطا فرمایا تھا اہل اسلام کا اجتماعی طور پر آپ کو خلیفہ رسول ﷺ کا نام دینا اس پر نص ہے حضرت ابو بکر کے علاوہ کسی دوسرے صحابی کو کسی نے بھی یہ نام نہیں دیا جو حضرات حضور ﷺ کی عدم موجودگی میں مدینہ طیبہ میں آپ کے نائب مقرر ہوئے اور جن حضرات کو آپ ﷺ نے غزوات اور حج میں تشریف لے جانے پر اپنا قائم مقام بنایا ان میں سے کسی کو خلیفہ رسول نہیں کہا گیا۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ہم نے طرق ثابتہ سے روایت کیا ہے کہ ایک خاتون نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر میں واپس آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ اس کا مطلب آپ کے

وصال سے تھا آپ نے فرمایا: تو ابوبکر کے پاس آنا۔ یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہے۔ علاوہ ازیں ہم نے کتاب ”الفیصل“ میں مزید احادیث ذکر کی ہیں۔ واللہ الحمد

علامہ ابن جزئی ”القوانین“ میں کہتے ہیں: خلفاء راشدین (خلفائے اربعہ) کی امامت تین وجوہ سے ثابت ہے:

- (۱) ہر ایک میں امامت کی شرائط علی وجہ الکمال موجود تھیں۔
  - (۲) ہر ایک کی بیعت اور اطاعت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہوا اور اجماع حجت ہے۔
  - (۳) ان میں سے ہر خلیفہ راشد رسول اللہ ﷺ کی صحبت، ہجرت اور عظیم مناقب کا جامع تھا۔
- قرآن مجید میں ان کی ثناء جمیل ہے اور مخبر صادق ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا اشارہ فرمایا تھا اور آپ نے ان کی اقتداء کا حکم فرما دیا تھا۔ حضرت ابوبکر کوج میں مقدم فرمایا، اپنے مرض وصال میں انہیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ یہ چیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کی دلیل ہے۔ پھر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ چھ رکنی مجلس شوریٰ کے سپرد کیا، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مظلومانہ قتل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے عظیم فضائل اور اعلیٰ مرتبہ کے سبب اس منصب کے سب سے زائد حق دار تھے۔

خلفاء راشدین میں سے بالاتفاق سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کہا گیا، اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بیعت کے بعد ”خلیفہ رسول اللہ“ کہا گیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی، لوگ آپ کو خلیفہ خلیفہ رسول اللہ (رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے خلیفہ) کہنے لگے، لیکن نام کی یہ طوالت ان پر گراں گزرتی تھی اور جملے کی طوالت سے اصل مقصود اور ضروری امتیاز باقی نہ رہا۔ چنانچہ بعض صحابہ آپ کو امیر المؤمنین کہنے پر متفق ہوئے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے مکتوب میں آپ کو امیر المؤمنین لکھا، بالمشافہ گفتگو کے دوران حضرت عدی بن حاتم طائی، حضرت مغیرہ بن شعبہ یا حضرت عمرو بن العاص وغیرہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو امیر المؤمنین کہا، لوگوں کو یہ بات پسند آئی، اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ ایک سریہ میں یہ نام حضرت عبداللہ بن جحش کو عطا فرما چکے تھے اور انہیں اس لفظ سے مخاطب فرمایا تھا۔

حافظ سیوطی نے ”المصباح الوہاج“ میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو سالار لشکر بنا کر شام کی طرف روانہ کیا گیا تو اس سفر میں صحابہ کرام حضرت اسامہ و امیر المؤمنین کہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جب بھی حضرت اسامہ کو دیکھتے تو السلام علیک یا امیر المؤمنین کہتے تھے۔ حضرت اسامہ کہتے: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ مجھے امیر المؤمنین کہتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے: میں تاحیات آپ کو امیر ہی کہوں گا کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال

صحیح البخاری: ۳۶۵۹-۴۲۲۰-۴۳۶۰ صحیح مسلم: ۲۳۸۶ مسند احمد ج ۳ ص ۸۲-۸۳ الطیالسی: ۹۳۳ ”الہنۃ“ ابن ابی عامر: ۱۱۵۱ شرح

الہنۃ بغوی: ۳۸۶۸ از جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ

ہوا تو آپ میرے امیر تھے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لشکر میں شامل تھے رسول اللہ ﷺ نے جس کا امیر حضرت اسامہ کو بنایا تھا)۔

علامہ تاج الدین سبکی نے صلاح صفدی کو اشعار کی صورت میں چند سوال بھیجے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا: ”وہ کون تھے جنہیں شہر اور دیہات پر حکمرانی کے بغیر امیر المؤمنین شمار کیا گیا“ حالانکہ وہ غیر قریشی تھے اور ان کے لیے امیر المؤمنین بننا جائز نہ تھا۔“

حافظ سیوطی نے بھی ان سوالات کے جواب میں کہا: ”وہ صاحب جنہیں شہر اور دیہات پر حکمرانی کے بغیر امیر المؤمنین کہا گیا وہ اسامہ رضی اللہ عنہ ہیں“ جب نبی ﷺ نے انہیں ایک سریہ کا امیر مقرر فرمایا تھا اور صحابہ کرام نے دوران سفر ان کو یہ لقب دیا تھا۔“

خلفاء راشدین کے عہد مبارک کے بعد حکمرانوں نے اس لقب (امیر المؤمنین) کو اپنی علامت بنالیا اور اس میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہے اس سلسلہ میں خصوصاً بنو امیہ اور بغداد میں بنو عباس کے بادشاہوں کی مثالیں موجود ہیں۔

البتہ وہ حضرات اس سے مستثنیٰ ہیں جو دیگر علاقوں میں خود کو اس لقب کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے اور خلافت کے مدعی تھے جیسے اپنے بھائی نفس زکیہ کی وصیت کے مطابق مغرب (شمالی افریقہ کے ممالک مراکش الجزائر وغیرہ) کے امام ابو العلاء اور یس بن عبد اللہ اکامل قدس اللہ روحہ الزکیہ ہیں ابو جعفر المنصور عباسی کی بیعت سے پہلے مدینہ منورہ میں حضرت نفس زکیہ کی بیعت ہوئی تھی اور وہی شرعی طور پر خلیفہ تھے۔

ابن زکری کی ”ہمزہ“ کی شرح میں ہے کہ نفس زکیہ کی امامت بنو عباس سے پہلے منعقد ہوئی تھی اسی لیے امام مالک اور امام ابو حنیفہ ان کی طرف مائل تھے ان کی امامت کو بنو عباس کی امامت پر ترجیح دیتے تھے اور ان کی امامت کو ابو جعفر منصور عباسی کی امامت سے زیادہ صحیح سمجھتے تھے اس کی وجہ یہی تھی کہ نفس زکیہ کی بیعت منصور سے پہلے کی گئی تھی۔ اس کی اصل حافظ التسی کی ”الدروالعقیان“ میں ہے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے علاوہ دیگر حضرات نے کہا: بنو عباس کی بیعت منعقد نہیں ہوئی، کیونکہ وہ خارج تھے اور ابو العلاء اور یس کی بیعت ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ جناب اور یس اکبر نے اپنی بیعت کے وقت کے خطبہ میں فرمایا: لوگ جو چیز ہمارے پاس پاتے ہیں وہ ہمارے غیر کے پاس نہیں پاتے۔

المقری کی ”کنز الاسرار“ میں ہے بلاد مغرب میں امام مالک کے مذہب کی اشاعت اور اور یس کا اپنی رعایا کو اس کی اتباع کے حکم دینے کا سبب یہ ہے کہ امام مالک نے ”الموطا“ میں ان کے دادا عبد اللہ اکامل کی روایت نقل کی ہے اور انہوں نے ابو جعفر المنصور کی بیعت منعقد نہ ہونے کے متعلق فتویٰ دیا انہوں نے محمد نفس زکیہ کی بیعت کی اور ان کے بعد ان کے بھائی اور یس اکبر کی خلافت کا عہد کیا۔ (ابن خلدون)۔

گویا امام مالک ہی بلاد مغرب میں ان کی حکمرانی کا سبب بنے چنانچہ اور یس نے کہا: ہم امام مالک کے مذہب

مشہور فلسفی مؤرخ اور ماہر ساجیات علامہ عبد الرحمن بن محمد بن خلدون الحضرمی الشیخی ”العبر و دیوان المصدا والخبر فی تاریخ العرب والعجم والبربر“ ان کی مشہور کتاب ہے جس کی ابتداء ”المقدمہ“ سے ہے۔ سن وفات ۸۰۸ھ (الاعلام زرکلی ج ۳ ص ۳۳۰)

کی اتباع اور ان کی کتاب ”الموطا“ کی قرأت کے زیادہ حق دار ہیں اور اس نے اپنی تمام عمل داری میں یہ حکم جاری کر دیا۔ (الدر النقیس)

اسی طرح عبدالرحمن بن محمد الناصر اموی متوفی ۳۵۰ھ نے (اندلس میں) امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔ ابن جزئیؒ نے ”قوانین“ میں کہا ہے: اندلس میں سب سے پہلے ”امیر المؤمنین“ عبدالرحمن بن محمد الناصر کو کہا گیا۔

حافظ سیوطی ”تاریخ الخلفاء“ میں لکھتے ہیں: مقتدر کے دور حکومت میں جب دولت عباسیہ روبرو ہوا تو اندلس میں عبدالرحمن بن محمد نے خلیفہ اور امیر المؤمنین کہلوا یا اس سے پہلے اندلس کے اموی حکمران صرف امیر کہلاتے تھے۔ ”ازہار الرياض“ میں ہے: عبدالرحمن ناصرا اموی پہلا حکمران ہے جس کو اندلس میں امیر المؤمنین کہا گیا۔ الناصر کے دور میں مملکت اندلس عظمت کی بلندیوں پر تھی جب کہ مشرق میں عباسیوں کا نظام حکومت تنزلی اور بگاڑ کا شکار تھا اور عجمی سلطنت پر غالب آ چکے تھے۔

الناصر نے بغداد میں عباسی خلفاء کی کمزوری کے پیش نظر اپنے لیے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا پھر اس کے بعد آنے والے حکمرانوں نے اسی روش کو جاری رکھا ۳۱۶ھ میں جامع مسجد قرطبہ میں الناصر کے خطیب نے جمعہ کے خطبہ میں الناصر کو امیر المؤمنین کہا، الناصر نے اپنے تمام عمال کو گشتی حکم جاری کیا کہ آئندہ اسے امیر المؤمنین لکھا اور کہا جائے اس نے اپنے فرمان میں لکھا: ہم نے طے کیا ہے کہ ہمیں امیر المؤمنین کہا جائے تمام فرامین اور آنے والے خطوط میں ہمارے لیے یہی لقب اختیار کیا جائے کیونکہ نام نہاد امیر المؤمنین اس لقب کے مستحق نہیں رہے ہم کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہماری طرف سے تاخیر ضروری حق کو ضائع کرنے والی چیز اور صحیح نام اور لقب سے روگردانی ہے سو تم اپنے علاقہ کے خطیب کو حکم دو وہ خطبہ میں ہمیں امیر المؤمنین کہے اور ہمارے نام اپنے مراسلوں میں ہمارے لیے یہی لقب استعمال کرو۔

افریقہ میں عبیدیوں کے پہلے حکمران عبید اللہ المہدی کو بھی امیر المؤمنین کہا گیا اس کا خیال تھا کہ وہ مشرق میں اپنے ہم عصر عباسی حکمرانوں سے خلافت کا زیادہ حق دار ہے۔ ”تاریخ دول اسلام“ کا مصنف لکھتا ہے: سب سے پہلے عبید اللہ المہدی نے ہی عباسی خلفاء کے مقابلہ میں امیر المؤمنین کہلوا یا بعد میں اندلس کے حکمران عبدالرحمن الناصر اموی نے المہدی کی پیروی میں یہ لقب اپنایا۔ عبدالرحمن الناصر مشرق میں برسر اقتدار رہنے والے اپنے اموی اسلاف کی وجہ سے خود کو خلافت کا حق دار سمجھتا تھا۔

اس کے بعد مشرق میں عجمی بادشاہوں اور مغرب میں بربر حکمرانوں میں سے کسی نے بھی امیر المؤمنین کہلوانے کی جرأت نہیں کی یہ قریشی خلیفہ اعظم کا لقب رہا۔ تا آنکہ مرابطین اقتدار کے مالک ہوئے۔ یوسف بن تاشفین کا تعلق بھی مرابطین سے تھا یوسف کی سلطنت بلاد مغرب مغرب اقصیٰ اور اندلس کے وسیع و عریض علاقے

۵ ابوالقاسم محمد بن احمد بن محمد بن عبداللہ ابن جزئی الکسّی غرناطی اصول اور لغت کے عظیم عالم اور فقیہ۔ ”القوانین الفقہیہ فی تلخیص

مذہب المالکیہ“ اور ”التسهیل لعلوم التنزیل“ وغیرہ مشہور کتب کے مؤلف ۷۴۱ھ میں فوت ہوئے۔

(۱۱ علام زرکلی ج ۵ ص ۳۲۵)



پر مشتمل تھی، مشرق کے عباسی خلیفہ نے یوسف بن تاشفین کو امیر المسلمین کا خطاب دیا اور اسے مذکورہ علاقوں کا والی اور حکمران قرار دیا، مراءطین خلیفۃ المسلمین کے احترام میں امیر المؤمنین کی بجائے امیر المسلمین کہلاتے تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یوسف بن تاشفین کو سب سے پہلے یہ لقب اندلس کے معتمد بن عباد نے دیا، یوسف نے اس کی تحسین کی، پھر بغداد کے حکمران نے اسے یہ لقب دیا، بعد میں آنے والے مراءطین حکمران اسی لقب سے ملقب ہوتے رہے۔

ابن ابی زرع نے جنگ زلاقہ (۴۷۹ھ) میں یوسف بن تاشفین کی فتح کا ذکر کرتے ہوئے کہا: یوسف بن تاشفین نے اسی روز سے خود کو امیر المسلمین کہلوا یا، قبل ازیں انہوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا۔

میں کہتا ہوں: ابن ابی زرع کی طرح کئی لوگوں سے یہ بات منقول ہے، علامہ القرمانی کی کتاب ”اخبار الدول و آثار الاول“ میں ہے کہ مملکت موحدین کے بانی عبداللہ بن یاسین نے بیعت کے وقت قبیلہ لتون کے سردار ابو بکر بن عمر کو امیر المسلمین کا نام دیا، اور یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ یہ بیعت جنگ زلاقہ سے بہت پہلے ہوئی، سو یہ احتمال ہے کہ امیر المسلمین کے لقب سے سب سے پہلے ابو بکر بن عمر ملقب ہوا۔ بعد میں یوسف بن تاشفین کی جنگ زلاقہ میں فتح یابی کے بعد اندلس کے حکمران المعتمد بن عباد نے اسے امیر المسلمین کا لقب دیا اور عباسی خلیفہ نے اسے برقرار رکھا۔ اسی وجہ سے یہ مشہور ہوا کہ سب سے پہلے یوسف بن تاشفین نے یہ لقب اختیار کیا۔ واللہ اعلم

امیر المسلمین کا لقب مراءطین کا شعار رہا، ہماری لائبریری میں علی بن یوسف بن تاشفین متوفی ۵۳۰ھ کے لیے لکھے ہوئے ”الموطا“ کے بعض اجزاء موجود ہیں، یہ اجزاء باریک چٹے پر لکھے گئے ہیں، اس کے بعض اجزاء کے شروع میں ہے: یہ کتاب امیر المؤمنین ناصر الدین علی بن یوسف بن تاشفین ادام اللہ تائیدہ و نصرہ کی لائبریری کے لیے یحییٰ بن محمد بن عباد النخعی نے تحریر کی ہے۔

ہماری لائبریری میں یوسف بن تاشفین کے دور کے درہم کے سکے بھی موجود ہیں جن پر اسے امیر المؤمنین لکھا گیا ہے، اس سے احمد بن یوسف القرانی الدمشقی کی کتاب ”اخبار الدول و آثار الاول“ کے یوسف بن تاشفین کے تعارف کے تحت درج اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ یوسف نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا تھا۔

(ص ۲۵۴، مطبوعہ بغداد)

میں نے عیاض کی ”الغنیہ“ میں دیکھا انہوں نے یوسف بن تاشفین کے بیٹے علی کو بارہا امیر المؤمنین کے لقب سے ذکر کیا ہے، مراءطین کے بعد جب موحدین کی حکومت قائم ہوئی انہوں نے بھی اسی کی خواہش کی، ابن جزئی نے ”قوانین“ میں عبداللہ بن علی المؤمنی کے متعلق کہا: اسے امیر المؤمنین کہا گیا۔

”تاریخ دول الاسلام“ کے مصنف کہتے ہیں: عبداللہ بن یوسف بن تاشفین کا نام دیا گیا اور اس نے خلیفہ کی علامت اپنائی، پھر اس کی اولاد اس کے نقش قدم پر چلی، ہماری لائبریری میں مہدی بن تو مرت کے حواشی سے مزین ”اختصار الموطا“ کا ایک نسخہ ہے اسے ۵۸۸ھ میں فاس میں لکھا گیا اس میں ابو یعقوب یوسف بن عبداللہ بن

کو امیر المؤمنین کہا گیا ہے۔ موحّدین سے یہ چیز بعید نہیں کیونکہ وہ تو اپنے امام ابن تو مرّت کے لیے مہدویت اور عصمت تک کے داعی تھے۔

فتح الباری میں ”باب الانمة من قریش“ کے تحت یہ عجیب بات مذکور ہے کہ خارجیوں کے ایک اہام قطری کو امیر المؤمنین کہا گیا، خوارج کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی امیر المؤمنین کہلوا یا، چنانچہ حجاج کے خلاف ہونے والوں میں سے ابن الاشعث کو امیر المؤمنین کہا گیا۔ پھر تو یہ حالت ہو گئی کہ دنیا کے کسی کونے میں جب بھی کسی کو اقتدار ملا اس نے خلیفہ کہلوا یا حالانکہ ان میں سے کوئی بھی قریش کا نہ تھا جیسے اندلس میں بنو عباد اور بلاد مغرب میں عبد المؤمن اور اس کی تمام اولاد۔

لیکن جب سلطنت مرینیہ قائم ہوئی یہ رسم ختم ہوئی اور اس کے حکمرانوں نے امیر المسلمین کہلوا یا۔ چنانچہ ان کی عمارتوں اور آثار پر ہمیں امیر المؤمنین کی جگہ امیر المسلمین ملتا ہے۔ اس سے بنو عباس کے خلیفہ اور ان کے حکمران میں امتیاز نظر آتا ہے۔ ہماری لائبریری میں صدقہ فطر کے لیے مقرر کردہ ان کے دور کا ایک مد (ماپنے کا ایک پیمانہ) موجود ہے جس پر امیر المسلمین نقش ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: الحمد للہ اس مبارک مد کی اصلاح کا مولانا امیر المسلمین ابوالحسن ابن مولانا امیر المسلمین ابی سعید ابن مولانا امیر المسلمین ابی یوسف بن عبدالحق ایدہ اللہ ونصرہ نے حکم دیا۔

ہماری لائبریری میں قرآن مجید کے ایک چوتھائی کے بقدر اوراق موجود ہیں، یہ اوراق باریک چمڑے کے ہیں ان کے آخر میں آب زر سے مرقوم ہے: سولھواں جزء تکمیل کو پہنچا، اسے مولانا ملک العادل النقی الاطہر امیر المسلمین، خلیفہ رب العالمین ابوسعید ابن مولانا المقدس یوسف بن عبدالحق کے لیے لکھا گیا۔ اس معاملے میں تلمسان کے بنو زیان سے تعلق رکھنے والے بادشاہوں نے بھی ان کی پیروی کی، ہمارے کتب خانہ میں سلطان ابوزیان محمد بن ابی حم کے ہاتھ کا تحریر کردہ چوتھائی مصحف شریف موجود ہے اسے ۸۰۱ھ میں لکھا گیا، اس کے آخر میں ابوزیان کو امیر المسلمین لکھا گیا ہے۔ جب بغداد میں خلافت کا خاتمہ ہوا اور ہر طرف امراء کا طوطی بولنے لگا تو ابن الخطیب کے بقول یہ حالت ہو گئی۔

جب خلافت کی لڑی ٹوٹ گئی اس کی اصل اور نشان مٹ گئے ہر خطہ زمین میں ایک بادشاہ کھڑا ہوا اور ہر شہنشاہ پر ایک مرغا چبھنے لگا ہر علاقہ کے حکمران امیر المؤمنین کہلوانے لگے اور اس لقب پر ٹوٹ پڑے، خصوصاً سلطنت سعدیہ کے فرمانروا اس معاملے میں سب سے آگے رہے چنانچہ القرویین کے کتب خانہ میں موجود ان کی دستاویزات میں اس وصف کا بڑا فراخ دلانہ استعمال نظر آتا ہے، خصوصاً ان کے مثالی حکمران ابوالعباس المنصور کے دور کی دستاویزات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں حالانکہ وہ عثمانی ترکوں کا احترام کرتا تھا اور عثمانی ترک خلفاء اس کے ولی نعمت اور قابل احترام افراد تھے بے شمار معاہدات اور اوقاف کی دستاویزات میں اس نے اپنے نام کے ساتھ بڑی دیدہ دلیری سے امیر المؤمنین

لکھا ہے 'تا حال حکمرانوں کے امیر المؤمنین کہلانے کا یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاؤُهَا بَيْنَ النَّاسِ

اور ان (گرم سرد) دنوں کو ہم پھرتے رہتے ہیں

(آل عمران: ۱۴۰) لوگوں کے درمیان۔

”العبور“ کے مقدمہ میں ”امیر المؤمنین کا لقب خلافت کے شعار میں سے ہے اور خلفاء راشدین کے دور سے مروج ہے“ کے زیر عنوان لکھا ہے جب خلافت کمزور ہو گئی اور بلادِ مغرب میں بربر قبائل کی معاونت سے یوسف بن تاشفین دو بادشاہوں کی سلطنت کے برابر وسیع و عریض، مضبوط و مستحکم مملکت پر حاوی ہو گئے تو انہوں نے اپنی فطری خیر کے زیر اثر عباسی خلیفہ کی اطاعت میں شامل ہونے کا ارادہ کیا تا کہ اس کا دینی تقاضہ تکمیل کو پہنچے اس نے خلیفہ المستنصر عباسی کو عریضہ بھیجا اور علم و فضل میں ممتاز اشبیلیہ کی دو شخصیات عبد اللہ ابن العربی اور ان کے صاحبزادے قاضی ابوبکر کو بغداد روانہ کیا تا کہ وہ ان کی طرف سے خلیفہ بغداد کی بیعت کریں اور بلادِ مغرب پر اس کو حکمرانی کی سند عطا کریں خلیفہ نے ان کی درخواست قبول کی یہ لوگ مغرب اقصیٰ پر اس کی حکمرانی کے دور میں واپس آئے خلیفہ نے انہیں خلعتوں سے نوازا اور یوسف بن تاشفین کو امیر المؤمنین کے لقب سے عزت بخشی اور یوسف بن تاشفین نے یہ لقب اختیار کر لیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یوسف بن تاشفین اگرچہ رتبہ میں خلیفہ سے کم نہ تھا تاہم اس نے بطور ادب امیر المسلمین کہلوا یا۔ یوسف بن تاشفین اور ان کی قوم (مرا بطین) دین اور اتباع سنت کے دعوے دار تھے۔

بعد میں عبد المؤمن الموحیدی نے امیر المؤمنین کا لقب اپنا لیا اس کے بعد عبد المؤمن کی اولاد میں سے تمام حکمرانوں نے اور پھر آل ابن حفص کے حکمرانوں نے یہ لقب اختیار کیا بلکہ اس لقب کو اپنے لیے خاص کر لیا۔ جب بلادِ مغرب میں ان کی حکومت اختتام کو پہنچی اور زمانہ (ایک بربر قبیلہ) نے تسلط حاصل کر لیا تو پھر معاملہ اسی پہلی بدویت اور معمول کے انداز فکر پر جا پہنچا ان کے حکمرانوں نے احتراماً خود کو امیر المؤمنین کہلوانا پسند نہ کیا کیونکہ یہ لوگ پہلے بنو عبد المؤمن اور پھر بنو حفص کی اطاعت میں رہ چکے تھے۔ تاہم بعد میں آنے والے حکمرانوں نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کر لیا اور عہد کی پاسداری نہ کی۔

لیکن یوسف بن تاشفین اور بنو مرین کے تذکرہ کے بعد ”العبور“ کے مؤلف کا انہیں امیر المؤمنین لکھنا (جیسا کہ مصر سے شائع شدہ اس کتاب کی دونوں اشاعتوں میں ہے) غلط ہے صحیح امیر المسلمین ہے اور یہی معروف ہے۔ اسی طرح مؤلف کا یہ لکھنا بھی درست نہیں ہے کہ یوسف بن تاشفین نے عبد اللہ بن العربی اور اس کے صاحبزادے قاضی ابوبکر کو عباسی خلیفہ المستنصر کے پاس بیعت کی طلب میں بھیجا کیونکہ ابن العربی اور اس کے والد اندلس میں المعتمد بن عباد کی حکومت کے سقوط کے بعد یوسف بن تاشفین کے خوف سے مشرق کی طرف فرار ہو گئے تھے۔ عبد اللہ بن العربی کا اسی سرگردانی میں مشرق میں انتقال متفقہ ہے اس کا بیٹا ابوبکر عرصہ تک وہیں رہا وہ مراکش واپس نہیں آیا بلکہ اپنے شہر کو واپس گیا ان کے مشرق کی طرف فرار پر ان کی جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی گئی تھی۔ جب ابوبکر واپس آ گیا تو حافظ ابو علی الصدفی کی سفارش پر اس کی جائیداد وائزار ہوئی۔

مزید تفصیلات کے لیے ابن العربی کی کتاب ”العواصم“ پر ہماری کتاب ملاحظہ کریں۔

## شرعی اور اصطلاحی حیثیت سے خلیفہ بادشاہ اور سلطان میں فرق

امام جلال الدین سیوطی نے ”حسن المحاضرہ“ جزء ثانی ص ۱۰۸ پر یہ عنوان قائم کیا ہے اور ”طبقات ابن سعد“ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگر آپ نے مسلمانوں کی سرزمین سے ایک درہم یا اس سے کم یا زیادہ لیا پھر اسے ناحق میں استعمال کیا تو آپ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو نکل آئے۔

امام سیوطی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: بخدا مجھے نہیں معلوم میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بڑی بات ہے ایک صاحب نے کہا: امیر المؤمنین! ان میں فرق ہے آپ نے کہا: وہ کیا ہے؟ کہا: خلیفہ حق ہی لیتا ہے اور حق ہی میں استعمال کرتا ہے اور بجمہ تعالیٰ آپ ایسے ہی ہیں اور بادشاہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے وہ اس سے لیتا ہے اور اس کو دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

اصطلاح میں سلطان کسے کہتے ہیں؟ ”المسالک“ میں ابن فضل اللہ نے کہا: علی بن سعید نے ذکر کیا ہے: اصطلاح میں سلطان ایسے حکمران کو کہتے ہیں جس کی سلطنت میں متعدد ممالک ہوں اور وہ ان سب کا مالک ہو مثلاً مصر اور اہل شام یا افریقہ اور اندلس اس کے تابع فرمان ہوں اس کا لشکر دس ہزار یا اس سے لگ بھگ گھڑ سواروں پر مشتمل ہو اگر اس کے قبضہ اور سلطنت میں اس سے زائد ممالک ہوں یا اس کا لشکر دس ہزار سے زائد ہو تو اسے سلطان اعظم کہنا جائز ہے اور اگر اس کے نام کا خطبہ مثال کے طور پر مصر، شام، الجزائر یا خراسان، عراق اور ایران یا افریقہ، مغرب اوسط اور اندلس کے شہروں میں پڑھا جائے تو اسے سلطان السلاطین کہا جاتا ہے جیسے سلجوقی سلاطین۔ (حسین المحاضرہ تاریخ القرمانی ص ۲۲۱)

الطیفہ

”مناہج الالباب المصرية فی مناہج الآداب العصرية“ میں ہے: ایک رات عبداللہ بن علی اور صالح بن علی چند ہمراہیوں سمیت ابو جعفر المنصور کے پاس حاضر ہوئے عبداللہ بن علی نے کہا: امیر المؤمنین! عبداللہ بن مروان جب بلا دنوبہ کی طرف بھاگ نکلا اس کے اور نوبہ کے بادشاہ کے درمیان عجیب و غریب حیرت انگیز گفتگو ہوئی تھی جو اس وقت میرے حافظہ میں نہیں اگر امیر المؤمنین مناسب سمجھیں تو اسے ہماری موجودگی میں بلائیں اور اس سے وہ بات پوچھیں۔ عبداللہ بن مروان لشکر میں تھا ابو جعفر نے اسے بلوا بھیجا جب عبداللہ حاضر ہوا تو ابو جعفر نے اسے اپنے اور نوبہ کے حکمران کے مابین ہونے والی گفتگو بتانے کو کہا اس نے کہا: امیر المؤمنین! میں اپنے پیروکاروں کے ساتھ فوری فروخت ہونے والا کچھ سامان لے کر بلا دنوبہ کی طرف بھاگ گیا۔ جب میں ان کے علاقوں میں داخل ہوا تو میں نے یہ سامان فروخت کے لیے پیش کر دیا نوبہ والے پسندیدگی کی نظر سے میرا

سامان تجارت دیکھنے لگے یہاں تک کہ بادشاہ کو بھی یہ خبر ملی بادشاہ میرے پاس آیا اور زمین پر بیٹھ گیا، کہنے لگا: تم لوگ شراب پیتے ہو حالانکہ وہ تم پر حرام کی گئی ہے میں نے کہا: ہمارے غلام اور پیروکار جہالت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں کہنے لگا: تم ریشمی کپڑے کیوں پہنتے ہو اور سونے کے زیورات کیوں استعمال کرتے ہو حالانکہ یہ دونوں تم پر حرام ہیں؟ میں نے کہا: ہمارے ملک پر زوال آ گیا ہماری قوت منتشر ہو گئی ہم نے عجمی لوگوں سے مدد طلب کی، ریشم اور زیورات کا استعمال ان کے فیشن اور وضع قطع کا حصہ تھا تو ہم نے ان کی مخالفت نامناسب سمجھی، وہ کچھ دیر سر جھکائے خاموشی سے اپنا ہاتھ ہلاتا رہا پھر خود کلامی کے انداز میں بار بار کہنے لگا: ہمارے غلام پیروکار اور عجمی ہمارے دین میں داخل ہو گئے، پھر مجھے دیکھ کر کہا: معاملہ اس طرح نہیں جیسے تو نے کہا: بلکہ تم ایسی قوم ہو تمہیں ملک ملا تم نے ظلم کیا، جن چیزوں کا تمہیں حکم دیا گیا تھا تم نے انہیں چھوڑ دیا اور جن چیزوں سے تمہیں منع کیا گیا تھا تم ان کی طرف مائل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری عزت چھین لی اور تمہارے گناہوں کے بدلہ میں تمہیں ذلیل کر دیا، بخدا تمہاری سزا ابھی پوری نہیں ہوئی مجھے اندیشہ ہے کہیں میرے ملک میں تم پر سزا کا کوڑا نہ برسے اور ہم بھی اس کی زد میں آ جائیں، تم میرے ملک سے نکل جاؤ۔ ابو جعفر یہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا۔

یہی مفہوم اس آیت کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے:

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا  
فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝

(بنی اسرائیل: ۱۶)

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اس کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں پھر وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں تو ان پر (عذاب کا) قول ثابت ہو جاتا ہے اس لیے ہم اسے ہلاک کر کے برباد کر دیتے ہیں۔

اس جیسا واقعہ المسعودی نے ”مروج الذهب“ میں ابن خلدون نے ”مقدمة العبر“ میں ذکر کیا ہے۔ نیز دیکھئے خطیب ابن مرزوق کی کتاب ”المسند الصحيح الحسن فی مآثر امیر المؤمنین ابی الحسن“ اور ”ایضاح المرشد فی اجوبة ابی راشد“ الماوردی المالکی کی کتاب ”القضاء من شرح التقليد“ کا مقدمہ ماوردی نے خلافت کے مواضع تحریر کیے ہیں اور اس کے طرق اور اس کی ضروریات کی تحفیض و تہذیب کی ہے۔ امام الحرمین الجوبینی نے خلافت کے موضوع پر ”غیاث الامم فی التیساٹ الظلم“ لکھی ہے یہ کتاب تین ارکان پر مشتمل ہے: رکن اول: امامت اور اس سے متعلق ابواب رکن ثانی: کسی دور کا ائمہ اور والیان امت سے خالی ہونا رکن ثالث: تمام حاملین شریعت کے معدوم ہو جانے کا بے سرو پا عذر پیش کرنا۔ امام الحرمین نے یہ کتاب غیاث الدولہ کے لیے تحریر کی مصر کی الخدیوہ لائبریری میں یہ کتاب موجود ہے۔ اسی طرح ابو العباس احمد بن محمد بن یعقوب کی کتاب ”نصيحة الصفا فی قواعد الخلفاء“ ہے یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے: (۱) خلافت کا معنی (۲) اس کی حفاظت (۳) اس کا استحکام (۴) اس کا کمال اور زوال

(۵) اسے خلافت اخروی تک کامیاب رسائی کا وسیلہ بنانا۔

طیفہ

الغالبی کی ”ثمار القلوب“ میں ہے: ابوالفتح البستی ”کتاب المہج“ میں درج میرے اس قول کو پسند کرتے تھے کہ: بادشاہی اللہ کی طرف سے اس کے بندوں اور شہروں پر جانشینی ہے، سو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی صورت میں اس کی جانشینی اور خلافت قطعاً درست نہیں ہو سکتی۔

”تکملة الديباج“ میں ابو عبد اللہ المقرئ التلمسانی کا یہ قول مذکور ہے کہ مجھ سے بعض فقراء نے سوال کیا: مسلمان اپنے بادشاہوں کے متعلق بدبختی کا شکار کیوں ہیں، ان کا کوئی حکمران ایسا نہیں ہوتا جو انہیں راہِ راست پر چلائے بلکہ سب آخرت سے غافل اور دنیا میں گمن رہتے ہیں، وہ کسی مومن سے محبت کرتے ہیں نہ ان کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: ہماری شریعت میں بادشاہ نہیں ہوتے بلکہ بادشاہ ہم سے پہلوں کی شریعت میں ہوتے تھے اللہ تعالیٰ بنو اسرائیل پر اپنا احسان جتلاتے ہوئے فرماتا ہے: ”وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا“ (البقرہ: ۲۰) اور تمہیں بادشاہ کیا، البقرہ: ۲۴۷ میں ارشاد فرمایا: ”قَدْ بَعَثْنَا لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا“۔ تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے، حضرت سلیمان نے دعا کی ”وَهَبْ لِي مُلْكًا“ (ص: ۳۵) مجھے بادشاہی عطا فرما۔

ہمارے لیے خلافت کو مشروع کیا گیا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے خلیفہ تھے صحابہ کا ان کی خلافت پر اجماع ہوا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے باپ کے بعد بیٹے کے حکمران بننے کا سلسلہ نہ تھا بلکہ رائے اور اختیار سے خلافت منعقد ہوئی، پھر اہل شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اتفاق کر لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے بیٹوں کے حوالے نہیں کیا کیونکہ یہ بادشاہی نہ تھی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تقرر ہوا کہ فضائل و عظمت میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہ تھا، سو جس نے حق کو خواہش پر اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی اس نے آپ کی بیعت کر لی اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا معاملہ تھا۔ حضرت معاویہ نے خلافت کو ملوکیت اور سختی کو نرمی سے بدل دیا، سخت کوشی کی جگہ نرمی و نزاکت آ گئی۔

إِنَّ مَبْلَكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ○ یقیناً آپ کا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا ہے

(النحل: ۱۱۰) حد رحم فرمانے والا ہے۔

خلافت میراث بن گئی، جب خلافت کی روح ختم ہو گئی، مملکت کا استحکام برقرار نہ رہا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ تھے کیونکہ سلیمان نے مسلمانوں کے حق کو ترجیح دی، اپنے بھائیوں کو حکمران نہ بنایا، عمر بن عبد العزیز کی طرف لوگوں کی اجتماعی رائے کا احترام کیا۔ استقامت کا راستہ صرف خلیفہ ہی پسند کرتا اور اپناتا ہے، رہے بادشاہ تو وہ عمومی طور پر اور ان کی غالب اکثریت ناپسندیدہ راہوں کی راہی ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ”فتح الباری“ کی کتاب الاحکام کے شروع میں بنو امیہ کے ایک حکمران کو کسی تابعی کا نفیس جواب نقل کیا ہے، جب اس حکمران نے اس تابعی سے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا کہ تم میری

۱۔ امام حافظ کبیر احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری فی شرح البخاری اور تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔



اطاعت کرو اور شاد رہا بنی ہے: ”وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ (النساء: ۵۹) اور ان کی جو تم میں سے امر والے ہوں، انہوں نے جواباً کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے حق کی مخالفت کی صورت میں یہ حق چھین نہیں لیا، ارشاد فرمایا:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ  
إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ. (النساء: ۵۹)

اور اس کے رسول کی طرف اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور قیامت کے دن پر۔

علامہ الطیبی فرماتے ہیں: قرآن مجید میں ”اطيعوا الرسول“ میں فعل کی تکرار رسول اللہ ﷺ کی مستقل اطاعت کی طرف اشارہ ہے، اولی الامر کے ساتھ فعل ”اطيعوا“ کا اعادہ نہیں ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ بعض حکمران ایسے بھی ہوں گے جن کی اطاعت ضروری نہیں ہوگی، پھر ارشاد فرمایا: ”فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ“۔ پھر اگر تم جھگڑا کرو کسی چیز میں، گویا یہ فرما دیا اگر حکمران حق پر عمل نہ کریں تو ان کی اطاعت نہ کرو اور اپنے باہمی اختلافات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف لوٹا دو (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی روشنی میں ان امور کے فیصلہ کرو)۔

## وزیر

قاضی ابوبکر ابن العربی نے ”احکام القرآن“ میں کہا ہے: وزیر وہ شخص ہوتا ہے جس کے دین اور عقل پر وثوق ہو، خلیفہ پیش آمدہ امور میں اس سے مشورہ کرے۔ ابن العربی نے ”سراج المریدین“ اور ”الاحکام“ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے جس میں منقول ہے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما زمین والوں میں نبی ﷺ کے وزیر ہیں۔

میں کہتا ہوں ابن جزئی کی ”القوانین“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ کے وزیر تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں انہیں یہی مرتبہ اور مقام حاصل تھا، اسی مرتبہ اور مقام کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد مسلمانوں نے انہیں خلیفہ منتخب کیا۔

امام حاکم نے حضرت سعید بن المسیب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ہاں وزیر کا مقام رکھتے تھے آپ ﷺ تمام امور میں ان سے مشورہ فرماتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام میں ثانی غار میں ثانی غزوہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کے لیے تیارہ کر دو عریش (سائبان چھپر) میں ثانی اور قبر میں ثانی تھے رسول اللہ ﷺ ان کو سب پر مقدم رکھتے تھے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۳)

بہت سی احادیث میں وزیر کا ذکر آیا ہے، امام نسائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کرتے ہیں کہ نبی

ﷺ نے ”انھیں“ میں کہا ہے: اس کے اسناد میں مجہول راوی ہے۔



ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تمہارے کسی حکمران (والی) کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے صالح وزیر عطا فرماتا ہے، کروالی بھول جائے وہ اسے یاد دلاتا ہے اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کی مدد اور اعانت کرتا ہے۔<sup>۸</sup>

امام ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی امیر (حکمران والی) کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے سچا وزیر عطا فرماتا ہے جو بھول چوک میں اسے یاد دلاتا ہے اور یاد ہو تو اس کی اعانت کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی امیر کے لیے خیر کا ارادہ نہیں فرماتا اسے برا وزیر عطا کرتا ہے اگر امیر بھول جائے وہ اسے یاد نہیں دلاتا اور اگر یاد ہو وہ اس کی اعانت نہیں کرتا۔<sup>۹</sup> اس حدیث کی اصل صحیح میں موجود ہے۔

امام ابو داؤد نے سنن میں اس حدیث پر ”باب اتخاد الوزير“ کا عنوان قائم کیا ہے۔ امام طبرانی نے ”الجامع الصغير“ میں اس حدیث کو ابو داؤد اور بیہقی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ علامہ مناوی نے ”التیسیر“ میں کہا ہے کہ مؤلف نے اس حدیث کے حسن ہونے کا اشارہ کیا ہے شاید انہوں نے اس حدیث کے شواہد کی وجہ سے یہ اشارہ کیا ہے ورنہ حافظ العراقی نے اس کے ضعف پر جزم کیا ہے۔

علامہ شمس العظمیٰ نے ”الکوکب المنیر“ میں اس کے لیے حسن کی علامت لگائی ہے۔ اور کہا: وزیر وہ ہے جو امیر (حکمران) کو مدد بہم پہنچائے اس کی ذمہ داریوں کو بوجھ اٹھائے، امیر اہم امور میں اس سے مشورہ لے وہ امیر کی پناہ گاہ اور مصیبت کے وقت معاون و مددگار ہو۔

”عون الودود علی سنن ابی داؤد“ میں ہے یہ حدیث ضرورت کے وقت سیاسی امور میں وزیر منتخب کرنے کے استحباب پر دلالت کرتی ہے۔

(علامہ کتابی مؤلف کتاب لکھتے ہیں:) علامہ الخزاعی کو یہاں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کرنا چاہیے تھا جسے امام احمد البزازی اور طبرانی نے ”المعجم الكبير“ میں روایت کیا ہے اور علامہ بیہقی نے کہا ہے: اس کے رجال ثقہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے قلوب میں نظر کی تو قلب محمد ﷺ کو سب قلوب سے بہتر پایا سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پسند فرمایا اور اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور بندوں کے قلوب میں نظر فرمائی تو اصحاب محمد ﷺ کے قلوب کو بندوں کے قلوب سے بہتر پایا سو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کے وزیر بنا دیا جو چیز مسلمانوں کی نظر میں حسن ہے وہ اللہ کے نزدیک حسن ہے اور جو چیز مسلمانوں کی نگاہ میں بری ہے وہ اللہ کے ہاں بری ہے۔<sup>۱۰</sup>

اور علامہ آجری کی ”الاربعمین“ میں حضرت عبد الرحمن بن عوف بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کردہ

۸ صحیح حدیث نسائی ج ۷ ص ۱۵۹ بیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۱ از عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا اسناد صحیح ہے۔

۹ صحیح حدیث ابو داؤد: ۲۹۳۲ کامل ابن عدی ج ۳ ص ۶۰۷ بیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۱ از ولید بن مسلم ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ ۴۴۹۱۔

۱۰ بلا اصل مرفوع حدیث۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے مسند احمد: ۶۰۰ مسند الطیالسی ص ۲۳ معجم ابو سعید بن الاعرابی ج ۲ ص ۸۴ از عاصم از زر بن حبیش باسناد حسن۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۵۳۳۔

یہ حدیث ذکر کرتے: اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لیے میرے اصحاب کو منتخب فرمایا، ان میں سے وزراء انصار (مددگار) اور سسرال بنائے، جس شخص نے انہیں برا بھلا کہا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت اللہ تعالیٰ اس کا کوئی نیک عمل اور فدیہ قبول نہیں فرمائے گا۔

امام سیوطی کی ”انموذج الیوب فی خصائص الحیب“ میں ہے رسول اللہ ﷺ کی چار وزراء سے مدد گئی، جبرائیل، میکائیل، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما، ہر نبی کو سات نجباء (اپنی ذات میں ممتاز افراد) دیئے گئے اور رسول اللہ ﷺ کو چودہ نجباء عطا فرمائے گئے۔

البدر الروضی اس پر اپنی شرح میں لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں متعدد طرق سے مروی حدیث میں اختلاف ساتھ ان چودہ حضرات کے نام مذکور ہیں ایک روایت میں ہے: کوئی نبی ایسا نہیں آیا جسے سات نجباء وزراء اور مدد دیئے گئے ہوں اور مجھے چودہ عطا فرمائے گئے: حمزہ، جعفر، ابوبکر، عمر، علی، حسن، حسین، عبد اللہ بن مسعود، سلمہ عمار بن یاسر، حذیفہ، ابوذر بلال اور مصعب (رضی اللہ عنہم)۔

”سیرۃ ابن فارس“ میں ہے: آپ کے رفقاء نجباء حضرت علی، حسن، حسین، حمزہ، جعفر، ابوبکر، عمر، ابوذر، مقداد سلمان، حذیفہ، ابن مسعود، عمار بن یاسر اور بلال رضی اللہ عنہم ہیں۔

”الاستیعاب“ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی سات نجباء وزراء اور رفقاء عطا کیے گئے اور مجھے چودہ عطا فرمائے گئے پھر ان کے نام ذکر کئے کسی روایت بعض نام پہلے ہیں اور کہیں بعد میں ہیں، مقصود تعداد اور ناموں کا بیان ہے۔

اس پوری بحث سے آپ کو ”الجیش“ میں مذکور ابو عبد اللہ کنسوس کے اس قول کو سمجھنے میں مدد ملے گی جب اسلام آیا، ملوکیت خلافت میں بدل گئی، ملوکیت کے رسوم اور اس کے ضروری تقاضے بدل گئے اب ضرورت مشوروں، فوائد کے حصول اور مفاسد کے دفعیہ کے لیے معاونت کی ضرورت باقی رہی اور یہ ضرورت فطری اور طبعی ہے جس سے صرف نظر ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے مشورہ لیتے، ہر عام خاص میں ان سے گفتگو فرماتے اور ان کی رائے دریافت فرماتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں دیگر خصوصیات سے بھی نوازے جاتے چنانچہ عرب کے جن لوگوں نے قبل از اسلام کسری، قیصر، نجاشی اور عجمی درباروں تک رسد حاصل کر لی تھی اور ان کے طور طریقوں سے واقف تھے ان میں سے بعض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ وزیر کہتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا معاملہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ کی حیثیت تھی تاہم اہل عرب اس مرتبہ کے لیے وزیر لفظ نہیں جانتے تھے۔ البتہ جن لوگوں کا اہل عجم سے ربط و تعلق تھا ان کے ہاں یہ لفظ معروف تھا۔

(تخصیص از ابن عساکر)

القلشندی نے ”صبح الاعشی“ میں قضائی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جسے وزارت کا لقب دیا گیا وہ بنو عباس کے پہلے خلیفہ ابوالعباس السفاح کا وزیر ابوسلمہ حفص بن سلیمان الخلال ہے۔ اس سے

پہلے یہ لقب کسی کو نہیں ملا۔ پھر تمام خلفاء اور بادشاہوں نے اپنے اپنے دور میں وزراء کا تقرر کیا۔  
قرآن مجید میں بعض آیات میں یہ نام بھیہم و سلام کے تذکرہ میں وزیروں کا ذکر آیا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام  
کی دعا میں ہے:

وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۖ (طہ: ۲۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا ۝

(الفرقان: ۳۵) وزیر بنایا O

### حضور ﷺ کے رازدار

خطیب نے "تاریخ بغداد" <sup>۱۱</sup> میں تصریح کی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے رازدار تھے۔ "سنن نسائی" میں بھی ان کو یہی نام دیا گیا ہے روایت یہ ہے مشہور تابعی علقمہ شام میں گئے دمشق میں ان کی حضرت ابوالدرداء سے ملاقات ہوئی انہوں نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم میں نبی ﷺ کے رازدار موجود نہیں جن رازوں کو ان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا (تمہیں ان سے رجوع کرنا چاہیے تھا) <sup>۱۲</sup>

"اسد الغابہ" میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ منافقوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے رازدار تھے منافقوں کو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کو منافقوں کے متعلق آگاہ فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: کیا میرے عمال (حکام کارندوں) میں کوئی منافق ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں ایک ہے پوچھا: کون؟ انہوں نے بتانے سے معذرت کر لی حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: پھر حضرت عمر نے اسے الگ کر دیا۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اشارہ سمجھ گئے اور اس منافق کو منصب سے معزول کر دیا۔

### رسول اللہ ﷺ کے حاجب (اجازت لینے والے)

علامہ الشیرازی "حواشی المواہب" میں کہتے ہیں: حاجب نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کرنے والوں کے لیے اجازت طلب کرتا۔ حضور ﷺ کی رضا مندی معلوم ہونے پر آنے والے کو اندر جانے دیتا۔ رسول اللہ ﷺ کے حاجب کون تھے؟

امام مسلم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضرت جابر نے کہا: حضرت ابو بکر نے

<sup>۱۱</sup> تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۶۱-۱۶۲

<sup>۱۲</sup> صحیح البخاری: ۳۷۳-۳۷۴ سنن کبریٰ نسائی: ۱۰۹۵۶ مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۹-۳۴۰ تاریخ خطیب ج ۱ ص ۱۶۲ از ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کی لوگ آپ کے دروازے پر بیٹھے تھے ان کو اجازت نہیں ملی تھی آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر کو اجازت مرحمت فرمائی وہ اندر داخل ہوئے پھر حضرت عمر آئے انہوں نے اجازت طلب کی ۱۳

قضائی کی کتاب ”انباء الانبیاء“ میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے حاجب تھے ابن العربی ”الاحکام“ میں کہتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرتے تھے اور آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کرتے تھے۔ اس میں کم سن کو حاجب بنانے کی دلیل ہے صحیح بخاری کی کتاب النکاح میں مروی ایک طویل حدیث میں حضرت ابن عباس کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میں نے حضور ﷺ کے غلام اسود سے کہا: عمر کے لیے اجازت طلب کرو ۱۴ ابن جماعہ کی ”مختصر السیر“ میں ہے حضور ﷺ کے حاجب آپ کے غلام رباح اسود اور انسہ تھے۔

رباح اسود مذکور نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اس وقت اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی جب حضور ﷺ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق بالا خانہ میں تشریف فرما تھے ۱۵ ”الاصابہ“ ص ۳۲ میں ہے آپ کے غلام اسد بھی آپ کے حاجب تھے صاحب اصابہ نے اسے معتم بن صمدح کے لیے عباد بن محمد اندلسی کی جمع کردہ تاریخ سے نقل کیا ہے اس میں ہے حضرت انس اور حضور ﷺ کے غلام اسد رضی اللہ عنہ آپ سے اجازت طلب کرتے تھے۔ حضرت انسہ کی کنیت ابو یسرح یا ابو یسروح تھی۔ مصعب زبیری کی نقل کے مطابق جب حضور ﷺ بیٹھ جاتے انسہ حاضری کے طلب گاروں کے لیے اجازت طلب کرتے ان کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انتقال ہوا۔

”الاصابہ“ میں حضرت انسہ کے حالات میں یہی مذکور ہے۔ لیکن اس میں یہ بحث بھی ہے کہ صحیح نام انیس ہے یا انسہ؟ یا یہ دو مختلف حضرات ہیں۔ ”الاستیعاب“ میں رسول اللہ ﷺ کے غلام رباح کے بارے میں ہے وہ حبشی نژاد (سیاہ فام) تھے بعض اوقات جب رسول اللہ ﷺ تنہا ہوتے تو عموماً رباح رضی اللہ عنہ ہی اجازت لیتے تھے۔ ”الاصابہ“ میں حضرت عبداللہ بن زغب الایادی کے تذکرہ میں ہے ان کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ نبی ﷺ سے اجازت طلب کرتے تھے۔

## بعض وفود کو حاضری کی اجازت نہ دینے کا بیان

”الاصابہ“ میں مالک بن ابی العیزہ کے تذکرہ میں ہے جو بقول صاحب اصابہ کے ابراہیم الحربی کی ”غریب الحدیث“ میں بھی مذکور ہے عائد بن سعید الجسری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

۱۳۔ صحیح حدیث مسلم: ۱۴۷۸ از جابر رضی اللہ عنہ

۱۴۔ صحیح حدیث البخاری: ۲۴۶۸-۵۱۹۱ صحیح مسلم: ۱۴۷۹ جامع ترمذی: ۳۳۱۸ مسند احمد ج ۱ ص ۳۳-۳۴ ابن حبان: ۴۲۶۸ سنن بیہقی

خ ۳۷-۳۸ از ابن عباس از عمر رضی اللہ عنہما

۱۵۔ صحیح حدیث مسلم: ۱۴۷۹

ہمارا وفد نبی ﷺ کے ہاں پہنچا، وہاں ہماری ملاقات ضحاک بن سفیان اور ابن ذی اللہیہ الکلابی سے ہوئی، انہیں ملاقات کی اجازت نہیں ملی تھی، انہوں نے وفد کے رکن مالک سے کہا: جسریوں کا وفد آیا ہے جب تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دو تو اس طرح کہنا: مالک نے کہا: میں تمہاری تلقین سے زیادہ حاضری کی اجازت کا محتاج ہوں۔ پھر مالک نے باواز بلند کہا: یا رسول اللہ! جسریوں کے وفد کو اجازت مرحمت فرمائیں تو ہمیں حاضری کی اجازت مل گئی۔<sup>۱۶</sup>

ابن عبد ربہ کی ”العقد الفرید“ (ج ۲ ص ۱۷۴) میں ہے رسول اللہ ﷺ کے حاجب آپ کے غلام ابوانسہ تھے۔

”صبح الاعشی“ میں حجاب کی بحث میں مؤلف نے کہا: خلفاء راشدین کے ہاں حاجب کی ذمہ داری خلیفہ کے دروازے کی حفاظت اور آنے والوں کے لیے حاضر ہونے کی اجازت طلب کرنا تھا۔ اس کا کام شکایات کا ازالہ یا احکام کا نفاذ نہ تھا۔ علامہ قضاوی نے ”تاریخ الخلفاء“ میں ذکر کیا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے تمام خلفاء حاجب مقرر کرتے رہے ہیں، حاجب کو شدید کہا جاتا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام شریف آپ کا حاجب تھا، یفا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حاجب تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران اور نائل ان کے حاجب تھے، قنبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حاجب تھا، اس سے پہلے آپ کا غلام بشر حاجب رہا۔ ”فتح الباری“ میں ”کتاب الاحکام“ سے منقول ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے باہمی جھگڑے والے واقعہ میں حاجب مقرر کرنے کا ثبوت ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حاجب کا نام یفا تھا۔

## رسول اللہ ﷺ کے دربان

”صحیح البخاری“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ ایک خاتون کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی، آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈر اور صبر کر، اس خاتون نے کہا: آپ مجھ سے ہٹ جائیں آپ کو میری مصیبت جیسی مصیبت نہیں پہنچی، وہ آپ کو نہ پہچانی، اسے نبی ﷺ کے متعلق بتایا گیا تو وہ نبی ﷺ کے دروازے پر آئی وہاں کوئی دربان نہ پایا۔ عرض گزار ہوئی: میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا: صبر تو صدمہ کی ابتداء میں ہوتا ہے۔<sup>۱۷</sup>

(مؤلف کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں: یہ حدیث صحیح البخاری میں احکام اور جنازہ کے ابواب میں موجود ہے، اس میں دربانوں کا نہ پانا مذکور ہے، اس جملے کا مفاد یہ ہے جب اس خاتون کو رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتایا گیا اس پر<sup>۱۸</sup> اسے ابن مندہ اور ابراہیم الحربی نے ”غریب الحدیث“ میں روایت کیا ہے۔ الاصابہ: ۶۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱

خوف اور ہیبت طاری ہو گئی اس نے سوچا حضور ﷺ بھی بادشاہوں کی طرح ہوں گے آپ کے حاجب اور دربار ہوں گے جو لوگوں کو آپ تک نہیں پہنچنے دیں گے لیکن اس نے معاملہ اس کے برعکس پایا۔ (طبی)

یہاں دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس خاتون کی مراد یہ تھی کہ وہ اس وقت وہاں کوئی دربان نہ پائے کیونکہ گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ کے حاجب اور دربان تھے جو لوگوں کے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کرتے تھے۔

”المواہب اللدنیہ“ میں ہے حضور ﷺ کی تواضع میں سے ہے کہ آپ کے مقررہ کردہ دربان نہ تھے پھر مذکور الصدر خاتون والی حدیث ذکر کی۔

الزرقانی نے کہا: یہ بات کسی ضرورت کے تحت کبھی کبھی دربان کے وجود کے منافی نہیں پھر متن میں کہتے ہیں لیکن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جب رسول اللہ ﷺ بیراریس کی منڈیر پر تشریف فرما تھے میں آپ کا دربان تھا۔ صحیحین کی اس روایت میں ہے میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا میں نے کہا: میں آ رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا امام بخاری کی ”الادب المفرد“ کی روایت میں ہے حضور ﷺ نے مجھے اس کا حکم نہیں فرمایا تھا۔ الحدیث۔ اس حدیث میں حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان کے آنے کا اور حضرت ابو موسیٰ کے ان کے لیے اندر آنے کی اجازت طلب کرنے کا ذکر ہے۔ اور یہ مذکور ہے کہ آپ نے سب کے لیے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھولو اور اسے جنت کی بشارت دو!۱۸

ابو عوانہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: دروازے پر رہو اور میرے پاس کسی کو داخل نہ ہونے دو۔ علامہ قسطلانی نے دونوں واقعات کو جمع کرتے ہوئے کہا ہے: جب رسول اللہ ﷺ اپنے اہل میں مشغول اپنے کسی ذاتی کام میں مصروف نہ ہوتے تو درمیان سے پردہ ہٹا دیتے اور ضرورت مندوں کے سامنے ہوتے اور جب کسی کام میں مصروف ہوتے دربان مقرر فرما دیتے۔ (زرقانی)

اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے ازواج مطہرات سے ایک مہینہ ایلاء فرمایا تھا عظیم دلیل ہے اس میں حضرت عمر کے رباع اسود کے ذریعہ اندر آنے کی اجازت طلب کر کے ذکر ہے۔ ”فتح الباری“ کے ”باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها“ میں مذکور ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کے حبشی غلام سے کہا: میرے لیے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرو غلام اندر گیا آپ سے اجازت مانگی واپس آ کر کہا: میں نے نبی ﷺ سے آپ کا ذکر کیا حضور ﷺ خاموش رہے حضرت عمر بیان کرتے ہیں: میں واپس آ گیا اور لوگوں کے ساتھ منبر کے پاس بیٹھ گیا پھر مجھ پر دکھ کا غلبہ ہوا تو میں نے غلام سے کہا: عمر کے لیے اجازت طلب کرو وہ اندر گیا پھر واپس آ کر کہا: میں نے آپ کا ذکر کیا حضور ﷺ خاموش رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں ان لوگوں کے پاس آ بیٹھا جو منبر کے پاس تھے پھر مجھ پر دکھ

۱۸ صحیح حدیث بخاری ۳۶۹۳-۳۶۹۵-۶۲۱۶ الادب المفرد: ۹۶۵ صحیح مسلم: ۲۴۰۳ ترمذی: ۳۷۱۰ نسائی: ”فضائل الصحابة“: ۳۱۱ من

احمد ج ۳ ص ۳۹۳ احمد: ”فضائل الصحابة“: ۲۰۸ عبد الرزاق: ۲۰۴۰۲ عبد اللہ بن احمد زوائد: ”فضائل الصحابة“: ۲۸۹ عبد بن حمید: ۵۴

ابن حبان: ”الاحسان“: ۶۹۱۱-۶۹۱۲ بیہقی: ”الداہل“ ج ۶ ص ۳۸۸-۳۸۹ از ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔



غالب آیا میں نے غلام سے آ کر کہا: عمر کے لیے اندر آنے کی اجازت طلب کرو غلام اندر گیا واپس آ کر مجھے کہا: میں نے تمہارا ذکر کیا لیکن نبی ﷺ خاموش رہے جب میں واپس جانے کے لیے مڑا اچانک غلام نے مجھے بلایا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اندر آنے کی اجازت دی ہے سو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حافظ ابن حجر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر: میں نے آپ کے حبشی غلام سے کہا۔ اور عبید بن حنین کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ بالا خانہ میں تھے جس پر چڑھنے کے لیے قدم چمے تھے رسول اللہ ﷺ کا حبشی غلام ان قدموں کے سرے پر تھا اس غلام کا نام رباح تھا ضحاک نے اپنی روایت میں یہی نام ذکر کیا ہے باقی روایت یہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں اندر داخل ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے غلام رباح کو بالا خانہ کی چوکھٹ پر لکڑی کی سیڑھی کے قدموں پر دونوں پیر لٹکائے ہوئے دیکھا اس سیڑھی سے رسول اللہ ﷺ چڑھتے اترتے تھے۔

حافظ ابن حجر آخر میں بحث سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں: اس میں حاکم کے لیے خلوت کے وقت دربان مقرر کرنے کا جواز ہے تاکہ دربان کسی کو بغیر اجازت اندر نہ آنے دے اور کتاب الجنائز کی گذشتہ روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اس خاتون کے بارے میں یہ کہنا جسے آپ نے نصیحت فرمائی اور اس نے آپ کو نہ پہچانا پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے آپ کے دربان نہ پائے ان اوقات پر محمول ہے جس میں آپ لوگوں کے لیے عام ملاقات کی خاطر تشریف فرما ہوتے تھے۔ مہلب نے کہا: اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام (حکمران) اپنے اہل خانہ کی کسی بات پر ناراضی کے وقت اپنے ہم راز اور مصاحب سے بھی پردے میں جاسکتا ہے تاکہ غصہ کی حالت میں کوئی اس کے پاس نہ آئے اور وہ لوگوں کے پاس ہشاش بشاش حالت میں آئے۔ اور یہ کہ جب کوئی غمزدہ اور رنجیدہ شخص پردے کے پیچھے چلا جائے تو اس کی اجازت کے بغیر اس کی خلوت گاہ میں داخل ہونا جائز نہیں۔ خواہ اندر آنے والا اس کے نزدیک جلیل القدر اور با عظمت کیوں نہ ہو۔

حافظ ابن حجر اس کے بعد کہتے ہیں: اس میں یہ دلیل ہے کہ حاجب کو جب محبوب کی خاموشی کا مطلب معلوم ہو کہ وہ اجازت نہیں دے رہا تو وہ اجازت نہ دے اس سے تنہا انسان کے پاس بھی بغیر اجازت لیے اندر داخل نہ ہونے کی مشروعیت ثابت ہوئی۔ ممکن ہے وہ ایسی حالت میں ہو جس کا انکشاف اسے ناپسند ہو اس روایت سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ داخلے کی اجازت کے طلب گار کو اگر اجازت کی امید ہو تو اس کے لیے بار بار اجازت طلب کرنا جائز ہے۔ البتہ تین بار سے زائد اجازت طلب نہ کرے۔ اس کی مزید وضاحت کتاب الاستیذان میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کرنے کے واقعہ میں مذکور ہے۔

مذکورہ بالا واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تیسری مرتبہ اتفاقاً اندر آنے کی اجازت مل گئی اگر انہیں تیسری مرتبہ بھی اجازت نہ ملتی تو وہ پھر اجازت طلب کرتے خود انہوں نے اس کی تصریح کی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اس حکم کا علم نہ تھا (کہ تین مرتبہ اجازت طلب کرنے پر اگر داخل ہونے کی اجازت نہ ملے تو واپس چلے جاؤ) چوتھی مرتبہ اجازت نہ طلب کرو) سو حضرت عمر اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کے قصہ میں حضرت عمر پر کوئی اعتراض نہیں



ہوسکتا۔

فتح الباری کی کتاب الاحکام میں صحیح البخاری کے ”باب ما ذکر ان النبی ﷺ لم یکن له بواب“ کے تحت مذکور ہے مہلب نے کہا: نبی ﷺ کا مقرر کردہ دربان نہ تھا۔ اسی طرح ”المناقب“ میں مروی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے دربان بننے والی حدیث سے اعتراض نہیں ہوگا۔ (کیونکہ حضرت ابو موسیٰ خود سے دربان بنے ہوئے تھے) علامہ ابن حجر دونوں روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں: جب نبی ﷺ اہل و عیال میں مشغول نہ ہوتے اور اپنے کسی ذاتی کام میں مصروف نہ ہوتے تو درمیانی پردہ اٹھا دیتے اور حاجت مندوں کی نظروں کے سامنے رہتے۔ الطبری کا کہنا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اسود کی نبی ﷺ سے اجازت طلب کرنے والی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضور ﷺ تخلیہ کے وقت دربان مقرر فرماتے تھے ورنہ حضرت عمر خود اندر داخل ہونے کی اجازت مانگ لیتے۔

### اختیار

علامہ القرانی کے بدعات کی پانچ اقسام قرار دی ہیں: تیسری قسم میں مذکور ہے یہ بدعت کی ایسی قسم ہے جو قواعد و دلائل کے اعتبار سے مندوب ہے جیسے ائمہ قاضیوں اور مختلف سرکاری عہدیداروں کی مخصوص وضع قطع ہوتی ہے۔ حالانکہ دور صحابہ میں ایسا نہ تھا۔ اس کی مندوبیت کا سبب یہ ہے کہ اب مقاصد شرعیہ اور مصالح شرعیہ کا حصول لوگوں کے قلوب و اذہان میں حکمرانوں اور سرکاری عہدیداروں کی شخصی عظمت اور رعب کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ صحابہ کرام کے عہد مبارک میں کسی کی تعظیم اس کے دین اور ہجرت میں سبقت کی بناء پر کی جاتی تھی۔ وہ دور گزر گیا، اس دور میں ظاہری شان و شوکت عظمت کا سبب بن گئی ہے۔ اس لیے ظاہری وضع قطع اور شان و شوکت متعین ہو گئی تاکہ مصالح کا حصول ہو سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود جو کی روٹی اور نمک کھاتے تھے لیکن ہر عامل (سرکاری کارندے) کے لیے ہر روز کی آدھی بکری مقرر فرمادی تھی۔ آپ جانتے تھے اگر آپ نے تمام عمال کو اپنی حالت پر رکھا تو لوگوں کے دلوں سے ان کا احترام ختم ہو جائے گا۔ اور وہ ان کی مخالفت پر دلیر ہو جائیں گے۔ سو آپ نے نظام حکومت کے تحفظ کی خاطر عمال کے لیے دوسری صورت کی ضرورت سمجھی۔

اس کا سبب یہ ہوا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے انہوں نے دیکھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دربان رکھا ہوا ہے، عمدہ سواریاں ہیں اور نفیس قیمتی لباس زیب تن کرتے ہیں اور شاہانہ شان و شوکت سے رہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب طلب کیا تو انہوں نے جواب دیا: امیر المؤمنین! ہم ایسی سرزمین میں ہیں جہاں ہمیں ان سب چیزوں کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں حکم دیتا ہوں نہ تمہیں منع کرتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ تم بہتر جانتے ہو اگر تمہیں اس اہتمام اور تکلف کی ضرورت ہے تو صحیح ہے ورنہ ایسا اہتمام اور تکلف درست نہیں ہے۔ حضرت عمر اور دیگر حضرات کے عمل سے یہ دلیل ملی کہ مختلف علاقوں کے لحاظ سے حکمرانوں اور عمال کے احوال مختلف ہوتے ہیں اسی طرح اوقات احوال اور ادوار کے ساتھ رہن سہن نشست و برخاست اور لباس کی وضع قطع میں تبدیلی ناگزیر ہے۔ وقت کے ساتھ سیاسی اور تمدنی و ثقافتی تبدیلی ضروری ہو جاتی ہے۔ ”المنہج“ کے

مؤلف نے بھی یہ تقریر نقل کی ہے اور یہ اضافہ کیا کہ اس میں تمام سرکاری عمال اہل کار (وزراء، گورنرو وغیرہ) اور خلیفہ (صدر وزیر اعظم) سب شامل ہیں۔ ائمہ نے سب کے لیے وقت کے تقاضوں کے مطابق عبود و باش اور رکھ رکھاؤ میں ضروری تبدیلی کی اجازت دی ہے۔ (بشرطیکہ کوئی تبدیلی خلاف شرع نہ ہو)

## رسول اللہ ﷺ کے آزاد اور غلام خدام

”شرح المواہب“ میں ہے خدام میں غلام اور باندیاں سب شامل ہیں، العامری نے ”بہجة المحافل“ میں ان کی تعداد سترہ بیان کی ہے۔

ابن جماعہ نے ”مختصر السیر“ میں رسول اللہ ﷺ کے خدام میں ابو حمزہ حضرت انس بن مالک، ہند اسلمی، اسماء بنت حارثہ اسلمی اور ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہم کو ذکر کیا ہے۔

علامہ ابوالفرج ابن جوزی نے ”مختصر الحلیۃ“ میں کہا ہے: ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتے تھے اور آپ کی ضروریات کی تکمیل کے لیے حجرہ انور کے دروازے پر رات بسر کرتے تھے۔ ”الاستیعاب“ میں ہے وہ سفر اور حضر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔

مؤلف فرماتے ہیں: صحیح مسلم میں حضرت ربیعہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر رات گزارتا تھا اور آپ کو وضو کا پانی فراہم کرتا تھا۔ ”شرح المواہب“ میں ہے واقعہ یہ کہ حضرت ربیعہ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک آپ کے ساتھ رہے۔ پھر مدینہ سے چلے گئے۔ ”در السحابۃ“ میں حضرت ام سلمہ کے غلام ابو حذیفہ مہاجر کے تذکرہ میں ہے انہوں نے کہا: میں نے پانچ سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی اگر میں نے کوئی کام کر لیا تو آپ نے کبھی نہ فرمایا: تو نے یہ کام کیوں کیا؟ نہ کبھی یہ فرمایا: یہ کام کیوں نہیں کیا؟

## رسول اللہ ﷺ کے خدمت گار موالی

موالی، موالی کی جمع ہے، موالی آقا اور غلام دونوں کو کہا جاتا ہے، یہاں غلام مراد ہیں، ہجہ میں ہے یہ تمام موالی ایک ہی عرصہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں نہیں رہے بلکہ وقفاً فوقتاً یہ لوگ آپ کی خدمت میں رہے ”بہجة المحافل“ میں نبی ﷺ کے موالی کے ذکر میں ان کی تعداد اکتیس (۳۱) بیان کی ہے۔ حضرت زید بن حارثہ، اسامہ بن زید، ابو انجشہ، پھر انیسہ، پھر شقران اور رباح، یسار، ابورافع قبطی، ابو موسیٰ بہ کرکرہ، زید ہلال بن یساف، طہمان، مابور قبطی، واقد ابو واقد، ہشام، ابو ضمیرہ، عبیدہ، انجشہ، ابولبابہ، رویف، اور آپ کی سات باندیاں تھیں ایک کا نام سلمیٰ تھا۔ محبت طبری نے بھی خلاصہ میں یہی تعداد بیان کی ہے۔ ”المواہب“ میں ابن الجوزی سے آپ کے موالی کی تعداد تینتالیس (۴۳) اور باندیوں کی تعداد گیارہ (۱۱) منقول ہے۔ زرقانی کہتے ہیں: اوروں نے اس میں دس (۱۰) غلام اور باندیوں کا اضافہ کیا ہے اور آپ کے موالی کے تذکرے پر کتب لکھی ہیں۔

(ملاحظہ کریں الفیہ اور اس کی شروح نیز سمط الجوہر الفاخر)

امام نووی 'تہذیب الاسماء واللغات' میں کہتے ہیں: یہ تمام موالی بیک وقت نبی ﷺ کے پاس موجود نہ تھے بلکہ مختلف اوقات میں ان کی موجودگی رہی۔ واللہ اعلم

## مرض وصال میں رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام

"نور النبوا" میں ابوطاہر المخلص سے منقول ہے وہ اپنی سند سے ہل بن یوسف عن ابیہ عن جدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وصال میں چالیس غلام آزاد فرمائے۔

"سمط الجوہر الفاخر" میں حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلاموں کے ذکر پر عنوان قائم کیا ہے ان آزاد کردہ غلاموں کا ذکر چار صفحات پر مشتمل ہے۔

محدث نور الحسن خان<sup>۱۹</sup> بن امیر صدیق حسن خان<sup>۲۰</sup> نے "بلوغ المرام" پر اپنی شرح میں "نجم الوہاج" سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی عمر مبارک کے سالوں کے مطابق تریسٹھ (۶۳) غلام آزاد فرمائے اور ان کے نام بیان کیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عمر کے سالوں کے مطابق انہتر (۶۹) غلام آزاد کیے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بہت سے غلام آزاد کیے۔ حاکم کی روایت کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ستر (۷۰) غلام آزاد کیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوران محاصرہ میں (۲۰) غلام آزاد کیے، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ایک سو (۱۰۰) غلام آزاد کیے جن کی گردنوں میں چاندی کے طوق تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار (۱۰۰۰) اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار (۳۰۰۰۰) غلام آزاد کیے۔

## خواب استراحت سے جگانے والے اور غسل کے وقت پردہ کا اہتمام کرنے والے

"سمط الجوہر الفاخر" میں ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا گیا ہے وہ نبی ﷺ کو نیند سے جگاتے تھے جب آپ غسل کرتے وہ پردہ کا اہتمام کرتے، سفر کے وقت آپ کے کجاوے کو تیار کرتے اور خود پا پیادہ ساتھ ساتھ چلتے تھے۔

فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے غسل فرمایا تو آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے لیے پردے کا اہتمام کیا<sup>۲۱</sup>۔

۱۹ نور الحسن بن محمد بن صدیق بن حسن بن علی الحسینی القوی جی۔ مؤلف "الجوانز والصلاة من جمع الاسامی والصفات" وغیرہ متونی ۱۳۳۶ھ (۱۱ اعلام زرکلی ج ۸ ص ۵۱)

۲۰ امیر محمد صدیق خان بن حسن بن علی بن لطف اللہ الحسینی البخاری القوی جی متونی ۱۳۰۷ھ عربی فارسی اور اردو میں کثیر کتب کے مؤلف مشہور تصانیف "ابجد العلوم" اور "فتح البیان فی مقاصد القرآن" وغیرہ۔ (۱۱ اعلام ج ۶ ص ۱۶۷)

۲۱ صحیح حدیث البخاری ۲۸۰-۳۵۷-۳۱۷۱-۶۱۵۸ صحیح مسلم ۳۳۶-موطائک ج ۱ ص ۱۵۲ ترمذی ۲۷۳۵ نسائی ج ۱ ص ۱۲۶ مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۲ دارمی ج ۱ ص ۳۳۹ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۹ ابن حبان ۱۱۸۸ ازام ہانی رضی اللہ عنہا۔

## گھر کے اندر آپ کی ضروریات پوری کرنے والے خدام

گھر کے اندر آپ کی ضروریات کی تکمیل آپ کے اہل خانہ کرتے تھے حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے درون خانہ آپ کے گھر والے آپ کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے ”باب حمل العنزة“) علامہ قسطلانی نے بھی یہی کہا ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر رات گزارنے والے مرد

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے پاس رات گزارتا تھا آپ کو وضو کا پانی فراہم کرتا تھا میں رات کو سمع اللہ لمن حمدہ اور الحمد للہ رب العلمین کی ہلکی ہلکی آوازیں سنتا تھا۔ (ج ۳ ص ۴۴) ۲۲

حضرت ربیعہ بن کعب کی اس حدیث کو امام ابوداؤد نے ”باب قیام النبی ﷺ“ میں روایت کیا ہے حضرت ربیعہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گزارتا تھا آپ کو وضو کا پانی فراہم کرتا اور آپ کی ضرورت پوری کر دیتا آپ نے فرمایا: مجھ سے مانگو میں نے کہا: جنت میں آپ کی رفاقت فرمایا: یا اس کے علاوہ کچھ؟ فرمایا: تم سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو ۲۳

المندری نے اختصار میں کہا ہے اس حدیث کو مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے کتب حدیث میں حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کی اس کے علاوہ کوئی حدیث نہیں ہے۔

”الاصابہ“ میں ہشتم بن نصر اسلمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے وہ فرماتے ہیں: میں نبی ﷺ کا خدمت گزار رہا۔ میں ان لوگوں میں سے تھا جو غریب اور ضرورت مند تھے میں آپ کے لیے بیرابی البہشم سے پانی لاتا تھا اس کنوئیں کا پانی میٹھا تھا۔

## رسول اللہ ﷺ کا ایک خاتون سے خدمت لینا

حسن بن سفیان اپنی ”مسند“ میں اور حاکم دارقطنی اور ابو نعیم نے ابو مالک نخعی از اسود بن قیس از یحییٰ العنزی از امام ایمن رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت گھر کے کونے میں موجود مٹی کے برتن کی طرف گئے اس میں پیشاب کیا میں رات کو کسی وقت انھی میں پیاسی تھی میں نے اسے پی لیا مجھے

۲۲ صحیح حدیث مسند احمد ج ۳ ص ۵۷-۵۸ ترمذی: ۳۴۱۶ ابن ماجہ: ۳۸۷۹ طبرانی الکبیر: ۳۵۷۱ تا ۳۵۷۵ ابن حبان: ۲۵۹۴۔

۲۵۹۵ از ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ

۲۳ صحیح حدیث مسلم: ۳۸۹ ابوداؤد: ۱۳۲۰ نسائی ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۸ معجم الکبیر: ۳۵۷۰ از ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ مسند احمد ج ۳

ص ۷۷ الطبرانی: ۳۵۶۹ از طریق عبد الرزاق از معمر۔

معلوم نہ تھا، صبح کو نبی ﷺ نے فرمایا: اے ام ایمن! اٹھو اس مٹی کے برتن میں جو کچھ ہے اسے گرا دو میں نے کہا: بخدا وہ تو میں پی گئی رسول اللہ ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں پھر فرمایا: اللہ کی قسم تمہارے پیٹ میں کبھی تکلیف نہ ہوگی۔<sup>۲۴</sup>

## رسول اللہ ﷺ کا ایک یہودی لڑکے سے خدمت لینا

صحیح البخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اس پر اسلام پیش کیا وہ لڑکا مسلمان ہو گیا، پھر اس کا انتقال ہو گیا۔<sup>۲۵</sup>

(کتاب الجنائز ج ۲ ص ۹۷)

مذہب مالکی کی معتبر کتاب ”العتبہ“ میں امام مالک کے ایک ساتھی زیاد بن شبطون سے منقول ہے اس لڑکے کا نام عبد القدوس تھا۔

(تفصیلات کے لیے ملاحظہ کریں ”الاصابہ“ ترجمہ عبد القدوس اور علامہ ابن زکری کی کتاب ”الفوائد المتبعہ فی العوائد المبتدعة“)

### تنبیہ

حافظ شامی ایسی کئی احادیث ذکر کرتے ہیں جن میں ہے کہ بسا اوقات آپ ﷺ بکری کا دودھ خود دودھ لیا کرتے تھے اپنے کپڑے سی لیا کرتے تھے ذبیحہ بکری کی کھال اتار لیا کرتے اور اپنے کئی کام خود کر لیا کرتے تھے۔ حافظ شامی یہ احادیث ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا تھا آپ یہ کام خود کرتے تھے اور کبھی یہ کام خدام انجام دیتے تھے اور کبھی آپ اور آپ کے خدام مل کر کوئی کام کرتے تھے۔ کیونکہ احادیث میں آپ کے لیے خدام کا ثبوت ہے۔

## ان کاموں کا بیان جن کو حضور ﷺ کسی خادم کے سپرد نہ فرماتے

ابن سبع نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے صدقہ کسی کے سپرد فرمایا ہو آپ خود ہی اسے سائل کے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے۔

<sup>۲۴</sup> ضعیف حدیث مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳-۶۴ مسند حسن بن سفیان دارقطنی بحوالہ ”تلخیص الحیر“ ج ۱ ص ۳۱ ابو نعیم ”الحلیہ“ ج ۲ ص ۶۷ ”طبرانی الکبیر“ ج ۲۵ ص ۲۳۰ از ابی مالک النخعی از اسود بن قیس از یحییٰ العزی از ام ایمن رضی اللہ عنہا۔ ابو مالک ضعیف ہے اور یحییٰ کی ام ایمن رضی اللہ عنہا سے ملاقات نہیں۔ (تلخیص الحیر ج ۱ ص ۳۱ حافظ ابن حجر) اس میں ابو مالک النخعی ضعیف ہے۔ (المجمع ج ۸ ص ۲۷۱ بیہقی)

<sup>۲۵</sup> صحیح حدیث البخاری: ۱۳۵۶-۱۳۵۷ الادب المفرد: ۵۲۳ مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۰ ابوداؤد: ۳۰۹۵ ابن حبان: ۲۹۶۰ الحاکم ج ۱ ص ۳۶۳ ج ۲ ص ۲۹۱ بیہقی ج ۳ ص ۳۸۳ از انس رضی اللہ عنہ۔ ابن حبان کی روایت میں زیادہ تفصیل ہے۔

عیاش بن ابی ربیعہ کے آزاد کردہ غلام ابن سعد بن زیاد بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ دو کام کسی کے سپرد نہیں فرماتے تھے ایک رات کا وضو دوسرا سائل کو خود عطا فرماتے تھے۔

## ان حضرات کا بیان جن کی مصطفیٰ ﷺ نے بہ نفس نفیس خدمت فرمائی

”المقالات السنیہ“ میں ہے:

”مصطفیٰ ﷺ کے کرم کی بارش ہر وجود پر ہے اسی سے کون و مکان خالص اور مخلوق نعمتوں سے شاد کام ہے۔“

”وفود کے لیے ہشاش بشاش آپ کی رحمت امیدوار کے لیے موسلا دھار بارش برسانے والے بادل سے بڑھ کر ہے۔“

”نجاشی کا وفد جب آپ کے کرم کے صحن میں اترا آپ بہ نفس نفیس ان کی خدمت میں کھڑے ہوئے۔“

”صحابہ عرض گزار ہوئے ہم ان کی خدمت کو کافی ہیں فرمایا: میں اپنے صحابہ کی تکریم کرنے والوں کی خدمت کا زیادہ حق دار ہوں۔“

”انہوں نے میرے صحابہ کی عزت و تکریم کی جب وہ ان کے ملک میں ہجرت کر کے گئے تھے۔“

ابن لیون التجیبی نے ”الانالہ“ میں کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بلند مرتبہ اپنے سے کم درجہ والوں کی خدمت کر سکتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے وفد نجاشی کی بہ نفس نفیس خدمت فرمائی۔

مؤلف فرماتے ہیں: لوگوں کے اثر دھام کے وقت مہاجرین صحابہ آپ سے ہجوم کو دور کرتے تھے۔ مسند امام احمد میں عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے آپ فرماتی ہیں: کثیر التعداد عربوں نے آپ کو گھیر لیا یہاں تک کہ آپ پریشان ہو گئے اور ان کے ہجوم میں چھپ گئے مہاجرین یہ منظر دیکھ کر اٹھے اور حضور ﷺ سے ان کو ہٹایا آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی چوکھٹ کے پاس آ گئے لوگ پھر بہت قریب آ گئے آپ نے اپنی چادر ان کے ہاتھ میں تھمائی اور جلدی سے گھر میں داخل ہو گئے اور فرمایا: اے اللہ! ان پر لعنت فرما۔ حضرت عائشہ عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ! قوم تو ہلاک ہو گئی آپ نے فرمایا: بخدا! ہرگز نہیں! اے ابو بکر کی بیٹی! میں نے اللہ تعالیٰ سے شرط باندھی ہے جس کے خلاف نہیں ہوگا میں نے اپنے رب سے گزارش کی ہے: میں بشر ہوں میں بھی تنگ ہوتا ہوں جیسے دوسرے بشر تنگ آ جاتے ہیں سو جس مؤمن کو غصہ کی حالت میں میں کوئی بات کہہ دوں تو اسے اس کے لیے کفارہ بنا دینا۔ (جز ۶ ص ۱۰۷) ۲۶

۲۶ ضعیف الاسناد محمد بن جعفر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا منقطع روایت ہے۔ مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۷ از مرتب از ابن ابی الزناد از عبد الرحمن بن حارث بن عبد اللہ بن عیاش الخزمی از محمد بن جعفر بن زبیر از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ابویعلیٰ ۳۵۰ اس میں سید بن سعید ضعیف راوی ہے۔ امام احمد نے اس حدیث کا آخری حصہ بروایت حماد اسرائیل اور ابو عوانہ از عمارہ از عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کیا ہے یہ اسناد بھی ضعیف ہے مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۳-۱۶۰-۲۵۸ صحیح مسلم ۲۶۰۰ بروایت جریر ابی معاویہ اور یحییٰ بن یونس از اعمش از ابی النخعی از مسروق از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

## حضور ﷺ کا تکیہ اٹھانے والے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں آپ کے تکیہ کے نگران تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت علقمہ کے شام جانے اور ان کے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات والی حدیث میں یہ بات مذکور ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: صحیح البخاری کی ”کتاب الوضوء“ میں اہل عراق کے سامنے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے خطاب میں یہ جملہ موجود ہے: تمہارے درمیان نبی ﷺ کے لیے وضو کا پانی اور تکیہ مہیا کرنے والا موجود ہے۔ عربی میں وسادہ اور مخدہ تکیے کو کہتے ہیں۔ (قسطانی)

علامہ خفاجی نے ”شرح الشفاء“ میں کہا ہے: وسادہ تکیے کو کہتے ہیں اسے مخدہ بھی کہا جاتا ہے۔

## اندر آنے والوں کے لیے نبی ﷺ کا اپنا تکیہ قریب کرنا

ابن حیان اصہبانی کی کتاب ”اخلاق النبی ﷺ“ میں ہے: جب سلمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے نبی ﷺ نے تکیہ ان کے قریب کر دیا۔<sup>۲۷</sup>

مؤلف کا کہنا ہے: ”السيرة الشاميه“ میں ابن سعد کے حوالہ سے یہ روایت منقول ہے کہ حضرت عدی بن حاتم نبی ﷺ کی خدمت میں آئے آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے عدی نے آپ کو سلام کیا آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ عرض کیا: عدی بن حاتم آپ عدی کو اپنے گھر لے گئے اس کے لیے وسادہ ڈال دیا اور فرمایا: اس پر بیٹھو۔<sup>۲۸</sup> علامہ خفاجی ”الشفاء“ پر رقم طراز ہیں اس سے معلوم ہوا وسادہ بستر کو کہتے ہیں تکیے کو نہیں جوہری کا اسے تکیہ قرار دینا قابل اعتبار نہیں ہے۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جب نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے اسے وسادہ پیش فرمایا اور خود زمین پر تشریف فرما ہوئے عدی رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: میں گواہی دیتا ہوں آپ زمین میں اپنی بڑائی نہیں جتلا نا چاہتے نہ فساد پھیلانا چاہتے ہیں پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا ایک اور روایت میں ہے حضور ﷺ سے کہا گیا: اے اللہ کے نبی! آج جیسا منظر ہم نے پہلے کبھی کسی کے لیے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: یہ اچھا با عزت ہے ابو الشیخ ”اخلاق النبی ﷺ“۔

<sup>۲۸</sup> حسن حدیث ترمذی نے اسے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ۲۹۵۳ اور حسن غریب کہا ہے: نیز یہ کہا ہے: ہم اس حدیث کو بروایت شعبہ از سہاک بن حرب از عباد بن خویش از عدی بن حاتم از نبی ﷺ پہچانتے ہیں۔

میں کہتا ہوں اس وسادہ پر نبی ﷺ بیٹھے تھے اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے بیٹھے۔ مؤلف کا یہ کہنا کہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ وسادہ پر بیٹھے وہم ہے۔ (علی محمد دندل)



ہے جب تمہارے پاس قوم کا باعزت شخص آئے اس کی عزت کرو۔<sup>۲۹</sup>

الدولابی نے ”کتاب الکنی واللقاب“ میں حضرت عدی بن حاتم کے طریق سے مذکور الصدور حدیث کی ہے۔ علامہ ذہبی نے ”المیزان“ نے اسے منکر کہا ہے۔ ”الجامع الصغیر“ میں یہ حدیث متعدد صحابہ طرق سے مذکور ہے۔<sup>۳۰</sup> لیکن علامہ ذہبی نے ”مختصر المدخل“ میں ان تمام طرق کو ضعیف کہا ہے۔

ابن عساکر نے نقل کیا ہے جیسا کہ صحیح الجامع الصغیر: ۲۶۹ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور الدولابی نے اسے صحیح کہا ہے۔ عقیلی نے المضعفاء: ۱۲۵۱ ابو الشیخ: ۱۱۷ اور قضاہی نے اسے مسند الشہاب میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس کے اسناد میں یثیم بن عدی ہے جسے ابن معین نے غیر ثقہ اور جھوٹ بولنے والا کہا ہے۔ امام بخاری کے بقول اسحاب جرح و تعدیل اس کے متعلق خاموش ہیں۔

ابن عساکر کی دوسری روایت ج ۱۱ ص ۲۲۷ از سوار بن مصعب از مجالد از شعبی از عدی بن حاتم ہے اس میں راوی مجالد بن سعید قوی نہیں اور سوار نہایت ضعیف اور متروک راوی ہے۔

ابن ماجہ: ۳۷۱۲ ابن عدی ج ۱ ص ۱۷۸ ”الامثال“ ابو الشیخ: ۱۴۳ بیہقی ج ۸ ص ۱۶۸ مسند الشہاب القضاہی: ۶۱۱ از طریق سعید بن مسلمہ از ابن عجلان از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ج ۳ ص ۲۰۴ میں الدولابی کہتے ہیں اس اسناد میں سعید بن مسلمہ کے علاوہ تمام راوی ثقہ ہیں سعید ضعیف راوی ہے لیکن ابن عدی نے کہا: میں اس کی حدیث ترک نہ کرنے کا امیدوار ہوں پھر ابن عدی نے ج ۱ ص ۲۹۵ میں از طریق محمد بن الفضل از والد خود از نافع یہ روایت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ محمد بن الفضل کی عام حدیث کی ثقات متابعت نہیں کرتے۔

الطبرانی کی ”الکبیر“ ۲۲۶۶ ابو الشیخ: ۱۴۲ ابن عدی ج ۲ ص ۱۰۲ بیہقی ج ۸ ص ۱۶۸ الخطیب کی تاریخ ج ۱ ص ۱۸۸ القضاہی: ۶۳۱ از جابر اور محمد بن محمد المزہر نے ابن الساک ج ۱ ص ۱۷۸ / متعدد طرق سے از حصین بن عمر از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از جابر رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ ابن عدی نے کہا: ابن ابی خالد سے اسے حصین بن عمر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور اس کی عام احادیث معاضل ہیں ان کا ہر راوی دوسرے سے روایت کرنے میں تنہا ہے حافظ ابن حجر نے ”التقریب“ میں اسے متروک کہا ہے۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ج ۳ ص ۲۰۵ میں الدولابی نے کہا ہے: میں کہتا ہوں: ایسا نہیں ہے بلکہ اس روایت کو الخطیب نے تاریخ ج ۲ ص ۹۴ میں از طریق ابی امیہ بن فرقد روایت کیا ہے ہم سے یحییٰ بن سعید القطان نے حدیث بیان کی کہا ہم سے اسماعیل نے حدیث بیان کی اور دارقطنی کے حوالہ سے کہا ہے اس حدیث کو یحییٰ القطان سے ابی امیہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ قوی نہیں یہ روایت از حصین بن عمر الحمسی از اسماعیل معروف ہے اور اسے کادج نے اسماعیل سے روایت کیا ہے میں کہتا ہوں: کادج کذاب ہے ابو القاسم الحامضی نے ”المعتمد من حدیث“ ج ۲ ص ۱۰ طبرانی نے ”الصغیر“ ج ۱ ص ۱۲ ابو نعیم نے ”الحذیہ“ ج ۵ ص ۲۰۵-۲۰۶ میں اسے روایت کیا ہے مؤخر الذکر حضرات نے کہا ہے: اس روایت میں عوین بن عمرو مفرد ہے۔ الدولابی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے جیسا کہ بیہقی نے ”المجمع“ ج ۸ ص ۱۵ میں کہا ہے حافظ عراقی کا ”تخریج الحیاء“ ج ۳ ص ۳۱۹ میں یہ کہنا کہ اس کا اسناد جید ہے اس کا اسناد جید نہیں ہے البتہ اگر اس سے کثرت طرق مراد ہو تو یہ مقبول ہے۔

طبرانی نے الکبیر: ۲۳۵۸ ابو نعیم نے مسند ابی یحییٰ فراس ج ۲ ص ۸۸ میں اسے روایت کیا ہے الدولابی نے کہا ہے: اس کے رجال ثقہ ہیں سوائے حسن بن عمارہ کے وہ متروک ہے۔

حاکم نے اسے مستدرک ج ۴ ص ۲۹۱-۲۹۲ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے صحیح الاسناد کہا ہے۔

ذہبی نے سکوت اختیار کیا ہے اور الدولابی نے کہا ہے: معبد اور اس کے باپ کا ذکر کس نے کیا ہے مجھے نہیں ملا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس حدیث کا ایک مرسل شاہد بھی ہے اسے ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے۔  
علامہ عراقی اور ان کے شاگرد علامہ ابن حجر نے ابن الجوزی کا تعاقب کیا اور کہا ہے: یہ روایت ضعیف ہے موضوع نہیں۔

امام حاکم نے "المستدرک" اس کی تخریج کی اور اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔  
تکیہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے رد کرنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے ترمذی کی حدیث میں ہے:  
تین چیزیں واپس نہ کی جائیں دودھ، تکیہ اور تیل<sup>۳۱</sup>  
کسی صاحب علم کے اشعار ہیں:

یہ چیز خیر الوری ﷺ کی سیرت طیبہ سے ہے آپ پر تا ابد اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ ہو  
خوشبو، دودھ، تیل، تکیہ، کھجور اور گوشت کو واپس نہ کیا جائے۔  
علامہ سیوطی نے ساتویں چیز کا اضافہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہے ہیں:

سات چیزوں کا قبول کرنا مصطفیٰ ﷺ کی سنت ہے جب دوست کسی کو تحفہ میں دیں  
میٹھا، دودھ، تیل، تکیہ، ضرورت مند کو کھانا، خوشبو اور پھول

طبقات شعرانی میں سفیان بن عیینہ سے منقول ہے کہ زمزم کا پانی بھی خوشبو کی طرح ہے اسے واپس نہ کیا جائے۔ ابن لیون التجیبی کے "الرسالة العلمية" میں ہے ٹیک لگانے کے متعلق سنن ابوداؤد میں حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے گھر میں حاضر ہوا میں نے آپ کو ٹیک لگائے ہوئے دیکھا، تکیہ آپ کی بائیں جانب تھا۔<sup>۳۲</sup>

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بستر پر بیٹھتے اور تکیے پر ٹیک لگاتے تھے۔ عارف باللہ علامہ نابلسی<sup>۳۳</sup> کی "شرح الطريقة المحمدیہ" میں احناف کی مشہور کتاب "الہدایہ"<sup>۳۴</sup> سے منقول ہے کہ نبی ﷺ (بقیہ حاشیہ: ۳۰) بعد ازاں الالبانی نے اس حدیث کے دیگر شواہد ذکر کر کے کہا: بہر حال ان تمام طرق روایت کے باوصف اس پر حسن کا حکم لگانا ممکن نہیں، چہ جائیکہ اسے صحیح کہا جائے، چونکہ اس کے بعض طرق میں شدت ضعف نہیں، سو اس روایت کی تقویت ممکن ہے جو اسے شدید ضعف سے نکالتی ہے اور اس روایت کے بعض طرق کو حاکم اور عراقی کا صحیح کہنا بھی اس کی تقویت کا باعث ہے۔

۳۱ حسن حدیث ترمذی: ۲۷۹۱ از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جامع الاصول: ۲۹۱۷ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۶۱۹۔

۳۲ حسن حدیث ابوداؤد: ۴۱۴۳ مسند احمد ج ۵ ص ۸۶-۸۷ ترمذی: ۲۷۷۱ دارمی ج ۲ ص ۶۱ از وائد المسند ج ۵ ص ۹۷ ابن حبان: ۵۸۹ از تاک از جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ۔ تاک بن حرب الذہلی البکری الکوفی صدوق ہیں البتہ اس کی عمرہ سے روایت میں اضطراب ہے۔

۳۳ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی النابسی مشہور ادیب اور صوفی ہیں، وحدۃ الوجود کے قائلین میں سے ہیں، ابن عربی کی "فصوص الحکم" کی شرح "جواہر النصوص" اور "ذخائر الموارث فی الدلالة علی مواضع الاحادیث" وغیرہ ان کی تصانیف ہیں، ۱۱۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ (الاعلام زرکلی ج ۴ ص ۳۲-۳۳)

۳۴ ہدایہ احناف کی مشہور کتاب ہے۔ ہدایۃ المبتدی کی شرح ہے دونوں کتب امام ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ کی تالیف ہیں ہدایہ کی بہت سی شرح ہیں، اہم ترین شرح کمال الدین ابن ہمام کی فتح القدر ہے۔ ہمارے جلیل القدر شیخ استاذ عبدالرزاق المصدی نے ہدایہ کی احادیث کی تخریج کی ہے جو دارالکتب العلمیہ سے دس جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

ریشمی تکیے پر تشریف فرما ہوئے۔ طبقات ابن سعد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں بنو عامر کے آزاد کردہ غلام راشد سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بستر پر ریشمین تکیہ دیکھا، اسی طرح بنو داء کے مؤذن کی روایت میں ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ریشمین تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے سعید بن جبیر آپ کے پیروں کے پاس تھے آپ فرما رہے تھے: تم نے مجھ سے بہت کچھ یاد کر لیا ہے مجھ سے روایت کرتے وقت احتیاط سے کام لینا۔

علامہ ابوبکر الکاسانی کی ”اصول البدائع فی اصول الشرائع“<sup>۳۵</sup> میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا واقعہ نقل کرنے کے بعد مذکور ہے: مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ولیمہ میں تشریف لے گئے آپ ایسے ریشمین تکیہ پر تشریف فرما تھے جس پر پرندوں کی تصویریں تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ریشمی بستر اور تصویروں والے چھوٹے تکیے پر بیٹھنے کے جواز کی دلیل ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں باب الاستحسان)

### حضور ﷺ کے نعلین بردار

ابن جماعہ کی ”مختصر السیر“ اور ”المواہب اللدنیہ“ وغیرہ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین والے تھے جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے ابن مسعود آپ کو جوتے پہناتے اور جب آپ تشریف فرما ہوتے ابن مسعود آپ کے نعلین اپنے پہلو میں رکھ لیتے تھے۔

مؤلف کتاب علامہ کتانی کہتے ہیں: یہ روایت حارث ابن ابی اسامہ اور ابن ابی عمر نے قاسم بن عبد الرحمن کی مراسیل سے نقل کی ہے اور یہ زیادہ کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کو جوتے پہناتے اور حضور ﷺ سے پہلے آپ کے حجرہ میں داخل ہوتے۔<sup>۳۶</sup> علامہ زرقانی ”المواہب“ کی شرح میں فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود حضور ﷺ کے نعلین بغل میں اس لیے رکھتے تھے کہ بوقت ضرورت حضور ﷺ کی خدمت کے لیے ان کے ہاتھ خالی رہیں۔ اور حسب منشاء ہاتھوں کو نیک کاموں میں لگالیں۔

(ماخوذ از الشہر الملی)

امام ابوالعباس المقرئ کی ”فتح المتعال“ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے نعلین، مسواک، تکیہ اور وضو کے پانی کا ٹکڑا ہونا صحیح البخاری کی روایت کے مطابق ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ان کو یہ ذمہ داری ملی ہوئی تھی جب حضور ﷺ کھڑے ہوتے ابن مسعود آپ کو نعلین پہناتے جب آپ بیٹھتے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے کھڑے ہونے تک نعلین اپنے بغل میں رکھتے۔

محمد بن یحییٰ روایت کرتے ہیں قاسم نے بیان کیا جب نبی ﷺ بیٹھتے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے نعلین اتارتے اور انہیں اپنے پہلو میں رکھ لیتے پھر جب آپ کھڑے ہوتے وہ آپ کو نعلین پہناتے اور عصا لے کر

۳۵ اس کتاب کا پورا نام ”بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع“ ہے۔ یہ ملک العلماء امام ملاؤ الدین ابی بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی

۵۸۷ھ کی تصنیف ہے دارالکتب العلمیہ بیروت سے سات جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۳۶ مرسل ضعیف کی ایک قسم اس کی تخریج قبل ازیں گزر چکی ہے اور یہ حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

آپ کے آگے آگے چلتے یہاں تک کہ آپ حجرہ میں داخل ہوتے۔

ابن سعد اور سیرت نگاروں کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین اور وضو کے برتن کا خیال رکھتے تھے۔ گویا یہ خدمت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔

حافظ ابن حجر حدیث کے اس جملہ ”الیس فیکم صاحب النعلین“ ۳۷ کے تحت لکھتے ہیں: صاحب نعلین سے مراد حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں کیونکہ یہ خدمت ان کے سپرد تھی۔ درحقیقت صاحب نعلین نبی ﷺ ہی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو مجازاً صاحب نعلین کہا گیا کیونکہ وہ نعلین سنبھالا کرتے تھے۔

علامہ بیضاوی نے کہا: جیسا کہ ”قوت المغتذی علی جامع الترمذی“ میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تمام اوقات اور حالات میں نبی ﷺ کی خدمت میں لگے رہتے تھے آپ وضو کے لیے اٹھتے تو پانی کا اٹھاتے اور آپ کے نعلین لے کر اپنے پاس رکھتے تاکہ بوقت ضرورت پیش کریں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحب نعلین ہونے پر بصری زماں ابوالمحاسن یوسف بن اسماعیل نہروٹی اپنے بارے میں کہتے ہیں:۔

”میں نے مصطفیٰ ﷺ کے نعل مبارک کی مثال کی خدمت کی تاکہ میں دارین میں اس کے زیر سایہ زندہ بسر کروں۔“

”ابن مسعود آپ کے نعلین کی خدمت سے سعادت یاب ہوئے اور میں آپ کے نعلین کی مثال کے خدمت سے۔“

”المقالات السنیة فی مدح خیر البریہ“ کے اکیسویں مقالہ میں المقری سے منقول ہے: وہ صاحب وسیلہ ﷺ کے پاؤں سے نعلین اتارتے اور صاحب نعمت غنی سرداران کو اپنے بازوؤں میں رکھ لیتے جب آپ کھڑے ہوتے تو آپ کو پہناتے اور احمد مجتبیٰ ﷺ کے آگے عصا لے کر چلتے اور آپ کو حجرہ تک پہنچاتے تھے۔

### انتباہ

”ابن غازی علی الصحیح“ میں ہے صاحب ثروت لوگوں کے علاوہ عرب جاہلیت میں بغیر رگی ہوئی کھال کے جوتے پہنتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بغیر بالوں والی کھال سے تیار کردہ سہتی جوتے لوگوں کو غیر مانوس اور اجنبی لگے حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو ایسے جوتے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ علماء اعلام کی ایک جماعت نے نبی ﷺ کے نعلین مبارک سے متعلق کوائف پر الگ الگ کتابیں تالیف کی ہیں۔ جیسے ابوالیمن بن عساکر السراج البلقینی، البستی، شمس الدین محمد بن عیسیٰ المقری مؤلف کتاب ”قوة العینین فی تحقیق امر النعلین“ وغیرہ۔ سب سے مشہور کتاب مدفون مصر امام ابوالعباس المقری التمسانی کی ”النفحات العنبریہ فی نعل خیر البریہ“ ہے۔ امام موصوف کی ایک اور تالیف رسول اللہ ﷺ کے عمامہ شریف کے بارے میں ۳۷ حدیث صحیح تخریج نزر پہلی ہے۔

میں ہے انہوں نے یہ کتاب مسجد نبوی شریف میں حضور ﷺ کے سرہانے بیٹھ کر لکھی ہے۔  
 مؤلف کہتے ہیں: ”السيرة الشاميه“ میں ایک عنوان ہے: ”گر جانے کی حالت میں قدموں اور پیٹھ کو دبانے میں آپ کی سیرت طیبہ“ ابو نعیم نے طب کے زیر عنوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، حبشی آپ کی پیٹھ دبا رہا تھا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: گذشتہ رات اونٹنی نے مجھے گرا دیا ایک روایت میں ہے حضرت عمر کے سوال پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اونٹنی نے تھکا دیا۔<sup>۳۸</sup>

امام طبرانی نے ”المعجم الصغير“ میں ابراہیم نام کے حضرات کے تذکرہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔  
 ”المعجم الاوسط“ میں اسی طرح ہے۔ القاری نے ”شرح عین العلم“ میں کہا: اس کا اسناد ضعیف ہے۔  
 ”المقاصد الحسنہ“ میں قدم وغیرہ سہلانے کی حدیث ہے جسے دارقطنی نے ”الافراد“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا انہوں نے سہلایا۔<sup>۳۹</sup> پھر ایک آیت کی قرأت میں حدیث ذکر کی اور ابو زید کی یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: ”قریب آؤ میری پیٹھ سہلا دو“<sup>۴۰</sup> میں قریب ہوا اور میں نے آپ کی پیٹھ سہلائی۔

## رسول اللہ ﷺ کو ہنسانے والے

”الاصابہ“ میں حضرت حمار کے تذکرہ میں ہے صحیح یہ ہے کہ ان کا نام عبد اللہ تھا، حمار ان کا لقب تھا وہ رسول اللہ ﷺ کو ہنسایا کرتے تھے ابو یعلیٰ کے ہاں زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حمار گھٹی یا شہد کی کچی (چھوٹا سا مشکیزہ) حضور ﷺ کی نذر کرتے پھر اس کے مالک کو لے آتے اور حضور ﷺ سے کہتے: اس کو قیمت عطا فرما دیں۔<sup>۴۱</sup>

۳۸ ضعیف ہے اسے طبرانی نے الاوسط میں اور بزار نے بحوالہ الجمع ج ۵ ص ۹۶ اسے روایت کیا ہے۔ بیہمی نے کہا عبد اللہ بن زید بن اسلم کے سوا اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں عبد اللہ کو ابو حاتم وغیرہ نے ثقہ اور ابن معین نے ضعیف کہا ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۵ رقم: ۴۳۳۱)

۳۹ اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے مصنف نے اس کی سند ذکر نہیں کی سوا اس پر حکم لگانا ممکن نہیں۔

۴۰ صحیح ابو یعلیٰ: ۶۸۳۶ مسند احمد ج ۵ ص ۷۷۔ ۳۳۱ طبرانی ”الکبیر“ ج ۷ ص ۴۳ از ابو زید رضی اللہ عنہ۔ بیہمی نے الجمع ج ۸ ص ۲۸۰۔  
 ۲۸۱ میں اسے ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: اسے امام احمد ابو یعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسانید میں سے ایک سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۴۱ حافظ ابن حجر نے الاصابہ: ۱۸۱۳ میں اسے بخاری کے حوالہ سے از طریق زید بن اسلم از اسلم از عمر رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے۔ واقعہ نے کہا ہے: یہ غزوہ خیبر کا واقعہ ہے۔

۴۲ اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے الاصابہ: ۱۸۱۳ از زید بن اسلم از اسلم از عمر رضی اللہ عنہ۔

حافظ ابن حجر نے کہا: زبیر بن بکار کی کتاب ”الفکاهۃ والمزاح“ میں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی یہی مذکور ہے۔ (الاصابہ ۱۸۱۳)

”الاصابہ“ میں حضرت سوبط بن حرمہ العبدری کے تذکرہ میں بھی ان کے ایسے افعال مذکور ہیں، یہ بھی مذکور ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب ان کی ہوشیاری سے ہنس دیئے۔<sup>۴۳</sup>  
 فقیر، محدث قاضی ابوعلی حسن بن بلقاسم بن بادیس القسطنینی کی کتاب ”فوائد الدرر وفرائد الفکر فی شرح مختصر السیر“ میں ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے آپ نبی ﷺ کو ہنسا تھیں، ایک مرتبہ کہا: یا رسول اللہ! میں نے گزشتہ رات آپ کے پیچھے نماز پڑھی، رکوع میں میں نے اس ڈر سے اپنا ناک پکڑ لی کہ کہیں اس سے خون نہ نپکنے لگے۔<sup>۴۴</sup> حضور ﷺ ہنس پڑے۔

## امام (حکمران) کی اپنے کم سن اقارب سے دل لگی

”الاصابہ“ میں کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں ہے ابوعلی بن اسکن اور ابن منذر کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا: نبی ﷺ ہمیں جمع کرتے، میں، عبد اللہ، قثم اور دوسرے پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے: جو دوڑ میں آگے نکل گیا اس کے لیے یہ (انعام)۔  
 کثیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسروں نے اس کے برعکس کہا کہ آپ عبد اللہ، عبید اللہ اور حضرت عباس کے دیگر بچوں کی لائن بناتے اور فرماتے: جو دوڑ میں آگے نکلے گا اسے یہ انعام ملے گا۔<sup>۴۵</sup> یہ روایت زیادہ قوی ہے۔

## وفود کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کے آداب سکھانے والے افراد

ابن اسحاق نے ۹ھ میں وفد ثقیف کی آمد کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا: یہ وفد اپنے سردار عبدیالیل

<sup>۴۳</sup> اسے ابن مہدی نے الاستیعاب ج ۲ ص ۱۲۶ میں الاصابہ کے حاشیہ پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

<sup>۴۴</sup> مرسل ہے جیسا کہ الاصابہ ۶۰۶ میں ہے اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے ج ۴ ص ۳۸۳-۳۸۴۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ابو معاویہ اسے اعمش از ابراہیم الخ نے روایت مرسل ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

<sup>۴۵</sup> الاصابہ ۴۸۰۔ بحوالہ ابوعلی بن اسکن، ابن مندہ از طریق صباح بن یحییٰ از یزید بن ابی زیاد از عباس بن کثیر بن عباس از والد خود الخ۔ جریر بن عبد الحمید نے اس کے خلاف روایت کرتے ہوئے کہا ہے: از یزید بن عبد اللہ بن حرث، نبی ﷺ، عبد اللہ، عبید اللہ اور عباس رضی اللہ عنہما کے بہت سے بچوں کی قطار بنا کر فرماتے: جو دوڑ میں آگے نکلا اس کے لیے یہ انعام ہے۔ یہ روایت صباح کی روایت سے قوی ترین ہے۔

کثیر بن عباس نے نبی ﷺ سے مانع میں اختلاف ہے، حافظ ابن جریر نے الاصابہ میں علی بن اسکن کا یہ قول نقل کیا ہے: اس نے مدینہ میں نبی ﷺ کا دور پایا اس کا نبی ﷺ سے مانع ثابت نہیں، ابن سعد نے کثیر کو صحابہ کے چوتھے طبقہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: ہمیں خبر نہیں ملی کہ اس نے نبی ﷺ سے کوئی حدیث روایت کی ہے۔ دارقطنی نے ”الاخوة“ میں کہا ہے اس نے نبی ﷺ سے مرسل روایت کی ہیں۔

سربراہی میں آیا، جب یہ لوگ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور وادی قناتہ میں اترے وہاں حضرت مغیرہ بن شعبہ ملے، حضرت مغیرہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی آمد کی خوش خبری سنانے کے لیے تیزی سے روانہ ہوئے راستے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے فرمایا: تجھے خدا کی قسم! تم مجھ سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ جاؤ تا کہ میں خود حضور ﷺ کو یہ خبر سناؤں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر آپ کو بنو ثقیف کی آمد کی خبر سنائی۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ظہران کے ہاں گزاری اور انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے آداب تعلیم فرمائے اور انہیں سلام کرنے کا طریقہ بتایا، لیکن انہوں نے دور جاہلیت والا سلام لیا۔ (الحدیث ابن قیمر ج ۱ ص ۲۵۸، المواب ج ۲ ص ۶) علامہ ابو سعود حنفی کی تفسیر میں ہے جب وفد آتے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کسی کو بھیجتے تا کہ وہ اہل وفد کو سلام کرنے کا طریقہ سکھائے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں اطمینان اور وقار کے ساتھ حاضری کی تلقین کرتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک حیثیت آج کل کے پروٹوکول افسر جیسی تھی۔





## القسم الثانی

فقہی سرگرمیاں، معمولات عبادات

امارت حج اور متعلقہ امور

## فقہی سرگرمیاں اور عبادات کے معمولات

دینی اور شرعی امور کی انجام دہی کے لیے مقرر کیے جانے والے کارکنوں کے لیے ایک ضابطہ اور طریق کار ہے۔ ”الفوائد“ میں ہے: ”مناصب دینیہ کے لیے کسی بھی دین دار اور صاحب علم فرد کا تقرر درست ہے خواہ اس کا تعلق اعلیٰ نسب اور خاندان سے ہو یا کم تر سے۔ البتہ فاسق اگرچہ قریش سے تعلق رکھتا ہو وہ اس ذمہ داری کا اہل نہ ہوگا۔ اگر کوئی اعلیٰ خاندان کا فرد دین داری اور علم دونوں صفات سے متصف ہو تو اسے صرف اعلیٰ خاندان رکھنے والے یا دین داری اور علم میں سے کسی ایک صفت کے حامل شخص پر ترجیح ہوگی۔“

جن حضرات نے امامت (حکمرانی) کے لیے قریشی ہونے کی شرط نہیں لگائی انہوں نے جنگوں میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید وغیرہ رضی اللہ عنہم کے امیر مقرر کیے جانے سے استدلال کیا ہے۔ جمہور علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے یہ انتخاب امامت کبریٰ (خلافت) کے لیے نہ تھا بلکہ خلیفہ کا غیر قرشی کو نائب بنانا جائز ہے۔ علامہ تاج الدین السبکی ۳۶۶ھ نے بطور معتمد و اشعار کہے ہیں:

وہ کون ہیں جن کو کسی بدوی اور شہری پر حکمرانی کے بغیر امیر المؤمنین شمار کیا گیا  
وہ قریشی بھی نہ تھے حالانکہ غیر قرشی کو حکمران بنانا جائز نہیں۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے جواب دیا: وہ نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہیں جن کو حضور ﷺ نے اس لشکر کا امیر مقرر فرمایا تھا جس میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے آپ کے وصال تک یہ لشکر روانہ نہ ہوا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو حضور ﷺ کے وصال کے بعد شام کی طرف روانہ کیا۔ (المنہاج الوہاب)

## قرآن مجید کے معلمین

### فصل اول: مدینہ منورہ میں نبی ﷺ کی

### حیات مبارکہ میں قرآن کے معلم

امام ابن الجوزیؒ نے ”مشکل الصحیحین“ میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ کے ذکر میں ۳۶ علامہ ابو النصر تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین علی بن عبد الکاظم السبکی المصری الشافعی متوفی ۷۷۷ھ مشہور ادیب مشہور تصانیف ”طبقات الشافعیہ“ اور ”شرح منہاج الاصول الی علم الاصول“ وغیرہ۔

۳۷ امام حافظ عبد الرحمن بن الکرمال بن ابی محمد بن سابق الاسیوطی المصری الشافعی القبط جلال الدین ولادت ۸۳۹ھ وفات ۹۱۱ھ صاحب تصانیف کثیرہ مشہور ترین تصانیف ”الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور“ وغیرہ۔

۳۸ امام حافظ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی البغدادی متوفی ۵۹۷ھ مشہور تصانیف المتظم ’مشکل الصحیحین‘ الموضوعات ’الواہیات اور زاد المسیر وغیرہ۔

کہا ہے: آپ مسجد نبوی سے متصل چبوترے پر اہل صفہ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ اس چبوترے پر مسکین صحابہ رہتے تھے جن کو اہل صفہ کہا جاتا ہے۔

علامہ کتابی (مؤلف کتاب) کہتے ہیں: ”الاصابہ“ (رقم: ۹۱۲۷) میں فرات بن یزید بن وردان کے دادا حضرت وردان رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے واقعہ نے ذکر کیا ہے نبی ﷺ نے ان کو حضرت ابان بن سعید بن العاصی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تاکہ وہ انہیں اپنے ساتھ رکھیں اور ان کو قرآن سکھائیں۔

امام ابن عساکر نے حضرت ابن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اچھی طرح تعلیم دینے والے کے حوالے فرمائیں تو آپ نے مجھے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا پھر ارشاد فرمایا: میں نے تجھے ایسے مرد کے حوالے کیا ہے جو تجھے بہترین تعلیم دے گا اور ادب سکھائے گا۔ (کنز العمال فضائل ابو ثعلبہ انشائی) ۴۹

## فصل دوم: رسول اللہ ﷺ لوگوں کو حکم دیتے

### کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو فقہ اور قرآن کی تعلیم دیں

”الاصابہ“ میں حضرت ابزی الخزاعی کے تذکرہ میں ہے انہوں نے بیان کیا نبی ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا مسلمانوں کے گروہوں کو خیر سے یاد فرمایا پھر ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے پڑوسیوں کو تعلیم نہیں دیتے اور انہیں دین کی سمجھ بوجھ سے آشنا نہیں کرتے۔ علامہ ابن حجر نے یہ روایت ابن السکن اور اسحاق بن راہویہ سے منسوب کی ہے۔

حافظ نور الدین بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ میں ”باب تعلیم من لا یعلم“ کے تحت طویل حدیث نقل کی ہے اس میں ہے: عاتقہ بن سعد بن عبد الرحمن بن ابزی اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں ان کے والد کے دادا نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے ایک روز خطبہ دیا مسلمانوں کے گروہوں کی تعریف فرمائی۔ ۴۹ اس روایت کو ابن مساکر نے ”تاریخ مدینہ دمشق“ میں روایت کیا ہے۔

۵۰ حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں کہا ہے ابن السکن نے کہا: اس کو بخاری نے ”الوصدان“ میں ذکر کیا ہے۔ امام بخاری نے کہا: اس نے ایک حدیث مروی ہے اس کا اسناد صالح ہے اس کی حدیث اہل خراسان کے پاس ہے اسناد یہ ہے: احمد بن محمد بن بسطام احمد بن یحییٰ ابو حطب بن محمد بن حزام ابو ہریرہ بن معروف مقاتل بن حیان از عاتقہ بن عبد الرحمن بن ابزی از والد خود از جد خود از نبی ﷺ۔۔۔۔۔ یہ حدیث صرف اسی اسناد سے مروی ہے۔ ابن مندہ نے کہا ابزی کی صحابیت اور روایت ثابت نہیں ہے پھر انہوں نے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے اس کو محمد بن عبد اللہ بن ابی اسحاق بن راہویہ نے مسند میں از محمد بن ابی اسحاق بن اسناد سے روایت کیا ہے۔۔۔۔۔ طبرانی نے عبد الرحمن بن ابزی سے تذکرہ میں از عاتقہ بن سعید بن عبد الرحمن از والد خود از جد خود یہ روایت نقل کی ہے۔ ابو نعیم نے اس روایت کو راجح قرار دے کر کہا ہے: ابزی کی روایت اور روایت صحیح نہیں ہے ابن الاثیر نے بھی اسے جواب پر مبنی کہا ہے۔ تاہم یہ روایت محل نظر ہے کیونکہ عاتقہ سعید کا بھائی ہے بیانا نہیں۔ والد اعلم

پھر ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے ہمسایوں کو دین میں سمجھ بوجھ سے آشنا نہیں کرتے، ان کو تعلیم نہیں دیتے، وعظ و نصیحت نہیں کرتے، ان کو نیکی کا حکم نہیں دیتے اور ان کو برائیوں سے نہیں روکتے، اور ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے ہمسایوں سے نہیں سیکھتے، ان سے سمجھ بوجھ نہیں حاصل کرتے، ان سے نصیحت نہیں حاصل کرتے، اللہ کی قسم! وہ اپنے ہمسایوں کو تعلیم دیں، انہیں سمجھ بوجھ دیں، نصیحت کریں، نیکی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں۔ اور لوگ اپنے ہمسایوں سے تعلیم حاصل کریں اور دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں یا پھر میں ان کو جلد سزا دوں گا۔ پھر آپ منبر سے نیچے اترے۔ لوگوں نے کہا: ان سے کون مراد ہیں؟ فرمایا: اشعری، وہ سمجھ دار لوگ ہیں اور ان کے پڑوسی ان کے پانی کے شریک بدوی الگ تھلک رہنے والے لوگ ہیں۔ اشعریوں کو یہ خبر ملی وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، گزارش کی: یا رسول اللہ! آپ نے مختلف گروہوں کا ذکر خیر سے فرمایا اور ہماری خدمت فرمائی، ہمارا کیا قصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں کو تعلیم دیں، ان کو دین کی سمجھ بوجھ سے آشنا کریں، انہیں سمجھائیں، ان کو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں سے سیکھیں، سمجھیں، دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں، ورنہ میں ان کو دنیا میں جلد سزا دوں گا۔ اشعریوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے غیر کو سمجھائیں؟ آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا اور انہوں نے اپنا سوال دہرایا، آپ نے پھر اسی طرح ارشاد فرمایا، انہوں نے کہا: آپ ہمیں ایک سال کی مہلت دیں، حضور ﷺ نے ان کو ایک سال کی مہلت عطا کی تاکہ وہ اپنے ان پڑوسیوں کو دین میں سمجھ بوجھ سے آشنا کریں، ان کو تعلیم دیں اور سمجھائیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَآئِيلَ عَلَى لِسَانِ  
دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا  
يَعْتَدُونَ ○ (انعام: ۸۰)

بنی اسرائیل سے جنہوں نے کفر کیا، وہ داؤد اور  
عیسیٰ بن مریم کی زبان پر لعنت کیے گئے، یہ اس وجہ سے  
کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے

تھے ○

امام طبرانی نے ”المعجم الکبیر“ میں یہ روایت نقل کی ہے، اس میں بکر بن معروف ہے، امام بخاری نے کہا: اسے پچینک دو، امام احمد نے ایک روایت میں اسے ثقہ اور دوسری میں ضعیف کہا ہے۔ ابن عدی نے کہا: مجھے امید ہے اس میں حرج نہیں ہے۔

فصل سوم: ان صحابہ کا ذکر جن کو نبی ﷺ نے مختلف اطراف میں

قرآن کی تعلیم اور دین سکھانے کو بھیجا

مؤلف کہتے ہیں: علامہ الخزاعی نے ”الفقه فی الدین“ کا چار فصول میں ذکر کیا ہے۔

ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۶۳ یہ ضعیف حدیث ہے۔

## فصل اول: تفقہ فی الدین پر آمادہ کرنا

اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث درج کی ہے: اللہ تعالیٰ جس سے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقہ (سمجھ بوجھ) عطا فرماتا ہے<sup>۵۲</sup> علامہ الخزاعی نے یہ روایت صحیح مسلم کے حوالہ سے نقل کی ہے حالانکہ یہ حدیث صحیح البخاری میں بھی موجود ہے۔ علامہ میں یہ خالی ہے جب ان کو صحیح مسلم میں کوئی حدیث دستیاب ہوتی ہے وہ دوسری کتب کا حوالہ نہیں دیتے۔

## فصل دوم: لوگ امور دین میں نبی ﷺ سے کس طرح سوال کرتے تھے؟

## فصل سوم: امور دین کے متعلق خواتین کے سوال

میرے خیال میں یہ فصول سلسلہ کلام کو دراز کرنے کے لیے قائم کی گئی ہیں۔ اس کے بعد علامہ خزاعی نے ان صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جن کو نبی ﷺ نے دین سکھانے کے لیے روانہ فرمایا۔ ان میں حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف رضی اللہ عنہ ہیں۔ ”سیرۃ ابن اسحاق“ میں ہے نبی ﷺ جب بیعت عقبہ اولیٰ سے فارغ ہوئے یہ بارہ انصاری تھے جن کو اس بیعت کا شرف ملا آپ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو قرآن سکھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور دین میں سمجھ بوجھ سے آشنا کریں، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں مقرر کیا جاتا تھا<sup>۵۳</sup>۔

مؤلف رقم طراز ہیں: علامہ ابن قدامہ المقدسی کی ”الاستبصار“ میں ہے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اترے۔ وہ دونوں انصار کے مختلف گھرانوں میں جاتے ان کو قرآن پڑھاتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلا تے تھے۔ ان کے ہاتھ پر انصار کی بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا جن میں حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما وغیرہ شامل ہیں<sup>۵۴</sup>۔

امام نووی کی ”التہذیب“<sup>۵۵</sup> میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ نے عقبہ اولیٰ کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تاکہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور انہیں نماز پڑھائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ ثانیہ کے بارہ افراد کے ساتھ آپ کو روانہ فرمایا تاکہ آپ اہل مدینہ کو قرآن اور دین سکھائیں، آپ حضرت اسعد بن زرارہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔

ابورقیہ الکلاعی کی ”الاكتفاء“ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں

۵۲ صحیح حدیث صحیح البخاری ۱/۳۱۱-۳۱۲ صحیح مسلم ۱/۱۰۳ موطا مالک ج ۲ ص ۹۰۰-۹۰۱ مسند احمد ج ۳ ص ۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶

۵۳ اری بن اس ۳-۴ ابن ماجہ ۲۲۲۱ ابن حبان ۸۹ الطحاوی ”المشکل“ ج ۲ ص ۸۷ الطبرانی ”المکبہ“ ج ۱۹ ص ۲۹ القسائی

”مسند الشہاب“ ۳۴۶ ابن مہالب ”جامع بیان العلم وفضلہ“ ج ۱ ص ۱۳۱ متعدد طرق از حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ۔

۵۴ اسے ابن ہشام نے ”سیرۃ النبویہ“ ج ۲ ص ۲۳۴ میں بغیر سند کے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔

۵۵ ”السیرۃ النبویہ“ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۴-۲۳۵

۵۶ پورا نام ”تہذیب الاسماء واللغات“ تالیف امام نووی متوفی ۶۷۱ھ

اپنا نائب (گورنر) مقرر فرمایا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ چھوڑا تا کہ وہ اہل مکہ کو قرآن اور دین کی تعلیم دیں۔ ۵۶

”الاستیعاب“ میں ہے نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سال حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کے علاقہ الجند کا قاضی مقرر فرما کر بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو قرآن مجید اور شرائع اسلام کی تعلیم دیں اور ان کے مقدمات کا فیصلہ کریں اور یمن میں نبی ﷺ کی طرف سے صدقات کی وصولیابی پر مقرر عاملوں سے صدقات حاصل کریں۔ ۵۷

حضرت عمرو بن حزم الخزرجی رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل ہیں ”الاستیعاب“ میں ہے: نبی ﷺ نے آپ کو نجران کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا۔ قبل ازیں حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اہل نجران کی طرف روانہ کیا تھا ان لوگوں سے اسلام قبول کر لیا تو ۱۰ھ میں حضرت عمرو بن حزم کو روانہ فرمایا تا کہ وہ ان کو دین سکھائیں قرآن مجید کی تعلیم دیں اور ان سے صدقات وصول کریں حضور ﷺ نے فرانس، سنن، صدقات اور خوں بہا کے احکام سے متعلق انہیں ایک مکتوب بھی مرحمت فرمایا تھا۔ ۵۸

یہاں معلمین قرآن کی ایک اور جماعت کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے ان میں سے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں۔ مسند امام احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب اہل یمن کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے کہا: آپ ہمارے ساتھ ایسا آدمی روانہ فرمائیں جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔ ۵۹ اور آپ نے حضرت ابو عبیدہ کو شام کی طرف امیر بنا کر بھیجا شام کے اکثر علاقے ان کے ہاتھ پر فتح ہوئے۔

معلمین قرآن میں حضرت رافع بن مالک انصاری ہیں ”الاصابہ“ میں ابن اسحاق کے حوالے سے مذکور ہے آپ بنی سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں سورۃ یوسف لائے۔ زبیر بن بکار نے ”اخبار المدینہ“ میں روایت کیا ہے کہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ جب بیعت عقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے شاد کام ہوئے۔ حضور ﷺ نے دس برس کے عرصہ میں نازل شدہ قرآن ان کو عطا فرمایا حضرت رافع اس قرآن کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے انہوں نے اپنی قوم کو اپنے ہاں جمع کیا اور ان کو قرآن سنایا۔ حضور ﷺ کو ان کا اعتدال قبلہ بھی پسند آیا۔ ۶۰

۵۶ مزیل حدیث طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۸۰۸ از مجید۔

۵۷ الاستیعاب میں ابن عبد البر نے اسے بلا سند ابن اسحاق سے منسوب کیا ہے۔ ”الاصابہ علی هامش الاصابہ“ ج ۳ ص ۳۵۶-۳۵۷۔

۵۸ الاستیعاب علی هامش الاصابہ ج ۲ ص ۵۱۷۔

۵۹ صحیح حدیث مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۳-۱۸۹-۲۴۵-۲۸۱ صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۸۲-۳۵۵ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۱۹ ترمذی ج ۳ ص ۳۷۹۳۔

۶۰ ۳۷۹۳ ابویعلیٰ ج ۲ ص ۲۸۰۸ ابن سعد ج ۳ ص ۲۹۹۰ ابو نعیم ج ۱ ص ۵۷۰ الجامع ج ۳ ص ۲۶۷ الجامع نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ از حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ اس باب میں متعدد صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں ان کی توثیق کے لیے مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۱۹۱ تحقیق استاذ حسین سلیم اسد مطبوعہ دارالمامون للتراث لاہور میں۔

۶۱ الاصابہ ج ۲ ص ۲۵۳ حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں اسے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔

حضرت اسید بن خنیر رضی اللہ عنہ بھی معلمین قرآن میں شامل ہیں "الاصابہ" (رقم: ۴) میں ابراہیم بن جابر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے انہوں نے بیان کیا وہ بھی ان غلاموں میں سے تھے جو طائف کے محاصرہ کے دوران حضور ﷺ کی پناہ میں آ گئے تھے آپ نے ان کو حضرت اسید بن خنیر کے حوالے کیا اور فرمایا: اسے اپنے ساتھ رکھو اور تعلیم دو۔ (ابن فہون من الواقدي)

"الاصابہ" میں حارث بن کلدہ ثقفی کے غلام حضرت ازرق بن عتبہ ثقفی کے تذکرہ میں ہے کہ وہ ان لوگوں میں شامل تھے جو طائف کے محاصرہ کے دوران رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں آ گئے تھے انہوں نے اسلام قبول کر لیا، حضور نے ان کو آزاد فرما کر حضرت خالد بن سعید بن العاصی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تاکہ وہ ان کے کفیل ہوں اور ان کو تعلیم دیں۔

ان میں سے حضرت عمرو بن حزم بن زید انصاری رضی اللہ عنہ ہیں "الاستبصار فی انساب الانصار" میں ہے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نجران پر حائل مقرر فرمایا تاکہ وہ اہل نجران کو دین سکھائیں۔ قرآن کی تعلیم دیں اور صدقات وصول کریں یہ واقعہ ہے اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی۔

علامہ لسانی کہتے ہیں یہاں ان صحابہ کرام کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو عہد رسالت مآب میں قرآن حفظ کرتے تھے امام بیہقی کی نعمتی کے مطابق وہ چھ انصاری صحابی ہیں حضرت ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابو زید، معاذ بن جبل، ابو الدرداء، اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم۔ امام طبرانی اور بیہقی نے اگرچہ حفاظ کو انصار سے مقید کیا ہے تاہم ان کا یہ قول اس کے منافی نہیں کہ اس عہد ہمایوں میں کثیر التعداد حفاظ قرآن تھے۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مکمل قرآن چار صحابہ کو حفظ تھا اور وہ چاروں انصار تھے ابی بن کعب، معاذ، ابو زید اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ابو زید کون تھے؟ انہوں نے فرمایا: میرے ایک چچا تھے۔

علامہ الموفق بن قدامہ نے "الاستبصار فی انساب الانصار" میں لکھا ہے "حضرت ابو زید کا نام قیس بن اسکن ہے ان کی کنیت ان کے نام پر غالب آ گئی انہوں نے اولاد نہیں چھوڑی۔"

"الاستبصار" میں حضرت زید بن ثابت بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: یحییٰ بن معین سے یہ بھی مروی ہے کہ ابو زید ہی نے قرآن جمع کیا تھا، لیکن دوسری روایات اولیٰ ہیں۔

"الاستبصار" میں حضرت حذافہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (انصار کے قبیلہ) اوس کے لوگوں نے اس پر اظہارِ فخر کیا کہ ان میں غسیل الملائکہ (جن کو شہادت سے بعد فرشتوں نے غسل دیا) حذافہ بن الراحب (ابو عامر) ہیں اور ان میں عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں جن کی اشیٰ شہدائی تھیں (یا بھڑوں) نے حفاظت کی تھی اور ہم میں وہ شخص ہیں جن کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے خزیہ بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ہم میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں جن کی موت پر عرش الہی کانپ اٹھا۔ تو (انصار کے قبیلہ) خزرجی والوں نے کہا: ہم میں چار ایسے حضرات ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد

۱۰ "الاصابہ" میں ان کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے وطنوں میں اور انصار نے ساتھ ان اساق نے ذکر کیا ہے۔



سہارک میں قرآن مجید پڑھا اوروں نے نہ پڑھا (حفظ نہ کیا): حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور یوزید اور ابو حنظلہ رضی اللہ عنہم۔

پورید اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہما۔  
میں کہتا ہوں: چار صحابہ کا حصر راوی کی معلومات کی بناء پر ہے اس سے دوسرے حفاظ قرآن کی نفی نہیں ہوتی  
جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ ”الفجر الساطع“ میں رسول اللہ ﷺ کے قراء صحابہ کے زیر عنوان حضرت انس  
رضی اللہ عنہ کے مذکور الصدر قول پر لکھا ہے: اس قول پر اشکال ہے کیونکہ ان چار حضرات کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی  
قرآن مجید کے حافظ تھے ابو عبید نے ان میں خلفاء اربعہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت  
صلیہ، حضرت سعد، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت سالم، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن السائب،  
حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو ذکر  
کیا ہے۔

اس اشکال کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مطلب ہے قرآن کو نازل شدہ تمام قراءات کے ساتھ یہی چار حضرات پڑھتے تھے۔ اور یہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی معلومات کے مطابق ان چار حضرات کو مخصوص کیا حقیقتاً ان کے علاوہ بھی حفاظ قرآن تھے۔

فتح الباری میں ہے: کثیر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں قرآن کے حافظ تھے۔ کیونکہ حدیث صحیح میں ہے: قوم کی امامت ان میں سے کتاب اللہ کا سب سے زیادہ قاری کرائے<sup>۱۲</sup>۔ خود نبی ﷺ نے اپنے مرض وصال میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مہاجرین اور انصار کا امام بنایا۔ اس میں حضرت ابو بکر کے سب صحابہ سے بڑے قاری ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن ابی داؤد کی روایت کے مطابق حضور ﷺ کے وصال کے بعد ترتیب نزولی کے مطابق قرآن مجید جمع کیا۔

(فتح الباری)

امام سیوطی کی "تاریخ الخلفاء" میں ہے الخطیب نے "التاریخ" میں اپنی سند سے محمد بن عباد سے نقل کیا ہے کہ خلفاء میں سے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مامون عباسی قرآن کے حافظ ہیں<sup>۱۳</sup> لیکن یہ غلط ہے بلکہ صحیح قول کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے۔ "التہذیب" میں نووی نے اور اہل علم کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نبی ﷺ کے وصال کے بعد قرآن حفظ کرنا مروی ہے۔

۶۲ صحیح حدیث صحیح مسلم ۳-۶ مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۲ الحمیدی ج ۵ ص ۲۵۵ مہد الرزاق ۳۸۰۸-۳۸۰۹ ابوداؤد ۵۸۴ ترمذی ۲۳۵ نسائی ج ۲ ص ۶ دارقطنی ج ۱ ص ۲۸۰ صحیح ابن خزیمہ ج ۵ ص ۱۵۰ ابن حبان ج ۱ ص ۲۱۴ ص ۲۳۳ ابوداؤد سعید النسائی رخصی اللہ عنہ۔ فصل حدیث یہ ہے آثار قات میں برابر ہوں تو سنت کا زیادہ عالم اگر سنت میں برابر ہوں تو ہجرت میں مقدم اگر ہجرت میں برابر ہوں تو عمر میں بڑا امامت کے لئے نفی شخص دوسرے کی اجازت سے بغیر اس کی جہد امامت کے لئے اس کے بعد میں اس کی محسوس نشأت کا وہ میں بڑا امامت کے لئے نفی شخص دوسرے کی اجازت سے بغیر اس کی جہد امامت کے لئے اس کے بعد میں اس کی محسوس نشأت کا وہ

۱۳۔ پنج صحیح نہیں ہے اور صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مامون اور دیگر خلفاء پر اس کا اثر ممکن نہیں ہے۔

”الریاض المستطابہ“ میں ہے: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں دس صحابہ نے پورا قرآن حفظ کیا حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوالدرداء، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو زید انصاری، حضرت تمیم الداری، حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت ابویوب رضی اللہ عنہم۔

میں نے ”طبقات ابن سعد“ (ج ۳ ص ۳۴) میں حضرت مجمع بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں دیکھا ہے اہل کوفہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے عہد مبارک میں ایک یا دو سورتوں کے علاوہ پورا قرآن جمع کیا۔ ”الاستبصار“ میں آپ کے حالات میں ابن اسحاق کی یہ روایت مذکور ہے کہ حضرت مجمع نو عمر لڑکے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں قرآن جمع کیا۔

حمص میں رہائش پذیر حضرت شہاب القرشی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ”الاصابہ“ کے حوالہ سے ابن مندہ کی عبد اللہ بن زغب سے یہ روایت مذکور ہے کہ حضرت شہاب القرشی کو نبی ﷺ نے پورا قرآن پڑھایا تھا۔ حمص کے عام لوگ آپ ہی سے قرآن پڑھتے تھے<sup>۱۴</sup> (حوالہ جات کے لیے دیکھئے فتح الباری، ارشاد ابن غازی، الاتقان، شرح المواہب جز ۳ ص ۳۶۶، انجمنی کی شرح الراہ اور المواہب پر الشہر الملسی کا حاشیہ)

## قابل توجہ اور حیرت انگیز انکشاف

علامہ سیوطی نے ”الاتقان“ میں اس مسئلہ میں طویل بحث کے بعد فائدہ کے عنوان میں کہا ہے: میں ایک ایسی صحابیہ کو تلاش کرنے میں کامیاب رہا جس نے قرآن جمع کیا اس موضوع پر نام جمع کرنے والوں میں سے کسی نے بھی ان کا نام نہیں لیا۔ ابن سعد نے ”الطبقات“ میں حضرت ام ورقہ بنت عبد اللہ بن الحارث الانصاری رضی اللہ عنہا کے متعلق نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ملاقات کو تشریف لے جاتے تھے اور آپ نے ان کا نام شہیدہ رکھا تھا، ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن جمع کیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کو تشریف لے جانے لگے انہوں نے حضور سے عرض کیا: کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں میں آپ کے ساتھ نکلوں میں اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی اور مریموں کی تیمارداری کروں گی شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت عطا فرمادے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے شہادت مقدر فرمادی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے گھر والوں کی امامت کرنے کا حکم دیا تھا، ان کا مؤذن ان کا غلام تھا اور ایک باندی تھی جسے انہوں نے مدبر کر دیا تھا۔ ان دونوں نے مل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سچ فرماتے تھے: چلو ہم شہیدہ سے ملاقات کو چلیں۔<sup>۱۵</sup>

۱۴۔ ضعیف روایت است ابن مندہ نے از طریق محفوظ بن مائزہ از ابن عاکد روایت کیا ہے۔ (۱۱ ص ۳۹۳۵) حافظ ابن حجر کے بقول ابن مندہ نے اسے غریب کہا ہے اس کی روایت میں نصہ بن خزیمہ متذکر ہے۔

۱۵۔ ضعیف حدیث مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۵ دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۳ بیہقی ج ۳ ص ۱۳۰ طبرانی ”المبیر“ ج ۲ ص ۳۲۶ ابونعیم نے الحلیہ میں اسے ولید بن عبد اللہ بن جعفر الزہری کے طریق سے روایت کیا ہے۔ بیہقی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔ بقول حافظ ابن حجر ولید بن عبد اللہ بن جعفر بن مالک (اس حدیث کی راوی) غیر معروف ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام سیوطی نے ”الجمع“ میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور اسے ابن راسیہ اور ابو نعیم کی احادیث سے منسوب کیا ہے۔  
امام بیہقی نے کہا: ابو داؤد نے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: اس بحث کا مطالعہ کرنے والا اور اس میں غور و فکر سے کام لینے والا یقیناً جان لے گا کہ تمام صحابہ پورے قرآن کے عالم نہ تھے۔ زیادہ تر صحابہ قرآن مجید کے بعض حصوں کے جاننے والے تھے۔ اس کی مزید تفصیل اور تصریح کے لیے استاذ النابلسی کی کتاب ”شرح الطريقة المحمدیہ“ (ج ۱ ص ۲۵۳) دیکھیں۔

## ان صحابہ کا ذکر جن سے قرأت کے طرق منقول ہیں

فاس میں ائمہ قراء کے خاتم شمس بن عبد السلام الثاقبی نے ”شرح الجعبری علی الشاطبیہ“ کے مقابل ذکر کیا ہے کہ وہ ائمہ جن سے قرأت کے طرق منقول ہیں، دور میں اتنی بڑی تعداد میں رہے کہ ان کی گنتی مشکل ہے۔  
مہاجرین صحابہ میں سے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت معاویہ، حضرت ابن زبیر، حضرت عبد اللہ بن السائب، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ابوسلمہ اور انصار میں حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوزید، حضرت جمیع بن حارثہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے قرأت کے طرق منقول ہیں۔ (مخطوط ماہنامہ الثاقبی)

## رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں کو لکھنا سکھانے والے مسلم مرد

علامہ ابن عبد البر نے ”الاستیعاب“ ص ۳۹۳ (مطبوعہ ہند) میں حضرت عبد اللہ بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو لکھنا سکھائیں وہ بہترین کاتب تھے۔ سنن ابو داؤد میں ہے: حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اہل صفہ کے بعض افراد کو قرآن کریم اور لکھنا سکھایا۔

مؤلف کہتے ہیں: ”الاصابہ“ میں ”الاستیعاب“ کے حوالہ سے حکم بن سعید بن العاص بن امیہ کے تذکرہ میں ”نسب قریش“ میں زبیر سے یہی قول منقول ہے۔

(بقیہ حاشیہ ۶۵) ابو داؤد ۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-۱۶۰۵-۱۶۰۶-۱۶۰۷-۱۶۰۸-۱۶۰۹-۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۱۴-۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸-۱۶۱۹-۱۶۲۰-۱۶۲۱-۱۶۲۲-۱۶۲۳-۱۶۲۴-۱۶۲۵-۱۶۲۶-۱۶۲۷-۱۶۲۸-۱۶۲۹-۱۶۳۰-۱۶۳۱-۱۶۳۲-۱۶۳۳-۱۶۳۴-۱۶۳۵-۱۶۳۶-۱۶۳۷-۱۶۳۸-۱۶۳۹-۱۶۴۰-۱۶۴۱-۱۶۴۲-۱۶۴۳-۱۶۴۴-۱۶۴۵-۱۶۴۶-۱۶۴۷-۱۶۴۸-۱۶۴۹-۱۶۵۰-۱۶۵۱-۱۶۵۲-۱۶۵۳-۱۶۵۴-۱۶۵۵-۱۶۵۶-۱۶۵۷-۱۶۵۸-۱۶۵۹-۱۶۶۰-۱۶۶۱-۱۶۶۲-۱۶۶۳-۱۶۶۴-۱۶۶۵-۱۶۶۶-۱۶۶۷-۱۶۶۸-۱۶۶۹-۱۶۷۰-۱۶۷۱-۱۶۷۲-۱۶۷۳-۱۶۷۴-۱۶۷۵-۱۶۷۶-۱۶۷۷-۱۶۷۸-۱۶۷۹-۱۶۸۰-۱۶۸۱-۱۶۸۲-۱۶۸۳-۱۶۸۴-۱۶۸۵-۱۶۸۶-۱۶۸۷-۱۶۸۸-۱۶۸۹-۱۶۹۰-۱۶۹۱-۱۶۹۲-۱۶۹۳-۱۶۹۴-۱۶۹۵-۱۶۹۶-۱۶۹۷-۱۶۹۸-۱۶۹۹-۱۷۰۰-۱۷۰۱-۱۷۰۲-۱۷۰۳-۱۷۰۴-۱۷۰۵-۱۷۰۶-۱۷۰۷-۱۷۰۸-۱۷۰۹-۱۷۱۰-۱۷۱۱-۱۷۱۲-۱۷۱۳-۱۷۱۴-۱۷۱۵-۱۷۱۶-۱۷۱۷-۱۷۱۸-۱۷۱۹-۱۷۲۰-۱۷۲۱-۱۷۲۲-۱۷۲۳-۱۷۲۴-۱۷۲۵-۱۷۲۶-۱۷۲۷-۱۷۲۸-۱۷۲۹-۱۷۳۰-۱۷۳۱-۱۷۳۲-۱۷۳۳-۱۷۳۴-۱۷۳۵-۱۷۳۶-۱۷۳۷-۱۷۳۸-۱۷۳۹-۱۷۴۰-۱۷۴۱-۱۷۴۲-۱۷۴۳-۱۷۴۴-۱۷۴۵-۱۷۴۶-۱۷۴۷-۱۷۴۸-۱۷۴۹-۱۷۵۰-۱۷۵۱-۱۷۵۲-۱۷۵۳-۱۷۵۴-۱۷۵۵-۱۷۵۶-۱۷۵۷-۱۷۵۸-۱۷۵۹-۱۷۶۰-۱۷۶۱-۱۷۶۲-۱۷۶۳-۱۷۶۴-۱۷۶۵-۱۷۶۶-۱۷۶۷-۱۷۶۸-۱۷۶۹-۱۷۷۰-۱۷۷۱-۱۷۷۲-۱۷۷۳-۱۷۷۴-۱۷۷۵-۱۷۷۶-۱۷۷۷-۱۷۷۸-۱۷۷۹-۱۷۸۰-۱۷۸۱-۱۷۸۲-۱۷۸۳-۱۷۸۴-۱۷۸۵-۱۷۸۶-۱۷۸۷-۱۷۸۸-۱۷۸۹-۱۷۹۰-۱۷۹۱-۱۷۹۲-۱۷۹۳-۱۷۹۴-۱۷۹۵-۱۷۹۶-۱۷۹۷-۱۷۹۸-۱۷۹۹-۱۸۰۰-۱۸۰۱-۱۸۰۲-۱۸۰۳-۱۸۰۴-۱۸۰۵-۱۸۰۶-۱۸۰۷-۱۸۰۸-۱۸۰۹-۱۸۱۰-۱۸۱۱-۱۸۱۲-۱۸۱۳-۱۸۱۴-۱۸۱۵-۱۸۱۶-۱۸۱۷-۱۸۱۸-۱۸۱۹-۱۸۲۰-۱۸۲۱-۱۸۲۲-۱۸۲۳-۱۸۲۴-۱۸۲۵-۱۸۲۶-۱۸۲۷-۱۸۲۸-۱۸۲۹-۱۸۳۰-۱۸۳۱-۱۸۳۲-۱۸۳۳-۱۸۳۴-۱۸۳۵-۱۸۳۶-۱۸۳۷-۱۸۳۸-۱۸۳۹-۱۸۴۰-۱۸۴۱-۱۸۴۲-۱۸۴۳-۱۸۴۴-۱۸۴۵-۱۸۴۶-۱۸۴۷-۱۸۴۸-۱۸۴۹-۱۸۵۰-۱۸۵۱-۱۸۵۲-۱۸۵۳-۱۸۵۴-۱۸۵۵-۱۸۵۶-۱۸۵۷-۱۸۵۸-۱۸۵۹-۱۸۶۰-۱۸۶۱-۱۸۶۲-۱۸۶۳-۱۸۶۴-۱۸۶۵-۱۸۶۶-۱۸۶۷-۱۸۶۸-۱۸۶۹-۱۸۷۰-۱۸۷۱-۱۸۷۲-۱۸۷۳-۱۸۷۴-۱۸۷۵-۱۸۷۶-۱۸۷۷-۱۸۷۸-۱۸۷۹-۱۸۸۰-۱۸۸۱-۱۸۸۲-۱۸۸۳-۱۸۸۴-۱۸۸۵-۱۸۸۶-۱۸۸۷-۱۸۸۸-۱۸۸۹-۱۸۹۰-۱۸۹۱-۱۸۹۲-۱۸۹۳-۱۸۹۴-۱۸۹۵-۱۸۹۶-۱۸۹۷-۱۸۹۸-۱۸۹۹-۱۹۰۰-۱۹۰۱-۱۹۰۲-۱۹۰۳-۱۹۰۴-۱۹۰۵-۱۹۰۶-۱۹۰۷-۱۹۰۸-۱۹۰۹-۱۹۱۰-۱۹۱۱-۱۹۱۲-۱۹۱۳-۱۹۱۴-۱۹۱۵-۱۹۱۶-۱۹۱۷-۱۹۱۸-۱۹۱۹-۱۹۲۰-۱۹۲۱-۱۹۲۲-۱۹۲۳-۱۹۲۴-۱۹۲۵-۱۹۲۶-۱۹۲۷-۱۹۲۸-۱۹۲۹-۱۹۳۰-۱۹۳۱-۱۹۳۲-۱۹۳۳-۱۹۳۴-۱۹۳۵-۱۹۳۶-۱۹۳۷-۱۹۳۸-۱۹۳۹-۱۹۴۰-۱۹۴۱-۱۹۴۲-۱۹۴۳-۱۹۴۴-۱۹۴۵-۱۹۴۶-۱۹۴۷-۱۹۴۸-۱۹۴۹-۱۹۵۰-۱۹۵۱-۱۹۵۲-۱۹۵۳-۱۹۵۴-۱۹۵۵-۱۹۵۶-۱۹۵۷-۱۹۵۸-۱۹۵۹-۱۹۶۰-۱۹۶۱-۱۹۶۲-۱۹۶۳-۱۹۶۴-۱۹۶۵-۱۹۶۶-۱۹۶۷-۱۹۶۸-۱۹۶۹-۱۹۷۰-۱۹۷۱-۱۹۷۲-۱۹۷۳-۱۹۷۴-۱۹۷۵-۱۹۷۶-۱۹۷۷-۱۹۷۸-۱۹۷۹-۱۹۸۰-۱۹۸۱-۱۹۸۲-۱۹۸۳-۱۹۸۴-۱۹۸۵-۱۹۸۶-۱۹۸۷-۱۹۸۸-۱۹۸۹-۱۹۹۰-۱۹۹۱-۱۹۹۲-۱۹۹۳-۱۹۹۴-۱۹۹۵-۱۹۹۶-۱۹۹۷-۱۹۹۸-۱۹۹۹-۲۰۰۰-۲۰۰۱-۲۰۰۲-۲۰۰۳-۲۰۰۴-۲۰۰۵-۲۰۰۶-۲۰۰۷-۲۰۰۸-۲۰۰۹-۲۰۱۰-۲۰۱۱-۲۰۱۲-۲۰۱۳-۲۰۱۴-۲۰۱۵-۲۰۱۶-۲۰۱۷-۲۰۱۸-۲۰۱۹-۲۰۲۰-۲۰۲۱-۲۰۲۲-۲۰۲۳-۲۰۲۴-۲۰۲۵-۲۰۲۶-۲۰۲۷-۲۰۲۸-۲۰۲۹-۲۰۳۰-۲۰۳۱-۲۰۳۲-۲۰۳۳-۲۰۳۴-۲۰۳۵-۲۰۳۶-۲۰۳۷-۲۰۳۸-۲۰۳۹-۲۰۴۰-۲۰۴۱-۲۰۴۲-۲۰۴۳-۲۰۴۴-۲۰۴۵-۲۰۴۶-۲۰۴۷-۲۰۴۸-۲۰۴۹-۲۰۵۰-۲۰۵۱-۲۰۵۲-۲۰۵۳-۲۰۵۴-۲۰۵۵-۲۰۵۶-۲۰۵۷-۲۰۵۸-۲۰۵۹-۲۰۶۰-۲۰۶۱-۲۰۶۲-۲۰۶۳-۲۰۶۴-۲۰۶۵-۲۰۶۶-۲۰۶۷-۲۰۶۸-۲۰۶۹-۲۰۷۰-۲۰۷۱-۲۰۷۲-۲۰۷۳-۲۰۷۴-۲۰۷۵-۲۰۷۶-۲۰۷۷-۲۰۷۸-۲۰۷۹-۲۰۸۰-۲۰۸۱-۲۰۸۲-۲۰۸۳-۲۰۸۴-۲۰۸۵-۲۰۸۶-۲۰۸۷-۲۰۸۸-۲۰۸۹-۲۰۹۰-۲۰۹۱-۲۰۹۲-۲۰۹۳-۲۰۹۴-۲۰۹۵-۲۰۹۶-۲۰۹۷-۲۰۹۸-۲۰۹۹-۲۱۰۰-۲۱۰۱-۲۱۰۲-۲۱۰۳-۲۱۰۴-۲۱۰۵-۲۱۰۶-۲۱۰۷-۲۱۰۸-۲۱۰۹-۲۱۱۰-۲۱۱۱-۲۱۱۲-۲۱۱۳-۲۱۱۴-۲۱۱۵-۲۱۱۶-۲۱۱۷-۲۱۱۸-۲۱۱۹-۲۱۲۰-۲۱۲۱-۲۱۲۲-۲۱۲۳-۲۱۲۴-۲۱۲۵-۲۱۲۶-۲۱۲۷-۲۱۲۸-۲۱۲۹-۲۱۳۰-۲۱۳۱-۲۱۳۲-۲۱۳۳-۲۱۳۴-۲۱۳۵-۲۱۳۶-۲۱۳۷-۲۱۳۸-۲۱۳۹-۲۱۴۰-۲۱۴۱-۲۱۴۲-۲۱۴۳-۲۱۴۴-۲۱۴۵-۲۱۴۶-۲۱۴۷-۲۱۴۸-۲۱۴۹-۲۱۵۰-۲۱۵۱-۲۱۵۲-۲۱۵۳-۲۱۵۴-۲۱۵۵-۲۱۵۶-۲۱۵۷-۲۱۵۸-۲۱۵۹-۲۱۶۰-۲۱۶۱-۲۱۶۲-۲۱۶۳-۲۱۶۴-۲۱۶۵-۲۱۶۶-۲۱۶۷-۲۱۶۸-۲۱۶۹-۲۱۷۰-۲۱۷۱-۲۱۷۲-۲۱۷۳-۲۱۷۴-۲۱۷۵-۲۱۷۶-۲۱۷۷-۲۱۷۸-۲۱۷۹-۲۱۸۰-۲۱۸۱-۲۱۸۲-۲۱۸۳-۲۱۸۴-۲۱۸۵-۲۱۸۶-۲۱۸۷-۲۱۸۸-۲۱۸۹-۲۱۹۰-۲۱۹۱-۲۱۹۲-۲۱۹۳-۲۱۹۴-۲۱۹۵-۲۱۹۶-۲۱۹۷-۲۱۹۸-۲۱۹۹-۲۲۰۰-۲۲۰۱-۲۲۰۲-۲۲۰۳-۲۲۰۴-۲۲۰۵-۲۲۰۶-۲۲۰۷-۲۲۰۸-۲۲۰۹-۲۲۱۰-۲۲۱۱-۲۲۱۲-۲۲۱۳-۲۲۱۴-۲۲۱۵-۲۲۱۶-۲۲۱۷-۲۲۱۸-۲۲۱۹-۲۲۲۰-۲۲۲۱-۲۲۲۲-۲۲۲۳-۲۲۲۴-۲۲۲۵-۲۲۲۶-۲۲۲۷-۲۲۲۸-۲۲۲۹-۲۲۳۰-۲۲۳۱-۲۲۳۲-۲۲۳۳-۲۲۳۴-۲۲۳۵-۲۲۳۶-۲۲۳۷-۲۲۳۸-۲۲۳۹-۲۲۴۰-۲۲۴۱-۲۲۴۲-۲۲۴۳-۲۲۴۴-۲۲۴۵-۲۲۴۶-۲۲۴۷-۲۲۴۸-۲۲۴۹-۲۲۵۰-۲۲۵۱-۲۲۵۲-۲۲۵۳-۲۲۵۴-۲۲۵۵-۲۲۵۶-۲۲۵۷-۲۲۵۸-۲۲۵۹-۲۲۶۰-۲۲۶۱-۲۲۶۲-۲۲۶۳-۲۲۶۴-۲۲۶۵-۲۲۶۶-۲۲۶۷-۲۲۶۸-۲۲۶۹-۲۲۷۰-۲۲۷۱-۲۲۷۲-۲۲۷۳-۲۲۷۴-۲۲۷۵-۲۲۷۶-۲۲۷۷-۲۲۷۸-۲۲۷۹-۲۲۸۰-۲۲۸۱-۲۲۸۲-۲۲۸۳-۲۲۸۴-۲۲۸۵-۲۲۸۶-۲۲۸۷-۲۲۸۸-۲۲۸۹-۲۲۹۰-۲۲۹۱-۲۲۹۲-۲۲۹۳-۲۲۹۴-۲۲۹۵-۲۲۹۶-۲۲۹۷-۲۲۹۸-۲۲۹۹-۲۳۰۰-۲۳۰۱-۲۳۰۲-۲۳۰۳-۲۳۰۴-۲۳۰۵-۲۳۰۶-۲۳۰۷-۲۳۰۸-۲۳۰۹-۲۳۱۰-۲۳۱۱-۲۳۱۲-۲۳۱۳-۲۳۱۴-۲۳۱۵-۲۳۱۶-۲۳۱۷-۲۳۱۸-۲۳۱۹-۲۳۲۰-۲۳۲۱-۲۳۲۲-۲۳۲۳-۲۳۲۴-۲۳۲۵-۲۳۲۶-۲۳۲۷-۲۳۲۸-۲۳۲۹-۲۳۳۰-۲۳۳۱-۲۳۳۲-۲۳۳۳-۲۳۳۴-۲۳۳۵-۲۳۳۶-۲۳۳۷-۲۳۳۸-۲۳۳۹-۲۳۴۰-۲۳۴۱-۲۳۴۲-۲۳۴۳-۲۳۴۴-۲۳۴۵-۲۳۴۶-۲۳۴۷-۲۳۴۸-۲۳۴۹-۲۳۵۰-۲۳۵۱-۲۳۵۲-۲۳۵۳-۲۳۵۴-۲۳۵۵-۲۳۵۶-۲۳۵۷-۲۳۵۸-۲۳۵۹-۲۳۶۰-۲۳۶۱-۲۳۶۲-۲۳۶۳-۲۳۶۴-۲۳۶۵-۲۳۶۶-۲۳۶۷-۲۳۶۸-۲۳۶۹-۲۳۷۰-۲۳۷۱-۲۳۷۲-۲۳۷۳-۲۳۷۴-۲۳۷۵-۲۳۷۶-۲۳۷۷-۲۳۷۸-۲۳۷۹-۲۳۸۰-۲۳۸۱-۲۳۸۲-۲۳۸۳-۲۳۸۴-۲۳۸۵-۲۳۸۶-۲۳۸۷-۲۳۸۸-۲۳۸۹-۲۳۹۰-۲۳۹۱-۲۳۹۲-۲۳۹۳-۲۳۹۴-۲۳۹۵-۲۳۹۶-۲۳۹۷-۲۳۹۸-۲۳۹۹-۲۴۰۰-۲۴۰۱-۲۴۰۲-۲۴۰۳-۲۴۰۴-۲۴۰۵-۲۴۰۶-۲۴۰۷-۲۴۰۸-۲۴۰۹-۲۴۱۰-۲۴۱۱-۲۴۱۲-۲۴۱۳-۲۴۱۴-۲۴۱۵-۲۴۱۶-۲۴۱۷-۲۴۱۸-۲۴۱۹-۲۴۲۰-۲۴۲۱-۲۴۲۲-۲۴۲۳-۲۴۲۴-۲۴۲۵-۲۴۲۶-۲۴۲۷-۲۴۲۸-۲۴۲۹-۲۴۳۰-۲۴۳۱-۲۴۳۲-۲۴۳۳-۲۴۳۴-۲۴۳۵-۲۴۳۶-۲۴۳۷-۲۴۳۸-۲۴۳۹-۲۴۴۰-۲۴۴۱-۲۴۴۲-۲۴۴۳-۲۴۴۴-۲۴۴۵-۲۴۴۶-۲۴۴۷-۲۴۴۸-۲۴۴۹-۲۴۵۰-۲۴۵۱-۲۴۵۲-۲۴۵۳-۲۴۵۴-۲۴۵۵-۲۴۵۶-۲۴۵۷-۲۴۵۸-۲۴۵۹-۲۴۶۰-۲۴۶۱-۲۴۶۲-۲۴۶۳-۲۴۶۴-۲۴۶۵-۲۴۶۶-۲۴۶۷-۲۴۶۸-۲۴۶۹-۲۴۷۰-۲۴۷۱-۲۴۷۲-۲۴۷۳-۲۴۷۴-۲۴۷۵-۲۴۷۶-۲۴۷۷-۲۴۷۸-۲۴۷۹-۲۴۸۰-۲۴۸۱-۲۴۸۲-۲۴۸۳-۲۴۸۴-۲۴۸۵-۲۴۸۶-۲۴۸۷-۲۴۸۸-۲۴۸۹-۲۴۹۰-۲۴۹۱-۲۴۹۲-۲۴۹۳-۲۴۹۴-۲۴۹۵-۲۴۹۶-۲۴۹۷-۲۴۹۸-۲۴۹۹-۲۵۰۰-۲۵۰۱-۲۵۰۲-۲۵۰۳-۲۵۰۴-۲۵۰۵-۲۵۰۶-۲۵۰۷-۲۵۰۸-۲۵۰۹-۲۵۱۰-۲۵۱۱-۲۵۱۲-۲۵۱۳-۲۵۱۴-۲۵۱۵-۲۵۱۶-۲۵۱۷-۲۵۱۸-۲۵۱۹-۲۵۲۰-۲۵۲۱-۲۵۲۲-۲۵۲۳-۲۵۲۴-۲۵۲۵-۲۵۲۶-۲۵۲۷-۲۵۲۸-۲۵۲۹-۲۵۳۰-۲۵۳۱-۲۵۳۲-۲۵۳۳-۲۵۳۴-۲۵۳۵-۲۵۳۶-۲۵۳۷-۲۵۳۸-۲۵۳۹-۲۵۴۰-۲۵۴۱-۲۵۴۲-۲۵۴۳-۲۵۴۴-۲۵۴۵-۲۵۴۶-۲۵۴۷-۲۵۴۸-۲۵۴۹-۲۵۵۰-۲۵۵۱-۲۵۵۲-۲۵۵۳-۲۵۵۴-۲۵۵۵-۲۵۵۶-۲۵۵۷-۲۵۵۸-۲۵۵۹-۲۵۶۰-۲۵۶۱-۲۵۶۲-۲۵۶۳-۲۵۶۴-۲۵۶۵-۲۵۶۶-۲۵۶۷-۲۵۶۸-۲۵۶۹-۲۵۷۰-۲۵۷۱-۲۵۷۲-۲۵۷۳-۲۵۷۴-۲۵۷۵-۲۵۷۶-۲۵۷۷-۲۵۷۸-۲۵۷۹-۲۵۸۰-۲۵۸۱-۲۵۸۲-۲۵۸۳-۲۵۸۴-۲۵۸۵-۲۵۸۶-۲۵۸۷-۲۵۸۸-۲۵۸۹-۲۵۹۰-۲۵۹۱-۲۵۹۲-۲۵۹۳-۲۵۹۴-۲۵۹۵-۲۵۹۶-۲۵۹۷-۲۵۹۸-۲۵۹۹-۲۶۰۰-۲۶۰۱-۲۶۰۲-۲۶۰۳-۲۶۰۴-۲۶۰۵-۲۶۰۶-۲۶۰۷-۲۶۰۸-۲۶۰۹-۲۶۱۰-۲۶۱۱-۲۶۱۲-۲۶۱۳-۲۶۱۴-۲۶۱۵-۲۶۱۶-۲۶۱۷-۲۶۱۸-۲۶۱۹-۲۶۲۰-۲۶۲۱-۲۶۲۲-۲۶۲۳-۲۶۲۴-۲۶۲۵-۲۶۲۶-۲۶۲۷-۲۶۲۸-۲۶۲۹-۲۶۳۰-۲۶۳۱-۲۶۳۲-۲۶۳۳-۲۶۳۴-۲۶۳۵-۲۶۳۶-۲۶۳۷-۲۶۳۸-۲۶۳۹-۲۶۴۰-۲۶۴۱-۲۶۴۲-۲۶۴۳-۲۶۴۴-۲۶۴۵-۲۶۴۶-۲۶۴۷-۲۶۴۸-۲۶۴۹-۲۶۵۰-۲۶۵۱-۲۶۵۲-۲۶۵۳-۲۶۵۴-۲۶۵۵-۲۶۵۶-۲۶۵۷-۲۶۵۸-۲۶۵۹-۲۶۶۰-۲۶۶۱-۲۶۶۲-۲۶۶۳-۲۶۶۴-۲۶۶۵-۲۶۶۶-۲۶۶۷-۲۶۶۸-۲۶۶۹-۲۶۷۰-۲۶۷۱-۲۶۷۲-۲۶۷۳-۲۶۷۴-۲۶۷۵-۲۶۷۶-۲۶۷۷-۲۶۷۸-۲۶۷۹-۲۶۸۰-۲۶۸۱-۲۶۸۲-۲۶۸۳-۲۶۸۴-۲۶۸۵-۲۶۸۶-۲۶۸۷-۲۶۸۸-۲۶۸۹-۲۶۹۰-۲۶۹۱-۲۶۹۲-۲۶۹۳-۲۶۹۴-۲۶۹۵-۲۶۹۶-۲۶۹۷-۲۶۹۸-۲۶۹۹-۲۷۰۰-۲۷۰۱-۲۷۰۲-۲۷۰۳-۲۷۰۴-۲۷۰۵-۲۷۰۶-۲۷۰۷-۲۷۰۸-۲۷۰۹-۲۷۱۰-۲۷۱۱-۲۷۱۲-۲۷۱۳-۲۷۱۴-۲۷۱۵-۲۷۱۶-۲۷۱۷-۲۷۱۸-۲۷۱۹-۲۷۲۰-۲۷۲۱-۲۷۲۲-۲۷۲۳-۲۷۲۴-۲۷۲۵-۲۷۲۶-۲۷۲۷-۲۷۲۸-۲۷۲۹-۲۷۳۰-۲۷۳۱-۲۷۳۲-۲۷۳۳-۲۷۳۴-۲۷۳۵-۲۷۳۶-۲۷۳۷-۲۷۳۸-۲۷۳۹-۲۷۴۰-۲۷۴۱-۲۷۴۲-۲۷۴۳-۲۷۴۴-۲۷۴۵-۲۷۴۶-۲۷۴۷-۲۷۴۸-۲۷۴۹-۲۷۵۰-۲۷۵۱-۲۷۵۲-۲۷۵۳-۲۷۵۴-۲۷۵۵-۲۷۵۶-۲۷۵۷-۲۷۵۸-۲۷۵۹-۲۷۶۰-۲۷۶۱-۲۷۶۲-۲۷۶۳-۲۷۶۴-۲۷۶۵-۲۷۶۶-۲۷۶۷-۲۷۶۸-۲۷۶۹-۲۷۷۰-۲۷۷۱-۲۷۷۲-۲۷۷۳-۲۷۷۴-۲۷۷۵-۲۷۷۶-۲۷۷۷-۲۷۷۸-۲۷۷۹-۲۷۸۰-۲۷۸۱-۲۷۸۲-۲۷۸۳-۲۷۸۴-۲۷۸۵-۲۷۸۶-۲۷۸۷-۲۷۸۸-۲۷۸۹-۲۷۹۰-۲۷۹۱-۲۷۹۲-۲۷۹۳-۲۷۹۴-۲۷۹۵-۲۷۹۶-۲۷۹۷-۲۷۹۸-۲۷۹۹-۲۸۰۰-۲۸۰۱-۲۸۰۲-۲۸۰۳-۲۸۰۴-۲۸۰۵-۲۸۰۶-۲۸۰۷-۲۸۰۸-۲۸۰۹-۲۸۱۰-۲۸۱۱-۲۸۱۲-۲۸۱۳-۲۸۱۴-۲۸۱۵-۲۸۱۶-۲۸۱۷-۲۸۱۸-۲۸۱۹-۲۸

## لکھنا سکھانے والے کا فراشخاص

علامہ سبکی نے ”الروض الانف“ کے جزء ثانی ص ۹۲ پر غزوہ بدر کے متعلق سلسلہ کلام میں کہا: بدر کے قیدیوں میں لکھنا جاننے والے بھی تھے انصار کے لوگ لکھنا نہیں جانتے تھے لکھنا جاننے والے جس قیدی کے پاس فدے دینے کے لیے مال نہ تھا حضور ﷺ نے اس کی طرف سے دس لڑکوں کے لکھنا سکھانے کو بطور فدیہ قبول فرمایا اور دوران حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انصار کے لڑکوں کے ساتھ لکھنا سکھا تھا۔

علامہ ابوالوفاء نصر اھوری بنی المصری کی کتاب ”المطالع النصریہ“ میں ”الاصول الخطیہ“ کے تحت مذکور ہے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں صرف چھ افراد لکھنا جانتے تھے۔ ۲ھ میں غزوہ بدر میں جس انصار نے قریش وغیرہ کے ستر (۷۰) سرغنوں کو گرفتار کر لیا تو یہ قیدی کی ربائی کا فدیہ مال مقرر کیا اور مالی فدیہ ادا کر سکے والوں کا فدیہ مدینہ طیبہ کے بچوں کو لکھنا سکھانا قرار دیا مقررہ تعداد میں بچوں کو لکھنا سکھانے کے بعد ان ربائی میں اس سے لکھنے کے فن کو فروغ ملا اور حضور ﷺ کے عہد مبارک میں آپ کے وصال کے بعد اسلام جتنے علاقے فتح کیے سب میں فن کتابت کو عروج ملا۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ حضور ﷺ کے کاتبوں کی تعداد بیا بیس (۲۲) تھی۔

علامہ الماوردی نے اپنی کتاب ”ادب الدینا والدین“ میں ابن قتیبہ سے نقل کیا ہے کہ اہل عرب کتابت کی بڑی قدر کرتے تھے اور اسے سب سے زائد فائدہ مند چیز سمجھتے تھے یہاں تک کہ عمرہ نے بیان کیا کہ قیدیوں کا فدیہ چار ہزار مقرر ہوا لیکن لکھنا جاننے والے کے لیے صرف لکھنا سکھانا فدیہ قرار دیا گیا اس لیے ان کے دلوں میں کتابت کی عظمت، رفعت، شان اور عظیم منفعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا ہے:

إِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝

(احق ۲-۳) کریم ہے ۝ جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا ۝

اللہ تعالیٰ نے جس طرح کریم سے اپنی ذات کو متصف فرمایا ہے اسی طرح اپنی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ اللہ نے قلم کے ذریعہ سکھایا اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی بڑی نعمت اور عظیم القدر نشانی قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی مقدس کتاب میں قلم کی قسم کھائی ہے:

بِالْقَلَمِ ۝ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ (نجم ۱)

اللہ تعالیٰ نے قلم اور قلم سے لکھنے کے کی قسم کھائی ہے۔

ارشاد الہی:

إِنشَأْنِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمِهِ ۝

(نجم ۴) (پہلے) علم کا کچھ بچا ہوا (حصہ)۔

کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس سے خط مراد ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ (البقرہ ۲۶۹)

محابد سے اس آیت کے تحت مروی ہے اس سے خط یعنی لکھنا مراد ہے۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا<sup>۱۸</sup> اور جسے حکمت دی گئی تو بے شک اسے بہت

(البقرہ ۲۶۹) بھلائی عطا کی گئی۔

سے بھی خط یعنی لکھنا مراد ہے۔

اس تفسیر سے ابن خلدون کا یہ قول باطل ہو جاتا ہے کہ اہل عرب لکھنے سے ناواقف تھے کیونکہ علم مراد مشاہدے کی بات کرتے ہیں اور ابن خلدون نے ظن و تخمین سے کہا ہے۔

## عہد رسالت مآب میں خواتین معلمات

”الاستيعاب“ اور ”الاصابه“ میں ہے: الشافعی امام سیمان بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: تم نے جس طرح حصص کو لکھنا سکھایا ہے اسے چھوڑنے کی قسمی کا دم سکھا دو۔ امام ابو داؤد حضرت شفاء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں شفاء نے کہا: نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں حضرت حصص رضی اللہ عنہا کے ہاں تھی آپ نے فرمایا: یا تم اسے چھوڑنے کا دم نہیں سکھاتیں جس طرح تم نے اسے کتابت (لکھنا) سکھائی ہے<sup>۱۸</sup>۔

علامہ خطابی نے ”معالم السنن“ میں کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کو لکھنا سکھانا مکروہ نہیں ہے۔

علامہ خطابی کے مذکورہ بالا کلام کو علماء کی ایک جماعت نے نقل کر کے برقرار رکھا ہے چنانچہ ”الاحکام النبویہ“ میں ابن طرخان نے ”الازہار شرح المصابیح“ میں علامہ اردبیلی نے اور ”الہدی“ میں علامہ ابن القیم وغیرہ نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔

”نور السراس“ میں ہے ان کے دور میں دمشق کے ایک فقیہ سے سوال کیا گیا: کیا عورتوں کے لیے لکھنا سکھانا ناجائز ہے اس نے جواب دیا: عورتوں کو لکھنا سکھانا جائز نہیں ہے۔ حافظ برحمان الدین الحلی نے کہا: یہ سختی سنن ابی داؤد کی کتاب الطب میں مروی حدیث سے غافل ہیں امام ابو داؤد نے اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے سو یہ حدیث عمل کی صلاحیت رکھتی ہے۔ پھر انہوں نے حضرت شفاء کی حدیث ذکر کی۔

امام مجد الدین ابن تیمیہ نے ”المستقی“ میں حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث درج کرنے کے بعد کہا: یہ حدیث عورتوں کو لکھنا سکھانے کے جواز کی دلیل ہے۔

<sup>۱۸</sup> صحیح حدیث ابو داؤد ۳۸۸۸۔ سند احمد ۶۳۴۳۔ از شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا۔

امام ابن قیم الجوزی نے زاد المعاد ج ۱ ص ۸۴ میں کہا ہے: حدیث میں ائمہ کا لفظ آیا ہے یہ چھوڑا ہوا اس کی طرف نمودار ہوتا ہے اسے نملہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے چھوڑنے میں غیوٹی چل رہی ہو اور ہاتھ رہی ہو۔

قاضی شوکانی "نیل الاوطار" میں اس کی شرح میں کہتے ہیں: ربی یہ حدیث کہ عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ، ان کو بالا خانوں میں نہ بٹھراؤ اور ان کو سورۃ النور کی تعلیم دو۔<sup>۱۹</sup> اس میں لکھنا سکھانے کی ممانعت ان عورتوں پر محمول ہے جن سے فتنہ کا اندیشہ ہو۔

علامہ ابن حجر المہشمی الشافعی المصری کے "الفتاویٰ الحدیثیہ" میں ہے ان سے پوچھا گیا: عورتوں کو لکھنے کی تعلیم دینے کا کیا حکم ہے؟ "وسیط الواحدی" میں ہے: سورۃ النور کا ابتدائی حصہ اس کے عدم استحباب پر دلالت کرتا ہے کیا یہ صحیح ہے یا ضعیف ہے؟ انہوں نے جواب دیا: صحیح ہے۔ اے امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور بیہقی نے مرفوعاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: عورتوں کو بالا خانوں میں نہ بٹھاؤ اور ان کو لکھنا نہ سکھاؤ، ان پر چرخہ کا تنا سکھاؤ اور سورۃ النور کی تعلیم دو۔

سورۃ النور میں خواتین کے تحفظ اور علم کے متعلق بہت سے احکام مذکور ہیں، ان کی روشنی میں عورتیں ہر فتنہ، شک اور بدگمانی سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔

حکیم ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حکیم لقمان نے لکھنے والوں میں ایک لڑکی کو دیکھا تو کہا: یہ تلواریس کے لیے صیقل (تیز) کی جا رہی ہے تاکہ اسے اس سے ذبح کیا جائے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ لکھنا سکھانے کی ممانعت کی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ جب عورت لکھنا سیکھ لے گی تو لکھ کر اپنے اغراض فاسدہ تک رسائی حاصل کر لے گی۔

۱۹ موضوع حدیث ہے اسے ابن حبان نے الضعفاء ج ۲ ص ۳۰۲ میں اخطیب نے تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۲۳ میں بیہقی نے شعب الایمان ج ۲ ص ۷۷-۷۸-۷۹ میں اور ابن الجوزی نے الموضوعات ج ۲ ص ۷۴ میں از طریق محمد بن ابراہیم ابی عبد اللہ الشافعی شعیب بن اسحاق الدمشقی ہشام بن عروہ عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے بیہقی نے کہا: اس اسناد کے ساتھ یہ حدیث منکر ہے۔ میں کہتا ہوں موضوع ہے محمد بن ابراہیم کو دارقطنی نے کذاب کہا ہے ابن عدی نے کہا اس کی موی احادیث غیر محفوظ ہیں اور حبان نے کہا بغیر اعتبار کے اس سے روایت کرنا حلال نہیں یہ احادیث گھڑتا تھا۔ اسی جیسا راوی عبد الوہاب الشافعی اس کا متابع۔ شاید ایسے سے مراد کیا ہے اس کی روایت کو آئم نے ج ۲ ص ۳۹۶ میں بیہقی نے شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۳ میں شعیب بن اسحاق کے طریق سے نقل کیا ہے۔ آئم نے اسے صحیح الائمہ کہاؤں نے اس کا رد کیا ہے اور اسے موضوع کہا ہے اور اس کی آفت عروہ اب کو قرار دیتے ہیں۔ ابوا تمہ نے کہا یہ کذاب ہے پھر میں نے "المیزان" میں اس کے تذکرہ میں دیکھا ابن حبان نے اس کے متعلق کہا محمد بن ابراہیم حدیث چراتا تھا اس سے ثابت ہوا کہ اس نے پہلے کذاب سے پوری کی ہوئی۔

تجب ہے شوکانی نے "نیل الاوطار" ج ۸ ص ۷۷ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے پھر اپنی کتاب "الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" (ص ۱۲۶) میں اسے موضوع قرار دیا ہے مصنف پر بھی تعجب ہے کہ اتنے بڑے محدث ہونے کے باوجود ان پر اس حدیث کا موضوع ہونا کافی رہا ملاحظہ کیجئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۲۰۱۷۔

۲۰ بلا موضوع ہے جیسا کہ ہم نے پیشینہ طور میں بیان کیا ہے۔

۱۔ یہ حدیث اس طرح ہوتی ہے: "ان الذی یزنی" یعنی جو زانیہ کی تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے عمومی معانی سے ہے۔ اگر اس سے دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ کسی آیت میں جس میں مردوں اور عورتوں کو حصول علم پر ممانعت نہیں کی ہے۔ ان آیات میں مردوں کی تخصیص نہیں بلکہ حصول علم کے لیے مردوں اور عورتوں کو برابر رکھا گیا ہے۔

۲۔ یقینی موضوع ہے اس کا تعلق ان آیات سے ہے اور اس کتاب سے مروی روایات ناقابل اعتماد ہیں۔

واضح رہے عورتوں کو لکھنا سکھانے کی ممانعت ان کو قرآن مجید علوم اور آداب کی تعلیم کے منافی نہیں کیونکہ اس تعلیم کا تعلق مصلحت عامہ سے ہے اس سے برائیوں کے پنپنے کا کوئی خطرہ نہیں جیسا کہ کتابت میں ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ ابو داؤد نے حضرت شفاء کی یہ حدیث روایت کی ہے جس میں آپ کا ارشاد گرامی ہے: اسے دم کرنا سکھاؤ جس طرح تم نے اسے لکھنا سکھایا ہے یہ حدیث عورتوں کو لکھنے کی تعلیم دینے پر دلالت کرتی ہے۔<sup>۳</sup>

میرا جواب ہے اس حدیث میں یہ دلالت نہیں ہے کہ عورتوں کو لکھنا سکھنے کا حکم دیا اس حدیث میں عورتوں کے لکھنا سکھنے کے جواز کی دلیل ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں مناسب بات یہ ہے کہ لکھنا سکھنے پر مرتب ہونے والے مفاسد کے پیش نظر یہ نہی تزیہی ہے۔

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کی حدیث کو حافظ سیوطی نے ”الجامع الصغیر“ میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے: حفصہ کو پھوڑے کا دم سکھاؤ۔ اور اسے ابو عبیدہ کی ”الغریب“ میں ابو بکر بن سلیمان بن ابی حمزہ سے منسوب کیا ہے۔ علامہ المناوی نے ”فتح القدیر“ میں کہا: ”الفاظ“ کی روایت کے مطابق دم کے الفاظ یہ تھے: قروح تخرج بالجنب فترقی فتذهب۔ بعض علماء مغاربہ نے اسے یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہ الفاظ ان خرافات سے ہیں جن سے آپ ﷺ منع فرماتے تھے سو آپ اس کا حکم کیونکر دیں گے۔<sup>۴</sup> آپ کا ارادہ ممانعت ہی کا تھا اور حضرت حفصہ کی تادیب مطلوب تھی کہ انہوں نے حضور ﷺ کا راز افشا کر دیا تھا قرآن مجید میں ہے:

وَإِذَا سَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا

اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی

(آخریم ۳) بات فرمائی۔

”التیسر“ میں ہے: دم کے الفاظ یہ تھے: ”العروس تحتفل وتختضب وتكتحل وكل شيء تفعل“ غیر ان لا تعصى الرجل ”النهاية میں ہے: حضور ﷺ نے بطور مزاح یہ ارشاد فرمایا تھا: جس طرح آپ نے فرمایا تھا: بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔<sup>۵</sup> کیونکہ پھوڑے کا یہ دم عورتیں کیا کرتی تھیں اور سننے والے جانتے تھے کہ اس کلام سے کسی قسم کا نفع اور نقصان وابستہ نہیں ہے۔

صحیح البخاری کی حدیث ہے: تین شخصوں کے لیے دہرا اجر ہے اہل کتاب کا وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد ﷺ پر ایمان لایا، مملوک غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کیا اور وہ شخص جس کے ۳۱ موافق کا اس حدیث اور حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تطبیق دینے کی کوشش کرنا حاصل سعی ہے کیونکہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس سے عورتوں کو تعلیم نہ دینے کا نتیجہ نکالنا سراسر غفلت ہے علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ج ۵ ص ۳۳ میں علامہ کتانی اور ہر اس شخص کا رد کیا ہے جس نے حدیث موضوع کو صحیح کہا ہے۔

بلکہ صحیح قول وہ ہے جسے علامہ مناوی نے فتح القدیر میں بیان کیا ہے اور یہ خرافات میں سے نہیں ہے جیسا کہ نامعلوم الام مغربی دانشور کے حوالہ سے مصنف نے نقل کیا ہے۔ تفصیل کے لیے امام ابن القیم کی زاد المعاد سے حدیث شفاء رضی اللہ عنہ کی تخریج ملاحظہ کریں۔

۵۔ حسن حدیث جیسی ہے اسے ترمذی نے اشمال: ۲۴۰ میں اپنی سند سے حسن سے مرسل روایت کیا ہے۔ عراقی نے ”الاحیاء“ ج ۳ ص ۱۴۹ میں کہا ہے: اسے ابن الجوزی نے ”الوفاء“ میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں کہتا ہوں: مسند حدیث جب مرسل سے مؤید ہو تو وہ حسن یا حسن جیسی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم



پاس باندی تھی وہ اس سے ہم بستری کیا کرتا تھا اس نے اسے ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا اور تعلیم دی تو اچھی تعلیم دی۔ علامہ بدرالد مائنی اس حدیث پر حواشی میں لکھتے ہیں: یہ حدیث باندیوں کی تعلیم کی ترغیب دیتی ہے اس سے اندازہ لگائیں کہ آزاد عورتوں اور عزیز واقارب کی تعلیم کا کتنا اجر اور مفاد ہوگا۔ (ابن مہیر)

امام بخاری نے یہ حدیث صحیح البخاری کے ”باب تعلیم الرجل امته واهله شرائع الدین“ میں نقل کی ہے اس کے بعد امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے: ”عظة الامام النساء وتعليمهن“ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ عورتوں کی طرف تشریف لے گئے آپ کے ساتھ بلال تھے آپ کا خیال تھا عورتوں نے نہیں سنا تو آپ نے ان کو وعظ ونصیحت فرمائی۔<sup>۷</sup>

علامہ الد مائنی نے کہا: یہ حدیث عورتوں کے عیدین اور مجالس خیر میں حاضر ہونے کی اصل ہے شرط یہ ہے کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

”الفجر الساطع“ میں اس عنوان کے تحت لکھا ہے کہ اس سے عورتوں کی تعلیم مطلوب ہے اور اس پر متنبہ کیا ہے کہ جس طرح کسی آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اہل کو تعلیم دے اسی طرح امام سے مطلوب ہے کہ وہ یا اس کا نائب عورتوں کو تعلیم دے۔

دو ترجموں کے بعد امام بخاری نے ”باب هل يجعل للنساء يوما على حدة في العلم“ کا عنوان ذکر کیا ہے۔<sup>۸</sup> ”الفجر الساطع“ میں ہے ”یعنی کیا عورتوں کی تعلیم کے لیے الگ دن مقرر کیا جائے؟ جواب محذوف ہے اور وہ یہ ہے: ہاں ان کے لیے الگ دن مقرر کیا جائے۔“

علامہ نابلسی کی کتاب ”شرح الطريقة المحمدية“ میں ہے: عورت کا طلب علم، تعلیم اور مریدین کی تربیت کے حلقوں میں شامل ہونا مذموم شبہ میں شامل نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علوم بیان فرماتیں اور بڑے بڑے اہل علم پر اشکال وارد کرتی تھیں احادیث کے مطابق آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کی غلطیوں کی اصلاح کی جن میں حضرت عمرؓ عبد اللہ بن عمرؓ ابو ہریرہؓ ابن عباسؓ عثمان بن عفانؓ علی بن ابی طالبؓ عبد اللہ بن الزبیرؓ ابو یزیدؓ ابو الدرداءؓ ابو سعیدؓ البراء بن عازبؓ اور فاطمہ بنت قیس وغیرہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے اس موضوع پر کتب تالیف کی ہیں اس سلسلہ کی آخری کڑی حافظ سیوطی کی کتاب ”الاصابة فيما استدر كنه عائشة على الصحابة“ ہے۔

حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا قول ہے: میں نے حلال و حرام، علم، طب اور شعر کا حضرت عائشہ سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ (حَام)

۷ صحیح البخاری ۲۵۴۴-۲۵۴۷-۳۰۱۱-۳۴۴۶-۵۰۸۳ صحیح مسلم ۱۵۴ ابوداؤد ۲۰۵۳ ترمذی ۱۱۱۶ نسائی ج ۶ ص ۱۱۵ ابن ماجہ ۱۹۵۶ احمد ج ۴ ص ۳۹۵-۴۰۵ از ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔

۸ اس میں مصنف اور ان تمام لوگوں کی تردید ہے جو خواتین کی تعلیم کے مخالف ہیں۔

۸ صحیح البخاری ۹۸-۸۶۳-۶۹۲-۹۷۵-۹۷۷-۹۷۹-۹۸۹-۱۴۳۱-۱۴۴۹-۴۸۹۵-۵۲۴۹-۵۸۸۱-۵۸۸۳-۷۳۲۵ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

۹ صحیح البخاری کتاب العلم باب ۳۶ ج ۳ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔

مسروق نے کہا: میں نے صحابہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میراث کے مسائل دریافت کرتے دیکھا۔  
(حالم)

اسی طرح باقی ازواج مطہرات کا معاملہ تھا، صحابیات میں سے جیسے ام سلیم، ام الدرداء اور فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہن ہیں۔ باقی صالح، عارف باللہ خواتین جیسے رابعہ عدویہ، رابعہ شامیہ اور شعوانہ ہیں، لوگ جس طرح مردوں سے علم و ادب حاصل کرتے تھے ان محترم خواتین سے بھی علم، ادب اور زہد کی تعلیم پاتے تھے۔ کتب حدیث اور تاریخ میں ایسی کثیر روایات موجود ہیں۔ بعض خواتین عبادت اور تقویٰ کے اس درجہ پر فائز ہوئیں کہ مرد بھی وہاں تک رسائی سے عاجز رہے۔

افریقہ کے صحرائیوں خصوصاً موریطانیہ کے شقیط اور ٹمبکٹو کے علاقوں کی کثیر التعداد خواتین علم و ادب میں نمایاں مقام رکھتی ہیں، یہاں تک کہ مشہور صاحب طریقت شیخ مختار الکنتی نے جس روز مردوں کی مجلس میں ”المختصر الخلیلی“ ختم کی، اسی روز ان کی اہلیہ نے بھی عورتوں کی مجلس میں اسے ختم کیا۔ شیخ کے فرزند ارجنہ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن شیخ مختار نے اپنے والدین کے تذکرہ میں ایک ضخیم کتاب بنام ”الطريقة والتالدة فی مناقب الشيخ الوالد والشيخة الوالدة“ تالیف کی ہے۔

عورتوں کی تعلیم کے حکم پر مندرجہ ذیل کتب میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے: ”شرح المجاجی علی مختصر ابن جمرۃ للصحیح“ ابن مفلح حنبلی کی ”الاداب الکبریٰ“ عصر حاضر کے محدث ہند شیخ محمد شمس الحق الہ آبادی کی کتاب ”عقود الجمان فی جواز الكتابة للنسوان“ زروق کی ”شرح الوغلیسیہ“ نیز ”شرح ابی علی بن رحال علی المختصر“ اور متاخرین میں سے محترمہ زینب بنت فواز مصری کی ضخیم کتاب ”الدر المنثور فی طبقات ربات الخدور“ اس موضوع پر عمدہ کتاب ہے۔

یہاں اپنے ہم عصر مشہور مصری شاعر شیخ مصطفیٰ صادق الرفعی<sup>۸۰</sup> کے چند اشعار نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

لوگو! بیٹیاں درس تدریس، لکھنے مٹانے اور بحث مباحثہ کے لیے نہیں پیدا کی گئیں۔

ہمارے لیے علوم اور ان کے لیے اس کے علاوہ ہے، انہیں دھلائی کے لیے کپڑے پھیلا کر سکھائیں

اور اس کے ہاتھ میں سوئی دیں وہ اس خوبصورت تحریر کو لکھتی مٹاتی رہیں (سلائی کڑھائی میں

ماہر ہوں<sup>۸۱</sup>)

### فائدہ

تونس میں مجھے حافظ ابوالفرج ابن الجوزی کا ایک جزء بنام ”ری الظما فی من قال الشعر من الاماء“

<sup>۸۰</sup> ادیب کبیر اور شاعر مصطفیٰ صادق بن عبد الرزاق بن سعید بن احمد بن عبد القادر الرفعی، متوفی ۱۳۵۶ھ، ۱۹۳۷ء، طرابلس شام کے رہنے والے تھے۔

وہی القلم، تاریخ آداب العرب اور اعجاز القرآن والبلاغة النبویة ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

(۱۱) علامہ زکریا ج ۷ ص ۲۳۵

<sup>۸۱</sup> حیرت ہے مؤلف چند طور پر عورتوں کی تعلیم کے مؤید ہیں اور یہاں رافعی کے اشعار نقل کر رہے ہیں جو ان کے موقف کی نفی کرتے ہیں۔

دستیاب ہوا اس کے شروع میں ابن الجوزی نے کہا ہے: وزیر سلطنت خاصے دنوں سے مجھ سے ایسی مملوکہ باندیوں کے متعلق گفتگو کرتے رہتے تھے جو شاعرہ تھیں، پھر مجھے ان کے حالات اور اشعار جمع کرنے کا حکم دیا اور یہ کہا کہ بنو امیہ اور بنو عباس دونوں ادوار کی مملوکہ شاعرات کا تذکرہ لکھوں۔

مجھے دولت بنو امیہ میں مشہور یا گننام شاعرہ نہ ملی۔ کیونکہ اس عہد کے لوگ شعر میں نرمی کو ناپسند کرتے تھے و فصیح و بلیغ اور سلیس شاعری کے دلدادہ تھے اس سے کم پر راضی نہ ہوتے تھے۔

دولت بنو عباس میں شاعری میں لچک، نرم خوئی اور خوش مزاجی در آئی، مجھے ان شاعرات کے بارے میں جتنی خبر ملی یا ان کا اچھا شعر ملا اسے ترتیب دیا اور ان شاعرات کے مراتب اور دور کے لحاظ سے ان کا تذکرہ لکھ جستجو اور چھان بین سے مجھے تیس کے قریب باندیوں کے حالات اور اشعار دستیاب ہوئے۔ میں نے متصل اسناد سے ان کا ذکر کیا ہے۔ اس سے علامہ ابن الجوزی کی معلومات اور حافظہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

”الاصابہ“ میں حضرت شفاءؓ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے آپ عقل مند صاحب علم و فضل خواتین میں سے تھیں، نبی ﷺ ان کے ہاں تشریف لاتے اور ان کے گھر میں قیلولہ فرماتے، حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے آرام فرمانے کے لیے بستر تیار کیا تھا، وہ ان کے بیٹے کے پاس موجود تھا یہاں تک کہ ان کی اولاد سے و بستر مروان نے لے لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے درزیوں کے بازار کے پاس ان کو گھر عطیہ فرمایا تھا، حضور ﷺ ان کی حویلی میں تشریف لاتے، ان کو راضی رکھتے اور شرف عطا فرماتے۔ بسا اوقات ان کو بازار کی بعض اشیاء کا نگران مقرر فرماتے تھے۔

”اختصار سنن ابی داؤد“ میں علامہ المنذری نے بھی یہی لکھا ہے۔

## دار القراء کا قیام

علامہ ابو عمر بن عبد البر ”الاستیعاب“ میں عبادلہ کے باب میں ص ۳۴۷ پر حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: آپ قرشی، عامری ہیں، پھر واقدی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ غزوہ بدر کے مختصر عرصہ بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے اور دار القراء میں ٹھہرے۔ طبقات ابن سعد میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ غزوہ بدر کے کچھ ہی عرصہ بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے اور دار القراء میں ٹھہرے۔ یہ حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ (ج ۲ ص ۱۵۰) اسی سے علماء نے مدارس کے قیام کی دلیل حاصل کی ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کے عہد ہمایوں کے مفتیوں کا بیان

”الموطا“ میں حضرت ابو ہریرہ اور زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے دو آدمیوں نے رسول اللہ

ﷺ کی خدمت میں جھگڑا کیا، ان میں سے ایک نے کہا: میں نے اہل علم سے سوال کیا انہوں نے مجھے خبر دی۔<sup>۵۳</sup> یہ حدیث اس پر صریح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایسے اصحاب تھے جن کے پاس لوگ اپنی شکایات کے ازالے کے لیے جایا کرتے تھے۔ پھر اگر وہ ان کے فیصلہ پر راضی نہ ہوتے تو اپنی شکایت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

علامہ ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب ”المدھش“ میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں فتویٰ دینے والے صحابہ کے مندرجہ ذیل اسماء گرامی درج کیے ہیں: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل، حضرت حذیفہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوموسیٰ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم اجمعین۔

علامہ کتابی کہتے ہیں علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب ”التلخیص“ میں بھی ان اصحاب کے نام لکھے ہیں۔ التلخیص ابن الجوزی کی انوکھی اور نادر ترین کتاب ہے، میرے پاس اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

”الاصابہ“ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت مشکلات میں ان سے دریافت کرتے اور سنگین معاملات میں ان کو فیصلہ کرنے کا کہتے تھے۔ (ص ۱۶)

”الاحیاء“ (احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۲۳) میں ہے دس سے کچھ زائد صحابہ کرام فتویٰ دیا کرتے تھے مثلاً حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوالدرداء، حضرت علی، حضرت حذیفہ، حضرت معاذ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت زید بن ثابت، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

”الاحیاء“ کی اصل عبارت قوت القلوب میں ہے اس میں ہے: صحابہ کرام نے خود کو فتویٰ دینے کے لیے پیش نہیں کیا نہ وہ آپ کی طرف سے فیصلوں اور احکام کے ضامن اور کفیل بنے (جس کو حضور ﷺ نے خود مقرر فرما دیا وہی اس منصب پر فائز ہوا)۔

۵۳ صحیح حدیث الموطا ج ۲ ص ۸۲۲ مسند الشافعی ج ۳ ص ۷۸-۷۹ صحیح البخاری: ۶۶۳۳-۶۸۳۲ ابوداؤد: ۴۴۴۵ ترمذی: ۱۳۳۳ نسائی ج ۸ ص ۲۳۰-۲۳۱ طبرانی: ۵۱۹۰ طحاوی ج ۳ ص ۱۳۵ بغوی: ۲۵۷۹ از مالک از ابو ہریرہ اور زید بن خالد الجعفی رضی اللہ عنہما۔ صحیح البخاری: ۲۶۹۵ صحیح مسلم: ۱۶۹۷ عبدالرزاق: ۱۳۳۰ احمد ج ۲ ص ۱۵۵ از ابو ہریرہ اور زید بن خالد الجعفی رضی اللہ عنہما۔

موظا کی حدیث یہ ہے: دو آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جھگڑا کیا، ایک نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کیجئے، دوسرے نے جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا کہا: ہاں یا رسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب کے مطابق فیصلہ فرمائیے اور مجھے بات کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیے؟ آپ نے فرمایا: بات کرو اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے ہاں نوکر تھا اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا اس نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر رجم (سنگسار کرنا) ہے تو میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک باندی دی پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے بتایا: میرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے اور یہ کہ رجم کی سزا اس کی بیوی پر ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا تیری بکریاں اور باندی تجھے واپس ہوں گی اور آپ نے اس کے بیٹے کو سو کوڑوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا دی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اس دوسرے کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ زنا کا اعتراف کر لے تو اسے سنگسار کرو اس نے اعتراف کر لیا تو اسے رجم کیا گیا۔

”الطبقات“ میں ابن سعد نے حضرت سہل بن ابی خثیمہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں تین مہاجر صحابہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عثمان اور تین انصاری صحابہ حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے زمانہ میں فتویٰ دیتے تھے حضرت خراش الاسلمی کی روایت میں ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو نبی ﷺ کے عہد مبارک میں فتویٰ دیتے تھے۔

”مجمع بحار الانوار“ کے آخر میں الفتنی نے کہا ہے: حضور ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں دوسروں کے فتویٰ کا انکار نہیں فرمایا کیونکہ صحابہ کا فتویٰ آپ ہی کی تعلیم کا حاصل ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کے عہد مبارک میں چودہ صحابہ کرام اہل فتویٰ تھے لیکن آپ کے حضور میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی دوسرا صحابی فتویٰ نہیں دیتا تھا۔

حافظ سیوطی نے اپنی کتاب ”قلائد الفرائد واداب الفتویٰ“ اور ”الحاوی“ میں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں فتویٰ دینے والے صحابہ کا دو اشعار میں ذکر کیا ہے:

نبی ﷺ کے عہد مبارک میں صحابہ کی ایک جماعت فرمانبرداروں کی طرح فتویٰ دیتی تھی چار خلفاء راشدین، حضرت معاذ، ابی، ابن عوف اور زید بن ثابت (رضی اللہ عنہم)۔  
شیخ نجم الدین ابن قاضی عجلون صاحب ”تصحیح المنہاج“ نے بھی اس موضوع پر نظم کہی ہے چنانچہ ابن الغزلی نے ”الکواکب السائرة فی اہل المائة العاشرة“ میں کہا ہے:  
مجھ سے شیخ الاسلام والد ماجد نے بیان کیا کہ ان سے شیخ الاسلام تقی الدین ابن قاضی عجلون نے اپنے بھائی شیخ الاسلام نجم الدین ابن قاضی عجلون کے یہ اشعار بیان کیے:

- (۱) ہمارے نبی ﷺ کے عہد مبارک میں خلفاء راشدین کے ساتھ یہ صحابہ فتویٰ دیتے تھے:
  - (۲) معاذ، عمار، زید بن ثابت، ابی، ابن مسعود، ابن عوف، حذیفہ۔
  - (۳) ان میں ابو موسیٰ ہیں اور سلمان جیسا عالم اسی طرح آخری ابوالدرداء ہیں۔
- اور حضور ﷺ کی میراث کا فتویٰ حضرت ابو بکر نے دیا، سب صحابہ نے ان کی تصدیق کی یہ اس کے علاوہ ہے۔

”شرح الاحیاء“ کی کتاب العلم میں ہے اور امام سیوطی نے ”تدریب الراوی“ میں اسے ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ مطلقاً چھ صحابہ کرام اکثر فتویٰ دیتے تھے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم صحابیات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ان میں سے صحابی کے فتاویٰ پر ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ ان کے بعد یہ بیس صحابہ کرام ہیں: حضرت ابو بکر، حضرت عثمان، حضرت ابو موسیٰ، حضرت معاذ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت

العاص، حضرت سلمان، حضرت جابر، حضرت ابوسعید، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوبکر، حضرت عبادہ بن الصامت، حضرت معاویہ، حضرت ابن الزبیر اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ مؤخر الذکر صحابہ کرام کے فتاویٰ کتاب کے ایک چھوٹے جزء کے برابر ہو سکتے ہیں۔ ایک سو بیس ایسے صحابہ کرام ہیں جن کے فتاویٰ کی تعداد بہت ہی کم ہے۔

## رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے درمیان مسائل

### کی دریافت میں واسطہ بننے والے صحابہ

”الاصابہ“<sup>۸۴</sup> میں حضرت ثابت بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ کا ذکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ضعیف السند حدیث میں ہے جسے خطیب نے ”المؤتلف“ میں اس سند سے روایت کیا ہے: قاسم بن خلیفہ از ابو یحییٰ تمیمی از اسماعیل بن ابراہیم از مطین بن خالد از انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت انس نے فرمایا: جب ہم رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتے تو حضرت علی یا حضرت سلمان یا حضرت ثابت بن معاذ رضی اللہ عنہم کو کہتے۔ کیونکہ یہ حضرات حضور ﷺ سے سوال کرنے میں سب سے جرأت مند تھے پھر جب سورۃ النصر نازل ہوئی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں حدیث مذکور ہے۔ حافظ ابن حجر نے خطیب سے نقل کر کے کہا: راوی مطیب مجہول ہے اور ابو یحییٰ اسمی نہایت ضعیف ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں خواب کی تعبیر بیان کرنے والے

علی بن سعد الخوافی القیروانی نے اپنی کتاب ”التعبیر“ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں خوابوں کی تعبیر کے سب سے ماہر ابوبکر اور اسماء بنت عمیس ہیں<sup>۸۵</sup> صحیحین میں حضرت ابوبکر کے خواب کی تعبیر بتانے کا ذکر ہے پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس تعبیر کی تصویب چاہی تو حضور نے فرمایا: تعبیر میں تم نے کچھ درست کہا اور کچھ میں خطا کی<sup>۸۶</sup>۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنا خواب بیان فرمایا: میں نے حمیس (کھجور پنیر اور گھی کا حلوا) کا ایک اتر لیا مجھے اس کا ذائقہ لذیذ محسوس ہوا جب میں نے اسے نگا تو اس میں کچھ میرے حلق میں اٹک گیا تو علی نے اپنا ہاتھ

<sup>۸۴</sup> الاصابہ: ۲۹۲ ج ۱ ص ۲۰۸ مصنف کی ذکر کردہ حدیث کو حافظ ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے۔

<sup>۸۵</sup> مجھے اس کا اسناد دستیاب نہیں ہوا۔

<sup>۸۶</sup> صحیح حدیث اس کا بعض حصہ صحیح البخاری ۷۰۳۶ میں ہے مسلم ۲۲۶۹ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۹۔ ۶۰ التبیان ص ۵۳۹ احمد ج ۱ ص

۲۳۶ ابوداؤد: ۳۲۶۷۔ ۳۲۶۹ ترمذی: ۲۲۹۴ ابن ماجہ: ۳۹۱ ابن حبان: ۳۲۸۳ بیہقی ج ۱ ص ۳۸۔ ۳۹ از ابن عباس

رضی اللہ عنہما۔

داخل کر کے اسے نکال لیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تعبیر عرض کی: یا رسول اللہ! یہ آپ کے سرایا میں سے ایک سریہ ہے اس میں آپ کو بعض پسندیدہ خبریں ملیں گی، بعض امور میں الجھن پیدا ہوگی، آپ علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمائیں گے وہ اس الجھن کو سلجھائیں گے۔ چنانچہ بعد میں تہامہ کی جانب حضرت خالد کا سریہ واقع ہوا اس میں بعض امور آپ کو ناپسند آئے تو آپ نے حضرت علی کو روانہ فرمایا۔<sup>۵۷</sup>

ابن بادیس نے کہا: نبی ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خواب کی تعبیر بتانے کا حکم فرمایا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے انہوں نے خود تعبیر پیش کر دی حضور ﷺ نے تعبیر نہیں دریافت فرمائی تھی۔

اس روایت میں یہ دلیل ملتی ہے کہ عالم کا اپنے سے کم تر سے اس طرح کے معاملات میں رجوع جائز ہے۔ کیونکہ شاگرد اور متعلقین کا علم و فضل اور مہارت دراصل اس عالم کی تعلیم ہی کی مرہون منت ہوتی ہے۔ یہاں حضرت ابو بکر کی تعبیر روایت تک رسائی حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عنایات کا پرتو اور عکس تھی۔

امام سیوطی کی ”تاریخ الخلفاء“ میں ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خوابوں کی تعبیر کے علم کے انتہائی ماہر تھے، نبی ﷺ کے عہد مبارک میں آپ خوابوں کی تعبیر بیان کرتے تھے۔ امام محمد بن سیرین نے کہا ہے: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بالاتفاق اس علم میں سب سے مقدم ہیں، نبی ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس امت کے سب سے بڑے معبر (خوابوں کی تعبیر بیان کرنے والے) تھے۔ (ابن سعد)

الدیلمی نے ”مسند الفردوس“ میں اور ابن عساکر نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے خوابوں کی تعبیر ابو بکر کے سپرد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔<sup>۵۸</sup>

”الاصابہ“ (ج ۳ ص ۲۳۲) میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ حضرت اسماء سے خوابوں کی تعبیر دریافت کرتے تھے۔ علامہ قسطلانی نے صحیح بخاری کی شرح میں لکھا ہے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خوابوں کی تعبیر جانتی تھیں، یہاں تک کہا گیا ہے کہ ابن سیرین نے خوابوں کی تعبیر کا علم ابن المسیب سے لیا اور ابن المسیب نے حضرت اسماء سے اور حضرت اسماء نے اپنے والد (شوہر) سے۔ (طبقات ابن سعد عن الواقدی)

حافظ حسین خلال نے اپنی کتاب ”طبقات المعبرین“ میں پانچ سو پچاس (۵۵۰) ایسے مشاہیر معبرین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اس علم میں مہارت حاصل کی۔ حافظ حسین خلال نے تعبیر کے علماء کی پندرہ قسمیں بیان کی ہیں:

اول: انبیاء کرام سے دوم: صحابہ کرام سے سوم: تابعین میں سے چہارم: فقہاء میں سے پنجم: واعظین میں سے ششم: مولفین میں سے تفصیل کے لیے کشف الظنون کا مطالعہ فرمائیں۔

”الرسالہ“ میں ہے علم کے بغیر خواب کی تعبیر بتانا مناسب نہیں ہے، علامہ التادلی نے فرمایا: ہاں وہ شخص تعبیر بتا سکتا ہے جو اصول تفسیر یعنی کتاب و سنت، کلام عرب، اشعار عرب اور اہل عرب کی مثالوں کا عالم ہو اور صاحب فضل،

۵۷۔ کالی ریسرچ کے باوجود مجھے یہ روایت نہیں ملی یقیناً یہ ضعیف حدیث ہے۔

۵۸۔ ابن عساکر اور ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ تاریخ الخلفاء ص ۶۵ اور یہ روایت ضعیف ہے۔



باصلاحیت اور صاحب فراست ہو۔ کتابوں سے دیکھ کر تعبیر بیان کرنا جائز نہیں کیونکہ اشخاص، ادوار اور احوال کے اختلاف سے خواب مختلف ہوتے ہیں۔

الفا کھانی نے فرمایا: بغیر علم کے تعبیر بیان کرنا حرام ہے، کیونکہ معبر تعبیر بیان کرنے میں جھوٹا ہو گا یا پھر اندازے سے بتائے گا، ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ

اور (اے مخاطب!) اس بات کے پیچھے نہ پڑو

(بنی اسرائیل: ۳۶) جس کا تمہیں علم نہیں۔

علامہ درویر کی شرح ”اقرب المسالک“ میں ہے تعبیر رویا کا علم کتابوں میں نہیں جیسے بعض لوگ ابن سیرین سے منسوب کتابوں سے اسے کشید کرتے ہیں، ایسی کتب سے تعبیر بیان کرنا حرام ہے۔ بلکہ تعبیر کا تعلق احوال اور اوقات کے فہم اور علمی فراست سے ہے۔

”الرسالۃ“ پر شیخ زروق کی شرح میں ہے امام مالک سے کہا گیا: کیا ایسا شخص خواب کی تعبیر بیان کر سکتا ہے جسے تعبیر کا علم نہ ہو؟ امام نے کہا: کیا وہ نبوت کے ساتھ کھیلتا ہے؟ علامہ جسوس اس کی تشریح میں کہتے ہیں: کیونکہ نبی ﷺ نے خواب کو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء قرار دیا ہے اور آپ نے صحابہ کرام کے خوابوں سے احکام حاصل کیے جیسے اذان کا خواب اور لیلۃ القدر کا خواب۔ علامہ قرطبی نے ایسے خوابوں کو الہام قرار دیا ہے۔ آبی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

شیخ ابو یحییٰ التازی اس پر کہتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ جو شخص خوابوں کی تعبیر پر مشتمل فروعی کتب کا مطالعہ کرے گا جیسے علی بن ابی طالب قیروانی وغیرہ کی کتاب ہے تو اس کو خواب اور اس کی تعبیر پر نص ملے گی۔ (یعنی اگر یہ خواب دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے) اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ایسا شخص فروعات کے مقلد کی طرح ہے وہ خواب اور اس کی تعبیر بیان کرتا ہے حالانکہ کسی شخص کے خواب کو دوسرے شخص کے خواب کی نظیر قرار دینا کبھی غلط بھی ہوتا ہے۔

#### اختیار

خوابوں کی تعبیر کے علم کے متعلق ابن سیرین سے منسوب کتب گذشتہ بزرگوں پر جھوٹ باندھنے کی نہایت گھٹیا اور بھونڈی مثال ہے، تابعین کے متعلق یہ تصور کرنا کہ انہوں نے اس قسم کی کتب تالیف کیں، دور کی کوڑی لانا ہے، اس طرح کی کتب ان کے بعد کے ادوار میں شائع ہوئیں۔ واللہ اعلم

علامہ الشہاب المرجانی نے ”وفیۃ الاسلاف ص ۲۹۸“ میں کہا ہے: سب سے پہلے اس موضوع پر ابراہیم بن عبد اللہ الکرمانی کی تالیف منظر عام پر آئی، پھر علماء اسلام نے اس پر بکثرت کتب لکھیں، ہمارے دور میں ان میں سے اکثر تعبیروں کو ابن سیرین کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس تعبیر کا قائل کتاب کا مؤلف ہوتا ہے امام ابن سیرین نہیں ہوتے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی کہے: امام محمد نے نوادر ہشام میں ذکر کیا، یا امام شافعی نے ابو یطی میں ذکر کیا، حالانکہ ذکر کرنے والے ہشام اور ابو یطی ہیں، صرف قول امام محمد یا امام شافعی کا ہے۔ اسی طرح

تعبیر رویا کی کتابوں میں مذکور ہوتا ہے اس خواب کی تعبیر میں یہ کہا گیا ہے۔ کتاب کا قاری سمجھتا ہے شاید یہ ابن سیرین کا قول ہے۔ حالانکہ یہ مؤلف کا قول ہوتا ہے۔

”الطرق الحکمیة“ کے ص ۲۵۶ پر علامہ ابن القیم ابن سیرین کی طرف منسوب تعبیر رویا کی تدوین پر علماء سلف کے انکار پر بحث کے بعد لکھتے ہیں: ابن سیرین اور آپ کے اصحاب حدیث رسول ﷺ نہیں لکھتے تھے وہ خوابوں کی تعبیر کیوں کر لکھتے ہوں گے۔

طبقات ابن سعد میں ابن سیرین کے تذکرہ میں ہے آپ احادیث کی کتابت کو درست نہیں سمجھتے تھے وہ تعبیر رویا کی تدوین کس طرح کر سکتے ہیں۔ یہ ایسا خواب ہے جو تعبیر کا محتاج ہے اور ہم خوابوں کی تعبیر کے عالم نہیں ہیں۔ بعد ازاں میں نے شمس ابن سلیمان الردانی کی مسند میں حرف عین میں ”کتاب عبارة الرؤيا لابى بکر محمد بن سيرين المعبر“ کے زیر عنوان دو اجزاء پائے جن میں انہوں نے خلف کی سلف سے بہ سند روایات ذکر کی ہیں اس میں ذکر کیا ہے کہ انہیں یہ روایت اس سند سے ملی ہے فخر بن البخاری از ابوالفتح محمد المیدانی ازہبہ اللہ بن محمد بن الحصین از علی بن الحسن التتوخی از ابراہیم بن احمد الطبری از محمد بن موسیٰ الانصاری از احمد بن حمدیہ الزہاد از محمود بن محمد الحکمی از مخلد بن عبد الواحد المعبر از ہشام از ابو بکر المعبر۔ ہر حالت میں یہ امر ہشام راوی کی ابن سیرین سے معرفت پر موقوف ہے۔ اور یہ کہ کیا ابو بکر المعبر سے حضرت ابن سیرین ہی مراد ہیں یا اس سے کوئی اور مراد ہے غور فرمائیں۔

اس بحث کو فتویٰ دینے والوں کے ذکر کے آخر میں درج کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تعبیر کا تعلق بھی فتویٰ سے ہے اللہ تعالیٰ نے شاہ مصر کے قصہ میں اسے یہی نام عطا فرمایا ہے ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رَأْيَايَ إِن كُنْتُمْ لِلدُّنْيَا

اے درباریو! میرے خواب کا مطلب مجھے بتاؤ

تَعْبُرُونَ ○ (یوسف: ۴۳)

علامہ راغب اصبہانی ”الذریعة“ میں فرماتے ہیں: تعبیر کے علم کا تعلق فہم و فراست کے علوم سے ہے اللہ تعالیٰ نے تمام نازل کردہ کتب میں اسے عظمت عطا فرمائی ہے خواب نفس ناطقہ کا فعل ہے اگر اس کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو انسان میں اس قوی چیز کی ایجاد بے فائدہ ہوتی اللہ تعالیٰ باطل کی تخلیق و ایجاد سے بلند تر ہے۔ خواب کی دو اقسام ہیں:

(۱) پریشان خواب اور بے ہودہ خیالات کی نقشہ کشی کیونکہ اس حالت میں نفس پانی کی لہروں کی طرح ہوتا ہے جس کی صورت گری نہیں ہوتی عموماً خواب اسی قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۲) دوسری قسم صحیح خواب ہیں یہ بہت کم ہوتے ہیں پھر ان کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تعبیر کی محتاج نہیں ہوتی۔

اسی لیے معبر کے لیے ضروری ہے کہ اسے خواب پریشان اور سچے خوابوں میں فرق کرنے کی مہارت ہو تاکہ وہ روحانی اور جسمانی کلمات میں تمیز کر سکے لوگوں کے طبقات میں امتیاز برت سکے اس لیے کہ خواب جھوٹے ہوتے ہیں اور سچے بھی۔ سچے خوابوں میں بعض الق اور اہل انسانوں کو عظیم القدر مہتم بالشان اشیاء دکھائی جاتی ہیں اور

بعض کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اہل یونان نے کہا ہے کہ معبر نچلے درجہ کے بے وقوف لوگوں میں مشغول نہ ہو بلکہ بادشاہوں اور حکماء کے خوابوں کے تذکرے کے مطالعہ میں مصروف رہے۔ کیونکہ سچا خواب نبوت کا ایک جزء ہے۔ مزید تفصیل کے لیے علامہ اصہبانی کی ”الذریعہ“ اور مقدمہ ابن خلدون میں ”العبور“ ملاحظہ کریں۔

## فرض نماز کی امامت

نماز کی امامت کا سب سے زیادہ حق دار حکمران ہے اگر وہ کسی کو امامت کی اجازت دے دے تو جائز ہے ابن العربی نے الاحکام میں کہا ہے: فی نفسہا نماز کی ولایت اصل ہے کیونکہ نبی ﷺ جس صحابی کو امیر بنا کر روانہ فرماتے اسے نماز پڑھانے کی ذمہ داری سونپتے۔ لیکن بعد میں جب حکمرانوں میں فساد در آیا اور ان کی حالت امامت کے قابل نہ رہی تو غالبہ اور قوت کی وجہ سے حکمرانی تو ان کے پاس رہی اور وہ بطور سیاست امامت کے لیے ایسے افراد کو مقرر کرنے لگے جن پر لوگ راضی ہوتے۔ تاکہ ان کی حکمرانی باقی رہے بنو امیہ کے دور حکومت میں نوبت یہاں تک آ گئی کہ جب وہ خود امامت کراتے اہل علم و فضل ان کے پیچھے نماز نہ پڑھتے اور دروازوں سے باہر چلے جاتے جہاں نگرانوں کے کوزے ان کا استقبال کرتے سو وہ صبر کرتے تھے۔

متاخرین علماء کی کتابوں میں یہ بات مشہور ہے کہ ائمہ کے قیام کے لیے مساجد میں محراب بنانا بدعت ہے حافظ السیوطی نے اس موضوع پر کتاب لکھی ہے۔ ”عون المعبود علی سنن ابی داؤد“ میں ملا علی القاری کے اس قول کو محل نظر کہا گیا ہے کہ محراب نبی ﷺ کے بعد کی بدعات میں سے ہے۔ کیونکہ بعض روایات سے نبی ﷺ کے عہد مبارک میں محراب کا وجود ثابت ہوتا ہے۔<sup>۸۹</sup>

بیہقی نے ”السنن الکبریٰ“ میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے پھر محراب میں داخل ہوئے اور تکبیر کے لیے ہاتھ اٹھائے۔<sup>۹۰</sup>

امام ابن الہمام نے کہا: یہ چیز عیاں ہے کہ شریعت میں امام کا امتیاز مطلوب ہے اور رسول اللہ ﷺ کے دور اقدس سے مسجدوں میں محرابوں کا ثبوت ملتا ہے۔

<sup>۸۹</sup> درست بات علامہ علی القاری ہی کی ہے کہ محراب نبی ﷺ کے بعد کی بدعات میں سے ہیں امام ابوبکر الطرطوش نے اپنی کتاب ”الحوادث والبدع“ ص ۳۷ میں فصل فیما احدث من الحوادث والبدع فی المساجد میں کہا ہے: محراب بھی اس میں داخل ہیں مصنف عبد الرزاق ۳۹۰۱ میں مروی ہے حسن بصری ثابت البنانی سے ملاقات کو آئے نماز کا وقت ہو گیا تو ثابت البنانی سے نماز پڑھانے کو کہا ثابت نے کہا: بخدا! میں تمہارے آگے کبھی نہیں بڑھوں گا حسن بصری آگے بڑھ گئے اور محراب کو چھوڑ کر نماز پڑھائی۔ امام نخعی شیان ثوری اور ابراہیم تمیمی نے محراب میں نماز کو مکروہ کہا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق ۳۸۹۹-۳۹۱۰)

<sup>۹۰</sup> ضعیف حدیث اسے بیہقی نے ”سنن“ ج ۲ ص ۳۰ میں از سند محمد بن جبر اکضر می از سعید بن عبد الجبار بن وائل از عبد الجبار از والدہ خود از وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ ”الجوہر النقی“ میں ابن الترمذی نے کہا ہے: احمد بن حنبل بن عبد الجبار بن وائل کی اپنے چچا سے روایت میں بقول ذہبی مناکیر ہیں اور ام عبد الجبار ام یحییٰ ہے جس کا نام اور حالات مجھے معلوم نہیں۔

## فائدہ

”الفوائد الفکر“ میں فتح مکہ کے قصہ میں ہے: جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابوسفیان کو سواری پر اپنے خیمہ میں لے گئے صبح کو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو وضو کی تیاری کرتے دیکھا تو کہا: لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ یا ان کو میرے بارے میں کوئی حکم دیا گیا ہے؟ حضرت عباس نے فرمایا: نہیں! لیکن یہ نماز کے لیے اٹھے ہیں اور ان کو وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے پھر جب جناب ابوسفیان نے لوگوں کو نبی ﷺ کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے اور آپ کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتے دیکھا تو کہا: میں نے آج تک ایسا منظر نہیں دیکھا، یہاں سے وہاں تک سب لوگ اقتداء میں ہیں، میں نے فارس اور روم کے لوگوں کو بھی اپنے حکمران کی اطاعت میں ان کے ہم پلہ نہیں پایا۔

## رسول اللہ ﷺ کا نمازوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نائب

### بنانا اور ان نمازوں کی تعداد

نبی ﷺ نے اپنے مرض وصال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں<sup>۹۱</sup> اور صحیحین وغیرہ کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔

علامہ احمد بن محمد بن احمد اللخمی العزنی کی ”الدر المنظم“ میں ہے ابن الہاشمی نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے ایام علالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اور کہا: الدولابی نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

الدارقطنی نے حضرت حسن البصری کی مراسیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے مرض وصال میں نو دن نمازیں پڑھائیں<sup>۹۲</sup> دسویں روز نبی ﷺ باہر تشریف لائے اور حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ علامہ زرقانی ”شرح المواہب“ میں کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ایام علالت کی تعداد بارہ ہے ان دنوں میں نمازوں کی تعداد ساٹھ یا اس کے لگ بھگ بنتی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ نے علی بن مطہر الحلی کے رد میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مرض وصال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ایک یا دو نمازیں یا ایک یا دو دن کی نمازیں نہیں پڑھائیں۔

اس سلسلہ میں کم سے کم کا قول بھی سترہ نمازیں پڑھانے کا ہے انہوں نے جمعہ کے دن مسلمانوں کو عشاء کی

۹۱ صحیح حدیث بخاری ۶۶۳-۶۷۹-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۶ مسند احمد ج ۶ ص ۹۶-۱۵۹ موطا مالک ج ۱ ص ۱۷۰-۱۷۱ ترمذی: ۳۶۷۲

۹۲ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۹۹-۲۰۰ ابن ماجہ: ۱۲۳۲ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

۹۲ ضعیف حدیث محدثین کے نزدیک حسن بصری کی مراسیل ناقابل اعتماد ہیں کیونکہ یہ ہر ایک سے روایت لیتے ہیں۔ دارقطنی نے سنن ج ۱ ص ۱۷۱ میں ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ حسن بصری اور ابوالعالیہ کی مراسیل نہ لیں کیونکہ ان کو اس کی پروا نہ تھی کہ کس سے حدیث لے رہے ہیں۔

نماز پڑھائی اور جمعہ کے دن خطبہ دیا، یہ احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔

حافظ برہان الدین الحلی نے ”نور النبراس“ میں یہ قول نقل کیا ہے اور اسے برقرار رکھا ہے اس سے ہمیں یہ فائدہ حاصل ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے مرض وصال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمعہ کا خطبہ دیا۔ حالانکہ میں نے ”اختصار الشمانل“ میں اپنے شیخ الشیبی کی اتباع میں اس پر توقف کا اشارہ کیا ہے شیخ نے ”الفجر الساطع“ کے باب ”انما جعل الامام لیؤتم بہ“ میں کہا ہے: مجھے نبی ﷺ کے مرض وصال میں آنے والے جمعہ کے متعلق معلوم نہیں کہ اس کا خطبہ کس نے دیا اور نماز کس نے پڑھائی تھی۔

حافظ ابن تیمیہ کے مذکورہ الصدر قول سے اب صرف خطبہ کے موضوع پر بحث باقی رہتی ہے۔

### اختیار

مرض وصال کے دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نمازوں کا امام مقرر فرمایا اس پر امت کا اجماع ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب میں علی ابن المطہر کے اس قول کا رد کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر کو اس لشکر میں روانہ فرمایا تھا جس کے امیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تھے حافظ ابن تیمیہ نے کہا: اہل علم میں سے کسی نے بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کے اس لشکر میں بھیجنے کا ذکر نہیں کیا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے تو حضرت ابوبکر کو اپنے وصال تک نمازیں پڑھانے پر مامور فرمایا تھا آپ ان کو لشکر میں روانہ فرمادیں اور پھر نمازوں کی امامت کا حکم دیں یہ یک وقت دونوں چیزیں کیسے متصور ہو سکتی ہیں۔

حافظ شامی نے اپنی سیرت کی کتاب میں ابن تیمیہ کے اس قول پر دو اعتراض کیے ہیں:

(۱) حافظ ابن تیمیہ کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ اہل علم میں سے کسی نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لشکر اسامہ میں بھیجنا نقل نہیں کیا، کیونکہ ائمہ مغازی میں سے محمد بن عمر الاسلمی اور ابن سعد نے آپ کے بھیجنے کی روایت ذکر کی ہے۔ بعد کے مؤلفین میں سے ”العیون“ کے مؤلف نے اس پر جزم کیا ہے۔ ”فتح الباری“ میں حافظ ابن حجر نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں اسے ذکر کیا ہے۔

(۲) جیسا کہ اسامہ میں روانگی اور نمازوں کی امامت کے حکم میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اپنے مرض وصال سے قبل اس لشکر کو بھیجنے کا ارادہ فرمایا پھر جب آپ کی علالت شدید ہو گئی آپ نے حضرت ابوبکر کو روک لیا اور ان کو نمازیں پڑھانے کا حکم دیا۔

### فائدہ

”انموذج اللیب“ میں ہے: باجماعت نماز اس امت کے خصائص میں سے ہے علامہ الروضی اس کی شرح میں کہتے ہیں علماء نے کہا: رسول اللہ ﷺ بعثت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں مقیم رہے آپ جماعت کے بغیر نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس دور میں صحابہ ظلم و ستم کا شکار اور مغلوب تھے وہ اپنے گھروں میں نمازیں پڑھتے تھے جب حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی تو جماعت کا نظام قائم فرمایا۔

## مناسک حج کی ادائیگی میں رسول اللہ ﷺ کے نائب

”نور النبئاس“ میں ہے: سب سے پہلے ۸ھ میں فتح مکہ کے سال حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا، یہ حج دور جاہلیت کے معمولات کے مطابق ہوا۔ علامہ ازرقی نے کہا: ہمیں ایسی روایت نہیں ملی جس سے معلوم ہو کہ اس سال حضور ﷺ نے ان کو حج کی ذمہ داری نبھانے پر مقرر فرمایا تھا۔ اس حج میں مسلمانوں اور مشرکوں نے حج کیا، مسلمان حضرت عتاب کی امارت میں مشرکوں سے الگ رہے اور مواقف میں وقوف کیا، فتح مکہ کے سال حضرت عتاب امیر مکہ تھے۔

علامہ ماوردی نے ”حاویہ“ کی کتاب السیر میں ذکر کیا ہے: فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو نماز اور حج پر عامل مقرر فرمایا تھا۔ یہی قول انہوں نے کتاب الحج میں بھی بیان کیا ہے۔ اس میں علامہ ازرقی کے ایسی روایت نہ ملنے کا جواب بھی ہے۔

پھر ۹ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کرایا، ابن العربی کی ”الاحکام“ میں ہے: حج کی ولایت ان شہروں سے مخصوص ہے جہاں مناسک حج ادا کیے جاتے ہیں، سب سے پہلے امیر حج جن کو نبی ﷺ نے خود روانہ فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے حجۃ الوداع سے پہلے ۹ھ میں حضرت ابوبکر کو روانہ فرمایا، پھر ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورۃ البراءت کی آیات سناتے ہوئے روانہ فرمایا۔

## منبر کی تیاری

امام بخاری نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایسی چیز نہ بنوادوں جس پر آپ بیٹھیں؟ میرا غلام بڑھئی ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو اس انصاری خاتون نے منبر بنوایا، جب جمعہ کا دن آیا نبی ﷺ اپنے لیے تیار کردہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ابن بشکوال نے اپنی کتاب میں اس غلام کا نام مینا بیان کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے منبر عاصی بن امیہ کے غلام باقوم نے تیار کیا تھا۔ یہ منبر جھاؤ کے درخت کی لکڑی سے بنایا گیا اور اس کے تین درجے تھے۔ ایک قول کے مطابق منبر میمون بڑھئی نے تیار کیا تھا۔ ایک قول حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے غلام صباح کا ہے۔ ابن فتحون نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ قبصہ الحزوی کے غلام نے منبر بنایا تھا۔

ابن رشد کی کتاب ”المقدمات“ میں ہے: ۷ھ میں نبی ﷺ کا منبر تیار ہوا، یہ بھی کہا گیا کہ منبر ۸ھ میں تیار کیا گیا اور اسے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے تیار کیا تھا۔ ایک قول انصاری خاتون کے غلام کے تیار کرنے کا ہے۔ ۹ھ میں یہ بھی قول ہے کہ اسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام نے تیار کیا، ابن رشد کہتے ہیں: شاید

۹۳ صحیح البخاری ۴۴۹-۹۱۸-۲۰۹۵-۳۵۸۳-۳۵۸۵ از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔

۹۴ یہی صحیح ہے سابقہ حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے ایک خاتون کو پیغام بھیجا اپنے بڑھئی غلام سے کہ وہ میرے لیے لکڑی کا منبر بنادے جس پر میں بیٹھوں۔ (صحیح البخاری ۴۴۸)



ان سب نے مل کر منبر شریف تیار کیا۔

”الاصابہ“ میں طبرانی کی ”الاوسط“ کے حوالہ سے ابراہیم نجار (بڑھئی) کے تذکرہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ خطبہ کے دوران کھجور کے خشک تنے کا سہارا لیتے تھے۔ اس حدیث میں منبر کی تیاری کا ذکر ہے اور یہ مذکور ہے کہ آپ نے ایک شخص کو بلایا اور پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: ابراہیم فرمایا: منبر بناؤ۔<sup>۹۵</sup> یہ ابو موسیٰ کی روایت ہے دوسری روایت میں ہے اس بڑھئی کا نام باقوم تھا۔ ممکن ہے ابراہیم اس کا نام اور باقوم اس کا لقب ہو۔ حافظ ابن حجر نے کہا: یہ تاویل بر تقدیر صحت روایت ہے ورنہ اس روایت کی سند میں العللاء بن الرواس ہے جسے جھوٹا کہا گیا ہے۔

”الاصابہ“ ہی میں باقوم کے تذکرہ میں ہے اسے باقوم اور باقول کہا گیا ہے یہ نجار (بڑھئی) تھا۔ پھر یہ روایت نقل کی کہ باقوم نجار رومی تھا اسی نے قریش کے لیے کعبہ تعمیر کیا تھا۔ (ص ۱۴۱)

”الاصابہ“ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے غلام کلاب کے تذکرہ میں ہے کہ ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں واقدی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن مسجد میں موجود کھجور کے خشک تنے کا سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے پھر آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر خطبہ دینا مجھ پر دشوار ہو گیا ہے حضرت تمیم الداری نے عرض کیا: کیا میں آپ کے لیے ایسا منبر نہ بنا دوں جیسا میں نے شام میں دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں مسلمانوں سے مشورہ فرمایا انہوں نے منبر بنانے کی رائے دی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا غلام کلاب سب سے اچھا کاری گر ہے آپ نے فرمایا: اسے منبر بنانے کا کہو۔<sup>۹۶</sup>

”صبح الاعشی“ میں ہے سب سے پہلے حضرت تمیم الداری نے نبی ﷺ کے لیے منبر تیار کیا انہوں نے شام کے گر جا گھروں میں منبر دیکھے تھے۔

حافظ سیوطی نے ”التوشیح“ میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد: اپنے بڑھئی غلام کو حکم دو میرے لیے لکڑی کا منبر بنائے۔<sup>۹۷</sup> کے تحت لکھا ہے: یہ منبر میمون نے بنایا یا باقول باقوم نصبات قبیصہ یا حضرت عباس کے غلام کلاب یا تمیم الداری یا میناء نے بنایا۔ اس میں دس اقوال ہیں اور یہ کہ منبر ۷ھ میں تیار کیا گیا یا ۸ھ میں۔ حافظ سیوطی نے میمون والے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔

محدث شام شیخ عبدالباقی الاثری نے ”ریاض الجنة“ میں اپنے شیخ محدث شام نجم الدین الغزی الشافعی کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

۹۵ نہایت ضعیف روایت بقول حافظ ابن حجر (الاصابہ: ۱۱) اسے طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کے اسناد میں العللاء بن سلمہ بن الرواس ہے۔ اصحاب جرح و تعدیل سے اسے کاذب کہا ہے۔

۹۶ نہایت ضعیف روایت الاصابہ: ۴۴۰ میں اسے ابن سعد کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے اس میں واقدی کذاب ہے۔

۹۷ صحیح البخاری: ۲۴۸ ازہبل بن سعد رضی اللہ عنہ۔



مدینہ طیبہ کا منبر بنانے والا جس پر نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔  
 آپ پر ہمیشہ ہمارے برتر، مہمکن معبود کی طرف سے صلوٰۃ و سلام ہو۔  
 اس کا نام میمون یا باقول یا باقون یا تمیم الداری ہے۔  
 یہ بھی کہا گیا وہ ابراہیم یا قبیصہ ہے اور پہلا قول قوی ہے۔  
 شیخ عبدالباقی نے کہا: میں نے شیخ کی اتباع میں یہ اضافہ بیان کیا:  
 مینا، صباح، باقوم اور میناء کا قول قوی ہے۔

حافظ سیوطی "التوشیح" میں مزید فرماتے ہیں: اس منبر کے تین درجے تھے یہاں تک کہ مروان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اس میں چھ زینوں کا اضافہ کر دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت معاویہ نے مروان کو لکھا منبر شریف ان کے پاس (شام میں) روانہ کر دیا جائے، مروان نے منبر کو اکھڑوایا تو مدینہ طیبہ پر اندھیرا چھ گیا، سورج کو گرہن لگ گیا اور ستارے نظر آنے لگے، مروان نے باہر آ کر خطبہ دیتے ہوئے کہا: مجھے امیر المؤمنین نے اسے اٹھانے کا حکم دیا تھا پھر اس نے بڑھئی کو بلایا اور منبر شریف میں چھ زینوں کا اضافہ کیا اور کہا: میں نے اسے اضافہ اس واقعہ کی یاد دہانی کے طور پر کیا ہے۔ یہ روایت زبیر بن بکار نے اخبار طیبہ میں متعدد طرق سے نقل کی ہے۔ ابن النجار نے کہا: منبر شریف اسی حالت پر رہا یہاں تک کہ ۶۵۴ھ میں مسجد نبوی میں آتش زدگی کے حادثہ میں منبر شریف جل گیا۔ یہ دولت بنو عباس کے زوال کا اشارہ تھا چنانچہ چند سالوں میں سلطنت عباسیہ تاتاریوں کے ہاتھوں ختم ہو گئی۔

"المنہل الاصفی" میں ہے: منبر شریف ۶۵۴ھ میں رمضان کی پہلی رات میں جلاؤگوں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی حادثہ اور مصیبت نہ تھی۔

حافظ محمد بن ناصر الدین دمشقی نے اس موضوع پر "عرف العنبر فی وصف المنبر" کے نام سے کتاب تالیف کی ہے۔

### فائدہ

"التوشیح" میں ہے یہودی ہفتہ کے سات دنوں کو ہفتہ کہتے تھے جیسا کہ کتاب الاستقواء میں حضرت انور رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اسلام میں افضل اور اشرف دن کے نام پر اس کو جمعہ کا نام دیا گیا۔

### حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کا سوار یوں پر خطبہ

سنن ابی داؤد میں ہے: حضرت رافع بن عمرو المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ دیکھا آپ شہباء خجر پر سوار منیٰ میں خطبہ دے رہے تھے سورج چاشت کے وقت پر تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ترجمانی کر رہے تھے (لوگوں تک آپ کا پیغام پہنچا رہے تھے) بعض لوگ کھڑے تھے اور بعض بیٹھے ہوئے تھے۔ ۹۸

۹۸۔ شیخ الحدیث ابوداؤد: ۱۹۵۶ از رافع بن عمرو المزنی رضی اللہ عنہ بقول شیخ عبد القادر الارناؤوط اس کا اسناد قوی ہے۔ (جامع الاصول: ۱۷۵۹)

سنن ابی داؤد کی ایک اور روایت میں راوی کہتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کو عرفہ میں منبر پر دیکھا۔<sup>۹۹</sup> حافظ عبدالحق الاشعری نے کہا: مؤخر الذکر حدیث ثابت نہیں ہے کیونکہ یہاں راوی نامعلوم ہے۔ سنن ابی داؤد اور سنن نسائی وغیرہ میں ہے: حضور ﷺ نے میدان عرفات میں اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ دیا یہی صحیح اور مشہور ہے۔ شامی نے اپنی سیرت کی کتاب ”سبل الہدیٰ والرشاد“ میں اس پر الگ عنوان قائم کیا ہے۔

### حضور ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور ترجمان مقرر کرنا

مسدد نے ثقہ راویوں سے از بلال بن عامر المزنی از والد خود یہ روایت نقل کی ہے ان کے والد نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو منیٰ میں اپنے خچر پر سوار دیکھا آپ پر سرخ چادر تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے آگے تھے جو کچھ آپ ارشاد فرماتے وہ اسے لوگوں تک پہنچاتے میں قریب ہوا حتیٰ کہ میں نے آپ کے جوتے کے تسمے اور آپ کے قدم مبارک کے درمیان عجیب خنکی محسوس کی۔ (احمد ابوداؤد)<sup>۱۰۱</sup>

امام طبرانی نے ثقہ راویوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عرفہ میں وقوف فرمایا ربیع بن امیہ بن خلف رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ آپ کی اونٹنی کے اگلے پیروں کے پاس کھڑے ہوئے وہ بلند آواز والے تھے آپ نے فرمایا: بہ آواز بلند کہو: اے لوگو! جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے؟ انہوں نے بہ آواز بلند یہ جملہ دہرایا لوگوں نے کہا: حرمت والا مہینہ آپ نے فرمایا: بہ آواز بلند کہو یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: البلد الحرام (مکہ مکرمہ) فرمایا: بہ آواز بلند کہو آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا: حج اکبر کا فرمایا: بہ آواز بلند کہو: بے شک رسول اللہ ﷺ نے تم پر تمہارے خونوں اور مالوں کو اسی طرح حرام کر دیا ہے جس طرح تمہارے اس مہینہ کی تمہارے اس شہر میں حرمت ہے۔<sup>۱۰۲</sup>

اس عنوان کی احادیث سے محدثین نے احادیث املا کرانے کی اصل اور دلیل حاصل کی ہے اور یہ کہ اگر مجمع کثیر ہو تو محدث حدیث املا کرانے والا مقرر کر دے۔ جو لوگوں تک محدث کے الفاظ پہنچائے۔

۹۹ ضعیف حدیث ابوداؤد: ۱۹۱۵ از طریق زید بن اسلم از یکے از بنو ضمرد از والد خود یا عم خود۔ اس میں مجہول راوی ہے جیسا کہ مصنف نے حافظ عبدالحق الاشعری سے نقل کیا ہے۔ ”ضعیف سنن ابوداؤد“ ۴۱۶ میں ابوالہانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

۱۰۰ ابوداؤد: ۱۹۱۶ نسائی ج ۵ ص ۲۳۵ از سلمہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز سے پہلے عرفہ میں سرخ اونٹ پر خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا۔ یہ روایت صحیح ہے بعد وائی یہ روایت اس کی شاید ہے جسے ابوداؤد: ۱۹۱۷ نے خالد بن العلاء بن ہوزہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفہ کے دن دیکھا آپ اونٹ کی رکابوں پر کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے یہ روایت صحیح ہے۔

۱۰۱ حسن حدیث ابوداؤد: ۳۰۰ مسند احمد ج ۳ ص ۷۷۳ از بلال بن عامر مزنی از والد خود رضی اللہ عنہ شیخ عبد القادر الارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔ (جامع الاصول: ۳۸۰۷)

۱۰۲ صحیح حدیث طبرانی ”الکبیر“ ج ۱ ص ۱۱۳۹۹ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ الجمع میں پیشی نے کہا ہے: اس کے راوی ثقہ ہیں۔

الصحيح میں ابن ابی جمرہ سے مروی ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کرتا تھا۔ اگر ایک شخص سے کام نہ چلے تو حسب ضرورت زیادہ املا کرانے والے مقرر کیے جاتے۔ ابو مسلم الحنفی نے غسان کے کھلے میدان میں مجلس منعقد کی جس میں سات افراد املا کرانے پر مامور تھے۔ ان میں ہر ایک دوسرے تک روایت پہنچا رہا تھا دیکھنے والوں کے علاوہ چالیس ہزار سے زائد دواتیں استعمال ہو رہی ہوتی تھیں۔ عاصم بن علی کی مجلس میں ایک لاکھ سے زائد لوگ ہوتے تھے۔

## رسول اللہ ﷺ کا دراز قامت اور بلند آواز

### شخص کو حکم دینا کہ وہ لوگوں کو خاموش کرائے

صحیح البخاری کے متعدد ابواب میں یہ حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جریر بن عبد اللہ الجلی رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع میں فرمایا: لوگوں کو میرے لیے خاموش کراؤ۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ طویل القامت اور بلند آواز والے تھے۔

## امام (حکمران) کا اپنے عظیم القدر ساتھیوں میں

### سے کسی کو لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دینا

”الاصابہ“ میں حکم بن منہال رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابوالخویرث سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت حکم بن منہال رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے لیے قریش کو جمع کرو۔ ”الاصابہ“ میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں ہے امام بغوی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے: حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میرا ہاتھ پکڑ لو آپ نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی میں نے آپ کا ہاتھ پکڑا آپ چلے یہاں تک کہ آپ منبر پر بیٹھ گئے پھر فرمایا: لوگوں کو بلاؤ میں نے بہ آواز بلند لوگوں کو بلایا تو سب لوگ جمع ہو گئے۔<sup>۱۰۵</sup>

۱۰۳۔ صحیح حدیث: صحیح البخاری ۱۲۱-۳۴۰۵-۶۸۶۹-۷۰۸۰ صحیح مسلم ۲۵ (۱۱۸) ابن ماجہ ۳۹۴۲ نسائی ج ۷ ص ۱۲۷-۱۲۸ دارمی ج ۲ ص ۶۹ مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۸-۳۶۳-۳۶۶ ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۳۰ بغوی ۲۵۵ طحاوی ”مشکل الآثار“ ج ۳ ص ۹۴ طہانی ”اللبیہ“ ۲۲۷-۲۰۴۲ ابن مندہ ”الایمان“ ۶۵ از جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ پوری حدیث یہ ہے میرے بعد کافران ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

۱۰۴۔ مرسل ہونے کے باعث ضعیف ہے اس میں ابوالخویرث عبد الرحمن بن معاویہ سچا لیکن خراب حافظہ والا راوی ہے ابو یعلیٰ ۵۷۹۔ بیہوشی ”الجمع“ ج ۱ ص ۷۷ علامہ بیہوشی نے کہا اسے ابو یعلیٰ نے مرسل روایت کیا ہے اس میں ایک راوی ابوالخویرث ہے جسے ابن حبان وغیرہ نے ثقہ اور دیگر نے ضعیف کہا ہے اور اس کے باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۱۰۵۔ ۱۱ اصابہ ۷۰۰۳ بحوالہ بغوی ج ۱ ص ۷۰۔

## انتباہ

حافظ ابن القیم نے ”زاد المعاد“ میں کہا ہے: نبی ﷺ دوران خطبہ اپنے ہاتھ میں تلوار نہیں رکھتے تھے بلکہ آپ عصا یا کمان کا سہارا لیتے تھے منبر کی تیاری سے قبل اہل عرب کی عادت کے مطابق آپ کا یہی طریقہ رہا۔ تلوار کا سہارا لینے کی کوئی روایت نہیں ہے، بعض جہلاء کا یہ خیال کہ آپ تلوار کا سہارا لیتے تھے جس میں دین اسلام کے تلوار کے زور سے پھیلنے کا اشارہ ہے ان کی جہالت کی انتہا ہے ایسی کوئی روایت قطعاً منقول نہیں ہے۔ علامہ زرکشی نے اس کی تائید کی ہے علامہ سخاوی نے ”القول التام“ میں یہ قول نقل کیا ہے اور اسے برقرار رکھا ہے۔ نیز علامہ الابیاری نے ”الفوائد الجنویۃ“ میں اسے نقل کیا ہے۔

## نبی ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورۃ التوبہ کی ابتدائی آیات کے

### ساتھ روانہ کرنا تاکہ وہ حج کے دوران انہیں لوگوں کے سامنے پڑھیں

رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر روانہ فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو حج کرائیں، حضرت ابوبکر روانہ ہوئے بعد میں سورۃ التوبہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں نبی ﷺ اور مشرکوں کے درمیان نیز نبی ﷺ اور دیگر قبائل عرب کے مابین امور مخصوصہ میں موجود تمام عہد و پیمان ختم کر دیئے گئے۔ جب سورۃ التوبہ نازل ہوئی قوم کے تمام مخفی راز ظاہر ہو گئے اس لیے اس سورۃ کو ”المبشرۃ“ کا نام دیا گیا (یعنی مخفی چیز کو ظاہر کرنے والی)۔ حضور ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اس سورت کا کچھ حصہ دے کر روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: یہ فیصلہ لے کر جاؤ اور قربانی کے دن جب منیٰ میں لوگ جمع ہوں اس کا اعلان کرو کہ کافر جنت میں نہیں جائے گا، اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا۔ اور جس کا رسول اللہ ﷺ سے عہد ہے وہ مقررہ مدت تک برقرار رہے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی عضباء اونٹنی پر روانہ ہوئے جب راستے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملے تو انہوں نے پوچھا: امیر ہو کر آئے ہو یا مامور؟ فرمایا: مامور، دونوں حضرات روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مناسک حج ادا کرائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قربانی کے دن رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق سورۃ التوبہ کی آیات پڑھ کر سنائیں اور لوگوں کو حضور ﷺ کے دیگر احکامات سے آگاہ کیا، لوگوں کو چار ماہ تک کی مہلت دی تاکہ ہر قوم اپنے علاقہ اور وطن تک واپس پہنچ جائے۔ اس کے بعد مشرکوں کے لیے عہد اور ذمہ داری نہ رہے گی، البتہ جن لوگوں کا خصوصی عہد و پیمان ہے وہ اپنی مقررہ مدت تک برقرار ہوگا، اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا نہ ہی کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا اور یہ کہ بیت اللہ کے کسی زائر کو نہیں روکا جائے گا اور حرمت والے مہینوں (رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم) میں کسی کو خوف زدہ نہیں کیا جائے گا۔

۱۰۶ صحیح حدیث الحمیدی: ۳۸۱، احمد ج ۱ ص ۸۷۱-۸۷۲، ابویعلیٰ: ۳۵۲، الدارمی ج ۲ ص ۶۸، ازہلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ البرأت کی آیات سنانے کے لیے حضرت علی کو اس لیے روانہ فرمایا کہ اس میں عہد و پیمان ختم کرنے کا بیان ہے، اہل عرب کے طریقہ کے مطابق آپ نے اپنے گھر کے ایک فرد چچا زاد بھائی کو اس کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا تا کہ کسی کو اعتراض کرنے کا موقع نہ ملے۔ یہ نفیس توجیہ ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں جاحظ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کے ارشاد گرامی: ”اسے میرے اہل بیت کا ایک فرد ہی مجھ سے پہنچائے گا“۔<sup>۱۰۷</sup> سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی، آپ نے اہل عرب کے دستور کے مطابق عمل فرمایا کیونکہ ان میں جب کسی قوم کا سردار کسی سے عہد و پیمان باندھتا یا ختم کرتا تو وہ خود یا اس کے گھر کا کوئی فرد بھائی یا چچا وغیرہ اس کا اعلان کرتا تھا، اس حج میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام اور خطیب تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ذمہ داری نبھانے والے امانت دار تھے۔ مزید تفصیل منادی کے عنوان کے تحت آرہی ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تراویح کے امام

”الموطا“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی کچھ لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر دوسری رات اس سے زیادہ لوگ آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے، تیسری یا چوتھی رات لوگوں کا مجمع ہو گیا آپ مسجد میں تشریف نہ لائے، صبح کو آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے تمہاری طرف اس اندیشہ نے نکلنے سے روکا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔<sup>۱۰۸</sup> یہ رمضان کا مہینہ تھا۔

”الموطا“ ہی کی روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف آئے لوگوں کو دیکھا الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں کہیں ایک آدمی الگ نماز پڑھ رہا ہے، دوسری طرف کسی کے پیچھے لوگوں کی ایک جماعت نماز میں مصروف ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے اگر میں ان کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو یہ زیادہ بہتر ہے، پھر آپ نے حضرت ابی بن کعب کو ان کا امام بنادیا، لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا: یہ اچھی بدعت ہے۔<sup>۱۰۹</sup>

۱۰۷۔ حسن حدیث احمد ج ۳ ص ۲۱۲-۲۸۳ ترمذی: ۳۰۸۹، ابویعلیٰ: ۳۰۹۵، از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ السیوطی: ”الدر المنثور“ ج ۳ ص ۲۰۹۔ حافظ سیوطی نے ابن ابی شیبہ، ابوالشیخ اور ابن مردہ سے اسے منسوب کیا ہے۔  
۱۰۸۔ صحیح حدیث الموطا ج ۱ ص ۱۱۳ البخاری: ۱۱۲۹، مسلم: ۷۶۱ (۱۷۷)، ابوداؤد: ۱۳۷۳، نسائی ج ۳ ص ۲۰۲، ابن حبان: ۲۵۴۲، سنن  
”سنن“ ج ۲ ص ۳۹۲-۳۹۳ بغوی: ۹۸۹، از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

۱۰۹۔ مالک ج ۱ ص ۱۱۳ البخاری: ۲۰۱۰، از عبد الرحمن بن عبد القاری، علامہ ابن الاثیر نے جامع الاصول ج ۶ ص ۱۲۲-۱۲۳ میں کہا ہے: سنت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا یہ اچھی بدعت ہے، اس سے نماز تراویح کی تعریف و توصیف مراد ہے، کیونکہ یہ افعال خیر سے ہے، اس کی جماعت مندوب ہے۔ اگرچہ باجماعت تراویح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نہ تھی لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے پڑھانے اور امت پر شفقت کرتے ہوئے اسے ترک کر دیا تھا کہ کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ اسے لیے اس کو معمول اور سنت بنادیا۔

علامہ کتابی فرماتے ہیں: ”الاصابہ“ میں زید بن قنفذ بن زید بن جدعان التیمی کے تذکرہ میں حافظ ابن حجر کا یہ قول مذکور ہے کہ مجھے ان کے متعلق ایسی خبر ملی ہے جو ان کے صحابی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج سے مروی ہے انہوں نے کہا: مجھے یہ بتایا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں زید بن قنفذ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تراویح کی جماعت کرائی، ورنہ کوئی تنہا نماز پڑھتا اور کوئی طواف کرتا تھا۔ ابو عمر نے ”التمہید“ میں ذکر کیا ہے سب سے پہلے ۱۴ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رمضان المبارک میں ایک امام کے پیچھے جمع کیا۔

طبقات ابن سعد میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رمضان میں لوگوں کو نماز کے لیے جمع فرمایا، آپ نے ایک امام مردوں کے لیے اور ایک امام عورتوں کے لیے مقرر فرمایا جو ان کو مردوں سے الگ نماز پڑھاتا تھا۔

### نبی ﷺ کے مؤذن

صحیح مسلم میں ہے: رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما۔ قاضی عیاض نے کہا: اس کا مطلب ہے ایک وقت میں دو مؤذن تھے ورنہ حضور ﷺ کے ان کے علاوہ بھی مؤذن تھے۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کے مقرر کردہ مؤذن تھے۔ حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ مسجد قبا میں اذان کہی۔ البتہ حضرت بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما مسجد نبوی کے مؤذن تھے۔

”مختصر ابن یونس الفقہی“ میں ”المدونہ“ پر ابوالحسن کے حوالے سے ابن حبیب کا یہ قول مذکور ہے کہ چار حضرات نے نبی ﷺ کے لیے اذان کہی ہے، حضرت بلال، حضرت ابو محذورہ، حضرت ابن ام مکتوم اور حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہم۔

”السیرۃ الحللیہ“ میں ہے حضرت زیاد بن حارث الصدائی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے سامنے اذان کہی اور ایک مرتبہ عبدالعزیز بن الاصم رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے سامنے اذان کہی ہے۔

علامہ کتابی کہتے ہیں: عبدالعزیز بن الاصم کو اگرچہ متاخرین کی ایک جماعت نے حضور ﷺ کے مؤذنین میں شمار کیا ہے لیکن یہ روایت محل نظر ہے۔ اس کی اصل ”مسند الحارث بن ابی اسامہ“ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے کہ نبی ﷺ کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور عبدالعزیز بن الاصم رضی اللہ عنہما۔

۱۱۰ ۱۱ اصابہ: ۲۹۲

۱۱۱ ۱۱ اصابہ: ۲۹۲ تذکرہ زید بن قنفذ بن جدعان التیمی رضی اللہ عنہ

۱۱۲ صحیح مسلم ۳۸۰ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

۱۱۳ ضعیف حدیث مسند حارث بن ابی اسامہ از ابن عمر رضی اللہ عنہما اس میں موسیٰ بن عبید ضعیف راوی ہے۔ ۱۱ اصابہ میں حافظ ابن حجر

نے اس روایت کو نہایت غریب کہا ہے۔

”الاصابہ“ میں اس روایت کو ”غریب جداً“ کہا ہے اس میں موسیٰ بن عبید ضعیف راوی ہے بعد میں مجھے اس کی علت معلوم ہوئی کہ بعینہ ایسی روایت ابو قرہ موسیٰ بن طارق سے منقول ہے اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات میں اذان کہتے تھے وہ سوتے کو جگاتے تھے اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ صبح صادق کا انتظار کرتے تھے اور اس میں خطا نہیں کرتے تھے۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبد العزیز حضرت ابن ام مکتوم کا نام ہے ان کا مشہور نام عمرو ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا پورا نام اس طرح ہے: عبد اللہ بن قیس بن زائدہ بن الاصم۔ اصم آپ کے والد کے دادا ہیں اس روایت میں آپ کو ان کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔

”شرح النموذج اللیب“ میں علامہ شمس محمد الروضی المصری المالکی نے لکھا ہے کہ اصحاب سنن نے حضور ﷺ کے مؤذنوں کی تعداد چار روایت کی ہے۔ ”نور النبراس“ میں بھی چار بتایا ہے۔ پھر ان میں دو کا اضافہ کر کے مؤذنوں کی تعداد چھ بیان کی۔ چار حضرت بلال، حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم، سعد القرظ اور ابو محذورہ اوس رضی اللہ عنہم ہیں۔ دو میں حضرت زیاد بن حارث الصدائی رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں ایک مرتبہ فجر کی اذان کہی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: صدائی بھائی نے اذان کہی ہے اور جس نے اذان کہی ہے وہی اقامت کہے<sup>۱۱۴</sup> اور چھٹے مؤذن حضرت عبد العزیز بن الاصم ہیں انہوں نے ایک بار اذان کہی۔

بعض علماء نے کہا: نبی ﷺ کے عہد مبارک میں دو مؤذن تھے حضرت بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں چار مؤذن مقرر کیے۔ بعد میں ان میں اضافہ ہوا۔ مروی ہے جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا حضرت بلال نے اذان کہنا چھوڑ دی اور شام کی طرف چلے گئے اور آپ کے بعد کسی کے لیے اذان نہ کہی۔

ایک اور روایت میں ہے: حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہر سال حضور ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ آتے تھے کیونکہ ایک مرتبہ خواب میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: اے بلال! تو نے ہم پر جفا کی تو ہماری زیارت کو کیوں نہیں آتا؟

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام کی طرف چلے گئے مسجد قبا کے مؤذن حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ کو لایا کیا وہ مسجد نبوی میں اذان کہا کرتے تھے۔ مزید تفصیل کے لیے شرح النموذج اللیب دیکھیں۔

### فائدہ

امام ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے قاسم بن عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی اذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہی ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ زیادہ

۱۱۴۔ ضعیف حدیث احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۶۹ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰ ترمذی ج ۱ ص ۱۹۹ ابونعیم ج ۱ ص ۲۶۵-۲۶۶ ابن عساکر ج ۹ ص ۴۶۶۔

۲۶۷۔ طبرانی اللبیہ ج ۵ ص ۲۸۵ بیہقی ج ۱ ص ۳۸۰-۳۸۱ از زیاد بن حارث الصدائی رضی اللہ عنہ۔

بیہقی نے ”المع“ ج ۵ ص ۲۰۴ میں کہا ہے اس میں عبد الرحمن بن زیاد بن اعم ضعیف راوی ہے۔ (سلسلہ ۱۱۱ حدیث الضعیفہ: ۳۵)

اس حدیث کو اختصار کے ساتھ عبد الرزاق نے ۱۸۳۳ پر اور طبرانی نے ۵۲۷ پر زیاد بن حارث الصدائی سے روایت کیا ہے اس کی سند میں بھی عبد الرحمن بن زیاد افریقی ضعیف راوی ہے۔



ہے کہ سب سے پہلے اقامت حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہی۔ (خبر البشر باذان خیر البشر)  
 "خطط المقریزی" میں الواقدی کا قول ہے: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے بعد رسول اللہ ﷺ  
 کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہتے: السلام علیک یا رسول اللہ! بسا اوقات یہ کہتے: السلام علیک یا  
 انت و امی یا رسول اللہ! حی علی الصلوۃ! حی علی الفلاح! السلام علیک یا رسول اللہ۔  
 علامہ البانی نے کہا: الواقدی کے غیر نے کہا ہے: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے تھے: السلام علیک یا  
 رسول اللہ ورحمة اللہ وبرکاتہ! حی علی الصلوۃ! حی علی الفلاح! الصلوۃ یا رسول اللہ۔  
 جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خیفہ بنے حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر  
 کہتے: السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ ورحمة اللہ وبرکاتہ! حی علی الصلوۃ! حی علی  
 الفلاح! الصلوۃ یا خلیفۃ رسول اللہ۔

علامہ ستانی کہتے ہیں: میں حضور ﷺ کا ساتواں مؤذن تلاش کرنے میں کامیاب ہوا اور وہ حضرت ثوبان  
 رضی اللہ عنہ ہیں مصنف عبدالرزاق میں نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبان سے مروی ہے میں ایک مرتبہ نبی ﷺ  
 کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اذان کہہ چکا ہوں آپ نے فرمایا اس وقت تک اذان نہ ہو  
 جب تک کہ صبح ہو پھر میں نے آپ کے پاس آکر اذان کہنے کا کہا۔ آپ نے فرمایا: جب فجر کو نہ دیکھو اذان نہ  
 کہو میں تیسری بار آپ کی خدمت میں آیا عرض کی: میں نے اذان کہی ہے آپ نے فرمایا اس وقت تک اذان نہ  
 کہو جب فجر کو اس طرح نہ دیکھو آپ نے اپنے ہاتھوں کو جمع فرما کر پھیلا دیا (کنہ العمال) اس طرح حضرت ثوبان  
 حضور ﷺ کے ساتویں مؤذن ہوئے۔

"خطط المقریزی" میں مجھے آٹھویں مؤذن کا تذکرہ ملا ہے اس کے جزء رابع ص ۳۳ مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ  
 میں ہے: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے منبر کے پاس اذان دیتے تھے۔ میں نے  
 کسی یہ ت نکا اور مؤرخ کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے حضرت عثمان اور ثوبان رضی اللہ عنہما کا مؤذنوں میں ذکر کیا  
 ہو۔ زیادہ تر ائمہ نے صرف چار مؤذنوں کا ذکر کیا ہے۔ متاخرین میں سے بعض نے پانچ کا ذکر کیا ہے متاخرین میں  
 یہی مشہور ہے۔ لیکن سات یا آٹھ مؤذنوں کا ذکر صرف ہم نے کیا ہے۔ والحمد للہ

الہرماوی نے حضرت عبدالعزیز بن الاصم کے علاوہ پانچ مؤذنوں کا ذکر اپنے ان اشعار میں کیا ہے۔  
 خیر الوری ﷺ کے لیے پانچ روشن چہرے والوں نے اذان دی ہے بلند آواز بلال ابتدائی معاون۔  
 ام مکتوم کا بیٹا عمر و اور قرظ کے ساتھ سعد کو یاد کرو جب ان کا ذکر کرو۔

مکہ مکرمہ میں ابو مخذور و اوس اور صداء کا فرزند زیاد بن الحارث۔ (حاشیہ الرحونی علی الترغاتی)

شیخ التاؤدی ابن سودہ نے بھی ان اسماء کو نظم کیا ہے:

عمر و بلال ابو مخذور و سعد زیاد پانچ مذکور سب افراد نے

۱۵۱ اس روایت کا اسناد شداہ۔ مولی میاض کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امیر ابن ج ۲ ص ۲۶۶ مصنف عبدالرزاق ۱۸۸۷  
 از ثوبان رضی اللہ عنہ۔

نبی مصطفیٰ ﷺ کے لیے اذان دی اور شرف و رتبہ حاصل کیا۔

انتباہ

غزوہ حنین سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اذان کہنے کا حکم فرمایا، ہمیشہ وہی اذان کہتے رہے۔ ”تہذیب النووی“ میں ان کے تذکرہ میں ہے: مکہ مکرمہ میں اذان کا سلسلہ امام شافعی کے دور تک نسل در نسل حضرت ابو محمد ورہ کے خاندان میں ہی رہا۔

## وقت کی نگہداشت پر مامور افراد

”الموطا“ میں ہے: نبی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وقت کا خیال رکھنے کا حکم دیا۔ امام ابن شہاب حضرت سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب خیبر سے واپس روانہ ہوئے سفر جاری رکھا، یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ ہوا آپ نے پڑاؤ کیا اور بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہمارے لیے صبح کا خیال رکھنا (صبح کے وقت ہمیں جگا دینا) رسول اللہ ﷺ سو گئے جتنا مقدر میں تھا بلال رضی اللہ عنہ بیدار رہے پھر وہ سو گئے۔<sup>۱۱۶</sup>

ابوداؤد اور طبرانی کے ہاں حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دوسرا واقعہ مذکور ہے۔<sup>۱۱۷</sup> اس حدیث میں ہے: فجر کے وقت کی نگرانی کرنے والے ذو مخبر تھے ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے فجر کے وقت کی نگہداشت کی تھی۔<sup>۱۱۸</sup> ان روایات سے معلوم ہوتا ہے یہ واقعہ متعدد مرتبہ ہوا۔<sup>۱۱۹</sup>

## جامع مسجد کے مؤذن کی اقتداء میں دوسری مساجد میں نماز

”الروض الانف“ میں ہے: رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے علاوہ مدینہ طیبہ میں نو مساجد تھیں ان مساجد کے نمازی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر نماز ادا کرتے تھے۔ امام ابوداؤد نے ”مرا سیل“ میں اور دارقطنی<sup>۱۱۶</sup> مؤطا مالک ج ۱ ص ۱۳-۱۴ مسند الشافعی ج ۱ ص ۵۳-۵۴ الرسالۃ للشافعی: ۸۸۶ م ج ۱ ص ۱۳۰-۱۳۱ بغوی ”شرح السنۃ“: ۴۳۷ از زہری از سعید بن المسیب ’مرسل روایت۔ مسلم: ۶۸۰ ابوداؤد: ۴۳۵-۴۳۶ ترمذی: ۳۱۶۳ نسائی ج ۲ ص ۲۹۵-۲۹۶ ابن ماجہ: ۶۹۷ ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۵۳ ابن حبان: ۲۰۶۹ بیہقی ”سنن“ ج ۲ ص ۲۱۷ ”الداکیل“ ج ۳ ص ۲۷۲-۲۷۳ از زہری از ابن المسیب از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ موصول روایت۔

صحیح حدیث ابوداؤد: ۴۴۴ از عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ اس روایت میں ذو مخبر کے نگرانی کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ ابوداؤد: ۴۴۵ از ذو مخبر حبشی رضی اللہ عنہ اس روایت میں بھی ان کے رات کے وقت کی نگرانی کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

۱۱۸ مجتہ ابن حبان کی ”الاحسان“ میں یہ روایت نہیں ملی اسے ابوداؤد: ۴۴۷ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم حدیبیہ کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے اس روایت میں ہے: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نگرانی کے لیے خود کو پیش کیا تھا۔ الخ

۱۱۹ یہ مصنف کا وہم ہے کیونکہ یہ متعدد واقعات نہیں ایک واقعہ ہے جیسا کہ احادیث کی تخریج سے ظاہر ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم

نے "سنن" میں حضرت بکیر بن عبداللہ بن الاثم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔<sup>۱۲۰</sup>

"نور النبراس" میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد کہا: میں نے المزنی کی "اطراف" میں دیکھا انہوں نے "المراسل" میں از محمد بن سلمہ المرادی از ابن وہب از ابن لہیعہ روایت کیا ہے کہ بکیر بن الاثم نے انہیں یہ حدیث بیان کی۔

مسجد نبوی شریف سے قریب ترین مسجد بنو عمرو بن النجار کی مسجد تھی۔ دیگر مساجد کے نام یہ ہیں: مسجد بنو ساعدہ، مسجد بنو سلمہ، مسجد بنو رانج از بنو عبد الاشہل، مسجد بنو زریق، مسجد غفار، مسجد اسلم اور مسجد جہینہ۔ نویں مسجد میں صاحب نور النبراس نے شک کا اظہار کیا ہے حالانکہ نور النبراس کی عبارت کے مطابق دسویں مسجد کو مشکوک ہونا چاہیے تھا۔

### فائدہ

حافظ سیوطی نے "التوشیح" میں کہا: "تاریخ ابن عساکر" میں سند ضعیف کے ساتھ مروی ہے سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے رات دن کی بارہ ساعتیں مقرر فرمائی تھیں جب کہ وہ کشتی میں تھے۔<sup>۱۲۱</sup> "الاکلیل" میں ہے: آیت کریمہ:

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحْوًا آيَةً اللَّيْلَ  
وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ  
وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ وَكُلَّ شَيْءٍ فَضَّلْنَاهُ  
تَفْصِيلًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۲)

اور ہم نے رات اور دن (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنائیں پھر ہم نے رات کی نشانی منادی اور دن کی نشانی کو روشن بنا دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور جان لو برسوں کی گنتی اور (دوسرا) حساب اور ہم نے ہر چیز کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا۔

یہ آیت کریمہ علم الاوقات، علم جہت اور علم تاریخ کی اصل ہے۔

"الاکلیل" ہی میں ہے کہ آیت کریمہ:

وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ

اور اس کے لیے منزلیں مقرر کریں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جان لو۔ (یونس ۵)

علم توقیت، حساب چاند کی منازل اور تاریخ کی اصل ہے۔

ابوالشیخ نے ایسی سند کے ساتھ جس میں ایک مجہول راوی ہے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے یہ قول روایت کیا ہے کہ اذان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اذان سے لی گئی ارشاد فرمائی ہے:

دَاوِدُ فِي النَّاسِ بِالْحَقِّ (انج ۲)

اور (اے ابراہیم!) لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کر دیجئے۔

سورسول اللہ ﷺ نے اذان کہی۔<sup>۱۲۲</sup> ابوالشیخ زروق نے "حواشی الصحیح" میں کہا: یہ آیت کریمہ

۱۲۰۔ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اسے ابوداؤد نے مراسیل میں اور اقطانی نے سنن میں بکیر بن الاثم سے روایت لیا ہے۔

۱۲۱۔ ناقابل اعتماد ضعیف روایت۔

۱۲۲۔ تعجب ہے مصنف محدث ہونے کے باوجود ایسی مضموع ضعیف اور ناقابل اعتماد احادیث ذکر کرتے ہیں اس حدیث کو ابوالشیخ نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔

بھی اذان کے متعلق صحابہ کرام کے خوابوں کی تقویت کا باعث ہو سکتی ہے، اس طرح ان کی آراء کا اس مسئلہ پر یکساں ہونا بعید از قیاس نہیں ہے، اس میں کوئی منافات نہیں اور ہمارا یہ کہنا بھی درست ہے کہ اس معاملے میں وحی نازل ہوئی یا نہیں ہوئی، ممکن ہے وحی خوابوں کے بعد نازل ہوئی ہو، وحی نے ان کے خوابوں اور رائے کو مؤکد کر دیا ہو۔

تقی المقریزی کی ”خطط مصر“ میں ہے ابو عمرو الکندی نے مصر کی جامع عمرو بن العاص کے مؤذنوں کے نگرانوں کے ذکر میں کہا: سب سے پہلے صحابی رسول ﷺ اور حضرت عمر کے مؤذن حضرت ابو مسلم سالم بن عامر بن عبد المرادی رضی اللہ عنہ مؤذنوں کے نگران مقرر ہوئے، پھر ان کے بھائی صحابی رسول شریل بن عامر رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری سنبھالی۔ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مؤذنوں کا وظیفہ مقرر فرمایا۔

## مؤذن کس چیز پر کھڑے ہو کر اذان کہتے تھے

”تشیف السامع“ کی کتاب الجمعۃ میں صحیح البخاری میں مروی راوی کے اس قول پر: پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور لوگوں کی کثرت ہو گئی انہوں نے زوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کیا، کہا کہ زوراء مینار کی طرح اونچی جگہ تھی۔

ابن الخاس کی ”النزهة الثمينة فی اخبار المدينة“ میں ہے: ابن اسحاق نے روایت کیا ہے بنو نجار کی ایک خاتون نے کہا: مسجد نبوی کے مقابل گھروں میں میرا گھر سب گھروں سے بلند تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہر صبح فجر کی اذان اسی پردیتے تھے۔ وہ صبح سویرے آتے گھر پر بیٹھ کر فجر کا انتظار کرتے، جب دیکھتے فجر کی روشنی پھیل گئی ہے، یہ کہتے: اے اللہ! میں تیری حمد کرتا ہوں اور قریش کے خلاف تیری مدد چاہتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں، پھر اذان کہتے تھے۔

سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے: حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کے قبلہ کی جانب ستون پر اذان کہتے تھے۔ اس میں رسیوں کی سیڑھی تھی (یا کجاوے تھے) جس کی مدد سے وہ اوپر چڑھتے، یہ جگہ مسجد سے باہر تھی۔ یہ جگہ اب تک حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی مسجد میں موجود ہے۔

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر نے فرمایا: حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد سے متصل حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے گھر میں منارے پر اذان کہتے تھے۔ بلال اس میں موجود کجاووں (یا رسی کی سیڑھی) کی مدد سے اس پر چڑھتے تھے۔ یہ جگہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے باہر تھی اور آج تک باہر ہے۔

”النزهة“ کے علاوہ دوسری کتب میں ہے: نبی ﷺ کے زمانہ میں مینار نہیں تھے، مینار صحابہ کرام کی سنت ہے۔ آپ کے عہد مبارک میں مؤذن امام کے سامنے نہیں مسجد کے دروازے کے پاس اذان کہتے تھے۔ یہ طریقہ ہشام نے شروع کیا، امام کے سامنے اذان کہنا مکروہ ہے یہ ہشام کی بدعتوں میں سے ہے۔ کیونکہ نقل کے مطابق مؤذن مسجد کے باہر بلند جگہ پر ہوتا تھا۔

سید السمهودی کی ”الوفاء“ میں اسی طرح مذکور ہے پھر فرماتے ہیں: روایات کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ولید نے مسجد میں اذان کے لیے مینار بنوایا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود مینار پر اذان کہنے کی روایت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے راوی نے ستون کو مینار کہنے میں توسع سے کام لیا ہے (ستون کو مینار کہہ دیا ہے) جب کہ راوی کی کتب جل گئی تھیں اور وہ اپنے حافظے سے احادیث روایت کرتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اذان کے لیے مینار نہیں بنوایا ورنہ روایات میں منقول ہوتا۔

احناف کی مشہور کتاب ”البحر الرائق“ (شرح کنز الدقائق) میں ہے: حضور ﷺ کے عہد مبارک میں مذنہ (اذان کہنے کا مینار) نہیں تھا۔ علامہ ابن عابدین نے ”رد المحتار“ میں یہ قول نقل کرنے کے بعد کہا: سیوطی کی ”الاوائل“ کے حوالہ سے اسماعیل کی شرح میں ہے: اذان کے مینار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے بنائے گئے اس سے پہلے نہیں تھے۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: اس کے ساتھ ”المواہب“ پر زرقانی کی عبارت بھی ملاحظہ کریں انہوں نے ”التوضیح“ سے شیخ خلیل کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ: اس بارے میں روایات میں اختلاف ہے کہ اذان نبی ﷺ کے سامنے کہی جاتی تھی یا مینار پر؟ ہمارے اصحاب نے کہا: مینار پر۔ اسے عبد الرحمن بن قاسم نے ”المجموعہ“ میں نقل کیا ہے۔ ”المرفقاہ“ میں از ابن القاسم از امام مالک مروی ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اذان منارہ پر ہوتی تھی۔

علامہ ابو عبد اللہ بن الحاج کی ”المدخل“ میں ہے: جمعہ کی اذان میں سنت یہ ہے کہ جب امام منبر پر چڑھے مؤذن منارے پر ہو رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اسی طرح تھا۔ ”المدخل“ ہی میں ہے: منارہ سلف کے نزدیک مسجد کی چھت پر بنایا جاتا تھا۔

”الدرر المرصعة فی صلحاء درعة“ میں ”انارة البصائر فی مناسب الشیخ ابن ناصر“ و حزبہ الہدایۃ الاکابر“ سے منقول ہے کہ شیخ سیدی محمد بن ناصر جمعہ کے دن ایک مؤذن اور اقامت کے علاوہ ایک اذان پر اقتصار کرتے تھے تاکہ حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کا شرف حاصل ہو کیونکہ مشہور روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور خلافت کے ابتدائی سالوں تک یہی معمول تھا۔ صحیح اور معتمد قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے دور اقدس میں ایک مؤذن ہوتا تھا۔

(فتح الباری، الآبی)

”المدخل“ میں ابن الحاج کا یہ قول قابل توجہ نہیں کہ تین مؤذن ہوتے تھے جو یکے بعد دیگرے اذان کہتے تھے۔ ”عون المعبود علی سنن ابی داؤد“ میں اس قول کے بعد مذکور ہے: مجھے اس پر صریح نقل نہیں ملی کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد ہمایوں میں تین مؤذن تھے جو سب جمعہ کے دن یکے بعد دیگرے اذان کہتے تھے۔ بلکہ عنقریب مذکور ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کے صرف ایک مؤذن حضرت بلال تھے۔

## حضور ﷺ کے لیے چٹائی اٹھانے والوں کا بیان

”خمرہ“ چھوٹی چٹائی ہوتی ہے اسے کھجور کے پتوں سے تیار کیا جاتا ہے یہ جائے نماز سے چھوٹی ہوتی ہے دونوں ہاتھ اور چہرہ رکھنے کی جگہ کے برابر ہوتی ہے علامہ خطابی کی ”المعالم“ میں ہے: خمرہ چٹائی ہے جس پر نمازی سجدہ کرتا ہے۔ امام بخاری نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: نبی ﷺ خمرہ پر نماز پڑھتے تھے۔<sup>۱۲۳</sup>

امام مسلم کی روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: مجھے مسجد سے خمرہ لانا۔<sup>۱۲۴</sup>

نسائی نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ایک کی گود میں سر رکھے تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے حالانکہ وہ حائضہ ہوتیں۔ اور ہم میں سے ایک آپ کے لیے مسجد میں خمرہ (جائے نماز) بچھاتی حالانکہ وہ حائضہ ہوتی۔<sup>۱۲۵</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: میرے شیخ میرے والد ماجد نے خمرہ اور چٹائی پر نبی ﷺ کے نماز پڑھنے کے موضوع پر کتاب لکھی ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

## رسول اللہ ﷺ کے سامنے عنزہ لے کر چلنے والے

صحیح البخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ صبح عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے آپ کے سامنے عنزہ اٹھایا جاتا اور آپ (اسے سترہ بنا کر) اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔<sup>۱۲۶</sup> عنزہ اونٹنی ہوتی ہے اس کی لمبائی نیزے کی آدھی یا اس سے قدرے زائد ہوتی ہے اور نیزے کی طرح اس کا پھل ہوتا ہے۔

صحیح البخاری کی کتاب الوضوء کے ”باب من حمل العنزۃ مع الماء الاستنجاء“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: نبی ﷺ بیت الخلا میں جاتے تو میں اور ایک لڑکا وضو کے پانی کا برتن اور عنزہ لے کر چلتے تھے۔<sup>۱۲۷</sup>

”الفوائد“ میں ابن بادیس نے کہا: عنزہ ڈنڈے سے بڑا اور نیزے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس میں نیزے کی

<sup>۱۲۳</sup> صحیح حدیث البخاری ج ۹ ص ۳۸۱ از میمونہ رضی اللہ عنہا۔

<sup>۱۲۴</sup> صحیح حدیث مسلم ج ۱ ص ۲۶۱ از میمونہ رضی اللہ عنہا ج ۱ ص ۱۹۲ عبد الرزاق ج ۱ ص ۱۲۵۸ احمد ج ۶ ص ۷۳ ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۱۳ ابن

ماجن ج ۱ ص ۱۲۵۷ ترمذی ج ۲ ص ۴۰۹ بغوی ج ۱ ص ۳۲۰ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

<sup>۱۲۵</sup> صحیح حدیث نسائی ج ۱ ص ۱۴۷ از میمونہ رضی اللہ عنہا۔

<sup>۱۲۶</sup> صحیح حدیث البخاری ج ۳ ص ۹۷۳ نسائی ج ۳ ص ۱۸۳ ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۳۰۴ ابن جریر ج ۱ ص ۴۰۳

<sup>۱۲۷</sup> صحیح حدیث البخاری ج ۱ ص ۱۵۲ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

طرح لوہے کا پھل لگا ہوتا ہے۔ ”المشکاة“ میں ہے: عنزہ ایک ذراع کے برابر خم دار عصا ہوتا تھا نبی ﷺ اسے ہاتھ میں لے کر چلتے تھے۔ عیدین میں خادم اسے آپ کے آگے آگے لے کر چلتا اور اسے بطور سترہ آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا اور آپ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ مروی ہے کہ آپ کا یہ عنزہ مامون الرشید کے عہد تک مدینہ طیبہ میں موجود تھا۔ ”عیون المعارف“ میں ہے: آپ کے پاس ایک اور عنزہ بھی تھا جسے آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے لیا تھا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ عنزہ نجاشی شاہ حبشہ سے ملا تھا۔

”التوشیح“ میں حافظ سیوطی فائدہ کے زیر عنوان کہتے ہیں: عمر بن شہب نے ”اخبار المدینہ“ میں سعد القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نجاشی نے حضور ﷺ کو حربہ (چھوٹا نیزہ برقی) بطور ہدیہ بھیجا تھا آپ نے اسے اپنے پاس رکھا یہی حربہ امام کے ساتھ عید کے دن عید گاہ تک جاتا تھا۔<sup>۱۲۸</sup>

حافظ سیوطی نے بطریق لیث نقل کیا ہے کہ انہیں یہ خبر ملی ہے: وہ عنزہ جو آپ کے سامنے رہتا تھا ایک مشرک کا تھا جسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے احد کے دن قتل کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر سے یہ عنزہ لے لیا عید گاہ میں یہی عنزہ نماز میں آپ کے سامنے گاڑا جاتا تھا۔<sup>۱۲۹</sup>

ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کہا گیا ہے: پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا عنزہ بعد ازاں نجاشی کا حربہ استعمال ہوتا تھا۔

”سیرۃ ابن فارس“ میں ہے: حضور ﷺ کے پاس نجح (خم دار ڈنڈا) اور مختصرہ (کوزا) تھا جسے عربوں کہا جاتا تھا ایک اور ڈنڈی مشوق نامی تھی۔

شارح کہتے ہیں: نجح خم دار ڈنڈا ہوتا ہے۔ ایک قول کے مطابق نجح عنزہ سے چھوٹا ایک ہاتھ کے برابر یا اس سے بڑا ہوتا ہے اس کا ایک کنارہ مڑا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ اسے ہاتھ میں لے کر چلتے تھے اور سواری کے وقت اسے اپنے سامنے اونٹ کے پالان پر لٹکا دیتے تھے۔

مختصرہ کوزے جیسا ہوتا ہے انسان اپنے ہاتھ میں از قسم عصا ڈنڈی وغیرہ جو چیز رکھتا ہے اسے مختصرہ کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مختصرہ لکڑی کی لائمی ہے جسے عرب اور معزز لوگ اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اس سے چلنے میں مدد لیتے ہیں اور پیٹھ پر جہاں ہاتھ نہیں پہنچتا اس سے کھجاتے ہیں۔

عربوں (کھجور کے خوشوں والی نہی) خوشے کا پھل کاٹ کر اسے تیار کیا کیا تھا یہ بغداد میں خلفاء بنو عباس کے پاس رہی۔ (الغنائم)<sup>۱۳۰</sup>

طبقات ابن سعد میں ہے: عید اور نماز استسقاء کے دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ عنزہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے آگے چلتے تھے۔

۱۲۸ ضعیف حدیث اسے عمر بن شہب (۴۰۳) نے حضرت سعد القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کے اسناد میں مہد العزیز بن عمران ضعیف راوی ہے۔

۱۲۹ ضعیف حدیث اسے عمر بن شہب نے ”تاریخ المدینہ“ ۴۰۶ میں روایت کیا ہے۔

۱۳۰ تاریخ المدینہ المنورۃ ج ۱ ص ۸۹-۹۲ تالیف امام عمر بن شہب۔



## حضور ﷺ کے گھر تشریف لے جاتے وقت

### آپ کے آگے عصا اٹھا کر چلنے والے

قبل ازیں المقری کی ”فتح المتعال“ کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے کہ حضور ﷺ جب کھڑے ہوتے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کو جوتے پہناتے پھر عصا اٹھا کر آپ کے آگے آگے چلتے یہاں تک کہ آپ اپنے حجرہ مبارک میں داخل ہوتے۔ دیکھئے ”جواهر البحار“ ص ۳۶ بحوالہ ”بلوغ الآمال فی مدح النعال“ اور حافظ سیوطی کا رسالہ ”الانباء بان العصا من سنن الانبياء“۔

”البيان والتبيين“<sup>۳۱</sup> میں ہے: حضور ﷺ کے پاس مختصرہ قضیب اور عنزہ تھے جو عرب سرداروں کی عادت اور رواج کے مطابق آپ کے خدام آپ کے آگے اٹھا کر چلتے تھے۔

”الرسالة العلمية“ مؤلفہ ابو عثمان النخعی میں ہے: آپ کے آگے آگے اشارہ اور قضیب اٹھائے جاتے تھے اشارہ عصا سے تکی کوزے جیسی لائھی ہوتی۔ البتہ یہ قضیب سے موٹی ہوتی ہے۔ اس کی لمبائی چار بالشت یا اس کے لگ بھگ ہوتی ہے فقراء صوفیہ اسے اٹھا کر چلتے ہیں کبھی ان کے ہاتھ میں تیر ہوتا ہے اس میں اصل نماز میں سترہ کا کام لینا ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس مختصرہ قضیب عصیہ اور عنزہ تھے۔ اہل عرب اس طرح کی لائھیاں اپنے ہاتھوں میں رکھتے خطیب بوقت خطبہ اسے ہاتھ میں رکھتا اور اپنی مجالس میں انہیں ساتھ رکھتے تھے۔ مختصر یہ ہے کہ قضیب وہ لائھی ہے جو خطیب یا بادشاہ بوقت خطاب اپنے پاس رکھتا ہے۔

### فائدہ

”جمع الجوامع“ میں بیہقی اور ابن عساکر کے حوالہ سے از محمد بن سیرین از انس بن مالک رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک عصا تھا آپ کا وصال ہوا تو میں (انس) نے اسے آپ کے پہلو اور قمیص کے درمیان دفن کر دیا۔ (کنز العمال جز ۷، ص ۱۰)

### مسجد نبوی میں روشنی کرنے والے

”الاستیعاب“ میں ہے: حضرت تمیم الداری کے آزاد کردہ غلام سراج تمیم کے پانچ لڑکوں کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے لیے زیتون کے تیل کی قندیل جلانی اس سے پہلے مسجد میں کھجور کی شاخیں جلا کر روشنی کرتے تھے۔ زیتون کے تیل کی قندیل روشن دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ہماری مسجد کو کس نے روشن کیا ہے؟ حضرت تمیم نے عرض کیا: میرے اس غلام نے فرمایا: اس کا کیا نام ہے؟ عرض کیا: فتح نبی ﷺ نے

۳۱۔ جامع ترمذی تصنیف۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

فرمایا: بلکہ اس کا نام ”سراج“ (چراغ) ہے۔ سراج نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے میرا نام سراج رکھا۔<sup>۱۳۲</sup>  
 ”الاصابہ“ میں سراج کے تذکرہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں کھجور کی شاخوں سے روشنی کی جاتی تھی، ہم قندیلیں، تیل اور رسیاں لے کر آئے اور مسجد میں روشنی کی۔<sup>۱۳۳</sup>

”الاصابہ“ ہی میں حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کے غلام ابوالبراد کے تذکرہ میں یہی مذکور ہے اور یہ کہ غلام مستغفری نے ان کو صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ (اصابہ ۱۱۳)

”الاصابہ“ میں از محمد بن حسن بن قتیبہ از سعید بن فائد از والد خود از جد خود از ابو ہند مروی ہے ابو ہند نے کہا: حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ شام سے مدینہ طیبہ آئے تو اپنے ساتھ قندیلیں، تیل اور رسیاں لیتے آئے۔ ان کی آمد جمعہ کے دن ہوئی، انہوں نے اپنے غلام ابوالبراد کو حکم دیا کہ رسیاں باندھیں، قندیلیں لٹکائیں، ان میں تیل ڈالیں، فلیتے (بتیاں) ڈالیں، جونہی سورج غروب ہو قندیلیں روشن کر دیں، رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف تشریف لائے تو اسے روشن جگمگاتے دیکھا، دریافت فرمایا: یہ کس نے کیا؟ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! تمیم نے، آپ نے دعا دی: تو نے اسلام کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت میں منور و تاباں رکھے، اگر میری (ناکثدا) بیٹی ہوتی تو میں اسے تیرے نکاح میں دیتا۔ نوفل بن الحرث بن عبد المطلب نے عرض کی: یا رسول اللہ! میری بیٹی ام المصیرہ بنت نوفل ہے، آپ اس میں اپنا ارادہ پورا فرمائیں، سو حضور ﷺ نے اس کا وہیں تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا (اس کی سند ضعیف ہے)۔<sup>۱۳۴</sup>

ذہبی کی ”التجريد“ میں ہے: ابوالبراد حضرت تمیم الداری کا غلام ایک منکر حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔  
 ”سنن ابن ماجہ“ میں حضرت ابوسعید الخدري رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سب سے پہلے مساجد میں تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے روشنی کی۔<sup>۱۳۵</sup>

علامہ عیسیٰ بن اسماعیل الریثی نے بھی اپنی کتاب ”الجامع لما فی المصنفات الجوامع“ میں گزشتہ حدیث روایت کی ہے۔

”تحفة الاکابر“ میں ہے: اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا جاتا ہے کہ جب کفار کے ملک سے ایسی قنادیل اور چراغ آئیں جو ان کے گرجا گھروں (عبادت گاہوں) میں معلق رہی ہوں یا ان کی صلیبوں پر آویزاں رہی ہوں ان کو مسلمانوں کی مساجد میں لٹکانا جائز ہے۔ وجہ جواز یہ ہے کہ شریعت میں اہل کتاب کے برتنوں سے نفع حاصل کرنا مباح ہے۔ (مزید بحث تحفة الاکابر میں ملاحظہ فرمائیں)

۱۳۲ الاستیعاب علی حاشی ۱۱ ص ۲ ج ۲ ص ۱۳۲-۱۳۳

۱۳۳ خطیب ”المؤتلف“ اور ابن مندہ (الاصابہ: ۲۱۰۳)

۱۳۴ اسے المستغفری نے روایت کیا ہے۔ (الاصابہ: ۱۱۳) حافظ ابن حجر نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے۔

۱۳۵ ضعیف حدیث ابن ماجہ: ۶۰۷ از ابوسعید الخدري رضی اللہ عنہ۔ الزوائد میں اسے موقوف کہا ہے اس کے اسناد میں خالد بن ایاس ہے

جس کے ضعف پر اتفاق ہے۔ الالبانی نے اسے ”ضعیف سنن ابن ماجہ“: ۱۶۷ میں ذکر کر کے کہا ہے: یہ نہایت ضعیف روایت ہے۔

## حضور ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ میں شمعیں جلانا

سنن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے غزوہ تبوک کے دوران لشکر کے ایک جانب آگ کا شعلہ دیکھا، میں اسے دیکھنے کو گیا، میں نے دیکھا وہاں رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما موجود تھے۔

عبداللہ ذوالجہادین المزینی فوت ہو گئے تھے، صحابہ نے اس کی قبر کھودی تھی اور رسول اللہ ﷺ اس کی قبر میں اترے تھے۔<sup>۱۳۶</sup>

”جامع الترمذی“ میں ”باب الدفن باللیل“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی ﷺ رات کے وقت ایک قبر میں داخل ہوئے تو آپ کے لیے روشنی کی گئی۔ (الحديث) <sup>۱۳۷</sup>

حافظ سیوطی نے کہا: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ”آگ کا شعلہ“ سے شمع کی روشنی مراد ہے۔ گویا امام سیوطی نے اس کے سوال کا جواب دیا ہے جس نے کہا: کیا نبی ﷺ کے پاس شمع جلائی گئی؟ امام سیوطی نے اس موضوع پر ”مسامرة السموع فی ضوء الشموع“ کے نام سے رسالہ تحریر کیا ہے۔

(الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۱۲۱ السیرۃ الحلبیہ)

صحیح البخاری میں ”باب الصلاة علی الفراش“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: میں نبی ﷺ کے سامنے سو رہی ہوتی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ کی طرف ہوتے جب آپ سجدہ کرتے مجھے چھوتے، میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی، پھر جب آپ کھڑے ہوتے میں پیر پھیلا لیتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔<sup>۱۳۸</sup>

حافظ ابن حجر ”فتح الباری“ میں لکھتے ہیں: ام المؤمنین کا یہ قول کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے، گویا اس طرح سونے سے معذرت کا اظہار کرنا ہے۔ ابن بطال نے کہا: اس میں یہ خبر ہے کہ بعد ازاں چراغ جلائے جاتے تھے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۴۱۴)

”السیرۃ الشامیہ“ میں ہے: روایت میں آیا ہے جب تک کسی گھر میں روشنی نہ کی جاتی نبی ﷺ اندھیرے

<sup>۱۳۶</sup> جیسا کہ ۱۱ ص ۲۸۰ میں ہے اسے بغوی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، حافظ ابن حجر نے کہا ہے: اسے بغوی نے اسی طرح روایت کیا ہے اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس روایت میں انقطاع ہے۔ السیرۃ النبویہ میں بھی یہ روایت اسی طرح ہے۔ ابن مندہ نے اسے از طریق سعد بن الصلت از عمش از ابی وائل از عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ سومصنف کا اسے سنن کے حوالہ سے ذکر کرنا وہم پر مبنی ہے۔

<sup>۱۳۷</sup> حسن حدیث ترمذی: ۱۰۵۷ از ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

<sup>۱۳۸</sup> صحیح حدیث صحیح البخاری ۳۸۲-۵۱۳-۱۲۰۹، مسلم ۲۷۲ (۵۱۲)، مؤطا مالک ج ۱ ص ۱۱۷، احمد ج ۶ ص ۱۴۸-۲۲۵، ابوداؤد: ۷۱۳، نسائی ج ۱ ص ۱۰۲، عبد الرزاق: ۲۳۷۶، شافعی: السنن المأثورہ: ۱۲۶، ابن حبان: ۲۳۴۲، بیہقی ج ۲ ص ۲۹۳، بغوی: ۵۴۵، از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

گھر میں تشریف فرمانہ ہوتے۔

البرز اور ابو الحسن بن الضحاک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کسی تاریک گھر میں نہ بیٹھتے جب تک کہ اس میں آپ کے لیے چراغ نہ جلایا جاتا۔<sup>۱۳۹</sup> ابن سعد نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

جاءنا فی "البيان والتبيين" میں ہے: سب سے پہلے حیرہ میں بنو قضاہ کے آخری بادشاہ جذیمہ ۱۱۱ برس<sup>۱۴۰</sup> کے لیے شمع اٹھائی گئی۔

علامہ بخاری کی "شرح المنہج" میں ہے: البرزلی سے مسجد میں جھاڑ فانوس اور قندیلیں آویزاں کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا انہوں نے جواب دیا: مسجد میں چٹائیاں بچھانا اور چراغ جلانا مساجد کی رفعت شان کے قبیل سے ہے اور مساجد کو روشن کرنے میں اجر عظیم ہے۔

علامہ زکھری نے سورۃ التوبہ کی آیت "إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ" (البقرہ: ۱۸) کی تفسیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے مسجد میں چراغ جلایا جب تک مسجد میں روشنی رہتی ہے فرشتے اور حاملین عرش اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

علامہ زکھری نے مزید کہا: آیت کریمہ میں عمارۃ کا لفظ مسجد کی پرانی اشیاء کی تجدید اس کی صفائی اور چراغوں سے مساجد کو روشن کرنا سب کو شامل ہے مساجد کی تعظیم و تکریم اور اسے عبادت اور ذکر سے آباد رکھنا بھی اس میں داخل ہے۔

رمضان المبارک میں قمقموں اور روشنی کی فراوانی کو بعض مغربی علماء نے بدعت کہا ہے صحیح یہ ہے کہ یہ چیز مساجد کی رفعت شان سے تعلق رکھتی ہے۔ باقی بحث علامہ البرزلی کی "النوازل" اور "شرح المنہج" میں ضرور ملاحظہ کریں۔

## مسجد نبوی میں عود کی دھونی دینے والے

"سنن ابی داؤد" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں مساجد بنانے انہیں صاف ستھرا رکھنے اور خوشبو لگانے کا حکم فرمایا۔<sup>۱۴۱</sup> علامہ کتابی کہتے ہیں: یہ روایت مسند احمد ابن ماجہ صحیح ابن خزیمہ وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

۱۳۹ ضعیف حدیث اسے ہزار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے بیہوشی نے مجمع میں کہا ہے اس میں جابر بن یزید جعفری متروک راوی ہے۔ (المجمع ج ۸ ص ۶۰-۶۱)

۱۴۰ جذیمہ بن مالک بن فہم بن غنم التتونی القضاہی دور جاہلیت میں عراق میں دولت توحید کا تیسرا بادشاہ جو طویل العمر تھا اسے برص کی وجہ سے الوضاح اور الا برش کہا گیا ہے۔ تقریباً ۷۸ء میں فوت ہوا۔ (الاعلام ج ۲ ص ۱۴۴ جمہورۃ انساب العرب: ۳۷۹)

۱۴۱ صحیح حدیث ابوداؤد: ۳۵۵ ترمذی: ۵۹۳ ابن ماجہ: ۷۵۸-۷۵۹ احمد ج ۶ ص ۲۷۹ ابن خزیمہ: ۱۴۹۳ ابن حبان: ۱۶۳۳ بیہقی: ۳۹۹ بیہقی ج ۲ ص ۴۴۰ از عائشہ رضی اللہ عنہا بہ اسناد صحیح۔

علامہ ابن رشد کی کتاب ”الجامع من البیان والتحصیل“ میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی مساجد کو خوشبو کی دھونی دھو۔<sup>۱۴۲</sup>

”التمہید“ میں ہے: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھتے آپ کا غلام عبد اللہ الحمر مسجد میں خوشبو کی دھونی دیتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبد اللہ مذکور ان افراد میں سے تھا جو کعبہ کو دھونی دیتے تھے لیکن پہلا قول اصح ہے۔

”فتح الباری“ میں ”باب فضل الوضوء“ پر مذکور ہے: نعیم الحمر عبد اللہ المزنی کا بیٹا ہے باپ اور بیٹا دونوں کو الحمر (دھونی دینے والے) کہا جاتا ہے۔ کیونکہ دونوں مسجد نبوی شریف میں خوشبو کی دھونی دیتے تھے۔ بعض علماء کا خیال ہے: درحقیقت عبد اللہ ہی خوشبو کی دھونی دینے والے تھے بیٹے کو مجازاً الحمر کہا گیا ہے۔ لیکن یہ قول محل نظر ہے کیونکہ ابراہیم الحربی نے اس پر جزم کیا ہے کہ نعیم یہ کام کرتے تھے۔

### مسجد نبوی میں جھاڑو دینے والے اور کوڑا کرکٹ صاف کرنے والے

امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: ایک حبشی خاتون مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے نہ پایا تو اس کے متعلق دریافت فرمایا صحابہ کرام نے بتایا: وہ خاتون فوت ہو گئی آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہ کی؟ راوی کہتے ہیں: گویا کہ انہوں نے اسے معمولی سمجھا اس کی موت کی خبر دینے کو ضروری نہ سمجھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ صحابہ نے اس خاتون کی قبر دکھائی تو آپ نے اس پر نماز پڑھی۔<sup>۱۴۳</sup>

صحیح ابن خزیمہ میں یہ الفاظ ہیں کہ ایک خاتون مسجد سے کوڑا کرکٹ اور تنکے وغیرہ اٹھایا کرتی تھی۔<sup>۱۴۴</sup> ابن خزیمہ اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک حبشی خاتون مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی رات میں اس کا انتقال ہو گیا صبح کو رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر بتائی گئی تو آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی پھر آپ اپنے صحابہ کے ساتھ اس کی قبر پر تشریف لے گئے آپ نے تکبیر کہی لوگ آپ کے پیچھے تھے اور آپ نے اس کے لیے دعا کی پھر واپس تشریف لائے۔<sup>۱۴۵</sup>

<sup>۱۴۲</sup> مجھے یہ الفاظ نہیں ملے مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ملی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ہر جمعہ کو عود کی دھونی دیتے تھے۔ ”الجمع“ ج ۲ ص ۱۱ بروایت ابو یعلیٰ نیشمی نے کہا: اس میں عبد اللہ بن عمر العمری ہے اسے احمد وغیرہ نے ثقہ بتایا ہے اور اس کی روایت سے استدلال میں اختلاف ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ ضعیف ہے۔

<sup>۱۴۳</sup> صحیح حدیث: صحیح البخاری: ۳۵۸-۳۶۰-۳۳۷ مسلم: ۹۵۶ ابوداؤد: ۲۳۰۳ ابن ماجہ: ۱۵۲ طحاوی: ۷۷۲ احمد ج ۲ ص ۳۵۳۔  
۳۸۶ ابویعلیٰ: ۶۴۲۹ ابن خزیمہ: ۱۲۹۹ ابن حبان: ۳۰۸۲ بیہقی ج ۳ ص ۷۷ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بعض روایات میں حبشی مرد بعض روایات میں حبشی مرد یا عورت مردی ہے۔

<sup>۱۴۴</sup> ابن خزیمہ: ۱۳۰۰ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ باسناد صحیح۔

<sup>۱۴۵</sup> ابن ماجہ: ۱۵۳۳ از ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ الزوائد میں کہا ہے: اس کے اسناد میں ابن لہیعہ ضعیف راوی ہے۔ اس کی شاہد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ صحیح حدیث ہے۔

امام طبرانی نے ”المعجم الکبیر“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ایک خاتون مسجد سے کوڑا اٹھاتی تھی وہ فوت ہوئی رسول اللہ ﷺ کو اس کی تدفین کی اطلاع نہ دی گئی، نبی ﷺ نے فرمایا: جب تمہارا کوئی فوت ہو تو مجھے اطلاع کرو اور آپ نے اس پر نماز پڑھی اور فرمایا: میں نے اسے جنت میں دیکھا مسجد سے کوڑا اٹھا رہی ہے۔<sup>۱۳۶</sup>

ابو الشیخ نے عبید بن مرزوق سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ایک خاتون مدینہ طیبہ میں مسجد میں جھارودیتی تھی اس کا انتقال ہو گیا، نبی ﷺ کو خبر نہ ہوئی آپ اس کی قبر کے پاس سے گزرے تو دریافت فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟ صحابہ نے کہا: ام نجن کی آپ نے فرمایا: وہی جو مسجد میں جھارودیتی تھی؟ عرض کیا: جی ہاں پھر لوگوں نے صف باندھی آپ نے اس پر نماز پڑھی۔ پھر ارشاد فرمایا: تو نے اس عمل کو افضل پایا ہے؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ سنتی ہے؟ فرمایا: تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں ہو پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے جواب دیا ہے<sup>۱۳۷</sup> یہ روایت مرسل ہے۔

ابن اسکن نے صحابہ اور تابعین کے تذکرہ میں الخرقاء کا ذکر کیا ہے پھر از ابی السفر از الخرقاء یہ روایت ذکر کی: الخرقاء نے کہا: ایک حبشی خاتون رسول اللہ ﷺ کی مسجد سے کوڑا سمیٹتی تھی اور تکلیف دہ چیزیں دور کرتی تھی نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے اجر کے دو حصے ہیں۔<sup>۱۳۸</sup>

”الاصابہ“ (حدیث ۹۸۹) میں مجنہ کے تذکرہ میں ہے: اسے ام نجن بھی کہا گیا، یہ حبشی خاتون تھی جو مسجد میں جھارودیا کرتی تھی۔ صحیح البخاری میں نام کے بغیر ان کا ذکر ہے۔ اس خاتون کے نام کا ذکر یحییٰ بن ابی انیسہ (متروک راوی) نے از علقمہ بن مرثد مدینہ منورہ کے کسی صاحب سے روایت کرتے ہوئے کیا ہے روایت یہ ہے: مدینہ طیبہ میں ایک خاتون تھی جسے مجنہ کہا جاتا تھا وہ مسجد میں جھارودیا کرتی، حضور ﷺ نے اسے نہ پایا۔ الحدیث<sup>۱۳۹</sup> امام طبرانی نے ”المعجم الکبیر“ میں اسے روایت کیا ہے اور ”المندری“ نے اس کے ضعف کا اشارہ کیا ہے۔

ابو قمر صافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے نبی ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: مسجد میں بناؤ اور ان سے کوڑا کرکٹ نکالو جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کا جنت میں گھر بنائے گا، ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! جو مسجدیں راستوں میں بنائی جاتی ہیں (ان پر بھی یہی اجر ہے) آپ نے فرمایا: ہاں اور مساجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا بڑی آنکھوں والی حوروں کا مہر ہے۔

ابن سبکی کی ”الآداب الکبریٰ“ میں ہے: مناسب یہ ہے کہ مسجد سے کوڑا کرکٹ جمعرات کے دن نکالا جائے۔ اس کا اسناد ضعیف ہے طبرانی ”الکبیر“ (المجمع ج ۲ ص ۱۰) بیہوشی نے کہا اس میں عبد العزیز بن فائد مجہول ہے اور کہا گیا ہے کہ فائد بن عمر بھی مجہول ہے۔

۱۳۷ مرسل ضعیف حدیث اسے ابو الشیخ نے روایت کیا ہے۔

۱۳۸ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔

۱۳۹ ضعیف حدیث طبرانی ”الکبیر“ (المجمع ج ۲ ص ۹) بیہوشی نے کہا اس کے اسناد میں مجاہیل ہیں المندری نے ”الترغیب“ میں ”روی“ سے

اس کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔

### انتباہ

علامہ شمس الدین السفارینی نے حافظ ابن تیمیہؒ کے ”فتاویٰ“ سے اس بحث کے بعد کہ ”مساجد میں کس کے لیے اقامت پذیر ہونا مشروع ہے“ نقل کیا ہے جیسے مسجد نبوی میں مسجد میں جھاڑو دینے والی خاتون کے لیے مسجد کے کونے میں کوٹھڑی بنائی گئی تھی۔

روایت میں اس کوٹھڑی کے لیے ”حفش“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ایک حدیث میں ہے: حضور ﷺ نے فرمایا: وہ اپنی ماں کے حفش (گھر) میں کیوں نہ بیٹھا۔<sup>۱۵۱</sup> یہاں اسے چھوٹے سے گھر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: حفش کم بلندی والے گھر کو کہتے ہیں۔ امام مالک نے کہا: چھوٹا، خراب گھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ حفش قبہ کی طرح ہوتا ہے جس میں خاتون خانہ سوت اور بیکار چیزیں ڈال دیتی ہے۔ جیسے کھجور کے پتوں سے بنائی گئی ٹوکری کو حقیر سے گھر سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ نے کہا: ضرورت کے وقت مسجد میں خیمہ اور کوٹھڑی بنائی جاسکتی ہے جیسے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں خیمہ لگایا گیا یا مسجد میں جھاڑو دینے والی خاتون کے لیے کوٹھڑی سی بنا دی گئی تھی۔ لیکن مسجد میں باقاعدہ سکونت اختیار کرنے کے لیے کمرہ بنالینا اور اسے رات گزارنے اور قیلولہ کرنے کا مسکن بنالینا اور اس سے گھر والے کام لینا اور اس کو گھر کے کمرے کی طرح استعمال کرنا درست نہیں ہے، مسجد میں موجود ایسا کوئی کمرہ مسجد کے حکم نہیں ہوگا اور اس پر مسجد کے احکام لاگو نہیں ہوں گے۔

### لوگوں کو نماز کے لیے لے جانا اور ترک جماعت پر وعید

رسول اللہ ﷺ باجماعت نماز کا اہتمام فرماتے۔ صحیحین وغیرہ میں روایت ہے حضور ﷺ نے ان لوگوں پر ان کے گھروں کو جلانے کا ارادہ فرمایا جو آپ کے ساتھ جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔<sup>۱۵۲</sup>

علامہ الزمخشری نے ”الکشاف“ میں ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ پر عامل مقرر کیا اور ارشاد فرمایا: میں نے تجھے اہل اللہ پر عامل مقرر کیا ہے۔<sup>۱۵۳</sup> حضرت عتاب رضی اللہ عنہ منافقوں پر  
۱۵۰ امام حافظ شیخ الاسلام ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی متوفی ۸۲۸ھ ان کی مشہور تصانیف میں ”الفتاویٰ منهاج السنۃ النبویہ اور کئی کتب شامل ہیں۔

۱۵۱ صحیح حدیث: صحیح البخاری: ۹۲۵-۱۵۰۰-۶۵۹۷-۶۶۳۶-۶۹۷۹-۴۱۷۴-۷۱۹۷-مسلم: ۱۸۳۲ (۲۶) ۲۷-۲۸ ابوداؤد: ۲۹۴۶ حمیدی: ۸۴۰۔

۱۵۲ صحیح حدیث: مسلم: ۶۵۱ ابوداؤد: ۵۴۹ ابن ماجہ: ۷۹۱ ترمذی: ۲۱۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا ارادہ ہوا کہ اپنے نوجوانوں کو ایندھن کی لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر ان لوگوں کے پاس آؤں جو گھروں میں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ ان کو کوئی بیماری نہیں تو ان کے گھروں کو ان پر جلادوں۔

۱۵۳ الاصابہ: ۵۳۹ تذکرہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ۔ عمر بن شبہ ”تاریخ مکہ“۔



بہت سخت اور اہل ایمان پر نرم تھے۔ انہوں نے اعلان کیا، بخدا مجھے جس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ نماز کی جماعت میں شریک نہیں ہوتا میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ کیونکہ منافق ہی نماز سے پیچھے رہتا ہے۔

ابوزید الحجاجی نے ”مختصر ابن ابی جمہرہ“ پر اپنی شرح میں کہا ہے: ایک سے زائد سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی عادت تھی جب فجر طلوع ہوتی، لوگوں کو نماز فجر کے لیے جگاتے تھے۔ یہی چیز ان کے قتل (شہادت) کا سبب بنی اس سے یہ مسئلہ مستبط ہوا کہ نماز کے لیے لوگوں کو جگانا مکروہ یا حرام نہیں بلکہ نیکی پر تعاون میں سے ہے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے: میں اونگھنے والے کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: مذکور الصدر روایت سلطان ابو عنان المرینی کا مستدل ہے ابو زید الفاسی کی ”تاریخ بیوتات فاس“ میں بیت بنی زینق کے ذکر میں ہے ان میں سے ایک مندیل بن زینق ہیں وہ نمازوں کے اوقات کے نگران تھے اور امیر المؤمنین ابو عنان کے حکم سے لوگوں کو نماز کے لیے کوڑوں اور چھڑیوں سے مارا کرتے تھے۔

### نمازیوں کی صفوں کو درست کرنے اور عدم ترتیب پر مارنے والے

امام احمد نے ”کتاب الصلوٰۃ“ کے ص ۱۴ پر کہا ہے: حضرت بلال رضی اللہ عنہ صفیں درست کراتے تھے اور ان کی ایڑیوں پر درو مارتے تھے تاکہ وہ برابر رہیں۔ بعض علماء نے کہا: اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں نماز میں داخل ہونے سے قبل بوقت اقامت ایسا کرتے ہوں گے، کیونکہ حدیث میں ہے: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد صرف ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شام سے واپس آ کر اذان کہی ہے۔

### لوگوں کو مسجد میں جھگڑے فساد اور شور و غل سے منع کرنے والے

صحیح البخاری رقم: ۴۷۰ میں حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا مجھے کسی نے کنکری ماری میں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے آپ نے فرمایا: جاؤ ان دو شخصوں کو میرے پاس لاؤ میں ان کو لے آیا، حضرت عمر نے کہا: تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اونچی آواز سے باتیں کر رہے ہو۔

”الموطا“ (ج ۵ ص ۷۵) میں ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ایک چبوترہ بنوا دیا تھا جسے بطحاء کہتے تھے اور فرمایا: جسے شور کرنا ہو، شعر کہنا ہو یا اونچی آواز سے گفتگو کرنی ہو وہ چبوترے کی طرف چلا جائے۔

”الاستیعاب“ (ص ۲۹) میں ہے: نبی ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ دور جاہلیت میں قریش کے

سردار تھے مسجد الحرام کی تعمیر اور دیکھ بھال ان کی ذمہ داری تھی، مسجد حرام (کعبہ) میں فحش گوئی نہ ہوتی بلکہ اس میں خیر کے کام ہوتے تھے کسی کو مسجد میں بے ہودہ گوئی کی اجازت نہ تھی کیونکہ قریش کے تمام افراد نے اس کا عہد و پیمان کیا تھا اور انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس کا نگران بنادیا تھا، وہ خود اس سلسلہ میں ان کے معاون اور مددگار تھے۔ (منقول از زبیر وغیرہ علماء خبر و نسب)

## وضو کرانے والے صحابہ

علامہ شبراہمسی کہتے ہیں: ان سے وہ صحابہ مراد ہیں جو بوقت وضو آپ کی معاونت کرتے تھے ضرورت ہوتی تو حضور ﷺ کے اعضاء پر پانی ڈالتے۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: بلکہ اس میں عموم ہے، طہارت اور وضو وغیرہ شامل ہے۔ صاحب طہور سے مراد ایسا شخص ہے جو آپ کے وضو اور استنجاء کے لیے پانی مہیا کرتا اور بوقت ضرورت پانی لے کر آپ کے ساتھ چلتا اور آپ (کے اعضاء) پر پانی ڈالتا۔

ان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے وضو اور نعلین کے نگران کی حیثیت سے مشہور تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے، میں آپ کے لیے پانی لاتا آپ اس سے دھوتے تھے۔<sup>۱۵۴</sup>

صحیح البخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے باہر جاتے، میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن ساتھ لے کر جاتے، یعنی آپ اس سے طہارت کرتے۔<sup>۱۵۵</sup> ابن الجوزی نے ”کشف المشاکل“ میں کہا ہے: یہ برتن چمڑے کا چھوٹا ڈول ہوتا تھا۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: صحیح البخاری میں ایک روایت میں یہ اضافہ ہے حضرت انس نے کہا: میں اور ہمارا ایک لڑکا یا انصار کا ایک لڑکا پانی لے کر جاتے تھے۔ اسماعیلی نے اس کی تصریح کی ہے۔ امام مسلم کے روایت میں ہے کہ میرا ہم سن لڑکا۔ روایت میں غلام کا لفظ ہے ابو عبید نے کہا: غلام دس سال کے قریب لڑکے کو کہتے ہیں۔ ”الحکم“ میں ہے: غلام شیر خوارگی کے بعد سات سال تک کی عمر کا لڑکا۔ ”الاساس“<sup>۱۵۶</sup> میں ہے: غلام ڈاڑھی آنے تک ہوتا ہے۔ اس عمر کے بعد مجازاً کسی کو غلام کہا جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ غلام سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مراد ہیں کیونکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے علقمہ بن قیس سے فرمایا تھا: کیا تم میں صاحب طہور یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ

<sup>۱۵۴</sup> صحیح البخاری: ۲۱۷، مسلم: ۲۷۱، از انس رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۵۵</sup> صحیح حدیث: صحیح البخاری: ۱۲۵، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۹۵، ۵۰۰، مسلم: ۲۷۰، ۲۷۱، ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۹۵، ۱۹۶، ابوداؤد: ۴۳، نسائی: ۴۵، باب

الاستنجاء بالماء، احمد ج ۳ ص ۱۷۱، ۲۰۳، دارمی ج ۱ ص ۱۷۳، طیالسی: ۱۴۶، ابن خزیمہ: ۸۷، ابن حبان: ۱۴۲۹، ابویعلیٰ: ۳۶۵۹، بیہقی

ج ۱ ص ۱۰۵، بغوی: ۱۹۵، از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۵۶</sup> ”اساس البلاغۃ“ علامہ زبیری کی اس موضوع پر منفرد کتاب۔

نہیں ہیں اس صورت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجازاً غلام کہا، مطلب یہ ہوگا کہ میں اور صحابہ میں سے یا آپ ﷺ کے خدام میں سے ایک صاحب ہمراہ ہوتے، اسماعیلی کی روایت میں ”انصار میں سے“ کا لفظ راوی کا تصرف ہے یا اس نے ”منا“ کے لفظ سے یہ مطلب سمجھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنا قبیلہ مراد لیا ہے اور اس کی روایت بالمعنی کی یا اس لیے کہ انصار (مددگار) کا اطلاق تمام صحابہ پر ہوتا ہے اگرچہ عرف میں یہ اوس و خزرج کے لیے بولا جاتا ہے۔ لیکن مسلم کی روایت میں ہے: ”میرے جیسا لڑکا“ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہم عمر نہ تھے۔ جس سے گزشتہ تاویلات درست ثابت نہیں ہوتیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مراد ہوں، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں جاتے، میں چمڑے کے چھوٹے ڈول (رکوع) میں آپ کے استنجاء کے لیے پانی لاتا تھا۔<sup>۱۵۷</sup> اس کی تائید جنات والے قصہ میں صحیح البخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی ﷺ کے ساتھ آپ کے لیے وضو اور ضرورت کا پانی اٹھاتا تھا۔<sup>۱۵۸</sup> اس صورت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول ”مجھ جیسا“ کا مطلب ہوگا: یعنی میری طرح قریب الاسلام۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ مراد ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے: حضور ﷺ قضائے حاجت کے لیے گئے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کا برتن لے گئے۔<sup>۱۵۹</sup> خصوصاً حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بات درست نظر آتی ہے۔

اسماعیلی کے ہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے الفاظ ہیں: میں آپ کے پیچھے پانی لے کر گیا درانحالیکہ میں لڑکا تھا (فاتبعته وانا غلام)۔ جملے میں واو حالیہ ہے۔ لیکن اسماعیلی نے اس روایت کے تعاقب میں کہا: صحیح جملہ واو عطف کے ساتھ ”انا و غلام“ ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۳۰۳)

”الاصابہ“ میں رسول اللہ ﷺ کی باندی حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے: محمد بن نصر ابن السکن اور حسن بن سفیان وغیرہ نے حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ نبی ﷺ کو وضو کراتی تھیں۔ حضرت امیمہ کی روایت میں ہے: میں حضور ﷺ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں اپنے گھر والوں کے پاس جانا چاہتا ہوں۔<sup>۱۶۰</sup> الحدیث (الاصابہ جزء النساء ص ۲۱)

<sup>۱۵۷</sup> صحیح حدیث ابوداؤد: ۳۵، از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۵۸</sup> صحیح حدیث صحیح البخاری: ۳۸۶۰، ۱۵۵، بیہقی ج ۱ ص ۱۰۷-۱۰۸، از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۵۹</sup> مجھے صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نہیں ملی۔ مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۱ میں یہ حدیث جابر بن صخر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کا اسناد صحیح ہے۔

<sup>۱۶۰</sup> محمد بن نصر ”تعظیم قدر الصلاة“ ابو یعلیٰ بن السکن اور حسن بن سفیان نے مسند میں اسے ابی فروہ یزید بن یسار الرھاوی سے روایت کیا ہے۔ الاصابہ: ۱۱۶، مکمل حدیث یہ ہے: اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنے گھر والوں کے پاس جانا چاہتا ہوں آپ مجھے وصیت فرمائیں آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلادیا جائے۔ ابن السکن نے بھی اسے سعید بن عبد العزیز از مکحول از ام ایمن رضی اللہ عنہا اسی طرح روایت کیا ہے۔ نیز کہا: یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ مکحول نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو نہیں پایا۔ حافظ ابن حجر نے کہا: یہ حدیث علوسند کے ساتھ ”مسند عبد بن حمید“ میں موجود ہے۔

”المواہب اللدنیہ“ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام عبداللہ بن خیر کے والد خیر رضی اللہ عنہ کے متعلق مذکور ہے کہ آپ نبی ﷺ کی خدمت کرتے تھے پھر حضور ﷺ نے ان کو اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا۔ مواہب کے شارح نے کہا: سمویہ نے ”فوائد“ میں اور امام بخاری نے ”التاریخ“ میں روایت کیا ہے کہ حنین رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے غلام تھے آپ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد کر دیا، وہ نبی ﷺ کی خدمت کرتے تھے جب حضور ﷺ وضو کرتے اپنے وضو کا باقی پانی اپنے اصحاب کے لیے لاتے حنین نے پانی اپنے لیے رکھ لیا، لوگوں نے نبی ﷺ سے شکایت کی تو حنین نے کہا: میں نے اسے اپنے پینے کے لیے رکھا ہے۔<sup>۱۶۱</sup>

سنن ابن ماجہ میں نبی ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی باندی ام عیاش سے مروی ہے، وہ کہتی ہیں: میں نبی ﷺ کو وضو کر رہی تھی، میں کھڑی تھی اور آپ بیٹھے ہوئے تھے۔<sup>۱۶۲</sup>

”الاستیعاب“ میں آپ کی باندی امیمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: وہ نبی ﷺ کو وضو کرتی تھیں۔ اس حدیث کو ابن عساکر اور حسن بن سفیان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

”السیرۃ الشامیہ“ میں ہے: نبی ﷺ کی انا حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کے وضو کے پانی کا خیال رکھتیں اور ضرورت کے وقت پانی دیتیں تھیں۔

صحیح البخاری کے ”باب الاستنجاء من الحجارة“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے نکلے میں آپ کے پیچھے گیا، آپ قضائے حاجت کے وقت ادھر ادھر متوجہ نہیں ہوتے تھے، میں آپ کے قریب گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے صفائی کے لیے پتھر لا کر دو، ہڈی اور گوبر نہ لانا، میں اپنے کپڑے کے پلو میں پتھر لایا، آپ کے پہلو میں رکھ دیئے اور ایک طرف بٹ گیا، جب آپ فارغ ہو گئے تو میں پتھر لے کر آپ کے پیچھے پیچھے آیا (تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں)۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے: اس حدیث میں سرداروں کے پیچھے چلنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، خواہ وہ خود اس کا حکم نہ دیں۔ امام (حکمران) اپنی رعایا کے کسی فرد سے خدمت لے سکتا ہے۔ استنجاء کے لیے مطلوبہ چیز مہیا کرنے میں اعانت کرنا جائز ہے تاکہ فراغت کے بعد اس کی ضرورت نہ رہے ورنہ تلویت کا اندیشہ ہوگا (صفائی کے بغیر کھڑے ہونے پر جسم یا کپڑے گندگی سے آلودہ ہو سکتے ہیں)۔

کیا حضور ﷺ نے گرم پانی استعمال فرمایا یا حمام میں داخل ہوئے؟

مؤلف لکھتے ہیں: مجھے ”فتح الباری“ کے باب ”باب وضوء الرجل مع امراته“ میں امام بخاری کے قول ”حضرت عمر نے گرم پانی سے وضو کیا“ پر اپنے شیخ استاذ اور والد محترم کی یہ تحریر ملی ہے کہ ابو عمر ابن عبدالبر نے

۱۶۱ البخاری ”التاریخ“ (۱۱/۱۱۳) ۱۸۸۳ء از طریق وضین بن عبداللہ بن حسنین از برادرزادی ازماموں۔

۱۶۲ ضعیف حدیث ابن ماجہ ۳۹۲ از ام عیاش۔ زوائد میں ہے اس کا اناد مجہول ہے اور عبدالکریم مختلف فیہ راوی ہے البانی نے اسے ضعیف سنن ابن ماجہ میں ذکر کر کے ضعیف کہا ہے۔

ذکر کیا: نبی ﷺ نے وضو اور غسل میں گرم پانی استعمال نہیں فرمایا۔

ہمارے شیخ الشیبی نے ”الفجر الساطع“ میں مذکور الصدر عنوان پر لکھا ہے کہ نبی ﷺ سے وضو اور غسل میں گرم پانی کا استعمال کرنا ثابت نہیں ہے۔ (ابن زکری)

”المواہب“ میں ہے: جس حدیث میں یہ مروی ہے کہ ”نبی ﷺ جُفہ کے حمام میں داخل ہوئے“ وہ محدثین کے نزدیک بالاتفاق موضوع (من گھڑت) ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کہا ہے: اہل عرب حضور ﷺ کے وصال کے بعد اپنے شہروں میں حمام سے واقف ہوئے۔

علامہ زرقانی ”المواہب“ کی شرح میں رقمطراز ہیں: دیلمی نے بغیر سند کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: تمہارا حمام عمدہ ہے۔<sup>۱۶۳</sup> اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ چشمے اور کنوئیں کے گرم پانی پر محمول ہے۔ علامہ السخاوی نے کہا: یہ وہ روایت جس میں حمام کا ذکر ہے وہ اسی پر محمول ہے۔

لیکن اس پر اس روایت سے اعتراض وارد ہوتا ہے جسے الخرائطی نے یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں اور ابن عساکر نے محمد بن زیاد الالہانی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ میرے ہمسائے تھے آپ حمام میں جاتے تھے میں نے ان سے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو کر حمام میں جاتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ حمام میں داخل ہوتے تھے۔ اس روایت سے گزشتہ تاویل درست نہیں رہتی ورنہ محمد بن زیاد حضرت ثوبان کے گرم پانی استعمال کرنے پر انکار نہ کرتے۔ لیکن اس روایت کی سند نہایت ضعیف ہے۔ (الزرقانی علی المواہب جزء ۴ ص ۲۴۷)

علامہ ابن حجر البیہقی نے ”شرح الشمانل“ میں ذکر کیا ہے کہ علامہ الدیمیری وغیرہ کے کلام سے نبی ﷺ کا حمام میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ علامہ دیمیری سے الشیخ التاودی نے ”شرح جامع خلیل“ میں یہ قول نقل کیا ہے۔ اور اس کے بعد کہا: علامہ نووی نے ”شرح المہذب“ میں کہا ہے: یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام نووی نے صاحب مواہب کی طرح اس کے بطلان پر جزم نہیں کیا۔

حمام میں داخل ہونے کے احکام کے متعلق وارد احادیث سے نبی ﷺ کے عہد مبارک میں حمام کے وجود کا احساس ہوتا ہے اس سلسلہ میں کتب سنن اور ہمارا رسالہ ”الامام بما ورد فی الحمام“ ملاحظہ کریں۔ عارف شعرانی کی کتاب ”کشف الغمہ“ میں ہے: رسول اللہ ﷺ کے اصحاب آگ سے گرم کردہ پانی سے طہارت حاصل کرتے تھے اور دھوپ میں گرم پانی کا طہارت کے حصول میں استعمال مکروہ سمجھتے تھے۔

”الاحیاء“ میں ہے: صحابہ کرام شام کے حماموں میں داخل ہوئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حمام نئی ایجادات کی نعمتوں سے ہے۔ حضرت ابوالدرداء اور ابویوب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: بہترین گھر حمام

<sup>۱۶۳</sup> اسے سخاوی نے ”المقاصد الحسنہ“ ۶۴۷ میں بغیر سند کے دیلمی کے حوالہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور ابوسعید التولی سے یہ نقل کیا ہے کہ حمام سے نکلنے کے بعد ”تمہارا حمام عمدہ ہے“ کہنا اصل ہے۔ اور نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ اس بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔

ہے بدن کو صاف کرتا ہے اور آگ کی یاد دلاتا ہے۔<sup>۱۶۴</sup>

حافظ ابن حجر نے احادیث رافعی کی تخریج میں ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت گرم پانی سے غسل کرتی تھی، جن میں حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت سلمہ بن الاکوع اور حضرت اسلم بن شریک وغیرہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: میں نے دھوپ میں رسول اللہ ﷺ کے غسل کے لیے پانی گرم کیا تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا: اے حمیرا! ایسا نہ کرو اس سے برص ہوتا ہے۔<sup>۱۶۵</sup>

اس روایت پر مندرجہ ذیل کتب میں ابحاث ملاحظہ کریں، علامہ زیلعی کی تخریج احادیث الہدایہ، علامہ ابن حجر کی تخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر اور ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی کی السعایہ علی الوقایہ ص ۱۹۲ اور ص ۳۳۶۔

## شیشے کے برتن سے نبی ﷺ کا وضو فرمانا

صحیح ابن خزیمہ میں ”الوضوء من آنية الزجاج“ کے باب میں از احمد بن عبدہ از حماد بن زید حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے پانی کا برتن طلب فرمایا تو شیشے کے پیالے میں پانی لایا گیا۔<sup>۱۶۶</sup> زعلی نے کہا: نور النبر اس کے مطابق زجاج کی زاء پر زبر زیر اور پیش تینوں درست ہیں۔ فتح الباری میں ہے: زجاج کی زاء پر پیش ہے اور دو جیم ہیں۔ ابن خزیمہ کا یہ عنوان قائم کرنا صوفیہ کے اس زعم کے خلاف ہے کہ اس میں اسراف (فضول خرچی) ہے کیونکہ یہ جلدی ٹوٹ جاتا ہے۔

مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مقوقس نے نبی ﷺ کو تحفہ میں شیشے کا پیالہ <sup>۱۶۴</sup> اے سخاوی نے ”مسند ابن معین“ کے حوالہ سے ”المقاصد الحسنة“ ۱۲۵۵ میں از عمار بن محمد از یحییٰ بن عبید اللہ بن موهب از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ذکر کیا ہے اور کہا ہے: یحییٰ ضعیف ہے۔

<sup>۱۶۵</sup> موضوع حدیث اے الفقہی نے ”الشفیات“ ج ۳ ص ۲۱ میں دارقطنی ۱۴۱ اور بیہقی نے ج ۱ ص ۶ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے دارقطنی نے اسے نہایت غریب اور اس کے راوی خالد بن اسماعیل کو متروک کہا ہے بیہقی نے اسے غیر صحیح کہا ہے اس کی تخریج کے لیے علامہ ناصر الدین البانی کی ”ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل“ اور تلخیص الحجیر ج ۱ ص ۲۲-۲۳ پر ملاحظہ کریں۔

<sup>۱۶۶</sup> صحیح البخاری: ۲۰۰، مسلم: ۲۲۷۹، احمد ج ۳ ص ۱۴۷، ابویعلیٰ: ۳۳۲۹، ابن سعد ج ۱ ص ۸۷، الفریابی ”دلائل العروة“ ۲۲، ابن حبان ”الاسان“ ۶۵۶۰، از انس رضی اللہ عنہ۔ صحیح البخاری کی روایت کے الفاظ ہیں: نبی ﷺ نے پانی کا برتن منگوایا آپ کے لیے ایک پوڑے منہ والے برتن میں کچھ پانی لایا کیا آپ نے اس میں اپنی انگلیاں ڈالیں، حضرت انس نے کہا: میں نے دیکھا پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چھوٹ رہا ہے اور میں نے ستر سے اسی کے درمیان لوگوں کے اس پانی سے وضو کرنے کا اندازہ لگایا۔ (ابن خزیمہ ۱۲۳) وہاں اٹھلے منہ والے برتن کے بدلے شیشے کا برتن مذکور ہے۔ فتح الباری ج ۱ ص ۶۳ میں حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے الفاظ ”زجاج“ اور ”زمران“ پر رواۃ کے حوالہ سے بحث کی ہے ملاحظہ کریں۔



بھیجا۔<sup>۱۶۷</sup> لیکن اس کی سند میں اعتراض ہے۔

المواہب میں ہے: نجاشی نے نبی ﷺ کی خدمت میں شیشے کا پیالہ بھیجا تھا آپ اس سے پیتے تھے۔ الشامی نے یہ اضافہ کیا ہے: آپ مٹی کے پیالے سے نوش فرماتے تھے۔

## پیتل وغیرہ کے طشت سے رسول اللہ ﷺ کا وضو فرمانا

صحیح البخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے وضو کے لیے پانی کا برتن طلب فرمایا، آپ کے پاس ایک کھلے منہ والا پیالا لایا گیا جس میں کچھ پانی تھا، آپ نے اس میں اپنی انگلیاں ڈال دیں۔ حافظ ابن حجر نے روایت میں ”رحراح“ کے لفظ کا مطلب ہے: کھلے منہ والا برتن، علامہ الخطابی نے کہا: رحراح کم گہرا چوڑے منہ والا برتن جیسے طشت ہوتا ہے۔

بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں خطیب بغدادی نے اور دیلمی نے ”مسند الفردوس“ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ”طشت بھرو اور مجوس کی مخالفت کرو“۔<sup>۱۶۸</sup> یہ بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے نگوں میں وضو فرمایا لگوں لکڑی یا پتھر کا ایسا برتن جس میں کپڑے دھوئے جاتے ہیں۔ نیز لکڑی یا پتھر کے پیالے میں وضو فرمایا اور تھاں جیسے پیتل کے برتن میں تانبے کے برتن میں اور شیشے کے برتن میں آپ نے وضو فرمایا ہے۔ امام بخاری نے کتاب الوضوء میں ان سب پر تراجم ابواب قائم کیے ہیں۔<sup>۱۶۹</sup> سنن ابی داؤد میں ہے ”باب الوضوء فی انیة الصفر“۔<sup>۱۷۰</sup> حافظ نور الدین ایشمی نے ”المجمع“ میں تانبے کے برتن میں وضو کا عنوان قائم کیا ہے۔ اکمل سلسلہ میں ”اترعو الطسوس“ والی حدیث میں ہماری تالیف ملاحظہ کریں۔

۱۶۷۔ مجھے مطبوعہ مسند احمد میں یہ روایت نہیں ملی، حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۱ ص ۳۶۳ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث مسند احمد کے حوالہ سے نقل کی ہے۔

۱۶۸۔ نہایت ضعیف روایت اسے الخطیب نے ”تاریخ“ ج ۵ ص ۹ میں اور اس سے ابن عساکر نے ۲/۸۵ میں روایت کیا ہے۔ دیلمی نے مسند الفردوس ۱/۱/۳۷ میں اسے روایت کیا ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان ۲/۱۸۲ میں اسے مرفوعاً روایت کرنے کے بعد کیا ہے اس کا اسناد ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں: بلکہ اس کا اسناد ساقط ہے اس کا راوی خلف متہم ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو ساقط الاعتبار کہا ہے اس کے خلف اور غنجار کے درمیانی راوی مجہول الحال ہیں۔ ابن الجوزی نے کہا: یہ روایت صحیح نہیں ہے ملاحظہ کریں سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ۱۵۵۳۔ الالبانی۔

۱۶۹۔ صحیح البخاری کتاب الوضوء باب: ۳۵-۳۷ ج ۱ ص ۷۰۔ ۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔

۱۷۰۔ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲ کتاب الطہارۃ باب: ۳۷ مطبوعہ موسسۃ کتب الشافعیہ۔

۱۷۱۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بقول بیہقی اس باب میں مذکور دونوں احادیث ضعیف ہیں۔



## مسواک سنہالنے والے صحابہ کرام

صحیح البخاری میں ہے: مسواک اور تکیہ کا اہتمام رکھنے والے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔<sup>۱۷۲</sup>

”الاصابہ“ میں رسول اللہ ﷺ کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے کہ ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن بریرہ سے روایت کیا ہے: رسول اللہ ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے، اپنی باندی بریرہ رضی اللہ عنہا سے مسواک طلب فرماتے تھے۔<sup>۱۷۳</sup>

## رسول اللہ ﷺ کی کرسی

الدارقطنی نے ”العلل“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ میں ہر روز بوقت صبح رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، اگر آپ کھانتے، میں اندر چلا جاتا، اگر آپ خاموش رہتے، میں اندر داخل نہ ہوتا، ایک مرتبہ آپ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: رات کو میں نے گھر میں کچھ آہٹ سی محسوس کی، اچانک میں نے دیکھا ہماری کرسی کے نیچے حسن کا کتہ کا پلا تھا۔<sup>۱۷۴</sup> ”المشروع الروی“ میں ہے: کرسی پر بیٹھا جاتا ہے۔

## نبی ﷺ کے کرسی پر بیٹھنے کا بیان

صحیح مسلم اور سنن النسائی (یہ روایت مسلم کی ہے) میں حمید بن ہلال سے روایت ہے حمید نے کہا: حضرت ابو رفاعہ العدوی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا آپ اس وقت خطبہ دے رہے تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک اجنبی آدمی جو دین کے متعلق نہیں جانتا آپ سے اپنے دین کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے آپ نے خطبہ موقوف کر دیا اور میرے پاس تشریف لے آئے آپ کے پاس کرسی لائی گئی، میرا خیال ہے اس کے پائے لوہے کے تھے، رسول اللہ ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم فرمودہ باتوں سے مجھے تعلیم فرمانے لگے، پھر آپ نے واپس جا کر اپنا خطبہ مکمل فرمایا۔<sup>۱۷۵</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: علامہ سیوطی نے ”المجمع“ میں اور صاحب ”کنز العمال“ نے اپنی کتاب میں اس روایت کو صرف طبرانی کی ”المعجم الكبير“ اور ابو نعیم کے حوالے سے ذکر کیا ہے، حالانکہ یہ روایت جیسا کہ آپ جانتے ہیں صحیح مسلم میں موجود ہے اور امام بخاری نے بھی اسے ”الادب المفرد“ میں ذکر کیا ہے۔ نبی ﷺ کا

۱۷۲۔ صحیح حدیث صحیح البخاری ۱/۳۷۶ از عاقلہ بن قیس رضی اللہ عنہ۔

۱۷۳۔ الاصابہ ۱/۷۶ از عبد اللہ بن بریرہ رضی اللہ عنہا۔

۱۷۴۔ نہیف حدیث دارقطنی ”العلل“ از علی رضی اللہ عنہ۔

۱۷۵۔ صحیح حدیث مسلم ۱/۸۷۶ نسائی ۸/۲۲۰ طبرانی ”المعجم الكبير“ ۲/۱۲۸ از ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ۔

لوہے کے پایوں والی کرسی پر مسجد شریف میں تشریف فرمانا اور لوگوں کا یہ منظر دیکھنا، کرسی پر بیٹھنے کے جواز کی دلیل ہے۔ اسے مذموم کہنا درست نہیں۔ مؤلف کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے کسی نیک اور صالح شخص کو کرسی پیش کی وہ اس پر نہ بیٹھے اور اسے مذموم تشبہ گمان کیا۔

امام بخاری نے ”الادب المفرد“ میں چار پائی (تخت) پر بیٹھنے کا عنوان قائم کیا ہے اور اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے چار پائی پر بیٹھنے کا واقعہ ذکر کیا ہے اور یہ کہ ابو قرہ نے کہا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ چار پائی پر بیٹھا اور ابو جمرہ نے کہا: میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھتا تھا آپ مجھے اپنی چار پائی پر بٹھاتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے فرمایا: تم میرے پاس رکوتا کہ میں تمہیں اپنے مال سے کچھ دوں تو میں دو ماہ آپ کے پاس ٹھہرا رہا۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بصرہ کے گورنر حکم کے ساتھ چار پائی پر بیٹھنے کے واقعہ اور مذکور الصدر مسلم کی روایت جس میں حضور ﷺ کے لیے لوہے کے پایوں والی کرسی کا لایا جانا مذکور ہے۔ جس میں ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے اس کے پائے لوہے کے تھے۔ راوی حمید نے کہا: انہوں نے یہ فرمایا: میرا خیال ہے پائے کالی لکڑی کے تھے جنہیں میں لوہا سمجھا، پھر نبی ﷺ اس کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔

موسیٰ بن دھقان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ دو لہن کی چار پائی پر بیٹھے تھے اور انہوں نے سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

عمران بن مسلم سے مروی ہے کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے چار پائی پر بیٹھے تھے۔ واللہ اعلم

البرد نے ”الکامل“ میں حطیہ کا واقعہ ذکر کیا ہے حطیہ نے زبرقان کی ہجو کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قید کر دیا، راوی نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کرسی منگوائی اس پر بیٹھے حطیہ کو بلوایا اسے آپ کے سامنے بٹھایا گیا اور آپ نے کانٹے کا آلہ منگوایا ایسا لگتا تھا کہ شاید آپ اس کی زبان کاٹیں گے۔<sup>۱۷۱</sup>

”سنن النسائی“ میں عبد خیر سے مروی ہے کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے کرسی منگوائی اس پر بیٹھے پھر برتن میں پانی منگوایا اور تین مرتبہ ہاتھ دھوئے۔<sup>۱۷۲</sup>

وزیر جودت پاشا ترکی نے تاریخ میں واصف آفندی ترکی کی تاریخ سے نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی کرسی پر بیٹھ کر احکام جاری کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک بلند کرسی پر بیٹھ کر احکام جاری کرتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے ایک احاطہ مخصوص کیا جس میں تخت کی طرح کرسی پر بیٹھتے اور احکام جاری کرتے تھے۔

ابو نعیم نے ”الحلیۃ“ میں یحییٰ بن ایوب کے طریق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہرقل کی جانب سفیر بن کر جانے والے جثامہ بن مساق بن الریح بن قیس الکنانی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں

۱۷۱ تفصیل کے لیے دیکھئے: تاریخ المدینۃ المنورۃ: ۱۳۳۷ ج ۲ ص ۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

۱۷۲ صحیح حدیث ابوداؤد: ۱۱۳ نسائی ج ۱ ص ۶۸ ترمذی: ۴۹ از عبد خیر از علی رضی اللہ عنہ۔

بیٹھ گیا مجھے معلوم نہ ہو سکا میرے نیچے کیا ہے؟ اچانک میں نے دیکھا وہ سونے کی کرسی تھی یہ دیکھ کر میں کرسی سے اتر گیا ہر قل نے ہنس کر کہا: تم اس کرسی سے اتر گئے جس سے ہم نے تمہیں اعزاز و اکرام بخشا؟ میں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے ایسی کرسیوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔<sup>۱۷۹</sup> تفصیل کے لیے ”کنز العمال“ فضائل صحابہ تذکرہ حضرت جثامہ بن مساق رضی اللہ عنہ ملاحظہ کریں۔

غور فرمائیں صحابی رسول ﷺ پہلے کرسی پر بیٹھ گئے پھر اترے اس لیے نہیں کہ کرسی پر بیٹھنا جائز نہ تھا بلکہ وہ کرسی سونے کی تھی اگر وہ کرسی سونے کے علاوہ کسی مباح چیز کی ہوتی تو آپ نہ اترتے۔ واللہ اعلم

## رسول اللہ ﷺ کے لیے پانی کی فراہمی

یہ عنوان کئی فصول پر مشتمل ہے۔

### فصل اول: نبی ﷺ کے لیے میٹھے پانی کی فراہمی

علامہ اصہبانی کی ”باب اخلاق النبی ﷺ“ میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے بیوت السقیا سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔<sup>۱۸۰</sup> تہیہ نے کہا: یہ مدینہ طیبہ سے دو دن کی مسافت پر چشمہ ہے۔ السید السمهودی نے ”الخلاصہ“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا: اسے ابو داؤد نے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ الواقدی نے حضرت ابورافع کی اہلیہ سلمیٰ سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے حضرت ابو ایوب آپ کے لیے انس رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن النضر کے کنوئیں سے میٹھا پانی لاتے تھے۔ بعد ازاں اسماء کے بیٹے انس اور حارثہ رضی اللہ عنہما آپ کی ازواج مطہرات کے لیے بیوت السقیا سے پانی لاتے رہے۔ اور آپ کے حبشی غلام رباح رضی اللہ عنہ عرصہ تک بیر عرس سے آپ کے لیے پانی لاتے تھے۔ اس کے علاوہ بیر السقیا سے پانی لاتے تھے۔ المطیری نے کہا: یہ آخری کنواں ہے جو بیر علی کی طرف جانے والے کے بائیں ہاتھ پر پڑتا ہے تہیہ کی یہ تفسیر ذکر کرنے کے بعد مزید کہا: یہ کنواں مکہ مکرمہ کے قدیم راستہ پر ہے اور معروف ہے۔ اور یہ فرع کی عمل داری میں واقع ہے۔ لیکن واقدی کا یہ کہنا (کہ یہ آخری کنواں ہے) درست نہیں ہے ایسا محسوس ہوتا ہے واقدی مدینہ طیبہ کے کنوؤں سے ناواقف تھے۔<sup>۱۸۱</sup>

(الخلاصہ ص ۲۲۳-۲۲۸)

۱۷۸۔ مجھے حلیۃ الاولیاء میں یہ روایت نہیں ملی اسے ابن مندہ نے (الاصابہ: ۱۰۹۸) عبد الخالق حمصی کے طریق سے روایت کیا ہے عبد الخالق ضعیف ہے مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔

۱۷۹۔ جید روایت ابو داؤد: ۳۷۳ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ مجھے ”المستدرک“ میں یہ روایت نہیں ملی۔ واللہ اعلم

ابو داؤد نے تہیہ کے حوالہ سے کہا ہے: یہ چشمہ مدینہ طیبہ سے دو دن کے فاصلہ پر تھا۔

۱۸۰۔ واقدی کذب سے متہم ہے اور اس کی خبر ضعیف ہے۔ مدینہ طیبہ کے کنوؤں اور پانیوں کی تفصیل کے لیے دیکھئے ”اخبار المسند“

المؤثرۃ ”یا“ تاریخ المدینہ المنورہ از عمر بن شبہ المیر ی ج ۱ ص ۱۰۶ تا ۱۱۰۔

## فصل دوم: حضور ﷺ کے لیے مدینہ طیبہ کے کنوؤں سے پانی کی فراہمی

”الاصابہ“ (حدیث: ۹۰۲۳) میں حضرت یثیم بن نصر بن زاہر اسلمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: واقعہ واقعہ نے ذکر کیا یثیم نبی ﷺ کے خدمت گاروں میں تھے۔ واقعہ نے اپنی سند سے حضرت یثیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں: میں نبی ﷺ کی خدمت میں رہا میں ان غریب محتاج لوگوں میں تھا جو آپ کے دروازے پر نکلے رہتے تھے میں آپ کے لیے ابو الہیثم بن التیہان جاہم کے کنوئیں سے پانی لاتا تھا اس کنوئیں کا پانی میٹھا تھا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے۔<sup>۱۸۱</sup>

## فصل سوم: حضور ﷺ کے لیے پانی ٹھنڈا کیا جاتا تھا

”صحیح مسلم“ میں نبی ﷺ کی سیرت طیبہ میں منقول جابر رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لشکر میں آئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! وضو کے پانی کے لیے آواز دو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے قافلے میں پانی کا قطرہ نہیں پایا۔ انصار میں سے ایک صاحب کھجور کی شاخوں سے تیار کردہ اسٹینڈ پر مشکیزوں میں رسول اللہ ﷺ کے لیے پانی ٹھنڈا کیا کرتے تھے۔<sup>۱۸۲</sup>

## فصل چہارم: حضور ﷺ کی طرف سے زمزم کی ترسیل میں عجلت کی تاکید

”الاصابہ“ میں حضرت اشیلہ الخزاعی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابو قرہ موسیٰ بن طارق سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: اگر میرا مکتوب تمہیں رات کو ملے تو صبح کا انتظار نہ کرنا اور دن کو ملے تو شام کا انتظار نہ کرنا ہمارے لیے فوراً آب زمزم روانہ کرنا۔ راوی نے کہا: حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے حضرت اشیلہ الخزاعی رضی اللہ عنہ کی مدد سے آب زمزم کے دو مشکیزے بھرے اور حضرت اشیلہ رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر روانہ کیے۔<sup>۱۸۳</sup>

اسے المفصل بن محمد الجحوی نے روایت کیا ہے اور ”الاصابہ“ میں بھی سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے غلام ازبیر صحابی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ ان کے آقا سہیل رضی اللہ عنہ نے اسے آب زمزم کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔

الفاکہی نے از محمد بن سلیمان از حزام بن ہشام از والد خود از ام معبد رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ میرے خیمہ کے پاس سے سہیل کے غلام ازبیر پانی کے دو مشکیزے لے کر گزرے میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے ان کے آقا سہیل رضی اللہ عنہ سے آب زمزم کا تحفہ طلب فرمایا ہے میں تیز رفتاری سے جا رہا

<sup>۱۸۱</sup> ضعیف حدیث اسے واقعہ نے یثیم بن نصر بن زاہر الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (الاصابہ: ۹۰۲۳)

<sup>۱۸۲</sup> صحیح حدیث صحیح مسلم ۳۰۱۳ از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔

<sup>۱۸۳</sup> ضعیف حدیث اسے ابو قرہ موسیٰ بن طارق نے ”سنن“ میں روایت کیا ہے۔ (الاصابہ: ۳۸) ابن جریج نے ابن ابی حنین سے نقل کیا

ہے کہ نبی ﷺ نے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو لکھا: یہ روایت مفصل ہے۔

ہوں تاکہ مشکیزہ خشک نہ ہو جائے۔<sup>۱۸۴</sup>

### فصل پنجم: دوران سفر نبی ﷺ کے سقے اور مشکیزے بھرنے والے

”الاصابہ“ میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے غلام فائد کے تذکرہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مفید بن نعمان رافضی نے ابراہیم بن عمرو کے طریق سے ایسے شخص سے روایت نقل کی ہے جس نے اسے حضرت عبداللہ بن سلام کے غلام فائد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حدیبیہ میں جحفہ میں پڑاؤ کیا وہاں پانی نہیں ملا۔ آپ نے سعد بن مالک کو پانی کی تلاش میں بھیجا وہ سقوں کے ساتھ واپس آئے اور معذرت کی (کہ پانی دستیاب نہیں ہوا) پھر نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ مشکیزے بھر کر لے آئے۔<sup>۱۸۵</sup>

حافظ ابن حجر نے اس ترجمہ پر حرف زلہ کی علامت لگائی ہے۔

### فصل ششم: نبی ﷺ کے مسلمان ساقی (پانی پلانے والے)

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں نے اپنے اس پیالے سے رسول اللہ ﷺ کو شہد نبیز پانی اور دودھ ہر مشروب پلایا ہے۔<sup>۱۸۶</sup>

### فصل ہفتم: نبی ﷺ کے یہودی ساقی

”صبح الاعشی“ (جز ۶ ص ۳۴۴) میں ہے: نبی ﷺ نے پانی طلب فرمایا تو ایک یہودی نے آپ کو پانی پلایا آپ نے اسے دعا دی: اللہ تعالیٰ تجھے اچھی صورت بخشے۔ پھر موت کے وقت تک اس یہودی کے چہرے میں بڑھاپے کا اثر نہیں دیکھا گیا۔

اس حدیث سے کافروں کے لیے دوران گفتگو دعا کے جواز کا استدلال کیا جاتا ہے۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: اسی جیسا واقعہ عنقریب اس عنوان کے تحت آ رہا ہے جس میں اس شخص کے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعا کا ذکر ہے جس نے آپ کے پانی سے بال نکالا تھا۔

طبقات ابن سعد کے ”باب استخداہ علیہ السلام لیہودی“ کے تحت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے غلام اسق یہودی کے تذکرہ میں ہے کہ اسق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے اور وہ انکار کرتا تھا حضرت عمر نے فرمایا: دین میں زبردستی نہیں ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا آپ نے اسے آزاد کر دیا وہ اس وقت نصرانی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: جہاں چاہو چلے جاؤ۔

<sup>۱۸۴</sup> ضعیف حدیث اسے الفا کہی نے روایت کیا ہے۔ (الاصابہ: ۸۴)

<sup>۱۸۵</sup> ضعیف حدیث اسے مفید بن نعمان رافضی نے ”مناقب علی“ میں روایت کیا ہے۔ (الاصابہ: ۶۹۵) اس کے اسناد میں نامعلوم الاسناد

راوی ہے۔

<sup>۱۸۶</sup> صحیح حدیث: مسلم: ۲۰۰۸، احمد ج ۳ ص ۲۴۷، ترمذی: ”الشماک“: ۱۹۷، ابو الشیخ: ”اخلاق النبی ﷺ“ ص ۲۱۱، ابو یعلیٰ: ۳۵۰۳

۳۵۱۳، ابن حبان: ۵۳۹۴، حاکم ج ۴ ص ۱۰۵، بیہقی ج ۸ ص ۲۹۹، بغوی: ۳۰۲۰، ابونعیم: ”الحلیۃ“ ج ۶ ص ۲۶۱، از انس رضی اللہ عنہ۔

## فصل ہشتم: دیگر پانی پلانے والے

صحیح البخاری میں حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں تو ایک نفیس چادر باقی رہی، کسی نے کہا: امیر المؤمنین! یہ چادر آپ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی (نواسی) اپنی اہلیہ کو دے دیں (یعنی ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ام سلیط اس کی زیادہ حقدار ہیں۔ ام سلیط رضی اللہ عنہا انصاری خاتون تھیں، رسول اللہ ﷺ کی بیعت سے مشرف ہوئی تھیں، حضرت عمر نے فرمایا: ام سلیط غزوہ احد کے دن اپنی پشت پر پانی سے بھرے مشکیزے لاکر لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔<sup>۱۸۷</sup>

## سبز برتنوں میں نمید سازی

علامہ ابن الاثیر نے ”اسد الغابہ“ میں اور حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں حضرت مسلم بن عمیر ثقفی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں طبرانی کی یہ روایت نقل کی ہے، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مٹی کا سبز گھڑا پیش کیا جس میں کافور تھا، آپ نے مہاجرین اور انصار میں کافور کو تقسیم فرمادیا اور ارشاد فرمایا: اے ام حلیمہ! اس میں ہمارے لیے نمید بنانا۔<sup>۱۸۸</sup>

علامہ ذہبی کی ”التجويد“ میں ہے: اسے مسلم بن عمیر ثقفی رضی اللہ عنہ سے مزاحم بن عبد العزیز نے روایت کیا ہے بشرطیکہ حدیث صحیح ہو۔

## رسول اللہ ﷺ کی مشروب سے بال نکالنے والے کے لیے دعا

”الاصابہ“ میں حافظ ابن حجر نے حضرت ابو زید بن الخطب رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ امام احمد نے ان سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نے پانی طلب فرمایا، میں نے ایک پیالے میں پانی پیش کیا، اس میں بال تھا جسے میں نے نکال لیا تو آپ نے دعا دی: اے اللہ! اسے خوبصورتی عطا فرما۔ راوی کہتے ہیں: میں نے انہیں چورانوے سال کی عمر میں دیکھا ان کی ڈاڑھی میں کوئی سفید بال نہ تھا۔<sup>۱۸۹</sup> ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

## کھانا تناول فرمانے کے وقت حضور ﷺ کے خادم

”التہذیب“ میں ابو عمرو نے نبی ﷺ کے غلاموں میں حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ

<sup>۱۸۷</sup> صحیح البخاری: ۲۸۸۱-۲۰۷۱ از ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۸۸</sup> ضعیف حدیث اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (الاصابہ: ۷۹۷) مزاحم بن عبد العزیز ضعیف ہے ذہبی نے اس حدیث کے ضعف کا اشارہ کیا ہے۔

<sup>۱۸۹</sup> اس حدیث کا اسناد قوی ہے احمد ج ۵ ص ۳۳۰ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۳-۳۹۴ ابن حبان ج ۲ ص ۱۷۷ حاکم ج ۳ ص ۱۳۹ بیہقی ”الدلائل“ ج ۶ ص ۲۱۲ ابن الاثیر ”اسد الغابہ“ ج ۳ ص ۱۹۰ طبرانی ”الکبیر“ ج ۷ ص ۳۷ ابو نعیم ”الدلائل“ ج ۳ ص ۳۸۴ از عمرو بن الخطب رضی اللہ عنہ۔





جس میں رات کو پیشاب کرتے پھر اسے آپ کی چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا ایک مرتبہ آپ تشریف لائے دیکھا پیالہ خالی تھا آپ نے برکہ نامی خاتون سے فرمایا: (یہ خاتون حبشہ سے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کے ساتھ آئی تھی اور ان کی خادمہ تھی) پیالے میں پیشاب تھا وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں نے پی لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ام یوسف! صحت پاؤ گی اس کے بعد وہ مرض الموت کے علاوہ کبھی بیمار نہ ہوئیں۔

اس روایت کو امام عبد الرزاق نے "المصنف" میں اور ابو داؤد نے متصل از ابن جریج از حکیمہ از امیمہ روایت کیا ہے۔

ابن وحیہ نے کہا ہے: یہ دو مختلف واقعات ہیں ایک برکہ ام یوسف ہیں اور دوسری برکہ ام ایمن ہیں دو مختلف مواقع پر ان دونوں خواتین نے آپ کا پیشاب پیا ہے۔ لہذا یقینی کا بھی یہی مختار ہے۔

"التبصیر" وغیرہ میں ہے حکیمہ تابعیہ ہیں۔ "الاصابہ" میں ابو نعیم سے منقول ہے کہ حکیمہ سے ابن جریج کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔ "مختصر التہذیب" میں بھی حکیمہ سے ابن جریج کے سوا کسی اور راوی کا ذکر نہیں ہے۔ علامہ سیوطی کی "مرقاۃ الصعود" میں ہے حکیمہ سے ابن جریج کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی علامہ ذہبی نے یہ اضافہ کیا: حکیمہ سے بصیغہ عن روایت کی گئی ہے ابن جریج مدلس ہے اس کی معنعن حدیث سے احتراز چاہیے ابو داؤد اور ابو نعیم کے ہاں بھی اسی طرح ہے۔ لیکن "الاستیعاب" اور "الجامع الرعینی" میں بصیغہ تحدیث یہ روایت موجود ہے۔ اگر یہ ثابت ہو تو پھر حکیمہ سے عدم واقفیت باقی رہے گی۔ "المیزان" میں علامہ ذہبی نے کہا: حکیمہ غیر معروف ہے۔

نبی ﷺ نے ام یوسف برکہ سے فرمایا تھا: "صحۃ"۔ علامہ زرقانی مالکی نے کہا: اس کا مطلب ہے اللہ اسے تیرے لیے صحت بنائے یا جو چھ تو نے پیا یہ صحت کا باعث ہے۔

اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ پینے والے کے لیے ایسا کہنا مستحب ہے کھانے کو بھی اس پر قیاس کیا جائے گا۔ کھانے اور پینے والے کے لیے ایسی دعا کی حکمت یہ ہے کہ کھانے پینے ہی سے بیماریوں کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے۔ کسی کا شعر ہے:

کیونکہ اکثر بیماریاں جنہیں تم دیکھتے ہو کھانے یا پینے سے ہوتی ہیں۔ (جز ۲، ص ۲۶۸)

علامہ شہاب الدین البخاری "شرح الشفاء" (جز ۱، ص ۲۵۱) میں حدیث مذکور پر کہتے ہیں:

حضور ﷺ کا ارشاد: "صحۃ" اس پر دلالت کرتا ہے کہ پینے کے بعد دعا دینا سنت ہے بدعت نہیں۔<sup>۱۹۱</sup>

پھر علامہ زرقانی کی سابقہ عبارت اور شعر ذکر کیا ہے:

"حاشیہ النور علی الشبر املسی علی المواہب" میں ارشاد ابراہیمی "صحۃ" پر مرقوم ہے کہ مشروب

پینے کے بعد ایسا کہنا سنت ہے۔ پینے کے ساتھ کھانے کو بھی اس میں شامل کرنا مناسب ہے۔

"المدخل" (جز ۱، ص ۱۹۶) میں امام ابو عبد اللہ محمد بن الحنفیہ العبدری المالکی کا قول ہے کہ پینے سے فارغ ہونے

والے کو صحت کی دعا دینا اگرچہ اچھی دعا ہے لیکن اس پر عمل بدعت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور ﷺ نے حضرت

۱۹۱۔ یہ اس صورت میں ہے اگر حدیث صحیح بخاری میں اس کی توثیق میں تامل ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا کو یہ دعا دی جب اس نے آپ کا پیشاب پی لیا، اس میں حجت اور دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ پانی نہ تھا۔ آپ کا پیشاب تھا اور عادت اس میں نقصان کا اندیشہ تھا، چنانچہ حضور ﷺ نے یہ کلمہ ارشاد فرما کر ان کے خدشے کو زائل فرمادیا جب کہ پانی میں یہ اندیشہ نہیں ہوتا۔ اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اس مقام کے علاوہ آپ سے کسی اور موقع پر یہ لفظ منقول نہیں ہے۔ کسی صحابی اور سلف صالحین میں سے بھی کسی سے ایسا کرنا مروی نہیں، سو یہ بدعت ہے۔

اگرچہ مذکور الصدر دلائل قابل توجہ ہیں تاہم اسلامی آداب کھانے پینے کے بعد دعا کے منافی نہیں ہیں، پینے والے کو صحت کی دعا دینا مغرب اوسط میں لوگوں کے معمولات میں سے ہے۔ حتیٰ کہ بسا اوقات تمام حاضرین مجلس کی طرف سے مشترکہ دعا اور تہنیت کی وجہ سے میرے لیے کچھ پینا مشکل ہو گیا۔ حجاز اور مصر والے ایسے موقع پر ہینا مرینا (شوق سے خوش ہو کر پیو) کہتے ہیں۔ ان کی دلیل سورۃ الحاقۃ کی وہ آیت کریمہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اہل جنت سے ارشاد فرمائے گا:

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ  
(النَّحْلِۃ: ۲۴) (الحاقۃ: ۲۴)

کھاؤ اور پیو خوب مزے سے (اپنے) ان (کاموں) کے بدلے جو گزرے ہوئے دنوں میں تم

نے آگے بھیجے (تھے) O

مؤلف بیان کرتے ہیں: میں نے مغرب اوسط کے عالم شیخ ابی راس المعسکری کے سفر نامہ میں دیکھا جب وہ فاس میں آئے ایک ولیمہ میں شریک ہوئے۔ بعض طلبہ نے ان کے سامنے مشروب پیا، وہ کہتے ہیں: میں نے فوراً صحت کا لفظ بولا اور دعا دی وہاں پر موجود لوگ مجھ پر ہنسنے لگے اور میں نے ندامت سے دانت پیسے پھر میں نے کہا: تمہارے پاس ایسا نہ کہنے کی کیا سند ہے؟ وہ بولے: یہ ہماری عادت ہے۔ میں نے کہا: کیا تم اس کی نقل سے استدلال کرو گے؟ (اگر میں اس پر نقلی دلیل فراہم کر دوں تو مان لو گے؟) سب نے کہا: اس پر کون سی نقل ہے؟ میں نے کہا: علامہ شہاب الدین الخفاجی نے اس کے سنت ہونے پر نص کی ہے۔ اور صاحب مدخل نے اس کے برعکس (بدعت) کہا ہے۔ شیخ طیب بن کیران ٹیک لگائے ہوئے تھے جب انہوں نے نقل کی بات سنی تو اس طرح سیدھے ہو کر بیٹھ گئے جس طرح نصر بن شمیل کی طرف سے غلطی کی نشاندہی پر مامون الرشید سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا اور بولے: اس میں نقل (روایت) موجود ہے تو پھر اختلاف چہ معنی دارد؟ میں نے کہا: ایسا ہی ہے اور میں نے ان کے سامنے علامہ شہاب اور المدخل کی تقریر کی گتھی سلجھا دی، اس پر انہوں نے میری علمی فضیلت کا اعتراف کیا اور میری نقل کی صحت کی داد دی۔

سابقہ بحث سے معلوم ہو گیا کہ مالکی محدثین میں سے علامہ زرقانی نے دعائیہ کلمہ کہنے کے استحباب کی تصریح کی ہے۔ شوافع میں سے ان کے شیخ نور الشبراہمسی نے بھی اس کے استحباب کی تصریح کی ہے اس دور میں مشرق وغیرہ کے تمام لوگوں کا اس پر نسل در نسل عمل اور علامہ شہاب الدین الخفاجی کی تائید اس کے استحباب کی مزید تصریح ہے۔

”شرح منظومۃ الآداب“ میں محدث السفارینی الحسینی لکھتے ہیں: فقہاء حنابلہ کا یہ ذکر کرنا کہ کھانے کے بعد الحمد للہ کہنے والے کے لیے دعا کی جائے اس بات کی دلیل ہے کہ کھانے اور پینے والے کے حسب حال اس کے لیے دعا کی جائے۔ اسے مطلقاً مستحب کہنا علامہ ابن الجوزی کے کلام کا تقاضا ہے۔ باقی بحث ”شرح منظومۃ الآداب“ میں الجزء الثانی کے ص ۱۳۴ پر ملاحظہ کریں۔ انہوں نے یہ بحث امام ابن مفلح کی کتاب ”الآداب الکبریٰ“ سے بطور تلخیص نقل کی ہے۔ واللہ اعلم

مؤلف کہتے ہیں: ہیک عرصہ کے بعد میں نے اس عنوان پر علامہ ابن حجر الہیتمی کی کتاب ”فتاویہ الفقہیہ“ میں ان کی تقریر دیکھی میں نے اس سے جامع اور عمدہ بحث نہیں دیکھی تھی۔ ان سے دریافت کیا گیا: آج کل لوگوں کی عادت ہے کہ جب کوئی مشروب سے فارغ ہوتا ہے اسے صحت وغیرہ کی دعا دیتے ہیں اس کی کوئی اصل ہے یا یہ بدعت ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس کی اصل میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب ام ایمن نے نبی ﷺ کا پیشاب پی لیا آپ نے اسے صحت کی دعا دی اور فرمایا: اے ام ایمن! آگ تیرے شکم میں ہرگز داخل نہ ہوگی۔<sup>۱۹۲</sup>

وجہ قیاس یہ ہے کہ ہمارے کثیر ائمہ کا مختار یہ ہے کہ نبی ﷺ کے فضلات طاہر ہیں اور آپ کا بول مبارک سراپا شفاء ہے جب حضور ﷺ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو اس پر یہ دعا اور بشارت دی تو پھر پانی پینے والے کے لیے اس دعا کو قیاس کرنا بدعت نہ ہوگا۔

یہ کہنا بھی درست نہ ہوگا کہ اس واقعہ کے علاوہ آپ سے کبھی ایسا منقول نہیں؛ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ امور تشریع میں آپ کی اقتداء کے لیے کسی فعل کا آپ سے بار بار صدور شرط نہیں ہے بلکہ ایک مرتبہ بھی کسی امر کا صدور کافی ہے۔ علاوہ ازیں اس واقعہ کے علاوہ کسی دوسرے موقع پر اس کا نقل نہ ہونا اس کے عدم وجود پر دلالت نہیں کرتا۔ اور یہ ایسا امر نہیں جس کے لیے بڑی تعداد میں ناقلین ضروری ہوں۔

ہم نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا پیشاب شفاء ہے اس سے ان کے قول کا رد ہے جنہوں نے کہا: اس میں دلیل نہیں کیونکہ ہماری بحث مشروبات میں ہے اور پیشاب مشروب نہیں؛ بلکہ اس کے پینے سے عادتاً ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے اور آپ نے صحت کی دعا اس لیے دی تا کہ دوسروں کا پیشاب پینے سے عادتاً جس ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے وہ ختم ہو جائے اس طرح یہ جملہ دعا اور اس خبر کا متضمن ہوا جبکہ پانی پینے میں ایسے کسی خدشے کا امکان نہیں ہوتا۔

علامہ ابن حجر ہیتمی اس توجیہ کے جواب میں کہتے ہیں: یہ توجیہ رد کردی جائے کیونکہ حضرت ام ایمن وغیرہ کے نزدیک یہ چیز ثابت تھی کہ آپ کے بول میں شفاء ہے اور انہوں نے اسی ارادے سے اسے پی لیا تھا۔ سو مذکورہ بالا تاویل غلط ٹھہری۔ اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ اس قائل کی توجیہ کے مطابق یہ حجت نہیں بلکہ اس لیے حجت ہے کہ حضور ﷺ نے شرب بول سے دوا اور شفاء کا قصد کرنے والی کے عمل کو حق قرار دیا اسے برقرار رکھا اور اس کے ارادے کو برقرار فرماتے ہوئے اسے صحت کی دعا دی۔<sup>۱۹۳</sup> اس کی کارروائی کے جواب میں کہ اس نے اس سے صحت کا ارادہ

<sup>۱۹۲</sup> بے اصل، ضعیف حدیث سے استدلال۔

<sup>۱۹۳</sup> حیرت ہے مصنف محدث ہوتے ہوئے ایسی باطل تاویلات کر رہے ہیں اور ہیتمی سے ایسی نامعقول باتیں نقل کر رہے ہیں۔

کیا یہ خبر دی کہ اسے صحت حاصل ہو گئی اور یہ مفہوم ”صحۃ“ کے لفظ سے ظاہر ہے۔ اس صورت میں روایت میں پانی پینے کے وقت اس دعا کا مندوب ہونا بہ ظاہر باقی نہیں رہے گا تاہم دوا پیتے وقت اس دعا کا مندوب ہونا دلالت ظاہرہ سے ثابت ہو گا۔ کیونکہ یہ نص کے مطابق ہو گا (کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بھی یہ مقصد دوا یہ کام کیا تھا) لیکن دونوں میں کوئی فرق کرنے والی چیز نہیں ہے (کہ دوا پیتے وقت دعائے جملہ کہنا درست ہو اور پانی پیتے وقت ایسا کہنا درست نہ ہو)۔ (فتاویٰ الفقہیہ ج ۳، ص ۱۱۷)

## امارت حج

علامہ قاضی عیاض نے ”الاکمال“ میں کہا ہے: سب سے پہلے ۸ھ میں حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو حج کرایا ۹ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر حج تھے رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ھ میں حج کیا، علامہ ابن جماعہ کی ”مختصر السیر“ میں ہے: حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان تھے۔

”نور النبراس“ اور ”حواشی الشبر املسی علی المواہب“ کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی طرف سے مکہ کے امیر تھے ان کی عمر بیس سال کے قریب تھی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اہل مکہ کو فقہ اور سنن کی تعلیم دینے پر مامور تھے۔

”الاصابہ“ میں ہے: حضرت عتاب رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے، نبی ﷺ نے حنین کی طرف جاتے ہوئے ان کو مکہ کا امیر مقرر کیا تھا اور پھر اسی منصب پر برقرار رکھا۔ ایک قول کے مطابق آپ نے ان کو طائف سے واپسی پر امیر مکہ مقرر فرمایا اور انہوں نے فتح مکہ کے سال لوگوں کو حج کرایا۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں مکہ مکرمہ کی امارت پر برقرار رکھا، جس روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اسی روز مکہ مکرمہ میں حضرت عتاب رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ الواقدی وغیرہ نے یہ سب روایات ذکر کی ہیں۔

”اسد الغابہ“ میں ہے: حضرت عتاب رضی اللہ عنہ نے ۸ھ میں حج کرایا، اس سال مشرکوں نے اپنے طریقہ کے مطابق حج کیا تھا۔ ۹ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا، ایک قول کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے امیر حج تھے اور دوسرے قول کے مطابق اسلام میں حضرت عتاب رضی اللہ عنہ پہلے امیر حج تھے۔

## قربانی کے جانوروں کے نگران

”الموطا“ میں حضرت ہشام بن عروہ کی اپنے والد سے روایت میں ہے کہ نبی ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے نگران نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر قربانی کا کوئی اونٹ تھک کر ماندہ ہو جائے تو میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: قربانی کا جو جانور ماندہ ہو جائے اسے نحر کر دو (اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے) پھر اس کا

قلاودہ (گلے کا بار) اس کے خون میں ڈال دو اور اسے لوگوں کے کھانے کے لیے چھوڑ دو۔  
سنن نسائی میں حضرت ناجیہ الخزاعی سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قربانی کا جو جانور ماندہ ہو جائے تھک جائے اس کے ساتھ کیا کروں؟ ارشاد فرمایا: نحر کر دو۔ الحدیث<sup>۱۹۲</sup>

## عہد نبوی میں بیت اللہ کی نگہبانی اور خدمت پر مامور حضرات

قاضی ابو محمد عبد الحق بن عطیہ نے تفسیر میں کہا ہے: بیت اللہ نگہبانی اور خدمت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ اور شیبہ بن عثمان کے سپرد تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی درخواست کے باوجود کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ اور شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کے سپرد فرمادی اور ان سے فرمایا: آج نیکی اور وفا کا دن ہے یہ اول آخر (ہمیشہ) تمہارے پاس رہے گی تم سے اسے صرف ظالم ہی چھینے گا۔<sup>۱۹۵</sup>  
ایک روایت میں ہے: ہمیشہ کے لیے کعبہ کی خدمت حاصل کر لو۔ الحب الطبری نے کہا: حدیث میں ”تالدة“ کا لفظ شاید ”التالدة“ سے ہے اور وہ قدیم مال کو کہتے ہیں: یعنی یہ چابی پہلے بھی اور بعد میں بھی تمہارے پاس رہی اور رہے گی۔ صرف ظالم ہی یہ چابی تم سے چھینے لگا۔

ایک روایت میں ہے: کافر ہی تم پر چابی کے معاملہ میں زیادتی کرے گا، یعنی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کا منکر ہی ایسا کرے گا۔ ممکن ہے اس سے حقیقی کافر مراد ہو، یعنی ایسا فرد جو کعبہ کی بے حرمتی کو حلال سمجھے۔  
پھر ارشاد فرمایا: اے عثمان! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے گھر کا امین بنایا ہے، اس گھر کے عطیات میں سے معروف طریقہ سے کھاؤ۔<sup>۱۹۶</sup> یعنی اتنا لینا جس کی شریعت اور نیکی اجازت دے۔  
علامہ محب طبری اپنی کتاب ”القری“ کے اٹھائیسویں باب میں لکھتے ہیں: بسا اوقات بعض جاہل اس روایت سے کعبہ میں داخلے کی اجرت کے جواز پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور یہ قابل نفرت اور بدترین بدعت ہے۔

بشرط صحت<sup>۱۹۷</sup> نبی ﷺ کا ارشاد گرامی: اس کے عطیات سے کھاؤ، کا مطلب ہے: بیت اللہ کی خدمت اور اس کے دیکھ بھال پر بیت المال سے بقدر حق تمہارے لیے کھانا حلال ہے اور بیت اللہ کی نگہداشت پر نیکی اور

<sup>۱۹۳</sup> مرسل حدیث، مؤلف اس ۳۸۰ ہجری و ۶۲۰ھ (ترمذی: ۹۱۰ اور ابن ماجہ: ۳۱۰۶ میں یہ حدیث موصلاً مروی ہے۔ ترمذی نے کہا: ناجیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے۔

<sup>۱۹۵</sup> ضعیف حدیث، طبرانی ”المکبیر“ ج ۱ ص ۱۲۳۳ (۱۱۰۰) و ط ۱۵۴۰ (۱۵۴۰) از ابن عباس رضی اللہ عنہما، پیشی نے الجمع ج ۳ ص ۲۸۵ میں کہا ہے: اس میں عبد اللہ بن موطا راوی کو ابن حبان نے غلطی اور ثقہ کہا ہے ایک روایت میں ابن عیین نے اسے ثقہ کہا ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

<sup>۱۹۶</sup> ضعیف حدیث، بقول حافظ ابن حجر (۱۱ ص ۳۹۴۵) اسے ابن سعد نے از یزید بن ابی اسلم مدینہ روایت کیا ہے۔ یہ روایت معضل ہے اس کے اسناد میں مجاہل ہیں۔

<sup>۱۹۷</sup> صحت کہاں سے ہوئی جبکہ یہ معضل روایت ہے۔

بھلائی کے ارادہ سے بطور جواز تمہیں لینے کا حق ہے اور اس میں مناسب اور معروف طریقہ سے کھانا ہے۔

علامہ زرقانی نے ”شرح المختصر“ میں اس پر اجماع نقل کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اجرت لینے کا جواز اس صورت میں ہوتا ہے جب انسان خود کو کسی کی منفعت کے لیے مختص کر دے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ بیت اللہ میں ایسا نہیں ہے سو اس کو کھولنے پر اجرت لینا کسی کے لیے جائز نہیں۔ یہاں تو صرف دروازہ کھولنے اور بند کرنے کی ذمہ داری ہوتی ہے اور وہ بھی ان اوقات میں جو حسب عادت معروف ہیں اس لیے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس کے دروازے بند رکھے اور ہمیشہ کے لیے لوگوں کو کعبہ میں داخل ہونے سے روک لے۔

شیخ ابو عبد اللہ الخطاب الرعینی المالکی نے ”شرح المختصر“ میں اس قول کے بعد کہا: ظاہر یہ ہے کہ مقام ابراہیم کے کھولنے پر اجرت لینا بھی اسی طرح ہے اگرچہ مجھے اس بارے میں نص نہیں ملی۔

علاوہ خطاب ”شرح المختصر“ کے باب النذر میں کہتے ہیں: حرام ان سے چابی چھیننا ہے البتہ اگر وہ بیت اللہ کی حرمت پامال کریں تو ان کو روکنا منع نہیں ہے بلکہ بطور ادب ایسا کرنا واجب ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں جیسا کہ بعض جاہلوں کا اعتقاد ہے کہ کعبہ کے ان کلید برداروں پر کسی کو ولایت حاصل نہیں وہ بیت اللہ کے معاملہ میں جو چاہیں سو کریں اس کا کوئی مسلمان قائل نہیں۔

علامہ الخطاب مالکی نے اس کے بعد متعدد ایسی روایات ذکر کی ہیں جن میں حضور ﷺ کا ان کو چابی سپرد کرنا مذکور ہے اور لکھا ہے کہ یہ تمام روایات اس پر دلیل ہیں کہ عثمان بن طلحہ اور شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کی نسل ابھی تک موجود ہے اس بارے میں بعض مؤرخین کا یہ قول قابل التفات نہیں ہے کہ ان کی نسل ہشام بن عبد الملک کے دور خلافت میں ختم ہو گئی۔ الشریف محمد بن اسعد الحرانی نے جو علم انساب کے بڑے ماہر ہیں اپنی کتاب ”الجوہر المکنون فی القبائل والبطون“ میں یہی کہا ہے۔

اس قول کے غلط ہونے پر ایک اور دلیل ”المدونہ“ کی کتاب النذر میں امام مالک کا یہ قول ہے کہ کعبہ کی نگہداشت میں کوئی اور شریک نہ ہوگا کیونکہ ان کو یہ ذمہ داری اور ولایت رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی ہے اور امام مالک کی ولادت ہشام کے بعد ہوئی۔

علامہ ابن عبد البر اور ابن حزم نے اپنے دور میں ان کی نسل میں موجود لوگوں کی ایک جماعت کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں حضرات پانچویں صدی کے آخری نصف میں گزرے ہیں۔ اسی طرح ”صبح الاعشی“ کے مؤلف علامہ القلقشنندی نے ذکر کیا ہے اور وہ ۸۲۱ھ تک زندہ رہے۔

ان کی یہ دلیل بھی لائق التفات نہیں کہ حضرت معاویہ نے عبید کو کعبہ کی خدمت سپرد کر دی تھی کیونکہ خدمت گزاری اور کلید برداری دو مختلف چیزیں ہیں۔ علامہ ازرقی، علامہ الفاہکی اور ان جیسے مؤرخین کے کلام میں کلید برداری اور خدمت کو الگ الگ ذکر کیا ہے جس سے ان کا مختلف ہونا معلوم ہوتا ہے۔

بعض روایات میں ہے: جب رسول اللہ ﷺ پر یہ حکم نازل ہوا کہ امانت اس کے اہل کے سپرد کر دو آپ نے عثمان شیبی رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چابی دی اور فرمایا: اس کو چھپالو۔ واقعہ کی اپنے شیوخ سے روایت میں ہے کہ



رسول اللہ ﷺ نے اس کو چابی عطا فرمائی رسول اللہ ﷺ نے اس پر اپنا کپڑا ڈالا ہوا تھا اور فرمایا: اس کو چھپالو بے شک اللہ تعالیٰ جاہلیت اور اسلام میں اس پر راضی ہے کہ چابی تمہارے پاس رہے۔<sup>۱۹۸</sup>

علامہ الفاہی نے اخبار مکہ میں ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو چابی کپڑے کی اوٹ سے دی اور فرمایا: اس کو چھپالو۔<sup>۱۹۹</sup> الزہری نے کہا: اس لیے کعبہ کی چابی چھپا کر رکھی جاتی ہے۔ علامہ الخطاب نے کہا: اسی لیے بیت اللہ کو کھولتے اور بند کرتے وقت اسے نکالا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

علامہ کتانی نے کہا: یہ حدیث الطبرانی کی ”المعجم الكبير“ میں ابن عساکر اور ابن ابی شیبہ وغیرہ کے ہاں سائب بن یزید، محمد بن جبیر بن مطعم اور ابن سابط سے مروی ہے۔<sup>۲۰۰</sup> (کنز العمال، باب فضائل الکعبۃ)

فتح مکہ کے وقت نبی ﷺ کے خطبہ میں ہے: سنو بیت اللہ کی نگہداشت اور حجاج کو پانی پلانے کے سوا ہر موروثی اعزاز میرے ان قدموں کے نیچے ہے۔

ابن بادیس نے کہا: نبی ﷺ نے دور جاہلیت کے ہر موروثی اور نسلی تفاخر کو پھینک دیا اور فرمایا: یہ میرے قدموں کے نیچے ہے یعنی ناقابل التفات ہے اہل عرب یہ بات اس وقت کہتے جب ان کے ہاں کوئی چیز بے وقعت اور ناقابل التفات ہوتی تھی۔ لیکن آپ نے اس سے سدانہ اور سقایہ کو مستثنیٰ فرمایا کیونکہ ان میں بیت اللہ کی حفاظت اور نگہداشت کی صورت میں حرمت اللہ کی تعظیم و توقیر ہے۔

نبی ﷺ نے کعبہ کی نگہداشت کو بنو شیبہ کے سپرد فرما دیا یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان میں اور ان کی اولاد میں باقی رہے گی جب تک ان میں صالح لوگ موجود رہیں گے کوئی بھی ان سے یہ ذمہ داری نہیں چھینے گا نہ ہی اس میں شریک ہوگا کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: تم سے صرف ظالم یہ چابی چھینے گا۔<sup>۲۰۱</sup>

### السقایہ۔ زمزم پلانے کی ذمہ داری

قبل از اسلام سقایہ کا منصب بنو عبد المطلب کے پاس تھا۔ اسلام میں بھی نبی ﷺ نے ان کو اس ذمہ داری پر برقرار رکھا نبی ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر بنو عبد المطلب کے پاس زمزم کے کنوئیں پر تشریف لائے وہ لوگوں کو زمزم پلا رہے تھے آپ نے فرمایا: اے عبد المطلب کے بیٹو! اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تمہارے پلانے پر غالب آ جائیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی نکالتا انہوں نے آپ کو ایک ڈول میں زمزم پیش کیا جس سے آپ نے نوش فرمایا۔<sup>۲۰۲</sup>

۱۹۸ واقعہ کذب سے متہم ہے اس کے شیوخ مجہول ہیں اور اسناد معطل ہے۔

۱۹۹ اے طبرانی نے ”الکبیر“ ج ۹ ص ۳۸۹ اور عبد الرزاق نے ”مصنف“ میں زہری سے مرسل روایت کیا ہے۔ محدثین کے نزدیک زہری کی مراسیل حجت نہیں۔

۲۰۰ تمام احادیث ضعیف ہیں۔

۲۰۱ ضعیف حدیث، تخریج گزر چکی ہے۔

۲۰۲ صحیح حدیث مسلم: ۱۲۱۸ ابوداؤد: ۱۹۰۵ ابن ماجہ: ۳۰۷ دارمی ج ۲ ص ۳۳-۳۹ بیہقی ”سنن“ ج ۵ ص ۷-۹ ابن خزیمہ بہ تصحیح

۳۶۰۳-۳۶۲۰ ابن الجارود ”المستقی“ ۳۶۵-۳۶۹ رسول اللہ ﷺ کے حج کے بارے میں مزید معلومات کے لیے علامہ محمد ناصر

الدین البانی کی کتاب ”حجة النبی ﷺ“ ملاحظہ کریں۔



حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کا اپنے دست مبارک سے اونٹ نحر فرمانا

اور باقی ماندہ کو نحر کرنے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمانا

صحیح مسلم میں ہے: نبی ﷺ نے تریسٹھ اونٹنیوں کو اپنے مبارک ہاتھوں سے نحر فرمایا۔<sup>۲۰۳</sup> سیرت نگاروں کی ایک جماعت سے یہی مروی ہے۔ قاضی عیاض اور ابن ماہان نے ”بیدہ“ کی جگہ ”بدنہ“ کہا ہے۔

تاہم دونوں روایتیں درست ہیں آپ کا اپنے ہاتھوں سے نحر فرمانا اس روایت میں ہے کہ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانی کے باقی جانوروں کے نحر کرنے کا حکم دیا، یہ سو جانور تھے۔

تریسٹھ قربانی کے جانور اپنے مبارک ہاتھوں سے نحر فرمانے کی حکمت کے متعلق متعدد اقوال ہیں:

امام ترمذی نے ذکر کیا ہے: اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ مدینہ منورہ سے تریسٹھ قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے۔

قاضی عیاض نے کہا: بعض اصحاب معرفت کا کہنا ہے کہ تریسٹھ جانوروں کے نحر کرنے میں آپ کی عمر مبارک

کی طرف اشارہ ہے۔ اس طرح آپ نے اپنی زندگی کے ہر سال کے بدلے ایک جانور نحر فرمایا۔ (الغنائم)

سنن النسائی میں ہے: نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی قربانیوں میں شریک فرمایا اور ہر جانور سے

گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر بندیا میں ڈال کر پکایا گیا، پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس گوشت میں سے کھایا اور اس کا شور بہ نوش فرمایا۔<sup>۲۰۴</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوتی ہے کہ حجۃ الوداع میں بکثرت لوگ شریک تھے

اور یہ کہ مکہ مکرمہ بڑی آبادی والا شہر تھا۔ کیونکہ سوا اونٹنیوں کو کھانے کے لیے کثیر التعداد لوگ چاہئیں۔

انتباہ

رسول اللہ ﷺ کے آخری حج حجۃ الوداع کے متعلق متعدد کتب تالیف کی گئی ہیں اس موضوع پر حافظ ابو محمد

بن المنذر حافظ ابو جعفر احمد بن عبد اللہ الطبری ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی شافعی اور محمد بن حزم الظاہری نے کتب

لکھی ہیں اور حافظ ابن القیم نے ”الہدی النبوی“ میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ حافظ ابن کثیر شافعی نے ”البدایہ

والنہایہ“ میں اوروں سے زیادہ تفصیل بیان کی ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے مختلف ابحاث ذکر کی

ہیں حافظ الشامی نے اپنی سیرت کی کتاب میں ان تمام ابحاث کو جمع کر دیا اور اس پر مزید اضافے کیے ہیں اور قدم

بقدم حالات و وقائع تحریر کیے ہیں۔ جزاہ اللہ خیرا

اس موضوع پر سب سے عمدہ مفید اور مختصر تحریر شیخ اکبر ابن العربی الحاتمی کی المحاضرات میں ہے انہوں نے

ابن حزم کے اسلوب کلام اور انداز پر اعتماد کیا ہے۔<sup>۲۰۵</sup>

<sup>۲۰۳</sup> صحیح حدیث ترمذی حدیث کا ایک حصہ ہے۔

<sup>۲۰۴</sup> صحیح حدیث صحیح البخاری ۲۵۰۶ از جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم۔ یہ حدیث مجھے سنن النسائی میں نہیں ملی۔

<sup>۲۰۵</sup> اس موضوع پر سب سے بہترین اور قابل مطالعہ کتاب شیخ محمد ناصر الدین البانی کی کتاب ”حجۃ النبی ﷺ“ ہے۔

## القسم الثالث

تحریری سرگرمیاں  
کاتبین وحی وغیرہ

## تحریری سرگرمیاں

کتاب ”انباء الانبياء وتواريخ الخلفاء وولايات الملوك والامراء“<sup>۲۰۶</sup> میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں حضرت ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما یہ خدمت سرانجام دیتے تھے۔

”الاستيعاب“ (ج ۱ ص ۲۶) میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان حضرات میں شامل ہیں جنہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پہلے اور ان کے ساتھ وحی لکھی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی صحابہ کرام میں زیادہ تر وحی کی کتابت کرتے تھے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ جب حاضر نہ ہوتے رسول اللہ ﷺ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلاتے حضرت ابی اور حضرت زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے سامنے وحی لکھتے تھے۔

ابن عبد ربہ کی ”العقد الفريد“ (جز ۲ ص ۴۳) میں ہے علامہ القضاہی نے کہا: اگر کاتبین وحی صحابہ میں سے کوئی موجود نہ ہوتا تو حاضرین میں سے کوئی لکھنے والا وحی لکھ دیتا۔

کاتبین وحی صحابہ یہ ہیں: حضرت معاویہ، حضرت جابر بن سعید بن العاصی، حضرت ابان بن سعید، حضرت العلاء بن الحضرمی اور حضرت حنظلہ بن الربیع رضی اللہ عنہم۔ حضرت عبد اللہ بن ابی سرح بھی کاتب وحی تھے پھر مرتد ہو کر مشرکوں سے جا ملے جب مکہ فتح ہوا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے امان طلب کی رسول اللہ ﷺ نے ان کو امان بخشی اور وہ اچھے مسلمان بنے۔

## کتابت کی خدمات انجام دینے والے صحابہ

”تاریخ دمشق“ میں حافظ ابن عساکر نے ان کی تعداد تیس (۲۳) تک پہنچائی ہے۔ ”بہجة المحافل“ میں پچیس (۲۵) ایسے صحابہ کرام کا تذکرہ ہے جو تحریری خدمات سرانجام دیتے تھے جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں: حضرت علی، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عامر بن فہرہ، حضرت عبد اللہ بن ارقم، حضرت ابی بن کعب، حضرت ثابت بن قیس بن شماس، حضرت خالد بن سعید بن العاصی، حضرت ابان بن سعید، حضرت حنظلہ بن ابی عامر اسدی، حضرت زید بن ثابت، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت شرییل ابن حسن، حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی ابن سلول، حضرت زبیر بن العوام، حضرت معقیب بن ابی فاطمہ الدوسی، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت خالد بن الولید، حضرت العلاء بن الحضرمی، حضرت عمرو بن العاصی، حضرت جبیم بن الصلت، حضرت عبد اللہ

<sup>۲۰۶</sup> تصنیف قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامہ القضاہی مؤلف ”مسند الشہاب“ متوفی ۴۵۴ھ کشف الظنون ج ۲ ص ۱۸۸ ہدیۃ العارفین

بن رواحہ، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہم اجمعین۔

صاحب ”بہجة المحافل“ نے گویا ابن عبدالبر کی پیروی کی ہے، انہوں نے ”الاستیعاب“ (ج ۵) میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ان کی یہی تعداد بیان کی ہے۔

علامہ القرطبی نے اپنی تفسیر میں ان کی تعداد چھپیس تک پہنچائی ہے، علامہ الشیراملسی نے ”المنہج فی فقہ الشافعیہ“ پر اپنے حواشی پر مشتمل کتاب ”القضاء“ میں ایسے صحابہ کرام کی تعداد چالیس تک پہنچائی ہے۔

علامہ العراقی نے تحریری خدمات انجام دینے والے صحابہ کی تعداد بیالیس (۲۲) تک پہنچائی ہے۔ انہوں نے ان صحابہ کرام کے نام نظم کی صورت میں بیان کیے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے کاتب بیالیس تھے، حضرت زید بن ثابت، حضرت معاویہ ابن ابی سفیان، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابی، حضرت خالد بن سعید، حضرت حنظلہ، حضرت شریک بن حبیل، ابن حنہ، حضرت عامر، حضرت ثابت بن قیس، حضرت ابن ارقم رضی اللہ عنہم۔

علامہ عراقی کہتے ہیں: المزنی اور عبدالغنی وغیرہ نے مذکور الصدر صحابہ کا ذکر کیا ہے لیکن میں نے سیرت کی مختلف کتابوں سے مزید کاتبین کا کھوج لگایا ہے جو درج ذیل ہیں:

حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت العلاء، بن الحضر، بن رواحہ، حضرت خالد بن الولید، حضرت حاطب ابن عمرو، حضرت حویطب، حضرت حذیفہ، حضرت بریدہ، حضرت ابان بن سعید، حضرت ابوسفیان، حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت عمرو بن العاصی، حضرت مغیرہ، حضرت ابوسلمہ، حضرت ابویوب، انصاری، حضرت معیتیّب الدوسی، حضرت ابن ابی الارقم، حضرت عبداللہ بن عبد اللہ بن ابی، حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ، حضرت جہیم، حضرت علاء بن مقبہ اور حضرت حصین بن نمیر رضی اللہ عنہم اجمعین۔

علامہ عراقی آخر میں لکھتے ہیں: تین کاتب مرتد ہو گئے تھے ایک ابن ابی سرح، دوسرے ابن نطل اور تیسرے کا نام مجھے نہیں ملا۔ ان میں سے صرف عبداللہ بن ابی سرح دوبارہ دین کی طرف لوٹ آئے اور باقی دو مرتد مرے۔ علامہ البرہان الحلّی نے ”الشفاء“ کے حواشی میں ایسے صحابہ کرام کی تعداد تینتالیس (۲۳) تک پہنچائی ہے۔

”المطالع النصریہ“ میں علامہ المصوری نے کہا ہے: یہ سب حضرات کاتبین وحی نہ تھے۔ ہجرت کے بعد زیادہ تر کتابت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کرتے تھے اور فتح مکہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ۔ اس کی اصل علامہ نووی کی ”التہذیب“ میں ہے، علامہ نووی نے کہا ہے: سیرت نگار کہتے ہیں: سب سے زیادہ کتابت حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کرتے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر نے ”بہجة المجالس“ میں کہا ہے: ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ کے لیے لکھا ہے: تاہم خطوط اور جوابات لکھنے کے متعلق کاتب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے پوری وحی لکھی ہے۔

امام بخاری نے صحیح البخاری کی کتاب الادکام میں ”باب ما يستحب للکاتب ان یکون امیناً عاقلاً“ میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا ہے جس میں قرآن مجید کو جمع

کرنے کا ذکر ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم جو ان عقل مند شخص ہو امانت دار ہو، تم رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتے تھے سو تم قرآن مجید کو تلاش کر کے جمع کرو۔<sup>۲۰۷</sup>

حافظ ابن حجر "فتح الباری" میں لکھتے ہیں: اگر زید رضی اللہ عنہ میں امانت، عقل اور فہم و فراست نہ ہوتی نبی ﷺ ان کو وحی لکھنے پر مامور نہ فرماتے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے انہی اوصاف عقل مندی اور امانت داری کا ذکر فرمایا کہ یہ ان کے دائمی اوصاف تھے۔

### نبی ﷺ کے نائب کاتب

"العقد الفريد" (جز ۲، ص ۱۳۳) میں علامہ ابن عبد ربہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ کے کاتبوں میں سے جب کوئی کاتب موجود نہ ہوتا تو حضرت حنظلہ بن ارفیع رضی اللہ عنہ ان کے نائب ہوتے تھے۔

"المواهب" میں ہے: رسول اللہ ﷺ کے پہلے کاتب حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ تھے اور اسی کتاب میں حافظ ابن حجر سے منقول ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کے سب سے پہلے کاتب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے اور مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے قریشی کاتب حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ تھے۔

علامہ زرقانی نے کہا ہے: اس سے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے اولین کاتب ہونے کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ وہ قریشی نہیں تھے کندی تھے۔

"صبح الاعشى" (جز ۱، باب ۳ ص ۸۹) میں دیوان انشاء (گورنمنٹ کا تحریری ریکارڈ کا دفتر امور انتظامیہ کا مرکز) کی حقیقت کے بارے میں ہے کہ اس کی ابتداء اسلام میں ہوئی، دیوان ایسا دفتر ہے جس میں ریکارڈ کو مرتب اور تحریر کرنے والے بیٹھتے ہیں، فصل ثانی میں بھی یہی مذکور ہے کہ اس کی ابتداء اسلام میں ہوئی، بعد ازاں دیگر ممالک میں اس کا رواج ہوا اسلام میں سب سے پہلے یہ دیوان ایجاد ہوا۔ کیونکہ نبی ﷺ اپنے امراء (گورنروں) عاملوں (اور فوج کے سالاروں) کو خطوط روانہ فرماتے اور وہ آپ کی خدمت میں عرضے بھیجتے تھے۔ اسی طرح آپ نے قرب و جوار کے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت کے خطوط روانہ فرمائے اور آپ کے صحابہ حکمرانوں کے پاس آپ کے خطوط لے کر گئے جب حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ وہمن کی طرف بھیجا اسے عہد نامہ لکھوا کر دیا۔ حضرت تمیم الداری اور ان کے بھائیوں کو شام کے بعض علاقوں کی جاگیر کا پروانہ دیا، صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کے اور قریش کے مابین صلح نامہ لکھا گیا اسی طرح بعض مواقع پر آپ نے امن کے پروانے لکھوائے، مکمل تفصیل حسب موقع آئندہ اوراق میں مذکور ہوگی، یہ تمام مکتوبات دیوان انشاء ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ البتہ فوج کے دیوان (مکمل تحریری ریکارڈ رکھنے والا محکمہ) کی تدوین اور ترتیب سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔

ایشیخ عصام الدین احمد بن مصطفیٰ المعروف طاشکبری کی کتاب "مفتاح السعادة ومصباح السيادة" میں یہ اضافہ ہے کہ شروط اور رجسٹروں میں اندراج کا علم فقہ کی پندرہ شاخوں میں سے ایک ہے، اس علم میں قاضی (جج)

۲۰۷ صحیح البخاری ۱۹۱۱ء زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

کے نزدیک ثابت احکام کی کتب اور رجسٹروں میں اندراج کی کیفیت سے بحث کرنا ہے۔ بایں طور کہ موجودہ دور کے تقاضوں میں اس سے دلیل اور حجت حاصل کرنا درست ہو، اس علم کا موضوع من حیث الکتابت وہ احکام ہیں۔ اس علم کے بعض مبادی فقہ سے، بعض علم انشاء اور بعض رسوم عادات اور امور استحسانہ سے ماخوذ ہیں۔

اس علم کے بارے میں محمد بن الصافی کی تالیف بہترین ہے اور اس دور کے عرف کے اعتبار سے محمد بن افلاطون کی تالیف نمایاں مقام کی حامل ہے۔

واضح رہے، علم انشاء علم ادب کی فرع ہے کیونکہ اس میں بھی الفاظ کے حسن اور مقتضائے حال کے مطابق ان کا استعمال ہوتا ہے۔ کبھی اس علم کو علم فقہ کی فروغ میں شمار کرتے ہیں، کیونکہ اس کے مفاہیم کی ترتیب قوانین شرع کی روشنی میں تکمیل پاتی ہے۔ ہم اسے القسم الادبی اور القسم العلمی دونوں میں لائے ہیں، حقیقت حال کی وضاحت ان کے اقسام کے مطالعہ سے ہو جائے گی۔

”کشف الظنون“ میں بھی یہی تقریر ہے اس سے پہلے صاحب کشف الظنون نے ان حضرات کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اس موضوع پر کتابیں تحریر کی ہیں جن میں سے ایک ابو زید احمد بن زید الشرطی الحسنبلی بھی ہیں۔

الحر جانی نے امام ابو حنیفہ کے مذہب کی ترجیح میں ذکر کیا ہے کہ اس موضوع پر الشرطی سب سے آگے ہیں علامہ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر البغدادی نے اس کے رد میں کہا ہے کہ سب سے پہلے نبی ﷺ نے معاہدوں اور عہد و پیمان کی دستاویزات قلم بند کرائی ہیں۔ ان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قلم سے تحریر کردہ وہ معاہدہ بھی ہے جو آپ نے ایلہ کے عیسائیوں کے لیے لکھوایا تھا۔ (کشف الظنون جزء ۲، ص ۵۶)

### راز دارانہ امور لکھنے والے صحابہ

علامہ المقریزی نے ”المخطط“ میں کہا ہے: راز کی باتیں لکھنے والوں کے لیے سنت میں ایک رتبہ ہے (حضور ﷺ کے عہد مبارک میں اس ذمہ داری پر بعض صحابہ کرام مقرر رہے ہیں) چنانچہ ابو بکر عبد اللہ بن ابوداؤد البجستانی نے ”کتاب المصاحف“ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس خطوط آتے ہیں میں یہ پسند نہیں کرتا کہ انہیں ہر کوئی پڑھے تو کیا تم عبرانی یا فرمایا: سریانی زبان پڑھنا سیکھ سکتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں پھر میں نے سترہ راتوں میں یہ زبان سیکھ لی۔<sup>۲۰۸</sup>

۲۰۸ صحیح حدیث احمد ج ۵ ص ۱۸۲، الفسوی ”المعرفة والتاریخ“ ج ۱ ص ۲۸۳-۲۸۴، طبرانی: ۳۹۲۸، ابن حبان ”الاحسان“: ۷۱۳۶، حاکم ج ۳ ص ۳۲۲، ابن ابی داؤد ”المصاحف“ ص ۷۱، مسند اسحاق بن راہویہ، مسند ابو یعلیٰ، علی بن المدینی ”العلل“ (تغلیق التعلیق ج ۵ ص ۳۰۸) از جریر از اعمش از ثابت بن عبید از زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ ابن سعد ج ۲ ص ۳۵۸، طبرانی: ۳۹۲۷-۳۹۲۸، از یحییٰ بن عیسیٰ الرطبی از اعمش بہ اسناد سابق۔

باسناد حسن ابن سعد ”الطبقات“ ج ۲ ص ۳۵۸-۳۵۹، بخاری ”تاریخ“ ج ۳ ص ۳۸۰-۳۸۱، احمد ج ۵ ص ۱۸۶، ابوداؤد: ۳۶۲۵، ترمذی: ۲۷۱۵، طبرانی: ۳۸۵۶-۳۸۵۷، الفاکہی ”فوائد“ (تغلیق التعلیق ج ۵ ص ۳۰۷) متعدد طرق سے از عبد الرحمن بن ابی الزناد از ابی الزناد از خارجہ بن زید بن ثابت از زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہودی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا۔ ترمذی نے یہ حدیث ذکر کر کے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام بخاری نے صحیح البخاری کی تعلیقات میں اسے احکام میں بیضہ جزم ذکر کیا ہے۔ (۷۱۹۵)

## خطوط اور دستاویزات لکھنے والے حضرات

”الاستیعاب“ (ج ۱ ص ۲۶) اور ”الاصابہ“ میں واقدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے وحی لکھی اور حضرت ابی نے ہی سب سے پہلے خط کے آخر میں ”اسے فلاں نے لکھا“ تحریر کیا۔<sup>۲۰۹</sup> جب حضرت ابی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے حضور ﷺ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو وحی کی کتابت کے لیے بلا تے۔ حضرت ابی اور حضرت زید رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے سامنے ہر قسم کی کتابت کرتے لوگوں کے لیے آپ کے خطوط تحریر کرتے اور جاگیروں وغیرہ کی دستاویزات لکھتے تھے۔<sup>۲۱۰</sup>

ابو عمر کہتے ہیں: خطوط ہمیشہ عبد اللہ بن ارقم الزہری رضی اللہ عنہ تحریر کرتے تھے اور ابن اسحاق کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وحی لکھتے تھے اور بادشاہوں کے نام خطوط تحریر کرتے تھے۔ جب حضرت عبد اللہ بن ارقم اور حضرت زید بن ثابت میں سے کوئی موجود نہ ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کو کسی بادشاہ یا لشکر کے سالار کو خط لکھوانا ہوتا یا کسی کو جاگیر کی دستاویز عطا فرمانی ہوتی تو لکھنے والوں میں سے جو موجود ہوتا اس سے لکھوا لیتے تھے۔ ”الاستیعاب“<sup>۲۱۱</sup> میں ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے تحریری خدمات انجام دیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المال کے نگران رہے۔

محمد بن اسحاق نے محمد بن جعفر بن زبیر سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو کاتب مقرر فرمایا، حضرت عبد اللہ حضور ﷺ کی طرف سے بادشاہوں کو جواب لکھتے تھے۔ حضور ﷺ کو عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی امانت و دیانت پر اتنا اعتماد تھا کہ آپ ان کو بعض بادشاہوں کو خط لکھنے کا حکم دیتے، وہ خط لکھتے پھر اس پر لاکھ لگا کر مہر لگا دیتے اور آپ خط سنانے کا حکم نہ دیتے۔ (کہ حضور ﷺ کو ان کی امانت و دیانت پر مکمل بھروسہ تھا) حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ابن اسحاق کی اس روایت کو امام بیہقی نے سند حسن کے ساتھ نقل کیا ہے۔<sup>۲۱۲</sup>

حافظ ابن حجر نے فتح الباری کی کتاب الاحکام میں اسناد حسن کے ساتھ اور امام بغوی نے از امام مالک از زید بن اسلم از والد خود اسلم یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی کا خط آیا آپ نے عبد اللہ بن ارقم الزہری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میری طرف سے اس کا جواب لکھو انہوں نے جواب لکھا اور حاضر ہو کر آپ کو سنایا، نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے صحیح لکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بات میرے

۲۰۹ الاصابہ: ۳۲ ج ۱ ص ۱۹۔ ۲۰ تذکرہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

۲۱۰ الاستیعاب علی حاشی الاصابہ ج ۱ ص ۵۰۔ ۵۱

۲۱۱ الاستیعاب علی حاشی الاصابہ ج ۲ ص ۲۶۱ الاصابہ: ۲۵۲۵

۲۱۲ بیہقی از عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۹۵۔ ۱۹۶)



دل میں رہی یہاں تک کہ میں نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بیت المال کا نگران مقرر کر دیا۔<sup>۲۱۳</sup>

”العتبۃ“ میں اس قصہ کے بعد یہ جملہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔

ابن رشد کی ”البيان والتبيين“ میں ابن وہب کی امام مالک سے روایت ہے امام مالک نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے دور خلافت میں حضرت عبد اللہ بن الارقم کو جب کہ وہ بیت المال کے نگران تھے، تیس ہزار لینے کو کہا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں ان کی امانت کا یہ عالم تھا کہ حضور ﷺ ان کو بعض بادشاہوں کی طرف خط لکھنے کا حکم فرماتے وہ خط لکھتے اور آپ ﷺ ان کو خط پر لاکھ لگانے اور مہر لگانے کا حکم دیتے اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی امانت و دیانت پر بھروسہ کرتے ہوئے ان سے خط نہ پڑھواتے۔<sup>۲۱۴</sup>

### نبی ﷺ کی طرف سے بدویوں کو خطوط لکھنے والے حضرات

بدویوں کو خط لکھنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ تھا۔ ”شرح المواہب“ (جز ۳ ص ۳۶۹) میں المدائنی کا قول ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وحی لکھتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ اور عرب قبائل کے درمیان خطوط لکھا کرتے تھے۔

#### اختیار

”الشفاء“ میں ہے ایک آدمی نے معافی بن عمران سے کہا: حضرت معاویہ اور عمر بن عبد العزیز میں افضل کون ہے؟ (دونوں اموی ہیں) حضرت معافی سائل پر سخت ناراض ہوئے اور کہا: کسی کا بھی نبی ﷺ کے اصحاب کے ساتھ موازنہ نہیں ہو سکتا (کوئی شرف و فضل میں ان کا ہم پلہ نہیں)۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابی برادر نسبتی، کاتب اور وحی کے امین ہیں، اگر حضور ﷺ ان کو امین نہ سمجھتے تو ان سے وحی نہ لکھواتے۔ بھلا اس مرتبہ تک عمر بن عبد العزیز یا ان جیسا کوئی شخص رسائی حاصل کر سکتا ہے؟

”نسیم الرياض“ میں علامہ شہاب الدین نے کہا ہے: معافی منطق کے آدمی تھے ان کا قول اس روایت سے رد ہو جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی وحی نہیں لکھی بلکہ وہ قبائل اور مختلف اطراف میں بھیجے جانے والے خطوط لکھا کرتے تھے۔

### نبی ﷺ کے عہد مبارک میں چمڑے پر فرامین نویسی

”الاصابہ“ میں حضرت مالک بن احمر الجذامی العوفی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ ابن شاپین نے اپنی سند سے ان سے روایت کیا ہے کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ نبی ﷺ تبوک میں تشریف لائے ہیں مالک بن احمر آپ کی

۲۱۳ بغوی از طریق محمد بن صدقہ اللہ کی از مالک بن انس از زید بن اسلم از والد خود۔ (الاصابہ: ۴۵۲)

۲۱۴ ابن وہب از مالک ضعیف روایت اس سے پہلی روایت اس سے اسح ہے۔

خدمت میں آئے اور اسلام قبول کیا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ ان کو دعوت اسلام کا خط تحریر فرمادیں تو آپ نے چمڑے کے ٹکڑے پر ان کو لکھ دیا۔ دوسری روایت میں ہے: اس چمڑے کی چوڑائی چار انگل اور لمبائی بالشت کے برابر تھی۔ اس میں پہلے سے لکھا ہوا منادیا گیا۔ (البغوی طبرانی فی الاوسط) ۲۱۵

فائدہ

”صبح الاعشی“ میں ان چیزوں کا تذکرہ کیا ہے جو لکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور قرآن مجید میں ان کا بیان ہے۔

(۱) لوح (تختی) ارشاد الہی ہے:

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۚ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝

بلکہ وہ بڑی عظمت والا قرآن ہے (لکھا ہوا)  
(البروج: ۲۱-۲۲) ہے (لوح محفوظ میں۔

(۲) الرق (باریک چمڑا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالطُّورِ ۚ ذِكْرُ مَسْطُورٍ فِي رَقٍ مَّنْشُورٍ ۝

قسم طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی، کشادہ ورق  
(الطور: ۳۵) میں۔

رق کتابت کے لیے تیار کردہ باریک اور پتلے چمڑے کو کہتے ہیں:

(۳) قرطاس اور صحیفہ (کاغذ)۔

بعد ازاں مؤلف ”صبح الاعشی“ نے گزشتہ اقوام کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ کن چیزوں پر لکھا کرتے تھے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ اہل چین گھاس سے بنائے گئے باریک کاغذ پر لکھتے تھے لوگوں نے کاغذ سازی چین والوں سے سیکھی ہے۔ ہندوستان کے رہنے والے سفید ریشم کے ٹکڑوں پر لکھتے تھے فارس والے (ایرانی) بھینس گائے بکری وغیرہ کی رگی ہوئی کھالوں پر لکھتے تھے۔ اسی طرح یہ لوگ سفید پتلے پتلے پتھروں پر لکھتے تھے۔ کبھی تانبے اور لوہے وغیرہ پر لکھتے۔ کبھی اس کام کے لیے بغیر چوں والی کھجور کی شاخ اور کبھی اونٹ اور بکری کے شانہ کی ہڈی کو استعمال کرتے تھے۔ اہل عرب بھی اہل فارس کے قرب کی وجہ سے یہی اشیاء کتابت کے لیے استعمال کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن تک اہل عرب کا یہی معمول تھا بسا اوقات نبی ﷺ نے اپنے بعض مکتیب چمڑے پر لکھے۔ صحابہ کرام نے اجماعی طور پر قرآن مجید کو باریک چمڑے پر لکھنے پر اتفاق کیا کہ یہ دیر پا ہوتا ہے یا اس دور میں اس کا متبادل نہیں تھا۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید کے دور تک یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا اس نے حکم جاری کیا کہ لوگ کاغذ کے سوا کسی اور چیز پر نہ لکھیں۔

۲۱۵ ضعیف حدیث اسے بغوی ابن شاہین اور طبرانی نے ”الاوسط“ میں از طریق یزید بن مہر بہ از ولید بن مسلم۔۔۔۔۔ روایت کیا ہے۔

(الاصابہ: ۵۹۱) بغوی نے اسے از طریق ہارون بن محمد اخرومی دشتی از ولید روایت کر کے کہا ہے مجھے اس اسناد سے اس کے

طاہر کوئی حدیث معلوم نہیں اور یہ اس کے ضعف کی دلیل ہے۔

## معاہدے اور صلح نامے لکھنے والے حضرات

ابو عمر نے کہا ہے: معاہدے اور صلح نامے لکھنے کے لیے حضور ﷺ کے کاتب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ ہجرت کے موقع پر حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے حکم سے سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی کو عہد نامہ لکھ دیا۔ بعض روایات میں ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔

## خصوصی امور لکھنے والے صحابہ کرام

”الاصابہ“ میں حضرت حصین بن نمیر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابوعلی بن مسکویہ کی کتاب ”تجارب الامم“ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حصین بن نمیر رضی اللہ عنہ ان حضرات میں شامل ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے لیے لکھتے تھے اور کہا کہ عباس بن محمد الاندلسی نے معتصم بن صمادح کے لیے جمع کردہ ”التاریخ“ میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور یہ کہ حضرت حصین اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما بوقت ضرورت آپ کے لیے تحریری خدمات انجام دیتے تھے۔

متاخرین کی ایک جماعت نے اسی طرح ذکر کیا ہے چنانچہ مفسر علامہ قرطبی نے ”المولد النبوی“ میں اور قطب الکلبی نے ”شرح السیرۃ“ میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور یہ اشارہ کیا ہے کہ انہوں نے القضا کی نبی ﷺ کے کاتبوں کے متعلق کتاب سے اسے لیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ دو حضرات قرض اور معاملات لکھا کرتے تھے۔ مؤلف کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم اس سے ”الاصابہ“ مراد ہے یا قضا کی کتاب؟<sup>۱۶</sup>

رسول اللہ ﷺ کے لیے صدقات کے اموال اور کھجوروں کے باغات کے تخمینے کون لکھتا تھا؟ شیخ اکبر ابن عربی الحاتمی<sup>۱۷</sup> کی ”المحاضرات“ میں ہے: حضرت زبیر بن العوام اور جہم بن الصلت رضی اللہ عنہما صدقات کے اموال لکھتے تھے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کھجوروں کے تخمینے لکھتے تھے حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت حصین بن نمیر رضی اللہ عنہما قرض اور معاملات کی دستاویزات لکھتے تھے اور حضرت ثربیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بادشاہوں کی طرف آپ کے خطوط تحریر فرماتے تھے۔ (المحاضرات ص ۲۹)

## نبی ﷺ کے کاتبوں پر ایک اجمالی نظر

”المواہب“ میں ہے: نبی ﷺ کے کاتبوں کی بڑی جماعت ہے، جم غفیر کو یہ شرف حاصل رہا ہے۔ بعض

۱۶ الاصابہ: ۱۷۴ نیز حضرت حصین بن نمیر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ کے لیے دیکھئے: الاصابہ: ۱۷۶۔

۱۷ شیخ اکبر محمد بن علی بن محمد بن احمد الطائی الحاتمی الاندلسی معروف بابن العربی متوفی ۶۳۸ھ دمشق۔ مزید تفصیلات کے لیے ”سیر اعلام النبلاء“ ج ۲۳ ص ۳۴ ملاحظہ کریں۔ ابن العربی کے نظریات اور شخصیت پر طویل ابحاث کے لیے علامہ الفاسی کی ”العقد الثمین“ ج ۲۰ ص ۱۶۰۔ ۱۹۹ کا مطالعہ کریں۔

محدثین نے اس موضوع پر نہایت عمدہ کتب تالیف کی ہیں جن میں کاتبان نبی ﷺ کے حالات اور ان کی سیرتیں بیان کی گئی ہیں ابتداء خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے ذکر سے کی ہے کہ یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے خواص اور مقرب تھے۔

حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ (رقم: ۱۷۴۷) میں حضرت حصین بن نمیر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں اس موضوع پر علامہ القضاہ کی تصنیف کا ذکر کیا ہے۔ ”الاستیعاب“ میں ابن عبد البر نے عمر بن شہب کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں امام شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن علی بن احمد بن حدیدہ الانصاری نے ”المصباح المصنیء فی کتاب النبی الامی ورسله الی ملوک الارض من عربی و عجمی“ نامی کتاب تالیف کی ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو دو عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) نبی ﷺ کے کاتب (۲) آپ کے سفیر اور بادشاہوں کے نام آپ کے خطوط۔ یہ کتاب ۶۷۹ھ میں مصر کی خانقاہ صالحہ میں تکمیل کو پہنچی۔

اس سلسلے کی ایک اور تالیف علامہ جمال الانصاری کی ہے ان کے شاگرد البرہان الحلیمی نے ”الشفاء“ پر اپنے حواشی میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے اس سے قبل ازیں مذکور کتاب مراد ہو یا یہ دوسری کتاب ہو۔ اس موضوع پر ابن ابی الجعد نے بھی کتاب لکھی ہے اس کا تذکرہ علامہ شہاب الدین الخفاجی نے ”الشفاء“ پر اپنی شرح میں کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ البرہان الحلیمی گویا اس سے ناواقف تھے۔

### فائدہ

”نور النبراس“ میں نبی ﷺ کے کاتبوں پر گفتگو کے بعد لکھا ہے: کتابت پر مداومت حضرت معاویہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے لیے رہی۔ لیکن متعدد حفاظ حدیث نے کہا: اسے فتح مکہ کے بعد سے مقید کرنا چاہیے تھا کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ البتہ حضرت زید رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے اور بعد میں یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

”المواہب“ میں ہے: دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ لکھنے والوں میں خلفاء راشدین حضرت ابان بن سعید اور حضرت خالد بن سعید بن العاصی بن امیہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

## نبی ﷺ کی طرف سے کاتبوں کو قلم رکھنے کے آداب

### اور حروف کی صورت گری کی تعلیم

حافظ سیوطی نے ”طبقات اللغویین والنحاة“ کے آخر میں کاتبوں کے بارے میں مسلسل حدیث نقل کی ہے جس میں عبد الحمید کاتب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے سالم بن ہشام کاتب نے از عبد الملک بن مروان کاتب از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: جب تم ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھو تو سین کو واضح کرو۔<sup>۲۱۸</sup> علامہ سیوطی اس کے بعد کہتے ہیں: کاتبوں کے متعلق یہ حدیث اکثر کے ہاں موجود ہے۔

”صبح الاعشی“ میں محمد بن علی المدائنی سے منقول ہے کہ کاتب کے لیے مستحب ہے جب وہ اپنی کسی ضرورت کے متعلق سوچنے لگے تو قلم اپنے کان پر رکھ دے اور اس حدیث کو اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے لیے لکھتے تھے۔ جب نبی ﷺ کو کسی دوسری طرف متوجہ دیکھتے تو قلم اپنے منہ میں رکھ لیتے، نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: اے معاویہ! جب تم لکھنے والے ہو تو قلم اپنے کان پر رکھو کیونکہ یہ تجھے اور لکھوانے والے کو یاد دلانے والا ہے۔<sup>۲۱۹</sup>

اپنی سند سے ایک اور روایت انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید کی طرف دیکھا وہ آپ کی ضروریات کے بارے میں لکھ رہے تھے آپ نے ارشاد فرمایا: قلم اپنے کان پر رکھو کیونکہ یہ تمہیں زیادہ یاد دلانے والا ہے۔<sup>۲۲۰</sup>

<sup>۲۱۸</sup> ضعیف حدیث اسے ابو الغنائم الدجانی نے حدیث ابن شاہ ج ۲ ص ۱۲۹ میں از فضل بن سہل ذی الریاستین، جعفر بن یحییٰ بن خالد البرکلی، ابو یحییٰ بن خالد ابو خالد بن برمک، عبد الحمید بن یحییٰ کاتب بنو امیہ، سالم بن بشام، عبد الملک بن مروان، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

اسی طرح سے اکازرونی نے ”المسلسلات“ ج ۲ ص ۱۲۰ میں الخطیب نے ”تاریخ“ ج ۱۲ ص ۳۳۰ میں دیلمی ۱/۱/۱۳۶ اور ابن عساکر ۴۰۴/۹ سے روایت کیا ہے۔ ابن عساکر نے اسے عبد الحمید کے تذکرہ میں اور خطیب نے ذی الریاستین کے تذکرہ میں اسے نقل کیا ہے اور ان کی جرح و تعدیل ذکر نہیں کی۔ جعفر بن یحییٰ بن خالد برکی وزیر ابن وزیر ہے۔ دونوں باپ جہا بارون الرشید کے مشہور وزیر تھے لیکن حدیث کی روایت میں معروف نہیں بہر حال یہ اسناد مظلم ہے المناوی نے ”الفیض“ میں اس پر تبصرہ نہیں کیا البتہ ”التیسیر“ میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۱۷۳)

<sup>۲۱۹</sup> موضوع حدیث: تفصیل آئندہ حدیث کی تخریج میں ملاحظہ کریں۔

<sup>۲۲۰</sup> موضوع حدیث: ترمذی ۲۷۱۳، ابن حبان ۱۶۹، ابن عدی ج ۲ ص ۲۳۲، ابن عساکر ۱۶/۱۹/۱، از عنہ بن محمد بن زاذان از ام سعد از زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ اس کا اسناد ضعیف ہے۔ عنہ اور محمد ضعیف راوی ہیں۔ عنہ بن عبد الرحمن اموی کے متعلق ابو حاتم نے کہا: یہ حدیث گھڑا تھا ابن حبان نے کہا: یہ من گھڑت روایات والا ہے اس سے احتجاج جائز نہیں بخاری نے اس کے متہم ہونے کا اشارہ کیا اور کہا: محدثین نے اسے ترک کر دیا نسائی نے اسے متروک کہا میں کہتا ہوں: ابن الجوزی نے یہ حدیث ”الموضوعات“ ج ۱ ص ۲۵۹ میں ترمذی کی روایت سے نقل کر کے کہا ہے یہ صحیح نہیں، عنہ متروک ہے اور ابو حاتم نے کہا: یہ حدیث وضع کرتا تھا۔

حافظ سیوطی نے اس کا تعقب کیا ہے اور حدیث انس اے ہیں اور دو طریقوں سے یہ روایت نقل کی ہے لیکن دونوں طرق میں یہ متہم راوی موجود ہیں، سو علم حدیث کی رو سے ان سے استنباط نہیں ہو سکتا اس بارہ میں مناوی کا یہ قول نہایت عجیب ہے: ابن الجوزی اسے موضوع گمان کرتے ہیں لیکن ابن حجر نے اس کا رد کیا ہے کہ ابن عساکر نے اسے روایت کیا ہے اور اس روایت کا دو مختلف طرق سے مروی ہونا اسے وضع سے نکالتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اس کی پہلی روایت میں جیسا کہ آپ جان چکے ہیں واضح حدیث موجود ہے اور دوسری روایت کا بھی یہی حال ہے۔ لہذا حافظ سیوطی کی طرف سے ابن الجوزی کا تعقب درست نہیں اور ان کا ”الجامع الصغیر“ میں اس حدیث کو نقل کرنا بھی درست نہیں۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۸۶۱)

ایک اور روایت انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کاتب سے فرمایا: قلم اپنے کان پر رکھو یہ تمہیں زیادہ یاد دلائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے کاتب تھے ایک روز حضور ﷺ نے ان کو دیکھا انہوں نے قلم زمین پر رکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے معاویہ! جب تم لکھ رہے ہو تو قلم کو اپنے کان پر رکھو۔<sup>۲۲۱</sup>

علامہ کتانی نے کہا ہے: ”الجامع الصغير“ میں یہ حدیث ان الفاظ میں منقول ہے: قلم اپنے کان پر رکھو کیونکہ یہ لکھوانے والے کو یاد دلانے والا ہے۔<sup>۲۲۲</sup> اور اسے ترمذی کے حوالہ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضرت زید نے کہا: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے سامنے کاتب موجود تھا پھر یہ حدیث ذکر کی۔

حافظ سیوطی نے بھی ”الجامع الكبير“ میں ترمذی کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے اور کہا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ابن سعید اور سمویہ کی حدیث ضعیف ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: امام ترمذی نے اس حدیث کو کتاب الاستیذان کے باب تنزیب الكتاب میں روایت کیا ہے۔ امام ابن حبان نے بھی ”الضعفاء“ میں اسے عنبرہ کے تذکرہ میں زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۲۲۱ موضوع حدیث دیلمی ۱/۱۳۶ ابن عساکر ۲/۲۵۱۸ عمرو بن ابراہیم از حمید از انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث موضوع ہے اس کی آفت عمرو ہے اسے ابن معین وغیرہ نے کاذب کہا ہے امام احمد نے کہا: یہ حدیث وضع کرتا تھا ابن حبان ج ۲ ص ۸۷ نے الضعفاء میں یہی کہا ہے۔

بعد ازاں مجھے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے دیگر طرق ملے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) ابونعیم نے ”اخبار اصحابان“ ج ۲ ص ۳۳۷ میں اسے احمد بن اسحاق احمد بن سمیر بن نصر ابو عبد الرحمن الراعی ابراہیم بن محمد بن یوسف ابراہیم بن زکریا عثمان بن عمرو بن عثمان البصری از انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے۔

الديلمی نے (المآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۲۱۶ کے مطابق) اسے دوسرے طریق سے از ابراہیم بن محمد القرشی از ابراہیم بن زکریا الواسطی از عمرو بن ابی زبیر از حمید از انس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ اس روایت کا مدار ابراہیم بن زکریا الواسطی پر ہے۔ اس کے متعلق ابن حبان ج ۱ ص ۱۰۲ نے کہا ہے یہ امام مالک سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے اور یہ ثقہ راویوں سے ایسی احادیث روایت کرتا ہے جو ثابت رواۃ جیسی نہیں ہوتیں یہ مدلس کذابوں میں سے ہے دوسروں نے بھی اسے ضعیف کہا ہے اس کا شیخ عمرو یا عثمان بن عمرو اسی طرح ابراہیم بن محمد قرشی سب مجہول الحال ہیں۔

تمام نے (۱۰۲/۲۹/۱ رقم: ۲۳۲) اسے از عثمان بن عبد الرحمن از ابراہیم بن محمد از حمید از انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے اس میں عثمان قرشی وقاصی کذاب راوی ہے۔

(۲) الباطرقانی نے ”مجلس الامالی“ ج ۲ ص ۲۶۶ میں اسے از اسماعیل بن عمرو اللخمی از عثمان البری از ابن غنم از انس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ اس عثمان ابن مقسم کے بارے میں ابن معین نے کہا: یہ مشہور کاذبوں اور وضعین حدیث میں سے ہے۔

(سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۸۶۲)

۲۲۲ ملاحظہ کیجئے: ضعیف الجامع الصغير: ۳۵۸۸ علامہ البانی۔

”فیض القدير“ میں ہے: ابن الجوزی نے اسے موضوع گمان کیا ہے اور علامہ ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے: یہ حدیث دوسرے طریق سے بھی مروی ہے اور اس حدیث کا دو مختلف سندوں سے منقول ہونا اسے وضع (موضوع ہونے) سے نکالتا ہے۔<sup>۲۲۳</sup>

علامہ المناوی نے ”التیسیر“ میں کہا ہے: قلم کو بحالت کتابت کان پر رکھنے کا حکم امر مندوب ہے اور اس چیز کی طرف رہنمائی ہے کہ اس طرح لکھنے والے کو جلدی بات یاد آ جاتی ہے کیونکہ قلم دل کی بات کو بیان کرنے والی دو زبانوں میں سے ایک زبان ہے اس سے مقاصد اور مفاہیم کو عبارت کی شکل دی جاتی ہے۔

”فیض القدير“ میں قاضی عیاض کا یہ قول مذکور ہے کہ اس حدیث اور اس مفہوم پر مشتمل دیگر احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ نبی ﷺ الفاظ کی بندش اور خوش خطی کی معرفت رکھتے تھے۔<sup>۲۲۴</sup>

قاضی عیاض نے ”الشفاء“ میں مذکور الصدر حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: اس کے باوجود کہ نبی ﷺ نہیں لکھتے تھے آپ کو ہر چیز کا علم عطا فرمایا گیا یہاں تک کہ آپ حروف نویسی اور ان کی خوش خطی کی معرفت رکھتے تھے جب کہ ابن شعبان کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم کو لمبا کر کے نہ لکھو۔<sup>۲۲۵</sup>

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری حدیث میں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے سامنے لکھتے تھے حضور ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: دوات رکھو قلم کو ٹیڑھا قطلگاؤ باء کو سیدھا رکھو سین کو الگ رکھو اور میم کو کانا نہ بناؤ لفظ اللہ کو خوبصورت بناؤ الرحمن کو کھینچ کر لکھو اور الرحیم کو عمدہ بناؤ۔<sup>۲۲۶</sup>

اگرچہ آپ سے لکھنے کی صحیح روایت مروی نہیں ہے تاہم یہ بعید از فہم نہیں کہ آپ کو کتابت کا علم عطا فرمایا گیا ہو اور لکھنے اور پڑھنے سے منع فرما دیا گیا ہو۔

## نبی ﷺ کا مکتوب کی سیاہی کو مٹی وغیرہ چھڑک کر خشک کرنے کا حکم دینا

علامہ القلقشنندی نے ”صبح الاعشی فی صناعة الانشاء“ (جزء سادس ص ۲۷۱) میں اس عنوان کے تحت لکھا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مکتوب سے فراغت کے بعد اس پر مٹی وغیرہ ڈالنا مطلوب ہے اس میں دو حکمتیں ہیں: (۱) مقاصد تک رسائی کے لیے حصول برکت کی طلب۔ چنانچہ محمد بن عمر المدائنی نے اپنی کتاب ”القلم والدواة“ میں اپنی سند کے ساتھ از اسماعیل بن محمد بن وہب از ہشام بن خالد (یہ ابومروان الازرق<sup>۲۲۳</sup> گزشتہ تخریج ملاحظہ کریں۔

<sup>۲۲۴</sup> یہ قول دو وجہ سے مردود ہے (۱) یہ حدیث موضوع ہے مجتہد نہیں ہو سکتی اور اس سے مندوب یا واجب کوئی حکم تشرعی مستنبط نہیں ہوتا۔ (۲) یہ قول قرآن مجید کے صراحۃً مخالف ہے قرآن مجید میں آپ ﷺ کو انہی کہا گیا ہے اُمی وہ ہے جو اچھی طرح پڑھنا لکھنا جانتا ہو نہ حروف سے آشنا ہو۔

<sup>۲۲۵</sup> موضوع حدیث۔

<sup>۲۲۶</sup> موضوع حدیث جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے اس سے حکم مستنبط نہیں ہوتا۔



(۲۲۷) از بقیہ بن الولید از عطاء از ابن جریج از ابن عباس از نبی ﷺ یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مکتوب پر نیچے سے مٹی چھڑکو اور اسے جھاڑ دو کیونکہ اس میں بڑی برکت ہے اور حاجت پر کامیابی ہے۔ (۲۲۸)

ایک اور حدیث میں ہے: جب تم میں سے کوئی مکتوب تحریر کرے اس پر مٹی چھڑکے کیوں کہ اس میں برکت ہے اور حاجت روائی کے لیے بڑی کامیابی ہے۔ (ترمذی کتاب الاستیذان) (۲۲۹)

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: مکتوب پر مٹی چھڑکو۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے دو مختلف بستی والوں کو دو مکتوب بھیجے ایک مکتوب پر مٹی چھڑکی گئی اور دوسرے پر نہیں اس بستی والے مسلمان ہو گئے جن کے مکتوب پر مٹی چھڑکی گئی تھی۔ (۲۳۰)

یہ حکمت تمام مکتوبات اور ولایات وغیرہ کے فرامین میں موجود ہے کہ سب میں برکت اور کامیابی مطلوب ہوتی ہے اس میں کوئی فرق نہیں کہ مکتوب کی سیاہی خشک ہو چکی ہے یا نہیں؟ کیونکہ مٹی چھڑکنے سے کامیابی اور برکت کا حصول مراد ہے۔

(۲) دوسری حکمت یہ ہے کہ مکتوب کی سیاہی مٹی وغیرہ ڈالنے سے خشک ہو جائے تاکہ مکتوب کے الفاظ مٹنے نہ پائیں، لیکن یہ حکمت پہلی حکمت سے ضعیف تر ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مکتوب خشک ہو جائے تو پھر مٹی نہ چھڑکیں، جیسا کہ آج کل کے کاتبوں کا معمول ہے۔ مکتوب کی آخری سطور پر پہلے مٹی اس لیے ڈالی جاتی ہے کہ وہاں ابھی سیاہی کی تری باقی ہوتی ہے اور وہ حصہ مکتوب کے ابتدائی حصہ کی بہ نسبت کم خشک ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات مکتوب کو اختتام تک پہنچاتے وقت تک ابتدائی حصہ خشک ہو چکا ہوتا ہے، خصوصاً گرم موسم میں یا مکتوب کی طوالت یا زیادہ عرصہ میں مکتوب کو مکمل کرنے کی حالت میں یہی ہوتا ہے۔

صاحب مواد البیان وغیرہ قدیم کاتبوں نے تصریح کی ہے کہ مکتوب میں سب سے پہلے بسم اللہ پر پھر باقی مکتوب پر مٹی چھڑکی جائے تاکہ پورے مکتوب پر بسملہ کی برکت آ جائے۔

### فصل اول: مکاتیب نبویہ کی اصطلاح اور ترتیب

علامہ قلعشندی نے اس عنوان کے تحت نبی ﷺ کے خطوط اور مکتوبات گرامی کی اجمالی طور پر ترتیب ذکر

۲۲۷ ابومروان الدمشقی القرشی ابن ابی حاتم نے اسے صدوق کہا ہے۔ (الجرح والتعدیل ج ۹ ص ۵۷)

۲۲۸ موضوع حدیث اس میں اسماعیل بن محمد بن وہب مجہول اور بقیہ ابن الولید مدلس ہے اس حدیث کو ذہبی نے "المیزان" ج ۱ ص ۱۳۳ میں بقیہ بن الولید کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے اور اسے بقیہ کی تدلیس اور منکرات میں شمار کیا ہے۔

۲۲۹ ضعیف حدیث ترمذی: ۲۷۱۳ "العقلی" "الضعفاء" ۱۰۳۱ "ابو نعیم" "اخبار اصہبان" ج ۲ ص ۲۳۸ از حمزہ بن ابی حمزہ از ابی الزبیر از جابر رضی اللہ عنہ ترمذی نے کہا: یہ حدیث منکر ہے، ہم ابوالزبیر سے صرف اسی طریق سے اسے پہنچاتے ہیں اور حمزہ نصیبی ضعیف الحدیث ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ وہ متروک اور متہم بالوضع ہے۔ (التقریب) عقلی نے کہا: یہ حدیث اسناد جید سے محفوظ نہیں ہے۔

۲۳۰ باطل روایت مجھے اس کی سند نہیں ملی اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو کتب معتبرہ کے مؤلفین اپنی کتب میں اس کا ذکر کرتے۔ واللہ اعلم

۲۳۱ تفصیل کے لیے دیکھئے: صحیح السیرۃ البدویہ ص ۲۷۹ استاذ ابراہیم العلی مطبوعہ دارالنفائس۔

کرتے ہوئے کہا کہ نبی ﷺ اپنے اکثر خطوط ”من محمد رسول اللہ الی فلان“ (محمد رسول اللہ کی طرف سے فلاں کی طرف) سے شروع فرماتے تھے، کبھی مکتوب کے شروع میں ”امابعد“ تحریر فرماتے، کبھی خط کی ابتدا ”ہذا کتاب“ (یہ مکتوب) سے فرماتے، کبھی ”سلم انت“ سے مکتوب کا افتتاح فرماتے تھے۔ عموماً آپ اپنے اسم گرامی کے بعد مکتوب الیہ کا نام لکھتے، بسا اوقات اس کا مشہور نام یا لقب ذکر فرماتے (جیسے قیصر، کسریٰ وغیرہ) اگر مکتوب الیہ بادشاہ ہوتا تو اس کے نام کے بعد فلاں قوم کے عظیم یا فلاں قوم کے بادشاہ لکھتے، بسا اوقات فلاں مملکت کے حکمران لکھواتے۔ حضور ﷺ مکتوبات میں اپنا ذکر کبھی مفرد لفظ سے فرماتے جیسے بے شک میں، مجھے میرے پاس آیا، میرے پاس قاصد آیا جیسے الفاظ۔ اور بسا اوقات آپ اپنے لیے جمع کا صیغہ استعمال فرماتے، جیسے ہمیں یہ خبر ملی ہے، ہمارے پاس آیا وغیرہ۔ مکتوب الیہ کو واحد کے صیغہ سے خطاب فرماتے جیسے تیرے لیے، تجھ پر (کاف خطاب کے ساتھ) کبھی تاء خطاب کے ساتھ جیسے تو نے اس اس طرح کہا، تو نے یہ کیا، اگر مخاطب دو ہوتے تو آپ تثنیہ کا صیغہ استعمال فرماتے، جیسے بے شک وہ دونوں، تم دونوں کے لیے، اور تم دونوں پر (ہما، کما تثنیہ کے ضمائر کے ساتھ) اگر مکتوب الیہ زائد ہوتے تو جمع کا صیغہ استعمال فرماتے، جیسے تم، تمہارے لیے، تم پر وغیرہ (جمع کی ضمائر کے ساتھ)۔

مکتوب کے شروع میں سلام لکھتے، اگر مکتوب الیہ مسلمان ہوتا تو سلام علیک (تم پر سلام ہو) لکھتے، بسا اوقات فرماتے: ”السلام علی من اتبع الهدی“ (اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی) بسا اوقات مکتوب کے شروع میں سلام نہ لکھتے۔

مکتوبات کے شروع میں سلام کے بعد اللہ کی حمد کرتے اور فرماتے: بے شک میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کبھی اسے نہ لکھتے، کبھی حمد کے ساتھ کلمہ شہادت تحریر فرماتے، کبھی نہ لکھتے، مطلب کی بات لکھنے سے قبل کبھی ”امابعد“ لکھتے اور کبھی اس کے بغیر مقصد پر اظہار خیال فرماتے تھے۔

اپنے مکتوب گرامی کے اختتام پر سلام تحریر فرماتے، مسلمان مکتوب الیہ کو ”السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ تحریر فرماتے، کبھی صرف ”السلام“ پر اکتفا فرماتے تھے اور اگر مکتوب الیہ کافر ہوتا تو مکتوب کے آخر میں ”والسلام علی من اتبع الهدی“ تحریر فرماتے اور بسا اوقات سلام کا ذکر نہ فرماتے۔

اس قدر تفصیل کے بعد علامہ قلعنڈی نے ایک اہم عنوان قائم کیا ہے جس میں نبی ﷺ کے اہل اسلام کی طرف خطوط کا ذکر کیا ہے اور مکتوبات گرامی کے تین اسلوب بیان کیے ہیں۔

اسلوب اول: مکتوب گرامی کا افتتاح ”من محمد رسول اللہ الی فلان“ کے جملے سے ہے۔ پھر اس کی مکتوبات نبویہ سے کئی مثالیں ذکر کریں۔

اسلوب ثانی: مکتوب گرامی کی ابتداء ”ہذا کتاب“ کے جملہ سے ہوئی اور اس کے بعد مقصود بیان فرمایا، آپ کے مکتوبات میں اس کی مثالیں کم ہیں۔

اسلوب ثالث: مکتوب گرامی کی ابتداء ”ہذا کتاب“ کے الفاظ سے ہے۔

علامہ موصوف نے آخر میں ایک عنوان قائم کیا ہے جس میں انہوں نے حضور ﷺ کے ان مکتوبات کا تذکرہ کیا ہے جس میں آپ نے کفار کو دعوتِ اسلام دی ہے۔ علامہ نے اس کے بھی تین اسلوب بیان کیے ہیں:

اسلوبِ اول: مکتوبِ گرامی کی ابتدا ”من محمد رسول اللہ الی فلان“ کے الفاظ سے ہے جیسا کہ اہل اسلام کی طرف بھیجے گئے مکتوبات کا اسلوبِ اول ہے۔

اسلوبِ ثانی: مکتوبِ گرامی ”اما بعد“ کے لفظ سے شروع ہے یہ قلیل الوقوع ہے۔

اسلوبِ ثالث: مکتوبِ گرامی کے شروع میں ”هذا کتاب“ کے الفاظ ہیں۔

پھر علامہ موصوف نے ان تمام اسالیب کی مثالیں بیان کی ہیں۔ (دیکھئے الجزء السادس ص ۳۶۵ تا ۳۸۲)

علامہ کتابی کہتے ہیں کہ ”طبقات ابن سعد“ میں مذکور مکتوباتِ گرامی کی اگر کوئی شخص تلاش کرے گا تو مکتوب کے آخر میں کاتب (لکھنے والے) کا نام پائے گا شاید کہ کاتب کا نام بطور گواہ ہو کہ وہ اس مکتوب کی تحریر کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔

### فصل دوم: ہم عصر بادشاہوں اور عظیم شخصیات کا رسول اللہ ﷺ سے اندازِ مخاطبت

علامہ القلقشنندی نے اپنی تالیف کے الجزء السادس (ص ۴۶۴) میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سالار لشکر اور مسلمان حکمران اپنے خطوط کی ابتدا رسول اللہ ﷺ کے اسمِ گرامی سے کرتے تھے اپنا نام دوسرے نمبر پر لاتے تھے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور رسول اللہ ﷺ کو سلام لکھنے کے بعد ”اما بعد“ لکھ کر یا اس کو لکھے بغیر مقصد کی بات لکھتے اور آخر میں سلام پر خط کو ختم کرتے تھے۔

کافر بادشاہ پہلے اپنا نام لکھتے اور بسا اوقات حضور ﷺ کا اسمِ گرامی ابتداء میں لکھتے تھے۔ کافر مکتوب نگار اپنا ذکر جمع کے صیغہ سے کرتے تھے اگر مکتوب نگار مسلمان ہوتا تو وہ آپ کے لیے رسالت و نبوت کا وصف بیان کرتا اور کافِ خطاب یا تاء مخاطب کو استعمال کرتا۔ اگر مکتوب نگار کافر ہوتا تو آپ کو کافِ خطاب اور تاء مخاطب سے خطاب کرتا۔ بسا اوقات دو آپ کو آپ کے اسمِ گرامی سے خطاب کرتے اگر مکتوب نگار مسلمان ہوتا تو خط کا اختتام آپ پر سلام سے کرتا تھا۔

### فصل سوم: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ارسال کردہ خطوط کی ترتیب

”صبح الاعشی“ میں کہا ہے: ان مکاتیب کی ترتیب اس طرح ہوتی اگر خط کی ابتدا آپ کے اسمِ گرامی سے ہوتی اور مکتوب نگار کا نام بعد میں ہوتا تو خط کی دائیں جانب ”محمد رسول اللہ“ یا اس جیسے الفاظ ہوتے اور بائیں جانب ”من فلان“ (فلاں کی طرف سے) مرقوم ہوتا۔ اور اگر مکتوب نگار اپنا نام پہلے لکھتا تو خط کی ترتیب مذکورہ صورت کے برعکس ہوتی تھی۔

### فصل سوم: رسول اللہ ﷺ کے مکاتیبِ گرامی کا انداز

علامہ قلقشنندی بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس بارے میں صریح نص نہیں ملی ظاہر یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے مکتوباتِ گرامی ان الفاظ سے شروع فرماتے تھے: ”من محمد رسول اللہ الی فلان“ (محمد رسول اللہ ﷺ کی

جانب سے فلاں کی طرف) اس صورت میں ”من محمد رسول اللہ“ مکتوب گرامی کے دائیں جانب اور ”فلاں کی طرف“ بائیں جانب ہوتے۔ صاحب ”مواد البیان“ کی طرف سے مکاتیب کے متعلق بارہویں اصل میں ان کی تقریر اسی پر دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ اصل یہ ہے کہ مکتوب نگار اپنے نام سے خط کی ابتداء کرے اور دوسرے نمبر پر مکتوب الیہ کا نام لکھے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات گرامی اسی طرز پر ہیں۔

### فصل چہارم: رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات کے افتتاحی کلمات

سیرت کی تمام کتابوں میں ہے کہ حضور ﷺ معاہدوں، صلح ناموں وغیرہ جیسے تمام مکاتیب کی ابتداء بسم اللہ سے کرتے تھے۔ ہر قولی اور فعلی امر کی ابتداء میں حصول برکت اور کامیابی کے لیے بسم اللہ کہنا مشروع ہے۔

الغافقی نے ابو عبیدہ سے ذکر کیا ہے کہ شعی نے کہا: نبی ﷺ شروع میں ”باسمک اللہم“ تحریر کرتے۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ یہی جملہ تحریر کے شروع میں لکھتے پھر سورہ ہود کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يَسْمِ اللّٰهَ مَجْرَئَهَا وَمَرْسَهَا (ہود: ۴۱)

پھر جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ ”بسم اللہ“ لکھتے رہے پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اِدْعُوا الرَّحْمٰنَ (فرما دیجئے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر۔

(بنی اسرائیل: ۱۱۰)

تو آپ اللہ کی مشیت کے مطابق بسم اللہ الرحمن لکھتے رہے تا آنکہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنٍ وَّ اِنَّهُ يَسْمِ اللّٰهَ الرَّحْمٰنَ الرَّحِيْمُ (بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ

(انمل: ۳۰) (خط) اللہ کے نام سے ہے جو نہایت رحمت والا بے حد

رحم فرمانے والا ہے O

پھر آپ مکتوبات کے شروع میں پوری بسم اللہ تحریر فرمانے لگے۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب قیصر روم (ہرقل) کو نبی ﷺ کا مکتوب گرامی ملا اس نے اس میں بسملہ پڑھی اور کہا: میں نے سلیمان بن داؤد کے بعد کسی مکتوب پر بسملہ نہیں دیکھی۔<sup>۲۳۲</sup>

حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ (ج ۸ ص ۶۸) میں کہا ہے کہ شرعی اور عرفی طور پر مراسلات کی ابتداء میں حمد لکھنے کی عادت نہیں رہی میں نے بادشاہوں اور دیگر لوگوں کی جانب رسول اللہ ﷺ کے مراسلات اور مکتوبات جمع کیے ہیں ان میں سے کسی مکتوب کی ابتداء حمد سے نہیں ہے بلکہ بسملہ سے شروع ہوتے ہیں۔

(فتح الباری، تفسیر سورہ آل عمران: ۶۳)

قاضی ابن بادیس نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ایلہ کے حکمران یوحنا بن روبہ کے نام حضور ﷺ کے گرامی نامہ کی ابتداء بسم اللہ سے ہوئی ہے حالانکہ وہ عیسائی تھا۔ اس سے ان مکتوبات اور مراسلات پر بسملہ لکھنے کا جواز

۲۳۲ مرسل ضعیف حدیث۔

معلوم ہوا جو کفار کے ہاتھوں میں جانے والے ہوں، کیونکہ حضور ﷺ کا یہ گرامی نامہ کفار کے قبضہ میں رہا۔  
نیز اس حدیث میں دراہم و دنانیر (سکے کاغذی کرنسی) پر ایسے نقوش ثبت کرنے کے جواز کی دلیل ہے جن کو کفار مسلمانوں کی سرزمین سے اپنے علاقوں میں لے جائیں (جیسے سعودی عرب کی کرنسی ہے)۔

### فصل پنجم: رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خطوط اور خطبہ کے شروع میں ”اما بعد“ کا التزام

علامہ شمس الدین السفاری نے ”شرح منظومة الآداب“ میں کہا ہے: خطبات اور خطوط میں اما بعد کہنا اور لکھنا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبات اور بادشاہوں وغیرہ کو اپنے مکتوبات میں اس کا التزام فرماتے تھے۔ چنانچہ قیصر کسری اور مقوقس وغیرہ کو لکھے گئے خطوط اس کے شاہد ہیں۔<sup>۲۳۳</sup>

الامام القاضی علی بن سلیمان المرادوی نے ”شرح التجرید“ میں ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ کے خطبات وغیرہ میں ”اما بعد“ کا التزام پینتیس (۳۵) صحابہ کرام سے مروی ہے۔

علامہ زرقانی نے ”شرح المواہب“ میں کہا ہے: یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ اپنے خطبات وغیرہ میں ”اما بعد“ فرمایا کرتے تھے۔ یہ چالیس صحابہ کرام سے مروی ہے۔

علامہ الرھاوی نے اپنی اربعین میں چالیس مختلف اسناد سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ اکثر حضرات صرف ”بعد“ پر انحصار کیوں کرتے ہیں؟ اس سلسلہ میں اختصار کا عذر ناقابل التفات ہے کیونکہ مسئلہ کا مدار سنت کی اتباع میں ہے (اور سنت اما بعد ہے صرف بعد نہیں ہے) خصوصاً خطبات میں تو طوالت مطلوب ہوتی ہے سو خطبے کا وہی انداز قابل تحسین ہوگا جو وحی کے روشنی سے منور ہو۔

شیخ ابوالعباس احمد الھشتو کی السوسی کی کتاب ”الاحکام الوزیعة“ (منظوم کتاب) پر ان کی اپنی شرح میں ہے کہ ہمارے بھائی علامہ فہامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم الکتانی المراكشي کی دوران حج مصر میں شافعیہ کے ایک امام علامہ الشربینی سے تلخی ہو گئی، علامہ الشربینی اپنے تلامذہ کو عقائد نسفی کی شرح کا درس دے رہے تھے انہوں نے کہا: ”وبعد“ کی اصل ”اما بعد“ ہے لفظ ”اما“ کو حذف کر کے اس کے بدلہ میں ”واو“ لایا گیا ہے، علامہ ابوالعباس احمد نے کہا: اس کی کیا دلیل ہے کہ ”واو“ ”اما“ کا بدل ہے؟ حضور ﷺ فصیح ترین اور بلیغ ترین فرد تھے آپ کے کلام مبارک میں ”اما بعد“ ہے ”وبعد“ کہیں نہیں ہے؟ اسی طرح صحابہ کرام کے مراسلات میں بھی ہر جگہ ”اما بعد“ ہے۔ علامہ شربینی حج دل انسان تھے انہوں نے علامہ ابوالعباس کو ناقابل بیان الفاظ سے مخاطب کیا جو ایسے علماء کو زیب نہیں دیتا اور ان کے اعتراض کا جواب ملامت بھری باتوں اور سب و شتم سے دیا۔ اگر موصوف فقط اتنا جواب دیتے کہ محقق مصنفوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں یہی لفظ ”وبعد“ استعمال کیا ہے تو از روئے جواز دلیل کے لیے کافی تھا۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: سنت سب پر حجت ہے، علامہ زرقانی نے گذشتہ سطور میں اسی جانب اشارہ کیا ہے کہ مدار سنت کی اتباع میں ہے۔ اور احادیث میں ”اما بعد“ کہنا اور لکھنا مروی ہے۔

۲۳۳ ان مراسلات اور مکتوبات کی تخریج کے لیے استاذ ابراہیم العلی کی ”صحیح السیرۃ النبویہ“ ص ۳۷۹ دیکھئے۔

## سرکاری خطوط میں حضور ﷺ کی احتیاط

الشیخ زروق نے صحیح البخاری پر اپنے حواشی میں کہا ہے کہ نبی ﷺ نے ہر قل کے نام اپنے مکتوب گرامی میں اسے عظیم روم کہا، بادشاہ روم نہیں کہا، تاکہ یہ اس کی اپنے ملک کی حکمرانی پر برقرار رہنے کی سند نہ ہو۔ علامہ الخفاجی نے ”شرح الشفاء“ میں کہا ہے کہ آپ نے ہر قل کو عظیم روم اور عظیم قبط فرمایا، روم اور قبط کا بادشاہ نہیں فرمایا کیونکہ اس عنوان کے مستحق صرف مسلم حکمران تھے۔ اس کے باوجود آپ نے اس کی تعظیم کا خیال رکھا تاکہ حق کی طرف اولین دعوت میں ان کے قلوب کو نرمی سے ماٹل کیا جائے۔

## خط میں نئے معاملہ کے شروع میں حضور ﷺ کا ”اما بعد“ فرمانا

امام بخاری نے ”الادب المفرد“ میں ”باب اما بعد“ میں ہشام بن عروہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات دیکھے ہیں، جب بھی کوئی بات مکمل ہوتی ہے تو آپ ”اما بعد“ فرما کر نئی بات شروع فرماتے ہیں۔

## تاریخ میں محفوظ رسول اللہ ﷺ کا صحیح ترین مکتوب

حضور ﷺ کے مکتوبات میں سے صحیح ترین مکتوب جسے تاریخ نے بعینہ ہمارے لیے محفوظ رکھا ہے وہ آپ کا ہر قل کے نام گرامی نامہ ہے، صحیح البخاری میں یہ مکتوب گرامی ان الفاظ میں مذکور ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم O

”اللہ کے بندے اور رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے ہر قل عظیم روم کے نام اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے، اما بعد! میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لاؤ سلامت رہو گے، اللہ تعالیٰ تمہیں دوچند اجر عطا فرمائے گا، اگر تو نے روگردانی کی تو تمہاری رعایا کا گناہ تمہارے سر پر ہے گا۔ اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو اپنا رب بنائیں گے، اگر اس دعوت کے باوجود وہ روگردانی کریں تو تم کہو: اے روگردانی کرنے والو! گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔“

صحیح البخاری میں یہ حدیث متعدد جگہ مذکور ہے۔<sup>۲۳۴</sup>

<sup>۲۳۴</sup> صحیح حدیث: صحیح البخاری: ۷-۵۱-۶۸۱-۲۸۰۳-۲۹۴۸-۳۱۷۳-۳۵۵۳-۵۹۸۰-۶۲۶۰-۷۱۹۶-۷۵۴۱-۷۷۷۳-۱۷۷۳

ترمذی: ۲۷۱۸، ابوداؤد: ۵۱۳۶، احمد: ۳۶۳، بیہقی: ”سنن“ ج ۹ ص ۷۷، ”الذائل“ ۲۳۹، عبد الرزاق: ”مصنف“ ۹۷۲، ابن

مندہ: ”الایمان“ ۱۳۳، ابن عباس رضی اللہ عنہما۔



## مسلمانوں کے لیے نبی ﷺ کا آخر مکتوب جو تاریخ میں بعینہ محفوظ ہے

نبی ﷺ کا چمڑے پر تحریر فرمودہ آخری مکتوب جسے تاریخ نے ہمارے لیے بعینہ محفوظ رکھا ہے وہ حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کے نام رسول اللہ ﷺ کی تحریر ہے جس میں ان کو شام کی زمین بطور عطیہ مرحمت فرمائی۔ یہ مشہور مکتوب سابقہ ادوار میں معروف رہا ہے۔ محدثین مؤرخین اور فقہاء نے اس پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

تاریخ ابن عساکر میں ابن عساکر نے حضرت تمیم الداری کے تذکرہ میں اپنی سند کے ساتھ ابوہند الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ہم چھ افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ”سیوت ابن ہشام“ میں آٹھ افراد مذکور ہیں: حضرت تمیم بن اوس، ان کے بھائی نعیم بن اوس، یزید بن قیس، ابوہند بن عبد اللہ (اس حدیث کے راوی) ان کے بھائی طیب بن عبد اللہ، ان کا نام برتھا رسول اللہ ﷺ نے بدل کر عبد الرحمن رکھ دیا اور فاکہ بن العثمان رضی اللہ عنہم۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شام میں جاگیر عطا فرمانے کی درخواست کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاں سے چاہو۔ تمیم نے کہا: میرا خیال ہے ہم بیت المقدس اور اس کا پرگنہ مانگیں ابوہند نے کہا: یہ تو نجی بادشاہوں کا ٹھکانہ ہے اور کبھی اس میں عربی بادشاہ ہوتا ہے (یہاں کے حکمران بدلتے رہتے ہیں) مجھے اندیشہ ہے یہ جاگیر ہمیں نہیں ملے گی پھر حضرت تمیم نے کہا کہ بیت جرین اور اس کا پرگنہ مانگتے ہیں تو ابوہند نے کہا: یہ تو بہت بڑا علاقہ ہے پوچھا: پھر ہم کیا مانگیں؟ ابوہند نے کہا: ہم وہ علاقہ مانگیں جس میں ابراہیم علیہ السلام کے آثار قدیمہ والاٹیلہ ہے اور متعدد بستیاں ہیں حضرت تمیم نے کہا: تم نے بالکل درست کہا۔ راوی حدیث بیان کرتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے تمیم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم مجھے اپنے فیصلہ کی اطلاع دو یا میں تمہیں بتا دوں؟ تمیم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بلکہ یا رسول اللہ! آپ ہمیں بتائیں تاکہ ہمارا ایمان زیادہ ہو آپ نے فرمایا: تم نے ایک جگہ کا ارادہ کیا تھا مگر اس نے دوسری جگہ کا انتخاب کیا ہے مشورہ اچھی بات ہے بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے چمڑے کا باریک ٹکڑا منگوایا اور ہمارے لیے ان الفاظ میں دستاویز لکھوائی:

بسم الله الرحمن الرحيم

یہ مکتوب ہے جس میں ان علاقوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے پر رسول اللہ ﷺ نے داریوں کو عطا فرمائے ہیں ان میں بیت عیون، حبر و، المرطوم، بیت ابراہیم پر مشتمل پورا علاقہ شامل ہے یہ علاقہ ہمیشہ کے لیے ان کو بخش دیا گیا ہے۔

اس پر عباس بن عبد المطلب، خزیمہ بن قیس اور شریل بن حسنہ (کاتب مکتوب) گواہ ہیں۔

راوی کہتے ہیں: پھر آپ یہ مکتوب لے کر اپنے گھر میں داخل ہوئے پھر آپ خط کے کونے میں بار بار کچھ کرتے رہے اور آپ نے اسے اوٹ میں لے رکھا تھا اور آپ نے اس مکتوب کو قسم سے ایک یا دو گانتھیں لگائیں اور اسے لپیٹ کر ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے:



إِنَّ أَوَّلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَآلِئِنَّ أَتَّبَعُوهُ

وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ○

(آل عمران: ۶۸)

جو ایمان لائے اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے ○

پھر ارشاد فرمایا: تم واپس جاؤ یہاں تک کہ میری ہجرت کا سنو تو پھر آنا۔ ابوہند رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم واپس چلے گئے پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے مکتوب (دستاویز) کی تجدید کا سوال کیا تو آپ نے ہمیں یہ مکتوب عطا فرمایا جس میں مرقوم تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

یہ وہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ (ﷺ) نے تمیم الداری اور اس کے ساتھیوں کو عطا فرمائی ہے، میں نے تمہیں عینون، جیرون، الرطومہ، بیت ابراہیم مکمل اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، مکمل ان کے لیے الگ کر دیا ہے اور یہ پورا علاقہ (بطور جاگیر) ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کو اور ان کی نسلوں کو عطا کر دیا ہے جس شخص نے اس بارے میں ان کو اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ اس پر ابو بکر بن ابی قحافہ

عمر بن الخطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان گواہ ہوئے۔ ۲۳۵ھ

بعض حکمران آل تمیم کے درپے ہوئے اور انہوں نے ان سے یہ جاگیر چھیننے کی کوشش کی اور القدس شریف کے قاضی ابو حاتم الہروی الحنفی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، داریوں نے رسول اللہ ﷺ کے مکتوب گرامی کو بطور دلیل وجہت پیش کیا، قاضی موصوف نے کہا: اس مکتوب کی پابندی لازم نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے تمیم کو اس وقت یہ علاقہ مرحمت فرمایا جب آپ اس کے مالک نہ تھے (ابھی یہ علاقہ فتح نہیں ہوا تھا)۔ حکمران نے فقہاء سے رجوع کیا، اس دوران امام ابو حامد الغزالی رحمہ اللہ بیت المقدس میں تھے اور یہ علاقہ ابھی فرنگیوں کے قبضہ میں نہیں آیا تھا، امام غزالی نے فرمایا: یہ قاضی کافر ہے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: میرے لیے تمام زمین سمیٹ دی گئی ہے، آپ تو جنت میں جاگیریں عطا فرماتے تھے، فرماتے: ایسی خوبیوں والا محل فلاں کا ہے، آپ کا وعدہ سچا اور آپ کی عطا حق ہے۔ قاضی اور حکمران دونوں ذلیل و رسوا ہوئے اور آل تمیم کی جاگیر ان کے قبضہ میں رہی۔ ان ایام میں قاضی ابو بکر بن العربی بھی شام میں تھے۔

ان داریوں کی نسل القدس اور اس سے ملحقہ علاقوں میں ہمیشہ موجود رہی، آج بھی وہ اہل علم و فضل میں شامل ہیں۔ میں نے ۱۳۲۲ھ میں اپنے حجاز اور شام کے سفر کے دوران الخلیل میں حرم خلیلی کے خطیب الشیخ عبدالحی بن الخطیب الحاج عبد الفتاح التیمی الداری سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔ قریب قریب اسی عرصہ میں فلسطین اور گردونواح میں مشہور زماں عالم دین اور الخلیل کے مفتی الشیخ خلیل الداری الازہری بھی اپنے علم و فضل سے فیض یاب کرتے رہے۔

## کفار کے لیے نبی ﷺ کا آخری مکتوب

### جسے تاریخ نے اور کفار نے بعینہ محفوظ رکھا

کفار کے لیے نبی ﷺ کا آخری مکتوب جسے تاریخ نے بعینہ ہمارے لیے محفوظ رکھا ہے وہ حضور ﷺ کا ہرقل کے نام مکتوب ہے، گذشتہ صفحات میں اس کی عبارت نقل کی جا چکی ہے۔

سب سے پہلے اس مکتوب گرامی کے وجود اور بقا پر اپنے زمانہ میں حافظ سہیلی نے ”الروض الانف“ (جزء ۲ ص ۲۲۱) پر بحث کی ہے اور لکھا ہے: مروی ہے کہ ہرقل نے نبی ﷺ کے نام مبارک کو بطور تعظیم سونے کی ٹکلی میں رکھا۔ ہرقل کا خاندان نسل در نسل اس کا وارث رہا یہ نام مبارک با عزت جگہ اونچے بکس میں رکھا رہتا تھا یہاں تک کہ طیلطہ اور اندلس کے حکمران الادونش کی تحویل میں آیا۔ بعد ازاں اس کے نواسے ابن السلطین کے پاس گرامی نامہ رہا۔

مجھ سے میرے بعض اصحاب نے بیان کیا کہ مسلمانوں کے لشکروں کے ایک امیر عبدالملک بن سعید نامی نے بتایا کہ ابن السلطین نے مجھے اس کی زیارت کرائی، میں نے گرامی نامہ ہاتھ میں لے کر اسے چومنے کا ارادہ کیا تو اس نے میرے ہاتھ سے واپس لے لیا اور طبعی بخل اور حفاظت کے خیال سے مجھے بوسہ نہ دینے دیا۔

علامہ سہیلی کا ۵۸۱ھ میں مراکش میں انتقال ہوا۔ علامہ الکربانی نے ”الکواکب الدراری“ میں حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں البرہان الحلی نے ”نور النبراس“ میں ابن غازی نے ”حاشیۃ الصحیح“ میں شیخ ابوزید القاسی نے ”تشیف المسامع“ میں اور شیخ قویسم التونی نے ”سمط اللالی“ میں علامہ سہیلی کے کلام کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ البتہ ”الروض الانف“ مطبوعہ اور ”سمط اللالی“ میں شیخ قویسم کی تحریر میں عبدالملک بن سعید اور ”فتح الباری“ میں عبدالملک بن سعد مذکور ہے۔ حالانکہ علامہ ابن حجر نے بھی یہ روایت علامہ سہیلی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔

### تاریخ میں محفوظ احکام پر مشتمل جامع اور طویل ترین مکتوب گرامی

سب سے جامع، طویل اور تفصیلی مکتوب گرامی جو تاریخ نے محفوظ رکھا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لیے مکتوب ہے۔ اس عظیم مکتوب میں فقہی احکام از قسم زکوٰۃ، خون بہا اور احکام کبار، طلاق، عتاق، ایک کپڑے میں نماز کے احکام، احتباء، حکم قرآن مجید کو چھونے وغیرہ کے امور شامل ہیں۔

علامہ نووی نے ”التہذیب“ میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے: نبی ﷺ نے ان کو یمن میں نجران کا عامل مقرر فرمایا تھا ان کی عمر سترہ سال تھی۔ آپ نے ان کو مکتوب مرحمت فرمایا جس میں فرائض، سنن، صدقات، زعموں اور خون بہا کے متعلق مرقوم تھا۔ آپ کا یہ مکتوب سنن کی کتب میں مشہور و معروف ہے۔ اسے

ابوداؤد اور نسائی وغیرہ نے الگ الگ حصوں میں روایت کیا ہے سب سے مکمل روایت امام نسائی کی ہے جس میں دیات (خون بہا) مذکور ہیں۔ اصحاب سنن میں کسی نے بھی اسے ایک جگہ مکمل ذکر نہیں کیا۔

حافظ ابن کثیر نے ”ارشاد“ میں اس حدیث کے طرق ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کے بعض طرق کے اختلاف کے باوجود یہ مکتوب گذشتہ اور موجود ہر دور کے ائمہ اسلام میں متداول رہا ہے سب نے اس پر اعتماد کیا ہے اور ہر اہم مسئلہ میں اس کی طرف رجوع کیا ہے جیسا کہ یعقوب بن سفیان نے کہا ہے: میری معلومات کے مطابق تمام مکتوبات گرامی میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے مکتوب سے صحیح ترین مکتوب کوئی نہیں ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین اس مکتوب کی طرف رجوع کرتے اور اپنی آراء ترک کر دیتے تھے۔ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے چھوڑ دی اور اس مکتوب گرامی کی طرف رجوع کیا۔ علامہ ابن کثیر نے کہا: امام شافعی اور بعد میں آنے والوں نے اسے ابن المسیب سے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔

ابن ابراہیم الوزیر نے ”الروض الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم“ میں ابن کثیر کے تبصرہ کے بعد کہا ہے: حافظ یعقوب بن سفیان اور حافظ ابن کثیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے صدر اول میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی حدیث کی قبولیت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور یہ الوجاہہ (محدثین کی اصطلاح میں اس علم کا نام ہے جو کسی شیخ سے سماع یا اجازت یا عطا کے بغیر کتاب سے حاصل کیا جائے) سے جواز عمل پر اجماع کے دعویٰ کا مقتضی ہے۔

علامہ قسطلانی نے ”المواہب“ میں کہا ہے: تمام فقہاء نے اس مکتوب میں مذکور دیات (خون بہا) کی مقداروں سے استدلال کیا ہے۔ اور اسے بطور حجت و دلیل اپنایا ہے۔ اس حدیث کو امام نسائی نے متصل روایت کیا ہے امام ابو حاتم وغیرہ نے ”الصحيح“ میں اسے متصل روایت کیا ہے۔ ”الموطا“ میں یہ حدیث کتاب العقول اور کتاب الصلوٰۃ میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔

علامہ الباجی نے کہا ہے: یہ حدیث علم کی کتابت اور اسے کتب میں محفوظ کرنے کی اصل ہے۔ علامہ ابو عمر بن عبد البر نے کہا: یہ مکتوب سیرت نگاروں کے ہاں مشہور اور اہل علم کے ہاں ایسا معروف ہے کہ اس کی شہرت اس کے اسناد سے مستغنی کر دیتی ہے۔ مزید کہا: امام مالک سے اس حدیث کے ارسال میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہ حدیث صالح طریق سے مسنداً بھی مروی ہے۔

معمر نے اسے از عبد اللہ بن ابی بکر عن ابیہ عن جدہ روایت کیا ہے اور زہری نے اسے بطریق ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اہل یمن کے لیے ایک مکتوب میں فرائض، سنن اور دیات (خون بہا کے معاملات) تحریر فرمائے اور اسے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اہل یمن کی طرف روانہ فرمایا اس مکتوب گرامی کی عبارت یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

محمد نبی (ﷺ) کی طرف سے ذی رعیین، معاف اور ہمدان کے بادشاہوں شریعیل بن عبد کلال، حارث

بن عبد کلال اور نعیم بن عبد کلال کے لیے۔ اما بعد!

علامہ کتابی مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ میں یہاں "الموطا" پر حافظ سیوطی کے حواشی میں مذکور روایت ذکر کر رہا ہوں اس میں ہے: امام بیہقی نے "دلائل النبوة" میں ابن اسحاق کے طریق سے روایت کیا ہے ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر نے اپنے والد ابو بکر محمد بن عمرو بن حزم کی یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: یہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا مکتوب ہے جو آپ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت مرحمت فرمایا تھا تا کہ وہ ان کو دین سکھائیں اور سنت کی تعلیم دیں ان سے صدقات وصول کریں آپ نے عمرو بن حزم کے لیے مکتوب 'عہد نامہ اور احکام تحریر فرمائے۔ آپ نے تحریر فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذِفُوا بِالْعُقُودِ .

(المائدہ: ۱)

یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عمرو بن حزم کے لیے جب آپ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا۔ وصیت (عہد) ہے اسے تمام امور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے (تقویٰ اختیار کرنے) والوں کے اور احسان (نیکی) کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان کو حکم ہے کہ وہ حق کو لیں، جس طرح ان کو لوگوں کو خیر کی بشارت دینے کا حکم ہے وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں ان کو قرآن سکھائیں اور اس میں سمجھ بوجھ والا بنائیں، لوگوں کو منع کریں کہ کوئی شخص قرآن کو طہارت کے بغیر ہاتھ نہ لگائے، لوگوں کو بتائیں کہ کیا چیز ان کے لیے نفع بخش اور کون سی چیز ان کے لیے ضرر رساں ہے، حق کے معاملہ میں ان سے نرمی کا برتاؤ کریں اور ظلم میں ان سے سخت برتاؤ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو ناپسند فرمایا اور اس سے منع فرمایا ہے ارشاد فرمایا: باخبر رہو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور وہ لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور جنت والے اعمال بتائیں اور لوگوں کو جہنم اور جہنم تک پہنچانے والے اعمال سے ڈرائیں، لوگوں کو دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے پر راغب کریں، لوگوں کو حج کے مقامات اور اس کے سنن اور فرائض کی تعلیم دیں، لوگوں کو ایسے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع کریں جو چھوٹا ہو، ہاں اگر بڑا کپڑا ہو تو اس کے کناروں کو مخالف سمتوں سے کندھوں پر ڈال لیں۔ اور لوگوں کو احتباء (گھٹنے کھڑے کر کے سرین کے بل بیٹھنا) سے منع کریں کہ آسمان کی طرف ان کا ستر کھلا ہو، اپنے سر کے بالوں کو گدی کے پیچھے نہ باندھیں، جب ان کے درمیان اشتعال ہو تو قبیلے اور خاندان کی دہائی نہ دیں لیکن اللہ وحدہ لا شریک لہ کی دہائی دیں (اللہ کو پکاریں) جو شخص اللہ کی طرف نہ بلائے قبائل اور خاندان کی طرف بلائے ان کی تلوار سے خبر لو یہاں تک کہ ان کی پکار اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لیے ہو اور لوگوں کو پورا وضو کرنے کا حکم دے اپنے چہرے کہنیوں تک ہاتھ اور پیروں کو ٹخنوں تک دھوئیں اور اللہ کے حکم کے مطابق اپنے سروں کا مسح کریں اور نماز کو اپنے وقت میں ادا

کریں رکوع اور خشوع کا مکمل خیال کریں صبح کی نماز اندھیرے میں اور ظہر کی نماز اس وقت ادا کریں جب سورج ڈھلے اور عصر کی نماز جب سورج زمین کی طرف جانے لگے پڑھیں مغرب کی نماز اس وقت پڑھیں جب رات آنے لگے اسے اس وقت تک مؤخر نہ کریں کہ آسمان میں ستارے ظاہر ہو جائیں اور عشاء ابتدائے رات میں پڑھیں۔ جب جمعہ کی اذان ہو تو نماز جمعہ کے لیے جانے اور اس کے لیے غسل کرنے کا حکم فرمایا اور یہ کہ مالی غنیمت میں سے خمس اللہ کے لیے حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ نے زرعی زمینوں پر جو صدقات فرض فرمائے ہیں وہ وصول کریں بارانی زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ اور ڈول سے سیراب ہونے والی زمین کی پیداوار کا بیسواں حصہ۔ ہر دس اونٹوں پر دو بکریاں (زکوٰۃ) ہیں اور ہر بیس پر چار بکریاں ہیں ہر تیس گائیوں پر تیسرے سال میں داخل ہونے والا بیل یا گائے ہے۔ اور ہر چالیس بکریوں پر جو چراگاہ میں چرتی ہیں ایک بکری ہے یہ اللہ کا فریضہ ہے جو اس نے صدقات میں اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔ جس نے اس سے زائد دیا تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور جو یہودی یا نصرانی اپنے اخلاص سے دین اسلام کو قبول کر لے وہ اہل ایمان میں شامل ہوگا اور نفع و نقصان میں انہی کی طرح ہوگا اور جو شخص یہودیت یا نصرانیت پر برقرار رہے اس سے ویسا سلوک کیا جائے گا ان کے ہر بالغ مرد عورت آزاد غلام پر ایک پورا دینار یا اس کے بدلے کپڑا جزیہ ہوگا۔ یہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔ اور جس نے اس کو منع کیا وہ اللہ اس کے رسول اور تمام مؤمنین کا دشمن ہے۔ صلوات اللہ علی محمد والسلام علیہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امام بیہقی کہتے ہیں: سلیمان بن داؤد نے از زہری از ابو بکر از محمد بن عمرو بن حزم از والد خود از جد خود یہ حدیث موصولاً روایت کی ہے اس روایت میں زکوٰۃ اور دیات وغیرہ میں بہت سے اضافے اور مذکور الصدر روایت سے بعض احکام کم مذکور ہیں جس کا بیان ہم کتاب العقول میں کریں گے۔<sup>۲۳۶</sup> علامہ سیوطی کا کلام اختتام کو پہنچا۔  
علامہ کتانی کہتے ہیں: ”طبقات ابن سعد“ سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لیے اس مکتوب کو لکھنے والے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔

### حضور ﷺ کا سربستہ مکتوب گرامی جسے آپ نے باہر نہیں نکالا

امام ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقات کے متعلق مکتوب لکھا اور اسے باہر نہ نکالا پھر اس پر حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے عمل کیا۔<sup>۲۳۷</sup>

<sup>۲۳۶</sup> الاستیعاب علی حاشی الاصابہ ج ۳ ص ۲۱۲-۲۱۳ الاصابہ: ۱۱۹۳ محمد حمید اللہ ”کتاب الدقائق السیاسیہ“ ص ۱۳۰۔

<sup>۲۳۷</sup> اس حدیث کا اسناد ضعیف ہے اس کے راوی سلیمان بن داؤد بن ارقم کا ضعف متفق علیہ ہے۔ حکم بن موسیٰ نے اس کے والد کا نام غلط لیا ہے اور سلیمان بن داؤد کہا ہے ابو داؤد نے ”الرائیل“ ص ۲۱۳ میں مرسل یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: یہ حدیث مسند صحیح نہیں اس کو یحییٰ بن حمزہ نے از سلیمان بن حمزہ از سلیمان بن ارقم از زہری از ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از والد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)





ﷺ سے روایت کرتے ہیں تو میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی۔ ۲۳۸

(تفصیل کے لیے دیکھئے طبقات ابن سعد جزء ۷ ص ۱۹۶ رسول اللہ ﷺ کے غلام سندر کا تذکرہ)

## کیا رسول اللہ ﷺ نے بہ نفس نفیس کچھ تحریر فرمایا یا نہیں؟

صحیح البخاری وغیرہ میں صلح حدیبیہ کے قصہ میں ہے کہ جب نبی ﷺ کا قریش سے معاہدہ ہوا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: لکھو ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“۔ سہیل نے کہا: میں اسے نہیں پہچانتا لیکن آپ ”باسمک اللہم“ لکھیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہی لکھنے کا حکم دیا تو انہوں نے ”باسمک اللہم“ لکھا پھر فرمایا: لکھو یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) نے صلح کی ہے۔ سہیل نے کہا: اگر میں آپ کی رسالت کی گواہی دیتا تو آپ سے جنگ نہ کرتا لیکن آپ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: محمد رسول اللہ کے الفاظ مٹا دو۔ انہوں نے کہا: نہیں بخدا میں آپ کا اسم گرامی نہیں مٹاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے کتاب لی اور اس پر تحریر فرمایا: یہ وہ ہے جس کا فیصلہ محمد بن عبد اللہ نے فرمایا ہے۔ ۲۳۹

صحیح البخاری کی بعض احادیث کے الفاظ ہیں: آپ نے لکھا اور آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے۔ ۲۴۰

ان الفاظ کے ظاہر سے امام ابو الولید الباجی نے یہ استدلال کیا ہے اور اس پر جزم کیا ہے کہ آپ نے بہ نفس نفیس لکھا ہے۔ حافظ ابن دحیہ نے ”خصائص القطب الخیضری“ کی روایت کے مطابق ذکر کیا ہے کہ علماء کی ۲۳۸ احمد ج ۲ ص ۱۳ ابوداؤد: ۱۵۶۸ بیہقی ج ۳ ص ۸۸ از طریق عبد اللہ بن محمد بن نفیل از سفیان بن حسین از زہری از سالم از ابن عمر رضی اللہ عنہما مطولاً۔

ترمذی: ۶۲۱ از طریق زیاد بن ایوب البغدادی ابراہیم بن عبد اللہ البرقی محمد بن کامل المروزی۔

دارمی ج ۱ ص ۳۸۲ ابویعلیٰ: ۵۴۷۰ از طریق عباد بن عوام از سفیان از حسین بن ایں اسناد۔ حاکم (ج ۱ ص ۳۹۲-۳۹۳) نے اس کو صحیح کہا ہے ذہبی بھی حاکم کے ہم نوا ہیں۔

احمد ج ۲ ص ۱۵ ابوداؤد: ۱۵۶۹ بیہقی ج ۳ ص ۸۸ از طریق محمد بن یزید الواسطی۔

دارمی ج ۱ ص ۳۸۲-۳۸۳ از طریق ابراہیم بن صدقہ ابواسحاق الفزازی از سفیان بن حسین از زہری ابن خزیمہ (ج ۳ ص ۱۹) رقم الحدیث: ۴۲۶۷ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

ابن ماجہ: ۱۷۹۸ بیہقی ج ۳ ص ۸۸ از طریق عبد الرحمن بن مہدی سلیمان بن کثیر ابن شہاب زہری۔ صحیح بخاری: ۱۳۳۸ نسائی ج ۵ ص ۸ ابن ماجہ: ۱۸۰۰ احمد ج ۱ ص ۱۱۲ اور ابویعلیٰ: ۱۲۷۱ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح اس کی شاہد ہے۔ (یہاں بخاری ج ۱ ص ۱۱۲ دندل نے زہری اور سفیان بن حسین پر نسائی ابن عدی ابن حبان بیہقی اور عقیلی وغیرہ کی جرح نقل کی ہے۔ مترجم)

۲۳۹ حسن حدیث الاصابہ: ۹۶۴ کے مطابق اس روایت کو بخاری نے ”تاریخ“ میں اور ابن سعد نے ”الطبقات“ ج ۷ ص ۱۹۶ میں مسلم بن حارث سے روایت کیا ہے۔

۲۴۰ صحیح البخاری: ۲۷۳۱-۲۷۳۲ احمد ج ۳ ص ۳۲۸-۳۳۱ از مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ۔



ایک جماعت اس بارے میں ان سے متفق ہے جن میں ان کے شیخ ابو ذر لھردی، ابو الفتح نیشاپوری اور افریقہ وغیرہ کے علماء کی جماعت شامل ہے۔

لیکن اس معاملہ میں سبقت کا شرف عمر بن شبہ کو حاصل ہے، سب سے پہلے انہوں نے اپنی کتاب ”الکتاب“ میں کہا کہ نبی ﷺ نے صلح حدیبیہ کے دن اپنے ہاتھ سے لکھا۔

علامہ الباجی اور ان کے موافقین نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ ابن ابی شیبہ کی مجاہد از عون بن عبد اللہ کے طریق سے یہ روایت ہے، عون نے کہا: نبی ﷺ کا وصال نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ نے لکھا اور پڑھا۔<sup>۲۳۱</sup> عجلہ نے کہا: میں نے شععی سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: اس نے سچ کہا، ہم نے ایک جماعت سے اسی طرح سنا ہے۔<sup>۲۳۲</sup>

”فیض القدیر“ میں حدیث: قلم اپنے کان پر رکھو کیونکہ یہ لکھنے والے کو زیادہ یاد دلانے والا ہے پر بحث میں ہے: قاضی نے حدیبیہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ اچھی طرح کتابت نہ کرنے کے باوجود آپ نے لکھا، پھر انہوں نے علامہ الباجی کے مذہب اور اس کا مغارضہ کرنے والوں کا ذکر کیا ہے اور کہا کہ کامیابی علامہ الباجی کے لیے ہے کیونکہ اُمی ہونا لکھنے کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ نفی نزول قرآن سے پہلے عرصہ کی مقتضی ہے اور جب آپ ﷺ کا امی ہونا ثابت ہو گیا اور آپ کا معجزہ متحقق ہو گیا تو پھر آپ کو کتابت کا علم عطا ہونا آپ کا ایک اور معجزہ ہوگا اور اس میں کوئی مانع نہیں اور ابن ابی شیبہ نے عون سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کا وصال نہ ہوا یہاں تک کہ آپ نے لکھا اور پڑھا۔

”الفیض“ میں علامہ مناوی کا کلام ”سراج الموبدین“ میں مذکور قاضی ابوبکر بن العربی کے کلام کی تلخیص ہے، انہوں نے وہاں بحث کرتے ہوئے علامہ الباجی کے خلاف علماء مغرب کے طرز عمل کی مذمت کی اور اس سلسلہ میں جہی بن مخلد اور محمد بن موبہب کی مثال دی کہ جب یہ حضرات حصول علم کے سفر کے بعد اپنے شہر میں آئے تو اس قدر علم و فضل کے حصول پر بہ طور حسد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ اسی طرح علامہ ابو الولید الباجی کا معاملہ ہے انہوں نے حصول علم کے لیے سفر کیا، بہت دور تک گئے، بڑا علم جمع کیا اور ان پر صحیح البخاری کی قرأت کی گئی، جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے ”مثایا اور لکھا“ ان سے کہا گیا کہ ”اس نے لکھا“ سے کون مراد ہیں؟ کہا نبی ﷺ؟ کہا گیا کہ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لکھا؟ جواب دیا: جی ہاں، کیونکہ حدیث میں ہے: پھر رسول اللہ ﷺ نے کتاب لی اور آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے پھر آپ نے لکھا: یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ہے۔

علامہ الباجی کی اس تقریر پر مخالفین نے ان پر الزام لگائے ان کو جھوٹا قرار دیا اور ان کے استدلال کو ناقابل التفات قرار دیا اور ایک جاہل کو ان کے پیچھے لگا دیا، ابو محمد عبد اللہ بن ابی عصام نے مجھ سے مسجد الاقصیٰ میں بیان کیا کہ میں نے اس نام نہاد قاری کو جامع مسجد میں چیختے دیکھا وہ علامہ باجی کی بے دینی اور گمراہی کا اعلان کر رہا تھا۔

۲۳۱ مرسل ضعیف حدیث حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۷ ص ۵۷۵ میں اس کے ضعف کا اشارہ کیا ہے۔

۲۳۲ فتح الباری ج ۷ ص ۵۷۵

لیکن امیر (حکمران) نے احتیاط سے کام لیا اور فقہاء کو بلا کر ان کی رائے لی سب نے اس قول کے کفر ہونے پر اتفاق کیا۔ لیکن علامہ باجی نے دلائل سے ان پر غلبہ پالیا اور امیر سے کہا: یہ جاہل ہیں آپ عالم اسلام میں علماء کو لکھیں اور ان کی رائے طلب کریں امیر نے افریقہ، صقلیہ وغیرہ کے علماء کو لکھا ان کی طرف سے جواب آیا: اگر حضور ﷺ نے امی ہونے کے باوجود لکھا تو یہ آپ کا معجزہ ہے اس پر کسی کو مطعون نہ کیا جائے۔ کیونکہ قائلین نے حضور ﷺ کی امتیت کے تحقق کے بعد آپ کے معجزہ کی شہادت دی ہے علماء اسلام نے علامہ باجی کی موافقت کی اور ان پر طعن نہ کیا۔ مؤلف کہتے ہیں: علامہ ابن العربی کی یہ تقریر میرے پاس موجود قلمی نسخے میں ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی موجود ہے۔

علامہ برہان بن فرحون کی ”السدیاج المذهب“ میں علامہ باجی کے تذکرہ میں ہے جس نے علامہ باجی کے نقطہ نظر کا انکار کیا اور ان کو کافر قرار دیا وہ ابوبکر بن الصائغ الزاہد ہے علامہ ابن فرحون نے کہا: اس موضوع پر ان لوگوں نے گفتگو کی جنہوں نے علامہ باجی کے کلام کو سمجھا ہی نہیں یہاں تک کہ ان پر لعنت کا اطلاق کر دیا۔ علامہ باجی نے یہ دیکھ کر ”تحقیق المذهب“ نامی رسالہ لکھا اور اس میں ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی جو اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہوں انہوں نے یہ بتایا کہ بطور معجزہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کتابت اور قرأت (لکھنا اور پڑھنا) کو ثابت کرنا لائق ملامت نہیں ہے بلکہ لائق تحسین ہے۔ محققین علماء نے ان کی ژرف نگاہی کی موافقت کی انہوں نے صقلیہ کے مشائخ کو اپنی تحقیق روانہ کی تو انہوں نے ابن الصائغ کی رائے کو مسترد کر دیا اور علامہ ابوالولید الباجی کی رائے کی موافقت کی۔ ۲۳۳

حافظ ذہبی نے ”تذکرۃ الحفاظ“ میں علامہ الباجی کا یہ واقعہ بیان کیا ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ جب علامہ الباجی نے اس موضوع پر رسالہ لکھا کہ بہ طور معجزہ حضور ﷺ کے لیے لکھنے اور پڑھنے کا اثبات قابل اعتراض نہیں ہے تو علماء کی ایک جماعت نے اپنے سابقہ مسلک سے رجوع کر لیا۔ پھر کہا: جو شخص فقط اپنا نام لکھ لے وہ ناخواندہ ہونے سے خارج نہیں ہوتا اسے کوئی کاتب نہیں کہتا۔ بادشاہوں کی بڑی جماعت ایسی بھی گزری ہے جو علامات سے الفاظ کو پہچان لیتے تھے حالانکہ وہ ناخواندہ تھے۔ حکم عموم پر لگایا جاتا ہے نادر صورتیں اس سے مستثنیٰ ہوتی ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ہم اُمی (ناخواندہ) امت ہیں۔ یعنی اکثریت ایسی ہے ورنہ صحابہ کرام میں بعض حضرات لکھنے پڑھنے والے بھی موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ. (الحجہ: ۲)

وہی ہے جس نے اُمی لوگوں میں انہی میں سے

(عظمت والے) رسول کو بھیجا۔

۲۳۳ حافظ ابن حجر نے فتح الباری: ج ۷ ص ۵۷۵-۵۷۶ میں نبی ﷺ کے لیے کتابت اور قرأت کے ثبوت پر مبنی موقف کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ ان احادیث میں مذکور واقعہ ایک ہی ہے اور وہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے اس میں حضرت مسور رضی اللہ عنہ کی حدیث کی صراحت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کاتب تھے پوری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے صرف اپنا اسم گرامی لکھ لینا آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ بہت سے ایسے بادشاہ بھی گزرے ہیں جو ان پڑھ ہونے کے باوجود اپنا نام لکھ لیتے تھے۔ الخ

علامہ ذہبی کا کلام بے غبار اور قابل قدر ہے۔

امام ذہبی نے ”التذکرہ“<sup>۲۴۴</sup> (الجزء ۲، ص ۳۵) میں ابن مندہ کے تذکرہ میں اپنی سند کے ساتھ ازعون بن عبد اللہ بن عتبہ از والد خود یہ روایت نقل کی ہے ان کے والد نے کہا: نبی ﷺ کا وصال نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ نے پڑھا اور لکھا۔<sup>۲۴۵</sup> اس کے بعد علامہ ذہبی نے کہا: نبی ﷺ کے معمولی لکھنا سیکھنے کے جواز سے کیا چیز مانع ہے؟ باوجودیکہ آپ امی تھے اور لکھنا نہیں جانتے تھے شاید بکثرت وحی کی کتابت سنن کی کتابت اور بادشاہوں کی طرف خطوط لکھوانے سے آپ لکھنا پہچانتے ہوں، اسے سمجھتے ہوں اور ایک دو الفاظ لکھ لیتے ہوں جیسا کہ آپ نے حدیبیہ کے دن اپنا اسم گرامی (محمد بن عبد اللہ ﷺ) لکھا، اس قدر لکھنا آپ کو امی ہونے سے نہیں نکالتا جیسا کہ بہت سے بادشاہ ناخواندہ تھے مگر علامت لکھ لیتے تھے۔ (الذکرہ)<sup>۲۴۶</sup>

لیکن علامہ ذہبی کی یہ تقریر ان حضرات کے لیے بڑا دھچکا ہے جو حضور ﷺ کے لکھنے کو معجزہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ ابن العربی کا نقطہ نظر گزر چکا ہے۔ ابن العربی کے بعد علامہ ابن الجوزی نے ”المشکل“ میں کہا ہے کہ کتابت کا آپ کے دست مبارک سے جاری ہونا جب کہ آپ بخوبی لکھنا نہ جانتے تھے آپ کے معجزہ کی طرح ہے۔ اور یہ چیز آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ آپ نے اپنے دست مبارک کو حسن کتابت کے لیے حرکت نہیں دی تھی بلکہ آپ نے لکھا اور مکتوب درست نکلا۔

ابن بادیس نے ”الفرائد“ میں اس کے بعد کہا ہے: یہ اچھی تاویل ہے اس سے دونوں مذاہب یکجا ہو گئے ہیں اور حدیث میں تناقض بھی نہیں آیا۔

ابن التمسانی نے ”شرح الشفاء“ میں علامہ الباجی کا مذہب ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: اہل حق نے ان کے اس قول کی تصویب کی کہ آپ کا ایک مرتبہ لکھنا آپ کے امی ہونے کے معجزہ کے خلاف نہیں ہے۔ صحیح البخاری میں عمرة القضاء کے باب میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے مکتوب کو لیا پھر لکھا۔ علامہ القرطبی نے ”مختصر“ میں کہا ہے کہ حدیث کا جملہ ”آپ نے مکتوب کو لیا پھر لکھا“ اس کی قوی دلیل ہے کہ حضور ﷺ نے بہ نفس نفیس تحریر فرمایا علماء کی ایک جماعت نے اس ارشاد الہی سے استدلال کرتے ہوئے آپ کے لکھنے کا انکار کیا ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّ  
بِمِثْرِكَ. (اعلوت: ۴۸)

اور نہ ہی اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔<sup>۲۴۷</sup>

<sup>۲۴۴</sup> تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۱۸۱-۱۱۸۲۔

<sup>۲۴۵</sup> ضعیف مرسل حدیث تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۴۲۔

<sup>۲۴۶</sup> تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۴۲ نے حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۷ ص ۵۷۵-۵۷۶ میں اس مسئلہ میں ذہبی کا رد کیا ہے۔

<sup>۲۴۷</sup> حافظ ابن کثیر نے اس آیت کے تحت لکھا ہے یعنی اے محمد! تم نزول قرآن سے قبل ان میں ایک مدت گزار چکے ہو آپ کتاب پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے بلکہ آپ کی قوم اور دوسرے لوگ جانتے ہیں کہ آپ امی ہیں لکھنا پڑھنا نہیں جانتے آپ کی یہی صفت گزشتہ کتب میں مذکور ہے ارشاد ہے:

الذین يتبعون الرسول ..... عن المنكر.

جو اس رسول نبی امی (لقب والے) کی پیروی کرتے ہیں جنہیں وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے روکتے ہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

علامہ قرطبی کہتے ہیں: اس آیت میں انکار کی دلیل نہیں ہے کیونکہ آیت کریمہ میں جس لکھنے کی نفی ہے بذریعہ تعلیم لکھنا ہے اور یہاں بطور خارق عادت آپ نے لکھا اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی انگلیوں پر لکھنا جاری فرمادیا حالانکہ آپ نے کسی سے اچھا لکھنے کی تعلیم حاصل نہیں کی اور یہ آپ کی نبوت کی صحت کی ایک اور دلیل ہے مؤلف کہتے ہیں: سب سے اچھی توجیہ وہی ہے جسے امام ذہبی نے ابن مندہ کے تذکرہ میں نقل کیا ہے۔

فائدہ

علامہ المقریزی کی ”الخطط“ میں ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس نبی ﷺ کا مکتوب لائے جس میں آپ نے ان کو البحریدہ میں جاگیر کا پروانہ دیا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مکتوب گرامی کو چوما اسے کھولا اور اپنی آنکھوں پر ملا۔ (الخطط جزء ۱ ص ۱۵۵ مطبوعہ مصر)

## رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کی ساخت، نقش اور اس کے نگران کا بیان

صحیح البخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ آپ کا خط بالکل نہیں پڑھیں گے جب تک اس پر مہر نہ ہوگی تو آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ نقش تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گویا کہ میں آپ کے ہاتھ میں اس کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں۔<sup>۲۳۸</sup> ترمذی نے ”شمائل“ میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

بلکہ صحیح البخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی پر تین سطریں نقش تھیں: پہلی سطر میں محمد دوسری سطر میں رسول اور تیسری سطر میں اللہ نقش تھا۔<sup>۲۳۹</sup>

المہلب نے کہا: نبی ﷺ مختلف علاقوں کے حکمرانوں کی طرف مکتوبات، عاملوں کے جوابات اور لشکر کے (بقیہ حاشیہ: ۲۳۷) رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ای ہی رہے لکھتے نہیں تھے آپ کے کاتب تھے جو وحی لکھتے اور مختلف علاقوں میں خطوط روانہ کرتے۔ متاخرین فقہاء میں سے قاضی ابوالولید الباجی وغیرہ کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے حدیبیہ کے روز یہ جملہ تحریر فرمایا: ”هذا ما قضی علیہ محمد بن عبد اللہ“ صحیح نہیں ہے ان کو یہ مغالطہ صحیح البخاری کی روایت کے الفاظ ”ثم اخذ بکتاب“ سے ہوا ہے یہ جملہ دوسری روایت پر محمول ہے جس میں ”ثم امر فکتب“ کے الفاظ ہیں اسی لیے مشرق و مغرب کے کثیر فقہاء نے علامہ باجی وغیرہ کا سخت رد کیا ہے ان سے برأت کا اظہار کیا اپنے اشعار اور خطبوں میں اس کی تردید کی واضح رہے علامہ باجی وغیرہ کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اگرچہ لکھنا نہیں جانتے تھے مگر آپ نے بطور معجزہ لکھا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے دجال کے بارے میں فرمایا ہے: اس کی آنکھوں کے درمیان کافریا ایک روایت کے مطابق ک۔ ف۔ رکھا ہوگا۔ جسے ہر مومن پڑھے گا بعض حضرات کا یہ حدیث بطور استدلال پیش کرنا کہ آپ وصال سے پہلے لکھنا جان چکے تھے ضعیف ہے اصل ہے۔ سورۃ العنکبوت کی مذکورہ آیت اس کی تردید کر رہی ہے۔ الخ

<sup>۲۳۸</sup> صحیح حدیث مصنف عبدالرزاق: ۱۹۴۶۵ بخاری: ۸۵۷۵ مسلم: ۲۰۹۲ نسائی ج ۸ ص ۱۷۲-۱۷۳ ابوداؤد: ۱۲۱۴ ترمذی: ”الشمائل“:

۸۹ ابن سعد: ”الطبقات“ ج ۱ ص ۴۷۵ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

<sup>۲۳۹</sup> صحیح حدیث صحیح البخاری: ۳۱۰۶-۵۰۰۴-۵۷۸-۵۹۲۱ ترمذی: ”سنن“: ۱۷۴۷۷-۱۷۴۷۸ ابن سعد: ”الطبقات“ ج ۱ ص ۴۷۴۔

۴۷۵ ابوالشیخ ”اخلاق النبی ﷺ“ ص ۱۳۲ ابن حبان ۱۴۱۴ بغوی ”شرح السنہ“: ۳۱۳۶ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

سالاروں کی طرف خطوط میں اس سے مہر لگاتے تھے۔

”اوائل السیوطی“ میں ہے کہ قریش اور اہل حجاز میں سے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے خطوط پر مہر لگائی جب آپ نے بادشاہوں کی طرف خطوط روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے کہا گیا: وہ بغیر مہر کا خط نہیں پڑھتے۔

## رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کے نگران

علامہ الشمر امسی نے ”حواشی المواہب“ میں اس قول پر کہ جب نبی ﷺ انگوٹھی اتارتے تو وہ کس کی نگرانی میں رہتی اور بوقت ضرورت آپ کی خدمت میں پیش کر دی جاتی تھی، کہا ہے کہ امام بخاری نے تاریخ میں از طریق محمد بن یسار از ایاس بن الحارث بن معقیب از جد خود معقیب رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی لوہے کی تھی اس پر چاندی کا پانی چڑھایا گیا تھا، بسا اوقات وہ میرے ہاتھ میں ہوتی، حضرت معقیب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کے نگران تھے۔<sup>۲۵۰</sup>

”الاصابہ“ میں ہے حضرت معقیب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیت المال کے اور بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کے نگران رہے۔<sup>۲۵۱</sup>

ابن عبد ربہ کی ”العقد الفريد“ میں ہے: نبی ﷺ اپنی انگوٹھی اشم بن صفی الاسدی کے بھتیجے حنظلہ بن ربیع بن صفی رضی اللہ عنہ کے پاس رکھتے تھے۔ (جز ۲ ص ۱۲۲) اسی کتاب کے ص ۱۷۲ پر ہے: حضور ﷺ کی انگوٹھی کے نگران حضرت معقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ گذشتہ سطور میں مذکور ہوا۔

## انگوٹھی کی عدم موجودگی میں نبی ﷺ کا معمول

”الاصابہ“ میں عبد الملک بن اکید رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ کے لیے خط لکھا گیا آپ کے پاس انگوٹھی نہیں تھی تو آپ نے اپنے ناخن سے مہر لگادی۔<sup>۲۵۲</sup>

”الاصابہ“ ہی میں حضرت وہب بن اکید دومہ کے تذکرہ میں ہے: ابن عساکر نے اپنے طریق سے روایت کیا ہے حضرت وہب نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مکتوب لکھا آپ کے پاس آپ کی انگوٹھی نہ تھی تو آپ نے گیلی مٹی سے مہر لگادی۔<sup>۲۵۳</sup>

۲۵۰ صحیح حدیث ابوداؤد: ۴۲۰ نسائی ج ۸ ص ۵۷ طبرانی ”الکبیر“ ج ۲۰ ص ۸۳۱ از معقیب رضی اللہ عنہ۔

۲۵۱ الاصابہ: ۸۱۶۳ الاستیعاب علی حاشی الاصابہ ج ۲ ص ۲۷۶-۲۷۷۔

۲۵۲ ضعیف حدیث الاصابہ: ۵۲۵۶ کے مطابق اسے ابن مندہ نے ”الصحابہ“ میں از طریق موسیٰ بن نصر بن سلام از عمرو بن محمد بن الحسین از یحییٰ بن وہب بن عبد الملک بن اکید از والد خود از جد خود روایت کیا ہے۔

یحییٰ بن وہب کلبی ہے ابن ابی حاتم نے ”الجرح والتعديل“ ج ۹ ص ۱۹۴ میں سے مجہول کہا ہے۔ ”المیزان“ ج ۳ ص ۲۱۳ میں ذہبی نے بھی یہی کہا ہے۔

۲۵۳ ضعیف حدیث الاصابہ: ۹۱۸۹ میں ہے: اسے ابن عساکر نے از طریق عمرو بن محمد بن الحسن بن یحییٰ بن وہب از والد خود از جد خود روایت کیا ہے اور اس میں یحییٰ بن وہب مجہول ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: اس سے علامہ قلعشندی کی ”صبح الاعشی“ میں علامہ ثعالبی کی ”لطائف المعارف“ سے منقول اس قول کی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مکتوب پر مہر کے لیے گیلی مٹی کو استعمال کیا۔<sup>۲۵۴</sup>

## نبی ﷺ کی انگوٹھی سے متعلق مسائل

رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی جب سونے کا (مردوں کے لیے) استعمال مباح تھا پھر اسے پھینک دیا اور اس میں رجوع نہ فرمایا (واپس نہ لی)۔<sup>۲۵۵</sup> آپ کی انگوٹھی چاندی کی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔<sup>۲۵۶</sup> حبشی سنگ سلیمان یا عقیق ہے ان کی کانیں حبشہ اور یمن میں ہیں ایک قول یہ ہے کہ اسے حبشی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ نگینہ کالا تھا۔ صحیح بخاری (رقم: ۵۸۷۰) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی انگوٹھی کا نگینہ چاندی کا تھا۔ اس حدیث میں چاندی کی انگوٹھی میں چاندی ہی کے نگینے کا جواز نکلتا ہے البتہ سونے کا نگینہ مکروہ ہے۔ ابوداؤد اور نسائی کی حدیث ہے: آپ کی انگوٹھی لوہے کی تھی جس پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا تھا۔<sup>۲۵۷</sup> اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی متعدد انگوٹھیاں تھیں۔

صحیح البخاری میں ہے: آپ کی انگوٹھی کا نقش ”محمد رسول اللہ“ تھا۔ اس حدیث سے انگوٹھی کے نقش اور اس پر انگوٹھی والے اور اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کے نقش کرنے کا جواز معلوم ہوا۔

زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش ”نعم القادر اللہ“ تھا دوسروں نے کہا: ان کی انگوٹھی کا نقش ”عبد ذلیل لرب جلیل“ تھا۔<sup>۲۵۸</sup>

”طبقات ابن سعد“ میں ابن سیرین سے مرسل مروی ہے کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی کا نقش ”بسم اللہ محمد رسول اللہ“ تھا کسی اور محدث نے یہ اضافہ روایت نہیں کیا ابوالشیخ کے ہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث <sup>۲۵۴</sup> گذشتہ روایات کی تخریج کے مطابق یہ قول صحیح مستند نہیں ہے۔

<sup>۲۵۵</sup> صحیح حدیث اس میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں آپ نے وہ انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور فرمایا: میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھا اس میں محمد رسول اللہ نقش تھا وصال تک یہ انگوٹھی آپ کے ہاتھ میں رہی۔ صحیح البخاری: ۵۸۶۵-۵۸۶۶-۵۸۷۳-۵۸۷۶-۶۶۵۱ مسلم: ۲۰۹۱ ابوداؤد: ۴۲۱۹-۴۲۲۰ ترمذی: ۱۷۳۱ ”الشمائل“ ج ۸ ص ۸۷۸-۱۹۳-۱۹۵ ابن حبان: ۵۲۹۴ ابوالشیخ ”اخلاق النبی ﷺ“ ص ۱۳۱ بنو ی شرح السنہ: ۳۱۲۹ از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

<sup>۲۵۶</sup> مسلم: ۲۰۹۴ (۶۱-۶۲) از انس بن مالک رضی اللہ عنہ علامہ نووی نے شرح مسلم ج ۶ ص ۲۵۸ میں کہا ہے: علماء کے بقول اس انگوٹھی کا نگینہ حبشی پتھر یعنی جریع یا عقیق کا تھا کیونکہ ان کی کانیں یمن اور حبشہ میں ہیں یا یہ کہ نگینہ کالا تھا۔

<sup>۲۵۷</sup> صحیح حدیث قبل ازیں اس کی تخریج معقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔

<sup>۲۵۸</sup> کسی اسناد صحیح یا ضعیف سے اس کا ثبوت نہیں ملا۔ واللہ اعلم



ہے: ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“، نقش تھا۔<sup>۲۵۹</sup> حافظ سیوطی نے ”التوشیح علی الجامع لصحیح“ میں کہا ہے: یہ زیادتی شاذ ہے۔

صحیح البخاری میں ہے: نقش کی صورت یہ تھی کہ پہلی سطر میں محمد دوسری میں رسول اور تیسری میں اللہ نقش تھا۔ علامہ اسنوی نے ”المہمات“ میں کہا ہے: میری یادداشت کے مطابق نیچے سے اوپر کی جانب پڑھا جاتا تھا (پہلی سطر میں محمد درمیانی میں رسول اور بالائی سطر میں اللہ نقش تھا) تاکہ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی سب سے اوپر ہو۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے: میں نے احادیث میں اس کی تصریح نہیں دیکھی۔

صحیحین وغیرہ<sup>۲۶۰</sup> میں ہے: اس بات کی ممانعت ہے کہ کوئی شخص حضور ﷺ کی انگلی کے نقش جیسا نقش اپنی انگلی پر بنوائے۔ اور اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے انگلی اور اس پر نقش مکتوبات پر مہر لگانے کے لیے تیار کروائے، اگر دوسرا بھی ایسا نقش بنوالے تو خلل اور خرابی واقع ہوگی۔

”التوشیح“ میں ہے: یہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ ”الذیبا ج“ میں ہے: یہ نبی تحریری ہے تا قیامت ہمیشہ رہے گی بظاہر ایسا نہیں ہے۔

صحیحین میں ہے: آپ انگلی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے تاکہ زیب و زینت کا حصول نہ ہو اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ انگلی کا نگینہ ہتھیلی کی پشت کی طرف رکھتے تھے۔<sup>۲۶۱</sup> روایت کے صحیح ہونے کی صورت میں شاید آپ نے کبھی کبھار بیان جواز کے لیے ایسا عمل کیا۔ مروی ہے کہ انگلی آپ کے دائیں ہاتھ میں ہوتی تھی۔<sup>۲۶۲</sup> دوسری احادیث میں بائیں ہاتھ کا ذکر ہے۔<sup>۲۶۳</sup>

## سن اور تاریخ کا تعین اور اس کی اصل

مشہور ہے کہ سن اور تاریخ کا تعین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کیا اور اس کی ابتداء نبی ﷺ کی ہجرت سے کی۔ لیکن ابو جعفر بن النحاس نے اپنی کتاب ”صناعة الكتابة“ میں اور ان سے علامہ القلقشنندی نے ”صبح الاعشی“ (جزء سادس ص ۳۴۰) میں محمد بن جریر کی روایت نقل کی ہے محمد بن جریر نے اپنی سند سے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ربیع الاول کا مہینہ تھا آپ نے تاریخ لکھنے کا حکم فرمایا۔<sup>۲۶۴</sup> علامہ قلقشنندی نے کہا: اس روایت کی رو سے تاریخ کی ابتداء ہجرت کے واقعہ سے ہوئی۔

<sup>۲۵۹</sup> مرسل ضعیف حدیث۔

<sup>۲۶۰</sup> بخاری: ۵۸۷۷-۵۸۷۸، مسلم: ۲۰۹۲، احمد ج ۳ ص ۱۸۷-۲۹۰، عبد الرزاق: ۱۹۳۶۵، ترمذی: ۱۷۴۵، نسائی ج ۸ ص ۱۷۶-۱۹۳، ابو یعلیٰ: ۳۸۹۶-۳۸۳۶، ابن حبان: ۵۳۹۷، بیہقی ”السنن“ ج ۱ ص ۱۲۸، بغوی ”شرح السنہ“: ۳۱۳۷، از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

<sup>۲۶۱</sup> خاصی تلاش کے باوجود سنن ابی داؤد میں مجھے یہ روایت نہیں ملی۔

<sup>۲۶۲</sup> صحیح حدیث ابوداؤد: ۳۲۶۶، ترمذی ”المشائل“: ۹۰، نسائی ج ۸ ص ۱۷۴، ابن حبان: ۵۵۰۱، ابوالشیخ ”اخلاق النبی ﷺ“ ص ۱۲۶، از علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

<sup>۲۶۳</sup> صحیح حدیث ابوداؤد: ۴۲۲۷، از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ صحیح یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں میں سے کسی ایک ہاتھ میں انگلی پہننا درست ہے۔

<sup>۲۶۴</sup> ضعیف معطل اسے حاکم نے الاکلیل میں روایت کیا ہے۔ معطل ضعیف کی ایک قسم ہے۔



”المواہب“ میں ہے: حضور ﷺ نے تاریخ لکھنے کا حکم دیا تو یہ ہجرت سے لکھی گئی۔

زرقانی فرماتے ہیں: یہ حدیث حاکم نے ”الاکلیل“ میں زہری سے معضل روایت کی ہے۔ مشہور قول اس کے خلاف ہے سن اور تاریخ کا تعین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی کہتے ہیں: میں نے مجموع میں ابن القماح کے خط میں ابن الصلاح کی یہ روایت دیکھی ہے کہ انہوں نے کہا: ابوطاہر محمد بن حمش الزیادی نے ”تاریخ الشروط“ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے تاریخ رقم فرمائی جب آپ نے نجران کے نصاریٰ کو مکتوب گرامی لکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس مکتوب کی کتابت کے وقت حکم دیا کہ لکھو یہ خط پانچ ہجری کو لکھا گیا۔ ۲۶۵ اس صورت میں تاریخ اور سن کا تعین فرمانے والے رسول اللہ ﷺ ہوں گے اور حضرت عمر آپ کے پیروکار۔

علامہ سیوطی نے کہا ہے: میں نے اس مسئلہ میں اپنے مختصر رسالہ ”الشماریخ فی علم التاريخ“ میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

علامہ السخاوی فرماتے ہیں: اگر یہ ثابت ہو جائے (کہ ہجری تقویم کا آغاز رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا تھا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجری تقویم کے بانی نہیں ہوں گے بلکہ پیروی کرنے والے ہوں گے۔

امام سیوطی نے ”السروض الانف“ (جزء ۲ ص ۱۱) میں کہا ہے: مسجد قباء کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کے دارالہجرت (مدینہ منورہ) میں تشریف لانے کے پہلے دن پڑی۔ اور ارشاد الہی ہے: **مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ** (التوبہ: ۱۰۸)

حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ یہ سب دنوں سے پہلا دن نہ تھا۔ ظاہر لفظ میں ایسی کوئی اضافت بھی نہیں ہے۔ اس میں یہ فقہ ہے کہ صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت تاریخ کے بارے میں مشورہ کے وقت جس تقویم پر متفق ہوئے وہ صحیح ہے۔ یہ حضرات ہجرت کے سال سے تاریخ کے تعین پر متفق ہوئے کیونکہ یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی نبی ﷺ کی حکمرانی قائم ہوئی آپ نے مساجد کی بنیاد رکھی اور حسب منشاء امن و اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ صحابہ کرام کی رائے ظاہر تنزیل کے موافق ہو گئی اور اس سے ہم نے ارشاد باری تعالیٰ ”مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ“ کا مفہوم سمجھ لیا کہ اس دن سے تاریخ کا وہی پہلا دن مراد ہے جسے ہم اسلامی تقویم میں تحریر کرتے ہیں۔

اگر صحابہ کرام نے تاریخ کا تعین اس آیت کریمہ سے مستنبط کیا ہے تو یہ عین ممکن ہے کیونکہ وہ کتاب اللہ اور اس کی تاویل (مراد) کے سب لوگوں سے زیادہ عالم تھے اور قرآنی اشارات اور صاف اور واضح ارشادات کو سب سے زائد سمجھنے والے تھے اگرچہ تاریخ اور سن کے تعین میں انہوں نے رائے اور اجتہاد سے کام لیا لیکن اس سے قبل ان کو علم تھا اور ان کی اس کارروائی سے پہلے اس کی صحت کے اشارے موجود تھے۔ کیونکہ کسی کا یہ کہنا کہ میں نے پہلے دن یہ کام لیا ہے اس وقت درست ہوتا ہے جب اس کا سال اور مہینہ اور تاریخ معلوم ہو۔ لیکن اس آیت کریمہ میں

۲۶۵ ضعیف حدیث۔

معنوی اضافت صرف اسی معلوم تاریخ کے ساتھ ہے، کیونکہ اس تاریخ کے علاوہ کوئی لفظ یا حالی قرینہ موجود نہیں ہے۔ اس بحث کو بار بار غور سے پڑھیں کہ اس میں صاحب بصیرت کے لیے بڑی دلیل ہے۔ الحمد للہ حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں اس تقریر کا خلاصہ نقل کیا ہے اور اس کے بعد کہا ہے کہ انہوں نے اسی طرح کہا ہے لیکن ”من اول یوم“ سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ اس دن کے متعلق ہے جس روز نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

ابن المنیر نے کہا: علامہ سہلی کا کلام سراسر تکلف حد سے تجاوز اور متقدمین کے معیار سے خروج ہے انہوں نے اول یوم سے وہی دن مراد لیا ہے جس میں مسجد قبا کی بنیاد رکھی گئی، عربیت اور آیت کریمہ اسی کی مقتضی ہیں۔ مؤلف کہتے ہیں: علامہ سہلی کے کلام کا ماخذ ظاہر ہے اس سے حاصل کردہ نتائج واضح ہیں جن لوگوں نے ان کے استدلال کو بد مزہ پایا ہے اسے ناقابل التفات بلکہ قابل تردید جانا ہے انہوں نے گویا اس کا مزہ نہیں چکھا اور استدلال کی گہرائی اور گیرائی پانے سے محروم رہے۔ اگر آپ بنظر انصاف غور کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ حق نابینا (امام سہلی رحمۃ اللہ علیہ نابینا تھے) کے ساتھ ہے آنکھوں والوں کے دلائل میں نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شہاب الملت والدین علامہ خفاجی نے ”عناية الراضى و كفاية القاضى“ میں اس پر پسندیدگی کا اظہار کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ سو تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کون زیادہ سیدھی راہ پر ہے۔ (بنی اسرائیل: ۸۴) اسلامی تقویم کی ابتداء کے لیے حضور ﷺ کی ولادت اور بعثت کے وقت کی بجائے ہجرت کو اس لیے اختیار کیا گیا کہ ولادت اور بعثت مبارکہ کے وقت میں ان کا اختلاف تھا لیکن ہجرت کے وقت میں ان میں اختلاف نہ تھا وقت وصال بھی اگرچہ متفق علیہ تھا لیکن عقل کا تقاضا ہے کہ ایسے وقت سے تقویم کی ابتدا نہ ہو کیونکہ یہ غم و اندوہ کا وقت ہے۔ بخلاف ہجرت کے کہ وہ وقت ملت اسلام کی استقامت کا وقت ہے اور باعث برکت ہے۔ اسلامی تقویم کی ابتداء محرم سے کی گئی کسی دوسرے مہینہ سے نہیں کہ محرم شہر اللہ (اللہ کا مہینہ) ہے اور حرمت والے مہینوں (رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم) میں سے ہے اس ماہ مبارک میں لوگ سفر حج سے واپس لوٹتے ہیں۔

## رسول اللہ ﷺ کے سفیر

یہ باب چند فصول پر مشتمل ہے۔

### فصل: نبی ﷺ کے سفیر، کامل العقل، فصیح اللسان اور مخالف کو مسکت دلائل

سے قائل کرنے والے تھے

علامہ السہلی نے ”الروض الانف“ (جز ۲، ص ۲۵۵) میں لکھا ہے: جب حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ قیصر روم کے پاس گئے تو فرمایا: اے قیصر! مجھے اس ذات نے بھیجا ہے جو تم سے بہتر ہے جسے اس ذات نے رسول مبعوث فرمایا ہے جو ان سے اور تم سے بہتر ہے، تو تم میری بات عاجزی سے سنو پھر اس کا جواب مخلصانہ مشورے سے دو، کیونکہ

اگر تم عاجزی نہیں کرو گے سمجھو گے نہیں اور اگر تم نے مخلصانہ مشورہ نہ لیا تو انصاف نہیں کر پاؤ گے، قیصر نے کہا: لاؤ کیا ہے؟ حضرت دحیہ نے فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام نماز پڑھتے تھے؟ کہا: ہاں، فرمایا: سو میں تمہیں اس ذات کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کے لیے مسیح نماز پڑھتے تھے اور میں تمہیں اس ذات کی طرف بلاتا ہوں جس نے اس وقت بھی آسمانوں اور زمین کے نظام کی تدبیر فرمائی جب مسیح ابھی اپنی ماں کے شکم میں تھے اور میں تمہیں اس نبی اُمی (ﷺ) کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کی آمد کی بشارت موسیٰ علیہ السلام نے اور ان کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور تمہارے پاس اس کے متعلق جو علم موجود ہے وہ اس سلسلہ میں کافی ہے اور اس خبر پر یقین کے لیے اطمینان بخش ہے۔ اگر تم نے اس دعوت کو قبول کر لیا تو تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں سرفرازی ہے ورنہ آخرت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی اور دنیا کا حصہ پا لو گے۔ اور جان لو کہ تمہارا ایک مالک و پروردگار ہے جو ظالموں، جابروں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور عظیم نعمتوں کو بدل دیتا ہے۔

قیصر نے مکتوب گرامی کو لیا اسے اپنی آنکھوں اور سر پر رکھا اور بوسہ دیا، پھر کہا: بخدا! میں ہر خط پڑھتا ہوں اور ہر عالم سے سوال کرتا ہوں میں نے اس مکتوب میں خیر ہی دیکھی ہے تم مجھے مہلت دو تا کہ میں غور کروں کہ مسیح (علیہ السلام) کس کے لیے نماز پڑھتے تھے مجھے یہ ناپسند ہے کہ میں آج تمہیں ایسا جواب دوں کہ کل اس سے بہتر جواب دے سکوں اور میں اپنے سابقہ جواب کی وجہ سے نقصان پاؤں، فائدہ نہ پاؤں، تم ٹھہرو یہاں تک کہ میں کسی فیصلہ پر پہنچ سکوں، وہ اسی حال میں رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

”الروض الانف“ میں ہے: جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ مصر کے بادشاہ المقوقس کے پاس تشریف لے گئے تو اس سے فرمایا: تم سے پہلے ایک آدمی (فرعون ملعون) تھا جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ گمان کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں گرفتار کر لیا اور انتقام کی گرفت میں لے کر اسے عبرت ناک سزا دی، دوسرے سے عبرت حاصل کرو، دوسرے تم سے نہ عبرت حاصل کریں، مقوقس نے کہا: لاؤ، حضرت حاطب نے فرمایا: تمہارے پاس دین ہے جسے تم اس سے بہتر کے لیے ہی چھوڑو گے اور وہ دین اسلام ہے، اس کے قبول کرنے والے کے لیے اللہ ماسوا سے کافی ہے۔

بے شک نبی ﷺ نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی تو قریش نے سب سے زیادہ آپ کی مخالفت کی، یہود آپ کے سب سے بڑے دشمن ہوئے اور نصاریٰ سب سے زیادہ آپ کے قریب ہوئے۔ مجھے زندگی کی قسم! جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد ﷺ کی بشارت دی اور ہم تمہیں قرآن کی طرف اسی طرح دعوت دے رہے ہیں جیسے اہل تورات کو انجیل کی طرف دعوت دی گئی، اور ہر نبی علیہ السلام نے جس قوم کو پایادہ اس کی امت ہے پس ان پر حق ہے کہ وہ اس نبی کی پیروی کریں، اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اس نبی (ﷺ) کا زمانہ پایا ہے، ہم آپ کو دین مسیح سے منع نہیں کرتے بلکہ اس کا حکم دیتے ہیں (کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت کی اتباع میں نبی ﷺ پر ایمان لائیں)۔<sup>۲۶۶</sup>

۲۶۶ ابن سید الناس ج ۲ ص ۲۶۵-۲۶۶ شرح المواہب ج ۳ ص ۳۴۸-۳۵۰ زاد العاد ج ۳ ص ۶۹۱-۶۹۲ صحیح السیرۃ النبویہ ص ۳۸۵ نصب الراية ج ۴ ص ۴۲۱-۴۲۲ اے واقعہ دی سے منسوب کیا گیا ہے۔

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کا گرامی نامہ لے کر المنذر بن ساوی کے پاس پہنچے تو فرمایا: اے منذر! تم دنیا میں عظیم ہو آخرت میں ذلیل و رسوا نہ ہونا، مجوسیت میں اہل عرب کے نزدیک عزت و کرامت نہیں، یہ ان خواتین سے نکاح کرتے ہیں جن سے نکاح کرنا باعث شرم ہے اور ایسی چیزیں کھاتے ہیں جس سے طبیعت کراہت کرتی ہے، دنیا میں آگ کی عبادت کرتے ہیں جو قیامت کے دن ان کو کھائے (جلائے) گی، آپ عقل مند اور صاحب رائے شخص ہیں کیا یہ مناسب ہے کہ جس شخص کو جھٹلایا نہیں جاسکتا اس کی تصدیق نہ کی جائے اور جس سے خیانت نہ کی جاسکے اس سے امانت داری بھی نہ کی جائے؟ اور جس سے وعدہ خلافی نہ کی جائے اس پر اعتماد بھی نہ کیا جائے؟ اگر یہ بات اسی طرح ہے تو یہ وہ نبی اُمی ہیں کہ اگر وہ کسی چیز کا حکم دیں تو عقل مند کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ وہ کہے: کاش! وہ اس کا حکم نہ دیتے یا اس کام سے منع نہ فرماتے، یا کسی کی گرفت پر وہ کہے کہ کاش وہ اس کے زائد غنودر گذر کرتے یا اس کی سزا میں کمی کر دیتے، یہ تمام باتیں عقل مندوں کی آرزوئیں اور اہل بصیرت کے لیے لمحہ فکر یہ ہیں۔ ۲۶۷

”الروض الانف“ ہی میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جب جلندی کے پاس تشریف لائے تو اس سے فرمایا: اے جلندی! اگرچہ تم ہم سے دور ہو لیکن اللہ سے دور نہیں ہو، جس ذات نے تنہا تیری تخلیق کی ہے وہ اس کا مستحق ہے کہ تم تنہا اسی کی عبادت کرو اور ان کو اس کی عبادت میں شریک نہ کرو جو تیری تخلیق میں اس کے شریک نہیں، یاد رکھو جس نے تمہیں زندگی دی ہے وہی تمہیں موت دے گا اور جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا وہی تم کو دوبارہ لوٹائے (زندہ کرے) گا۔ اس نبی اُمی (ﷺ) کے متعلق غور کرو جو دنیا اور آخرت کی بھلائی لے کر آئے ہیں، اگر وہ تم سے اس پر کسی اجر کے طلب گار ہوں تو ان کو منع کر دو یا کسی خواہش کی تکمیل چاہتے ہو تو ان کو چھوڑ دو، پھر اس میں غور کرو کہ کیا ان کا پیغام ویسا ہے جیسے لوگوں کے پیغام ہیں، اگر یہ پیغام ویسا ہی ہے تو پھر دیکھنے والوں سے پوچھو اور اس پر خیر کو اختیار کر لے، اگر یہ پیغام ویسا نہیں تو آپ کے فرمان کو قبول کر لے اور جس چیز کا آپ (ﷺ) نے وعدہ فرمایا ہے اس سے ڈرو۔ ۲۶۸

”الروض الانف“ میں ہے: حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ جب جبلہ بن اسہم کے پاس تشریف لے گئے تو اس سے فرمایا: اے جبلہ! تیری قوم یعنی انصار نے اس نبی اُمی (ﷺ) کو اس کے شہر سے اپنے شہر کی طرف لائے ہیں، انہوں نے آپ کو پناہ دی اور حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور جس دین پر تم ہو یہ تمہارے آباؤ اجداد کا دین نہیں ہے، لیکن تم نے شام کی بادشاہی کی وجہ سے رومیوں کے قرب میں ان کا دین اپنا لیا ہے، اگر تم عراق کے حکمران ہوتے تو کسریٰ کے قرب کی وجہ سے فارس کا دین اختیار کر لیتے اور تیرے ہم مذہب لوگوں میں سے ایسے شخص نے

۲۶۷ نصب الراية ج ۳ ص ۳۱۹-۳۲۰ کے مطابق اسے واقدی نے ”کتاب الردۃ“ کے آخر میں معاذ بن محمد بن ابی بکر بن عبد اللہ بن ابی جہم

از ابو بکر بن سلیمان بن ابی حمزہ روایت کیا ہے۔ ابن سید الناس ج ۲ ص ۲۶۶-۲۶۷ شرح المواہب ج ۳ ص ۳۵۰-۳۵۲ الاصابہ:

۸۲۱۸ زاد المعاد ج ۳ ص ۲۹۶-۲۹۷۔

۲۶۸ ابن سید الناس ج ۲ ص ۲۶۷-۲۶۹ شرح المواہب ج ۳ ص ۳۵۲-۳۵۵ نصب الراية ج ۳ ص ۳۲۳-۳۲۴ زاد المعاد ج ۳

ص ۲۹۳-۲۹۶۔

اس نبی امی (ﷺ) کی صداقت کا یقین کر لیا کہ اگر ہم اسے تم پر فضیلت دیں تو تمہیں غصہ نہیں آئے گا اور ہم تجھے اس پر فضیلت دیں تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا، اگر تم نے اسلام قبول کر لیا شام تمہارا مطیع رہے گا اور رومی تم سے خوفزدہ ہوں گے، اگر وہ ایسا نہ کریں تب بھی ان کے لیے دنیا اور تمہارے لیے آخرت کی کامرانی ہوگی، تم گر جا گھروں کو مساجد میں، ناقوس کو اذان میں اور صلیب کو قبلہ سے بدل دینا اور یاد رکھو کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ ۲۶۹

حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ جب حارث بن عبد کلال کے پاس گئے تو اس سے فرمایا: اے حارث! تم پہلے شخص ہو جس پر رسول اللہ ﷺ نے خود کو پیش کیا لیکن تم سے غلطی ہوگئی اور آپ کی پیش کش کو قبول نہ کیا، تم بڑی قدر و منزلت والے بادشاہ ہو، جب تم بادشاہوں کے غلبہ کو دیکھو تو ان کی مغلوبیت کو بھی نگاہ میں رکھنا، جب تمہیں تمہارا کوئی دن خوش کر دے تو اپنی آنے والی کل سے ڈرنا، تم سے پہلے کتنے بادشاہ تھے جن کے آثار مٹ گئے بس ان کی خبریں باقی رہیں، انہوں نے طویل عمریں گزاریں، لمبی لمبی امیدیں باندھیں اور کم تر زاد راہ اکٹھا کیا۔ بعض کو موت نے آ لیا، بعض کو رب کا عذاب کھا گیا، میں تمہیں اس مالک و پروردگار کی طرف بلاتا ہوں جو تیری ہدایت کا ارادہ فرمائے تو تُو اسے روک نہیں سکتا اور اگر وہ تیری ہلاکت کا ارادہ فرمائے تو کوئی شخص تیری تباہی و بربادی کو نہیں روک سکتا، اور میں تجھے اس نبی امی کی طرف بلاتا ہوں جس نے ایسی چیزوں کا حکم دیا ہے کہ جن سے بہتر کوئی شے نہیں اور ایسی باتوں سے منع فرمایا ہے جن سے بدتر کوئی بات نہیں، آگاہ رہو تمہارا ایک مالک و پروردگار ہے جو زندہ کو موت سے ہمکنار کرتا ہے اور مردہ کو زندگی سے نوازتا ہے، وہ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ حضرت دحیہ بن خلیفہ الکفسی رضی اللہ عنہ نے قیصر روم کے دربار میں جانے اور اپنی تقریر کا ان منظوم الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

میں نے اسے حضرت مسیح علیہ السلام کی نماز کی طرف متوجہ کیا کہ وہ اتنی حسین عبادت کس کی کرتے تھے؟ میں نے اسے زمین و آسمان میں رب کی تدبیر کی طرف متوجہ کیا وہ خاموش رہا اور انکار نہ کیا۔ میں نے اسے حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت میں غور کرنے کو کہا تو اس نے کہا: میں اس میں غور کروں گا، قریب تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کو مان لیتا، لیکن وہ گھٹیا عوض اور بدلے پر مائل ہو گیا۔ اس نے شک کا اظہار کیا اور اس کا اور بنو اصف (رومیوں) کا جی ادب نہ لگا۔

اس نے مکتوب گرامی کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنی آنکھوں، سر اور ناک پر رکھ لیا تھا۔ پھر قیصر حضور ﷺ کے حکم کے متعلق گہرے بھورے رنگ کا گھوڑا بن گیا۔

”السروض الانف“ (جز ۲، ص ۳۵۵) میں ہے گہرے بھورے رنگ کے گھوڑے سے اہل عرب ایسا شخص مراد لیتے ہیں جو صحیح رائے قائم نہیں کر سکتا۔

”صبح الاعشی“ (جز ۶، ص ۳۵۹) میں ایک غریب روایت ہے کہ ابن عبد الحكم نے ذکر کیا ہے نبی ﷺ

نے جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو مصر کے حکمران مقوقس کی طرف بھیجا، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا مکتوب اس کو پہنچایا تو اس نے حضرت حاطب سے کہا: تمہارے نبی کو کس چیز نے روکا ہے کہ میرے خلاف دعا کرے اور مجھ پر قابو پالے؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس کو جواب دیا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس چیز نے روکا تھا کہ انہوں نے اپنی نافرمانی کرنے والوں کے خلاف دعائے کی اور ان سے (بقول تمہارے) ایسا سلوک کیا گیا؟ مقوقس نے خاموشی سے لمحہ بھر کو سر جھکا لیا، پھر اس نے وہی بات دہرائی تو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے بھی وہی جواب دیا، اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

یہ بھی مروی ہے کہ اس نے نبی ﷺ کی جنگوں کے بارے میں دریافت کیا اور اسے بتایا گیا کہ آپ کے اور آپ کے مخالفین کے درمیان جنگیں ڈول کی طرح ہیں کبھی جیت اور کبھی ہار، مقوقس بولا: نبی مغلوب ہوتا ہے؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیا معبود صلیب پر چڑھایا جاتا ہے؟

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے نصاریٰ کے گمان کے مطابق معارضہ کیا کیونکہ وہ مسیح علیہ السلام کو معبود سمجھتے ہیں اور ان کے مصلوب ہونے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں (واضح رہے مقوقس عیسائی تھا)۔

موفق بن قدامہ کی ”الاستبصار“ میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ مصر کے حکمران مقوقس نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا میرے پاس بات چیت کے لیے اپنے سفیر بھیجو، انہوں نے منتخب افراد کی ایک جماعت روانہ کی جن میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بھی تھے اور گفتگو کرنے کا اختیار حضرت عبادہ کو دیا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ گہرے سیاہ رنگ والے تھے۔ جب یہ لوگ مقوقس کے ہاں پہنچے تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ گفتگو کرنے کے لیے آگے بڑھے، مقوقس نے کہا: تمہارے درمیان ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے جو بات چیت کرے؟ وفد کے ارکان نے کہا: یہ ہم میں سب سے افضل ہیں اور ہمارے نبی ﷺ کے قدیمی صحابہ میں شامل ہیں، علاوہ ازیں ہمارے امیر نے حکم دیا ہے کہ آپ ہی گفتگو کریں گے، مقوقس نے کہا: آگے آئیں، میں آپ کے گہرے سیاہ رنگ سے ڈر گیا ہوں، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تمہیں میرے کالے رنگ نے ڈر دیا ہے حالانکہ میری جوانی ڈھل چکی ہے اور میری قوت جا چکی ہے تو سوچو تم پر اس وقت کیا بیتے گی جب ہمارے لشکر کا مقابلہ کرو گے جس میں ہزار سے زائد جوان مجھ سے بھی زیادہ کالے رنگ کے ہیں ان کے بدن قوی تر اور جسم عظیم تر ہیں؟ مقوقس نے صلح طلب کی، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تم سے تین میں سے صرف ایک بات قبول کریں گے، اسلام قبول کر لو ہمارے بھائی بن جاؤ گے، ہم سب نفع و نقصان میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے، یا ہمیں جزیہ دو اور ہماری ذمہ داری کو قبول کر لو تو ہم تمہاری طرف سے جزیہ قبول کر لیں گے اور یہاں سے چلے جائیں گے یا پھر ہمارے مقابلہ میں آ جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے۔ بادشاہ (مقوقس) نے کہا: ان تین باتوں کے علاوہ کچھ اور قبول نہیں کرو گے؟ تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا: نہیں آسمان کے رب کی قسم! نہیں اس زمین کے رب کی قسم! ہم

۷۰۔ ضعیف روایت اسے ابن عبدالحکم نے بلا اسناد ذکر کیا ہے۔



اس کے علاوہ کچھ نہیں قبول کریں گے، بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کہا: ان شرائط میں سے کوئی شرط جوانوں کے قتل اور عورتوں کے قیدی بننے سے پہلے نہیں مانو گے تو یقیناً جنگ کے بعد رسوا ہو کر ضرور مان لو گے، پھر اہل مصر نے مصالحت کر لی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو منصف اور معلم بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا۔

علامہ القلقشنندی نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ روم کے ایک بادشاہ نے اپنے ہم عصر خلیفہ المسلمین کو لکھا کہ ایسا عالم دین بھیجو جو نصرانی علماء سے مناظرہ کرے، اگر اس عالم دین نے میرے دربار کے علماء کو لا جواب اور خاموش کر دیا تو وہ اسلام قبول کر لیں گے، خلیفہ المسلمین نے قاضی ابوبکر بن الطیب الباقلائی المالکی کو روانہ کیا، جب مجلس منعقد ہوئی اور علماء نصاریٰ جمع ہو گئے تو ان میں سے بعض نے سوال کیا: تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام بستر میں معصوم ہوتے ہیں (یعنی ان کے نکاح میں بدکار خاتون کبھی نہیں ہوتی) حالانکہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بارے میں تہمت لگائی گئی تھی، اگر یہ بہتان حق تھا تو انبیاء کرام کے بستر کی عصمت کے بارے میں تمہارے عقیدے کی بنیاد ہی ختم ہو گئی اور اگر یہ بہتان ناحق تھا تو ان لوگوں کے ایمان کا کیا ہوگا جو اس میں ملوث ہو گئے تھے؟

قاضی ابوبکر نے جواب دیا: دو پاک دامن خواتین پر بدکاری کی تہمت لگائی گئی ہے، ان میں سے ایک کے شوہر تھے اولاد نہ تھی۔ دوسری کا بیٹا تھا اور شوہر نہ تھا، پہلی خاتون سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسری خاتون سے مراد حضرت مریم رضی اللہ عنہا ہیں (ان کا اعتراض انہی پر لوٹا دیا)۔ تو انہوں نے اپنے سلام کے مطابق قاضی ابوبکر کو سجدہ کیا۔

حافظ ذہبی کی ”تاریخ الاسلام“ میں علامہ الباقلائی کے تذکرہ میں یہ قصہ دوسری طرح مذکور ہے۔ اس میں ذکر ہے کہ اہل روم کی عادت تھی جب بھی کوئی شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا کھڑکی سے داخل ہوتا تا کہ بادشاہ کی خدمت میں حالت رکوع میں (جھک کر) حاضری دے، علامہ نے اسے بھانپ لیا اور اپنی پشت سے داخل ہوئے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ علامہ نے ان کے راہب سے کہا: تمہارے اہل و عیال کیسے ہیں؟ بادشاہ نے کہا: آپ کو نہیں معلوم راہب اہل و اولاد سے پاک دامن رہتے ہیں۔ علامہ نے فرمایا: حیرت ہے تم لوگ راہب کو تو اہل و عیال سے پاک اور منزہ جانتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے بیوی اور بیٹے کے قائل ہو اسے ان سے منزہ نہیں جانتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی رومی سرکش حکمران نے ان سے سوال کیا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا کیا معاملہ ہے؟ مقصد ان کو زبردستی تو بیخ کرنا تھا۔ علامہ نے جواب دیا: وہی جو مریم (رضی اللہ عنہا) کا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں خواتین کی اس برائی سے برأت بیان فرمائی۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا بچہ نہیں تھا۔ آپ نے اسے لا جواب کر دیا اور اسے اس کا جواب نہ سوجھا۔ (تاریخ الاسلام)

علامہ الباقلائی کے بارے میں یہ بھی مذکور ہے کہ ان سے روم کے بادشاہ نے یہ سوال بھی کیا: تمہارا گمان ہے

۱۷۲ مجھے اس روایت کا ماخذ نہیں ملا۔ مؤلف کی طرف سے روی کا لفظ اس کے ضعف کی دلیل ہے۔



کہ چاند تمہارے نبی کے لیے شق ہوا، کیا تمہاری چاند سے رشتہ داری ہے کہ تم نے اسے شق ہوتے دیکھا تمہارے علاوہ اور کسی نے نہ دیکھا؟ علامہ نے جواب دیا: کیا تمہارے اور مائدہ (آسمان سے اترنے والا دسترخوان جو بطور معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے نازل ہوا) کے درمیان نسب اور بھائی کا رشتہ ہے جو تم نے مائدہ کو دیکھا یہودیوں، یونانیوں اور مجوسیوں نے نہیں دیکھا، وہ اس کے منکر ہیں حالانکہ وہ تمہارے پڑوس میں رہتے ہیں۔ بادشاہ منہ دیکھا رہ گیا اور اس نے جواب نہ پایا۔<sup>۲۷۲</sup>

ابن التلمسانی نے ”شرح الشفاء“ میں یہ قصہ تفصیل سے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں: بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ امام عالم عارف باللہ ابو بکر بن الطیب کو جب حکمران وقت نے بطور سفیر روم کے بادشاہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ اسلام کی رفعت اور نصرانیت سے لاتعلقی کا اظہار کریں، اس دوران قسطنطنیہ میں ان کے اور وہاں کے بادشاہ کے درمیان مناظرے ہوئے بادشاہ کی مدد کے لیے ان کے بڑے بڑے پادری اور بلند مرتبہ علماء موجود ہوتے تھے۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ دوران بحث بادشاہ نے کہا: تم اپنے نبی کے معجزات میں شق القمر کا بھی دعویٰ کرتے ہو تمہارے نزدیک یہ دعویٰ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند شق ہوا یہاں تک کہ لوگوں نے اسے دیکھا، صرف ان لوگوں نے جنہوں نے اس وقت اپنی نظریں چاند پر مرکوز کی ہوئی تھیں، بادشاہ نے کہا: اسے سب لوگوں نے کیوں نہ دیکھا؟ علامہ نے جواب دیا: لوگ اس تیاری اور انتظار میں نہ تھے کہ سب دیکھ لیتے، بادشاہ نے کہا: تمہارے اور چاند کے درمیان رشتہ داری ہے اسے اہل روم وغیرہ سب لوگوں نے کیوں نہ دیکھا صرف تم نے ہی کیوں دیکھا؟ علامہ نے برجستہ جواب دیا: کیا اس مائدہ (آسمان سے نازل کردہ دسترخوان) اور تمہارے درمیان رشتہ داری تھی کہ تم نے اسے دیکھا، یہود، مجوس، برہمن، دہریے اور تمہارے پڑوسی یونانی اسے دیکھنے سے محروم رہے، وہ تمام مائدہ کے نزول کے منکر ہیں۔ بادشاہ اس جواب سے ششدر رہ گیا اور کہا: سبحان اللہ اور فلاں نام کے بڑے منصب والے پادری کو مجھ سے بحث مباحثہ کے لیے طلب کیا اور کہا: ہم اس سے بحث میں نہیں جیت سکتے، اچانک میں نے دیکھا سرخ بالوں والا ریچھ نما شخص لایا گیا، وہ بیٹھ گیا تو اسے مسئلہ بتایا گیا، اس نے کہا: اس مسلمان نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب نہیں ہے۔ میں نے اس سے کہا: جب سورج کو گہن لگتا ہے تو اسے تمام اہل زمین دیکھتے ہیں یا صرف ان لوگوں کو نظر آتا ہے جو اس کے مقابل ہوتے ہیں؟ اس نے کہا: صرف اسی ملک کے لوگ دیکھتے ہیں جو سورج کے مقابل ہوتے ہیں۔ میں نے کہا: انشقاق قمر (چاند کے دو ٹکڑے ہونا) کا معاملہ بھی ایسا ہے تم اس کے منکر کیوں ہو؟ اسے بھی صرف انہی لوگوں نے دیکھا جو اس کے مقابل تھے اور دیکھنے کے لیے تیار تھے جو اس کے لیے تیار نہ تھے یا ایسے علاقوں میں تھے جہاں اس وقت چاند نظر نہیں آ رہا تھا انہوں نے نہیں دیکھا۔ بڑے پادری نے کہا: تم نے درست کہا ہے تمہارے اس جواب کو کوئی مسترد نہیں کرے گا۔ موضوع بحث وہ راوی ہیں جنہوں نے یہ واقعہ نقل کیا ہے، ورنہ تمہاری دلیل پر اعتراض صحیح نہیں، بادشاہ نے کہا: نقل کرنے والوں پر اعتراض کیسے؟ پادری نے کہا: اس جیسی چیزوں کا تعلق معجزات سے ہے، یہ اس صورت

میں صحیح ہوتی ہیں جب اسے لوگوں کا جم غفیر نقل کرے یہاں تک کہ ہمیں بھی اس کا علم ہوتا اگر ایسا ہوتا تو ہمیں بھی اس کا ضروری علم ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ یہ باطل افترا پردازی ہے۔ علامہ بیان کرتے ہیں کہ بادشاہ نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا: جواب دو۔

میں نے کہا: شق القمر کے معجزہ میں آپ مجھ سے جس طرح کی دلیل طلب کر رہے ہیں ایسی دلیل میں آپ سے فرشتوں کے ماندہ کے ساتھ اترنے والے معجزہ میں طلب کرتا ہوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر نزول ماندہ صحیح تھا تو ضروری ہے کہ اسے لوگوں کی کثیر تعداد نقل کرتی ہر یہودی اور نصرانی کو اس کا ضروری علم ہوتا چونکہ ان کو اس معجزے کا ضروری علم نہیں سو یہ خبر کاذب (جھوٹی) ہوئی اس جواب سے پادری بادشاہ اور اہل مجلس مبہوت ہو گئے اور علامہ اپنے وطن کو سدھارے۔

## رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بطور قاصد حسین افراد کا انتخاب

عنقریب رسول اللہ ﷺ کا اپنے عمال کے لیے یہ ارشاد مذکور ہو گا کہ وہ آپ کے مراسلات لے کر جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بادشاہوں کے پاس جانے والے (قاصدوں) میں سب سے مشہور حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ ہیں۔ علامہ عینی نے ”عمدة القاری“ (جزء ۱ ص ۹۳) میں کہا ہے کہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سب صحابہ کرام سے حسین تھے۔<sup>۲۷۳</sup> جبریل امین ان کی صورت میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔<sup>۲۷۴</sup>

علامہ سیہلی نے ابن سلام سے اس آیت کریمہ:

وَاِذَا رَاوُا تِجَارَةً اَوْ كَهْوًا اَنْفَضُوْا اِلَيْهَا

اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل (تماشا) (المجموعہ: ۱۱) دیکھا اس کی طرف تیزی سے چل دیئے۔

کے تحت ذکر کیا ہے کہ لہو سے مراد صحابہ کرام کا حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال کو دیکھنا ہے۔<sup>۲۷۵</sup>

مروی ہے کہ جب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ شام کی طرف تشریف لے گئے کوئی پردہ نشین عورت ایسی نہ تھی جو آپ کے دیدار کرنے کو باہر نہ نکلی ہو۔<sup>۲۷۶</sup>

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی ”الفتوحات المکیہ“ میں ہے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ اپنے دور کے حسین ترین

<sup>۲۷۳</sup> الاصابہ: ۲۳۹۰ تذکرہ حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ الاستیعاب علی ہاشم الاصابہ ج ۱ ص ۲۷۲-۲۷۳۔

<sup>۲۷۴</sup> صحیح حدیث احمد ج ۲ ص ۱۰۷ نسائی بحوالہ ”الاصابہ“: ۲۳۹۰ از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ حافظ ابن حجر نے کہا: اس کا اسناد صحیح ہے۔

<sup>۲۷۵</sup> یہ تفسیر باطل ہے اس آیت کا صحیح سبب نزول بخاری: ۲۰۵۸-۲۰۶۳-۲۸۹۹ مسلم: ۸۶۳ ترمذی: ۳۳۱۱ نسائی: ”التفسیر“: ۶۱۳

واحدی ”اسباب النزول“: ۸۱۹ میں از جابر رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ شام سے

تجارتی قافلہ آگیا اور بارہ افراد کے سوا سب لوگ ادھر چلے گئے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

<sup>۲۷۶</sup> اسے حافظ ابن حجر نے الاصابہ: ۲۳۹۰ میں ابن قتیبہ کی غریب الحدیث کے حوالہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے

سند روایت ہے۔

فخص تھے آپ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت بھی رکھتے تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ میں آئے تو لوگوں نے آپ کا استقبال کیا جس حاملہ خاتون نے آپ کو دیکھا اس کا حمل ساقط ہو گیا۔<sup>۲۷۷</sup> علامہ عینی نے ”العمدہ“ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ ڈھاٹا باندھ کر نکلتے تھے تاکہ عورتیں ان کو دیکھ کر فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔

## رسول اللہ ﷺ کی اپنے سفراء، امراء اور قاصدوں کو نصیحت

”سیرۃ ابن ہشام“ میں ہے مجھے یزید بن ابی حبیب المصری نے یہ حدیث بیان کی کہ اس نے ایسی کتاب پائی جس میں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مختلف علاقوں، ممالک اور عرب و عجم کے بادشاہوں کی طرف قاصد روانہ فرمانے کا ذکر تھا اور یہ کہ آپ نے ان کو بھیجتے وقت کیا نصیحت فرمائی تھی میں نے یہ کتاب محمد بن شہاب الزہری کی طرف بھیجی انہوں نے اس کو پہچان لیا اس میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے تم میری طرف سے اسے دوسروں تک پہنچاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے میرے متعلق اس طرح اختلاف نہ کرنا جس طرح حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اختلاف کیا۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ان کا اختلاف کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ نے ان کو اسی چیز کی دعوت دی جس کی دعوت میں نے تمہیں دی ہے سو جو اس کے قریب ہو اس نے پسند کیا اور تسلیم کیا اور جو اس سے دور ہو اس نے ناپسند کیا اور انکار کیا۔ حضرت عیسیٰ نے بارگاہ رب العزت میں ان کی شکایت کی تو ان میں سے ہر شخص اسی زبان میں گفتگو کرنے لگا جس کی طرف آپ نے اس کو بھیجا تھا۔<sup>۲۷۸</sup>

”مسجد میں پیشاب پر پانی انڈیلنے“ کے زیر عنوان حدیث ہے کہ جب صحابہ کرام نے اعرابی کو مسجد میں پیشاب کرنے پر ڈانٹا تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو، مشکل میں ڈالنے والے نہیں بھیجے گئے۔<sup>۲۷۹</sup>

حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ (جزء ۹ ص ۲۷۹) میں کہا ہے: حضور ﷺ تمام امور میں یُسّر اور آسانی کو پسند فرماتے تھے۔ آپ نے جس صحابی کو بھی کہیں بھیجا اس سے یہی ارشاد فرمایا: آسانی کرو مشکل میں نہ ڈالو۔<sup>۲۸۰</sup> صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب اپنے کسی کام کے لیے کسی صحابی کو کہیں روانہ کرتے تو ارشاد فرماتے تھے: بشارت دو متفر نہ کرو اور آسانی کرو مشکل میں نہ ڈالو۔<sup>۲۸۱</sup>

۲۷۷ بے اصل اور ناقابل قبول کلام۔

۲۷۸ ضعیف روایت ”سیرت ابن ہشام“ ج ۲ ص ۶۰۷، ناقابل احتجاج، منقطع السند۔

۲۷۹ صحیح حدیث، صحیح البخاری: ۲۲۰-۶۱۲۸، شافعی ”مسند“ ج ۱ ص ۲۳، حمیدی: ۹۳۸، احمد ج ۲ ص ۲۳۹-۲۸۲، ابوداؤد: ۳۸۰، ترمذی: ۱۳۷۱

نسائی: ج ۱ ص ۲۸-۱۷۵، ج ۳ ص ۱۴، ابن الجارود ”المعتمد“: ۱۴۱، ابن خزیمہ: ۲۹۸، ابن حبان: ۱۳۹۹، بغوی ”شرح السنہ“: ۲۹۱، از

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۲۸۰ صحیح حدیث، صحیح البخاری: ۳۰۳۸-۶۱۲۳، ج ۱ ص ۱۷۲، مسلم: ۱۷۳۳، احمد ج ۳ ص ۴۱۷، طرابلسی: ۴۹۶، ابن حبان: ۵۳۷۳، از ابو موسیٰ

الاشعری رضی اللہ عنہ

الہزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ اور ابوموی رضی اللہ عنہما کو بھیجا تو ارشاد فرمایا: دونوں باہم مشورہ کرنا، ایک دوسرے کی موافقت کرنا، آسانی کرنا، مشکل میں نہ ڈالنا (لوگوں کو) خوش خبری دینا اور متنفر نہ کرنا۔<sup>۲۸۱</sup>

## خلفاء راشدین کے دور میں ڈاک کا نظام

برید اس مسافت کا نام ہے جو ڈاک کے دو اسٹیشنوں (پڑاؤ) کے درمیان ہوتی ہے، یہ چار فرسخ یا بارہ میل ہے۔<sup>۲۸۲</sup> پھر اس کا اطلاق ڈاک پر کیا گیا اب ڈاک کے تھیلوں کو بھی برید کہتے ہیں۔ مسلمانوں نے ڈاک کی ترسیل کا نظام فارس سے لیا اور انہی بنیادوں پر مسلمانوں نے ڈاک کے نظام کو ترقی دی اور جدت عطا کی، اس کے لیے کارندے مقرر کیے جن کو عامل برید کہتے تھے ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ دار الخلافہ سے تمام عاملوں (گورنروں، منصفوں، سالاروں وغیرہ) اور علاقوں تک مطلوبہ اطلاعات بہم پہنچائیں اور وہاں کی خبریں دار الخلافہ تک پہنچائیں۔ مشہور یہ ہے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے اس نظام کو وضع کیا، شاید اس کا یہ مطلب ہو کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے اس نظام کے مخصوص طور طریقے ترتیب دیے ہوں، ڈاک لانے اور لے جانے کے لیے گھوڑے اور ڈاک اسٹیشن مقرر کیے ہوں، ورنہ خلفاء راشدین کے عہد میں ڈاک کی ترسیل کا نظام موجود تھا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تو اس سلسلہ میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ صحیح البخاری کے باب ”ابواب الابل والدواب والغنم ومرايضها“ میں حضرت ابوموی رضی اللہ عنہ کا دار البرید (ڈاک خانہ) میں نماز پڑھنا مروی ہے۔<sup>۲۸۳</sup> حافظ ابن حجر نے کہا: حدیث میں مذکور دار البرید کوفہ میں ایک جگہ ہے جب قاصد امراء کے پیغامات اور مراسلات خلفاء کی طرف لے جاتے تو وہ وہیں اترتے تھے (پڑاؤ کرتے تھے) اور حضرت ابوموی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کوفہ کے گورنر تھے اور ڈاک گھر (دار البرید) شہر کے ایک کنارے پر تھا۔

المطرزی نے کہا کہ برید اصل میں ڈاک لے جانے میں استعمال ہونے والا جانور ہے، پھر اس کا استعمال ڈاک لے جانے والے سوار کے لیے ہونے لگا بعد ازاں مقررہ مسافت کو برید کا نام دے دیا گیا۔

حافظ ابن الجوزی کی ”سیرت عمر“ (باب ۳۴ ص ۱۰۵) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رات کو مدینہ منورہ میں گشت کرنے اور اس سلسلہ کے بعض واقعات کا بیان ہے، اس میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصر بن <sup>۲۸۱</sup> اس روایت کا اسناد ضعیف ہے ”المجمع“ ج ۵ ص ۲۵ میں ہے: اسے ہزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ یثربی نے کہا: اس میں عمرو بن ابی خلیفہ کو میں نہیں پہچانتا اور اس کے باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔ میں کہتا ہوں: سابقہ حدیث بھی اس کی مؤید ہے اور تقویت فراہم کرتی ہے۔ واللہ اعلم

<sup>۲۸۲</sup> القاموس ص ۳۲۹ میں ہے: فرسخ تین ہاشمی میل یا بارہ ہزار ہاتھ یا دس ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے، یہ تقریباً چھ (۶) کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔

<sup>۲۸۳</sup> اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الوضوء (۴) باب نمبر ۶۶ میں حدیث نمبر ۲۳۳ سے پہلے تعلیقاً بیضیہ جزم ذکر کیا ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۱ ص ۴۰۱ میں کہا ہے: اس اثر کو امام بخاری کے شیخ ابو نعیم نے کتاب الصلوٰۃ میں موصولاً ذکر کیا ہے۔

حجاج بن علاط<sup>۲۸۴</sup> کو مدینہ طیبہ سے بصرہ کی طرف نکال دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل حصرت عتبہ بن فرقد کو مکتوب روانہ کیا، قاصد کئی دن وہاں رہا پھر ان کے منادی نے ندا کی (اعلان کیا) کہ مسلمانوں کا برید (قاصد) ڈاک لے جانے والا (جانے والا ہے) جس نے خط بھیجنا ہو وہ خط لکھے تو نصر بن الحجاج نے امیر المؤمنین کو خط لکھا۔

تاریخ ابن جریر<sup>۲۸۵</sup> میں اس قاصد کا واقعہ مذکور ہے جو قیصر روم کی بیوی کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کے لیے ہار کا تحفہ لایا تھا، یہ قاصد مسلمانوں کا ڈاک کیہ تھا۔

کتاب ”الطائر الفرید فی وصف البرید“ میں ہے اہل عرب کو ڈاک کے نظام کی ترتیب میں دوسری اقوام پر سبقت حاصل ہے اس لیے مؤرخوں نے دیگر اقوام کی بہ نسبت ان کے ڈاک کے نظام کے احوال بکثرت بیان کیے ہیں، اہل عرب نے ڈاک کی منتقلی کے لیے سب سے پہلے اونٹوں کو استعمال کیا، پھر خچروں کو استعمال میں لائے اور آخر میں ڈاک کی تیز رفتار ترسیل کے لیے گھوڑوں کو استعمال کرنے لگے۔ ان کے ہر سفر میں برید (ڈاک کیہ) ہی مسافروں کی قیادت کرتا تھا۔ نیز اہل عرب کی صبح سویرے سفر کے لیے روانگی کی عادت بھی دور دراز شہروں کے درمیان ڈاک کے جلد پہنچ جانے میں بڑی مدد و معاون ثابت ہوئی، ڈاک کے نظام کی دیکھ بھال اہل عرب کے نزدیک اعلیٰ ذمہ داری تھی جس کا خلیفہ المسلمین بہ نفس نفیس نگران ہوتا اور باصلاحیت لوگ ہی اس ذمہ داری پر متعین کیے جاتے تھے۔

انگریز مؤرخین کی کتب میں ہے کہ اہل عرب کے ہاں ڈاک کے نظام کی ترتیب ہجرت نبوی کے بعد خلیفہ اول کے حکم سے ہوئی اور فتوحات کی روز افزوں وسعت سے اس نظام میں وسعت آتی گئی اور دور دراز شہر اور علاقے اس کے حلقہ اثر میں شامل ہو گئے۔ اہل عرب میں اپنی وسعت اور ہمہ گیری کے اعتبار سے ڈاک کا نظام عہد بنو عباس میں نقطہ عروج کو پہنچ گیا۔ بنو عباس کے دور میں ڈاک کے تقریباً ایک ہزار اسٹیشن (مراکز) تھے جن کو سبک کہا جاتا تھا۔

ڈاک کے نظام کی اس وسعت کے باوجود ڈاک لے جانے والوں کے سفر پڑاؤ و وصولی وغیرہ کے مقامات پر کڑی نظر رکھی جاتی، ہر اسٹیشن پر ایک ذمہ دار افسر مقرر ہوتا جو ڈاک کیہ کی رفتار گھوڑوں کی دیکھ بھال اور اسٹیشن کی حالت پر نظر رکھتا، یہ تمام افسران دار الخلافہ بغداد تک اپنے مراسلات کی بحفاظت تیز رفتاری سے رسائی کے لیے بے قرار رہتے تھے تاکہ خلیفہ المسلمین کو ملک کے طول و عرض میں ہونے والے واقعات سے بروقت آگاہی رہے خلیفہ بہ نفس نفیس متعلقہ خطوط کا مطالعہ کرتا اور مناسب احکام جاری کرتا۔

ڈاک کے لیے عمومی طریق کار اور لائحہ عمل تھا جو ڈاک کے قوانین پر مشتمل تھا، جس میں ڈاک کی رفتار اور

<sup>۲۸۴</sup> نصر بن حجاج بن علاط السہمی، لہزی۔ شاعر اہل مدینہ بہت حسین شخص تھا، مدینہ طیبہ کی ایک عورت نے اس کے متعلق دو شعر کہے جس

میں اس سے ملاقات کی تمنا ظاہر کی گئی تھی، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار سن کر ناراضگی کا اظہار کیا اور اسے بلوا کر سر مونڈوا

دیا اور بصرہ کی طرف جلا وطن کر دیا۔ (الاعلام زرکلی ج ۸ ص ۲۲)

<sup>۲۸۵</sup> تاریخ الامم والملوک، تالیف امام محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ

راستوں کی تعیین ہوتی تھی۔ ڈاک کی مناسب اور بروقت ترسیل پر کثیر رقم خرچ ہوتی تھی، کہتے ہیں: صرف یمن کی برانچ کے سالانہ اخراجات تقریباً چار ملین درہم یعنی ساڑھے چار ملین فرانک سالانہ تھے۔ اس سے آپ باقی علاقوں کے اخراجات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عربوں کے نزدیک ڈاک کے نظام کو کس قدر اہمیت حاصل تھی۔ اسی کتاب کے ص ۹۵ پر ہے اہل عرب نے ڈاکیوں کے لیے علامات مقرر کی تھیں: خلفاء بنو عباس کے دور میں ڈاک لے جانے والوں کی علامت ہتھیلی کے برابر چاندی کا ٹکڑا تھا جس کے ایک رخ پر بسم اللہ اور خلیفہ کا نام ہوتا اور دوسرے رخ پر یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی تھی:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ○

بے شک ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا اور  
(الاحزاب: ۲۵) خوش خبری سنانے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا

کر بھیجا ○

علامہ تقی الدین المقریزیؒ کی کتاب ”الخطط“ (جزء ۱ ص ۲۸۰) میں ہے ۲۶۱ھ میں ابراہیم بن اغلب جب افریقہ کے حکمران ہوئے، قافلے اور تاجر بہ امن و امان سفر کرتے تھے انہوں نے ساحل سمندر پر قلعے اور نگرانی کی چوکیاں بنوا دیں، یہاں تک کہ شہر سبتہ سے اسکندریہ تک آگ روشن کی جاتی اور ایک رات میں سبتہ سے اسکندریہ تک خبر پہنچ جاتی حالانکہ ان شہروں کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: خبر رسانی میں تیز رفتاری کا یہ طریقہ اپنے دور کے اعتبار سے ٹیلی گراف اور ٹیلی فون سے بھی زیادہ عجیب و غریب تھا۔ بے شک اللہ کی تخلیق کی ہر جہت اور ہر شان زالی ہے۔

## دعوت اسلام کے پیغام لے جانے والے حضرات

نبی ﷺ نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مکتوب گرامی کے ساتھ بصری کے حکمران کے پاس روانہ فرمایا، بصرہ کے حاکم نے مکتوب گرامی ہر قل کے پاس بھیجا۔ عبد اللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کو فارس کے بادشاہ کسریٰ کے پاس بھیجا، عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو شاہ حبش نجاشی کے پاس بھیجا، حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو اسکندریہ کے حاکم مقوقس کے پاس روانہ فرمایا، سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کو ثمامہ بن اثال کی طرف بھیجا۔ العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کے پاس بھیجا، شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ کو حارث بن ابی شمر الغسانی کے پاس بھیجا اور مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو یمن کے حکمران حارث کی طرف روانہ فرمایا۔

ابن جماعہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے محرم ۷ھ میں ایک دن میں چھ افراد کو روانہ فرمایا۔<sup>۲۸۶</sup>

مؤلف کہتے ہیں: ”المواہب“ پر علامہ زرقانی کی شرح اور ابن کیران کی ”شرح الالفیہ“ میں ہے نبی

۲۸۶ علامہ امام احمد بن علی بن عبد القادر ابو العباس الحسینی العبیدی تقی الدین المقریزی مؤرخ دیار مصریہ بارہا قاہرہ میں محاسب امام اور خطیب رہے مشہور یادگار ”المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار“ ہے جسے عموماً ”خطط المقریزی“ کیا جاتا ہے۔

متوفی ۸۴۵ھ۔ (الاعلام ج ۱ ص ۱۷۷-۱۷۸)

۲۸۷ السیرۃ النبویہ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۰۷۔



ﷺ نے ایک دن میں چھ افراد کو بادشاہوں کی طرف روانہ فرمایا، ابن سعد وغیرہ کے مطابق ان میں سے ہر شخص اسی قوم کی زبان بولنے لگا جس قوم کی طرف اسے بھیجا گیا تھا اور یہ حضور ﷺ کا ایک الگ معجزہ ہے۔

### فصل: صلح کے لیے قاصد کی روانگی

رسول اللہ ﷺ نے خراش بن امیہ الخزاعی رضی اللہ عنہ کو اپنے اونٹ پر قریش مکہ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ قریش کے معززین اور سرداروں کو ہماری آمد کی غرض بتاؤ، قریش نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں اور حضرت خراش رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہا لیکن احابیش (قریش کے حلیف کنانہ اور خزاعہ کے لوگ) نے روک دیا۔ قریش نے حضرت خراش کو واپس جانے دیا، بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور وہ بہ سلامت لوٹے۔<sup>۲۸۸</sup>

### فصل: رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امان کا پیغام لے جانے والے حضرات

سیرت کی کتب میں فتح مکہ کے متعلق ابن اسحاق نے کہا ہے<sup>۲۸۹</sup> کہ فتح مکہ کے دن صفوان بن امیہ یمن کی طرف جانے کے ارادہ سے جدہ سے جہاز میں سوار ہونے کے لیے نکلے، حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! صفوان اپنی قوم کا سردار ہے وہ آپ کے خوف سے خود کو سمندر کے حوالے کرنے نکلا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے امان عطا فرمائی۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے گزارش کی: یا رسول اللہ! مجھے کوئی نشانی مرحمت فرمائیں تاکہ وہ آپ کی امان کو پہچان لے رسول اللہ ﷺ نے بطور نشانی اپنا وہ عمامہ عطا فرمایا جسے زیب سر فرما کر آپ مکہ میں داخل ہوئے تھے حضرت عمیر روانہ ہوئے، صفوان سوار ہونے ہی والے تھے کہ عمیر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور فرمایا: صفوان! تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے سے اللہ کا خوف کرو، میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تمہارے لیے یہ امان لایا ہوں، صفوان نے کہا: برباد ہو جاؤ مجھ سے دور رہو، مجھ سے بات نہ کرو مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ بڑے حوصلے اور کرم والے ہیں تمہارا اندیشہ غلط ہے، صفوان، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس آئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا: عمیر کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے امان بخشی ہے؟ آپ نے فرمایا: عمیر نے سچ کہا ہے، کہا: مجھے دو ماہ تک سوچنے کا موقع دیں، حضور ﷺ نے فرمایا: تمہیں چار مہینے کا اختیار ہے (خوب سوچ لو)۔

علامہ ابو عمر بن عبد البر نے کہا ہے کہ عمیر بن وہب بن خلف اور ان کا بیٹا وہب بن عمیر بھی فتح مکہ کے روز بھاگ گئے تھے ان کے لیے امان طلب کی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو امان عطا فرمائی اور وہب بن عمیر کو اپنی ردائے مبارک (چادر مبارک) عطا فرما کر صفوان کی طرف بھیجا اور مذکورہ بالا واقعہ نقل کیا۔

<sup>۲۸۸</sup> الاصابہ: ۲۲۳۳ تذکرہ خراش بن امیہ الخزاعی رضی اللہ عنہ۔

<sup>۲۸۹</sup> السیرۃ النبویہ (ابن ہشام) ج ۲ ص ۳۱۷ ابن اسحاق از محمد بن جعفر از عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما۔



## رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امان کا پیغام لے جانے والی خواتین

”الاستیعاب“ میں علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے: عکرمہ بن ابی جہل کی چچا زاد اور بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئیں اور اپنے شوہر کے لیے نبی ﷺ سے امان طلب کی، عکرمہ یمن کی طرف فرار ہو گئے تھے ام حکیم اس کی تلاش میں گئیں اور اس کو واپس لائیں، عکرمہ نے اسلام قبول کر لیا، آپ نے دونوں کو اپنے سابقہ نکاح پر برقرار رکھا۔<sup>۲۹۰</sup> جب رسول اللہ ﷺ نے عکرمہ کو اپنے سامنے آتے دیکھا تو فرمایا: سوار ہو کر آنے والے مہاجر کو خوش آمدید۔<sup>۲۹۱</sup> اور اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا: عکرمہ تمہارے پاس آ رہا ہے جب تم اسے دیکھو تو اس کے باپ کو گالی نہ دو کیونکہ مردہ کو گالی دینا زندہ کو اذیت پہنچاتا ہے۔<sup>۲۹۲</sup>

### فصل: بادشاہوں کی طرف قاصد روانہ کرنا اور اس سے وہاں موجود مسلمانوں کو بھیجنے کا ارشاد فرمانا

ابن اسحاق نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب حبشہ میں مقیم رہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف روانہ فرمایا اور اسے حکم دیا کہ مسلمانوں کو آپ کے پاس بھیج دیں، نجاشی نے اصحاب رسول ﷺ کو دو کشتیوں میں سوار کیا، یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صلح حدیبیہ کے بعد فتح خیبر کے موقع پر پہنچے۔ یہ سولہ افراد تھے جن میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔<sup>۲۹۳</sup>

## بادشاہ کی طرف قاصد بھیجنا کہ بادشاہ ان کے ملک میں موجود مسلم خاتون

### کا آپ ﷺ سے نکاح کر دے

ابن جماعہ نے ”مختصر السیر“ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے پاس دو مکتوب دے کر روانہ فرمایا، ایک مکتوب میں آپ نے نجاشی کو اسلام کی دعوت دی اور اس پر قرآن کی تلاوت کی، نجاشی نے آپ کا مکتوب گرامی لے کر اپنی آنکھوں پر رکھا، اپنی مسند سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور اسلام قبول کیا اور حق کی گواہی دی۔

۲۹۰ ماخوذ از ”الاستیعاب“ علی ہامش ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۴۴۳-۴۴۴، تذکرہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہا۔

۲۹۱ ضعیف روایت اسے ترمذی (۲۷۳۵) نے از طریق مصعب بن سعد از عکرمہ بن ابی جہل روایت کیا ہے۔ اس کے اسناد میں بقول ترمذی موسیٰ بن مسعود ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے الاصابہ: ۵۶۳۸ میں کہا ہے: یہ روایت منقطع ہے کیونکہ مصعب نے عکرمہ کا زمانہ نہیں پایا۔

۲۹۲ الاستیعاب ج ۳ ص ۱۳۸-۱۳۹، علی ہامش ”الاصابہ“ تذکرہ عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ

۲۹۳ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۳۵۹ از ابن اسحاق بلا اسناد۔

دوسرے مکتوب میں حضور ﷺ نے نجاشی کو لکھا کہ وہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے نکاح کر دیں اور آپ کے جو صحابہ وہاں موجود ہیں ان کو روانہ کر دیں نجاشی نے ایسا ہی کیا اور ہاتھی دانت کی ڈبیہ منگوا کر اس میں رسول اللہ ﷺ کا گرامی نامہ رکھا اور کہا: اہل حبشہ برابر خیر سے رہیں گے جب تک یہ دو خطوط ان کے پاس موجود رہیں گے۔<sup>۲۹۴</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے نبی ﷺ نے ان کو حضرت ام حبیبہ سے نکاح کے سلسلہ میں نجاشی کے پاس بھیجا اور مکہ مکرمہ روانہ فرمایا تاکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو سولی سے اتاریں۔<sup>۲۹۵</sup>

حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ نجاشی نے اپنی ابرہہ نامی باندی کو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اس نے آپ سے کہا: بادشاہ آپ سے کہہ رہے ہیں کسی کو نکاح کے لیے اپنا وکیل مقرر کر لیں انہوں نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج کر اپنا وکیل مقرر کر دیا اور ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن عطا فرمائے شام کو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کو بلانے کا حکم دیا جب لوگ آگئے تو نجاشی نے خطبہ دیا اللہ کی حمد و ثناء اور توحید و رسالت کی گواہی کے بعد کہا: رسول اللہ ﷺ نے مکتوب بھیجا ہے کہ میں آپ کا نکاح ام حبیبہ سے کر دوں سو میں نے اسے قبول کر لیا اور چار سو اشرفیاں میں نے مہر مقرر کیا ہے اور اس نے اشرفیاں سامنے ڈال دیں۔ پھر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو قبول کیا اور ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا ہے اور اشرفیاں لے لیں نجاشی نے حاضرین کے لیے کھانے کا انتظام کیا تھا پھر سب نے کھانا کھایا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میرے پاس اشرفیاں آئیں میں نے اس میں سے پچاس اشرفیاں ابرہہ کو دیں اس نے اشرفیاں مجھے واپس کر دیں اور کہا: مجھے بادشاہ نے کچھ نہ لینے کی قسم دی ہے اور اس نے میرا پہلا عطیہ بھی واپس کر دیا پھر دوسری صبح وہ عود ورس و غنبر اور زباد لے کر آئیں میں نے یہ سب (خوشبویات) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔<sup>۲۹۶</sup>

”مختصر ابن فارس“ پر ”شرح ابن بادیس“ اور ”اللباب“ میں ہے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ۳۳ سال میں پہلی خاتون ہیں جن کو اس قدر اشرفیوں سے ثروت (مالداری) حاصل ہوئی۔

ابو عبد اللہ الغافقی کی ”ظل الغمامہ“ میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مذکور ہے: صالح انسان احمہ رضی اللہ عنہ نے ان کا مہر ادا کیا اور اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کی۔ اللہ نے اس کے دل میں ایمان اور رحمت لکھ دی اس نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو تحفظ اور امن فراہم کیا تاکہ حضرت شریحیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

<sup>۲۹۴</sup> نصب الراية ج ۲ ص ۴۲۱۔

<sup>۲۹۵</sup> الاصابہ: ۵۷۶۵۔

<sup>۲۹۶</sup> الاصابہ: ۴۳۳ میں ہے: اسے ابن سعد نے از طریق اسماعیل بن عمرو بن سعید الاموی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اسماعیل بن عمرو بن سعید سچا ہے لیکن اس کا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سماع صحابہ نہیں ہے۔

اللہ عنہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنی حفاظت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے ان کے لیے ایمان پر قناعت کی موسلا دھار بارش رہی ان کے سفر کے مراحل قریب تر ہوتے رہے رات کے راہیوں کی وہ صبح دم مشکور رہیں اور ہر آنے والا لمحہ ان کو بشارتوں کی نوید دیتا رہا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس خوشی میں اپنے نگن اور انگوٹھیاں اس کے حوالے کر دیں جس نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے پیغام نکاح کی خبر دی تھی۔

## تحائف کے ساتھ قاصدوں کو روانہ کرنا

علامہ ابو عمر بن عبد البر نے ”الاستیعاب“ میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوسفیان کے پاس ہدیہ (تحفہ) دے کر مکہ مکرمہ بھیجا۔ ابو عبید القاسم بن سلام نے نقل کیا ہے یہ ہدیہ عجوبہ کھجوریں تھیں اور آپ نے اپنے مکتوب میں ان سے کھالیں طلب فرمائیں، حضرت ابوسفیان نے بطور تحفہ کھالیں آپ کی خدمت میں بھیجیں یہ فتح مکہ سے پہلے اور صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ ۲۹۷

علامہ ابوالحسن المدائنی نے الگ کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے قاصدوں اور سفیروں کا ذکر کیا ہے جن کو آپ نے مختلف علاقوں میں روانہ فرمایا تھا۔ ”الاصابہ“ میں حافظ ابن حجر نے حارث بن عبد کلال رضی اللہ عنہ نے تذکرہ میں اور دوسروں نے اس کو ذکر کیا ہے، حافظ العراقی نے ”الالفیہ“ میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور بصورت نظم بادشاہوں کی طرف جانے والے رسول اللہ ﷺ کے قاصدوں کا اس طرح ذکر کیا ہے:

سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو نجاشی کی طرف بھیجا، نجاشی کو مکتوب ملا وہ اپنے تخت سے اتر اور اسلام قبول کر لیا،

اس نے مہاجرین صحابہ کو دو صاف ستھری کشتیوں میں براہِ سمندر روانہ کیا،

حضور ﷺ کا رملہ (ام حبیبہ) سے نکاح کیا اور نجاشی نے خود مہر ادا کیا،

آپ نے حضرت دحیہ کو قیصر روم ہرقل کے پاس بھیجا، اس نے نافرمانی کی اور تکبر کیا،

ابن حذافہ کسریٰ کے پاس گئے، اس نے انکار اور سرکشی میں نامہ مبارک چاک کر دیا،

اور حاطب کو مقوقس کے پاس بھیجا اس نے اچھی گفتگو کی اور حاطب کو قرب دیا،

مقوقس نے نبی ﷺ کے لیے بطور ہدیہ حضرت ماریہ قبطیہ اور ان کی بہن سیرین کو روانہ کیا،

اور دوسرے تحائف جو سونا، پیالہ، مصر کی بعض نادر اشیاء اور براؤن رنگ کے شہد پر مشتمل تھے۔

آپ نے ابن العاصی کو بھیجا انہوں نے آپ کا مکتوب جلدی کے دو بیٹوں کو پہنچایا،

دونوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کی تصدیق کی اور حضرت عمرو بن العاص کو زکوٰۃ صدقات ادا کیے،

اور حضرت سلیط کو یمامہ کی طرف بنو حنیفہ کے بادشاہ ہوزہ بن علی کے پاس بھیجا،

اس نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور آپ کے پیغام کی تحسین کی۔

پھر اس نے کارِ نبوت میں شرکت کا سوال کیا اور شرکت نہ ملنے پر کفر پر برقرار رہا۔  
 حضرت شجاع اسدی کی بلقاء کے حکمران حارث الغسانی سے ملاقات مشہور ہے  
 آپ نے مکتوب دیا تو اس نے کہا: میں قیصر کی طرف جا رہا ہوں، اسے ہر قتل کے حوالہ کروں گا۔  
 ایک قول یہ ہے کہ اس کو جہلہ کی طرف بھیجا وہ اسلام قبول کرنے کے قریب ہوا لیکن  
 اسے حکمرانی نے ایسا نہ کرنے دیا، پھر حضرت عمر کے دور میں مسلمان ہوا۔ بعد ازاں مرتد ہو کر کافر مرا۔  
 آپ نے ابن امیہ المہاجر کو حارث بن حمیر کے پاس روانہ فرمایا۔  
 عبد کلال نے انکار کیا، پھر کہا: میں اپنے معاملہ میں غور کروں گا، بعد میں وفد لے کر حاضر ہوا۔  
 نبی ﷺ کی خدمت میں اسلام قبول کیا، آپ نے اس لیے چادر بچھائی اور اظہارِ اپنائیت کیا۔  
 حضرت علاء بن الحضرمی کو آپ نے منذر بن سادی الداری کے پاس روانہ کیا۔  
 علاء کے ساتھ ابو ہریرہ بھی تھے، منذر نے بہترین ملت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا،  
 باختلافِ روایات فتح مکہ کے سال یا ۹ھ میں منذر وفد لے کر حاضر ہوا،  
 اسی طرح آپ نے حضرت معاذ اور ابو موسیٰ کو یمن کے صوبہ میں بھیجا وہ دونوں یکجا ہوئے۔  
 اور آپ نے فرمایا: آسانی کرنا مشکل میں نہ ڈالنا، بھلائی پر بشارت دینا لوگوں کو متنفر نہ کرنا۔  
 اسی طرح حضرت جریر کو ذی الکلاع اور ذی عمرو کی طرف روانہ فرمایا، جریر اچھے داعی تھے۔  
 حضرت عمرو الضمری کو سیلمہ کی طرف بھیجا لیکن وہ اپنے کذب پر برقرار رہا۔  
 دوبارہ آپ نے حضرت سائب کو مکتوب دے کر بھیجا لیکن سیلمہ نے توبہ نہ کی۔  
 اس کے بعد حضرت عیاش کو بنو عبد کلال کے پاس دعوتِ اسلام کا پیغام دے کر بھیجا،  
 سب نے مکتوب گرامی کو قبول کیا اور نعیم حار اور مسروح سب مسلمان ہو گئے  
 اسی طرح نبی ﷺ نے مزید متعدد خطوط روانہ فرمائے، جن کے لے جانے والوں کا نام مذکور نہیں  
 ہے۔

فروہ بن عامر الجذامی کے پاس جس نے اسلام کا اقرار کر کے کامیابی حاصل کی،  
 اسی طرح حمیر کے بنو عمرو اور مشہور بہادر معدی کرب کے پاس (کون کیا تھا؟)  
 نجران کے بڑے منصب والے پادری اور عرب کے ذہین لوگ جو مسلمان ہوئے۔  
 ابن ضماؤ خالد ازدی، حضرت ابن حزم عمرو، تمیم کے بھائی اوس کے پاس آپ کے مکتوب تھے  
 جو ان کی اولاد میں رہے، اسی طرح یزید بن طفیل الحارث اور بنو زیاد بن الحارث ہیں  
 (جن کے پاس نبی ﷺ کے مکتوبات عالیہ موجود تھے)۔

## رسول اللہ ﷺ کا دوسروں کے قاصدوں کو انعام سے نوازنا

”الاصابہ“ (ج ۳ ص ۲۱۱ حدیث: ۷۹۲۸) میں قیصر روم کی طرف سے عمان کے گورنر حضرت فروہ بن عمرو الجذامی کے قاصد مسعود بن سعد الجذامی کے تذکرہ میں ہے کہ اس نے نبی ﷺ کی خدمت میں فروہ کے مسلمان ہونے اور ہدیہ بھیجنے کا ذکر کیا رسول اللہ ﷺ نے اسے شرف قبولیت بخشا اور حضرت فروہ کے قاصد کو پانچ سو درہم انعام دیا۔

## اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں بادشاہ کو جنگ کی دھمکی

”سیرۃ ابن اسحاق“ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو عمان کے بادشاہ الجندلی کے پاس دعوت اسلام کا خط دے کر بھیجا۔ سیرت نگاروں نے حضرت عمرو بن العاص کا الجندلی سے طویل بحث مباحثہ نقل کیا ہے اس میں ہے آپ نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا: مجھے نہیں معلوم تمہارے علاوہ اور کوئی اسلام سے محروم رہا ہو اگر تم مسلمان نہ ہوئے تو مسلمانوں کے گھوڑے تیرے ملک کو روندیں گے اور ہریالی کو جنگل میں بدل دیں گے اسلام قبول کر لے سلامت رہے گا اور نبی ﷺ قوم پر تیری حکمرانی کو برقرار رکھیں گے۔

شیخ طیب بن کیران نے ”شرح الالفیہ“ میں کہا ہے: میں کہتا ہوں یہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جی داری ہے کہ بادشاہ کو اس طرح مخاطب کیا اور اسے اپنے محل میں جنگ اور ہلاکت سے ڈرایا حالانکہ بادشاہ کے درباری موجود تھے حضرت عمرو بادشاہ کے سامنے کھڑے رہے بیٹھے نہ تھے۔ تفصیل کتاب مذکور میں ملاحظہ کریں۔

”طبقات ابن سعد“ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے یحییٰ بن روثہ اور ایملہ کے سرداروں کو لکھا: اگر تم بحروبر میں امن کے خواہش مند ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم نے یہ پیغام رد کر دیا اور اس پر راضی نہ ہوئے تو میں تم سے کوئی چیز نہیں لوں گا حتیٰ کہ میں تم سے جنگ کروں گا تمہارے چھوٹوں کو قیدی بناؤں گا اور بڑوں کو قتل کردوں گا بے شک میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔ ۲۹۸

## رسول اللہ ﷺ کے ترجمان

علامہ تلمسانی کی ”العمدة“ میں ہے حضرت زید بن ثابت انصاری نجاری رضی اللہ عنہ بادشاہوں کے لیے حضور ﷺ کے خطوط تحریر کرتے تھے اور آپ کی طرف سے جواب دیتے تھے حضرت زید رضی اللہ عنہ فارسی رومی قبطی اور حبشی زبان میں حضور ﷺ کے ترجمان تھے حضرت زید نے مدینہ طیبہ میں ان زبانوں کے ماہرین سے یہ زبانیں سیکھی تھیں۔ ابن ہشام نے بھی ”البہجة“ میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن عبد السلام کی کتاب ”التعریف برجال مختصر ابن الحاجب“ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ

۲۹۸ مرسل روایت طبقات ابن سعد از عبد الرحمن بن عبد القاری۔ (الاصابہ: ۱۳۰۸ ج ۱ ص ۲۶۴)

کے تذکرہ میں یہی مذکور ہے: ”علامہ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنویؒ کی ”آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان فارس“ میں ہے کہ بعض صحابہ جیسے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عجمی، رومی اور حبشی وغیرہ زبانیں جانتے تھے سیرت نگار علماء کی معتبر کتب میں اس کی تصریح ہے۔

علامہ ابن عبد ربہ کی ”العقد الفريد“ (جزء ۲ ص ۱۴۴) میں ہے یہ کہا گیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فارسی زبان کسریٰ کے قاصد سے رومی زبان نبی ﷺ کے دربان سے حبشی زبان نبی ﷺ کے خادم سے اور قبطی زبان نبی ﷺ کی خادمہ سے سیکھی۔

”صحیح البخاری“ میں ”باب ترجمۃ الاحکام“ میں ہے کیا احکام تحریر کرنے والوں میں ایک ترجمان کا ہونا جائز ہے؟ خارجہ بن زید بن ثابت نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی ﷺ نے ان کو (حضرت زید کو) یہود کی کتابت کی تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا۔<sup>۳۰۰</sup>

## رسول اللہ ﷺ کے لیے سریانی زبان میں لکھے گئے خطوط کے ترجمان

”الاستیعاب“ میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس سریانی زبان میں تحریر کردہ خطوط آتے تھے آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا انہوں نے دس سے کچھ زائد دنوں میں یہ زبان سیکھ لی۔<sup>۳۰۱</sup>

”مختصر الطحاوی“ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تجھے سریانی زبان اچھی طرح آتی ہے میرے پاس خطوط آتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں آپ نے فرمایا: اسے سیکھ لو سو میں نے سترہ دنوں میں سریانی زبان سیکھ لی۔<sup>۳۰۲</sup>

”الاحکام الصغریٰ“<sup>۳۰۳</sup> میں ہے امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے پاس لوگوں کے خطوط آتے ہیں میں نہیں چاہتا کہ ہر آدمی ان کو پڑھے کیا تم سریانی سیکھ سکتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں پھر میں نے سترہ دنوں میں یہ زبان

<sup>۳۹۹</sup> علامہ ابوالحسنات محمد عبدالحی بن محمد عبدالحلیم الانصاری لکھنوی محدث متوفی ۱۳۰۴ھ مشہور کتب الآثار المرفوعة فی الاحادیث الموضوعۃ الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ وغیرہ۔ (الاعلام ج ۶ ص ۱۸۷ الرسالۃ المسطرۃ ص ۱۱۵ الفوائد البہیۃ ص ۲۴۸)

<sup>۳۰۰</sup> صحیح البخاری: ۱۹۵ از خارجہ بن زید بن ثابت از زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۳ ص ۱۹۸ میں کہا ہے: امام بخاری نے کتاب تاریخ میں اسے تفصیل کے ساتھ از اسماعیل بن ابی اویس از عبد الرحمن بن ابی الزناد از والد خود از خارجہ بن زید بن ثابت از زید رضی اللہ عنہ موصولاً ذکر کیا ہے۔

<sup>۳۰۱</sup> تخریج گذشتہ صفحات میں مذکور ہے۔

<sup>۳۰۲</sup> تخریج گذشتہ صفحات میں مذکور ہے۔

<sup>۳۰۳</sup> ”الاحکام الصغریٰ“ تالیف امام حافظ عبدالحق بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن حسین بن سعید الاشجلی معروف بہ ابن الخراط متوفی ۵۸۱ھ دیگر تالیفات ”الاحکام الکبریٰ“ ”المجمع بین الصحیحین“ وغیرہ۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۳۵۰ رقم: ۱۱۰۰)

سیکھ لی۔

ابن عبد البر کی ”بہجة المحافل“ میں ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ دنوں میں یہ زبان سیکھی۔

## یہود کی تحریر (کتابت) سیکھنے کا حکم

”صحیح البخاری“ کے شواہد اور ”تاریخ“ میں ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہود کی تحریر سیکھ لو کیونکہ میں کسی یہودی کی تحریر پر مطمئن نہیں ہوں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نصف ماہ (پندرہ دن) میں تحریر سیکھ لی یہاں تک کہ میں نے حضور ﷺ کی طرف سے یہود کو لکھا اور ان کے جواب آپ کو پڑھ کر سنائے۔

”مختصر الطحاوی“ میں ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہود کی تحریر سیکھنے کا حکم فرمایا مجھے نصف ماہ بھی نہ گزرا کہ میں نے سیکھ لیا اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: بخدا! میں مکتوبات میں یہود سے مطمئن نہیں ہوں جب میں نے سیکھ لیا تو میں حضور ﷺ کی طرف سے یہود کو خود لکھتا اور ان کی طرف سے ان خطوط کے جواب پڑھ کر سناتا تھا۔

امام بخاری نے ”باب ترجمة الاحکام“ میں تعلیقاً نقل کیا ہے کہ حضرت خارجہ بن زید بن ثابت نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہود کی تحریر سیکھنے کا حکم دیا حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہاں تک کہ میں نے نبی ﷺ کے یہود کے لیے خطوط لکھے اور یہود کی طرف سے آنے والے ان خطوط کے جواب آپ کو پڑھ کر سنائے۔

حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں کہا ہے: امام بخاری نے اس سلسلے میں طویل روایت کو ”تاریخ“ میں موصولاً ذکر کیا ہے اور کئی طرق موصولہ سے اس کو نقل کیا ہے۔

امام ترمذی نے جامع الترمذی کی کتاب الادب میں اس کو یہ عنوان دیا ہے ”باب فی تعلیم السریانیة“ اس باب میں اپنی سند سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے حضرت زید نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہود کی تحریر کی زبان سیکھنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: بخدا! میں اپنی تحریر پر یہود سے مطمئن نہیں ہوں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ پر نصف ماہ نہیں گزرا کہ میں نے آپ کے لیے یہود کی تحریر کے الفاظ و کلمات سیکھ لیے جب میں سیکھ گیا تو آپ جب بھی یہود کی طرف لکھتے میں ہی ان کے لیے لکھتا اور جب ان کے جواب آتے میں آپ کو پڑھ کر سناتا۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے یہ حدیث دوسری سند سے بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اعمش نے از ثابت بن عبید از زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سریانی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا۔

ابن عساکر نے از عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہود کی درس گاہ میں تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ انہوں نے پندرہ راتوں میں ان کی کتابت تحریر وغیرہ



سیکھ لی اور وہ (تورات میں) ان کی تحریف و تبدیلی جانتے تھے۔

ابن ابی داؤد نے ”المصاحف“ میں اور ابن عساکر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: میرے پاس خطوط آتے ہیں میں یہ پسند نہیں کرتا کہ ہر شخص ان کے پڑھے تو کیا تم عبرانی تحریر سیکھ سکتے ہو یا فرمایا سریانی تحریر؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں پھر میں نے سترہ روز میں اسے سیکھ لیا۔

ابو یعلیٰ نے اور ابن ابی داؤد نے ”المصاحف“ میں حضرت زید بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا تم سریانی صحیح طرح جانتے ہو؟ کیونکہ میرے پاس سریانی زبان میں خطوط آتے ہیں میں نے عرض کیا: نہیں آپ نے فرمایا: اسے سیکھ لو سو میں نے سترہ دن میں یہ زبان سیکھ لی۔

امام احمد نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے زید! میرے لیے یہود کی تحریر سیکھ لو میں بخدا اپنے خطوط پر یہود سے مطمئن نہیں ہوں۔

عبد بن حمید نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں لوگوں کی طرف خطوط لکھتا ہوں مجھے اندیشہ ہے یہ (یہودی کاتب) اس میں کمی بیشی کریں گے تم سریانی سیکھ لو۔

### غیر ملکی زبانیں سیکھنے کا حکم

علامہ کتانی مؤلف کتاب لکھتے ہیں: اس حدیث سے اجنبی زبانیں سیکھنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ ”صبح الاعشی“ (ج ۲) میں ہے کاتب (انشاء پرداز منشی خطوط نویس) کے لیے مناسب ہے کہ وہ ایسی زبانیں سیکھے جن میں بات کرنے یا خط و کتابت کرنے کی اسے ضرورت رہتی ہو اسے چاہیے کہ وہ غیر عربی زبانیں سیکھے اور غیر عربی زبانوں میں خط و کتابت کرنا سیکھے تاکہ بوقت ضرورت وہ ان سے کام لے سکے۔

محمد بن عمر المدائنی نے کتاب ”القلم والدواة“ میں کہا ہے کہ کاتب کے لیے ضروری (واجب) ہے کہ وہ ہندی فارسی وغیرہ دوسری عجمی زبانیں سیکھے۔ اس کی تائید گذشتہ احادیث سے ہوتی ہے جن میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہود کی عبرانی یا سریانی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو یہود کے خطوط پڑھ کر سنا تے اور آپ کی طرف سے ان کو جواب لکھتے تھے۔

ابن رشد نے ”البيان والتحصيل“ میں امام مالک اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے غیر عربی زبانوں کی تعلیم میں انہماک کی مذمت کرنے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام مالک نے عجمی زبانوں کی تعلیم اور ان کی تحریر میں انہماک کو اس صورت میں مکروہ سمجھا ہے جب اس میں کوئی فائدہ نہ ہو اور اگر ان کے سیکھنے میں فوائد مضر ہوں تو ان کے سیکھنے میں کراہت نہیں ہے جیسے حکمران کے لیے غیر عربی زبانوں میں آنے والے خطوط اور استفسارات کے جوابات تحریر کرنے ہوں یا ان کو ان کی زبان میں خطوط بھیجنے ہوں جیسے نبی ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہود کی زبان عبرانی یا سریانی سیکھنے کا حکم دیا۔ یا قاضی (جج منصف) کو مقدمہ کے فریقوں کے درمیان فیصلہ کرنے یا حقوق کے تعین اور اثبات میں اس کی ضرورت ہو یا عاشر (محصل کلکٹر) کو ذمیوں سے جزیہ

لینے میں یا حربی تاجروں سے معاملہ کرنے میں، یا قیدیوں کی رہائی میں دیگر زبانوں میں خط و کتابت اور گفتگو کرنے کی ضرورت ہو تو ان تمام صورتوں اور ان جیسی دیگر ضروریات میں غیر عربی (غیر ملکی) زبانوں کو سیکھنا مکروہ نہیں ہے۔

ابن یونس نے ”المدونہ“ ۳۰۴ میں مذکور قول: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عجمی زبانیں بولنے سے منع فرمایا پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس توجیہ میں کئی اقوال ہیں مثلاً اس کی حکمت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مساجد میں عجمیوں سے ان کی زبان میں بات چیت کرنے سے منع فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زبان سے ناواقف شخص کے سامنے دو آدمی عجمی زبان میں گفتگو نہ کریں، کیونکہ یہ تیسرے شخص کی موجودگی میں دو افراد کی باہم سرگوشی ہے اور یہ مکروہ ہے۔ شیخ ابوالحسن اس پر کہتے ہیں: دوسری توجیہ مشیر کی طرح ہے۔ پہلی توجیہ غالباً مساجد کو لغو باتوں اور کاموں سے بچانے کے لیے ہو، گویا شیخ نے توقف اختیار کیا ہے۔

”التوضیح“ میں ہے مساجد میں عجمی زبانوں میں گفتگو کرنے کو امام مالک نے مکروہ کہا ہے، ابن یونس کا بھی یہی مذہب ہے، شیخ ابوالحسن نے بھی اسے مکروہ کہا ہے۔

ابن الحاج کی ”المدخل“ میں ہے امام مالک نے اس سے بھی ہلکی چیز یعنی مسجد میں کھانے کو مکروہ کہا ہے۔ اور یہ تو اس سے بڑی چیز ہے کہ کوئی عربی غیر عربی زبان میں اور وہ بھی مسجد میں گفتگو کرے۔ علامہ الحجاجی کی ”مختصر ابن ابی جمرة“ (الحديث الثالث) پر تقریر ملاحظہ کریں۔

مؤلف کہتے ہیں: اس بحث سے ظاہر ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ممانعت اور امام مالک کا کراہیت کا قول مسجد تک محدود ہے، مسجد کے علاوہ غیر عربی زبانوں میں گفتگو کرنا ممنوع ہے نہ مکروہ، یا بلا ضرورت ایسا کرنا ممنوع یا مکروہ ہے۔ یا اجنبی زبانوں میں گفتگو کرنے کی ممانعت یا کراہیت اس صورت میں ہے جب اس زبان کے آداب اور علوم کی تعلیم مطلوب نہ ہو، محض وقت گزاری کے مشغلہ کے طور پر تعلیم حاصل کر رہا ہو۔ کیونکہ ہمارے لیے اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر چارہ کار نہیں کہ غیر عربی (عجمی) زبانیں آج کے دور میں سائنسی علوم کے دروازوں کی کنجی ہیں، اس ترقی پذیر دور میں عالمی ترقی اور بین الاقوامی ضرورتوں کے لیے ان زبانوں کی تعلیم نہایت ضروری ہے، یہ زبانیں عالمی سطح پر باہمی تعارف کی کلید اور انسانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت ہیں۔

متعدد زبانوں کے عالم شیخ صفی الدین الہکلی سے منسوب دو اشعار ”الجوهر المحسوس فی ترجمة شارح القاموس“ کے مؤلف نے تحریر کیے ہیں:

آذنی جتنی زبانیں جانتا ہے اس کے بقدر نفع پاتا ہے اور یہ زبانیں مصائب میں اس کی مددگار ہوتی ہیں،  
تم زبانوں کے علم کی تحصیل میں جلدی کرو کیونکہ درحقیقت ہر زبان انسان ہے۔

اس موضوع پر سب سے عجیب و غریب بات مجھے ”طبقات ابن سعد“ میں ملی ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولؤلؤ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ابو بھنہ نصرانی حضرت سعد بن ابی وقاص

۳۰۴ ج ”المدونہ“ تالیف امام یحییٰ بن حمزہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ۔ عنوان ”مدون فقہ امام مالک۔

رضی اللہ عنہ کی دایہ (دودھ پلانے والی اٹا) کا باپ تھا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں لکھنا سکھاتا تھا۔ (جز ۳، ص ۲۵۸) اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو غیر عربی زبان لکھنا پڑھنا سکھاتا تھا، ربی عربی زبان یا قرآن کی تعلیم تو اس کی تعلیم میں صحابہ کو کسی نصرانی سے تعلیم حاصل کرنے کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ (غور کریں)

اس باب میں سب سے اچھی بات مجھے شیخ محمد نووی الجاوی المکی کی تفسیر ”مراح لبید فی کشف معنی قرآن مجید“ (ص ۴۰۳) میں ملی آپ سورہ یوسف کی آیت کریمہ:

أَجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْهَا ۝

مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے بے شک

(یوسف: ۵۵) میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں ۝

کی تفسیر میں لکھتے ہیں: علیم کا مطلب ہے مال کو خرچ کرنے کے متعلق تمام امور کو جانتا ہوں اور میں آنے والے تمام اجنبیوں کی زبانوں کا عالم ہوں۔ ۳۰۵

امام بخاری نے ”صحیح“ میں عنوان قائم کیا ہے: ”جس نے فارسی یا غیر عربی زبان میں گفتگو کی“ ۳۰۶ امام بخاری نے ”الوطانة“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ الفجر الساطع میں اس کا معنی غیر عربی زبان میں کلام بیان کیا گیا ہے، یعنی بوقت ضرورت ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ اس پر دو آیات دلالت کر رہی ہیں اس جملے سے امام بخاری نے ان احادیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں فارسی میں کلام کرنے کو مکروہ کہا گیا ہے اور اس عنوان کو جہاد کے ابواب میں درج کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو غیر عربی (عجمی) حکمرانوں اور سفراء سے معاملہ کرتے وقت اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔

میں نے سبط ابن الجوزی کی کتاب ”مرآة الزمان“ میں نہایت نادر چیز دیکھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے غلاموں کے ذکر میں ہے کہ ہشام نے کہا: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے سو غلام تھے جو الگ الگ زبان بولتے تھے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سب سے ان کی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔

حافظ سیوطی کی ”تاریخ الخلفاء“ (ص ۸۳) میں مذکورہ بالا روایت کو ابن عساکر کے حوالہ سے عمر بن قیس سے نقل کیا گیا ہے۔ علامہ کتابی مؤلف کتاب کہتے ہیں: صحابہ کرام اور تابعین کے متعدد زبانیں جاننے کے متعلق یہ روایت بڑی عجیب و غریب ہے۔ ۳۰۷

روایات میں آیا ہے کہ ابن الزبیر کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے جو آپ کو خراج (آمدنی کا ایک مقررہ حصہ) ادا کرتے تھے پھر ان کے بیٹے سے بعد از اسلام جن کا گھرانہ بنو ہاشم کے بعد سب سے با عظمت گھرانہ ہو سوزبانوں کا جانتا اچنبھے کی بات نہیں ہے۔

۳۰۵ ناقابل اعتماد قول اس سے لوگوں کے مصالح کا علم اور غلہ کو محفوظ کرنے کے طریقے مراد ہیں۔ تاکہ آنے والے قحط کے سالوں میں غلہ مناسب دیکھ بھال سے محفوظ رہے اور بوقت ضرورت کام آ سکے۔

۳۰۶ فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۲-۲۱۳ باب ۱۸۸۔

۳۰۷ ناقابل حجت قول کیا حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا یہی کام رہ گیا تھا کہ وہ ان غلاموں سے ان کی زبان میں باتیں کرتے رہیں اس بارے میں کوئی صحیح خبر نہیں ہے۔ واللہ اعلم

اس سلسلہ میں ہمارے ماموں علامہ محدث ابو عبد اللہ بن جعفر الکتانی نزیل دمشق (دمشق میں رہائش پذیر) کی کتاب ”المطالب الغریزة الوافیة فی تکلمہ علیہ السلام بغير اللغة العربیة“ قابل مطالعہ ہے۔<sup>۳۰۸</sup>

علاوہ ازیں اس موضوع پر مندرجہ ذیل کتب اور رسائل موجود ہیں: علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی الحنفی<sup>۳۰۹</sup> کا رسالہ ”النفحة القدسیة فی احکام قرأة القرآن و کتابتہ بالفارسیة“<sup>۳۱۰</sup> علامہ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی کا رسالہ ”اکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان فارس“ نیز ”فتح الباری“ کی کتاب الجہاد (ج ۶ ص ۲۱۳) میں امام بخاری کے عنوان ”من تکلم بالفارسیة“ کے تحت ابن حجر نے لکھا ہے: اس سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی ﷺ متعدد زبانوں کو علم رکھتے تھے کیونکہ آپ کو تمام اقوام کی طرف بھیجا گیا ہے جب کہ ان اقوام کی زبانیں مختلف ہیں، سو رسالت کے عموم کی نسبت سے تمام اقوام آپ کی قوم ہوئیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ان کی زبانوں کے عارف ہوں تاکہ افہام و تفہیم کا عمل مکمل ہو (وہ آپ کی بات کو سمجھیں اور آپ ان کی باتوں کو سمجھیں)۔ یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ آپ کے لیے تمام زبانوں میں گفتگو فرمانا ضروری نہ تھا کیونکہ آپ کے پاس ان زبانوں کے قابل اعتماد ترجمان موجود تھے۔ اس موضوع پر ایک اور کتاب ”اتحاف نجباء العصر بالجواب عن المسائل العشر“ ہے یہ بھی ہمارے ماموں رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

### تکملہ

”انموذج الیب من خصائص المصطفیٰ علیہ السلام“ میں ہے قرآن مجید ہر زبان میں نازل ہوا ہے (اس میں ہر زبان کے الفاظ ہیں) ابن النقیب نے ان زبانوں کو شمار کیا ہے، علامہ سیوطی نے ”الاحتقان“ میں کہا ہے کہ ابو بکر الواسطی نے ”الارشاد“ میں کہا ہے: قرآن مجید میں مختلف قبائل اور اقوام کی پچاس زبانیں موجود ہیں: قریش، ہذیل، کنانہ، ثعلبہ، خزرج، مذحج، خزاعہ، غطفان، مزینہ، ثقیف، ہوازن، اشعر، نمر، قیس، غیلان، جرہم، ایمن،<sup>۳۰۸</sup> علامہ محدث ابو عبد اللہ محمد بن جعفر بن ادریس الکتانی الحنفی القاسی، محدث مؤرخ، صاحب تصانیف کثیرہ، متوفی ۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۹۲۷ء۔ ”نظم المتناثر فی الحدیث المتواتر“ اور ”الرسالة المستطرفة“ وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

(الاعلام ج ۶ ص ۷۲، ۷۳)

۳۰۹ علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی، فقیہ مصری، منسوب بہ شہری بلولہ، فقہ حنفی میں ”نور الايضاح“ اور اس کی شرح ”مراقی الفلاح“ وغیرہ کے مصنف، متوفی ۱۰۶۹ھ۔ (الاعلام ج ۲ ص ۲۰۸)

۳۱۰ الفتہ الکبر (ص ۲۵۴) میں علامہ علی القاری کہتے ہیں: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب قول کہ جس نے فارسی زبان میں نماز ادا کی اس سے کفایت کرے گی، آپ نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور فرمایا: قدرت کے باوجود غیر عربی زبان میں نماز جائز نہیں ہے، اگر اس نے عربی زبان کے علاوہ کسی زبان میں نماز پڑھی، وہ دیوانہ ہوگا اس کا علاج کیا جائے یا پھر زندیق ہوگا اسے قتل کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی زبان میں کلام فرمایا ہے اور اس کا لفظ اور معنی اعجاز کا حامل ہے۔

ہدایہ اور اس کی شرح یعنی ج ۲ ص ۱۲۹-۱۳۰ میں ہے اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ یعنی عربی کے علاوہ کسی زبان میں نماز نہ پڑھی جائے۔ اسے علامہ ابو بکر الرازی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ قول قابل اعتماد ہے گویا اس پر اجماع ہے کہ نماز عربی زبان میں ادا کی جائے۔

از دشواری، کندی، تمیم، حمیر، مدین، لحم، سعد، العشیرہ، حضرموت، سدوس، عمالقه، انمار، غسان، سبا، عثمان، بنو حنیفہ، تغلب، طے، عامر بن صعصعہ، اوس، جذام، عروہ، النمر، یمامہ، یہ عربی زبانیں ہیں۔ غیر عربی زبانوں میں فارسی، رومی، قبطی، حبشی، بربری، سریانی، عبرانی اور قبطی زبانیں شامل ہیں۔

ہماری لائبریری میں اس موضوع پر ”المہذب فیما وقع فی القرآن من المعرب“ نامی علامہ سیوطی کا رسالہ موجود ہے جس کی ضخامت ایک کاپی کے برابر ہے، علامہ سیوطی نے اس رسالہ کو حروفِ ہجائیہ کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، اس موضوع پر ان کا ایک اور رسالہ بھی ہے۔

علامہ روضی کی ”شرح الانموذج“ میں ہے، فائدہ: علماء کرام نے ان دو آیات کریمہ سے یہ استنباط کیا ہے کہ نبی ﷺ تمام زبانوں کے عارف تھے۔ ارشادِ الہی ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔  
اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا۔ (سبا: ۲۸)

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ۔  
اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کے قبیلہ کی (ابراہیم: ۴) زبان میں۔

”شرح البلقینی لمجلس الشیخ الشونی“ میں بھی یہی مذکور ہے۔  
علامہ خفاجی کی ”شرح الشفاء“ میں ہے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تمام زبانوں کو علم عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ۔  
اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کے قبیلہ کی (ابراہیم: ۴) زبان میں۔

اور حضور ﷺ تمام اقوام و امم کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ (جزء ۱ ص ۳۸۰) ۳۱

”صبح الاعشی“ کی فصل ”احتیاج الکاتب الی معرفۃ اللغات العجمیہ“ (ص ۱۶۵) میں محمد بن عمر المدائنی سے نقل کیا ہے، کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ عربی ہونے کے باوجود تمام زبانیں سمجھتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے مبعوث فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کو ایسی قوم کی طرف مبعوث نہیں فرمایا کہ وہ پیغمبر ان کی زبان نہ سمجھتا ہو۔ اسی لیے حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فارسی زبان میں گفتگو فرمائی، بہ سندِ عکرمہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے فارسی میں گفتگو فرمائی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: درست، سادہ، محمد بن امیل نے کہا: میرا خیال ہے ان الفاظ کا مطلب مرحبا اور اہلا ہے، آپ نے سلمان کی تحسین فرمائی۔ ۳۲ اس صورت میں نبی ﷺ کے زید رضی اللہ عنہ کو سریانی یا عبرانی سیکھنے کے حکم دینے کی توجیہ یہ ہوگی کہ آپ کے لیے ۳۱ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (ج ۲ ص ۳۷۸) میں اس آیت کریمہ کے تحت کہا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے لوگوں کی طرف ایسے رسول بھیجے جو ان کی زبانوں میں ان سے گفتگو کرتے تھے تاکہ لوگ ان کی مراد کو سمجھیں، ان کے پیغام سے واقف ہوں، ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

۳۲ ضعیف روایت۔

ان زبانوں میں کتابت ناجائز اور ممنوع تھی یہ نہیں کہ آپ کو ان کی زبان سیکھنی تھی۔

الحافظ ابن عبد السلام الناصری البکری کی ”رحلہ“ (سفر نامے) میں اپنے شیخ امام محمد بن محمد البخاری النابلسی الاثری کے تذکرہ میں ہے کہ میں نے شیخ سے اس موضوع پر مذاکرہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فارسی کلام فرمایا ہے یا نہیں؟ صاحب قاموس نے سفر السعاده میں اس کا انکار کیا ہے، انہوں نے کہا: درست اور صواب یہ ہے کہ فارسی میں نبی ﷺ کا کلام کرنا ثابت ہے اور آپ نے اس سوال کے بعد دوران سفر تحریر کردہ دواجزا مجھے دیئے جس میں انہوں نے صاحب قاموس کا رد کیا ہے۔<sup>۳۱۳</sup>

## رسول اللہ ﷺ کے شعراء کا بیان

”الاستیعاب“ میں ہے ابن سیرین نے فرمایا: مسلمانوں کے تین شاعر تھے حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم۔ مشرکوں کے شعراء میں عمرو بن العاص، عبد اللہ بن الزبیری اور ابوسفیان بن حارث تھے۔

ابو عمر بن عبد البر نے کہا ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ہماری طرف سے ان لوگوں کی ہجو کا جواب دیں جنہوں نے ہماری ہجو کی ہے، انہوں نے جواب دیا: اگر نبی ﷺ نے مجھے اجازت دی تو میں جواب دوں گا، صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! علی کو اجازت دیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی اس مطلب کے آدمی نہیں، ہجو گوئی ان سے نہ ہوگی، پھر ارشاد فرمایا: ان لوگوں کو کس چیز نے منع کیا ہے جنہوں نے اپنے ہتھیاروں سے رسول اللہ (ﷺ) کی مدافعت کی ہے وہ اپنی زبانوں (شاعری) سے ان کا دفاع نہیں کرتے؟<sup>۳۱۴</sup> ابن سیرین نے کہا: مشرکوں کی ہجو کے لیے تین انصاری منتخب ہوئے حسان، کعب اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم۔

حضرت حسان اور کعب رضی اللہ عنہما مسلمانوں کے شاندار کارناموں اور جنگوں میں ان کے قابل تحسین کردار کا ذکر کرتے اور مشرکوں کی خامیاں اور برائیاں بیان کرتے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان کو بتوں کی عبادت پر شرم دلاتے تھے اس دور میں مشرک عبد اللہ بن رواحہ کی شاعری کو حقیر سمجھتے تھے اور حضرت حسان اور کعب رضی اللہ عنہما کی شاعری ان کے تن بدن میں آگ لگا دیتی، لیکن قبول اسلام اور دینی فہم و فراست حاصل کرنے کے بعد ان کے لیے سب سے سخت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شاعری تھی۔

مؤلف کہتے ہیں: ”الاصابہ“ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ابو عبیدہ نے کہا: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو شعراء پر تین وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ دور جاہلیت میں انصار کے شاعر تھے۔ ایام نبوت میں نبی ﷺ کے شاعر تھے اور اسلام میں تمام شاعری خیر و برکت والی کی۔<sup>۳۱۵</sup>

<sup>۳۱۳</sup> اگر یہ ثابت ہوتا تو اصحاب صحاح اور سنن اسے نقل کرتے۔

<sup>۳۱۴</sup> ضعیف روایت اسے ابن البر نے الاستیعاب علی حاشی الاصابہ ج ۱ ص ۳۳۵-۳۳۶ میں ذکر کیا ہے۔

<sup>۳۱۵</sup> الاصابہ: ۱۷۰۴۔



علامہ شہاب الدین البربر کی ”الشرح الجلی“ میں ہے صحابہ کرام شعر کا معدن اور منبع تھے سب سے بڑے شاعر خلفاء اربعہ اور ان میں سے افضل شاعر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے شیخ المشائخ، مصطفیٰ البکری الصدیقی کو دیکھا انہوں نے اپنے جد امجد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کلام پر ایک دیوان حروف ہجائیہ کے مطابق ترتیب دیا ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خنساء سے بڑی شاعرہ تھیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو شعراء کا اس قدر کلام یاد تھا کہ عورتیں ایک طوف رہیں مرد بھی ان کا مقابلہ نہیں کر پاتے تھے۔

واضح رہے شعراء صحابہ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جب اپنی زبان کو دراز کرتے تو آپ کی ناک تک جا پہنچتی تھی، وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے اگر وہ زبان کو حکم دیں تو وہ بالوں کو مونڈ دے اور پتھر کی چٹان میں سوراخ کر دے۔ مسلم شعراء میں نابغہ الجعدی، کعب بن زہیر، کعب بن مالک، زبرقان، عباس بن مرداس، عمرو بن العاص، عبد اللہ بن رواحہ، ضرار بن الخطاب، رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس، عبد اللہ بن عباس، لبید، معاویہ بن ابی سفیان، ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔

نبی ﷺ حضرت حسان کو شاعری اور مشرکوں کی ہجو کرنے کی ترغیب دیتے اور فرماتے تھے: حسان کی شاعری مشرکوں کے لیے تلوار کے وار سے بڑھ کر تکلیف دہ ہے۔<sup>۳۱۶</sup> حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام سے شعر سنانے کا فرماتے اور روایات سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے کعب بن زہیر کا خون رائیگاں قرار دینے کے بعد ان کے اشعار سن کر ان کی غلطی معاف فرمادی اور ان کو امن بخشا۔<sup>۳۱۷</sup> اور آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اپنی باندی سیرین قبطیہ بطور انعام مرحمت فرمائی۔<sup>۳۱۸</sup>

### نعت گو صحابہ کرام

مؤلف کہتے ہیں کہ ابن سید الناس حافظ فتح الدین محمد بن محمد اندلسی متوفی ۳۳۷ھ نے نبی ﷺ کی مدح کرنے والے شعراء صحابہ اور صحابیات کو قصیدہ میمہ میں جمع کیا ہے، پھر کتاب ”منح المدح او فتح المدح“ میں اس کی تشریح کی ہے اور حروف ہجائیہ کی ترتیب پر دو سو کے قریب صحابہ اور صحابیات کا ذکر کیا ہے۔

ہمارے ہم عصر لوگوں میں ادیب ابو الحسن علی بن شاکر المستاری معروف جابی زادہ نزیل آستانہ نے اس موضوع پر نفیس کتاب بنام ”حسن الصحابة في شرح اشعار الصحابة“ تالیف کی ہے۔ اس کتاب کی ۳۶۲ صفحات پر مشتمل پہلی جلد شائع ہو گئی ہے، اسے قوافی پر ترتیب دیا گیا ہے، سب سے پہلے صحابی کا تذکرہ پھر توحید اللہ تعالیٰ کی ثناء اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدح اور آپ کے معجزات وغیرہ پر مشتمل اشعار مذکور ہیں۔ اس میں دو سو

۳۱۶ الاستیعاب علی حاشی الاصابہ ج ۱ ص ۲۳۸ بلا سند۔ مصنف عبد الرزاق: ۲۰۵۰۰ مسند احمد ج ۶ ص ۳۸ طبرانی ج ۱۹ ص ۱۵۱ ابن حبان: ۵۷۸۶ از کعب بن مالک رضی اللہ عنہ صحیح حدیث۔

۳۱۷ الاصابہ: ۷۴۱۔

۳۱۸ الاستیعاب علی حاشی الاصابہ ج ۱ ص ۳۴۱۔



سے زائد صحابہ کرام کا ذکر ہے، کسی کا قصیدہ ہے کسی کا ایک جیت مذکور ہے، پھر ان تمام مصرعوں اور اشعار کی تشریح ہے۔

صحابہ کرام کے بعد حضور ﷺ کی امت میں سے جتنے لوگوں نے آپ کی مدح میں اشعار کہے ہیں ان کا شمار ناممکن ہے، اگرچہ ہر شہر اور ملک کے باشندے اس کے جمع کرنے میں منہمک ہو جائیں تب بھی ایسا دیوان جمع نہیں ہو سکتا جس میں ہر مدح کی مدحت کا ذکر ہو، بلکہ سب مدح کرنے والوں کی مدح کا ایک ایک حرف بھی جمع کریں تو جمع نہ ہو سکے۔

”الرحلة العیاشیة“ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ کی طرف اپنے ساتویں سفر میں ۶۷۳ھ میں تحریر کردہ ایک کتاب بنام ”منتھی السؤل فی مدح الرسول“ دیکھی، ابوسالم نے کہا ہے۔ یہ کتاب تمام نعتیہ کلام کی جامع ہے نہ اس میں مخصوص کلام کو جمع کیا گیا بلکہ اس کتاب کے مؤلف نے اپنی معلومات کے مطابق نبی ﷺ کی نعتیں جمع کی ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے اور کس قدر نعتیں باقی رہیں۔

عصر حاضر میں ہمارے دوست نابغہ دوراں، حسان زماں شیخ ابوالحسن یوسف بن اسماعیل نبہانی شامی نے حروف ہجائیہ کی ترتیب پر نبی ﷺ کی مدحتیں جمع کی ہیں جو چار جلدوں میں شائع ہوئی ہیں، تاہم یہ بھی سمندر میں سے ایک قطرہ اور کثیر ترین سے کم ترین ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کا فوت شدہ شاعر کے شعر سنانے کی فرمائش کرنا

امام بخاری نے ”الادب المفرد“ میں حضرت عمرو بن الشریک کی اپنے والد حضرت شریذ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے امیہ بن ابی الصلت کے شعر سنانے کی فرمائش کی تو میں نے آپ کو امیہ کے سوا اشعار سنائے۔<sup>۳۱۹</sup>

صحیح مسلم میں بھی حضرت عمرو بن الشریک کی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے کہ ایک روز میں نبی ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا آپ نے فرمایا: تمہیں امیہ کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، فرمایا: سناؤ، میں نے ایک شعر سنایا تو فرمایا: مزید سناؤ، میں نے پھر شعر سنایا، فرمایا: اور سناؤ یہاں تک کہ میں نے آپ کو امیہ کے سوا اشعار سنائے، آپ نے فرمایا: وہ مسلمان ہونے کے قریب تھا۔<sup>۳۲۰</sup>

علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس حدیث میں ایسے اشعار یاد کرنے کی اور ان کی طرف التفات کرنے کی دلیل ہے جو شرعی اور اخلاقی طور پر مستحسن مفہوم اور حکمت پر مبنی ہوں۔

مؤلف کہتے ہیں: امیہ بن ابی الصلت کے اشعار اسی مفہوم کے جامع ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے امیہ کے

<sup>۳۱۹</sup> تخریج کے لیے آئندہ روایت ملاحظہ کریں۔

<sup>۳۲۰</sup> صحیح حدیث حمیدی: ۸۰۹، ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۶۹۲-۶۹۳، احمد ج ۴ ص ۳۸۸-۳۹۰، علیسی: ۱۲۷۱، مسلم: ۲۲۵۵، بخاری: ”الادب

المفرد“ ۸۶۹، ترمذی: ”الشماکل“ ۲۳۸، نسائی: ”اليوم والليل“ ۹۹۸، ابن ماجہ: ۳۷۵۸، طبرانی: ”الکبیر“ ۷۲۳۹۷-۷۲۳۹۸، ابن حبان:

۵۷۸۲، بیہقی: ”السنن“ ج ۱۰ ص ۲۲۷، بغوی: ”شرح النبی“ ۳۳۰۰، مقدسی: ”احادیث الشعر“ ۱۴-۱۵، از عمرو بن الشریذ رضی اللہ عنہ۔

بارے میں ارشاد فرمایا: اس کے اشعار ایمان دار اور اس کا دل کافر تھا۔<sup>۳۲۱</sup>

## تشبیہ اور غزل کے متضمن اشعار کی سماعت

ایسے اشعار جن میں محبوب کے لعابِ دہن کو شراب سے تشبیہ دی جائے اور اس طرح کے تشبیہ کے اشعار حضور ﷺ نے سماعت فرمائے ہیں اس سلسلہ میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے قصیدہ بابت سعاد کو پیش کیا جاسکتا ہے۔<sup>۳۲۲</sup> حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں اپنا یہ مشہور قصیدہ پیش کیا تو آپ نے کعب رضی اللہ عنہ کے خون کے رائیگاں ہونے کا حکم واپس لے لیا ان کو امان بخشی بعد ازاں ان کو سواونٹ بطور انعام دیئے اور اپنی چادر مبارک کا عطیہ مرحمت فرمایا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے حضور ﷺ کی بابرکت چادر (بردہ شریف) تیس ہزار درہم میں خرید لی اور یہ حضرت معاویہ کی ملکیت میں عظیم تر اور نفیس ترین چیز تھی بنو امیہ کے حکمران حج کے دوران اور عیدوں پر بہ حصول برکت اسے پہنتے تھے اور اسے اپنا قابلِ فخر لباس شمار کرتے تھے یہاں تک کہ یہ محترم چادر خلفاء بنو عباس کو ملی۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا یہ نادر قصیدہ لامیہ امت مسلمہ نے حرزِ جاں بنا لیا بے شمار لوگوں نے اسے حفظ کیا پڑھا سنا اس کی شرحیں لکھیں اور اس کی پیروی کی۔

شیخ ادیب ابو جعفر البصیر الالبیری الاندلسی حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اس قصیدہ کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ قصیدہ مضبوط و مستحکم شرف رکھتا ہے ایسا حکم رکھتا ہے جس کا کوئی نسخ نہیں حضرت کعب نے مسجد نبوی میں اسے حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی موجودگی میں پڑھا اسے قرب کا وسیلہ بنایا سو اس قصیدہ سے کعب کی سزا عفو و درگزر میں بدل گئی نبی ﷺ نے ان کی مفلسی و ناداری کو ختم کر دیا کعب کو اپنی خلعت عطا فرمادی اس کی طرف بڑھنے والے ہاتھوں کو روک دیا کعب کو اور اس کے اہل و عیال کو عظیم مرادوں سے شاد کام فرمایا حالانکہ پہلے اس کا خون رائیگاں کر دیا گیا تھا۔ اس قصیدہ کی حسنت نے کعب کو قتل کر دیئے جانے کی سزا کا سبب بننے والی کوتاہیوں کو مٹا ڈالا اس قصیدہ کے محاسن نے گزشتہ عیوب کا چہرہ ڈھانپ دیا اگر اس طرح کے اشعار کہنا جائز نہ ہوتا تو مدح اور

<sup>۳۲۱</sup> بخاری: ۶۱۳۷، مسلم: ۲۲۵۶، ترمذی: "الشمائل" ۲۴۲، احمد ج ۲ ص ۳۹۳، ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۹۵، ابن حبان: ۵۷۸۳، بغوی: ۳۳۹۹

از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ اس کا بہترین بیت "الا کل شیء ما خلا اللہ باطل" ہے۔

امیہ بن صلت: دانائے طائف، جاہلی شاعر زبیر بن بکار کی روایت میں ہے امیہ آسمانی کتب کا شناسا تھا، ناٹ پہنتا تھا، حلیفیت کا پیروکار تھا، شراب نوشی اور بتوں کی عبادت سے گریزاں رہا، نبوت ملنے کے لالچ میں رہا، کیونکہ کتب سابقہ میں حجاز میں کسی پیغمبر کے تشریف لانے کی نوید پڑھ چکا تھا۔ جب نبی ﷺ کی بعثت ہوئی حسد کا شکار ہو گیا اور اسلام قبول نہ کیا۔

<sup>۳۲۲</sup> الاصابہ: ۳۱۱ ج ۳ ص ۲۹۷ میں ابن حجر نے اسے بالتفصیل ذکر کیا ہے اور کہا ہے: اسے ابن قانع نے از طریق زبیر بن بکار از بعض

اہل مدینہ از یحییٰ بن سعید از سعید بن المسیب روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے یہ روایت ضعیف ہے اس میں مجاہیل ہیں۔ نیز اسے بیہقی

نے "الدلائل" ج ۵ ص ۲۱۱ میں موسیٰ بن عقبہ سے اور "الدلائل" ج ۵ ص ۲۰۷-۲۰۹ میں کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ سے چادر مبارک

عطا فرمانے کے ذکر کے بغیر نقل کیا ہے۔

غزل سے منع کر دیا جاتا اور شعراء کی انعام پانے کی خواہش دم توڑ دیتی۔ یہ حدیث شعراء کے مسلک کی دلیل اور ان کے معاملہ کی اصل اور مدار ہے۔

اسکندر یہ میں میرے بعض شیوخ نے مجھے بتایا کہ ایک عالم دین اپنی ہر مجلس کا افتتاح حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اس قصیدہ سے کرتے تھے ان سے وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا: میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کعب کا قصیدہ آپ کے حضور پڑھا گیا؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں اسے پسند کرتا ہوں اور اس قصیدہ کو پسند کرنے والے کو محبوب رکھتا ہوں اس عالم دین نے کہا: سو میں نے اللہ سے عہد کیا کہ میں اسے روزانہ پڑھوں گا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے بحضور سید عالم ﷺ قصیدہ پیش کرنے کے وقت سے آج تک شعراء بہ طور برکت اس کی طرز کی پیروی کرتے آ رہے ہیں اور اس کے اقوال کی اقتداء کرتے ہیں کہ یہ قصیدہ حضور ﷺ نے نہ صرف سماعت فرمایا بلکہ پسند بھی فرمایا ہے۔

قاضی محی الدین بن عبد الظاہر نے قصیدہ بابت سعاد کے وزن پر حضور ﷺ کی مدح میں قصیدہ لکھا اور یہ اشعار کہے:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی مدح میں قصیدہ کہا اور ہم بھی اس امید پر آپ کی مدح میں شریک ہوئے ہماری چادر بھی ان کی رحمت کے عطیات سے بھری جائے گی جیسے کعب رضی اللہ عنہ پر رحمت نے انہیں برکت شان و شوکت عطا کی۔ (فتح الطیب، المقری)

## رسول اللہ ﷺ کے وصال پر مرثیہ کہنے والے شعراء

حافظ العرنی نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے ذکر کے آخر میں ان صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جنہوں نے آپ کے وصال پر مرثیے کہے ان صحابہ اور صحابیات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت صفیہ بنت عبد المطلب، حضرت ام حکیم بنت عبد المطلب، حضرت ہند بنت عبد المطلب، حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب، حضرت عمرو بن العاص، حضرت حسان، حضرت کعب بن مالک، حضرت ابوالہیثم بن التیہان، حضرت عبد اللہ بن انیس، حضرت عمرو بن سالم الخزاعی، حضرت زبرقان بن بدر، حضرت عبد اللہ بن مالک الارجی، حضرت ابن ذی مدان (ہمدان کے اشراف سے تھے) حضرت عبد اللہ بن سلمہ الہمدانی، حضرت سواد بن قارب الدوسی اور عبد الحارث بن انس بن الریان رضی اللہ عنہم وغیرہ یہ اس کا صرف ایک جزء ہے ورنہ ایسے صحابہ اور صحابیات کی تعداد بہت ہے۔

حافظ شامی نے "نسل الہدی" میں اس موضوع پر کئی عنوانات ذکر کیے ہیں ایک باب کا عنوان ہے: اشعار میں نبی ﷺ کی سیرت طیبہ جمع کرنے والے اس باب میں بعض عنوانات یہ ہیں:

(۱) حضور ﷺ کا اچھے شعر کی تعریف فرمانا برے شعر کی مذمت کرنا اور زیادہ اشعار جمع کرنے سے متفرک کرنا۔

- (۲) مسجد شریف میں اور بیرون مسجد حضور ﷺ کا اپنے بعض صحابہ سے اشعار سماعت فرمانا۔  
 (۳) حضور ﷺ کا اپنے بعض صحابہ کو مشرکوں کی جھوٹ کرنے کا حکم فرمانا۔  
 (۴) حضور ﷺ کا اشعار کو بطور مثال پیش فرمانا۔  
 (۵) صحابہ کرام سے اشعار سننے کی فرمائش کرنا۔

## اشعار پیش کرنے پر قیدیوں کی بھاری تعداد کی باعزت رہائی

اس سلسلہ میں نہایت نفیس واقعہ مذکور ہے، محدثین اس روایت کے دلدادہ اور اس قصہ کے دیوانے ہیں، متاخرین محدثین مثلاً امام سیوطی، امام سخاوی وغیرہ دسویں صدی کے حفاظ حدیث نے اسے دس واسطوں سے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حافظ سخاوی نے ”فتح المغیث“ میں کہا ہے کہ امام طبرانی کی ”المعجم الصغیر“ وغیرہ سے مجھے باہم مربوط سند کے ساتھ عشریات (وہ روایت جس میں رسول اللہ ﷺ اور اس راوی کے درمیان دس اشخاص آئے ہیں) ملی ہیں۔ دنیا بھر میں دسویں صدی میں اس سے کم تر تعداد میں راویوں سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ حافظ سیوطی نے ”التدریب“ میں کہا ہے: اس دور میں ہمارے لیے اعلیٰ ترین صحیح متصل السماع احادیث میں ہمارے اور نبی ﷺ کے درمیان بارہ راوی ہیں اور روایت کی اجازت دینے والے کے بغیر گیارہ ہیں۔ ایسی روایات کثیر تعداد میں ہیں، معمولی ضعف کے ساتھ دس راویوں والی احادیث ہیں، لیکن ایسی احادیث بہت کم ہیں اور امام طبرانی کی ”المعجم الصغیر“ میں موجود ہیں۔

مؤلف (علامہ کتابی) کہتے ہیں: میں یہاں اس روایت کو ذکر کرنا پسند کرتا ہوں جو اس چودھویں صدی ہجری میں ہمیں اور ہمارے ہم عصر علماء کو اعلیٰ سند کے ساتھ حاصل ہوئی ہے۔ یہ حدیث مسند الدنیا نے روایت کی ہے۔ البدر بن عبد اللہ بن درویش بن ابراہیم السکری الدمشقی نے ۱۳۲۲ھ میں کہا: اخبرنا مسند الدنیا الوجیہ عبد الرحمن بن محمد بن عبد الرحمن الکزبری، انا المعمر مصطفیٰ الرحمتی الدمشقی، عن العارف عبد الغنی بن اسماعیل النابلسی الصالحی عن نجم الدین محمد بن محمد الغزی عن ابیہ البدر محمد بن محمد الغزی العامری الدمشقی، انا الحافظ عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی قال انا مسند الدنیا محمد بن مقلب الحلبي اجازة مکاتبة ۸۶۹ھ عن محمد بن ابراہیم بن ابی عمر المقدسی وهو اخر من حدث عنه بالاجازة، انا ابو الحسن علی بن احمد بن البخاری، وهو اخر من حدث عنه عن ابی القاسم عبد الواحد بن القاسم الصيدلانی وهو اخر من حدث عنه، خبرتنا ام ابراہیم بنت عبد اللہ و ابو الفضل الثقفی سماعا علیہما قالا انا ابو بکر بن ریزہ انا ابو القاسم الطبرانی، ثنا ابن عبید اللہ بن رماحس عام ۲۸۴ھ، ثنا ابو عمرو و زیاد بن طارق (آپ نے ایک سو بیس برس عمر پائی) قال سمعت ابا جرول زهیر بن صرد طارق (ایک سو بیس سال

کی عمر پائی) قال سمعت ابا جریول زہیر بن صرد الجشمی.

حضرت زہیر بن صرد جشمی بیان کرتے ہیں: جب جنگ ہوازن میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قیدی بنایا، آپ قیدیوں کو تقسیم فرمانے لگے میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! ہم پر کرم فرمائیے، آپ کی ذات سے ہم کرم کے امیدوار ہیں اور رحمت کے منتظر ہیں، آپ ایسی جماعت پر احسان فرمائیں دنیا میں جن کی قدر و منزلت نہیں رہی اور جن کی حالت بگڑ چکی ہے زمانہ ہمیں رنج و الم میں مبتلا کر چکا ہے اور ہمارے دل غم و اندوہ اور مصائب و شدائد کا شکار ہیں، اگر آپ انعام و اکرام سے ان کی خبر گیری نہ کریں گے تو وہ بکھر جائیں گے، آپ تو آزمائش کے وقت کے سب سے زیادہ عالم ہیں۔

آپ ان خواتین پر احسان فرمائیں جن کا آپ دودھ پیا کرتے تھے جب آپ کا منہ ان کے خالص دودھ سے بھر جاتا تھا

ہم کو ان جیسا نہ کریں جیسے کوئی مر جاتا ہے، ہماری طرف سبقت فرمائیے، ہم دل کے صاف شفاف لوگ ہیں۔ ہم اس وقت بھی نعمتوں کے مشکور ہوتے ہیں جب ان کا انکار کیا جاتا ہے، آج کے بعد آپ کا یہ احسان ہمارے پاس ذخیرہ ہوگا

اپنی دودھ پلانے والی ماؤں سے عفو و درگزر فرمائیں، آپ کا عفو و درگزر مشہور ہے۔ آپ بہترین فرد ہیں جب لڑائی کے شرارے بھڑکتے ہیں اور کیت اھیل گھوڑے میدان جنگ میں آتے ہیں۔

ہم آپ سے عفو و درگزر کے طلب گار ہیں، آپ راہبر انسانیت ہیں، اگر ہمیں معاف فرمادیں اور ہماری مدد فرمائیں تو بعید از کرم نہ ہوگا

عفو و درگزر سے کام لیجئے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز آپ سے عفو و درگزر فرمائے اور آپ کو فتح و نصرت سے نوازے۔

راوی کہتے ہیں: جب نبی ﷺ نے یہ اشعار سنے تو ارشاد فرمایا: جو کچھ میرا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ تمہارا ہے، قریش نے کہا: جنگی قیدیوں میں سے ہمارا حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے (آزاد) ہے۔ انصار نے کہا: ہمارے حصہ کے تمام قیدی اللہ اور اس کے رسول کے لیے (آزاد) ہیں۔<sup>۲۲۳</sup> امام سیوطی نے "التدریب"

<sup>۲۲۳</sup> ضعیف روایت طبرانی "الکبیر" ج ۵ ص ۳۵۰ "الاوسط" ج ۲ ص ۲۴۳ مجمع البحرین "الصغیر" ج ۱ ص ۲۳۶-۲۳۷ بیہقی نے مجمع ج ۶ ص ۱۸۷ میں کہا ہے: طبرانی نے اسے تینوں کتب میں روایت کیا ہے اس کے بعض راویوں کو میں نہیں پہچانتا۔ ذہبی نے المزان ج ۳ ص ۶ میں عبید اللہ بن رماحس کے تذکرہ میں کہا ہے: عبید اللہ بن رماحس القیس الرطلی از زیاد بن طارق از زہیر بن صرد۔۔۔۔۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں: میں نے اس بارے میں متقدمین کی جرح نہیں دیکھی، پھر میں نے اس کی روایت کردہ حدیث دیکھی جس میں علت قادح تھی۔ ابو عمر بن عبد البر نے زہیر کے اشعار کے متعلق کہا: اسے عبید اللہ بن رماحس نے از زیاد بن طارق از زیاد بن صرد بن زہیر از والد خود از حد خود زہیر بن صرد روایت کیا ہے اور اس کی روایت میں دو راوی ساقط ہیں، مجمع طبرانی وغیرہ میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں کہا ہے: اس سند سے یہ حدیث حسن، غریب ہے، یہ عشری ہے (اس کی سند میں نبی ﷺ تک دس راوی ہیں) اسے ابوسعید الاعرابی نے معجم میں از ابن رماح اور ابوالحسن بن قانع از عبید اللہ بن علی الخواص از ابن رماح روایت کیا ہے۔ المغازی میں ابن اسحاق کی روایت میں اس کا شاہد ہے۔ ضیاء المقدسی نے المختارہ میں اسے زہیر کی حدیث سے نقل کیا ہے اور عمرو بن شعیب کی حدیث بطور استشہاد نقل کی ہے ان کے نزدیک یہ حدیث حسن کی شرط پر ہے۔ پھر علامہ سیوطی نے اس پر ذہبی اور ابن عبد البر کا کلام درج کیا ہے اور اسی پر اقتصار کیا ہے جس طرح ان سے پہلے ان کے شیوخ کے شیخ حافظ العرابی نے اپنی کتاب ”الاربعین العشاریات“ نے اسی اسناد پر اقتصار کیا ہے۔ اور یہ حضرات روایت کے ان طرق سے غافل رہے جن کو سید الحفاظ علامہ ابن حجر نے ”لسان المیزان“ میں جمع کیا ہے لسان المیزان (جز ۴ ص ۹۶) میں حضرت عبد اللہ بن رماح کے تذکرہ میں حیرت انگیز بحث ملے گی۔ وہاں انہوں نے اس حدیث کے حسن الاسناد ہونے پر کلام کیا ہے حافظ ابن حجر کی ”فتح الباری“ میں ہے یہ حدیث حسن ہے جس نے اس کو منقطع گمان کیا ہے وہ وہم میں ہے۔

”الاصابہ“ میں ہے ابن عبد البر نے بغیر قاذح کے اس کے اسناد کو کمزور قرار دیا ہے۔ ”لسان المیزان“ میں زیاد بن طارق کے تذکرہ میں انہوں نے اس کی وضاحت کی ہے دیکھئے ”غنیمة الواجد“ از علامہ ابوزید الثعالبی۔

ان اشعار کی سماعت کے بعد نبی ﷺ نے ہوازن کے قیدیوں کو رہا فرما دیا۔ علامہ ابن حجر کی ”المنح المکیہ“ میں ہے ہوازن کے قیدیوں میں چھ ہزار عورتیں اور بچے دو ہزار چار سو اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی شامل تھی۔

## رسول اللہ ﷺ کے خطیب

امام ابن حزم الاندلسی کی ”جمہرة انساب العرب“ (ص ۳۶۴) میں ہے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے خطیب تھے۔ ”الاستیعاب“ میں ہے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نبی ﷺ اور انصار کے خطیب تھے۔ جس طرح حضرت حسان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے شاعر تھے۔

علامہ کتانی (مؤلف کتاب) کہتے ہیں: ابو نعیم الاصبہانی مؤلف الحلیہ نے ”طبقات الخطباء“ کے نام سے اس موضوع پر کتاب تصنیف کی ہے حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں حبان کے تذکرہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ”تاریخ الخلفاء“ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن کثیر سے منقول ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے زیادہ فصیح اور سب سے بڑے خطیب تھے۔

(بقیہ حاشیہ: ۲۲۳) اسی سند سے (جس کے دو راوی ساقط ہیں) یہ حدیث مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حقیقت کے انکشاف کے بعد حافظ سیوطی کی تدریب الراوی میں اس کی تحسین یا حافظ ابن حجر کی تحسین اپنی قدر و قیمت کھودیتی ہے۔ لسان المیزان کے شواہد بھی ناقابل اعتماد ٹھہرتے ہیں۔

زبیر بن بکار نے کہا: میں نے بعض اہل علم کو یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام میں سب سے فصیح ترین خطیب حضرت ابوبکر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تھے۔

کیا رسول اللہ ﷺ یا آپ کے صحابہ میں سے

کسی نے غیر عربی زبان میں خطبہ دیا؟

ہندوستان کے ممتاز عالم دین ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی نے اپنے رسالہ ”آکھام النفاہس“ (ص ۳۳ مطبوعہ ۱۳۰۳ھ) میں کہا ہے: نبی ﷺ نے اور آپ کے صحابہ نے ہمیشہ عربی زبان میں خطبہ دیا اور کسی کے متعلق یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے جمعہ کے خطبہ کے علاوہ بھی کبھی غیر عربی زبان میں خطبہ دیا ہو۔ حالانکہ نبی ﷺ کے خطبہ کی مجالس میں فارس، روم، حبشہ اور عجم کے لوگ حاضر ہوتے تھے آپ نے اپنے خطبہ کی زبان کبھی نہیں بدلی نہ ہی کسی کو غیر عربی زبان میں خطبہ دینے کا حکم فرمایا۔ جب کہ یہ بات معلوم ہے کہ حاضرین میں ایسے لوگ موجود ہوتے تھے جو عربی زبان مطلق نہیں سمجھتے تھے اور بعض قدرے سمجھ لیتے تھے۔

اس سے یہ وہم نہ ہو کہ نبی ﷺ عربی زبان کے علاوہ دیگر عجمی زبانیں نہیں جانتے تھے ورنہ آپ غیر عربی زبانوں میں خطبہ ارشاد فرماتے، ہم کہتے ہیں: کسی زبان کے جاننے سے یہ ضروری نہیں کہ اس میں خطبہ بھی دیا جائے (تقریر کی جائے) کیونکہ بعض صحابہ مثلاً حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عجمی، رومی، حبشی وغیرہ زبانیں جانتے تھے لیکن آپ ﷺ نے ان کو کبھی یہ حکم نہیں دیا کہ وہ ان لوگوں کی زبان میں ان کو خطبہ دیں اور وعظ و نصیحت کریں۔

بہر حال قرونِ ثلاثہ (رسول اللہ ﷺ کا عہد مبارک اور صحابہ اور تابعین کے ادوار) میں عجمیوں (غیر عربی لوگ) کو دین کی تفہیم اور دیگر امور کے لیے غیر عربی زبانوں میں خطبہ دینے کی ضرورت تھی اس کے باوجود کسی نے بھی یہ روایت نہیں کیا کہ قرونِ ثلاثہ میں کسی نے غیر عربی زبان میں خطبہ دیا ہو۔

”غایۃ المقصود علی سنن ابی داؤد“ میں ہے خطیب کے لیے لازم ہے کہ دورانِ خطبہ قرآن مجید کی قرأت اور اس سے وعظ و نصیحت عربی زبان میں کرے اگر سامعین غیر عربی ہوں تو ان کی زبان میں ترجمہ کر دے کیونکہ غیر عربی لوگوں کے لیے قرآن سے وعظ و نصیحت تب مؤثر اور مفید ہوگی جب ان کو ان کی زبان میں سمجھایا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِیُبَیِّنَ  
لَهُمْ (ابراہیم ۴)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کے قبیلہ کی زبان میں تاکہ وہ انہیں واضح طور پر بتا دے۔

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کی تفسیر ”جامع البیان فی تاویل القرآن“ میں ہے یعنی لوگوں کو احکام اور اوامر اس طرح بیان کیے جائیں کہ وہ بغیر تکلف کے ان کو سمجھ لیں اور رسول اللہ ﷺ ہر گورے اور کالے کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ پہلے عربی زبان میں خطبہ دیا جائے بعد ازاں اس کو دوسری زبان میں منتقل کیا



جائے اور اس کا ترجمہ کیا جائے۔

الشیخ نذیر احمد محدث دہلوی نے کہا ہے کہ خطیب کے لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید کی قراءت کے بعد اس کا مفہوم بیان کرے اور سامعین کو ان کی زبان میں وعظ و نصیحت کرے، ورنہ خطبے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔  
میں (مؤلف کتاب) کہتا ہوں کہ موحدین کی حکمرانی کے دوران فاس کی جامع البقرویین وغیرہ میں ان کے خطیب بربری زبان میں خطبہ دیتے تھے۔ واللہ اعلم

فوائد

- (۱) حافظ قاسم بن قطلوبغا کی ”طبقات الحنفیہ“ (ص ۱۰) میں جعفر بن محمد بن المعز بن المستنصر النسی المستغفری کے تذکرہ میں ہے آپ ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے ان کی ایک کتاب کا نام ”خطب النبی ﷺ“ ہے۔
- (۲) ابو عبد اللہ بن الطیب الشرقی ”القاموس“ پر اپنے حواشی میں لکھتے ہیں: نبی ﷺ کا خطبہ قافیہ بندی سے مراد ہوتا تھا اور یہی چیز خطبے کی جان ہے خلفاء راشدین اور اکثر سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے خطبات میں قافیہ بندی (تک بندی) ہمارے دور کی ایجاد ہے الفاظ کے انتخاب میں تکلف برتا جاتا ہے اور خطبے کا اصل مقصد خیر کی طلب، وعظ و نصیحت اور اصلاح احوال الفاظ کے گورکھ دھندوں میں گم ہو گئے ہیں۔
- (۳) حضور ﷺ بعثت سے پہلے قس بن ساعدۃ الایادی کے خطبہ میں موجود تھے آپ کا ارشاد ہے: گویا کہ میں اس کو عکاظ کے بازار میں سرخ اونٹ پر دیکھ رہا ہوں۔ الحدیث ۳۲۲
- جاہظ نے اپنی کتاب ”البيان والتبيين“ میں کہا ہے کہ قس بن ساعدہ اور اس کی قوم کو ایسی فضیلت ملی ہے کہ اہل عرب میں سے کسی کو نہیں ملی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عکاظ کے بازار میں اس کا سرخ اونٹ پر سوار ہو کر خطبہ دینا، وعظ و نصیحت کرنا بیان فرمایا ہے۔ آپ نے اس کے حسن کلام پر حیرت فرمائی اور اس کی تصویب اور تحسین فرمائی، یہ ایسا عظیم ترین شرف ہے جہاں تک امیدوں اور آرزوؤں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ قس بن ساعدہ کو یہ اعزاز اس لیے عطا ہوا کہ اس نے توحید کا اقرار کیا اور اخلاص اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کا اظہار کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قس کا شمار عرب کے چوٹی کے خطیبوں میں ہوتا تھا۔

## مجاہدین کے ناموں کا رجسٹروں میں اندراج

### فصل اول: عہد نبوی میں رجسٹروں میں لوگوں کے نام لکھنے کا ثبوت

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگوں کے نام رجسٹروں میں درج کیے جائیں تاکہ مسلمانوں کی صحیح تعداد معلوم ہو۔  
۳۲۴ موضوع روایت اس حدیث کو ابن الجوزی نے الموضوعات ج ۱ ص ۲۱۳-۲۱۴ میں از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کر کے کہا: اس روایت کے پہلے طریق کے متعلق یحییٰ بن معین نے کہا ہے محمد بن الحجاج جھوٹا خبیث ہے۔ ابو زرہ رازی نے کہا: اس کی احادیث موضوع ہیں۔ دارقطنی نے کہا: یہ جھوٹ بولتا تھا۔ کلبی کے متعلق زائدہ لیت اور سعدی نے کہا: یہ کذاب ہے دارقطنی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا: اس کا کذب کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ ابو صالح کے متعلق ابن عدی کا قول ہے: مجھے نہیں معلوم متقدمین میں سے کوئی اس سے راضی ہو۔

ہو سکے صحیح البخاری میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لیے مسلمانوں کے نام لکھو تو آپ کے لیے پندرہ سو آدمیوں کے نام لکھے گئے۔ ۳۲۵

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دوران خطبہ یہ ارشاد فرماتے سنا: کوئی شخص ہرگز کسی عورت کے پاس اس کے محرم کی عدم موجودگی میں تنہا نہ رہے اور کوئی عورت اپنے محرم کے بغیر سفر نہ کرے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی حج پر جا رہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے آپ نے فرمایا: واپس جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ ۳۲۶ صحیح بخاری میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے: میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج پر جا رہی ہے۔

حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں ”باب کتابۃ الامام الناس“ کے تحت لکھا ہے: اس اندراج سے مراد غزوات وغیرہ میں شمولیت کے لیے نام درج کرانا ہے اور اس میں امام کا خود نام لکھنا یا دوسروں سے نام لکھوانا دونوں مراد ہیں۔ نیز اس حدیث سے فوج کے ناموں پر مشتمل رجسٹروں کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آدمی کا یہ کہنا: میرا نام فلاں غزوہ میں لکھا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ عہد نبوی میں یہ معمول تھا کہ غزوات میں شرکت کرنے والے مجاہدین کے نام لکھے جاتے تھے۔ ۳۲۷

”الخطط“ میں علامہ تقی المقریزی نے کہا ہے: واضح رہے تین اقسام کے رجسٹر ہوتے ہیں:

(۱) فوجیوں کے ناموں کے رجسٹر (۲) احکام کے رجسٹر (۳) مراسلات کے رجسٹر۔

ہر مملکت کے لیے اس قسم کے رجسٹر ضروری ہیں۔ علماء کرام نے خراج اور احکام وغیرہ کی کتابت پر الگ الگ تصانیف چھوڑی ہیں لیکن لشکروں اور فوجیوں کے رجسٹروں کی تدوین اور ترتیب پر کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ اسلام کے ابتدائی دور سے ہی رجسٹروں میں مطلوبہ چیزوں کا اندراج کیا جاتا تھا۔

### فصل دوم: بیعت یعنی عہد و پیمان لینا

بیعت حقیقتاً بیع سے مشابہت رکھتی ہے علامہ ابن اثیر ”النهاية“ ۳۲۸ میں کہتے ہیں: گویا دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے پاس موجود شے دوسرے فرد کو بیچ دی اور اپنی جان اور طاعت کا اس کو مالک اور اپنے معاملات میں اس کو ذخیل بنا دیا۔ اس کی اصل اور حقیقت یہ ہے کہ اہل عرب کی عادت تھی جب دو آدمی باہم خرید و فروخت کرتے تو ۳۲۵ صحیح حدیث بخاری: ۳۰۶۰ مسلم: ۱۳۹ ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۶۹ احمد ج ۵ ص ۳۸۳ ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۰۲ ابن ماجہ: ۳۰۲۹ ابن مندہ ”الایمان“ ۳۵۳ ابن حبان: ۶۲۷۳ بیہقی ج ۶ ص ۶۳ بغوی ”شرح السنۃ“ ۲۷۴۳ از حذیفہ رضی اللہ عنہ بعض روایات میں ”لکھو“ کی جگہ ”کنو“ کا لفظ ہے۔

۳۲۶ صحیح حدیث بخاری: ۳۰۰۶ مسلم: ۵۲۳۳ شافعی ج ۱ ص ۲۸۶ احمد ج ۱ ص ۲۲ ابن خزیمہ: ۲۵۲۹ ابن حبان: ۷۲۳۱ بیہقی ج ۳ ص ۱۳۹ ج ۵ ص ۲۲۶ بغوی: ۱۸۴۹ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

۳۲۷ فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۶-۲۰۷ مطبوعہ دارالریان۔

۳۲۸ ”النهاية فی غریب الحدیث والایثر“ تألیف امام محمد الدین ابی السعادات البارک بن محمد بن الاثیر الجزری مؤلف ”جامع الاصول فی احادیث الرسول ﷺ“ متونی ۶۰۶ ہ۔

ایک فریق دوسرے فریق کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے بیعت کو عظمتِ شان عطا فرمائی اور بیعت کو توڑنے سے بچنے کا حکم دیا ہے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ طَيِّدُ  
اللَّهُ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ  
وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمَ يَزِيدْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝  
(الف: ۱۰)

ہوگا اور جس نے اس عہد کو پورا کیا جو اس نے اللہ سے

کیا (تھا) تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا ۝

اور اس ارشاد گرامی میں عورتوں سے بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى  
أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا  
يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِهَتَّانٍ يَفْتَرِيْنَهُ بَيْنَ  
أَيْدِيَهُنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْنِيَنَّ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْنَهُنَّ  
وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (الممتحنہ: ۱۲)

اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں  
حاضر ہوں آپ سے بیعت کریں اس پر کہ وہ اللہ کے  
ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں  
گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی  
اور نہ کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی اپنے ہاتھ اور پاؤں  
کے درمیان اور دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی  
نافرمانی نہ کریں گی تو انہیں بیعت فرمالیا کریں اور ان  
کے لیے اللہ سے استغفار کریں بے شک اللہ بہت بخشنے

والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

نبی ﷺ نے صحابہ کرام سے دو بیعتیں لیں۔ المرجانی کہتے ہیں: زبان کے عرف اور مقصود شرع میں بیعت کا  
معنی طاعت اور فرمانبرداری کا عہد ہے کہ وہ اپنے تمام ذاتی امور میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھیں گے۔ سرتابی  
اور اعراض نہیں کریں گے اس کے ہر حکم کی اطاعت کریں گے خواہ وہ حکم انہیں پسند ہو یا ناپسند ان کی یہ حالت باہم  
مصافحہ کرنے جیسی ہو گئی (کہ دونوں نے اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں دے دیا) بالکل ایسے جیسے بائع اور مشتری  
(بیچنے اور خریدنے والا) باہم عہد کر لیتے ہیں اور اس کو بیعت کا نام دیا گیا۔ لیلۃ العقبہ (منیٰ میں) درخت کے نیچے  
(صلح حدیبیہ کے موقع پر) اور جہاں کہیں بھی نبی ﷺ نے صحابہ یا صحابیات سے بیعت لی ہے وہ مذکور الصدر مفہوم  
میں ہے۔

امام بخاری نے صحیح البخاری میں عنوان قائم کیا ہے: امام لوگوں سے کیسے بیعت لے۔ اس سے مراد بیعت کی  
عملی صورت نہیں بلکہ قول و اقرار کی بیعت مراد ہے امام بخاری نے بیعت کے الفاظ میں سننے، اطاعت کرنے، ہجرت  
کرنے، جہاد کرنے، صبر کرنے، میدان جنگ سے فرار نہ ہونے، اگرچہ موت واقع ہو جائے ذکر کیے ہیں۔ اسی طرح  
عورتوں کی بیعت ہے اور اسلام پر بیعت کے الفاظ مروی ہیں ان میں سے ہر بیعت کے موقع پر حسب حال الفاظ

ہی سے بیعت لی گئی۔

حافظ ابن الجوزی نے کہا کہ ان تمام عورتوں کی تعداد جن سے نبی ﷺ نے بیعت لی چار سو ستاون (۳۵۷) ہے، حضور ﷺ نے بیعت لیتے وقت کسی خاتون کے ہاتھ سے ہاتھ نہیں ملایا، صرف قول و اقرار سے بیعت لی۔

نیز نبی ﷺ نے بیعت کے لیے بلوغ کو شرط نہیں قرار دیا چنانچہ آپ نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت لی حالانکہ وہ سات برس کے تھے۔ علامہ قرطبی بیان کرتے ہیں: حضور ﷺ حسب موقع اور حسب ضرورت صحابہ کرام سے تجدید عہد اور تاکید مزید کے لیے بیعت لیتے تھے۔

بیعت میں توحید کے اقرار کے بعد سب سے پہلی شرط اقامت نماز، پھر زکوٰۃ کی ادائیگی ہوتی تھی، پھر ہر قوم سے اس چیز پر بیعت لی جاتی جس چیز کی اس کے لیے زیادہ ضرورت ہوتی تھی۔

صحیح البخاری میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔<sup>۳۲۹</sup> حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سب مسلمانوں کی خیر خواہی پر اس لیے بیعت لی کہ وہ اپنی قوم کے سردار تھے سو حضور ﷺ نے ان کو اپنی قوم کی تعلیم اور ان کی خیر خواہی اور بھلائی کی ہدایت فرمائی۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں بیعت سے متعلق مندرجہ ذیل ابواب ذکر کیے ہیں: دوبار بیعت کرنے والے، بدویوں کی بیعت، کم سن کی بیعت، بیعت کر کے توڑنے والے دنیا کے حصول کے لیے بیعت کرنے والا، عورتوں کی بیعت، اور بیعت کو توڑنے والے۔

بنو امیہ اور بنو عباس کے خلفاء اپنے لیے اور اپنے ولی عہد کے لیے بیعت لیتے تھے بسا اوقات ان کی بیعت زبردستی اور جبر پر مبنی ہوتی تھی۔ جب امام مالک نے مجبور کی قسم منعقد نہ ہونے کا فتویٰ دیا تو ان پر جو بیعتی سو بیعتی، پھر بیعت کسروی کا رواج ہو گیا زمین چومنا، خلیفہ کے پاؤں یا دامن کو بوسہ دیا جانے لگا، مصافحہ قصہ پارینہ بن گیا، مصافحہ اور قول و اقرار کی بیعت کو خواص کا شعار بنا دیا گیا، عوام الناس کے لیے اس طرح کی بیعت کو ریاست کے منافی اور بادشاہ کے رتبہ کے خلاف سمجھا گیا۔

آج کے دور میں بیعت دستاویز اور اقرارناموں کی صورت میں ہوتی ہے، بیعت کرنے والا اپنی بیعت کا تحریری ثبوت فراہم کرتا ہے، بیعت کرنے والے کو اگر تحریر میں مہارت نہ ہو تو دستاویز تیار کر کے اس پر گواہی ثبت کر دی جاتی ہے کہ اس نے بادشاہ سے وفاداری کا عہد کیا ہے۔ قاضی ابوبکر<sup>۳۳۰</sup> نے ”فوائد الدرر“ میں کہا ہے: ابتداء اسلام میں بیعت قولی ہوتی تھی اب تحریری ہوتی ہے، اس عہد مبارک میں صرف قرآن مجید لکھا جاتا تھا۔

<sup>۳۲۹</sup> صحیح حدیث بخاری: ۵۷۱-۵۷۲-۱۴۰۱-۲۷۱۵، مسلم: ۵۶ (۹۷)، احمد ج ۳ ص ۳۶۱-۳۶۵، حیدری: ۷۹۵، ترمذی: ۱۹۲۵، طبرانی

”الکلبیہ“ ۲۲۳۳-۲۲۳۵-۲۲۳۷، ابن حبان: ۴۵۴۵، از جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

<sup>۳۳۰</sup> امام قاضی، حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ بن محمد الاشعری، معروف بہ ابن العربی، متوفی ۴۳۳ھ احکام القرآن ان کی مشہور ترین تصنیف ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۲۹۶)

احادیث لکھنے میں اختلاف ہے رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے نام لکھتے تھے نہ ان کے لیے دیوان (رجسٹر) تھا۔ ایک روز آپ نے کسی ضرورت کے پیش نظر ارشاد فرمایا: میرے لیے مسلمانوں کے نام لکھو لیکن آج کل باقی سارے دینی آثار و معالم اور ان کے متعلقات و توابع کی طرح نو مسلموں کے نام بھی تحریر کیے جاتے ہیں کیونکہ لوگوں کے مزاج فاسد ہو گئے ہیں ان میں امانت داری کم ہو گئی ہے اور ان کے معاملات خلط ملط ہو چکے ہیں۔ تفصیلات کے لیے ”الفوائد“ ملاحظہ کریں۔

”الفوائد“ میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں عبدالرحمن بن زید العزاقی سے مروی ہے کہ میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نے اپنا ہاتھ ہماری طرف نکالا جو اونٹ کے قدم کی طرح موٹا تھا اور فرمایا: میں نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی ہے ہم نے ان کا ہاتھ تھاما اور اسے بوسہ دیا۔

### فصل سوم: عہد رسالت مآب میں امور بیعت کے نگران

صحیح البخاری کی گذشتہ روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ امور بیعت کے نگران تھے۔ ”الاستیعاب“ میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بڑے کاتبوں میں سے تھے اور صحابہ کرام میں آپ رسول اللہ ﷺ کے رازدار مشہور تھے۔

(”الاستیعاب“ علی ہامش ”الاصابة“ ج ۱ ص ۲۷۷-۲۷۸)

### فصل چہارم: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عطایا کا ثبوت

امام ابوداؤد نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب مال فے آتا آپ اسے اسی دن تقسیم فرمادیتے تھے آپ شادی شدہ کو دو حصے اور کنوارے کو ایک حصہ عطا فرماتے ہمیں بلایا گیا مجھے عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے بلایا جاتا تھا مجھے بلایا گیا آپ نے مجھے دو حصے عطا فرمائے میں شادی شدہ تھا پھر میرے بعد عمار رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کو ایک حصہ دیا گیا۔<sup>۳۳۱</sup>

”الموطا“ میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب لوگوں کو عطیات دیتے تو ان سے دریافت کرتے کیا تمہارے پاس زکوٰۃ کی ادائیگی کے قابل مال ہے؟ اگر کوئی شخص کہتا: ہاں تو آپ اس کے عطیہ سے اس مال کی زکوٰۃ لے لیتے (اور باقی اس کے حوالہ کر دیتے) اور اگر کوئی شخص کہتا: نہیں تو اس کا عطیہ اس کے حوالے کر دیتے اور اس میں سے کچھ نہ لیتے۔<sup>۳۳۲</sup>

امام ابویوسف <sup>۳۳۳</sup> نے ”کتاب الخراج“ میں کہا ہے: رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں مجاہدوں کے لیے

<sup>۳۳۱</sup> صحیح حدیث ابوداؤد: ۲۶۵۳ از عوف بن مالک رضی اللہ عنہ

<sup>۳۳۲</sup> الموطا ج ۱ ص ۲۳۵-۲۳۶ از قاسم بن محمد۔

<sup>۳۳۳</sup> امام مجتہد علامہ محدث قاضی القضاۃ ابویوسف بن یعقوب بن ابراہیم الانصاری الکوفی متوفی ۱۸۲ھ سترہ برس امام ابوحنیفہ کی صحبت میں رہے ان سے فقہ حاصل کی آپ امام ابوحنیفہ کے نہایت باخبر اور ہونہار شاگرد تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۵۳۵-۵۳۸)

وظیفہ مقرر نہ تھا، تمام امراء لشکر جو کچھ دوران جنگ مال غنیمت حاصل کرتے اس کے پانچ حصے کرتے تھے جن میں سے چار حصے مجاہدوں میں تقسیم کر دیئے جاتے تھے۔ اسی طرح خیبر وغیرہ جیسی زمینوں کی آمدنی کا معاملہ تھا جن کو بٹائی پر ان کے سابقہ مالکوں کے حوالہ کر دیا گیا تھا، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے آپ نے تمام مسلمانوں کا حصہ برابر کر دیا اور فرمایا: یہ ذریعہ معاش ہے اس میں برابری ترجیحات سے بہتر ہے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے دوسرا طریق کار اپنایا انہوں نے عطیات میں فضیلت کو معیار بنایا اور اسلام کے قبول کرنے میں سبقت حاصل کرنے والوں کو بعد والوں پر ترجیح دی اور اسی اعتبار سے سب مسلمانوں کے وظائف مقرر فرمائے۔

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت عمرو بن العلاء رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا آپ کا ارادہ فتح مکہ کے بعد ابوسفیان کے پاس مال بھیجنے کا تھا تا کہ وہ اس مال کو قریش میں تقسیم کر دیں، آپ نے مجھ سے فرمایا: اپنا ساتھی تلاش کر لو۔ ۳۳۳

### فصل پنجم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے دفتر کا قیام اور اس کا سبب

”دیوان“ دفتر جس میں فوجیوں اور عطیات حاصل کرنے والوں کے نام ہوتے تھے یہ اندراج قبائل اور ان کی ذیلی شاخوں کے اعتبار سے ہوتا تھا۔

”النهاية“ میں ہے دیوان دفتر جس میں فوجیوں اور عطیات پانے والوں کے نام ہوتے تھے۔

ابو ہلال العسکری نے ”الاوائل“ میں اور الماوردی نے ”الاحکام السلطانیہ“ میں ذکر کیا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے دیوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا۔ (صبح الاغشی، جزء ۱۳ ص ۱۰۶)

امام نووی کی ”تہذیب الاسماء“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مسلمانوں کے لیے دفتر قائم کیے رجسٹر بنائے اور عطیات میں ان کی سبقت اسلام کا خیال رکھا وہ حاضری کی اجازت اور عزت و اکرام میں بھی اسی چیز کا خیال رکھتے تھے۔ سب سے پہلے غزوہ بدر میں شرکت کرنے والوں کو اندر آنے کی اجازت ملتی تھی اور ان میں بھی سرفہرست حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

دفتر میں ناموں کا اندراج رسول اللہ ﷺ سے قرب کی بنیاد پر تھا سب سے پہلے بنو ہاشم پھر بنو المطلب پھر اسی ترتیب سے الاقرب فالاقرب معیار تھا۔

۳۳۴ احمد ج ۵ ص ۲۸۹، ابوداؤد: ۲۸۴، الاستیعاب، علی حاشیہ: ۱۱ ص ۵۳۰، طبرانی ”الکبیر“ ج ۷ ص ۷۳، از عمرو بن العلاء رضی اللہ عنہ۔ ابن عبد البر نے اسے یحییٰ بن معین از نوح بن یزید روایت کر کے کہا ہے: اس میں عبد اللہ بن عمرو بن العلاء راوی ہیں۔ (۱۱ ص ۵۹۳۲ ج ۳ ص ۱۱) مکمل حدیث ہے: پھر میرے پاس عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا: مجھے خبر ملی ہے تم جانے والے ہو اور تمہیں ایک ساتھی کی تلاش ہے میں نے کہا: ہاں، کہا: میں تیرا ساتھی ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا: میں نے ساتھی پالیا ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا جب تمہیں ساتھی مل جائے تو مجھے اطلاع کرنا، آپ نے دریافت فرمایا: کون ہے؟ میں نے کہا: عمرو بن امیہ الضمری، آپ نے فرمایا: جب تم اپنی قوم کے علاقہ میں جاؤ تو ان سے بچ کر رہنا، کیونکہ کسی قاتل کا قول ہے: الکفری تیرا بھائی ہے تو اس کو امین نہ سمجھ۔



”صبح الاعشی“ (ج ۱ ص ۴۱۳) میں ہے العسکری نے ذکر کیا ہے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال ترتیب دیا۔ لیکن دوسرے مقام پر ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المال کے نگران تھے۔ اس طرح بیت المال کا قیام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔

علامہ سیوطی نے ”تاریخ الخلفاء“ (ص ۹۴) میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے: آپ ہی نے سب سے پہلے بیت المال قائم کیا۔ ابن سعد نے حضرت سہل بن ابی خیثمہ وغیرہ سے نقل کیا ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بیت المال سخ میں تھا اس کا کوئی چوکیدار نہ تھا ان سے کہا گیا: آپ اس پر نگران کیوں نہیں مقرر کرتے؟ فرمایا: اس پر تالا پڑا ہے بیت المال میں جو کچھ ہوتا اسے تقسیم کر کے فارغ ہو جاتے۔ جب آپ مدینہ منورہ منتقل ہوئے بیت المال اپنے گھر میں منتقل کر لیا آپ کے پاس جو مال آتا فقراء میں برابر برابر تقسیم کر دیتے۔ عطایا میں بھی برابری کا خیال رکھے تھے۔ بیت المال سے اونٹ، گھوڑے اور اسلحہ خرید کر اسے راہِ خدا میں وقف کر دیتے ایک مرتبہ آپ نے بیت المال سے باہر سے آنے والی چادریں خریدیں اور ان کو مدینہ طیبہ کی بیواؤں میں تقسیم کر دیا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تدفین کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امینوں کو بلایا اور حضرت ابو بکر کے گھر میں داخل ہوئے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما بھی ان میں شامل تھے انہوں نے بیت المال کا دروازہ کھلوا دیا اندر درہم و دینار (روپیہ پیسہ) کچھ بھی نہیں تھا۔

اس اثر (منقولہ خبر) سے ”الاوائل“ میں العسکری کے اس قول کا رد ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال قائم کیا۔ میں نے اوائل عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تالیف کردہ اپنی کتاب میں اس کی تردید کی ہے۔ پھر میں نے دیکھا العسکری نے اپنی ایک ایسی کتاب میں ایک اور مقام پر متنبہ کرتے ہوئے کہا ہے: سب سے پہلے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیت المال کے نگران مقرر ہوئے۔ (ص ۳۱)

ان روایت کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ بیت المال سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی نے قائم کیا تھا مگر رقومات اور اشیاء کا باقاعدہ شمار اور اندراج نہیں ہوتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی سب سے پہلے بیت المال کو مدون اور مرتب کیا۔

ابن الاثیر کی ”تاریخ الکامل“ میں ہے ۱۵ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تنخواہیں مقرر کیں دفاتر مدون کیے اور وظائف دیئے۔

الماوردی کی ”الاحکام السلطانیہ“ میں دیوان مرتب کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے کئی اقوال ذکر کیے گئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لے کر آپ کے پاس آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کتنا مال لائے ہو؟ انہوں نے کہا: پانچ لاکھ درہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے زیادہ سمجھا اور فرمایا: جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں پانچ مرتبہ سو ہزار (پانچ لاکھ)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: لوگو! ہمارے پاس بہت مال آیا



ہے اگر تم چاہو تو تم کو ماپ کر دیں اور اگر چاہو تو گن کر دیں ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: امیر المؤمنین! میں نے عجمیوں کو دیکھا ہے اس کام کے لیے رجسٹر ترتیب دیتے ہیں آپ بھی دیوان مرتب کر لیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجسٹروں کی ترتیب اور تدوین کے بارے میں لوگوں سے مشورہ طلب کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: کثیر مال آیا ہے لوگ بہت ہیں اگر اس کا حساب نہ رکھا گیا کہ کس نے لیا ہے اور کس نے نہیں لیا تو مجھے اندیشہ ہے انتشار پیدا ہوگا۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے شام میں دیکھا ہے بادشاہوں کے پاس رجسٹر تھے اور فوجیوں کے ناموں کا اندراج ہوتا تھا آپ بھی رجسٹر تیار کرائیں اور فوجیوں کا ریکارڈ بنوائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تجویز مان لی اور حضرت عقیل بن ابی طالب مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا (یہ سب قریش کے جوانوں میں سے تھے) اور ان کو حکم دیا کہ درجہ بدرجہ لوگوں کے نام لکھیں۔

الشہاب المرجانی کی کتاب ”وفیات الاسلاف“ (ص ۲۶۸) میں ہے مملکت اسلامیہ میں سب سے پہلے محرم ۲۰ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوج کے رجسٹر مدون کیے۔ آپ نے قریش کے لکھنے والوں حضرت عقیل بن ابی طالب حضرت مخرمہ اور حضرت جبیر رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے تاحال فوج کے رجسٹر لکھنے کا حکم دیا اندراج میں نسب کا خیال رکھا گیا اور الاقرب فالاقرب کا اصول اپنایا گیا۔

علامہ الخزاعی نے یہاں بالتفصیل لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں کا اندراج صرف مخصوص اوقات میں ہوتا تھا مثلاً آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی مردم شماری کا حکم دیا اسی طرح آپ کے عہد ہمایوں میں عطایا کے لیے وقت معین تھا نہ اس کی مقدار معین تھی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگوں کی کثرت ہو گئی اور مختلف علاقوں اور اطراف سے مال غنیمت جمع ہونے لگا اور ریکارڈ مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے دیوان مرتب کرائے اور ان میں ناموں کی ترتیب الاقرب فالاقرب پر رکھی۔ (سب سے پہلے حضور ﷺ کے خاندان والے پھر درجہ بدرجہ دوسرے افراد)۔

لیکن میں نے امام علاؤ الدین الکاسانی الحنفی کی کتاب ”بدائع الصنائع“ (جز ۲، ص ۴۵) میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے رؤساء قریش مثلاً ابوسفیان بن حرب صفوان بن امیہ اور اقرع بن حابس تسمی رضی اللہ عنہم کو عطیات دینے کے ذکر میں یہ عبارت پائی ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے مولفۃ القلوب کو کچھ نہیں دیا علامہ کہتے ہیں: مروی ہے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد قریش کے یہ سردار حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے ان کے حصوں پر مشتمل تحریر میں تبدیلی کا مطالبہ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے تبدیل کر دیا پھر یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس تبدیلی کی خبر دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ سے تحریر لی اور اسے پھاڑ دیا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ تمہاری تالیف قلب کے لیے تمہیں عطیات دیتے تھے تاکہ تم اسلام پر ثابت قدم رہو اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی ہے اور اپنے دین کو غالب فرما دیا ہے (اب بھاری عطیات دے کر تمہاری دلجوئی کی ضرورت نہیں رہی)۔ یہ لوگ واپس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت عمر رضی اللہ

عنه کی کارروائی کے بارے میں بتایا اور آپ خلیفہ ہیں یا عمر؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انشاء اللہ وہی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول اور عمل کا انکار نہ کیا صحابہ کرام کو اس کی خبر ہوئی انہوں نے بھی اسے برانہ سمجھا۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں بھی عطایا کا اندراج اور ریکارڈ ہوتا تھا اور لوگ باقاعدہ طریقہ سے عطیات حاصل کرتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک ہی میں یہ سارا کام باقاعدہ مدون ہو چکا تھا۔ عطیات وصول کرنے والوں کی فہرست ہوتی تھی۔ یہی دیوان (دفتر) ہے۔ فتمثل۔

”صبح الاعشی“ (ج ۱ ص ۱۱) میں القضاہ سے یہ روایت نقل کرنے کے بعد کہ حضرت زبیر بن العوام اور حضرت جہم بن الصلت رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے لیے صدقات کے اموال تحریر کرتے تھے اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کھجوروں کے پھلوں کا اندازہ لکھتے تھے لکھا کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ رجسٹروں میں اندراج رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں شروع ہوا۔

اس باب کی پہلی فصل میں حافظ ابن حجر کی ”فتح الباری“ سے منقول بحث ایک مرتبہ پھر دیکھ لیں۔

ابن العربی کی ”الاحکام“ میں ہے کہ رہی دیوان کی نگرانی تو یہ رجسٹر نبی ﷺ کی نگرانی میں اور آپ کے بعد خلفاء راشدین کی زیر نگرانی رہتا تھا اس میں فوجیوں کے نام تحریر ہوتے تھے تاکہ ان کے وظائف کا ریکارڈ رہے نیز اموال کا ریکارڈ ہوتا کہ مستحقین کے لیے اس کے فوائد کا حصول آسان ہو۔

”الاصابہ“ میں عبدالرحمن بن عبدالقاری کے تذکرہ میں ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیت المال کے نگران تھے۔

البزار نے روایت کیا ہے علامہ سیوطی نے اسے الجمع میں ضعیف قرار دیتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف خط لکھا گیا آپ نے عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس کا جواب دو۔ حضرت عبد اللہ بن ارقم نے خط لے کر اس کا جواب لکھا پھر اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے آپ نے فرمایا: تو نے اچھا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ بات میرے دل میں رہی تا آنکہ میں خلیفہ بنا تو میں نے عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بیت المال کا والی مقرر کر دیا۔ ۳۳۵

امام بیہقی نے ”السنن“ میں ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قضاء (منصفی) اور بیت المال پر عامل مقرر فرمایا۔

علامہ المناوی نے ”شرح الشمانل“ میں ابو جحیفہ وھب السوائی کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے محبت کرتے تھے اسے وھب الخیر کہتے تھے اور آپ نے وھب کو بیت المال پر مقرر کیا تھا۔

علامہ تقی المقریزی کی ”الخطط“ میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر میں تمام قبائل عرب میں ایک آدمی مقرر کیا تھا جو ہر روز ان کی مجالس کا چکر لگاتا اور کہتا تھا: کیا تمہارے ہاں آج رات کو کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ یا تمہارے پاس کوئی مہمان آیا ہے؟ اسے کہا جاتا: فلاں کے ہاں بچہ یا بچی پیدا ہوئی ہے فلاں کے ہاں فلاں قبیلہ کے

۳۳۵ ضعیف روایت الجمع ج ۱ ص ۱۵۲-۱۵۳ بیہقی نے کہا: اس میں محمد بن صدقہ اللہ کی ہے المیزان میں ہے اس کی حدیث منکر ہے۔

صاحب اہل و عیال سمیت آئے ہیں جب وہ قبیلہ والوں سے معلومات حاصل کر لیتا تو دفتر میں آ کر اسے لکھ لیا کرتا تھا۔

## ریکارڈ سازی میں مسلمانوں کا تسامح

اموی اور عباسی حکمرانوں نے ریکارڈ سازی سے بے توجہی برتی اس دور میں دیوان (مختلف قسم کے رجسٹر) غیر عربی زبانوں میں تھے۔ ”صبح الاعشی“ (ج ۱ ص ۲۲۳) میں ہے سب سے پہلے عبدالملک بن مروان کی خلافت میں حجاج بن یوسف نے عراق کا دیوان فارسی سے عربی میں منتقل کیا، منتقلی کا کام صالح بن عبدالرحمن سے لیا گیا اور شام کے دیوان رومی زبان سے عربی زبان میں عبدالملک بن مروان نے اپنے مراسلہ نویس حسین کے غلام سلیمان بن سعید سے منتقل کروائے۔ پھر عبدالملک نے اسے شام کے تمام ریکارڈ کا نگران مقرر کر دیا۔ ”المنہاج فی صنعة الخراج“ کے مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ مصری دیوان سب سے پہلے عبدالعزیز بن مروان نے مصر پر اپنی گورنری کے دور میں قبطلی سے عربی زبان میں منتقل کرائے۔

علامہ شہاب المرجانی ”الوفیہ“ (ص ۳۶۸) میں کہتے ہیں کہ اسلام آنے کے بعد ٹیکس اور خراج کے دیوان بدستور سابقہ زبانوں میں رہے چنانچہ عراقی دیوان فارسی میں اور شامی دیوان رومی زبان میں تھا اور فریقین کے درمیان معاہدے بھی انہیں زبانوں میں تھے یہاں تک کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے سلیمان بن سعد کو شامی دیوان عربی میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے ایک سال میں یہ کام مکمل کر دیا اور حجاج نے اپنے کاتب صالح بن عبدالرحمن کو عراقی دیوان فارسی زبان سے عربی زبان میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔

گویا کہ اہل عرب اپنی بے توجہی کی وجہ سے ریکارڈ سابقہ زبانوں میں رکھتے تھے یا پھر جن علاقوں کو فتح کرتے ان میں رائج عام زبان دیوان میں استعمال کرتے تھے۔ اس کی مثال ”الروض القرطاس“ (ص ۲۵) میں قرویین اور ان کے خطباء کے ذکر میں موجود ہے کہ دولت موحہ یہ والے جب فاس پر حکمران ہوئے انہوں نے وہاں کے خطیب کو معزول کر دیا اور دوسرا بربری زبان جاننے والا خطیب مقرر کیا۔

ابن ابی زرع نے کہا ہے: موحہ دین صرف اسی کو خطیب و امام مقرر کرتے تھے جو بربری زبان کو جانتا تھا۔ ”الجدوة“ (ص ۳۳) میں ابن القاضی کی عبارت ہے پھر موحہ دین شہر فاس میں داخل ہوئے تو انہوں نے وہاں کے خطیب کو ہٹا دیا اور اس کی جگہ ابوالحسن بن عطیہ کو مقرر کر دیا کیونکہ وہ بربری جانتا تھا اور اس نے بربری زبان میں خطبہ دیا۔

### اختیار

اہل عرب آثار قدیمہ کی عبارتیں پڑھنے میں یورپ کے ماہرین آثار قدیمہ سے سبقت لے گئے ہیں عربوں نے ان تحریروں اور اشاراتی زبان کا عربی میں ترجمہ کیا اور ان عربی کتب کے توسط سے یورپ ان قدیم زبانوں کی معرفت اور قدیم تحریریں پڑھنے کے فن میں کمال تک پہنچا ہے۔

چوتھی صدی یا تیسری صدی ہجری کے آخر میں احمد بن وحشیہ النبطی المتوفی ۳۲۲ھ نے اپنی کتاب ”شوق

المستهام الى معرفة رموز الاقلام“ تالیف کی یہ اپنے موضوع پر نادر کتاب ہے، مؤلف نے اس کتاب میں قدیم زمانہ میں گزشتہ اقوام میں رائج تحریروں کی تصویریں جمع کی ہیں اور ان تمام تحریروں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور اسے اس طرح ترتیب دیا ہے کہ مطالعہ کرنے والے کو آسانی ہو اور وہ بہ سہولت ان قدیم تحریروں کا جو مختلف النوع ہیں عربی زبان میں ترجمہ کر سکے اور دانش مند وزیرک انسان چار گھنٹوں سے کم وقت میں اپنے مطلوب کو پالے۔ انگریزوں نے آج سے ایک سو تیس سال پہلے اس کتاب کا ترجمہ کیا اور اسے شائع کر دیا جس سے گزشتہ اقوام کے علوم و فنون، احوال و واقعات جو تاحال گمنامی میں تھے واضح ہو کر سامنے آ گئے۔

### فصل ششم: مجاہدین کے دیوان میں نام لکھوانے کے لیے عمر کی حد

امام ترمذی نے نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے چودہ سال کی عمر میں لشکر میں شمولیت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے مجھے منظور نہ فرمایا، پھر آئندہ سال پندرہ سال کی عمر میں مجھے پیش کیا گیا تو آپ نے میری شرکت کو منظور فرمایا، حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے یہ حدیث بیان کی گئی تو انہوں نے کہا: یہ صغیر اور کبیر (چھوٹے اور بڑے) کے درمیان حد ہے۔ پھر انہوں نے یہ حکم جاری کر دیا کہ پندرہ سال کو پہنچنے والے کا حصہ مقرر کر دیا جائے۔<sup>۳۳۶</sup>

مؤلف کہتے ہیں: ”الاصابہ“ (حدیث: ۲۵۶۶، ج ۱ ص ۴۹۵) میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے رافع نے کہا: مجھے غزوہ بدر کے موقع پر نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے مجھے کم سن قرار دیا اور غزوہ احد میں مجھے شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

”الاصابہ“ میں حضرت زید بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ ابن مندہ نے روایت کیا ہے نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو نو عمری کی وجہ سے واپس کر دیا تھا ان میں زید بن حارثہ، براء بن عازب، زید بن ارقم، سعد بن جبہ<sup>۳۳۷</sup> عبد اللہ بن عمر اور جابر<sup>۳۳۸</sup> رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

”الاصابہ“ (حدیث: ۶۰۵۷، ج ۳ ص ۳۵) میں حضرت عمیر بن ابی وقاص القرشی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ امام حاکم نے از طریق اسماعیل بن محمد بن سعد از عم خود عامر بن سعد از والد خود سعد رضی اللہ عنہ یہ روایت ذکر کی ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر مجاہدین کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے عمیر بن ابی وقاص کو واپس کر دیا، عمیر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو آپ نے اسے ساتھ جانے کی اجازت دے دی اور ان پر ان کی تلوار کا پرتلہ (تلوار کا پٹہ یا پٹی جس سے اسے لٹکاتے ہیں) تھا۔<sup>۳۳۹</sup>

<sup>۳۳۶</sup> صحیح حدیث بخاری: ۲۶۶۳-۳۰۹۷، مسلم: ۱۸۶۸، ابوداؤد: ۴۴۰۶-۴۴۰۷، ترمذی: ۱۷۱۱، نسائی ج ۶ ص ۱۵۵-۱۵۶، ابن ماجہ:

۲۵۳۳، احمد ج ۲ ص ۱۷، ابن سعد ”الطبقات“ ج ۳ ص ۱۴۳، ابن حبان: ۴۸۲۸، بیہقی ”السنن“ ج ۳ ص ۸۳، ج ۶ ص ۵۳-۵۵، ج ۸ ص

ص ۲۶۴، ج ۹ ص ۲۱-۲۲، ”الدلائل“ ج ۳ ص ۳۹۵، از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

<sup>۳۳۷</sup> الاصابہ: ۳۱۳۰، الاستیعاب علی حاشی الاصابہ ج ۲ ص ۵۲۔

<sup>۳۳۸</sup> الاستیعاب علی حاشی الاصابہ ج ۲ ص ۵۲۔

<sup>۳۳۹</sup> ضعیف روایت المستدرک ج ۳ ص ۱۸۸، از سعد رضی اللہ عنہ۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن امام بخاری اور مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔ ذہبی نے کہا ہے: اس میں یعقوب ضعیف راوی ہے۔

ابن سعد نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: میں نے اپنے بھائی عمیر بن ابی وقاص کو دیکھا بدر کے دن مجاہدین کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیے جانے سے پہلے وہ چھپ رہے تھے میں نے پوچھا: کیوں چھپتے پھرتے ہو؟ کہا: مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تو مجھے کم عمر سمجھ واپس کر دیں گے اور میں لشکر کے ساتھ جانا چاہتا ہوں شاید کہ اللہ مجھے شہادت کی موت عطا فرمادے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عمیر کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے اسے کم عمر جان کر واپس کر دیا عمیر رونے لگا تو آپ نے اجازت دے دی۔ حضرت سعد فرماتے ہیں: ان کی کم سنی کی وجہ سے میں ان کی تلوار کا پرتلہ باندھتا تھا عمیر رضی اللہ عنہ نے سولہ سال کی عمر میں (غزوہ بدر میں) شہادت پائی۔<sup>۳۴۰</sup>

### فصل ہفتم: رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہر سال مجاہدین کو پیش کرنا

”الاستیعاب“ میں علامہ ابن عبد البر نے حضرت سمرہ بن جندب کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ ہر سال انصار کے لڑکے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے جاتے تھے (کہ ان میں کون مجاہدین میں شمولیت کے قابل ہے) ایک لڑکے کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے اسے لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت مرحمت فرمادی اس کے بعد حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا آپ نے اسے واپس کر دیا حضرت سمرہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اس لڑکے کو اجازت دی ہے اور مجھے واپس کر دیا ہے اگر میں اس سے کشتی لڑوں تو میں اسے پچھاڑ دوں نبی ﷺ نے مجھے اس لڑکے سے کشتی لڑنے کی اجازت دی تو میں نے اسے کشتی میں پچھاڑ دیا نبی ﷺ نے مجھے بھی لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔<sup>۳۴۱</sup>

”الاصابہ“ میں بھی ابن اسحاق سے ایسی روایت منقول ہے۔<sup>۳۴۲</sup> امام شافعی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے چودہ سال کے سترہ نو عمر صحابہ کو واپس کر دیا آپ نے ان کو نابالغ قرار دیا اگلے سال پندرہ سال کی عمر میں ان کو غزوہ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمادی۔

البرہان النجفی نے کہا: ممکن ہے امام شافعی کی مراد یہ ہو کہ ان سترہ نو عمر صحابہ کو غزوہ احد میں شرکت سے روک دیا گیا یا یہ کہ مختلف غزوات میں رسول اللہ ﷺ نے اس عمر کے صحابہ کو واپس کر دیا دونوں صورتیں یکساں مفاد کی حامل ہیں تاہم امام شافعی کے ظاہر کلام سے پہلا احتمال مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے پہلے غزوہ احد میں سترہ واپس کیے جانے والے صحابہ کو شمار کیا ہے پھر ان دو نو عمر صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کو اجازت دی گئی۔

”المواہب“ کے شارح نے ان کی تعداد بیس تک پہنچائی ہے۔ (ج ۲ ص ۲۴)

مجاہدین کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کرنے کے لیے ان کی صفیں بنائی جاتی تھیں اور حضور ﷺ ملاحظہ فرماتے تھے۔

۳۴۰ نہایت ضعیف روایت الاصابہ: ۶۰۵ ج ۳ ص ۳۵-۳۶ میں اسے ابن سعد کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے اسے واقدی نے ابی بکر بن اسماعیل بن محمد بن سعد از والد خود روایت کیا ہے اور واقدی محدثین کے نزدیک کذب سے مہم ہے۔

۳۴۱ الاستیعاب ج ۲ ص ۷۸-۷۹ از جعفر انصاری رضی اللہ عنہ۔

۳۴۲ الاصابہ ۵۷۳ ج ۲ ص ۷۸-۷۹ از ابن اسحاق باسند۔

”طبقات ابن سعد“ (ج ۴ ص ۱۵) میں حضرت عباس بن مرداس السلمی رضی اللہ عنہ کی آمد کے قصہ میں ہے کہ وہ اپنی قوم کے نو سوا افراد کے ساتھ جو گھوڑوں پر سوار نیزے اور زرہیں سنبھالے ہوئے تھے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ غزوہ فتح مکہ میں شریک ہوں، عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ملاحظہ کے لیے صف بندی کر لی، آپ کی ایک جانب حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما تھے۔

## والدین کی اجازت کے بغیر رسول اللہ ﷺ کا جہاد میں شرکت

### کی اجازت نہ دینا

امام ابوداؤد نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے یمن سے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی، آپ نے دریافت فرمایا: یمن میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے کہا: میرے والدین ہیں، آپ نے فرمایا: کیا انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ عرض کی: نہیں، فرمایا: ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے اجازت لے کر آؤ، اگر وہ تمہیں اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرو۔<sup>۳۴۳</sup>

امام احمد اور نسائی نے حضرت معاویہ بن جابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ بن جابہ السلمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: میں غزوہ میں جانا چاہتا ہوں، آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں، آپ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، ارشاد فرمایا: ماں کے ساتھ لگے رہو کہ جنت اس کے پیر کے پاس ہے۔<sup>۳۴۴</sup>

## سالار لشکر کے لیے سائبان کی تیاری تاکہ وہ لشکر پر نظر رکھ سکے

غزوہ بدر کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سائبان (عریش) میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

سیرت ابن اسحاق اور تہذیب ابن ہشام (ج ۱ ص ۶۲۱) میں ہے بدر کے روز حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ نے گزارش کی: اے اللہ کے نبی! کیا ہم آپ کے لیے عریش (سائبان چھپر) نہ بنادیں، آپ اس میں آرام فرما ہوں اور ہم آپ کے پاس سواری کے لیے اونٹ تیار رکھیں، پھر ہم اپنے دشمن سے مقابلہ کریں، پھر اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عزت سے نوازے اور ہمارے دشمن پر ہمیں غلبہ عطا فرمائے تو یہ ہماری محبوب ترین چیز ہے اور اگر معاملہ برعکس ہو جائے تو آپ اپنی سواری پر سوار ہوں اور آپ ہماری قوم کے پیچھے رہ جانے والوں کے

<sup>۳۴۳</sup> ضعیف الاسناد ابوداؤد: ۲۵۳۰ از ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ اس کے اسناد میں دراج از ابوالہشیم ہے اور اس ابوالہشیم سے روایت میں

ضعیف ہے، لیکن اس روایت کے شواہد اسے حسن کے درجہ میں لائے ہیں جیسا کہ آئندہ روایت ہے۔

<sup>۳۴۴</sup> حسن حدیث نسائی ج ۶ ص ۱۱۱ ابن ماجہ: ۲۷۸۱ احمد ج ۳ ص ۲۲۹ طبرانی ”الوسط“ از معاویہ بن جابہ رضی اللہ عنہ۔ بیہقی نے کہا: اس

کے رجال ثقہ ہیں شیخ عبد القادر الارناؤوط نے جامع الاصول: ۱۹۷ میں اس کے اسناد کو حسن کہا ہے۔



ہاں تشریف لے جائیں، اے اللہ کے نبی! کئی ایسے لوگ اس غزوہ میں شرکت سے پیچھے رہ گئے ہیں جو آپ سے محبت کرنے میں ہم سے کم نہیں ہیں، اگر ان کا یہ خیال ہوتا کہ آپ کو جنگ سے واسطہ پڑے گا تو وہ پیچھے نہ رہتے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ کی حفاظت فرمائے گا وہ آپ کی خیر خواہی کریں گے اور آپ کے ساتھ جہاد کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے سعد کی تعریف کی اور ان کو دعائے خیر سے نوازا، پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے سائبان تیار کیا اور حضور ﷺ اس سائبان میں رہے۔<sup>۳۳۵</sup> (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۶)

ابن بادیس نے کہا: عریش ہودج (اونٹ کی چھت دار کاٹھی جس میں دو آدمی آمنے سامنے بیٹھتے ہیں) کجاوے سے ملتا جلتا چھپر یا لکڑیوں سے تیار کردہ خیمہ ہے، اس کی جمع عرش آتی ہے۔ مکہ کے گھروں کو اسی لیے عریش کہا گیا کہ لکڑیاں گاڑ کر ان پر سایہ کرنے کے لیے کوئی چیز ڈال دی جاتی تھی۔ علامہ سیہلی نے کہا: ابو حنیفہ نے ذکر کیا ہے کہ چار یا پانچ کھجوروں کے ایسے درخت جن کی جڑ ایک ہو ان کو عریش کہتے ہیں۔

## اظہار قوت و شوکت کے لیے حریف سردار کے سامنے لشکر اسلام کا مارچ

فتح مکہ کے تذکرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے عباس! ابوسفیان کو وادی کے تنگنائے پر پہاڑ کے ناکے کے پاس روک رکھیں، یہاں تک کہ وہاں سے اللہ کے لشکر گزر جائیں جب وہاں سے کوئی قبیلہ گزرتا، ابوسفیان پوچھتے کہ عباس یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس کہتے ہیں: میں کہتا: یہ بنو فلاں ہیں، ابوسفیان کہتے: مجھے اس سے کیا واسطہ، یہاں تک کہ نبی ﷺ اپنے سبز دستہ کے ساتھ گزرے، یعنی لوہے کی زرہوں اور خودوں کی وجہ سے وہ دستہ سبز پوش نظر آ رہا تھا، اس دستہ میں مہاجرین و انصار شامل تھے، لوہے میں صرف ان کی آنکھوں کی سیاہی نظر آ رہی تھی، ابوسفیان نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس فرماتے ہیں: میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ، مہاجرین اور انصار کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں، ابوسفیان بولے: بھلا ان سے محاذ آرائی اور مقابلے کی طاقت کسے ہے، بخدا تمہارے بھتیجے کی بادشاہت زبردست ہو گئی۔<sup>۳۳۶</sup> سیرت کی کتابوں میں مکمل واقعہ مذکور ہے۔

جناب ابوسفیان کا یہ کہنا کہ مجھے ان لوگوں سے کیا واسطہ، اہل عرب یہ جملہ اس وقت بولتے تھے جب وہ کسی چیز سے خوف زدہ ہوتے یا اس سے نقصان کا اندیشہ ہوتا تھا۔ اس کا تعلق بلاغت سے ہے۔

”الفوائد“ میں ہے جناب ابوسفیان کو اسلامی لشکر کا مارچ دکھانے کی ضرورت اس لیے تھی تاکہ ان کے دل

<sup>۳۳۵</sup> ضعیف الاسناد، سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۶۲۰-۶۲۱، از ابوالحاق اسحاق، اسناد میں مجاہل ہیں۔

<sup>۳۳۶</sup> صحیح حدیث، بخاری: ۴۲۸۰، از مرسل عروہ رضی اللہ عنہ، مجمع ج ۶ ص ۱۶۳-۱۶۴ کے مطابق اسے طبرانی نے موصولاً روایت کیا ہے

المطالب العالیہ: ۴۳۶۲ کے مطابق اسے اسحاق بن راہویہ نے بھی موصولاً ذکر کیا ہے، ابن سعد ”طبقات“ ج ۲ ص ۱۳۳-۱۳۵، تہذیب

”الدلائل“ ج ۳ ص ۳۳-۳۵، از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ السریۃ النبویہ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۹۹-۴۰۵، صحیح السیرۃ النبویہ ص ۴۰۶۔

<sup>۴۰۸</sup> تہذیب۔ نے مجمع میں کہا ہے: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں اور وہ افلاک ابن حجر نے ”المطالب العالیہ“ میں کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔



میں لشکر اسلام کی ہیبت سما جائے اگرچہ اس وقت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکے تھے تاہم لشکر کا معائنہ ان کے ایمان کی تقویت کا سبب تھا اور لشکر اسلام کے معائنہ سے وہ اپنی قوم کو صحیح صورت حال سے بطریق احسن آگاہ کر سکتے تھے اور یہ کہ ان کو معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی مژد فرمائی ہے اپنے رسول کو غلبہ عطا فرمایا ہے اور اپنا وعدہ سچا فرمایا ہے۔ اسی حکمت کے تحت فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں دخول والی رات کو آپ ﷺ نے شکر میں شامل ہر مجاہد کو اپنے ٹھکانے پر الگ الگ آگ جلانے کا حکم فرمایا تھا۔

## لشکروں کے سرداروں اور کمانڈروں (عرفاء) کا بیان

علامہ الباجی نے ”المنتقى“ میں کہا ہے: شاید فوجی سرداروں کو عریف اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ لشکر کے احوال سے واقف ہوتے ہیں۔ دوسرے علماء نے کہا ہے: عریف عظیم (سردار) کے معنی میں ہے۔ ”النہایہ“ میں ہے عریف قبیلہ اور لوگوں کے ایک گروہ کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا ہوتا ہے وہ اس قبیلہ یا جماعت کے معاملات کا نگران ہوتا ہے اور امیر کو ان کے معاملات سے آگاہ کرتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے: سردار کو اس لیے عریف کہا جاتا ہے کہ وہ بوقت ضرورت اپنے افسر اعلیٰ کو ماتحتوں کے حالات اور ضرورتوں سے آگاہ کرتا ہے۔

صحیح البخاری میں ہے کہ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان لوگوں نے اپنے قیدیوں کی رہائی اور اموال کی واپسی کا سوال کیا رسول اللہ ﷺ نے صرف ان کے قیدیوں کی رہائی کے مطالبہ کو پسند فرمایا اس سلسلہ میں آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا (کہ وہ ان کے قیدیوں کو واپس کر دیں) تو لوگوں نے کہا: ہم اس پر راضی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم نہیں جانتے تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی تم واپس جاؤ تمہارے عرفاء (سردار قائد) ہمیں تمہارے فیصلہ سے آگاہ کریں لوگ واپس گئے ان کے قائدین نے ان سے گفتگو کی پھر قائدین واپس آئے اور انہوں نے نبی ﷺ کو لوگوں کی رضامندی سے آگاہ کیا۔ ۳۳۷

امام ابو داؤد نے ”سنن“ میں ”کتاب الخراج والامارة“ میں ”باب فی العرافة“ کے تحت حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے شانے پر ہاتھ مار کر ان سے فرمایا: اے قدیم (مقدم)! تم نے فلاح پائی اگر تم اس حال میں مرے کہ تم نہ امیر ہو نہ کاتب اور عریف۔ ۳۳۸

پھر اس کے بعد یہ حدیث ذکر کی کہ ”عرافت (سرداری) حق ہے لوگوں کے لیے عرفاء ضروری ہیں لیکن عرفاء

۳۳۷ صحیح حدیث بخاری: ۲۵۳۹-۲۵۴۰-۲۶۰۷-۲۶۰۸-۲۶۳۱-۲۶۳۲-۳۱۳۱-۳۱۳۲-۳۳۱۸-۳۳۱۹ از مردان اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما۔

۳۳۸ ضعیف روایت ابو داؤد: ۲۹۳۳ احمد ج ۴ ص ۱۳۳ ابن عساکر ”تاریخ دمشق“ ج ۷ ص ۸۰ از صالح بن یحییٰ بن المقدم از جد خود

مقدم بن معد کرب۔۔۔۔۔ یہ اسناد ضعیف ہے اسے ذہبی نے ”دیوان الضعفاء“ میں ذکر کر کے مجہول کیا ہے۔ المغنی اور الکاشف میں اسے محل نظر اور اقرب میں لین کہا گیا ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیں سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ۱۱۳۳)

جہنم میں ہیں“ ۳۴۹ علامہ ابوالحسنات کی ”عون الودود“ میں ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفاء کی مذمت کے باوجود عرفاء مقرر کرنا ممنوع نہیں ہے۔ علامہ ابن بطلال کہتے ہیں: حدیث صحیح میں عرفاء (سردار) مقرر کرنے کی مشروعیت پر دلیل ہے کیونکہ امام (خلیفہ سلطان) کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ تمام متعلقہ امور بذات خود سرانجام دے۔ اس کو مملکت اور افواج سے متعلق امور کی انجام دہی کے لیے ایسے افراد کی ضرورت ہے جو اس کی معاونت کریں۔

علامہ ابن بطلال ارشاد نبوی: ”عرفاء آگ (جہنم) میں ہیں“ ۳۵۰ پر لکھتے ہیں: اس سے پتہ چلتا ہے کہ عرافت (سرداری) پر خطر ہے اور اسے پانے والا کسی آفت میں مبتلا ہونے سے امن میں نہیں ہے۔ سو عامل کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ سے ڈرے۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ”عرافت حق ہے“ کا مطلب ہے: عرفاء مقرر کرنا ضروری ہے کیونکہ امیر کو اپنی معاونت کے لیے ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی ان کے تقرر کی مصلحت ہے اور صحیح البخاری کی حدیث کے مطابق عہد نبوی میں عراف موجود تھے۔

صحیح البخاری کے ”باب العرفاء للناس“ کے تحت فتح الباری میں ”الاصابہ“ کے حوالے سے اس کی اصل موجود ہے۔ الاصابہ میں حضرت جندب بن نعمان الازدی کے تذکرہ میں ابن عساکر کی تاریخ سے منقول ہے کہ ابو عزیر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، اچھے مسلمان رہے۔ حضور ﷺ نے ان کو اپنی قوم کا مرید مقرر فرمایا۔ ۳۵۱

”الاصابہ“ ۳۵۲ ہی میں حضرت رافع بن خدیج الانصاری کے تذکرہ میں ہے آپ مدینہ طیبہ میں اپنی قوم کے عریف تھے۔ بعض مراکشی علماء نے مذکور الصدر حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عریف مقرر کرنا ضروری ہے تاکہ جنگوں، ضمانتوں اور دوسرے تمام معاملات میں سردار اور قائدین اپنے ہم قبیلہ اور زیر اثر لوگوں کی ذمہ داری نبھائیں۔ اس استدلال کی گہرائی واضح ہے۔

## نقیبوں (قبیلہ کے ذمہ دار سردار) کا بیان

”الاصابہ“ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے حاکم نے روایت کیا ہے جب حضرت

۳۴۹ ضعیف روایت ابو داؤد: ۲۹۳۴ از غالب القطان از شخصے از والد خود از جد خود۔ اس کے اسناد میں تین مجاہل ہیں۔

(ضعیف الجامع: ۱۵۰۷)

۳۵۰ ضعیف حدیث اس سے تشریحی حکم مستنبط نہیں ہوتا۔

۳۵۱ ضعیف روایت ۱۱۱ صابہ: ۲۳۰ ج ۱ ص ۲۵۱ کے مطابق اسے ابن عساکر نے بایں الفاظ روایت کیا ہے: میں نے ابوالحسن الرازی کو

کتاب میں پڑھا مجھ سے ابونصر ظفر بن محمد بن عمر بن حفص بن عمر بن سعید بن ابی عزیز الازدی نے حدیث بیان کی۔۔۔ الخ حدیث

اس روایت میں متعدد مجاہل ہیں جن کا مجھے کہیں تذکرہ نہیں ملا۔

۳۵۲ ۱۱۱ صابہ: ۱۱۱ ج ۱ ص ۳۴۔



ہدایا العمال“ میں بھی اسے مکمل روایت کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین بھی آپ کے طریقہ کے مطابق عمال کا محاسبہ کرتے تھے۔

ابن قتیبہ نے ”عیون الاخبار“ میں کہا ہے: نبی ﷺ کے وصال کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن سے واپسی پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنا حساب پیش کرو، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا دو حساب؟ اللہ کو حساب دوں اور آپ کو حساب، بخدا اب میں کبھی بھی تمہاری طرف سے عامل نہیں بنوں گا۔

علامہ الکلاعی کی ”الاكتفاء“ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ہر سال حج کو جاتے تھے آپ کا طریق کار یہ تھا کہ موسم حج میں اپنے تمام عمال کے معاملات کی تفتیش کرتے تھے تاکہ ان کو رعایا پر دست درازی اور ظلم سے باز رکھیں اور قریب سے ان کے احوال کا مشاہدہ کریں اور رعایا کو بھی معلوم ہو کہ حج کے دوران براہ راست گورنروں اور عمال کی شکایت پیش کی جاسکتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے معمول کے مطابق ہمیشہ ان ایام میں لوگوں کی شکایات سنتے ہیں۔

## وصیت کرنے والوں اور وصیت کا بیان

حاکم نے اپنی ”تاریخ“ میں سراج کے طریق سے پھر محمد بن عمارہ از زینب بنت عبیط کے طریق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی والدہ اور خالہ کے لیے سونے اور چاندی کے ایسے زیورات بنوائے تھے جن میں موتی بھی تھے۔ کیونکہ ان کے والد حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی لڑکیوں کا وصی (نگران، منتظم) بنایا تھا۔<sup>۳۵۶</sup> ”الاصابہ“ اور ”الاستبصار“ میں بھی حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں یہ روایت موجود ہے۔

علامہ ابن قدامہ المقدسی کہتے ہیں: اس حدیث کی روایت کی وجہ سے زینب بنت عبیط کو صحابیات میں ذکر کیا گیا ہے۔

”صبح الاعشی“ کے مؤلف علامہ قلعشندی<sup>۳۵۷</sup> نے ”نہایۃ الارب فی معرفۃ انساب العرب“ میں سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے تذکرہ میں کہا ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی، حضور ﷺ نے ان کے بیٹوں محمد اور عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے سروں پر دست شفقیت پھیرا اور فرمایا: میں ان کا وصی ہوں۔<sup>۳۵۶</sup> ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۳۴ کے مطابق اسے حاکم نے سراج کی تاریخ کے حوالہ سے زینب بنت عبیط رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے یہ مرسل حدیث ہے کیونکہ زینب صحابیات میں سے نہیں بلکہ ثقہ تابعین میں سے ہیں جیسا کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ ج ۵ ص ۳۲۳ میں اسے صواب کہا ہے۔ مجھے ”مستدرک“ میں یہ حدیث نہیں ملی شاید یہ ان کی کسی غیر مطبوعہ کتاب میں ہوگی۔ واللہ اعلم

۳۵۷ مؤرخ، ادیب احمد بن علی بن احمد الفزازی، اللقندی ثم القاهری متوفی ۸۲۱ھ تصانیف: صبح الاعشی فی قوانین الانشاء، ضوء الصبح المسفر، نہایۃ الارب فی معرفۃ انساب العرب وغیرہ۔ (کشف الظنون: ۱۶۲۲، الاعلام ج ۱ ص ۱۷۷)

دنیا اور آخرت میں سرپرست ہوں۔ ۳۵۸

”سمط الجوهر الفاخر“ میں ان یتیم بچوں کا تذکرہ ہے جو بطور وصیت رسول اللہ ﷺ کی سرپرستی میں رہتے تھے۔ ان میں سے محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہما تھے۔ ان کے والد غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ انہوں نے نبی ﷺ کو اپنے بیٹے کا وصی بنایا تھا آپ ﷺ نے محمد رضی اللہ عنہ کے لیے خیبر میں مال خریدا اور مدینہ طیبہ کے سوق الرقیق میں ان کو حویلی عطا فرمائی۔ اسی طرح ابوامامہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں آپ کی سرپرستی میں تھیں۔ آپ کی سرپرستی میں بنو لیث بن بکر کی ایک خاتون بھی تھیں جن کا نام صمنینہ تھا۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے والدین نے عبد اللہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی گود میں دے دیا تھا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماں کہہ کر بلاتے تھے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا اور اپنے پاس رکھا مدینہ طیبہ میں پہنچ کر اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح کر دیا۔

یعقوب بن سفیان نے مطیع بن اسود سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے وصیت کی (ان کو اپنا وصی بنایا) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا مطیع بن اسود نے کہا: آپ کو اللہ تعالیٰ اور رحم (رشتہ داری) کی قسم ہے تم اسے قبول کر لو کیونکہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے: زبیر دین کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

الحمیدی نے ”السواد“ میں روایت کیا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصی بنایا تھا۔ نبی ﷺ کے سات صحابہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصی بنایا جن میں حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت مقداد، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان حضرات کے مال کی حفاظت کرتے اسے محفوظ رکھتے اور ان کی اولاد پر اپنے مال میں سے خرچ کرتے تھے۔ ”اسد الغابہ“ میں ہشام بن عروہ سے اسی طرح منقول ہے۔ ”الاصابہ“ کی روایت کے مطابق زبیر بن بکار نے مطیع بن الاسود اور ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہما کے ناموں کا اضافہ کیا ہے۔

الہمز یہ پر اپنی شرح میں ابو عبد اللہ زبیر السلووی نے لکھا ہے کہ ستر صحابہ نے اپنے اموال اور اولاد پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصی (جانشین، نگران، منتظم) بنایا تھا وہ ان کے اموال کی حفاظت کرتے اور ان کی اولاد پر اپنا مال خرچ کرتے تھے۔

### انتباہ

امام بخاری، امام احمد اور امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ہر مومن کی جان سے بھی اس سے قریب تر ہوں، سو اگر کوئی مومن فوت ہو جائے اس پر قرض ہو اور ادائیگی کے لیے مال نہ چھوڑا ہو تو اس کی ادائیگی مجھ پر ہے اور جس نے مال چھوڑا ہے وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

۳۵۸ صحیح حدیث احمد ج ۱ ص ۴۰۲ از عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اس کا اسناد امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ صحیح السیرۃ النبویہ ص ۳۹۷۔



## القسم الرابع

احکامات و فرائین  
اور ان سے متعلقہ امور



## نواحی علاقوں پر امارتِ عامہ

نبی ﷺ نے نواحی علاقوں میں کن حضرات کو والی مقرر کیا تھا علامہ زرقانی نے ”شرح المواہب“ میں کہا ہے: نبی ﷺ کے امراء آپ کی طرف سے مقرر فرمودہ گورنر قاضی اور محصلین صدقات تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف اطراف اور علاقوں میں کثیر تعداد میں امراء روانہ فرمائے تھے۔

ان امراء میں امیر مکہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ ہیں ابن جماعہ نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ نے ۸ھ میں ان کو مکہ کا امیر اور امیر حج مقرر فرمایا۔ ۳۶

علامہ ابن القیم نے ”الہدی“ میں کہا ہے: اس وقت حضرت عتاب رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سال سے کم تھی۔ مفسر ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ارشاد الہی:

وَاجْعَلْ لِّي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ○ اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (بنی اسرائیل: ۸۰) (میرے لیے) مددگار ہو ○

کے تحت کلبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”سلطانا نصیرا“ سے عتاب بن اسید مراد ہیں اور حضرت عتاب کے نبی ﷺ کی طرف سے والی مقرر کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ۳۶

”الاصابہ“ (ج ۱ ص ۴۵) میں ہے العقلمی نے ہشام بن محمد بن سائب الکلمی کی سند سے از والد خود از ابی صالح از ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا کہ ارشاد الہی ”وَاجْعَلْ لِّي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا“ سے مراد عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ ہیں۔ ۳۶

۳۶۰ حدیث ضعیف ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۴۵ (رقم: ۵۳۹۱) کے مطابق اسے عمر بن شہب نے ”اخبار مکہ“ میں ابراہیم بن المنذر الحزامی کی سند سے نقل کیا ہے اس روایت کا اسناد معطل ہے نمرہ مولیٰ غفرہ ضعیف ہے اس نے کسی صحابی کو نہیں پایا۔ حافظ ابن حجر نے ”اصابہ“ میں واقدی کے حوالہ سے حضرت عتاب رضی اللہ عنہ کی مکہ پر امارت کا ذکر کیا ہے۔

۳۶۱ کلبی کی یہ تفسیر ناقابل اعتبار اور باطل ہے مفسرین اور محدثین کے نزدیک کلبی کذاب مشہور ہے حیرت ہے مؤلف کلبی کذاب اور خرافات اور اوہام پر مشتمل ”ثعلبی“ کی تفسیر پر اعتماد کر رہا ہے۔

امام طبری نے ”جامع البیان“ ج ۸ ص ۱۳۸ میں اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کا ان کفار و مشرکین پر غلبہ مراد ہے جنہوں نے فرائض کی ادائیگی میں آپ کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کیں آپ کو اپنے وطن مکہ سے نکالا یہ کہ وہ لوگ بہت جلد اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں آنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو دوسرے شہر (مدینہ طیبہ) میں عزت و وقار اور عروج عطا فرمائے گا اور آخر کو یہی ہوا۔

۳۶۲ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۴۵ (رقم: ۵۳۹۱) کلبی کذاب ہے خصوصاً جب وہ از ابو صالح از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کر رہا ہو۔ علامہ ذہبی نے ”میزان الاعتدال“ ج ۳ ص ۵۵۶ میں کہا ہے: سفیان نے کہا: کلبی نے کہا: مجھ سے ابو صالح نے کہا: میرے حوالہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ کوئی حدیث نہ لو۔

احمد بن زہیر کہتے ہیں: میں نے احمد بن حنبل سے دریافت کیا: کیا کلبی کی تفسیر کو دیکھنا جائز ہے؟ فرمایا: نہیں! ابن حبان نے کہا: کلبی از ابو صالح از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتا ہے حالانکہ ابو صالح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نہیں دیکھا نہ کلبی اس کی ابو صالح سے روایت ایجاد بندہ ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد الاوی البلیسی ابن عسکر کی کتاب ”صلۃ الجمع وعائد التذیل لموصول کتابی الاعلام والتکمیل“ میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے: ابو بکر الذہبی نے اپنی تاریخ میں کلبی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اس سے عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

یمن کے بادشاہ باذان یا بازام رضی اللہ عنہ

”صبح الاعشی“ میں ہے جب کسریٰ کے نائب باذان رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے نبی ﷺ نے ان کو یمن کے تمام اضلاع کی ولایت عطا فرمادی ان کا مرکز تابعہ (شاہان یمن کا قدیم لقب) کی مملکت کا شہر صنعاء تھا۔ حضرت باذان اسی منصب پر برقرار رہے یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے بیٹے شہر بن باذان رضی اللہ عنہما کو صنعاء کا والی مقرر فرمایا ۶۳ھ اور یمن کے دیگر اطراف میں اپنے کسی نہ کسی صحابی کو والی بنا دیا۔

ثعلبی نے ذکر کیا ہے حضرت بازام رضی اللہ عنہ عجمی بادشاہوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور یمن پر سب سے پہلے مسلمان امیر (گورنر والی) ہیں۔

مؤلف کتاب (علامہ کتابی) کہتے ہیں: اسی طرح زرقانی نے ”المواہب“ پر ثعلبی سے نقل کیا ہے اور اسے برقرار رکھا ہے۔ امارت حج میں یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ظہور اسلام کے بعد پہلے امیر حج تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ پہلے امیر حج تھے۔

”الاصابہ“ میں حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں علامہ بغوی سے منقول ہے کہ آپ اسلام میں سب سے پہلے امیر تھے ۶۳ھ ممکن ہے مختلف حیثیتوں سے متعدد اصحاب کو اولیت کا شرف حاصل ہو۔ (حضرت باذان پہلے مسلم گورنر حضرت عبد اللہ بن جحش سے پہلے مسلم سالار حضرت ابو بکر پہلے مسلم امیر حج وغیرہ مترجم)

جب حضرت باذان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو واقدی اسحاق اور طبری کے مطابق نبی ﷺ نے ان کے بیٹے شہر کو صنعاء کا والی بنایا۔

”الاصابہ“ میں حضرت عامر بن شہر الہمدانی کے تذکرہ میں ہے آپ یمن میں نبی ﷺ کے عاملوں میں شامل تھے ۶۵ھ

۶۳ھ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۱۶۸ (رقم: ۳۹۸۶) تذکرہ شہر بن باذان رضی اللہ عنہ۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے: نبی ﷺ نے اس کے والد کی وفات کے بعد اسے صنعاء کا حاکم مقرر فرمایا۔ اسے سیف نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔

۶۴ھ ”سنن حدیث“ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۲۸ (رقم: ۲۵۸۳) میں ہے اسے بغوی نے ”الصحابة“ میں از طریق زیاد بن علاقہ از سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک سریہ میں بھیجا اور فرمایا: میں تم پر ایسے شخص کو مقرر کر رہا ہوں جو بھوک اور پیاس پر تم سب سے زیادہ صابر ہے پھر آپ نے عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر فرمایا آپ اسلام میں پہلے امیر تھے۔

۶۵ھ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۲۵۱ (رقم: ۴۳۹۴)

”الاصابہ“ ہی میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن سمیع السعفی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے، شعفی نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ نے آپ کو بنو ثعلبہ بنو عبس اور بنو عبد اللہ بن غطفان پر عامل مقرر فرمایا تھا۔<sup>۳۶۶</sup>

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے نبی ﷺ نے ان کو یمن کے بعض حصوں جیسے زبید اور عدن اور ان کے زیر انتظام علاقوں پر عامل مقرر کیا تھا۔<sup>۳۶۷</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت حارث بن بلال المزنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ”الفتوح“ میں سیف کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ بنو طے کے آدھے قبیلہ پر عامل مقرر فرمایا تھا۔<sup>۳۶۸</sup>

اصابہ ہی میں حضرت حارث بن نوفل البہاشی کے تذکرہ میں ہے ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مکہ کے بعض اضلاع کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ زبیر بن بکار کا بھی یہی قول ہے۔

بعد ازاں حافظ ابن حجر نے ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے صحابی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مکہ مکرمہ کے ماتحت بعض علاقوں پر عامل مقرر کیا تھا، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کو اس عہدہ پر برقرار رکھا تھا۔<sup>۳۶۹</sup>

حضرت حصین بن نیار کے تذکرہ میں حافظ ابن حجر نے کہا ہے: آپ نبی ﷺ کے عمال میں سے تھے، سیف طبری اور ابن فتحون نے یہی ذکر کیا ہے۔<sup>۳۷۰</sup>

نیز حضرت حارث بن عبد المطلب کے تذکرہ میں بیان کیا کہ ابن حازم نے ذکر کیا ہے: آپ نبی ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور حضور ﷺ نے آپ کو مکہ کے زیر انتظام بعض علاقوں پر عامل مقرر فرمایا تھا، حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے دور خلافت میں ان کو برقرار رکھا۔<sup>۳۷۱</sup>

”الاصابہ“<sup>۳۷۲</sup> ہی میں حضرت رافع بن عمرو الطائی کے تذکرہ میں ہے امام مسلم اور حاکم نے کہا ہے: آپ صحابی ہیں اور طبرانی نے روایت کیا ہے: غزوہ ذات السلاسل میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سالار مقرر فرمایا، اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔<sup>۳۷۳</sup>

اصابہ میں حضرت زیاد الباہلی کے تذکرہ میں ہے ان کے بیٹے الہرماس سے دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ

۳۶۶ مرسل ضعیف روایت ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۳۵۱ (رقم: ۴۸۴۴) از مرسل شعفی بہ حوالہ عمر بن شبہ ”الصحابة“۔

۳۶۷ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۳۵۹ (رقم: ۴۸۹۸)

۳۶۸ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۲۷۴ (رقم: ۱۳۷۶)

۳۶۹ طبقات ابن سعد۔ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۲۹۲ (رقم: ۱۵۰۰) از عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ۔

۳۷۰ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۳۳۹ (رقم: ۱۷۴۸)

۳۷۱ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۲۹۲ (رقم: ۱۵۰۰)

۳۷۲ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۴۹۷ (رقم: ۲۵۲۸)

۳۷۳ صحیح حدیث طبرانی ”الکبیر“ ج ۵ ص ۴۴۶۹ از طریق اعمش از سلیمان بن میسرہ از طارق بن شہاب از رافع بن ابی رافع الطائی۔۔۔

الخ۔ پیشی نے ”المجمع“ ج ۹ ص ۳۵۲ میں اسے نقل کر کے کہا ہے: اس کے رجال ثقہ ہیں۔



”الاصابہ“ ہی میں حضرت حارث بن بلال الحمزنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: آپ رسول اللہ ﷺ کے عامل تھے۔ ۳۸۲

حضرت عبدالرحمن بن ابزی خزاعی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن السکن سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو خراسان پر عامل مقرر فرمایا تھا۔ ۳۸۳

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کو طائف پر عامل مقرر فرمایا تھا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ان کو اس عہدہ پر برقرار رکھا۔ ۳۸۴

حضرت عکاشہ بن ثور رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ سکاسک (یمن کا ایک قبیلہ) اور سکون پر حضور ﷺ کے عامل تھے۔ ۳۸۵

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ بحرین میں رسول اللہ ﷺ کے عامل تھے۔ ۳۸۶

حضرت عمرو بن حزم الانصاری کو رسول اللہ ﷺ نے نجران پر عامل مقرر فرمایا تھا اور ان کو رسول اللہ ﷺ نے فرائض، زکوٰۃ اور دیات (خون بہا) وغیرہ کے متعلق مکتوب بھی مرحمت فرمایا تھا۔ اسے ابوداؤد نسائی، ابن حبان اور دارمی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ۳۸۷ ”اسد الغابہ“ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو سترہ سال کی عمر میں نجران کا عامل مقرر فرمایا تھا ان سے پہلے اہل نجران حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے تھے۔ امام نووی کی ”التہذیب“ میں بھی اسی طرح ہے۔

حضرت عمرو بن الحکم القضاعی رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے بنو القینین پر عامل بنا کر بھیجا تھا۔ ۳۸۸

حضرت عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے وادی القرئی وغیرہ پر عامل بنایا، نبی ﷺ کے وصال تک آپ وہاں کے عامل تھے۔ ۳۸۹

حضرت عمرو بن محبوب العامری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے عاملوں میں سے تھے۔ ۳۹۰

حضرت عوف الوركانی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے عاملوں میں سے تھے۔ ۳۹۱

۳۸۲ اسے سیف نے ”الفتوح“ میں ذکر کیا ہے۔ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۲۷۷ (رقم: ۱۳۷۶)

۳۸۳ اصل کتاب اور ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۳۸۹ (رقم: ۵۰۷۵) میں اسی طرح ہے حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ خراسان نبی ﷺ کے عہد مبارک میں فتح نہیں ہوا خلفاء راشدین کے دور میں فتح ہوا ہے۔

۳۸۴ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۴۶۰ (رقم: ۵۴۴۱)

۳۸۵ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۴۹۴ (رقم: ۵۶۳۱) بحوالہ سیف۔

۳۸۶ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۴۹۸ (رقم: ۵۶۴۲)

۳۸۷ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۵۳۲ (رقم: ۵۸۱۰)

۳۸۸ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۵۳۲ (رقم: ۵۸۱۵)

۳۸۹ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۵۳۹ (رقم: ۵۸۴۶)

۳۹۰ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۱۱۴ (رقم: ۵۹۵۴)

”الاصابہ“ ج ۳ ص ۴۴ (رقم: ۶۱۰۶)



حضرت المنذر بن ساوی الدارمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ابن مندہ نے کہا: آپ ہجر پر نبی ﷺ کے عامل تھے۔ ۳۹۹

حضرت ابوہیثم المزنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں زبیر بن بکار کی ان کے والد محمد سے یہ روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! میں اسے اس وادی پر عامل مقرر کرتا ہوں اس وادی کی اس طرف اور اس طرف سے جو بھی حملہ آور ہو تو اس کی اس سے حفاظت فرما۔ ۳۰۰ سعد نے کہا: آپ نے ان کو واپس بھیجا اور اس وادی پر عامل مقرر فرمایا۔

”الاستبصار“ میں علامہ ابن قدامہ نے حضرت سواد بن غزیہ البلوئی الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے عامل تھے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں دو صاع ملی جلی کھجوروں کے بدلے میں ایک صاع عمدہ قسم کی کھجوریں لے کر حاضر ہوئے۔ ۳۰۱

”تہذیب النووی“ میں عمر بن ابی ربیعہ الشاعر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ان کے والد حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ المخزومی کو یمن کے علاقہ بخت اور اس کے گرد و نواح کا والی مقرر فرمایا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تک اسی منصب پر رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں کا والی مقرر کیا۔ ۳۰۲ آپ نہایت حسین و جمیل تھے قریش نے حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ آپ ہی کو نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔

”السیرۃ الشامیہ“ میں نبی ﷺ کے امراء (گورنروں) کے ضمن میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو صنعاء اور اس سے ملحقہ اضلاع پر امیر مقرر فرمایا حضرت مہاجر بن امیہ المخزومی رضی اللہ عنہ کو کندہ پر حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کو حضرموت پر حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو زبید عدن اور اس کے نواحی علاقوں پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بخت پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو نجران پر اور حضرت ابو زید بن سفیان رضی اللہ عنہ کو نجران کے علاوہ پر امیر (گورنر) مقرر فرمایا تھا۔

حافظ العراقی کی ”الفیہ“ میں نبی ﷺ کے امراء کے ذکر میں ہے ابن کیران نے کہا ہے: امراء سے مراد وہ والی ہیں جن کو نبی ﷺ کے مختلف علاقوں پر بطور گورنر یا حج مقرر فرمایا یا ان کو صدقات کا محصل یا حج کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ ۳۰۳

نبی ﷺ نے باذان کو یمن کے علاقہ کا امیر بنایا پھر اس کے بیٹے شہر کو صنعاء کا امیر بنایا۔

المہاجر ابن ابی امیہ کو کندہ کا امیر مقرر فرمایا اور وہ اپنی ذمہ داری میں صدق سے رواں ہوئے۔

۳۹۹ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۴۵۹-۴۶۰ (رقم: ۷۲۱۶)

۳۰۰ ناقابل اعتبار روایت۔ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۲۱۴ (رقم: ۱۲۰۳) میں اسے ابن زبالہ کی ”اخبار المذنبین“ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے زبیر

بن بکار نے کہا: اس کا اسناد ابن زبالہ کی کارستانی ہے جو محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔

۳۰۱ صحیح حدیث دارقطنی ”سنن“ ج ۳ ص ۱۷۱ از ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما۔ اس حدیث کی اصل صحیحین میں ہے لیکن وہاں سواد

بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا نام مذکور نہیں۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۹۵ رقم: ۳۵۸۲)

۳۰۲ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۳۰۵ (رقم: ۴۶۷۱) آپ کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جند کا والی مقرر کیا تھا۔



حضور ﷺ کے وصال تک وہ وہیں رہے اسی طرح زیاد بن لبید کو حضرموت کا امیر بنایا۔  
 اسی طرح ابو موسیٰ کوزبید عدن اور سرزمین یمن کے ساحلی علاقہ کا امیر مقرر فرمایا۔  
 آپ نے معاذ کو بخند کا والی مقرر فرمایا اور عتاب بن اسید کو مکہ مکرمہ کا امیر بنایا۔  
 ابوسفیان صخر بن حرب کو اس کے بعد آپ نے نجران کا والی مقرر فرمایا۔  
 ابوسفیان کے بیٹے یزید کو تیماء کا اور خالد بن سعید کو صنعاء کا والی مقرر فرمایا۔  
 عمرو کو دای القریٰ کی امارت عطا کی اور اس کے بھائی حکم کو امارت دی۔  
 ان کے بھائی ابان کو عربینہ کی ولایت دی عمرو بن العاص کو عمان اور عثمان کو طائف کا والی بنایا۔  
 ابن ابی العاص کو خمس کی نگرانی دی پھر ان کو والی بنایا۔  
 حضرت علی کو یمن کے صدقات کا محصل اور قاضی بنایا اور وہ یمن کے قائد تھے۔  
 عدی بن حاتم کو بنو طے اور بنو اسد کے صدقات کا والی بنایا۔  
 ان کے علاوہ مختلف قبائل میں آپ نے صدقات کے محصلین امراء بنائے۔  
 ۹ھ میں حضرت ابو بکر کو حج کا امیر بنایا اور حضرت علی کو اعلان برأت کرنے والا بنایا  
 کہ اس سال کے بعد مشرک حج نہیں کر سکیں گے اور سورۃ برأت پڑھ کر مشرکین کو رسوا کیا۔  
 رہے امراء لشکر تو ان کا ذکر سیرت نگاروں نے حسب موقع کیا ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کی اپنے عمال کو مراسلات لانے والوں کے لیے ہدایت

علامہ سیلی نے ”الروض الانف“ میں تصریح کی ہے اور ان سے ابن بادیس نے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ اپنے امراء کو لکھتے تھے: جب تم میرے پاس خط بھیجو تو خط لانے والا حسین صورت اور اچھے نام والا ہو۔<sup>۴۰۳</sup>  
 اور کہا ہے: اس حدیث کو البزار نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔  
 الجامع الصغیر میں بھی یہ حدیث سابقہ حوالے سے مذکور ہے۔ المناوی نے ”التیسیر“ میں کہا ہے: جیسا کہ  
 علامہ البیہقی نے کہا ہے: اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں، لیکن اس کے قوی شواہد موجود ہیں۔<sup>۴۰۴</sup>  
 علامہ العلقمی نے کہا ہے: ”الکوکب“ میں اس کے ساتھ حسن کی علامت ہے۔ اور ”الکبیر“ میں کہا ہے  
 یہ روایت صحیح ہے۔ شاید شیخ المناوی کے نزدیک یہ روایت حسن ہو اور انہوں نے دوسروں کی طرف سے تصحیح نقل کی  
 ہو۔

الزمخشری نے کہا: برید تیز رفتار قاصد ہے دوسری جگہ کہا: یہ فارسی لفظ ہے یہ اصل میں ایسا نجر ہے جس کی دم کا  
 ۴۰۳ ضعیف حدیث۔ بزار طبرانی ”الوسط“ (المجمع ج ۸ ص ۴۷) بیہقی نے کہا ہے: اسے بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے طبرانی  
 اسناد میں مہ بن راشد ہے جے مجلی نے ثقہ اور جمہور ائمہ حدیث نے ضعیف کہا ہے۔ اس کے باقی رجال ثقہ ہیں بزار کے طرف  
 ضعیف ہیں۔

۴۰۴ اسی لیے البانی نے ”الجامع الصغیر“ (رقم: ۲۵۹) میں اور ”سلسلة الاحادیث الصحیحہ“ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ہوئی ہو۔ (دم بریدہ) کیونکہ ڈاک کے خچر ایسے ہوتے تھے جب اس لفظ کا عربی میں استعمال ہونے لگا تو بطور تخفیف بریدہ باقی رہا دم کا لفظ حذف کر دیا گیا۔ پھر برید اس قاصد (ڈاکے) کو کہا جانے لگا جو ڈاک لے جاتا تھا۔

## رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنے عمال

### میں حسن صورت اور اچھے نام کی شرط

ابن بادیس نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ جب کسی کو عامل بنا کر بھیجتے اس کا نام دریافت فرماتے اگر اس کا نام آپ کو پسند آتا آپ خوش ہوتے اور آپ کے چہرہ انور پر خوشی کی جھلک نظر آتی تھی اور اگر آپ کو اس کا نام ناپسند آتا تو آپ کے رخ انور میں ناپسندیدگی کے آثار نظر آتے تھے۔ اسی طرح جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے اس کا نام دریافت فرماتے اگر اس بستی کا نام آپ کو پسند آتا آپ خوش ہوتے اور چہرہ انور میں خوشی و مسرت کی علامت ظاہر ہوتی اور اگر آپ اس بستی کا نام ناپسند آتا تو آپ کے چہرہ انور میں ناپسندیدگی کے آثار دکھائی دیتے تھے۔

”طبقات ابن سعد“ میں ہے نبی ﷺ نے حمیر کے سرداروں حارث، مسروح اور نعیم بن عبد کلال کی طرف مکتوب بھیجا، حضرت عباس بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کو یہ مکتوب گرامی دے کر روانہ فرمایا اور یہ نصیحت فرمائی: جب تم ان کی سرزمین میں جاؤ تو رات کے وقت ان کے پاس نہ جانا حتیٰ کہ صبح ہو پھر تم اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرنا، دو رکعت نماز ادا کرنا اور اللہ سے کامیابی اور قبولیت کی دعا کرنا، پھر تیاری کر کے میرا مکتوب دائیں ہاتھ میں لینا اور اپنا دائیں ہاتھ ان کے دائیں ہاتھ میں دینا کہ وہ اسی کے قابل ہیں (اس سے قبولیت متوقع ہے) (۴۰۵)

## رسول اللہ ﷺ کی اپنے امراء سے عہد کی کیفیت

علامہ القلقشنندی نے مشروعیۃ عہود الخلفاء کے زیر عنوان اپنی کتاب کے الجزء التاسع ص ۳۹۸ میں لکھا ہے: اس کی اصل وہ روایت ہے جو ابن اسحاق وغیرہ نے نقل کی ہے کہ جب بنو حارث بن کعب کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے بعد یمن میں اپنی قوم کے پاس واپس آیا آپ نے ان کی طرف حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو والی بنا کر بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو دین سکھائیں، سنت کی تعلیم دیں اور معالم اسلام سے روشناس کریں اور ان سے صدقات وصول کریں۔ حضور ﷺ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو مکتوب مرحمت فرمایا جس میں ان سے ذمہ داریاں نبھانے کا عہد لیا اور ان کے لیے احکام تحریر فرمائے۔

علامہ قلقشنندی نے اپنی کتاب میں سب سے پہلے اسی عہد کو درج کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کی ولایت عطا فرمائی اور ان احکام و اوامر کا مکلف فرمایا یہ خلفاء کے عمال

۴۰۵ ”طبقات ابن سعد“ ج ۱ ص ۲۱۵-۲۱۶ از مراہیل زہری۔

سے عہد لینے کے سلسلہ میں قوی ترین شاہد اور دلیل ہے۔

انہوں نے حضور ﷺ کا مکتوب گرامی ابن ہشام کے حوالہ سے کتاب کے الجزء العاشر ص ۸ پر درج کیا ہے اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد مذکور ہے:

یہ اللہ اور اس کے رسول کا بیان ہے اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔ محمد النبی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عمرو بن حزم کا اس وقت کا عہد جب آپ نے اسے یمن بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے تمام معاملات میں اللہ سے ڈرنے کی ہدایت فرمائی کہ ”اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور نیکو کاری کرتے ہیں“ اور یہ ہدایت فرمائی کہ اللہ کے حکم کے مطابق حق وصول کر کے رہیں اور یہ کہ لوگوں کو خیر کی بشارت دیں اور انہیں خیر (بھلائی کرنے) کا حکم دیں، لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور ان میں قرآن کا فہم پیدا کریں اور لوگوں کو منع کریں کہ کوئی شخص قرآن کو بغیر طہارت کے نہ چھوئے اور لوگوں کے حقوق و واجبات سے ان کو آگاہ کریں۔ حق کے معاملہ میں لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آئیں ظلم و نا انصافی کے معاملہ میں ان پر سختی کریں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو ناپسند فرمایا ہے اور اس سے روکا ہے ارشاد فرمایا: بے شک ظلم کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (الاعراف: ۴۴) لوگوں کو جنت اور جنت کے اعمال کی بشارت دیں اور ان کو جہنم اور جہنم کے اعمال سے ڈرائیں، لوگوں کو خود سے مانوس کریں تاکہ وہ دین میں فہم پیدا کریں، ان کو حج کے معاملہ (شعائر) سنن اور اس کے فرائض سکھائیں اور حج اکبر اور حج اصغر عمرہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام سے آگاہ کریں۔ لوگوں کو ایک چھوٹے کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع کریں ایسا کپڑا جو جس کے دونوں کنارے اس کے دونوں کاندھوں پر آ جائیں اور ایک کپڑے میں احتباء نہ کریں (کولھوں کے بل گھٹنے کھڑے کر کے نہ بیٹھیں) جس سے اوپر کی سمت بے پردگی ہو اور اس سے منع کریں کہ کوئی شخص اپنی گدی کے پیچھے بالوں کی چوٹی بنا کر باندھے۔ اور اس سے منع کریں کہ جب لوگوں کے درمیان جوش و ہيجان ہو تو قبیلوں اور گروہوں کا نام لے کر نہ بلائیں صرف اللہ عزوجل واحد لا شریک کا نام لیں جو لوگ اللہ کی طرف دعوت نہ دیں بلکہ قبائل اور گروہوں کی طرف بلائیں تو ان کو تلوار سے کاٹ دینا چاہیے۔ یہاں تک کہ ان کی دعوت اور بلا و صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لیے ہو جائے۔ اور لوگوں کو وضو میں چہروں کو اور کہنیوں تک ہاتھوں اور ٹخنوں تک پیروں کو پورا پورا دھونے کی ہدایت کریں اور اپنے سروں کا مسح کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اور نماز کو وقت پر ادا کرنے اور رکوع و سجود اور خشوع کو مکمل کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ فجر کی نماز اندھیرے میں اور ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھیں اور عصر کی نماز اس وقت پڑھیں جب سورج زمین کی طرف جا رہا ہو اور نماز مغرب اس وقت پڑھیں جب رات شروع ہو اسے اتنی تاخیر سے نہ پڑھا جائے کہ آسمان پر ستارے ظاہر ہو جائیں اور نماز عشاء اول شب میں پڑھیں اور آپ نے جمعہ کی اذان ہوتے ہی اس کی طرف غسل کر کے جانے کا حکم دیا۔

اور آپ نے ان کو حکم دیا کہ اموال غنیمت میں سے اللہ کا خمس لیں اور اہل ایمان پر فرض کردہ صدقات وصول کریں جن زمینوں کو چٹھے اور بارش نے سیراب کیا ہو ان کی پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) ہے اور جن زمینوں کو ڈول

سے سیراب کیا گیا ہوان کی پیدوار کا نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے۔

ہر دس اونٹوں پر دو بکریاں اور ہر بیس اونٹوں پر چار بکریاں ہیں۔ ہر چالیس گایوں پر ایک گائے اور ہر تیس گایوں پر ایک تینج یا جذعہ ہے۔ چراگاہ میں چرنے والی ہر چالیس بکریوں پر ایک بکری ہے، زکوٰۃ میں اہل ایمان پر یہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے جو اس سے زیادہ دے گا وہ اس کے لیے باعث خیر ہوگا۔

اور جو یہودی یا نصرانی اپنی طرف سے مخلصانہ طور اسلام لے آئے اور دین اسلام کو اپنالے وہ مؤمنوں میں شمار ہوگا اس کے وہی حقوق اور فرائض ہوں گے جو مؤمنوں کے حقوق اور فرائض ہیں اور جو شخص نصرانیت یا یہودیت پر قائم رہے گا اسے اس سے نہ پھیرا جائے گا، لیکن ہر بالغ مرد عورت، آزاد یا غلام پر ایک پورا دینار (جزیہ) ہوگا یا اس کے عوض کپڑے جو یہودی یا نصرانی اس کو ادا کرتا رہے گا اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہوگا اور جو اس کے ادا کرنے سے انکار کرے گا وہ اللہ اس کے رسول اور تمام مؤمنوں کا دشمن ہوگا۔

صلوات اللہ علی محمد و السلام علیہ ورحمة اللہ وبرکاتہ۔<sup>۴۰۶</sup>

انتباہ

یہ مکتوب گرامی اور اس جیسے دیگر مکتوبات شریفہ اور تحریریں حکمرانوں کے مراسلات اور ہدایات کی اصل ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عامل کو حکمران کی اطاعت کرنی چاہیے۔ گذشتہ دور میں ان کو ظہائر اور صکوک سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ ظہائر ظہیر کی جمع ہے یعنی مددگار سلطان یا خلیفہ کے مراسلے کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ مراسلات ان کے مددگار اور معاون بنتے ہیں صکوک صک کی جمع ہے یعنی کتاب۔ الجوہری نے کہا: یہ لفظ فارسی سے عربی میں آیا ہے اس کی جمع اصک صکا ک اور صکوک ہے۔ پھر متاخرین نے اس لفظ کا اصل معنی میں استعمال ترک کر دیا اور صرف ظہیر کا لفظ استعمال کرنے لگے (صک کا معنی ہے: دستاویز، اقرار نامہ، بوند و وثیقہ چارٹر)۔ (صبح الاغشی، الجزء العاشر ص ۲۲۹)

## قاضی (جج) کا بیان

### فصل اول: رسول اللہ ﷺ کے لوگوں کے مابین فیصلے

”الموطا“ میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو شاید کہ تم میں سے بعض اپنی دلیل کو دوسرے سے زیادہ بہتر طریقے سے پیش کرنے اور میں اس کی دلیل سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں سو میں جس کے حق میں اس کے بھائی کی کسی چیز کا فیصلہ کر دوں وہ اس سے وہ چیز ہرگز نہ لے میں اس کے لیے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں۔<sup>۴۰۷</sup>

<sup>۴۰۶</sup> ”سیرت ابن ہشام“ ج ۲ ص ۵۹۳-۵۹۶ از ابن اسحاق، تخریج گزر چکی ہے۔

<sup>۴۰۷</sup> صحیح حدیث۔ ”الموطا“ ج ۲ ص ۱۹۷ از طریق مالک شافعی ج ۲ ص ۱۷۸ بخاری ۲۶۸۰-۱۶۹ طحاوی ”مشکل“ ج ۳ ص ۱۵۴

ابن حبان: ۵۰۷۰ تنقیح ج ۱۰ ص ۱۳۳-۱۳۹ بغوی: ۲۵۰۶۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

## فائدہ

”حاشیہ الشہاب علی الشفاء“ (الجزء الرابع ص ۳۰۱) میں علامہ سیوطی سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کا باطنی حکم ظاہر کی طرح ہوتا تھا آپ کا ظاہری حکم کبھی فیصلہ پر کبھی سیاست پر کبھی عظیم حکمرانی اور کبھی فتویٰ پر مبنی ہوتا تھا۔ ابن السبکی نے ”قواعد“ میں ”الفواکہ الجنویہ“ کے حوالے سے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

”الانموذج“ میں ہے حضور ﷺ کے لیے شریعت اور حقیقت دونوں کو جمع کیا گیا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معاملہ میں ایسا نہیں ہوا انہیں ان میں سے ایک چیز عطا فرمائی گئی اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کا واقعہ ہے۔ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: میں ایک علم رکھتا ہوں جسے آپ نہیں جانتے اور آپ ایک علم رکھتے ہیں جس سے میں ناواقف ہوں۔ ۴۰۸

الروضی نے اپنی شرح میں کہا ہے: شریعت اور حقیقت سے مراد ظاہر اور باطن کا حکم ہے۔

علامہ قسطلانی نے مؤلف کے اس قول پر اعتراض کیا ہے کہ آپ کے لیے شریعت اور طریقت دونوں کو جمع کینا گیا۔ الخ اور کہا ہے: یہ عظیم غفلت ہے اور انبیاء کرام کے خلاف جرأت ہے کیونکہ اس سے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کا حقیقت سے خالی ہونا لازم آتا ہے حالانکہ جلیل القدر اولیاء تک اس سے تہی دامن نہیں ہوتے۔ اسی طرح حضرت خضر اور بعض دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا علم شریعت سے خالی ہونا لازم ہوگا۔ خود مؤلف کو بھی اس غلطی کا ادراک تھا اس لیے کہا: اس سے میری مراد حکم اور فیصلے کے درمیان جمع کرنا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب ”الباهر فی حکم النبی ﷺ بالباطن والظاهر“ میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے اور حضور ﷺ کے ظاہر و باطن یا ان میں سے کسی ایک پر مبنی فیصلوں کی مثالیں دی ہیں۔

### فصل دوم: رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں پر مشتمل کتب کی تدوین

ائمہ کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارک میں آپ کے سامنے پیش ہونے والے مقدمات اور ان پر آپ کے فیصلوں کے موضوع پر پوری پوری کتابیں تالیف کی ہیں اس سلسلہ میں سب سے مشہور شیخ الفقہاء امام محمد بن فرج مولیٰ ابن الطلاع الاندلسی المتوفی ۴۹۷ھ کی تالیف ہے شیخ اپنے دور میں مرجع خلافت تھے ہر طرف سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے حافظ ابوعلی الصدفی اور ابوالربیع الکلاعی نے ان سے روایت کی اجازت چاہی۔ ”الدیباج“ (ص ۲۷۵) میں ابن فرحون نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

علامہ ابن الطلاع کی اس عظیم الشان نادر الوجود کتاب کا نام ”کتاب اقصیٰ رسول اللہ ﷺ“ ہے مجھے تونس میں اس کتاب کا ایک نسخہ ملا لیکن اس میں اغلاط کی بھرمار تھی اور عبارت میں تبدیلیاں نمایاں تھیں بعد

(بقیہ حاشیہ: ۴۰۷) بخاری: ۲۴۵۸-۷۱۸۱-۷۱۸۵ مسلم: ۱۷۱۳ (۶۵۳) احمد بن حنبل: ۲۹۰-۲۹۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۷-۳۰۸-۳۲۰ ابن ابی

شیمہ ج ۷ ص ۲۳۳-۲۳۴ ترمذی: ۳۳۹ انسائی ج ۸ ص ۲۳۳ ابن ماجہ: ۲۳۱۷ دارقطنی ج ۳ ص ۲۳۹ طبرانی ج ۲۳ ص ۸۰۳

۹۰۲-۹۰۶-۹۰۷ از امام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

۴۰۸ غیر صحیح ہے اصل کلام۔ یکے از بدعات متصوف۔

ازاں میں فاس میں اس کتاب کا صحیح پرانا نسخہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا لیکن یہ پھٹا ہوا تھا یہ متوسط درجہ کی کتاب ہے (زیادہ ضخیم کتاب نہیں) اس کی ابتداء میں فاتحہ کے بعد مرقوم ہے:

اس کتاب میں میں رسول اللہ ﷺ کے ان فیصلوں کا ذکر کروں گا جن کی روایت مجھے دستیاب ہوئی آپ نے خود فیصلے فرمائے یا آپ نے اس میں فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ کسی بھی حج یا قاضی کے لیے حلال نہیں کہ وہ قرآن مجید میں مذکور احکام کے خلاف فیصلہ دے یا رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ فیصلوں کے خلاف فیصلہ دے یا علماء کے اجماع کے خلاف فیصلہ دے۔ یا ان تین اولہ سے ہٹ کر کسی اور دلیل سے فیصلہ کرے۔

میری رائے یہ ہے کہ ہر صاحب علم مسلمان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے قابل افسوس بات یہ ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے بھی اس کا اس نظر سے مطالعہ نہیں کرتے کہ ان فیصلوں کی روشنی میں فیصلے کریں بلکہ مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ قدیم لٹریچر کیسا ہے۔

شیخ الفقہاء اس کے آخر میں لکھتے ہیں: مجھے اس کتاب کی تدوین اور ترتیب کی تحریک اس بات سے ہوئی کہ ”مسند ابن ابی شیبہ“ کے مؤلف ابن ابی شیبہ کی ایک کتاب بعنوان ”اقضية رسول اللہ ﷺ“ میری نظر سے گذری یہ مختصر کتاب ہے جس میں محدودے چند فیصلے مذکور ہیں پھر ابن ابی شیبہ کا یہ قول میں نے دیکھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں اور آپ کے حکم سے کیے گئے فیصلوں پر مشتمل تقریباً سوا حدیث دیکھی ہیں۔ سو میں نے حصول برکت اور بطور محبت کے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو جمع کرنا شروع کیا دل میں یہی خواہش موجزن تھی کہ آپ کے فیصلوں کی اقتداء کا شرف حاصل ہو اور آپ کے اوامر و نواہی سے آگاہی ملے پھر شیخ نے ان کتب کے نام گنوائے جن سے انہوں نے اس سلسلہ میں مدد لی اور انہوں نے چونتیس کتب کا نام لیا۔

مؤلف علامہ کتانی کہتے ہیں: آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ شیخ کو ابن ابی شیبہ کی بیان کردہ روایت کی تخریج میں جیسی دقت پیش آئی ایسی دقت مجھے علامہ خزاعی کی ذکر کردہ روایات کی تخریج میں پیش آئی۔

میرا ارادہ ہے کہ علامہ ابن الطلاع کی مذکورہ کتب کی طرف توجہ دوں اور اس کتاب کی ترتیب کے بعد شیخ کی کتاب پر کام کروں اور اسی نہج پر اس کتاب کو تکمیل تک پہنچاؤں۔ رب ذوالجلال سے آسانی کا سائل ہوں۔

اس موضوع پر ایک اور کتاب ”اقضية الرسول عليه الصلوة والسلام“ ہے اسے علامہ ظہیر الدین علی بن عبد العزیز بن عبد الرزاق المرغینانی الحنفی متوفی ۵۰۶ھ نے ترتیب دیا ہے۔ ”كشف الظنون“ میں اس کتاب کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: اس کتاب کی متعدد شروح ہیں۔

اس سلسلہ کی ایک اور کتاب ”المنتخب المنتقى“ ہے یہ امام ابو جعفر احمد بن عبد الملک بن محمد بن ابراہیم الانصاری المعروف ابن ابی مروان الاشعبي المتوفی ۵۴۹ھ کی تالیف ہے آپ لبلہ میں شہید ہوئے ابن ابی تبار نے ”تكملة الصلة“ میں ان کے تذکرہ میں کہا ہے: یہ بہت مفید کتاب ہے اس کتاب میں مختلف امہات الکتاب میں متفرق مقامات پر موجود فیصلوں کو یکجا کیا گیا ہے۔

اسی کتاب کو بنیاد بنا کر اور استفادہ کر کے ابو محمد عبد الحق بن عبد الرحمن الاشعبي نے ”الاحکام“ مرتب کی ہے



ابو محمد امام ابو جعفر کے ساتھی تھے اور ان کے ساتھ رہتے تھے۔ (ص ۷۲)

علامہ ابو علی حسین بن المبارک بن یوسف الموصلی المتوفی ۷۴۲ھ نے ”الفتاوی النبویة فی المسائل الدینیة والدیویة“ کے نام سے کتاب لکھی ہے اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے ایسے فتاویٰ کا ذکر ہے جن میں حضور ﷺ کی جانب سے قطعی جوابات مروی ہیں یہ کتاب فقہی ترتیب پر ہے یہ ایک جلد میں ہے اس کا ایک نسخہ مصر کے المکتبة الخدیویہ میں موجود ہے۔

اس موضوع پر کتاب تالیف کرنے والوں میں ایک اور نام امام حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی المعروف بہ ابن القیم الحسبلی الدمشقی المتوفی ۷۵۱ھ کا ہے۔ علامہ ابن القیم نے اس میں رسول اللہ ﷺ کے فتاویٰ آپ کے جوابات اور احکام کو جمع کیا ہے ابن القیم کی کتاب ”اعلام الموقعین عن رب العالمین“ کا اختتام اسی کتاب پر ہوا ہے۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے اس موضوع پر ”بلوغ السؤل فی اقصیة الرسول“ کے نام سے کتاب لکھی ہے یہ کتاب ہندوستان میں چھپ گئی ہے ان کی یہ کتاب اور ایک اور کتاب جو آیات احکام کی تفسیر پر مشتمل ہے یعنی ”نیل المرام بایات الاحکام“ یہ دونوں کتابیں ایک جلد میں ہیں۔

علامہ کتابی کہتے ہیں: اگر ہندوستانی مسلمانوں کے ذخیرہ تالیف و تصنیف میں فقط یہی دو کتب ہوتیں تب بھی کافی تھیں۔ میری رائے میں ہر مسلمان کے پاس ان کتب کی موجودگی ضروری ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں اور فتاویٰ کے ذکر پر مشتمل عنوانات اور ابواب

حافظ شامی نے سیرت النبی ﷺ میں اس فصل کو درج ذیل عنوان دیا ہے ”نبی ﷺ کے احکام اور فیصلوں کے حوالے سے نبی ﷺ کے سیرت نگار“ اور کہا ہے کہ اس سے تشریع عام کا ذکر مراد نہیں اگرچہ آپ کے خاص فیصلے تشریع عام کے جامع ہیں بلکہ اس سے غرض ان احکام جزئیہ میں آپ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ ہے جن کا تعلق باہمی جھگڑوں سے ہے اس میں آپ کی سیرت طیبہ کیا تھی؟ ہم اس فصل سے متعلق ابواب اور عنوانات ذکر کریں گے۔ چنانچہ حافظ شامی نے سب سے پہلے یہ عنوان قائم کیا ”رسول اللہ ﷺ کے احکام فیصلوں اور فتاویٰ کے حوالے سے آپ کے سیرت نگار“ پھر اس کے پہلے باب کا یہ عنوان قائم کیا ہے ”مراسلات میں رسول اللہ ﷺ کے احکام اور فیصلے اور اس سے ملحقہ عنوانات“ اس میں کئی ابواب ہیں:

- (۱) لوگوں کے درمیان منصف بننے سے بچنا اور ڈرنا (۲) حضور ﷺ کا فیصلہ (قضاء) کی تین قسمیں بیان فرمانا
- (۳) آپ ﷺ کا غصے اور بھوک کی حالت میں فیصلہ (۴) حضور ﷺ کا جھگڑے کے فریقوں کو نصیحت فرمانا
- کرنے سے منع فرمانا (۶) مقروض کا پیچھا کرنے کا حکم فرمانا
- (۵) آپ کا تہمت کے ملزم کو نظر بند کرنا (۸) کوڑھیوں اور اہل معاصی سے گفتگو کرنے سے
- (۷) تہمت لگانے والے کو شہر بدر کرنا پرہیز کرنے کا حکم



- (۹) فیصلہ کرنے میں آپ کی سیرت طیبہ  
 (۱۱) معاملات میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ  
 دوسرا باب: وصیتوں اور میراث میں حضور ﷺ کے احکام اور فیصلے  
 تیسرا باب: نکاح، طلاق، خلع، رجوع، ایلاء، لعان، بچے کے نسب کے ثبوت وغیرہ میں آپ کے احکام  
 چوتھا باب: حدود کے بارے میں آپ کے فیصلے اور احکام  
 اس باب کے تحت درج ذیل اٹھارہ عنوانات مذکور ہیں:

- (۱) حدود میں سفارش
  - (۲) حدود کو رفع کرنا اور اس کی حکمت
  - (۳) تعزیر میں رسول اللہ ﷺ کا حکم
  - (۴) مسجد میں حدود قائم کرنے کی ممانعت فرمانا
  - (۵) حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ اس پر حد نہیں
  - (۶) کمزور پر آپ کی طرف سے اقامت حد کی کیفیت
  - (۷) قابل حد فعل انجام دینے والے کے لیے آپ کی طرف سے اقرار سے رجوع یا انکار کا اشارہ
  - (۸) حد کا سبب بیان کیے بغیر اپنے قابل حد ہونے کے اعتراف پر حد قائم نہ کرنا
  - (۹) مرتدوں اور محاربین کے بارے میں آپ کا حکم
  - (۱۰) زانی کے بارے میں آپ کا حکم
  - (۱۱) مجبور کے بارے میں آپ کا حکم
  - (۱۲) نادان، ناسمجھ کے متعلق آپ کا حکم
  - (۱۳) اپنے باپ کی بیوی سے شادی کرنے والے کے متعلق آپ کا حکم
  - (۱۴) ان لوگوں کا بیان جن کو حضور ﷺ نے حد لگائی
  - (۱۵) لوطی (ہم جنس پرست) کے بارے میں آپ کا حکم
  - (۱۶) تہمت کی حد کے بارے میں آپ کا حکم
  - (۱۷) چوری کی حد کے بارے میں آپ کا حکم
  - (۱۸) مدہوش (نشہ میں چور) کے بارے میں آپ کا حکم
- پانچواں باب: جنایات، دیات (خون بہا)، قصاص اور زخموں کے بارے میں حضور ﷺ کے فیصلے اور احکام۔ اس باب میں کئی فصول ہیں۔

چھٹا باب: دعووں، گواہوں اور تنازعات کے متعلق آپ کی سیرت طیبہ  
 ساتواں باب: مذکورہ بالا فیصلوں کے علاوہ دیگر معاملات میں آپ کے فیصلے





حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجنے کا واقعہ ابو داؤد نے سنن میں احمد اسحاق بن راہویہ اور ابو داؤد الطیالسی وغیرہ نے اپنی مسانید میں نقل کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں 'نصب الراية' تلخیص الحبر)

حافظ محبت الدین الطبری نے اپنی کتاب "ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی" میں اس پر یہ عنوان قائم کیا ہے: "باب ذکر دعاء رسول اللہ ﷺ له رضوان اللہ علیہ حین ولاہ قضاء الیمن" اس کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا میں نوجوان تھا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ مجھے ایسی قوم کی طرف روانہ فرما رہے ہیں جن کے درمیان واقعات (جھگڑے وغیرہ) ہوں گے اور مجھے قضاء کا علم نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو ہدایت دے گا اور تیرے قلب کو ثابت رکھے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے کبھی شک نہیں ہوا۔ (احمد) الطبری کہتے ہیں: احداث سے حضرت علی کی مراد واقعات اور تنازعات وغیرہ تھے۔

"احکام ابن العربی" میں ہے نبی ﷺ نے اپنی حیات طیبہ ہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ فرمایا تھا آپ اس سے پہلے یمن میں اپنے عمال اور والی روانہ فرما چکے تھے۔

علامہ القرانی نے "الفروق" میں کہا ہے: قاضیوں کے انتخاب میں اسے مقدم کیا جائے جو احکام شرعیہ کا دوسروں سے زیادہ عالم ہو اور فریقین کے دلائل اور دھوکہ دہی کی چالوں کو خوب سمجھتا ہو نبی ﷺ کے ارشاد گرامی "اقضاکم علی" ۱۳؎ کا یہی مطلب ہے کہ علی مقدمہ کے فریقین کے دلائل اور ان کی پرفریب چالوں کو تم سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں۔ اس توجیہ سے حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی اور ارشاد گرامی "تم میں سے حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والا معاذ ہے" ۱۴؎ میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ حضرت معاذ اگرچہ حلال اور حرام کی زیادہ معرفت رکھنے کی وجہ سے لوگوں کے درمیان بہترین فیصلہ کرنے والے تھے تاہم قضاء میں حلال و حرام کی معرفت کے علاوہ ایک زائد چیز دلائل کی معرفت اور ان کی گہرائی تک رسائی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے انسان حلال اور حرام کی گہری معرفت رکھنے کے باوجود شبہات سے دھوکہ کھا جاتا ہے قضاء اسی جانچ اور پرکھ کا نام ہے۔

### حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

"الاستیعاب" ۱۵؎ میں ہے نبی ﷺ نے آپ کو یمن کے علاقہ الجند کی طرف روانہ فرمایا تا کہ آپ لوگوں کو قرآن اور شرائع اسلام کی تعلیم دیں اور ان کے مابین فیصلے کریں اور یمن میں حضور ﷺ کے عمال سے صدقات وصول کریں یہ فتح مکہ کے سال (۸ھ) کا واقعہ ہے۔ ۱۶؎

۱۳؎ ضعیف حدیث۔ مسند ابو یعلیٰ: ۶۳/۵۷ از ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کا اسناد محمد بن عبد الرحمن البیہانی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۴؎ ضعیف حدیث۔ گذشتہ حدیث کا ایک حصہ ہے۔

۱۵؎ "الاستیعاب" علی ہاشم "الاصابہ" ج ۳ ص ۳۵۷۔

۱۶؎ "الاستیعاب" علی ہاشم "الاصابہ" ج ۳ ص ۳۵۶-۳۵۷ بحوالہ ابن عبد البر از ابن اسحاق بلا اسناد۔

حافظ الشامی لکھتے ہیں: طبرانی نے صحیح کے راویوں سے مسروق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چھ اصحاب منصب قضاء پر فائز تھے: حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔<sup>۱۷۱</sup>

امام احمد اور حاکم نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قوم کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اچھا فیصلہ کرنا نہیں آتا، آپ نے فرمایا: جب تک قاضی عہدِ ظلم نہ کرے اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔<sup>۱۷۲</sup>

نبی ﷺ کے پاس دو فریق تنازعہ لے کر آئے تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کے درمیان فیصلہ کر دو۔<sup>۱۷۳</sup> اسی طرح آپ نے ایک مرتبہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے بھی فرمایا تھا: ان کے درمیان فیصلہ کر دو۔ اسے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

علامہ ابن قدامہ المقدسی کی کتاب ”الاستبصار“ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یمن کا قاضی، امیر اور صدقات کا محصل بنا کر روانہ فرمایا۔

ابن ابراہیم الوزیری لیسنی ”الزهر الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم“ میں لکھتے ہیں: نبی ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن میں قاضی اور صدقات کا محصل بنا کر بھیجا، آپ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں قاضی اور مفتی تھے، خلفاء راشدین کے دور میں بھی آپ یہی خدمات انجام دیتے تھے۔

”در السحابہ“ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: شععی نے کہا ہے: قاضی چار ہیں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ شامی اور دیگر حضرات کے بقول نبی ﷺ نے کسی معین شخص کو لوگوں کے لیے قاضی مقرر نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ نے خاص خاص مواقع پر صحابہ کی ایک جماعت کو حسب ضرورت قاضی مقرر فرمایا تھا۔

<sup>۱۷۱</sup> صحیح حدیث طبرانی ”الکبیر“ ج ۱ ص ۵۲۸، بیہقی ”الدغل“ ص ۲۲، حاکم ج ۳ ص ۳۰۲، از مسروق۔ بیہقی نے ”الجمع“ ج ۹ ص ۳۱۲ میں کہا ہے: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

<sup>۱۷۲</sup> نہایت ضعیف روایت۔ احمد ج ۵ ص ۲۶، از طریق اسماعیل بن عیاش از ابی شیبہ یحییٰ بن یزید بن ہبیسہ از نفع بن حارث از معقل بن یسار۔ اس کا اسناد نہایت ضعیف ہے، اسماعیل بن عیاش اپنے شہر والوں سے روایت میں صدوق اور دوسرے راویوں سے روایت میں مخطوط ہے۔ (الترغیب: ۴۷۴) ابوشیبہ یحییٰ بن یزید مقبول ہے۔ (الترغیب: ۷۰۲) نفع بن حارث متروک ہے۔ ابن معین نے اسے کاذب کہا ہے۔ (الترغیب: ۷۰۷) لیکن اس حدیث کا شاہد موجود ہے یہ ابواؤفی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے ترمذی: ۱۳۳۰، ابن ماجہ: ۲۳۱۲، ابن حبان: ۵۰۶۲، حاکم ج ۴ ص ۹۳، بیہقی ج ۱۰ ص ۸۸ اور ابن عدی نے ”الکامل“ ج ۶ ص ۲۱۳۵ میں روایت کیا ہے، تفصیل کے لیے صحیح ابن حبان: ۵۰۶۲ میں شیخ شعیب الارناؤوط کی تحریک ملاحظہ کیجئے یہ حدیث حسن ہے اور معقل بن یسار کی حدیث کا قوی شاہد ہے۔

<sup>۱۷۳</sup> ضعیف حدیث۔ احمد ج ۴ ص ۲۰۵، از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ بیہقی نے اسے ”الجمع“ ج ۴ ص ۱۹۵ میں ذکر کر کے کہا ہے اسے احمد نے اور طبرانی نے ”الکبیر“ میں روایت کیا ہے۔ اس میں ایسا راوی ہے جسے میں نہیں پہچانتا۔

”صبح الاعشی“ میں ہے قاضی کا مطلب ہے: احکام شرعیہ میں دودعوے داروں کے درمیان متنازعہ امور کا فیصلہ کرنے والا۔ نبی ﷺ کے عہد مبارک ہی سے یہ ذمہ داری بعض اصحاب کے سپرد کی گئی اور تا حال سپرد کی جاتی ہے۔ علامہ قضا ئی نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علیؓ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہم کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منصب قضاء پر مقرر کیا۔

”وفیات الاسلاف“ (ص ۳۶۶) میں ہے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے قاضی مقرر فرمایا جب آپ نے حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا اور خلفاء میں سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسروں کو منصب قضاء پر فائز کیا انہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو کوفہ اور حضرت شریح کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا تا کہ آپ خلافت اور حکمرانی کی ذمہ داریاں ادا کرنے میں آسانی حاصل کریں۔

”طبقات ابن سعد“ میں ہے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں کے لیے قاضی مقرر کیے۔ علامہ ابو عمر بن عبد البر نے ”الاستیعاب“ میں حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں امام مالک کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قاضی مقرر کیے اور انہوں نے خلفاء اربعہ کی جانب سے سب سے پہلے قاضی مقرر کرنے کا انکار کیا ہے علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں: ہمارے نزدیک امام مالک کا یہ قول اس پر محمول ہے کہ انہوں نے دار الخلافہ میں ایسا نہیں کیا ورنہ دور دراز علاقوں میں انہوں نے قاضی مقرر کیے اور اپنے عمال کے علاوہ دوسروں کو یہ ذمہ داریاں سپرد کیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوفہ پر شریح کو قاضی مقرر کرنا ہمارے علماء کے نزدیک حد درجہ مشہور ہے اور قابل حجت ہے۔

”العتیبہ“<sup>۲۰</sup> میں امام مالک سے منقول اس قول پر کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے قاضی مقرر نہیں کیا اور وہ خود ہی لوگوں کے معاملات پر نظر رکھتے تھے ابن رشد نے لکھا ہے کہ یہ امام مالک کے اس قول کی اصل ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قاضی مقرر کیا ان کی مراد یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مرکز اور دار الحکومت میں قاضی مقرر کیے کیونکہ وہ قضاء کے علاوہ مسلمانوں کے دیگر امور میں مصروف رہتے تھے جیسے لشکروں کی روانگی سرحدوں کی نگرانی وغیرہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو مریم الحنفیؓ کو بصرہ کا قاضی مقرر فرمایا اور کعب بن سور اللقیطی کو وہاں کا والی بنایا۔ ابو مریم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تک بصرہ کے قاضی رہے۔ اور شریح کو کوفہ کا قاضی بنایا یہ مثالیں ہماری توجیہ کی صحت کی دلیل ہیں کہ خلفاء راشدین صرف دار الخلافہ میں قضاء کا کام خود سرانجام دیتے تھے دور دراز شہروں میں یہ ذمہ داری دوسروں کے سپرد کرتے تھے۔

۲۰ ”فتاویٰ العتبیہ“ در فقہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲۱ ابو مریم الحنفی کا نام یاس بن صبیح ہے۔ (اخبار القضاة ج ۱ ص ۲۶۹)



”فتح الباری“ میں ہے بیہقی نے سند قوی کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے آپ نے منصب قضاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ امام بیہقی نے قوی سند کے ساتھ ایک اور روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قاضی مقرر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو لکھا منصب قضاء پر اپنے صالح اور نیک لوگوں کو مقرر کرو اور ان کو وظیفہ دو۔

بیہقی نے سند لین (نرم) کے ساتھ ایک اور روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کے بعد دمشق کا قاضی کون ہو؟ فرمایا: فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ۔ یہ حضرات اکابر اور فضلاء صحابہ سے تعلق رکھتے تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب الاحکام کا باب اجر من قضی بالحقمة) ”المدونہ“ میں ہے امام مالک نے فرمایا: قضاء کا علم دوسرے علوم کی طرح نہیں ہے اس شہر (مدینہ طیبہ) میں حضرت ابو بکر بن عبدالرحمن سے زیادہ قضاء کا علم رکھنے والا کوئی نہ تھا انہوں نے حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما سے علم قضاء کا کچھ حصہ حاصل کیا تھا اور حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قضاء کا علم حاصل کیا تھا۔

### کیا رسول اللہ ﷺ قاضی کے لیے سن رسیدہ ہونے کی شرط لگاتے تھے؟

امام ابوداؤد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے بھیج رہے ہیں حالانکہ میں کم عمر ہوں اور مجھے قضاء کا علم نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے قلب کو ہدایت بخشے گا اور تیری زبان کو ثابت قدمی عطا فرمائے گا جب تیرے سامنے دو مخالف فریق بیٹھیں تو تم اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک تم فریق ثانی کی بات اسی طرح نہ سن لو جس طرح تم نے فریق اول کی بات سنی ہے کیونکہ اس طرح تمہیں بہتر فیصلہ کرنے میں مدد ملے گی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھ سے فیصلہ میں لغزش نہیں ہوئی یا فرمایا: اس کے بعد مجھے کسی فیصلہ میں شک نہیں پڑا۔

اسی طرح امام احمد حاکم نے تصحیح کے ساتھ ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یحییٰ بن اسلم کو جب قاضی مقرر کیا گیا ان کی عمر اکیس سال تھی ان سے پوچھا گیا: قاضی کی عمر کتنی ہو؟ کہا: حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی اس عمر کے برابر جب فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے ان کو مکہ کا امیر اور قاضی مقرر فرمایا تھا (وہ اس وقت بیس برس کے تھے) اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جس عمر میں یمن پر قاضی بنا کر روانہ فرمایا تھا میری عمر اس سے زیادہ ہے۔

حافظ العراقی نے ”المغنی“<sup>۲۲۲</sup> میں کہا ہے کہ خطیب نے تاریخ میں محل نظر اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے

۲۲۲ ”المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار“ تالیف حافظ زین الدین ابی الفضل عبد الرحیم بن الحسین العراقی متوفی ۸۰۶ھ۔



کہ ابن اکثم کا قول حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی نسبت سے صحیح ہے، کیونکہ اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔

”منحة و اهب الهبات البهية“ میں ہے:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ (سالار لشکر) بیس سال کے تھے جب ختم الانبیاء ﷺ کا وصال ہوا۔

علامہ الجوزی نے ”الصفوہ“ میں اور واقدی نے یہی روایت کیا ہے۔

البتہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ان کا قول درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یحییٰ بن سعد انصاری، امام مالک اور ابن ابی حاتم کے بقول حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ واللہ اعلم (اس طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی قاضی مقرر کیے جانے کے وقت کی عمر یحییٰ بن اکثم کی عمر سے زائد ہوگی)۔

”فتح الباری“ کے ”باب اخذ الصدقة من الاغنياء وردھا علی الفقراء“ میں ہے اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن کے والی تھے یا قاضی، ابن عبد البر نے دوسرے قول کو اور الغسانی نے پہلے قول کو قطعی قرار دیا ہے۔

”اسد الغابہ“ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں ہے نبی ﷺ نے حضرت اسامہ کو عامل (لشکر کا سالار) بنایا اس وقت وہ اٹھارہ سال کے تھے۔

علامہ القسطلانی نے ”الارشاد“ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں لکھا ہے: حضرت اسامہ کے لشکر میں بڑے بڑے صحابہ کی ایک جماعت شامل تھی، اس سے غلام کو والی بنانے کا جواز ثابت ہوا اور یہ کہ کم عمر کو بڑی عمر والوں پر اور مفضل کو فاضل پر والی بنانا جائز ہے۔

فاس میں اپنے ساتھیوں میں سے ایک صاحب کا رسالہ میری نظر سے گزرا ہے جس میں انہوں نے زیادہ تر ”اسد الغابہ“ اور ”الاصابہ“ کے تراجم کے حوالے سے امور شرعیہ کی انجام دہی میں ان حضرات کا ذکر کیا ہے جو ابھی نو عمر تھے یا مطلوبہ استعداد نہیں رکھتے تھے اور ان کو یہ ذمہ داری سونپی گئی، اس سلسلہ میں حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن حارثہ، حضرت اسامہ، حضرت عتاب بن اسید، حضرت معاذ بن جبل، حضرت کعب بن سور، حضرت باذان بن ساسان، حضرت شہر بن باذان، حضرت عمرو بن حزم، حضرت عبد اللہ بن عامر بن کریم، حضرت زید بن ثابت، حضرت قیس بن سعد بن عبادہ، حضرت زید بن قنفذ، بن زید بن جدعان رضی اللہ عنہم کو ذکر کیا ہے۔

### عجیب و غریب واقعہ

ابن ابی ایاس الحنفی المصری کی تاریخ مصر (ج ۲ ص ۳۰۶) میں ہے خلیفہ التوکل علی اللہ عبد العزیز نے حافظ جلال الدین سیوطی کو اتنا بڑا عہدہ اور منصب دیا کہ ایسا منصب کسی کے لیے نہیں سنا گیا، وہ یہ کہ خلیفہ نے حافظ سیوطی کو قاضی القضاة مقرر کر دیا اور ان کو یہ اختیار دے دیا کہ سارے بلاد اسلامیہ میں جس کو چاہیں قاضی مقرر کریں اور جس کو چاہیں اس منصب سے معزول کر دیں، یہ ذمہ داری اور عہدہ دولت بنو ایوب میں قاضی تاج الدین ابن بنت

الاعز کے سوا اور کسی کو کبھی نہیں ملا تھا۔ جب قضاۃ کو اس کی خبر ملی تو انہیں یہ بات گراں گزری اور انہوں نے اسے خلیفہ کی کم عقلی پر محمول کیا اور کہا: خلیفہ کو سلطنت و اقتدار کے باوجود حل و عقد اور تقرری و معزولیت کا اختیار نہیں رہا اور خلیفہ اقتدار کے باوجود کم تر درجہ پر آ گیا ہے جب اس سلسلہ میں چہ میگوئیاں بڑھیں اور لوگوں نے خلیفہ کے خلاف لب کشائی کی تو خلیفہ نے اپنا فرمان واپس لے لیا اور حافظ سیوطی کو اس عہدہ سے معزول کر دیا اس سے ایک عظیم فتنہ کا دروازہ کھلنے والا تھا اور ایسے معاملات پیش آئے جن کا ذکر فضول ہے ایک مدت کے بعد حالات پرسکون ہوئے۔ علامہ ابن ابی ایاس کا یہ قول کہ ایسا مرتبہ کسی کو نہیں ملا تھا محل نظر ہے کیونکہ حافظ سیوطی کی ”تاریخ الخلفاء“ میں ہے کہ خلفاء اپنے دار الخلافت میں مقیم قاضی کو اپنے تمام صوبوں اور ممالک کی ولایت عطا کرتے تھے اور تمام علاقوں پر قاضی کو اپنی مرضی سے اپنے نائب مقرر کرنے کا اختیار ہوتا تھا۔ اسی لیے دار الخلافہ کے قاضی کو قاضی القضاۃ کہا جاتا تھا دوسرے قاضیوں کو صرف قاضی یا فلاں شہر کا قاضی کہا جاتا تھا۔

حافظ قاسم ابن قطلوبغا کی کتاب ”طبقات الحنفیہ“ (ص ۶۵) میں امام ابو یوسف کے تذکرہ میں ابن الطیب القادری سے منقول ہے کہ ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ تین عباسی خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے قاضی رہے آپ مشرق و مغرب کے ہر اسلامی شہر میں قاضی مقرر کرتے تھے سب سے پہلے آپ ہی کو قاضی القضاۃ کا خطاب دیا گیا یہ ہارون الرشید کے دور خلافت کا واقعہ ہے۔

دوسرے حضرات نے امام ابو یوسف کے بارے میں لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے آپ ہی کو قاضی القضاۃ کہا گیا اسی طرح آپ کو قاضی الدنیا بھی کہا گیا کیونکہ آپ خلیفۃ المسلمین کے زیر اقتدار تمام ممالک اور صوبوں میں اپنے نائب مقرر کرتے تھے۔ الشیخ عبدالغنی النابلسی شطرنج کے بارے میں اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں: شطرنج کھیلنے میں کوئی حرج نہیں یہ مشرق و مغرب کے قاضی اور عالم سے مروی ہے۔

اس بیت کی شرح میں کہا ہے: اس سے امام ابو یوسف مراد ہیں کیونکہ ان کی ولایت میں مشرق و مغرب شامل تھے کہ آپ خلیفہ ہارون الرشید کے قاضی تھے۔ (المحیۃ الندیہ ج ۲ ص ۲۹۶)

”طبقات ابن قطلوبغا“ ہی میں ابو شجاع نجم الدین الترمذی مولیٰ الامام الناصر لدین اللہ المہدی ۶۵۰ھ کے تذکرہ میں ہے خلیفہ المختصر نے آپ کو قاضی القضاۃ کا منصب پیش کیا جسے آپ نے قبول نہیں کیا۔

قازان کے عالم شہاب الدین المرجانی کی کتاب ”وفیۃ الاسلاف و تحیۃ الاخلاف“ (ص ۲۷۷) میں قاضی القضاۃ کے زیر عنوان بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس لقب کا اطلاق بے شمار جلیل القدر قاضیوں پر کیا گیا ہے تاہم حقیقی طور پر صرف دو افراد ایسے ہیں جو اس لقب کے حق دار ہیں یہ حضرات سلطنت اسلامیہ کے مشارق و مغارب میں واقع تمام شہروں اور علاقوں کے قاضی تھے ان کے دور میں تمام (اسلامی) دنیا کے قاضی ان کے نائب کے طور پر فیصلے کرتے تھے۔ ان میں سے پہلے خلیفہ ہارون الرشید کے قاضی ابو یوسف ہیں اور دوسرے خلیفہ معتصم کے دور کے ابو عبد اللہ احمد بن داؤد بن مالک الیادی ہیں۔

## عدالتی زیادتیوں پر نظر

علامہ المرجانی نے ”وفیة الاسلاف“ (ص ۳۶۶) میں کہا ہے: ظلم و زیادتیوں پر نگاہ رکھنا قضاء سے بھی بڑی ذمہ داری ہے اس کے لیے اقتدار کی قوت اور عدالتی انصاف دونوں ضروری ہیں۔ جب یہ دونوں چیزیں اپنی پوری عظمت کے ساتھ موجود ہوں گی، تنازعات میں ظلم و زیادتی کا قلع قمع ہوگا۔ ظالم کو تنبیہ ہوگی اور فیصلے کا نفاذ آسان ہوگا۔ ایسے شخص کی نظر گواہوں، تحقیقات اور قرائن و علامات سب پر یکساں ہوگی، وہ حق کے حصول میں تاخیر کار و ادار نہ ہوگا، وہ فریقین کو صلح کی ترغیب دے سکتا ہے گواہوں سے حلف طلب کر سکتا ہے، خلفاء یہ کام خود کیا کرتے تھے۔ المہندی باللہ تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہا، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وہ یہ ذمہ داری اپنے قاضیوں کو سونپ دیتے تھے۔

نبی ﷺ نے بہ نفس نفیس یہ کام سرانجام دیا ہے آپ اپنے عمال اور قاضیوں کے احکام کی چھان بین فرماتے اور ان سے باز پرس کرتے تھے۔

”نہایۃ الارب“ میں شہاب احمد النوری نے اس سلسلہ میں وہ روایت نقل کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے درمیان پہاڑی سے آنے والی پانی کی تالی کے پانی کے تنازعہ میں جائے وقوعہ کا خود معائنہ فرمایا۔ (ج ۶ ص ۲۶۸)

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد خلفاء راشدین کا یہی معمول رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت میں اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر سال حج کے موقع پر اپنے عمال کے بارے میں چھان بین کرتے، لوگوں سے اپنے عمال اور حکام کے بارے میں معلومات حاصل کرتے۔ تفصیل محاسبہ کے باب میں گزر چکی ہے، یہی چیز عدل و انصاف کی سر بلندی کی بنیاد اور اصل ہے۔

ابن ابی الحدید المدائنی<sup>۲۲۸</sup> کی ”شرح نہج البلاغۃ“ (ج ۳ ص ۱۰۹) میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فرمایا: انشاء اللہ اگر میں زندہ رہا تو میں رعایا میں خود گشت پر نکلوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں لوگوں کی حاجتیں مجھ تک نہیں پہنچ پاتیں یا ان کے حکمران مجھے ان سے آگاہ نہیں کرتے یا وہ خود مجھ تک نہیں پہنچ سکتے، میں شام جاؤں گا وہاں دو ماہ رہوں گا، پھر الجزیرہ جاؤں گا وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر مصر جا کر دو ماہ ٹھہروں گا، پھر دودو مہینے بحرین، کوفہ اور بصرہ میں جا کر قیام کروں گا، بخدا یہ بہت اچھا سال ہوگا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر کوئی اونٹ دریائے فرات کے کنارے دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث مر جائے

<sup>۲۲۸</sup> عزالدین ابو حامد عبد الحمید بن بہتہ اللہ المدائنی، کاتب شاعر، مؤلف ”شرح نہج البلاغۃ“ مدائن میں پیدا ہوا، بغداد میں سکونت اختیار کی، بادشاہوں کا کاتب رہا، وزیر ابن العتقی کا مقرب تھا، کیونکہ ادیب اور شیعہ ہونے میں دونوں باہم مقاربت و مناسبت رکھتے تھے۔ متوفی ۶۵۵ھ (فوات الوفيات ج ۲ ص ۲۵۹، البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۱۹۹)

## گورنروں اور قاضیوں کا مشاہرہ

”الہدایہ“ ۲۲۳ء میں ہے نبی ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کی طرف بھیجا اور ان کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ حافظ الزیلعی نے ”نصب الراية“ میں اس روایت کو غریب کہا ہے۔ ۲۲۴ء پھر ”طبقات ابن سعد“ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے میں اس عمل (ذمہ داری) پر مقرر ہوا ہوں مجھے دو کپڑے ملے ہیں جو میں نے اپنے غلام کیسان کو پہنا دیئے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے سالانہ چالیس اوقیہ مقرر فرمایا تھا، ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ ابوالریح بن سالم نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے لیے روزانہ ایک درہم مقرر فرمایا تھا۔ ”طبقات ابن سعد“ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو جند حمص کا والی (گورنر) مقرر کیا تو ان کے لیے روزانہ کا ایک دینار، ایک بکری اور ایک مد غلہ مقرر کیا۔

صحیح البخاری کے ”باب رزق الحکام والعاملین علیہا“ میں ہے شرح منصب قضاء پر تنخواہ لیتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وحی اپنے عمل کے مطابق کھائے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی بیت المال سے کھایا ہے۔

”مصنف عبد الرزاق“ میں الحسن بن عمارہ حکم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شرح اور سلیمان بن ربیعہ الباہلی کا منصب قضاء پر وظیفہ مقرر کیا۔

ابن سعد نے ”الطبقات“ میں روایت کیا ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاضی شرح کا پانچ سو وظیفہ مقرر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قاضی بنایا اور ان کا وظیفہ مقرر کیا۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو صبح کو آپ بازار کی طرف جانے لگے، حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما آپ سے ملے اور کہا: واپس چلیں ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں۔

صحابہ کرام نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دو ہزار (سالانہ) وظیفہ مقرر کیا، آپ نے فرمایا: اس میں اضافہ کرو تو انہوں نے پانچ سو بڑھادیئے۔

مؤلف کہتے ہیں: شاید حافظ الزیلعی اور حافظ ابن حجر کی نظر میں ابوداؤد اور حاکم کی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ مرفوع حدیث نہ تھی کہ ہم نے جس کو عامل بنایا اور اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اس کے بعد جس نے کچھ لیا تو وہ خیانت ہے۔ حافظ نے ”تلخیص الخبیر“ میں اسے مذکورہ بالا حوالوں سے نقل کیا ہے۔

۲۲۳ متاخرین حنفیہ کی مشہور کتاب شرح ”بدایہ المبتدی“ تالیف امام ابوالحسن علی بن ابی بکر الرغینانی متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ کی سب سے

اہم شرح ”فتح القدیر“ مؤلفہ کمال الدین بن ہمام ہے۔ شیخ عبد الرزاق البہدی نے ہدایہ کی احادیث کی تخریج کی ہے جو دارالکتب

العلمیہ سے چھپ چکی ہے۔

۲۲۴ امام جمال الدین الزیلعی ”نصب الراية“ میں جس روایت کو غریب کہتے ہیں اس سے ضعیف روایت مراد ہوتی ہے۔

تو مجھے اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ آل خطاب سے سوال کرے گا۔ عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے کہا: آل خطاب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات مراد لی۔

”سیرۃ عمر“ ۲۹۹ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے اپنے عمال کے خلاف خبروں کی چھان بین اور خلیفہ کے پاس پہنچنے والی عمال کے خلاف شکایات کی تفتیش کے لیے کسی شخص کو ذمہ داری سونپی آپ نے یہ ذمہ داری حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی۔

الطرطوشی کی ”سراج الملوک“ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی معاملے میں اپنے عمل کے مطابق عمل کے خواہش مند ہوتے تو آپ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجتے تھے (تاکہ عمال آپ کے طریق کار کی پیروی کریں)۔ ابن راہویہ حارث بن ابی اسامہ اور مسدد نے نقل کیا ہے اور حافظ سیوطی نے ”المجمع“ میں تصحیح کے ساتھ عبد اللہ بن بریدہ سے ربیع بن زیاد کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے وفود کے روبرو خطبہ کے ذکر میں کہا ہے کہ حضرت عمر نے ان کو ولایت عطا کی اور آپ نے مجمع کے سامنے کہا: میں جب بھی تمہارے پاس کسی کو والی بنا کر بھیجتا ہوں اس کے کام کی دیکھ بھال کرتا ہوں اور ذمہ داری نبھانے میں اس کا طرز عمل میرے لیے لکھا جاتا ہے گویا کہ میں خود اس پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۳۶)

الطرطوشی کی ”سراج الملوک“ میں ہے ابراہیم النخعی نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی وفد آتا آپ ان کے حالات دریافت کرتے ان کے بازاروں کی قیمتیں معلوم کرتے وہاں کے معروف لوگوں کے متعلق سوال کرتے اور ان کے امیر کے متعلق پوچھتے کیا اس کے پاس کمزور آسکتے ہیں؟ کیا وہ بیماروں کی عیادت کو جاتا ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہوتا آپ اللہ کی حمد کرتے اور اگر جواب نہ میں ہوتا تو آپ اس امیر کو متوجہ کرنے کے لیے مکتوب روانہ کرتے۔

اسی کتاب میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ آپ کے پاس جب بھی آئیں دن کو آئیں رات کو نہ آئیں تاکہ وہ اموال میں کسی قسم کا تصرف نہ کر پائیں۔

العقبانی نے تحفة الناظر میں موطا کے جامع کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر ہفتہ کے دن عوالی (مدینہ طیبہ کا بالائی علاقہ اطراف کا علاقہ) میں تشریف لے جاتے اگر کسی غلام کو اس کی طاقت سے زیادہ کام میں مصروف پاتے تو اس سے اتنی مشقت کم کر دیتے جتنی کہ آپ کے خیال میں مناسب ہوتی تھی۔

”العتبہ“ میں ہے امام مالک نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک گدھے کے پاس سے گزرے جس پر اینٹیں لدی ہوئی تھیں آپ نے اس سے دو اینٹیں اتار دیں اس کی مالکن آپ کے پاس آئی اور کہا: اے عمر! میرے گدھے سے آپ کا کیا واسطہ؟ کیا آپ کو اس پر بھی اقتدار حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر میں اس جگہ کیوں بیٹھا ہوں؟ اس کے بعد امام مالک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عوالی کے باغات میں گشت کرنے کا قصہ ذکر کیا ہے۔

میں نے سنن ابی داؤد میں دیکھا امام ابو داؤد نے خراج اور امارت کے ابواب میں ”باب فی اوزاق العمال“ کے عنوان میں اسے درج کیا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ہم نے جس کو کسی عمل پر عامل بنایا پھر ہم نے اس کو رزق (وظیفہ) دیا تو اس نے اس کے بعد (بیت المال سے) جو کچھ لیا وہ خیانت ہے۔<sup>۴۲۵</sup>

پھر حضرت مسور بن شداد رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو ہمارا عامل ہو وہ (بیت المال سے) بیوی (کنیز) حاصل کر سکتا ہے اگر اس کا خادم نہیں تو خادم حاصل کر سکتا ہے اور اگر اس کا گھر نہیں تو گھر حاصل کر سکتا ہے راوی کہتے ہیں: ابو بکر نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اس کے علاوہ لیا وہ خائن یا چور ہے۔<sup>۴۲۶</sup>

”عون الودود“ میں پہلی حدیث پر لکھا ہے: امام ابو داؤد اور حافظ المندری نے اس حدیث پر سکوت اختیار کیا ہے اس کے رجال ثقہ ہیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ عامل کے لیے اپنے زیر کنٹرول مال سے اپنا حق لینا جائز ہے۔

پھر دوسری حدیث پر الطیبی سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے عامل کے لیے اپنے زیر تصرف مال سے اتنا مال لینا حلال ہے جس سے وہ اپنی بیوی کا مہر ادا کر سکے اور اس کے لیے لباس اور کھانے کا بندوبست کر سکے۔ اسی طرح اپنی دوسری ضرورتیں بھی پوری کر سکتے ہیں بشرطیکہ اسراف اور مالی فراوانی پیش نظر نہ ہو۔

بعد ازاں ابو داؤد نے ابن الساعدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے صدقات کی وصولی پر عامل بنایا جب میں اس کام سے فارغ ہو گیا آپ نے مجھے اپنی اجرت لینے کا حکم دیا میں نے کہا: میں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے یہ کام کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں جو کچھ دے رہا ہوں اسے لے لو میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں یہ کام کیا تو آپ نے مجھے اس پر اجرت عطا فرمائی تھی۔<sup>۴۲۷</sup>

”التعلیق المحمود علی سنن ابی داؤد“ میں شیخ فخر الحسن گنگوہی اس حدیث پر لکھتے ہیں کہ عام ذمہ داریاں نبھانے پر عوض (اجرت) لینا جائز ہے جیسے تدریس اور قضاء وغیرہ ہیں بلکہ حکمران پر ایسے تمام افراد کی کفالت واجب ہے جو تدریس، قضاء یا ان جیسی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہوں۔ اس حدیث اور اس قسم کی دیگر احادیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ بغیر سوال اور لالچ کے اگر عطیہ دیا جائے تو اس کا قبول کرنا واجب ہے۔ امام احمد وغیرہ کا یہی قول ہے۔ لیکن جمہور علماء نے اسے استحباب اور اباحت پر محمول کیا ہے۔

(دیکھئے سراج الملوک باب ۴۹-۵۰)

۴۲۵ صحیح حدیث۔ ابو داؤد: ۲۹۴۳ حاکم ج ۱ ص ۴۰۶ از بریدہ رضی اللہ عنہ۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے لیکن انہوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ ذہبی بھی حاکم کے ہم خیال ہیں۔

۴۲۶ صحیح حدیث۔ ابو داؤد: ۲۹۴۵ از مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ۔

۴۲۷ صحیح حدیث۔ ابو داؤد: ۲۹۴۳۔

ابن رشد کہتے ہیں: اس کا مطلب واضح ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے ہر ایک راہی (نگرانِ حاکم، محافظ) ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، امام (حکمران) راہی ہے اور اس سے اس کی رعیت (ماتحت لوگ رعایا) کے بارے میں سوال ہوگا۔<sup>۲۳۰</sup> اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی اونٹ دیکھ بھال نہ ہونے کے سبب مر گیا تو مجھے اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں مجھ سے سوال فرمائے گا۔ (البیان والتحصیل)

ان معلومات کی روشنی میں المقریزی کی ”الخطط“ میں یہ عبارت کہ سب سے پہلے امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے مظالم پر نظر رکھی اور سب سے پہلے عبدالملک بن مروان نے ایسے مقدمات کے لیے ایک خاص دن مقرر کیا، لیکن اس کی بے توجہی کی وجہ سے ظلم کا یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس پر پوری توجہ مرکوز کی اور مظالم کی تیخ کنی کی، پھر خلفاء بنو عباس نے اس روش کو جاری رکھا۔ اور ”نہایۃ الادب“ میں النوری کا یہ قول کہ خلفاء نے مظالم کے معاملات خود حل نہیں کیے بلکہ ان کو قاضیوں کے حوالہ کر دیا وہی ان کا فیصلہ کرتے تھے۔

یہ تمام حضرات رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل سے غافل ہیں، سابقہ معلومات کی روشنی میں علامہ الخزاعی کا اس عنوان کے تحت ”الاحکام“ سے ابن العربی کے نقل کردہ قول کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ولایت (مظالم کا دفعیہ کرنے کی ذمہ داری) نئی اور نامانوس ہے۔ حالانکہ وہ خود ”الاكتفاء“ میں الکلائی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنے عمال کا محاسبہ ذکر کر چکے ہیں، اسی طرزِ النوری کے ”نہایۃ الادب“ والے قول کا معاملہ ہے۔

### انتباہ

الزرقانی کی ”تاریخ الدولتين الموحديّة والحفصية“ (ص ۴۲) میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں لکھوایا کہ کسی عامل کو دو سال سے زائد عرصہ ایک جگہ نہ رہنے دیا جائے، شیخ ابو محمد عبدالواحد الغریانی نے ثقہ شخصیت سے اس کی شہادت دی کہ تونس میں شروع سے موحدین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ کسی کو منصب قضاء پر دو سال سے زیادہ نہیں رکھتے تھے ان کا خیال تھا کہ قاضی جب زیادہ مدت کسی شہر یا علاقہ میں رہتا ہے اس کے دوست احباب کا حلقہ وسیع ہو جاتا ہے اور وہ اپنے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے، جب تک اس کو معزولی کا دھڑکا لگا رہتا ہے وہ فریب خوردگی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اور وہ اپنے ہم عصروں میں سبقت حاصل کرنے کا متمنی ہوتا ہے اور باہمی مسابقت کی اس دوڑ میں صحیح فیصلے سامنے آتے ہیں، حال محفوظ ہو جاتا ہے اور ان کی کارکردگی نکھرتی چلی جاتی ہے اس کے برعکس جب عرصہ دراز تک ایک شخص منصب قضاء پر برقرار رہے ان میں باہم مقابلے کی فضا نہیں پیدا ہوتی انصاف کا حصول مشکل ہو جاتا ہے اس منصب کے دیگر امیدواروں کی امیدیں دم توڑنے لگتی ہیں اور بعد میں آئے

۲۳۰ صحیح حدیث۔ بخاری: ۸۹۰۰-۲۴۰۹-۲۵۵۲-۲۵۵۸-۲۷۵۱-۵۱۸۸-۵۲۰۰-۷۱۳۸، مسلم: ۱۸۲۹، ترمذی: ۱۷۰۵، احمد: ۷۳۰

ص ۵۳-۵۵، ابن حبان: ۲۴۸۹-۲۴۹۰، از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔



والوں کو اس مقام تک رسائی میں وقت لگتا ہے۔

”طبقات ابن سعد“ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو کسی شہر کا عامل بنا کر بھیجتے اس کا مال لکھ لیتے تھے اور آپ نے بعض عمال کی معزولی کے بعد ان کے مال سے حصہ لے لیا جن میں حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن العاص، حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام کو عامل بناتے تھے اور ان سے افضل صحابہ کرام مثلاً حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اور ان کے ہم مرتبہ حضرات کو عامل نہیں بناتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اول الذکر حضرات اس کام کے لیے زیادہ صلاحیت رکھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دبدبہ اور ہیبت ان پر طاری رہتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے اکابر صحابہ کو والی نہیں بناتے؟ فرمایا: میں ان کو اس عمل سے عیب دار کرنا پسند نہیں کرتا۔

## مقدمات کی سماعت کے دوران قاضی کی نشست گاہ کہاں ہوتی تھی؟

احناف کی کتاب ”الہدایہ“ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اعتکاف کی جگہ میں تنازعات کا فیصلہ فرماتے تھے حافظ ابن حجر نے ”اختصار نصب الراية“ (الدراية فی تخریج احادیث الہدایہ) میں کہا ہے: صاحب ہدایہ گویا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جس میں ان کا حضرت ابن ابی حذر رضی اللہ عنہ سے مسجد میں اپنے قرض کا تقاضا مروی ہے۔ اس میں ہے نبی ﷺ نے اپنے حجرہ کا پردہ ہٹا کر آواز دی: اے کعب! کچھ کم کر دو۔<sup>۴۳۱</sup> اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے اس دوران کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہا: مجھ پر حد قائم کیجئے۔<sup>۴۳۲</sup> حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی دولعان کرنے والوں کے متعلق حدیث میں ہے کہ دونوں نے مسجد میں ایک دوسرے پر لعان کیا میں اس کا گواہ ہوں۔<sup>۴۳۳</sup>

۴۳۱ صحیح الاسناد۔ بخاری: ۴۵۷-۴۷۱-۴۸۱-۴۹۰ مسلم: ۱۵۵۸ ابوداؤد: ۳۵۹۵ نسائی ج ۸ ص ۲۴۴ ابن ماجہ: ۲۲۲۹ داری ج ۲ ص ۲۶۱ احمد ج ۶ ص ۳۹۰-۴۶۰ طبرانی ”الکبیر“ ج ۱ ص ۱۲۷-۱۲۹-۱۷۷-۱۷۸ ابن حبان: ۵۰۴۸ از کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔  
۴۳۲ ضعیف حدیث۔ اس میں قاسم بن فیاض ضعیف راوی ہے۔ ابویعلیٰ: ۲۶۴۹ ابوداؤد: ۴۴۶۷ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ یثقی نے ”مجمع الرواۃ“ ج ۶ ص ۲۶۶-۲۶۷ میں اسے ذکر کیا ہے اور کہا ہے: اسے ابوداؤد وغیرہ نے مختصر ذکر کیا ہے اور ابویعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے راوی قاسم بن فیاض کو ابوداؤد نے ثقہ اور ابن معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور اس کے بقید راوی ثقہ ہیں۔  
۴۳۳ صحیح حدیث۔ بخاری: ۴۲۳۳-۴۲۴۵-۴۲۴۶-۴۲۵۹-۵۳۰۸-۵۳۰۹-۶۸۵۴-۷۱۶۵-۷۱۶۶-۷۳۰۴ مسلم: ۱۴۹۲-۲۲۳۵-۲۲۳۷-۲۲۳۸-۲۲۳۹-۲۲۴۰ نسائی ج ۶ ص ۴۳-۴۴-۱۷۰-۱۷۱ ابن ماجہ: ۲۰۶۶ مالک ج ۲ ص ۵۶۶-۵۶۷ داری ج ۲ ص ۱۵۰ احمد ج ۵ ص ۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۶-۳۳۷ شافعی ج ۲ ص ۴۷۴ عبد الرزاق: ۱۲۴۴۵-۱۲۴۴۷ عمر بن شہبہ ”تاریخ المدینہ“ ۷۴۸-۷۵۰ از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ۔

ہدایہ ہی میں ہے کہ خلفاء اربعہ راشدین رضی اللہ عنہم مقدمات کے فیصلوں کے لیے مسجد میں بیٹھتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے ان احادیث کی تخریج میں کہا ہے: اس میں آثار مروی ہیں ان میں سے ایک اثر بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے منبر کے پاس لعان کا حکم دیا، مروان نے منبر شریف پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ دیا۔

علامہ الجہال الزیلعی نے ”نصب الراية“ میں ”المنتقى“ کے حوالہ سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ابن تیمیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس میں مسجد میں فیصلے کرنے کا جواز ہے۔

صحیح البخاری میں عنوان ہے: جس نے فیصلہ کیا اور مسجد میں لعان کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر کے پاس لعان کرایا، شریح، شععی اور یحییٰ بن یحمر نے مسجد میں فیصلہ کیا، مروان نے منبر شریف کے پاس حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے خلاف قسم کا فیصلہ دیا۔ ۳۳۴

ہدایہ ہی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسجدیں اللہ کے ذکر اور فیصلوں کے لیے ہی بنائی گئی ہیں۔ ۳۳۵

علامہ زیلعی نے کہا ہے: یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ غریب ہے۔ حافظ ابن حجر نے نصب الراية کے اختصار میں کہا ہے: میں نے یہ حدیث اس طرح نہیں پائی۔

قاضی ابن سعید المجلید کی کتاب ”التیسیر فی احکام التیسیر“ میں ہے امام شافعی کے بعض اصحاب کو جب بغداد میں محتسب کا عہدہ دیا گیا انہوں نے ایک قاضی کو مسجد میں فیصلہ کرتے دیکھا تو اس سے کہا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

فِي بُيُوتِ اِذْنِ اللّٰهِ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ۔ ان گھروں میں جن کے لیے اللہ نے حکم دیا ہے

(النور: ۳۶) کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔

لیکن یہ قول امام مالک کے اس قول کے خلاف ہے جس میں انہوں نے قاضی کے لیے مسجد میں بیٹھنا مستحب قرار دیا ہے تاکہ ہر طاقت ور کمزور چھوٹے اور بڑے کی قاضی تک رسائی ہو سکے۔ ۳۳۶

”المدونہ“ میں کہا ہے: مسجد میں فیصلہ کرنا پرانا معمول ہے اور حق و صواب ہے۔ امام مالک نے فرمایا: اس میں معمولی جھگڑے باسانی پٹائے جاسکتے ہیں، لوگوں کو گواہ حاضر کرنے میں آسانی رہتی ہے اور کمزور اور عورت بھی مسجد تک باسانی آ جاسکتے ہیں اسے ابن فرحون نے ”تبصرہ“ میں نقل کیا ہے اس میں ابن حبیب سے یہ بھی منقول ہے کہ مجھے یہ پسند ہے کہ قاضی مسجد سے متصل صحن میں مجلس قضاء منعقد کرے تاکہ لوگ باسانی بیٹھیں، گزشتہ ادوار میں قاضی مسجد کے صحنوں ہی میں بیٹھتے تھے مسجد کے اندر نہیں بیٹھتے تھے یا پھر جنازہ گاہ میں بیٹھتے تھے مدینہ منورہ میں یہ

۳۳۴ ”فتح الباری“ ج ۱۳ ص ۱۶۵ باب ۱۸۔

۳۳۵ ضعیف روایت۔ علامہ زیلعی نے ”نصب الراية“ میں اس کے غریب ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ”الدراية“ میں کہا ہے: میں نے یہ حدیث اس طرح نہیں پائی۔

۳۳۶ بلکہ یہ نبی ﷺ، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت کے خلاف ہے۔

جگہ باب جبریل کے باہر ہے اور اسے جنازہ گاہ کہتے ہیں۔ یا پھر قاضی دار مروان کے صحن میں مجلس قضاء منعقد کرتے تھے اسے رجبہ القضاء کہا جاتا تھا یہ جگہ باب السلام کے پاس تھی آج کل یہاں روشنی کرنے کا مینار ہے۔ ابن زید نے کہا: ہمارے بعض اصحاب نے اس فرمان الہی سے مسجد میں مجلس قضاء منعقد کرنے پر استدلال کیا ہے:

وَهَلْ أَتَاكَ نَبِيُّ الْخَطِيمِ إِذْ تَسْأَرُوْنَ الْمِحْرَابَ ۚ  
اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی؟  
(ص: ۲۱) جب وہ دیوار پھاند کر محراب (عبادت کے حجرے) میں

آئے ○

اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی مسجد ہی میں امور حکومت سرانجام دیتے تھے۔ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں فیصلہ فرمایا المدونہ ہی میں ابن المناصف کی ”تنبیہ الحکام“ کے حوالے سے مذکور ہے: قاضی کے لیے اپنے گھر میں بیٹھ کر فیصلے کرنا مکروہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایسا کرنے کو سخت ناپسند کیا اور ان کے گھر کو آگ لگا دینے کا حکم دیا حضرت ابو موسیٰ کو بلا کر انہیں منصب قضاء سے سبکدوش کر دیا اور ان کو دوبارہ یہ منصب نہ دیا۔

”تاریخ ابن عساکر“ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام ابو صالح سے مروی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے بھیجا میں ان کے پاس دار القضاء میں آیا۔ بعض علماء نے کہا ہے: اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے اسلام میں دار القضاء (عدالت) بنائی۔

ابن رشد کی ”جامع التحصیل“ میں ہے مساجد اللہ کے ذکر کے لیے بنائی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ  
يَسْتَعِذُّ بِهِ فِيهَا بِالْقُدُوسِ وَالْأَصَالِ ۚ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ  
تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (النور: ۳۶-۳۷)

ان گھروں میں جن کے لیے اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ان میں اس کی تسبیح کرتے ہیں (ہدایت یافتہ لوگ) صبح اور شام ○ دو مرد جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

سو ضروری ہے کہ مساجد کی رفعت شان کا خیال رکھا جائے اور ان کو پاک صاف رکھا جائے اور ان میں ذکر الہی کے سوا دوسری سرگرمیوں سے اجتناب کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے بازو میں بطحاء نامی کشادہ صحن بنوایا اور فرمایا: جو شخص بلند آواز سے باتیں کرنا چاہے شعر سنانا چاہے یا شور مچانا چاہے وہ مسجد سے نکل کر اس میدان میں چلا جائے۔ ۲۳

## شہادت اور شرائط نویسی

اللہ تعالیٰ نے مقررہ مدت تک بیوع میں تحریر اور گواہی کا حکم دیا ہے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَالْكُتُبُ ۚ (البقرہ: ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لو۔

پھر ارشاد فرمایا:

وَأَسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رَجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ (البقرہ: ۲۸۲)

اور دو گواہ بنا لو اپنے مردوں میں سے، پھر اگر مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہو، کہ ان دو میں سے کوئی ایک (عورت) بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلادے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے طلاق رجعت اور زنا پر گواہ بنانے کا حکم دیا ہے۔

اللسان ابن الخطیب نے اپنے رسالہ ”مثلی الطريقة فی ذم الوثیقة“ میں لکھا ہے: اس کے باوجود صحابہ کرام سے یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے گواہی پر کبھی اجرت یا دکان وغیرہ کا مطالبہ کیا ہو، لوگ رضا کارانہ طور پر گواہی دیتے تھے اور اپنے بہترین افراد سے بھی وثیقہ اور دستاویز طلب کرتے تھے۔ اس آیت میں قرض اور اس کی کتابت میں یہ دلیل ہے کہ اس سے دکانیں مراد نہیں ہیں ورنہ عورت کی گواہی مناسب نہیں ہوگی (کہ وہ عموماً دکانوں کی خرید و فروخت اور ان کا قبضہ لینے دینے میں گواہ نہیں ہوتیں)۔

امام ترمذی نے عبد الجبید بن وہب<sup>۳۳۸</sup> سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: مجھ سے عداء بن خالد بن صوذہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ مکتوب نہ پڑھواؤں جو رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے لکھا تھا؟ میں نے کہا: ہاں پڑھواؤ، حضرت عداء رضی اللہ عنہ نے مجھے مکتوب نکال کر دیا اس میں تحریر تھا: یہ وہ چیز ہے جو العداء بن خالد نے رسول اللہ ﷺ سے خریدی ہے، اس نے غلام یا باندی خریدی ہے اس میں کوئی بیماری اور دھوکہ اور خبث (حرام) نہیں ہے، یہ مسلم کی مسلم سے بیع ہے۔<sup>۳۳۹</sup> امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

صحیح البخاری میں ہے: یہ وہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے العداء بن خالد سے خریدی ہے، مسلم کی مسلم سے بیع ہے، اس میں بیماری، حرام اور دھوکہ نہیں ہے۔ حدیث میں الغامکہ کا لفظ ہے، قتادہ نے کہا: غامکہ زنا، سرقہ اور غلام کا مالک سے بھاگنا ہے۔<sup>۳۴۰</sup>

۳۳۸ سنن الترمذی: ۱۲۱۶

۳۳۹ قوی الاسناد۔ ترمذی: ۱۲۱۶ ابن ماجہ: ۲۲۵۱ از العداء بن خالد بن صوذہ رضی اللہ عنہ۔

۳۴۰ امام بخاری نے اسے صحیح البخاری کی کتاب البیوع میں باب ۱۹ رقم: ۳۳ پر تعلیقاً نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ ج ۴

ص ۳۶۳ میں کہا ہے: اس حدیث کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن الجارود اور ابن مندہ نے از طریق عبد الجبید بن ابی یزید از العداء بن

خالد موصولاً روایت کیا ہے۔

قاضی عیاض نے ”المشارق“ میں کہا ہے: یہ روایت مقلوب (الٹی برعکس) ہے کیونکہ خریدار حضرت العداۃ رضی اللہ عنہ تھے۔<sup>۳۴۱</sup> یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا تعلق شری و اشتری اور باع و ابتاع کے باب سے ہو اس میں خرید اور فروخت دونوں معنی پائے جاتے ہیں علامہ الزرکشی نے المطر یزی وغیرہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ کیونکہ بخاری نے یہاں اس کے برعکس روایت کیا ہے۔ الدماینی نے کہا: ممکن ہے یہ متعدد واقعات ہوں اس صورت میں کوئی تعارض نہیں ہوگا۔

ابن زکریا نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ یہ مکتوبہ وثیقہ (دستاویز معاہدہ) کے الفاظ ہیں جو ثمن اور مثن (قیمت اور خریدی گئی چیز) کے بیان پر مشتمل ہے۔

علامہ ابن العربی ترمذی کی اس روایت کی شرح میں لکھتے ہیں: اس میں معاہدے میں مفضول (کم درجہ والا) کے نام سے ابتداء کرنے کا ثبوت ہے جبکہ وہ خریدار ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت العداۃ کو معاہدہ لکھ دیا حالانکہ حضور ﷺ سے نقص عہد متصور ہی نہ تھا یہ سب کچھ لوگوں کی تعلیم کے لیے تھا اور یہ تحریر بھی بطور استحباب تھی کیونکہ آپ نے بغیر تحریر فرمائے کثیر تعداد میں معاہدے فرمائے ہیں۔ اس روایت میں مذکور معاہدے میں خریدار کا نام اور اس کے باپ اور دادا کا نام لکھا گیا البتہ اگر بائع یا مشتری میں سے کوئی فریق کسی خاص وصف سے موصوف ہو تو پھر اس کے والد وغیرہ کا نام لکھنے کی ضرورت نہیں چنانچہ حضور ﷺ کا اسم گرامی محمد رسول اللہ لکھا گیا آپ کے والد ماجد کا نام نہیں لکھا گیا اور حضرت العداۃ کے والد کا نام بھی تحریر کیا گیا۔

علامہ الخزاعی لکھتے ہیں: جب یہ بات ثابت ہو گئی تو یہ حدیث ان وثیقہ نویسوں کے لیے حجت ہوگی جو بہر صورت معزز فرد کا نام وثیقہ کے شروع میں لکھتے ہیں خواہ وہ بائع ہو یا مشتری (خریدار)۔

سب سے پہلے یہ قول ابن الفخار نے کہا ہے: ”الشفاء“ پر ابن التمسانی کی شرح میں ہے ابن العطار نے ”وثائق“ میں کہا ہے: وثیقہ نویس کی ذمہ داری ہے کہ وہ شریف اور معزز فرد کا نام پہلے لائے خواہ وہ بائع ہو یا مشتری۔

ابن الفخار نے نص حدیث سے اس کی تردید کی ہے کیونکہ حدیث میں مشروف (حضرت العداۃ) کا نام شریف (رسول اللہ ﷺ) سے پہلے ہے۔ (المحل الاصفی)

بچوں کی گواہی اور حضور ﷺ کے مکتوبات اور معاہدوں میں بچوں کے نام

علامہ سیلی نے ثقیف کے لیے رسول اللہ ﷺ کے مکتوب گرامی کے تذکرہ میں کہا ہے: ابو عبید نے ”کتاب الاموال“ میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے اس پر حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی گواہی لکھی۔ ابو عبید نے کہا: اس میں فقہ یہ ہے کہ بچوں کی گواہی اور قبل از بلوغ اس سلسلہ میں ان کے نام لکھنا درست ہے البتہ ان کی شہادت ان کے بالغ ہونے کے بعد قبول ہوگی۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک عقد میں باپ اور بیٹے کی

<sup>۳۴۱</sup> حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ ج ۴ ص ۳۶۳ میں کہا ہے: اس پر اتفاق ہے کہ بائع نبی ﷺ اور خریدار حضرت العداۃ تھے۔

## رسول اللہ ﷺ کے زمانہ طاہرہ میں ابورافع رضی اللہ عنہ کی آزادی کا عہد

قاضی ابن بادیس ”شرح مختصر ابن فارس“ میں ابو عبد اللہ التمسانی کی ”العمدة“ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ ابورافع رضی اللہ عنہ کا نام اسلم تھا، کیونکہ ان کی آزادی کے وثیقہ میں ان کا یہی نام مذکور ہے۔ اس معاہدہ کی عبارت امیر المؤمنین المختصر باللہ الحکم بن عبد الرحمن الناصر المروانی کی تحریر کے مطابق یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

یہ تحریر محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے ان کے غلام اسلم کے لیے ہے، میں تجھے اللہ کے لیے عطیہ آزاد کرتا ہوں، تجھے اللہ نے آزادی بخشی ہے، اللہ کا مجھ پر اور تجھ پر منت و احسان ہے، تم آزاد ہو، اسلام اور ایمان کی عصمت کے سوا تم پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس پر گواہ ہوئے ابو بکر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) اور اسے معاویہ بن ابی سفیان نے تحریر کیا ہے۔ اصل تحریر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہے، الحکم کی نہیں، شیخ ابو عبد اللہ کہتے ہیں: میں نے یہ خط الحکم کی تحریر سے نقل کیا ہے۔

نبی ﷺ کی طرف سے ابورافع کے نام یہ تحریر مخفی خزانہ اور بے مثال دینیہ ہے، یہ قاری کے لیے مغاربہ (اسلامی ممالک جو شمالی افریقہ میں واقع ہیں کے علماء) کا تحفہ ہے، کیونکہ الحکم المختصر صاحب العمدة اور صاحب فوائد الدرر سب کے سب مغاربہ ہیں۔ مشرق کے علماء اعلام اس گرامی نامہ سے ناواقف رہے چنانچہ ان کی تصانیف میں اس گرامی نامے کا ذکر نہیں ہے۔ عنقریب ”باب الوقف“ میں ایسی روایات آرہی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے صحابہ کرام اپنے اوقاف لکھا کرتے تھے۔

## عہد رسالت مآب میں قبائل اور ان کے پانیوں کو ضبط تحریر میں لانے والے حضرات

ابن عبد ربہ کی ”العقد الفرید“ میں ہے حضرت زید بن ارقم اور العلاء بن عقبہ رضی اللہ عنہما لوگوں کے قبائل اور ان کے پانیوں (چشموں کے حقوق) کے بارے میں لکھا کرتے تھے۔ اور انصار کے گھرانوں میں مردوں اور عورتوں کے بارے میں لکھتے تھے۔

## معاہدے اور معاملات لکھنے والے حضرات

قاضی القضاعی نے کتاب الانباء میں کہا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر یا ابن بشر رضی اللہ عنہما لین دین (قرض) اور معاملات لکھتے تھے۔ ابن حزم نے بھی اپنی کتاب ”جوامع السیرة“ میں یہی کہا ہے۔

۴۴۲ ”السیرة النبویة“ ابن ہشام ج ۲ ص ۵۳۱-۵۳۲ ”صحیح السیرة النبویة“ شیخ ابراہیم العلی ص ۳۹۴-۳۹۵۔



حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں حضرت حصینؓ اور حضرت العلاء بن عقبہ رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں کہا ہے: میں نے معتمد بن صمداح کی تاریخ میں پڑھا ہے کہ حضرت العلاء بن عقبہ اور الارقم رضی اللہ عنہما لوگوں کے درمیان قرضوں، معاملات اور معاہدوں کی دستاویزات لکھتے تھے۔ (ج ۳ ص ۲۵)

عجیب اتفاق کی بات ہے علامہ الخزاعی نے آٹھویں صدی ہجری میں ان عنوانات کو جمع کیا اور ان کی تدوین کی ابو زید العراقی القاسی نے تیرھویں صدی ہجری کے اوائل میں اسی کی موافقت کی چنانچہ ابو زید الاصاہ کی تلخیص میں ان جیسے تراجم پر اسی جانب اشارہ کرتا ہے حضرت العلاء رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں بخط جلی اس نے لکھا ہے کہ ”لوگوں کے درمیان لین دین، معاملات اور معاہدے کون لکھتا تھا“۔

العراقی کی ”الفیہ“ پر شیخ الطیب بن کیران کی شرح میں انتالیسویں کاتب کے تذکرہ میں ہے حضرت حصین بن نمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ معاملات اور قرضوں کی دستاویزات لکھتے تھے۔ اسے قرطبی اور قضاوی نے ذکر کیا ہے۔ شیخ نے علامہ قرطبی کا حوالہ زائد دیا ہے۔ تابعین کے زمانہ میں الشیرازی کی ”طبقات الفقہاء“ میں مصعب کے قول کے مطابق خارجہ بن زید اور طلحہ بن عبد اللہ اپنے اپنے دور میں فتویٰ دیتے تھے ان کا قول حرف آخر ہوتا تھا یہی حضرات ورثاء میں حویلیوں، باغات اور اموال کی میراث تقسیم کرتے تھے اور لوگوں کے لیے دستاویزات تحریر کرتے تھے۔

اس بحث اور وثیقہ نویس صحابہ و تابعین کے تذکار سے ”شرح الوجیز“ میں امام الرافعی کے اس قول کی حقیقت آپ پر واضح ہو جائے گی کہ نبی ﷺ اور آپ کے بعد ائمہ (خلفاء) فیصلے کرتے تھے لیکن ان کی دستاویزات اور ریکارڈ نہیں ہوتا تھا۔

حافظ ابن حجر پر تعجب ہے کہ انہوں نے ”تلخیص الحبیر“ میں ان احادیث کی تخریج کے بعد فقط اتنا کہہ کر خاموشی اختیار کر لی ہے کہ اس کتاب میں درج سابقہ احادیث سے یہی استفادہ ہے لیکن نبی ﷺ نے ایک جماعت کے لیے تحریر کیا ہے اور ان کو جاگیروں کے پروانے عطا فرمائے ہیں۔

صحیح البخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے حضور ﷺ نے انصار کو بلایا تا کہ آپ ان کو جاگیریں دیں اور آپ نے ان کے لیے تحریر لکھنے کا ارادہ فرمایا۔<sup>۴۴</sup>

امام لسان الدین والدین ابن الخطیب السلمانی نے ”مثنیٰ الطريقة فی ذم الوثیقة“ کے نام سے کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے وثیقہ نویسوں کے عیب اور برائیوں کا تذکرہ کیا ہے ہمارے خیال میں اس میں حقیقت سے زیادہ مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔

<sup>۴۴</sup> حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۳۲۹ (رقم: ۱۷۷) میں کہا ہے: اسے ابوبلی بن مسکویہ نے ”تجارب الامم“ میں اور عباس بن محمد الاندلسی نے معتمد بن صمداح کے لیے مرتب کردہ ”تاریخ“ میں ذکر کیا ہے۔ متاخرین میں سے علامہ قرطبی نے ”المولد النبوی“ میں اور قطب الدین الخلی نے ”شرح السیرۃ“ میں اسے ذکر کیا ہے اور نبی ﷺ کے کاتبوں سے متعلق علامہ القضاوی کی کتاب سے ماخوذ ہونے کا اشارہ کیا ہے۔

<sup>۴۴</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۹۴۰/۳ از انس رضی اللہ عنہ۔



حافظ المذہب الامام ابوالعباس الوثریسی صاحب ”المفید“ نے اس کتاب کے شروع میں اپنے خط سے المسلمانی کے بارے میں لکھا ہے: اس موضوع کے جامع نے ایسی چیز میں خود کو تھکایا اور مشقت میں ڈالا ہے جو صاحب علم و فضل لوگوں کے شایان شان نہیں، نہ اس قسم کی ابحاث سے دنیا اور آخرت میں کسی قسم کے فضل و کرم اور فائدہ کی توقع ہو سکتی ہے، انہوں نے اپنی زندگی کا بہترین دور بلاوجہ و وثیقہ نویسوں کے عیوب تلاش کرنے میں صرف کر دیا حالانکہ ان لمحات میں بڑے عظیم الشان کام کیے جاسکتے تھے، انہوں نے وثیقہ نویسوں کو دھوکہ بازوں اور مجنونوں کی صف میں لاکھڑا کیا اور ان سے صدق و دیانت کا لباس اتار دیا، اللہ مؤلف کی غلطیوں سے چشم پوشی فرمائے اور ان کو مغفرت سے نوازے۔ اسے بدست خود اپنے رب کے بندے احمد بن یحییٰ بن محمد بن علی الوثریسی نے لکھا ہے۔ اللہ اسے اپنے کرم سے نوازے۔ (ازہار الریاض)

میرے پاس دو اجزاء کے برابر ابن الخطیب کے رسالہ کا ایک مخطوطہ ہے جسے علامہ ابو عبد اللہ محمد بن الطیب القادری الفاسی نے تحریر کیا ہے، کاتب مذکور کبھی نقد و نظر سے کام لیتے ہیں اور کبھی نظائر اور مثالیں ذکر کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اسے علامہ الوثریسی کے مخطوطہ سے نقل کیا ہے۔

### انتباہ

شیخ عابد سندھی نے ”حصر الشارد“ میں مندرجہ ذیل کتب اور ان کی اسانید ذکر کی ہیں:

”کتاب القضاء“ مؤلف شریح بن یونس ”کتاب القضاء و آداب الحکام“ مؤلف ابو عبید ”کتاب القضاء و الشہود“ مؤلف ابو بکر النقاش۔

## رسول اللہ ﷺ کے عہد ہمایوں میں علم میراث کے ماہرین

جامع الترمذی میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ علم میراث کا سب سے زیادہ ماہر زید ہے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔<sup>۲۴۵</sup> ”الاستیعاب“ میں ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ علم میراث کے ماہر جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔

”الاصابہ“ میں ہے ابن سعد از طریق قبیسہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں قضاء فتویٰ قرأت اور علم میراث کے سردار تھے۔

”مسند الدارمی“ میں ابن شہاب سے مروی ہے اگر حضرت عثمان اور حضرت زید رضی اللہ عنہما اس دنیا سے رخصت ہو جاتے تو علم میراث ختم ہو جاتا کیونکہ ایک ایسا وقت بھی آیا ہے جب ان کے سوا اس علم کو کوئی نہیں جانتا تھا۔<sup>۲۴۶</sup>

<sup>۲۴۵</sup> یہ طویل حدیث کا حصہ ہے ترمذی: ۳۷۹۳-۳۷۹۴-۳۸۰۴ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ترمذی: ۳۸۰۳ احمد ج ۲ ص ۱۶۳ از عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما۔ احمد ج ۵ ص ۱۹۷۔ ج ۶ ص ۴۴۲ از ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

<sup>۲۴۶</sup> موقوف صحیح حدیث۔ داری: ۲۸۵۲ از زہری بہ اسناد صحیح۔

مسند الدارمی میں مسلم سے مروی ہے کہ ہم نے مسروق سے سوال کیا: کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم میراث میں ماہر تھیں؟ مسروق نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کے اکابر صحابہ کو آپ سے میراث کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔<sup>۲۴۷</sup>

علامہ ابو یوسف السبکی "شرح التلمسانہ" میں کہتے ہیں: علم میراث میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذہب کو اختیار کرنا پسندیدہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کے مطابق وہ اس امت میں علم میراث کے سب سے بڑے ماہر ہیں۔

علامہ سیلی نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے شام کے سفر کے دوران حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں خط لکھتے تو اپنے نام سے پہلے ان کا نام تحریر کرتے تھے اور جب ان کو دادا کی میراث کے مسئلہ میں مشکل پیش آئی تو اس کی عقدہ کشائی کے لیے خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

عاصم الاحول نے شععی کا یہ قول روایت کیا ہے کہ زید دو معاملات میں لوگوں پر غالب رہے، علم میراث اور قرآن۔ اسے الذہبی نے "التذکرہ" میں ذکر کیا ہے اور سلیمان بن یسار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما فتویٰ میراث اور قرأت میں کسی کو بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ پر مقدم نہیں کرتے تھے۔ اس کی تفصیل القسم العاشر میں ملاحظہ کریں۔

ابو عبید القاسم بن سلام کی "کتاب الاموال" میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جسے مال مطلوب ہو وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا خازن اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے میں نبی ﷺ کی ازواج مطہرات سے اس کی ابتداء کرنے والا ہوں پہلے ان کو پیش کرتا ہوں۔

"الاصابہ" کی قسم ثالث میں اکید بن حمام اللخمی کے تذکرہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کا عہد مبارک پایا اور آپ سے علم حاصل کیا، پھر ابو عمر الکندی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ دین دار صاحب فضل دین میں تفقہ سے متصف اور صحابہ کے ہم نشین تھے اور صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں، علم میراث میں ان کے اقوال اکدریہ کے نام سے موسوم ہیں۔ پھر ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ اعمش سے کہا گیا: میراث کو اکدریہ کیوں کہا گیا ہے؟ اعمش نے جواب دیا کہ عبد الملک بن مروان نے اسے اکدر نام کے ایک شخص پر پیش کیا جو میراث میں نظر رکھتے تھے لیکن وہ اس مسئلہ میں خطا کر گئے۔

وکیع نے کہا: اس سے پہلے ہم سنتے تھے اس کو اکدریہ کہنے کا سبب یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول اس مسئلہ میں مکدر ہو گیا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: شاید عبد الملک نے بہت پہلے یہ مسئلہ اکدر کے سامنے پیش کیا ہو اور عبد الملک مدینہ طیبہ سے علم حاصل کرتے تھے۔

"الاصابہ" میں حضرت عبد الرحمن بن ابی الزعاعی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: مسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافع بن عبد الحارث الخزاعی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم

۲۴۷ موقوف صحیح حدیث۔ دارمی: ۲۸۵۹ از مسلم بن خالد الزنجی بہ اسناد صحیح۔

نے مکہ پر کس کو عامل بنایا ہے؟ کہا: عبدالرحمن بن ابزی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے اہل مکہ پر غلام کو عامل بنایا ہے؟ اصابہ میں ہے انہوں نے جواب دیا: وہ کتاب اللہ کے قاری اور علم میراث کے عالم ہیں۔

اسی طرح حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن یونس سے منقول ہے کہ آپ قرآن کے قاری، علم میراث اور فقہ کے عالم اور فصیح اللسان شاعر اور کاتب تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ابوالضحیٰ کی مسروق سے روایت میں ہے مسروق نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ممتاز اکابر صحابہ کرام کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میراث کے مسائل دریافت کرتے دیکھا ہے۔

## امور مالیہ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ وکیل

علامہ ابن العربی نے ”الاحکام“ میں ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے پاس حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لیے اپنا وکیل مقرر فرمایا۔<sup>۴۳۸</sup> اور دو میں سے ایک روایت کے مطابق آپ نے ابورافع رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لیے اپنا وکیل مقرر فرمایا۔<sup>۴۳۹</sup>

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پانی کی روک والی دیوار کے معاملہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے خلاف مقدمہ میں حضرت عبداللہ بن جعفر کو وکیل بنانا مروی ہے۔ یہ مقدمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تھا اس کی تفصیل بہت دلچسپ ہے۔ اسے ابن رشد نے ”البيان والتحصيل“ میں ذکر کیا ہے۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: میں نے ابن رشد کی کتاب ”جامع البیان والتحصيل“ میں یہ عنوان بھی پایا ہے کہ امام (حکمران) اس معاملہ میں دوبارہ غور نہ کرے جس کا قبل ازیں عادل ائمہ فیصلہ کر چکے ہوں۔ اس کی مزید تفصیل القسم التاسع کے باب الزراعة میں ملاحظہ کریں۔

## رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ماہرین تعمیرات

اس عنوان کے تحت ان ماہرین تعمیرات کا ذکر ہے جن کو امام تنازعہ کی صورت میں جائے وقوعہ کا معائنہ کر کے فیصلہ کرنے کے لیے بھیجتا ہے۔ اور اس کے قول پر عمل کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں یہ ذمہ داری کون نبھاتا تھا؟ ابو عمر نے ”الاستیعاب“ (ج ۱ ص ۹۷) میں حضرت جابر بن ظفر الیمامی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دو بھائیوں کے درمیان ایک مشترک حویلی تھی انہوں نے اس میں پارٹیشن کے لیے دیوار کھڑی کر دی

<sup>۴۳۸</sup> ”الاستیعاب“ علی ہامش ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۲۹۷ منسوب بہ واقدی ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۵۲۴ (رقم ۵۷۶۵)

<sup>۴۳۹</sup> ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۴۱۲ (رقم ۱۰۲۹۱) از ”طبقات ابن سعد“ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اس کے اسناد میں واقدی ہے جو محدثین کے نزدیک کذب سے متہم ہے۔

پھر دونوں بھائیوں کا انتقال ہو گیا تو ان میں سے ہر ایک کے ورثاء نے اس دیوار پر اپنا اپنا دعویٰ کیا، یہ لوگ اپنا مقدمہ نبی ﷺ کی خدمت میں لائے، آپ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بھیجا، انہوں نے اس دیوار کا فیصلہ ان کے حق میں دیا جن کی رسی اس دیوار کے ساتھ تھی جس رسی سے وہ بوقت ذبح بکری کے پاؤں باندھتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: تو نے صحیح فیصلہ کیا یا فرمایا: اچھا فیصلہ کیا؟<sup>۵۵</sup> اس کی اصل ”تاریخ البخاری“ میں ہے۔

یہ قصہ ”طبقات ابن سعد“ (جزء الخامس ص ۴۰۳) میں بھی حضرت جاریہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں منقول ہے، اس میں ہے کہ لوگوں کا ایک جھونپڑی میں تنازعہ تھا، وہ نبی ﷺ کے پاس اپنا مقدمہ لائے تو آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا فیصلہ دیا، وہ نبی ﷺ کے پاس واپس آئے اور اپنے فیصلہ کے بارے میں بتایا تو حضور ﷺ نے اسے برقرار رکھا۔<sup>۵۶</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت العلاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں المرزبانی کا یہ قول مذکور ہے کہ نبی ﷺ حضرت العلاء اور ارقم رضی اللہ عنہما کو انصار کے گھروں میں (بغرض تصفیہ) بھیجتے تھے۔

ابوزید العزاقی سے ”الاصابہ“ کے اختصار میں یہاں زیادتی ہو گئی ہے اس نے لکھا ہے کہ العلاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھے اور انہوں نے حضرت العلاء رضی اللہ عنہ کو ارقم رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کی حویلیوں میں بھیجا، حالانکہ اصل کی عبارت اختصار کی عبارت سے زیادہ فائدہ بخش ہے۔

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت تمیم بن اسد الخزاعی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: نبی ﷺ نے ان کو فتح مکہ کے سال حدود حرم کے نشانات کی تجدید کرنے کے لیے بھیجا۔

”تہذیب النووی“ میں حضرت مخرمہ بن نوفل صحابی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ عمر رسیدہ تھے لوگوں کے اور خاص طور پر قریش کے ایام (جنگلوں) کے عالم تھے آپ ان حضرات میں شامل تھے جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حدود حرم کے تعین کے لیے نشانات نصب کیے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ازہر بن عبدعوف، سعید بن یربوع اور حویطب بن عبد العزی رضی اللہ عنہم کو اس کام کے لیے روانہ کیا تھا۔

تہذیب میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں بھی اسی طرح منقول ہے۔

المقریزی کی ”الخطط“<sup>۵۷</sup> میں القضاہی سے منقول ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اسکندریہ سے واپس اپنے پڑاؤ (خیمے) اقامت گاہ کو لوٹے تو دیکھا کہ قبائل کے ٹھکانے باہم مل گئے ہیں اور جگہ کے حصول کے لیے ان میں مقابلہ بازی ہونے لگی ہے، انہوں نے معاویہ بن خدیج التجیبی، شریک بن سمی الغطفی، عمرو

<sup>۵۵</sup> ”الاستیعاب“ علی حاشیہ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۲۴۶ اس کے اسناد میں دشتم بن قران کے بارے میں حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“

ج ۱ ص ۲۱۸ (رقم: ۱۰۴۸) میں کہا ہے: نہایت ضعیف راوی ہے۔

<sup>۵۶</sup> ضعیف روایت۔ ”طبقات ابن سعد“ ج ۵ ص ۳۰۴ اس کے اسناد میں دشتم بن قران نہایت ضعیف راوی ہے۔

<sup>۵۷</sup> ”الخطط“ ج ۱ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار صادر۔

قحزم الخولانی اور حیویل بن ناشرة المعافری کو زمینوں کے سروے اور اس کی حد بندی پر مقرر کیا، انہوں نے لوگوں کی منازل مقرر کیں اور قبائل کے درمیان حد فاصل قائم کی یہ ۲۱ھ کا واقعہ ہے۔

اس سلسلہ میں یورپی مستشرق بٹلر بڑی دور کی کوڑی لایا ہے، اس کا کہنا ہے: زمینوں کا سروے اور ان کی حد بندی قبطیوں (مصر کے عیسائی باشندے) نے کی تھی کیونکہ اہل عرب اس فن سے نا آشنا تھے، قبطی فن تعمیر اور اس کی باریکیوں سے خوب واقف تھے۔ بٹلر کی یہ رائے سراسر تعصب پر مبنی ہے وہ عربوں کے علم و فن اور ان کے کارناموں کو تحقیق کے نام پر مٹانے کی کوشش کے درپے نظر آتا ہے، حالانکہ گذشتہ سطور میں المقریزی کے حوالہ سے ان عربوں کے نام اور نسب تک بیان کر دیئے گئے ہیں جنہوں نے مصر میں یہ کام سرانجام دیا، اب مزید کسی دلیل کی کیا حاجت رہ جاتی ہے۔ اہل عرب کی تعمیرات کے میدان میں مہارت کے سلسلہ میں مزید حقائق آئندہ باب میں ملاحظہ کریں۔

## رسول اللہ ﷺ اور صدر اول کے مسلمانوں کی فن تعمیر، سول انجینئرنگ

### اور شاہرات کے علم سے واقفیت

”طبقات ابن سعد“ میں ہے نبی ﷺ نے مدینہ طیبہ میں جب لوگوں کو گھرا لاث فرمائے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھی گھر عطا فرمایا (یہ گھر مؤلف کے زمانہ تک موجود تھا، اب مسجد نبوی کی توسیع میں آگ ہے) مسجد نبوی کے باب النبی ﷺ کے سامنے دار عثمان رضی اللہ عنہ میں کھلنے والی کھڑکی وہی ہے جس سے آہ ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر سے باہر تشریف لاتے تھے۔

امام ابوالعباس المقری کی ”ازہار الرياض“ میں منقول ہے کہ ”الشفاء“ پر ابو یزید عبدالرحمن الغرناطی۔ قاضی عیاض کی ذکر کردہ اس روایت پر کہ حضور ﷺ نے ایک مقام کے لیے فرمایا: یہ جگہ حمام کے لیے بہترین۔ لکھا ہے: اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ فن تعمیر اور اس کی باریکیوں کی معرفت رکھتے تھے، اسے ابو نعیم نے ”رياض المتعلمین“ میں ذکر کیا ہے۔ ابو نعیم نے ابورافع سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جگہ سے گزرے تو فرمایا یہ جگہ حمام کے لیے بہترین ہے۔<sup>۵۳</sup> راوی کہتے ہیں: پھر وہاں حمام بنایا گیا۔

علامہ خفاجی نے ”نسیم الرياض“ میں اس مقام پر لکھا ہے: اس میں یہ خبر ہے کہ حضور ﷺ تعمیرات ہوا کی گذرگا ہوں کے متعلق مہارت رکھتے تھے۔

آئندہ صفحات میں ”باب المنادی“ میں سنن ابی داؤد کی یہ روایت آرہی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے مناد کو لشکر میں یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ جس نے پڑاؤ کے مقامات کو جنگ کیا یا راستہ کو منقطع کر دیا اس کا جہاد نہیں

<sup>۵۳</sup> ضعیف روایت بقول مصنف اسے ابو نعیم نے ”رياض المتعلمین“ میں ابورافع سے روایت کیا ہے، محدثین کے نزدیک یہ کتاب صحیحہ معتبرہ میں معروف نہیں ہے اور یہ غیر مطبوعہ ہے۔

۴۵۴ء یہ اس وقت ہوا جب لوگوں نے پڑاؤ کے مقامات کو تنگ کر دیا اور آنے جانے کے راستے بند ہونے لگے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ دوران سفر بھی خیموں کی تنصیب میں ترتیب اور تنظیم کو پسند فرماتے تھے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور ﷺ نئی بستیوں کی آباد کاری اور پختہ عمارات کی تعمیر کے وقت فن تعمیر کی باریکیوں کا کس قدر خیال فرماتے ہوں گے۔

سنن ابی داؤد کے شارح کہتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے لیے لوگوں کی گذرگاہ (راستہ) کو تنگ کرنا جائز نہیں ہے، ایسے شخص کے جہاد کی نفی انتباہ میں مبالغے پر مبنی ہے اور یہ کہ انسان ایسی حرکت سے متنفر رہے۔

اسی طرح عمارات کو تنگ و تاریک کر دینا بھی جائز نہیں کیونکہ اس کے کئی نقصانات ہیں (مثلاً روشنی اور تازہ ہوا کی عدم دستیابی وغیرہ)۔

”سیرۃ عمر“ میں ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ اور کوفہ کی بنیاد رکھنے کی اجازت دی تو آپ کے حکم سے بڑی سڑکوں کی چوڑائی بیس ہاتھ (ذراع) اور لمبائی چالیس ہاتھ رکھی گئی، کوچے نو ہاتھ اور رہائشی پلاٹ ساٹھ ہاتھ رکھے گئے، جامع مسجد درمیان میں بنائی گئی تمام سڑکیں وہیں سے نکلتی تھیں۔ یہ ان کی سول انجینئرنگ میں مہارت کی دلیل ہے کہ صدر اول کے مسلمان سفر میں ہوں یا وطن میں ہر جگہ صحیح حد بندی، صحیح مقام کا انتخاب اور تعمیر میں صحیح انداز اپناتے تھے۔ روشنی، ہوا اور راستوں کا خیال رکھتے تھے۔

”سیرۃ عمر“ ہی میں ہے کہ ۷ھ میں جب آپ نے شام کا دورہ کیا، آپ نے موسم گرما اور موسم سرما میں جہاد کے لیے الگ الگ لشکر ترتیب دیئے۔ شام میں داخل ہونے والے راستوں پر چوکیاں قائم کیں اور ان کی نگرانی کا نظام قائم کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مملکت کے دفاعی نظام پر کتنی گہری نظر تھی اور وہ فوج کی ضرورتوں اور اس کی تنظیم کے کس قدر ماہر تھے۔

”فتوح البلدان“ ۵۵ء میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی یزید کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شام کے حالات کی خرابی کے بارے میں لکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ وہاں کے قلعے مضبوط کرو، ان میں فوج تیار رکھو، دیدیان بناؤ جہاں سے ہر وقت گرد و نواح کے علاقوں کی نگرانی کراؤ اور وہاں آگ جلانے کا سامان تیار رکھو۔ (بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لیے چوکیاں قائم کی جاتی تھیں، وہاں ہر وقت مستعد عملہ موجود رہتا تھا، یہ چوکیاں ایک ترتیب سے پوری سرحد پر اور پیچھے فوجی ہیڈ کوارٹر تک پھیلی ہوئی تھیں، جو نہیں کہیں سے دشمن کی نقل و حرکت نظر آتی پہاڑ کی چوٹی پر چوکی والے آگ جلاتے تھے جسے دیکھ کر دوسری چوٹی والے آگ روشن کرتے اس طرح فوری طور پر آگ کے ذریعے ایک چوکی سے دوسری چوکی تک اور پھر ہیڈ کوارٹر تک اطلاع پہنچ جاتی اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار دستے فوری طور پر

۴۵۴ ابوداؤد: ۲۶۲۹-۲۶۳۰ از جنی۔

۴۵۵ تالیف احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری، مشہور مؤرخ، جغرافیہ دان، ماہر نسب، آخر عمر میں مجنون ہو گئے اور اسی حالت میں ۲۷۹ھ میں فوت ہوئے۔ ”فتوح البلدان“ اور ”تاریخ الاشراف“ وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔



مطلوبہ مقام پر پہنچ جاتے تھے اس سے مسلمانوں کی حربی مہارت اور فوجوں کی تیزی سے نقل و حرکت پر مبنی نظام ایجاد کرنا ثابت ہوتا ہے)

”فتوح البلدان“ ہی میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذمیوں پر یہ شرط لگاتے تھے کہ وہ پلوں اور راستوں کو درست رکھیں گے۔

”الالفیہ“ پر ابن غازی کے حاشیہ میں المفعول فیہ کے باب میں یہ دلچسپ بات (لطیفہ) مرقوم ہے کہ ابو حیان نے از سہلی از قاسم بن ثابت یہ قول ذکر کیا ہے کہ میل کو میل اس لیے کہا گیا ہے کہ اہل عرب راستوں پر میل نصب کرتے تھے تاکہ ان کو یہ علم ہو کہ وہ کتنے قدم چلے ہیں چنانچہ وہ ہر تین ہزار ہاتھ (ذراع) پر میل جیسی علامت بنا دیتے تھے اور اس میں میلوں کی گنتی لکھ دیتے تھے ہشام نے اپنے ساتھ سفر کرنے والے بدوی سے کہا: میل پر دیکھو ہم نے کتنا سفر کیا ہے؟ بدوی ان پڑھ تھا وہ دیکھ کر واپس آیا اور کہنے لگا: اس میں آنکڑا اور حلقہ ہے کتیا کے تھنوں کی طرح تین تھن ہیں اور قطا (پرنڈہ) کی کھوپڑی کی طرح کھوپڑی بنی ہوئی ہے ہشام یہ سن کر ہنس پڑا اور سمجھ گیا میل پر پانچ لکھا ہے۔ یہ چیز بھی ان کے منازل سفر کے تعین اور میلوں کے ذریعے آنے جانے والوں کے لیے مسافت کے اندازوں کی تعیین میں مہارت پر دلالت کرتی ہے انہوں نے میل اور فرسخ مقرر کیے اور غلطی سے بچنے کے لیے ان کو لکھا اور اسے رواج دیا۔ (دیکھئے ”المصباح المنیر“ فیومی)

المقریزی کی ”الخطط“ (ج ۱ ص ۳۳۹) میں ہے عبدالعزیز بن مروان جب مصر پر حکمران تھا اس نے ہزار پیا لے تیار کروائے جو ہر روز اس کی حویلی کے گرد نصب کیا جاتے تھے اس کے سو پیا لے اور تھے جو گھوڑا گاڑیوں پر رکھ کر قبائل میں گھمائے جاتے تھے (تاکہ غرباء اور مستحقین خوراک حاصل کریں)۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ پختہ راستے بناتے تھے تاکہ اس پر گھوڑا گاڑیاں رواں دواں رہیں۔

## حصے بنانے والوں کا بیان

ابن اسحاق نے کہا ہے: اموال خیبر کے حصے بنائے گئے تھے خیبر کے اموال رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اور ان کے گھوڑوں پر اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم کیے گئے مجاہدین چودہ سو اور گھوڑے دو سو تھے۔ ہر گھوڑے کے دو حصے اور سوار کے لیے ایک حصہ تھا اور ہر پیدل مجاہد کے لیے ایک حصہ تھا آپ نے اٹھارہ سو حصوں کے اٹھارہ بڑے مجموعے قرار دیے فی مجموعہ سو حصے تھے۔ ۲۵۶

## محتسب کا بیان

”المحکم“ میں ہے ”احتسب فلان“ کا مطلب ہے: اس کے قبیح عمل کو ناپسند کیا اس سے کام میں بہتری آتی ہے اور لوگوں کی کارکردگی میں نکھار پیدا ہوتا ہے اس میں چند فصول ہیں:

۲۵۶ ”سیرت ابن ہشام“ ج ۲ ص ۳۳۹-۳۵۰۔



## فصل اول: رسول اللہ ﷺ کی طرف سے محاسبہ

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غلے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے آپ نے اپنا دست مبارک اس میں داخل فرمایا تو آپ کی انگلیوں کو تری محسوس ہوئی آپ نے فرمایا: اے غلہ والے! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس پر بارش پڑ گئی ہے آپ نے فرمایا: پھر تو نے اسے غلے کے اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے (کہ یہ بھیگا ہوا ہے)؟ پھر فرمایا: جس نے دھوکہ دیا (ملاوٹ کی) وہ ہم میں سے نہیں۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ۴۵۷

## فصل دوم: بازار پر رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ نگران

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بازاروں میں سودی کاروبار کرنے والوں کو زد و کوب کیا جاتا تھا۔ صحیح البخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگ سواروں سے (شہر سے باہر) غلہ خریدتے تھے آپ ان پر ایسے افراد بھیجتے جو ان کو خریداری کی جگہ پر بیچنے سے منع کرتے یہاں تک کہ وہ اس کو غلہ منڈی میں منتقل کر دیں (پھر بیچیں)۔ ۴۵۸

صحیح البخاری ہی میں سالم کی اپنے والد سے روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ان لوگوں کو پٹتے ہوئے دیکھا ہے جو بغیر ٹاپ تول اور گنتی کے چیزیں بیچتے تھے یہاں تک کہ وہ اشیاء اپنے پڑاؤ پر لائیں۔ ۴۵۹

ابن عبد البر نے ”الاستیعاب“ میں کہا ہے: فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو مکہ کے بازار پر نگران مقرر فرمایا تھا۔ ۴۶۰

مؤلف کہتے ہیں: ”الاصابہ“ میں ہے ابن شاہین نے اپنے بعض شیوخ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قدرے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے آپ کو مکہ کے بازار پر نگران مقرر فرمایا تھا۔ ۴۶۱

”الاستیعاب“ میں ہے حضرت سمراء بنت نہیک الاسدیہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی صحابیہ ہیں آپ نے طویل صحیح حدیث۔ مسلم ۱۰۲، ابوعوانہ ج ۱ ص ۵۷، ابوداؤد ۳۲۵۲، ترمذی ۱۳۱۵، ابن ماجہ ۲۲۲۴، احمد ج ۲ ص ۲۴۲، طحاوی ”شرح مشکل الآثار“ ج ۲ ص ۱۳۴، ابن مندہ ”الایمان“ ۵۵۰-۵۵۱، ابن حبان ۲۹۰۵، حاکم ج ۲ ص ۹، بیہقی ”سنن“ ج ۵ ص ۳۲۰، بغوی ”شرح السنہ“ ۲۱۲۰-۲۱۲۱، از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

علامہ بغوی نے ”شرح السنہ“ ج ۸ ص ۱۶۷ میں کہا ہے: اس سے دین اسلام کی نفی مراد نہیں بلکہ اتباع رسول ﷺ کی نفی مراد ہے یعنی یہ میرے طریقہ اور سنت میں سے نہیں ہے۔

۴۵۸ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۱۲۳-۲۱۳۱-۲۱۳۷-۲۱۶۶-۲۱۶۷-۲۱۶۸، از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

۴۵۹ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۱۳۱، از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

۴۶۰ ”الاستیعاب“ علی حاشیہ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۸۔

۴۶۱ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۴۷ (رقم: ۳۲۶۳)۔

عمر پائی تھی، آپ بازاروں میں سے گزرتیں، لوگوں کو اچھائی کا حکم کرتیں اور برائی سے روکتیں، ان کے پاس کوڑا ہوتا تھا جس سے وہ بازار والوں کو غلط کاموں سے باز رکھتی تھیں۔<sup>۲۶۲</sup>

قاضی ابوالعباس احمد بن سعید "التیسیر فی احکام التبعیر" میں لکھتے ہیں: محتسب کا مرد ہونا شرط ہے، کیونکہ بے شمار اسباب اور وجوہ ایسے ہیں جن کی روشنی میں محتسب کا مرد ہونا ضروری نظر آتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ ابن ہارون نے ذکر کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بازار کا محتسب حضرت شفاء ام سلیمان بنت ابی حشمہ الانصاری رضی اللہ عنہا کو مقرر فرمایا تھا۔<sup>۲۶۳</sup> کیونکہ حکم غالب پر مبنی ہوتا ہے نادر الوقوع پر نہیں ہوتا اور یہ تقرر نادر الوقوع ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو خاص عورتوں کے معاملات پر محتسب مقرر کیا ہو۔

ابن عبد البر کی عبارت ہے: حضرت شفاء بازاروں سے گزرتیں اور لوگوں کو بُری باتوں سے منع کرتیں اور روکتیں تھیں۔ اس میں صراحت ہے جو گذشتہ تاویل کے خلاف ہے (کہ ممکن ہے وہ خاص عورتوں سے متعلق معاملات کی نگران ہوں) البتہ ان کی عبارت اس بارے میں صراحت کی طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ان کو یہ ذمہ داری نہیں سونپی گئی تھی۔ "جمہرة ابن حزم" کی اس عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بازار پر عامل مقرر کیا تھا۔

ابن العربی کی احکام القرآن میں النمل کی آیت کریمہ:

إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ. (النمل: ۲۳) میں نے (وہاں) ایک عورت کو پایا جو ان پر حکمرانی کر رہی ہے۔

کی تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے خاتون کو بازار کا محتسب مقرر کیا یہ روایت صحیح نہیں ہے، سو اس کی طرف التفات نہ کیا جائے، یہ احادیث میں بدعتیوں کی دیسہ کاری ہے۔ ابن عبد البر کا حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں اس ولایت پر جزم اور قاضی ابن سعید کی یہ توجیہ کہ ان کی ولایت کا تعلق عورتوں سے متعلق خاص امور سے تھا اس سے ابن العربی کا اعتراض ختم نہیں ہوتا، کیونکہ جیسا کہ ابن العربی نے احکام میں کہا ہے: عورت کے لیے مجالس میں کھلے طور پر آنا، لوگوں کے ساتھ میل جول، باہم گفت و شنید اور بحث مباحثہ ممکن نہیں ہے اس لیے کہ اگر خاتون جوان ہے تو مرد کا اس پر نظر ڈالنا اور اس سے کلام کرنا حرام ہے اور اگر وہ عمر رسیدہ ہے پردہ خاتون ہے تب بھی وہ مردوں کے اثر و دام میں نہیں جا پائے گی۔ اس کا کوئی معتقد نہیں ہے، نہ ہی کوئی ایسی صورت کا تصور کر سکتا ہے (کہ کوئی خاتون خواہ وہ عمر رسیدہ ہو بے پردہ ہو کر مردوں کی مجالس اور ان کے ہجوم میں دندناتی پھرے)۔

ابن سعید کی "التیسیر فی احکام التبعیر" میں ہے واضح رہے نظام احتساب عظیم دینی طریق کار ہے

<sup>۲۶۲</sup> "الاستیعاب" علی حاشیہ "الاصابة" ج ۴ ص ۳۳۵۔

<sup>۲۶۳</sup> "الاستیعاب" علی حاشیہ "الاصابة" ج ۴ ص ۳۳۰۔ ۳۳۱ بلا سند۔

اس کی عظیم تر منفعت اور عمومی مصلحت کی وجہ سے خلفاء راشدین نے اس کی ذمہ داری خود سنبھالی تھی، حالانکہ جہاد میں مشغولیت، لشکروں کی ترتیب، اسلامی مملکت کا دفاع وغیرہ سب کی دیکھ بھال ان کی ذمہ داری تھی اس کے باوجود وہ بذات خود محتسب کے فرائض سرانجام دیتے تھے کسی دوسرے کو یہ ذمہ داری نہیں سونپتے تھے۔

”السيرة الحلبية“ (ج ۳ ص ۳۵۴) میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بازار کے نگرانوں کے ذکر میں ہے کہ اس ذمہ داری کو حُسب کہتے ہیں اور اس کے عامل کو محتسب کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ مکہ کے بازار پر محتسب مقرر فرمایا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مدینہ طیبہ کے بازار کا محتسب مقرر کیا۔ اس سے ”صبح الاعشى“ (جزء خامس ص ۴۵۲) میں القلقشنندی کے اس قول کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں احتساب کا محکمہ قائم کیا اور درہ بنوایا۔ ان کا یہ قول درست نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ درہ ساتھ رکھتے تھے اور بازار کا گشت بھی لگاتے تھے اور انہوں نے اس سلسلہ کو اپنے دور خلافت میں بھی جاری رکھا اور دوسرے افراد کو بھی اس پر مقرر کیا۔

”كشف الظنون“ میں ہے علم احتساب وہ علم ہے جس میں شہریوں کے درمیان معاملات سے متعلق ایسے جاری امور سے بحث کی جاتی ہے جن کے بغیر تمدن کی تکمیل نہیں ہوتی، اس کی اساس ان عادلانہ قوانین پر ہوتی ہے جن سے فریقین راضی ہوتے ہیں، نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کا تعلق بھی اسی سے ہے تاکہ لوگوں میں لڑائیاں اور جھگڑے نہ ہوں، لوگوں کو ایک دوسرے پر اظہارِ فخر کا موقع ہی نہ ملے جس سے خلیفہ وقت کو اغتباہ اور ممانعت کی ضرورت پیش آئے۔

اس کے مبادی بعض فقہی ہیں اور بعض استحسانی ہیں جن کا تعلق خلیفہ کی رائے سے ہوتا ہے، اس علم کی غرض مذکور بالا امور میں مہارت کا حصول اور اس کا فائدہ امورِ مدنیہ کا مکمل طور پر اجراء ہے۔ یہ نہایت گہرا علم ہے اسے وہی پاسکتا ہے جو بہترین فہم و فراست اور اصابت رائے سے موصوف ہو، کیونکہ لوگ، ادوار اور احوال برابر بدلتے رہتے ہیں ایک نہج پر برقرار نہیں رہتے، اس لیے ہر دور کے تقاضے جدا گانہ ہوتے ہیں، ہر دور کے افراد کی سوچ مختلف ہوتی ہے، ان سب حقائق پر نظر رکھنا یقیناً مشکل ترین کام ہے، اس لیے اس منصب کے لائق ایسا شخص ہو سکتا ہے جسے قدسی قوت عطا ہوئی ہو اور جس کا دامن حرص و ہوس سے آلودہ نہ ہو جیسے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، آپ اس مرتبہ کے شناسا تھے اور اللہ تعالیٰ کے الطاف کریمہ کے مہبط۔ اس موضوع پر متعدد تالیفات ہیں جن کا ”كشف الظنون“ میں ذکر کیا گیا ہے۔

اہم نکتہ

علماء کرام کی کثیر تعداد نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درہ کے بارے میں ضروری معلومات فراہم نہیں کیں کہ آپ کا درہ کیسا ہوتا تھا جس سے آپ دورانِ خلافت بوقت احتساب مستحق لوگوں کو سزا دیتے تھے؟ اس موضوع پر سب سے عمدہ اور جامع بحث میرے شیخ، استاذ والد محترم نے اپنی کتاب ”التوفيق من الرب القريب“

فی عدد شیب و خضاب النبی الحبيب“ میں کی ہے جس کی تلخیص درج ذیل ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درہ بہت مشہور ہے اس کا ذکر صحیح البخاری کی کتاب العتق اور کتاب الدیات میں موجود ہے آگے چل کر لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے درہ کی ضرب سے قیادت و سیادت کی، لیکن قاضی عیاض نے ”المشارق“ میں ابن الاثیر نے ”النہایہ“ میں اور صحیح البخاری کے شارحین حافظ ابن حجر الزرکشی اور حافظ السیوطی وغیرہ نے اس درے کی حقیقت بیان نہیں کی۔ الصحاح، المصباح، لسان العرب اور ابن سیدہ کی ”المخصص“ میں بھی کوئی مفید بات نہیں ہے۔ ”الصحاح“ کی عبارت ہے درہ وہ چیز ہے جس سے ضرب لگائی جاتی ہے۔ ”القاموس“ میں شرح کے الفاظ ملا کر لکھا ہے سلطان کا درہ جس سے وہ ضرب لگاتا ہے۔ الخفاجی نے ”شرح الشفاء“ میں کہا ہے: درہ چوڑا کوڑا جس سے ضرب لگائی جاتی ہے۔

ابو عبد اللہ جسوس تصوف ابن عاشر پر کہتے ہیں: اس رسالہ کے بعض شارحین نے ذکر کیا ہے جب رات کا اندھیرا چھا جاتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اپنا محاسبہ کرتے اور بسا اوقات خود کو درے سے ضرب لگاتے تھے۔<sup>۲۶۴</sup> ابو عبد اللہ کہتے ہیں: شاید یہ ڈنڈی ہوتی تھی جس کے سرے پر چمڑے کا کوڑا ہوتا تھا۔

لیکن باب الشرب میں فقہاء کے کلام میں یہ صراحت موجود ہے کہ کوڑا اور درہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ چنانچہ ”المواق“ میں خلیل کے اس قول کے بعد کہ حدود کا نفاذ کوڑے سے ہوگا۔ (المدونہ) یہ مذکور ہے کہ حدود میں کئی ہوئی شاخ جوتے کے تسمہ اور درہ سے ضرب لگانا جائز نہیں ہے اس کے لیے سوط (چمڑے کا کوڑا) ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درہ حدود کے نفاذ کے لیے نہیں ادب سکھانے کے لیے تھا۔ خطاب وغیرہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ سب سے عجیب بات ”الفتح الربانی فی عنق المعترض علی القطب الجیلانی“ کے مؤلف نے کہی ہے وہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ عموماً لوگوں کی اپنے مشہور کوڑے درہ سے تادیب کرتے تھے یہ چمڑے کے تسموں سے بنا ہوا کوڑا تھا۔ اسی طرح کی عجیب و غریب بات شیخ مصطفیٰ بن محمد البنانی المصری نے اپنی کتاب ”روضة الطالبین لاسماء الصحابة البدریین“ کے حواشی میں لکھی ہے کہ درہ رسول اللہ ﷺ کے نعل (جوتے) کا تھا۔ کہا گیا ہے: جس کسی کو کسی غلطی پر اس درہ سے ضرب لگائی گئی اس نے دوبارہ وہ غلطی نہیں کی۔

علامہ الدسوقی ”شرح الدرر دیر علی المختصر“ پر اپنے حواشی میں لکھتے ہیں: درہ باریک چمڑے کا بنا ہوا کوڑا ہے۔ علامہ صاوی نے بھی ”اقرب المسالک“ پر اپنے حواشی میں یہی تحریر کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ درہ چمڑے کے تسموں سے بنا ہوا تھا میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح وہ اس وعید میں داخل ہوگا جو صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل جہنم کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔<sup>۲۶۵</sup>

<sup>۲۶۴</sup> یہ بات ثابت نہیں صوفیہ کی خود ساختہ کہانی ہے۔

<sup>۲۶۵</sup> صحیح حدیث۔ مسلم: ۲۱۲۸ ”باب النار یدخلها الجبار والجنة یدخلها الضعفاء“ احمد ج ۲ ص ۳۵۵-۳۵۶-۳۴۰ ابن حبان: ۲۶۱۱ بیہقی ”سنن“ ج ۲ ص ۲۳۳ بغوی ”شرح السنن“ ۲۵۷۸ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے: اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تم عنقریب ایسے لوگ دیکھو گے جو اللہ کی ناراضگی میں صبح کریں گے اور اللہ کی لعنت میں شام کریں گے ان کے ہاتھوں میں گایوں کی دموں جیسے کوڑے ہوں گے۔ ۳۶۶

علامہ المناوی نے کہا ہے: عرب ممالک میں اسے چچی کوڑا (مقاریج) کہتے ہیں یہ چمڑے کے ہوتے ہیں ان کی ایک جانب سخت ہوتی ہے اس کا عرض انگلی کے بقدر ہوتا ہے اس سے لوگوں کو مارتے پیٹتے ہیں۔ روح البیان میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

میں کہتا ہوں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درہ حضور ﷺ کے اذن سے تھا اور اس کی ضرب محدود تھی یہ ویسا درہ نہ تھا جس پر شارع علیہ السلام نے وعید بیان فرمائی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درہ کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی درہ رکھتے تھے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا درہ ”اوائل السیوطی“ وغیرہ کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درہ سے زیادہ سخت تھا۔

علامہ الطرطوشی کی ”سراج الملوک“ میں ہے حسن نے کہا: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد شریف میں اپنے سر کے پاس کنکریاں جمع کی ہوئی تھیں اور اپنی چادر کا ایک کونہ اپنے سر پر ڈالا ہوا تھا آپ اس وقت امیر المؤمنین تھے آپ کے پاس کوئی شخص موجود نہ تھا آپ کا درہ آپ کے سامنے پڑا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی درہ تھا عبد بن حمید نے اپنی مسند میں مطرف سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا: میں مسجد سے نکلا میں نے اپنے پیچھے کسی شخص کو یہ کہتے سنا: اپنا تہہ بند اونچا رکھو اس طرح تمہارا کپڑا پاک رہے گا اور زیادہ عرصہ چلے گا میں اس شخص کے پیچھے پیچھے چلا وہ صاحب میرے سامنے جا رہے تھے انہوں نے تہہ بند باندھا ہوا تھا اور چادر اوڑھی ہوئی تھی ان کے ہاتھ میں درہ تھا وہ بدوی اعرابی کی طرح نظر آ رہے تھے میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ ایک شخص نے مجھے بتایا: یہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں یہاں تک کہ آپ اونٹوں کے پاس پہنچے اور فرمایا: بیچو لیکن قسمیں نہ کھاؤ کیونکہ قسم سامان بکوادیتی ہے مگر برکت ختم کر دیتی ہے پھر آپ کھجوروں کے تاجروں کے پاس آئے وہاں آپ نے ایک خادم کو روتے دیکھا تو دریافت فرمایا: کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا: میں نے اس آدمی سے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں لیکن میرے آقا نے کھجوریں واپس کر دیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تاجر سے فرمایا: اپنی کھجوریں لے لو اور اس کا درہم واپس کر دو کیونکہ یہ کسی چیز کا مالک نہیں ہے تاجر نے اس کا درہم واپس کر دیا۔ ۳۶۷

ان روایات سے معلوم ہوا کہ خلفاء ثلاثہ (حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم) کے پاس درہ ہوتا تھا۔ مزید تفصیل ”القاموس“ اور اس کی شروح کے حوالے سے گزر چکی ہے۔

۳۶۶ صحیح حدیث۔ مسلم: ۲۸۵۷ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۳۶۷ ”مسند“ عبد بن حمید از مطرف۔ مجھے یہ حدیث تلاش کے باوجود نہیں ملی۔

بعد ازاں میں نے ”مسند ابی حنیفہ“ پر ابن سلطانؒ ۲۶۸ (ملا علی القاری) کی شرح میں دیکھا، انہوں نے اس کوڑے کی وصف بیان کی جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حد لگائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سخت کوڑا لایا گیا، آپ نے فرمایا: میں اس سے نرم چاہتا ہوں، پھر آپ کے پاس نرم کوڑا لایا گیا، آپ نے فرمایا: اس سے سخت لاؤ، پھر ایک درمیانی کوڑا (نہ زیادہ سخت نہ زیادہ نرم) لایا گیا۔ ایک اور روایت میں ہے پھر آپ نے ایک کوڑا منگوا یا آپ کے حکم سے اس کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کونا گیا جس سے اس کی سختی کم ہو گئی اور وہ درہ بن گیا۔ اس کے بعد ملا علی القاری نے ”القاموس“ سے درہ کی سابقہ تعریف نقل کی اور اس کے بعد کہا: یہ تعریف درست نہیں ہے اور حقیقتاً ایسا ہی ہے۔

### بہ آواز بلند اعلان کرنے والے (منادی)

صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جب سورج گرہن ہوا، ندا کی گئی: نماز تیار ہے۔ ۲۶۹ صحیح البخاری ہی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں ابو طلحہ کے گھر میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اس روز ان کی شراب فسیخ (پکی کھجوروں یا انگوروں کی شراب) تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے منادی کو یہ ندا کرنے کا حکم دیا: سنو! شراب حرام کر دی گئی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ ۲۷۰ صحیح البخاری میں حضرت زاہر الاسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں گدھوں کے گوشت والی ہنڈیاؤں کے نیچے آگ جلا رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا کی: رسول اللہ ﷺ تم کو گدھوں کے گوشت سے منع فرما رہے ہیں۔ ۲۷۱

سنن ابی داؤد میں حضرت معاذ الجہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کی، لوگوں نے پڑاؤ تنگ کر دیئے اور راستے منقطع کر دیئے تو رسول اللہ ﷺ نے منادی کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا: جس نے پڑاؤ کو تنگ کیا یا راستہ منقطع کیا (بند کیا) اس کا جہاد نہیں۔

”الاصابہ“ میں ہے ابن مندہ نے از وازع بن نافع از ابی سلمہ از رفاعہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا: میں لوگوں میں گھوم پھر کر یہ اعلان کروں: کوئی شخص مقبر میں نبی نہ بنائے۔ اس حدیث کا اسناد ضعیف ہے۔

”الاصابہ“ ہی میں حضرت اوس بن الحدثان رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے امام مسلم نے از ابوالزبیر از ابن

۲۶۸ علامہ محدث علی بن سلطان بن محمد البرہوی المعروف ملا علی القاری متوفی ۱۱۱۴ھ مشہور تصانیف ”المرقاة شرح المشکوٰۃ“

”شرح الشمائل“ ”شرح کتاب الفقہ الاکبر“ وغیرہ۔ (الفوائد البہیہ فی تراجم الخلفیہ ص ۸)

۲۶۹ صحیح حدیث۔ بخاری: ۱۰۳۵-۱۰۵۱ از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔

۲۷۰ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۳۶۳ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۲۷۱ صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۱۷۳ از زاہر الاسلمی رضی اللہ عنہ۔



کعب بن مالک از کعب رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اسے (حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو) اور حضرت اوس بن الحارث بن رضی اللہ عنہ کو ایام تشریق میں یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا: ایام منیٰ کھانے پینے کے دن ہیں (۲۷۱) (ان دنوں میں روزہ نہ رکھو)۔ ابن مندہ نے کہا ہے: یہ حدیث صحیح غریب ہے، ہم اسے صرف اسی طریق سے جانتے ہیں۔

”الاصابہ“ میں حضرت بدیل بن ورقاء الخزاعی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ابو نعیم نے ام الحارث بنت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ کو منیٰ میں خاکستری رنگ کے اونٹ پر دیکھا وہ لوگوں میں گھوم پھر کر اعلان کر رہے تھے: رسول اللہ ﷺ تم کو ان ایام میں روزہ رکھنے سے منع فرما رہے ہیں کیونکہ یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔ (۲۷۲)

البغوی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے ابن السکن کی روایت میں ہے نبی ﷺ نے حضرت بدیل رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کریں۔ (۲۷۳)

”الاصابہ“ ہی کی القسم الرابع میں حضرت ربیع بن امیہ بن خلف القرشی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ابن شاہین نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کی اونٹنی کے سینے کے نیچے کھڑا ہوں آپ اس وقت عرفہ میں وقوف فرما رہے تھے حضرت ربیع بلند آواز آدمی تھے آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے ربیعہ! کہو: اے لوگو! رسول اللہ ﷺ تم سے پوچھتے ہیں: جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے؟ (۲۷۴) الحدیث۔ ابن شاہین کے علاوہ دوسروں نے کہا: آپ نے امیہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہنے کا حکم فرمایا تھا اور یہی درست ہے۔

”الفرائد“ میں حجۃ الوداع کے تذکرہ میں خطبہ کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ عرفہ میں لوگوں تک بہ آواز بلند رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پہنچانے والے حضرت ربیعہ بن امیہ بن خلف رضی اللہ عنہ تھے لیکن اس کے بعد لکھا ہے کہ میں نے ابو عمر کی کتاب میں حضرت ربیعہ بن امیہ کے تذکرہ میں ان کے میدان عرفات میں بہ آواز بلند لوگوں تک حضور ﷺ کے ارشادات پہنچانے کا ذکر نہیں پایا ہے۔

”الاصابہ“ میں حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ابن شاہین نے کہا ہے: نبی ﷺ نے حضرت علیٰ

(۲۷۲) صحیح حدیث۔ مسلم ۱۱۴۲ از کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(۲۷۳) ضعیف روایت۔ اسے ابو نعیم اور بغوی نے روایت کیا ہے (الاصابہ ج ۱ ص ۱۳۱ رقم ۶۱۴) طبرانی ”الکبیر“ ج ۲۵ ص ۴۲۳ از ام

الحارث بنت عیاش رضی اللہ عنہا۔ بیہمی نے ”مجمع الزوائد“ ج ۳ ص ۳۰۳ میں کہا ہے: اس میں ضرار بن صرد ضعیف راوی ہے۔

(۲۷۴) ضعیف روایت۔ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۱۴۱ (رقم ۶۱۴) میں اسے ابن السکن کے حوالہ سے از طریق مفضل بن صالح روایت کیا ہے

مفضل بن صالح ضعیف راوی ہے۔ (التقریب: ۶۸۷۸)

(۲۷۵) ضعیف حدیث۔ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۵۳۰ (رقم ۲۷۵۲) میں ابن شاہین کے حوالہ سے از طریق یحییٰ بن ہانی الثجری از ابن اسحاق مروی

ہے اس کے اسناد میں موجود یحییٰ بن ہانی کا کسی نے تذکرہ نہیں کیا محمد بن اسحاق مدلس ہے۔ حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں کہا

ہے: یحییٰ کے علاوہ دوسروں نے اسے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے اور کہا ہے: نبی ﷺ نے امیہ کو حکم دیا تھا اور یہی درست ہے۔



حضرت معاذ بن جبل، حضرت بدیل بن ورقاء اور حضرت حکیم رضی اللہ عنہم سے فرمایا: لوگوں میں اعلان کر دو اور ان کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے سے منع کر دو، کیونکہ یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔ ۱۷۷

### مدینہ طیبہ کی خفیہ پولیس

بلاد مغرب میں قدیم دور میں خفیہ پولیس کو الحاکم اندلس میں صاحب المدینہ اور تونس و قیروان میں اس کو عریف کہا جاتا تھا، آج کل اسے مقدمی الحارات کہا جاتا ہے۔ المقریزی کی خطط میں ہے، سلف اسے شرطہ کہتے تھے اور بعض لوگ اسے صاحب العس کہا کرتے تھے، ان کا کام رات کو شہر میں گشت کرنا تھا تا کہ جرائم پیشہ افراد پر نظر رکھی جائے۔

### رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اس منصب پر فائز اصحاب

امام ترمذی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد ایک رات رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کاش! کوئی آدمی آج رات میں ہماری پہرہ داری کرتا، اسی دوران ہم نے ہتھیاروں کی جھنکار سنی، آپ نے پوچھا: کون ہے؟ جواب ملا: سعد بن ابی وقاص، رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیوں آئے ہو؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کھٹکا پیدا ہوا، سو میں آپ کی حفاظت کے لیے آ گیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ ۱۷۸ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ منصب حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اپنے غلام اسلم کے ہمراہ خود رات کو گشت کیا کرتے تھے۔ بسا اوقات آپ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

علامہ الخزاعی نے یہاں لکھا ہے: مجھے ایسی نص نہیں ملی جس سے معلوم ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں دشمن کے حملہ کے خدشہ یافتہ کے وقت مدینہ طیبہ کی نگرانی اور حفاظت کی ذمہ داری کس کے سپرد تھی، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا انتظام ہوتا تھا۔ اس کے بعد علامہ الخزاعی نے ابن الجوزی کی ”کشف مشکل الصحیحین“ سے طلحہ بن خویلد کے دعوائے نبوت کے قصہ میں نقل کیا ہے کہ لوگوں کے حملہ کے خدشہ کے پیش نظر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہر کے تمام داخلی راستوں کی نگرانی

۱۷۶ ضعیف حدیث۔ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۱۶ (رقم: ۳۰۹۶) میں بحوالہ ابن شاہین از طریق محمد بن عبید اللہ العزری مروی ہے۔ محمد بن عبید

اللہ العزری ضعیف متروک الحدیث ہے۔ (البحر والحدیث ج ۸ ص ۲۰۱)

۱۷۷ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۸۸۵-۲۳۱، مسلم: ۲۳۱۰، ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۸۸، احمد: ”مسند“ ج ۶ ص ۱۴۱، الفہاکل: ۱۳۰۵، ترمذی:

۳۴۷۵۶، ابن ابی عاصم ”السنن“ ج ۱ ص ۱۱۳، ابن حبان: ۶۹۸۶، حاکم ج ۳ ص ۵۰۱، از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

پر مامور کیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بھی مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے راستوں کی نگرانی پر مقرر کیا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رات کو شہر میں گشت لگائیں۔ پھر علامہ الخزاعی نے کتاب کے پندرھویں باب میں یہ عنوان قائم کیا ہے: حملے کے خدشہ اور فتنہ کے وقت بلندی سے نگرانی کرنے والے۔ اور کہا ہے: اگرچہ مجھے اس کے متعلق نص نہیں ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں یہ ذمہ داری کس کے سپرد ہوئی تاہم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث سے یہ چیز مستنبط ہوتی ہے۔ اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت گشت کرنے، مشتبہ لوگوں کا سراغ لگانے اور دن کو بلند مقام سے ارد گرد پر نگاہ رکھنے کی ذمہ داری سوپنی۔

مؤلف کہتے ہیں: علامہ الخزاعی رحمہ اللہ سے ”الاصابہ“ (ج ۱ ص ۸۲) میں ابن فتحون کے حوالہ سے منقول یہ روایت مخفی رہی کہ نبی ﷺ نے حضرت بدیل بن ورقاء، حضرت اوس بن ثابت، حضرت اوس بن عرابہ اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم کو مدینہ طیبہ کی نگرانی اور حفاظت کی ذمہ داری سوپنی۔<sup>۲۷۸</sup> تفصیل القسم الخامس میں ملاحظہ کریں۔

”در الفوائد المنظمة في اخبار الحج ومكة المعظمة“ میں علامہ شمس الدین محمد بن عبد القادر الانصاری الحسینی محل شریف کے امیر کی ذمہ داریوں کے ذکر میں لکھتے ہیں: وہ خفیہ پولیس مقرر کرتے تھے جو رات کے وقت حجاج کے ہمراہ رہتے اور خبریں حاصل کرتے تھے اور باہم جھگڑے کا سبب بننے والے امور سے روکتے تھے۔ مزید کہا: سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری سوپنی تھی۔

علامہ المقریزی کی ”الخطط“ میں ہے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں رات کو گشت کیا۔ ابوداؤد نے از عمش از زید روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا گیا یہ فلاں ہے جس کی ڈاڑھی سے شراب کے قطرے گرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہمیں جاسوسی سے منع کیا گیا ہے البتہ اگر ہمارے سامنے ایسا ہوا تو ہم اس پر گرفت کریں گے۔<sup>۲۷۹</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اپنے غلام اسلم کے ہمراہ خود رات کو گشت کرتے تھے اور بسا اوقات حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

”طبقات ابن سعد“ میں ہے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشکوک اور متہم لوگوں پر سختی کی، آپ نے رویشد الثقی کے گھر کو آگ لگا دی اس میں شراب کی بھٹی تھی۔ ربیعہ بن امیہ بن خلف کو خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا، یہ شرابی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نے سب سے پہلے اپنے دور خلافت میں مدینہ طیبہ میں گشت شروع کیا، درہ لیا اور لوگوں کی تادیب کی اس لیے بعد میں کہا گیا: حضرت عمر کا درہ تمہاری تلواروں سے زیادہ دہشت

<sup>۲۷۸</sup> ضعیف حدیث۔ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۸۰ (رقم: ۳۱۹) میں ابن فتحون کے حوالہ سے از طریق عبدان از اسحاق بن الضیف مروی ہے۔

عبدان اور اسحاق بن الضیف دونوں کے حالات نامعلوم ہیں۔

<sup>۲۷۹</sup> صحیح الاسناد۔ ثقہ راویوں سے مروی ہے ابوداؤد: ۴۸۹۰ از عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ موقوفاً۔

## مردانہ جیل خانہ

امام ابوداؤد نے بہز بن حکیم سے روایت کیا ہے حکیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو تہمت کی وجہ سے قید کر دیا۔<sup>۳۸۰</sup> جامع الترمذی میں بھی اسی طرح مروی ہے امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح البخاری میں ہے راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے وہ بنو حنیفہ کے ثمامہ بن اثال نامی شخص کو گرفتار کر لائے اور اسے مسجد نبوی کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔<sup>۳۸۱</sup> الحدیث

ابن اسحاق نے بنو قریظہ کے واقعہ میں ذکر کیا ہے کہ جب وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر اتر آئے تو ان کو ایک انصاری خاتون بنت الحرث کی حویلی میں قید کر دیا گیا پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے بازار کی طرف تشریف لے گئے جہاں آج کل بازار ہے وہاں گڑھے کھودے گئے پھر ان کو گروہ درگروہ لایا گیا اور ان گڑھوں میں ان کی گردنیں ماری گئیں۔<sup>۳۸۲</sup>

علامہ الماوردی "الاحکام السلطانیہ" میں لکھتے ہیں: شرعی قید تنگ مکان میں قید کرنا نہیں بلکہ کسی شخص کو ہر قسم کے ذاتی تصرف سے روکنا ہے خواہ وہ گھر میں ہو یا مسجد میں یا مدعی یا اس کے وکیل کو اس کی نگرانی سپرد کرنا ہے (وہ سایے کی طرح اس کے ساتھ رہے تاکہ اس سے اپنا حق وصول کر لے) اسی لیے نبی ﷺ نے اسے اسیر کہا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ہر ماس کے طریق سے ان کے والد اور ان کے دادا سے روایت کیا ہے ان کے دادا نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس اپنے قرض دار کو لایا آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ ساتھ رہو پھر آپ نے فرمایا: اے بنو تمیم کے بھائی! تم کیا چاہتے ہو میں تمہارے قیدی کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ ابن ماجہ کی روایت میں ہے پھر دن کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزرے تو فرمایا: اے بنو تمیم کے بھائی! تیرے قیدی نے کیا کیا؟<sup>۳۸۳</sup> رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہی قید

<sup>۳۸۰</sup> حسن حدیث۔ ابوداؤد: ۳۶۳۰ ترمذی: ۱۴۱۷ از بہز بن حکیم۔

<sup>۳۸۱</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۶۲-۳۶۹-۲۲۲۲-۲۲۲۳-۳۳۷۲ مسلم: ۱۷۶۳ ابوداؤد: ۲۶۷۹ نسائی: ج ۱ ص ۱۰۹-۱۱۰ احمد: ج ۲ ص ۲۳۶۔

<sup>۳۸۲</sup> صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲ ابن حبان: ۱۲۳۹ بیہقی: "سنن" ج ۱ ص ۱۷۱ "دلائل النبوة" ج ۳ ص ۷۹-۸۱ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

<sup>۳۸۳</sup> مرسل حدیث۔ "السیرۃ النبویہ" ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۰-۲۳۱ از علقمہ بن وقاص الليثی رضی اللہ عنہ۔

<sup>۳۸۴</sup> ضعیف حدیث۔ ابوداؤد: ۳۶۲۹ ابن ماجہ: ۲۲۲۸ از ہر ماس بن حبیب بدوی از والد خود از جد خود۔ "الجرح والتعذیل" ج ۹ ص ۱۱۸

(رقم ۳۹۷) میں ابن ابی حاتم نے کہا ہے: یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل نے کہا: ہم اسے نہیں پہچانتے ابن ابی حاتم نے کہا: میں نے

اپنے والد سے ہر ماس بن حبیب کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: یہ بدوی شیخ ہے اس سے نصر بن شمیل کے علاوہ کسی

نے روایت نہیں کیا اس کے والد اور دادا غیر معروف ہیں۔ البانی نے "ضعیف ابوداؤد" (رقم ۷۸۳) اور "ضعیف ابن ماجہ"

(رقم ۵۲۶) میں اسے ضعیف کہا ہے۔

ہوتی تھی باقاعدہ قید خانہ نہیں تھا۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ امام قید خانہ بنوائے یا نہیں؟ جن علماء کا قول ہے: قید خانہ نہ بنوائے ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قید خانہ نہیں بنوایا بلکہ ملزم کو کسی مکان میں رکھے یا اس پر محافظ مقرر کر دے اسے ترسیم کہا جاتا ہے یا قرض خواہ کو اس کے ساتھ لگا دے۔ جن علماء نے قید خانہ بنانے کا قول کیا ہے ان کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ہے۔

رہے آج کل کے قید خانے تو کوئی مسلمان اس کے جواز کا قائل نہیں ہے کیونکہ ان قید خانوں میں کثیر تعداد میں لوگوں (مجرموں، ملزموں) کو ایک تنگ جگہ میں بھیڑ بکریوں کی طرح جمع کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ ان کو وضو اور نماز کی سہولت بھی میسر نہیں ہوتی، بعض اوقات وہ ایک دوسرے کے ستر دیکھتے رہتے ہیں اور گرمی سردی کی اذیت سے دوچار رہتے ہیں۔

امام ابو عبد اللہ بن فرج مولیٰ ابن الطلاع کتاب الاقصیہ میں کہتے ہیں: اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کسی کو قید کیا ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قید خانہ نہیں تھا نہ کبھی آپ نے کسی شخص کو قید کیا۔ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں تہمت کے الزام میں قید کیا ہے۔ چنانچہ عبد الرزاق اور نسائی نے اپنی کتابوں میں بہز بن حکیم از والد خود از جد خود اسے روایت کیا ہے ابوداؤد نے بہز کے دادا سے بطریق بہز روایت کیا ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے میری قوم کے بعض لوگوں کو قتل کے الزام میں قید کیا تھا۔ بہز بن حکیم بعض اہل علم کے نزدیک مجہول ہے۔<sup>۴۸۴</sup> لیکن امام بخاری نے کتاب الوضوء میں اسے داخل کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ بہز معروف ہے۔

مصنف عبد الرزاق کے علاوہ دوسروں نے اس سند سے یہ ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے تہمت میں ایک شخص کو دن کا ایک حصہ قید میں رکھا پھر اسے رہا فرما دیا۔

”احکام ابن زیاد“ میں فقیہ ابو صالح ایوب بن سلیمان سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے شخص کو قید کیا جس نے مشترکہ غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا تھا آپ نے اس کی مکمل آزادی کو ضروری قرار دیا حدیث میں ہے: آپ نے اس کی بکریاں فروخت کر دیں (تا کہ دوسرے شریک کو اس کے حصہ کی رقم ملے) ابن شعبان نے اپنی کتاب میں کہا ہے: نبی ﷺ نے اسے قید کرنے اور زد و کوب کرنے کا حکم دیا۔

بعض علماء نے اس آیت کریمہ سے قید خانہ کا استدلال کیا ہے:

فَأْمْسِكُوهُمْ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُمُ

الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا (النساء: ۱۵)

تو روک لو ان (عورتوں) کو گھروں میں یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ

پیدا کر دے ○

<sup>۴۸۴</sup> بہز بن حکیم مجہول نہیں بلکہ یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی نے اسے ثقہ کہا ہے ابو حاتم رازی نے کہا: اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اس

سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ (الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۴۳۰-۴۳۱ رقم ۱۷۱۴)

اور نبی ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ قاتل کو قتل کرو اور باند کرنے والے کو باند کر دو۔ ۳۸۵ ابو عبید نے کہا: اس کے مطلب ہے اس کو اپنے عمل کی پاداش میں موت تک قید میں رکھو۔

قاضی ابن الازرق کی ”بدائع السلک“ میں ابن فرحون کے حوالے سے ابن قیم الجوزیہ سے منقول ہے کہ شرعی قید تنگ مکان میں قید کرنا نہیں ہے بلکہ وہ کسی شخص کو ہر قسم کے تصرف سے روکنا ہے خواہ وہ مسجد میں ہو یا گھر میں یا قرض خواہ کو اس کے ساتھ لگا دینا ہے اسی لیے نبی ﷺ نے اسے اسیر کہا ہے۔ سنن ابی داؤد میں ہر ماس بن حبیب کی اپنے دادا سے روایت میں ہے ان کے دادا نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس اپنے قرض دار کو لایا آپ نے مجھ سے فرمایا: اس کے ساتھ لگے رہو پھر مجھ سے فرمایا: اے بنو تمیم کے بھائی! تم کیا چاہتے ہو میں تمہارے قیدی (اسیر) کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہی قید تھی۔

امام احمد بن الشلبی الحنفی نے ”اتحاف الرواة بمسلسل القضاة“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولیات میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اسلام میں جیل بنائی آپ سے پہلے خلفاء کنوؤں میں قید کرتے تھے۔

علامہ الخفاجی کی ”شفاء الغلیل“ میں ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارکہ اور حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں قید خانہ (جیل) نہیں تھا ملزم کو مسجد یا ڈیوڑھیوں میں جہاں ممکن ہوتا باند کر دیا جاتا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں سب سے پہلے قید خانہ بنوایا اور اس کا نام نافع رکھا یہ مستحکم بلڈنگ نہ تھی لوگ کھسک جایا کرتے تھے پھر آپ نے مخمس نامی ایک مضبوط عمارت بنوائی۔

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قید (جس) کو اس مفہوم میں لیا جائے کہ قرض خواہ مقروض کو اپنے پاس پابند رکھتا تھا تو یہ چیز موجود تھی لیکن ملزموں کے لیے کوئی معین جگہ تو اس کا وجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔

### انتباہ

علامہ الخزاعی نے یہاں ابو عمر بن عبد البر کی ”بہجة المجالس“ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حلیہ کو قید کر دیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں قید خانہ بنوایا تھا لیکن انہوں نے اس بارے میں ضروری معلومات فراہم نہیں کیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حلیہ کو قید کرنے کا واقعہ الزبیر بن بکار نے ”الموفقیات“ میں اور ابو الفرج الاصبہانی نے ”الاغانی“ میں نقل کیا ہے۔ (دیکھئے ”الامتاع“ ادوی) علامہ بدر الدین محمود العینی کی ”شرح الشواہد الکبریٰ“ میں ہے زبرقان نے حلیہ کے خلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مدد مانگی اس کا خیال تھا حلیہ نے اس کی ہجو کہی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حلیہ کا شعر پڑھا:

واقعد فانک انت الطاعم الکاسی۔ ۳۸۶

۳۸۵ مرسل حدیث۔ ابو عبید ”غریب الحدیث“ ج ۱ ص ۱۵۵ کنز العمال: ۳۹۸۳۹۔

۳۸۶ عمر بن شہبہ ”تاریخ المدینہ المنورة“ ج ۲ ص ۴۰۳۔ ابو الفرج الاصبہانی ”الاغانی“ ج ۲ ص ۵۵۔ ابن الجوزی ”سیرۃ عمر“ ج ۲ ص ۵۰۷۔

اور فرمایا: مجھے تو اس میں تمہاری جو نظر نہیں آتی، زبرقان نے کہا: آپ اس بارے میں ابن الفریجہ یعنی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے معلوم کریں، اگر اس نے میری جو نہیں کی تو میرا اس پر کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے پاس یہ مصرعہ بھیج کر معلوم کروایا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا: حطیہ نے ہجو کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قید کر دیا۔ حطیہ نے دورانِ قید یہ اشعار کہے:

”آپ وادیِ ذومرغ<sup>۳۸۷</sup> کے چوزوں کے بارے میں کیا کہیں گے جن کے پوٹوں پر رزواں ہے اور وہ پانی اور درخت سے محروم ہیں“

آپ نے ان کے کمانے والے کو اندھیرے گڑھے میں ڈال دیا ہے، اسے معاف کر دیں، اے عمر! آپ پر اللہ کی سلامتی ہو“

آپ اپنے ساتھی کے بعد امیر بنے ہیں آپ کو بشری عقل کی کنجیاں دی گئی ہیں۔“

علامہ العینی نے کہا ہے: پہلے قید خانے کنوئیں ہوتے تھے سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جیل خانہ بنایا۔<sup>۳۸۸</sup> شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ قید خانہ کے لیے خریدی گئی حویلی سے پہلے کنوؤں میں بند کرتے تھے۔ بیہقی نے نافع بن عبد الحارث کی حدیث سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت صفوان بن امیہ سے چار ہزار میں قید خانہ کے لیے گھر خریدا۔<sup>۳۸۹</sup> امام بخاری نے اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کی ”تلخیص الحبیر“ میں ”تہذیب النووی“ میں بحوالہ ”المہذب“ حضرت نافع بن الحارث الخزاعی کے تذکرہ میں اور المقریزی کی ”الخطط“ میں اسی طرح مذکور ہے۔

ابن فرحون کی ”بدائع السلك“ میں ابن القیم سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب رعایا بڑھ گئی آپ نے مکہ مکرمہ میں گھر خرید کر اسے قید خانہ بنایا، اس میں قید خانہ بنانے کی دلیل ہے۔

سلطان ابوالاملاک المولیٰ اسماعیل بن الشریف العلوی مدفون مکناس نے علماء فاس قاضی بردلہ المسناوی اور ابن رحال وغیرہ سے دریافت کیا: قید خانہ کس نے بنایا اور لوگوں کو کنوؤں میں کیسے قید رکھتے تھے؟ اور حافظ سیوطی کی اس عبارت کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ بنوایا اور ابن فرحون کے اس عبارت میں کس طرح تطبیق ہوگی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مملکت وسیع ہو گئی آپ نے قید خانہ بنوایا؟ شیخ المسناوی نے جواب دیا کہ ابن فرحون اور حافظ سیوطی کے کلام میں تعارض اس طرح ختم ہو جائے گا کہ ہم کہیں گے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولیت کا مطلب ہے آپ نے سب سے پہلے اسی مقصد کے لیے عمارت بنوائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کے لیے عمارت نہیں بنوائی بلکہ بوقت ضرورت آپ نے رہائشی مقاصد یا دوسری کسی ضرورت کے تحت تعمیر ہونے والی عمارت کو قید خانہ بنالیا۔ باقی رہا یہ سوال کہ کنوئیں قید خانے ہوتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ تہہ خانے

<sup>۳۸۷</sup> ذومرغ، الواشیہ اور فذک کے درمیان بکثرت درختوں والی وادی ہے۔ (مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۲۵۶)

<sup>۳۸۸</sup> تفصیل کے لیے دیکھئے ”تاریخ المدینۃ المنورۃ“ ج ۲ ص ۲۰۳ رقم ۱۳۳۶-۱۳۳۷ وغیرہ۔

<sup>۳۸۹</sup> ”تلخیص الحبیر“ ج ۴ ص ۱۹۶ میں اسے بیہقی کے حوالہ سے از حدیث نافع بن عبد الحارث نقل کیا ہے۔ مجھے بیہقی کی ”السنن الکبریٰ“ میں تلاش کے باوجود یہ روایت نہیں ملی۔



اور زیر زمین جگہیں ہوتی تھیں اور وہ کبھی اتنی وسیع و عریض ہوتی تھیں کہ ان میں سینکڑوں لوگ سما جاتے تھے، خاص طور پر گزشتہ قوموں کو ایسی سرنگیں اور تہہ خانے بنانے میں بڑی قدرت اور مہارت حاصل تھی جس کا بعد کے ادوار سے موازنہ کرنا درست نہیں ہے۔ ان کو کنوئیں اس لیے کہا گیا کہ کنوؤں کی طرح یہ بھی زیر زمین ہوتے اور ان میں داخلے کے راستے تنگ ہوتے تھے۔ اس کے باوجود ایسے تہہ خانے (جیل خانے) ضرورت کے مطابق بکثرت ہوتے تھے۔ (نوازل، شیخ المسناوی)

### انتباہ

قاضی ابن سعید نے ”التیسیر فی احکام التیسیر“ میں کہا ہے: جس نے کتاب یا شاعری سے کسی کو عیب لگایا، گالی دی یا ہجو کی، اسے قید کیا جائے گا اور تادیب کی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیبہ کو قید خانہ میں ڈال دیا تھا جب اس نے اپنے اس قول ”اقعد فانک انت الطاعم الکاسی“ سے زبرقان بن اسمعیل کی ہجو کی تھی۔ ۴۹۰

### زنانہ جیل خانہ

سیرت کی کتابوں میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے اور اس سے پہلے ان کے شام کی طرف فرار ہونے کے واقعہ میں ہے کہ جب حضرت عدی نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر ان کے علاقہ میں داخل ہو گیا ہے اور ان کی تلاش میں ہے تو وہ شام کی طرف فرار ہو گئے لیکن ان کی بہن پکڑی گئی اور وہ بنو طے کے قیدیوں میں مدینہ طیبہ لائی گئی، حضور ﷺ کو عدی کے شام کی طرف فرار ہونے کی خبر ملی آپ نے عدی کی بہن کو مسجد کے دروازہ کے قریب احاطے میں رکھا، خواتین کو اس احاطہ میں قید کیا جاتا تھا۔ ۴۹۱

### قیدیوں کو خوراک کی بہم رسانی

امام ابو یوسف نے ”کتاب الخراج“ میں لکھا ہے: خلفاء ہمیشہ قیدیوں کو کھانا اور گرمی سردی کا لباس مہیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عراق میں باقاعدہ اس پر عمل کیا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام میں یہ سلسلہ جاری رکھا اور پھر بعد میں آنے والے حکمرانوں نے اس پر عمل کیا۔ (دیکھئے ”طبقات ابن سعد“ تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ) ”خطط المقریزی“ میں ہے کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے جیل اور پھرے کا نظام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قائم کیا۔

۴۹۰ تخریج مزرہ کی ہے۔

۴۹۱ ”السيرة النبوية“ ابن ہشام ج ۲ ص ۵۹۷۔



## تاویب بذریعہ مارپیٹ

ابن الطلاع کی ”کتاب الاقصیۃ“ میں ابن شعبان کی کتاب سے از اوزاعی از عمرو بن شعیب ازہ الدخود روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنے غلام کو عداً قتل کر دیا، نبی ﷺ نے اسے سو کوڑے لگوائے ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا اور اسے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔<sup>۲۹۲</sup> ابن شعبان نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے اسے قید کرنے اور مارنے پینے کا حکم دیا۔

”نور النبواس“ میں واقعۃً افک<sup>۲۹۳</sup> کے متعلق ہے ان کو کوڑے مارنے میں دو قول ہیں: ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو کوڑے لگوائے تھے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ کے آخر میں ”باب قول اللہ تعالیٰ: وامرہم شوریٰ بینہم“ میں اس کو قطعی کہا ہے۔ اصحاب سنن اربعہ نے عمرہ از عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث نقل کی ہے کہ جب افک کے بارے میں حکم نازل ہوا، آپ نے دو مردوں اور ایک عورت کو حد لگانے کا حکم دیا۔<sup>۲۹۴</sup> امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف ابن اسحاق کی حدیث سے جانتے ہیں۔

”الاستیعاب“ میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن عبد البر نے اس پر جزم کیا ہے کہ ان کو حد لگائی گئی اور حضرت خنہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے کہ ان کو بھی ان افراد کے ساتھ حد لگائی گئی جن پر حد ثابت ہو گئی تھی۔

طبرانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن ابی کو ایک سو ساٹھ کوڑے مارے گئے۔<sup>۲۹۵</sup> حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جو بھی نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ پر تہمت لگائے اس کے ساتھ ایسا کیا جائے۔

## جلاوطنی کی سزا

نبی ﷺ نے حکم بن العاص کو طائف کی طرف جلاوطن کر دیا تھا کیونکہ اس نے چال اور بعض حرکات میں آپ کی نقل اتاری تھی، آپ نے اسے سخت سزا دیا اور جلاوطن کر دیا اور اس سے فرمایا: تم ایسے ہی ہو جاؤ، حکم پر<sup>۲۹۲</sup> بیہمی ”السنن الکبریٰ“ ج ۸ ص ۳۶ از طریق اوزاعی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود۔

<sup>۲۹۳</sup> افک میں ملوث لوگوں کے بارے میں تفصیل کے لیے عمر بن شہب کی کتاب ”تاریخ المدینۃ المنورۃ“ ج ۱ ص ۱۸۷-۲۰۰ میں ہماری تخریج ملاحظہ کریں: ۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۹۰

<sup>۲۹۴</sup> حسن کے مشابہ حدیث۔ ابوداؤد: ۴۳۷۴ ترمذی: ۳۱۸۱ ابن ماجہ: ۲۵۶۷ احمد: ۶ ص ۶۱ عمر بن شہب ”تاریخ المدینۃ“ ۶۹۲۔ از محمد بن عدی از محمد بن اسحاق از عبد اللہ بن ابی بکر از عمرہ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے، صرف محمد بن اسحاق سے مروی ہے۔ ابوداؤد (۴۳۷۵) نے اسے محمد بن اسحاق سے مرسل روایت کیا ہے۔

<sup>۲۹۵</sup> ضعیف شاذ حدیث، ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن میں ہے کہ نبی ﷺ نے افک میں ملوث لوگوں میں سے ہر ایک کو اسی (۸۰) کوڑے حد لگوائی طبرانی کی تینوں معاجم اور ”مجمع الزوائد“ میں مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔

رعشہ طاری رہتا تھا اور وہ ڈولتا رہتا تھا۔<sup>۲۹۶</sup> عبدالرحمن بن ثابتؓ مروان بن الحکم کو اس پر عار دلاتے ہوئے اس کی جھوٹیں کہتا ہے:

”اس کا باپ لعین ہے اگر تو اس کی ہڈیوں کو پھینک دے، تو رعشہ زدہ دیوانے کی ہڈیوں کو پھینکے گا وہ تقویٰ کے اعمال سے خالی پیٹ چلتا ہے اور خبیث اعمال سے اس کا شکم سیر ہے۔“

ابن ابراہیم الوزیر نے ”الروض الباسم“ میں کہا ہے: نبی ﷺ نے اہل طائف کو یہ نہیں فرمایا کہ ان کے لیے الحکم کی ہم نشینی حرام ہے اور اس کی جلا وطنی ضروری ہے حالانکہ وہ مسلمان تھے اور آپ کے احکام کے تعمیل میں دل و جان سے حاضر تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں الحکم کو مدینہ طیبہ واپس بلا لیا۔ ایک قول کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس کی اجازت تھی دوسرے قول کے مطابق رشتہ داری اور سزا اختتام اس کا سبب تھے۔<sup>۲۹۷</sup>

## ترکِ تعلق کی سزا

صحیح البخاری میں ہے حضرت کعب بن مالکؓ حضرت مرارہ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم اپنی دین داری میں پختگی کے باوجود غزوہ تبوک میں نبی ﷺ کے پیچھے رہ گئے حالانکہ ان کا اسلام (نفاق کی تہمت سے پاک تھا۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر لوگوں نے آپ سے عدم شرکت پر معذرت کی اور قسمیں کھائی آپ ﷺ نے ان سے درگزر فرمایا، لیکن مذکور الصدر صحابہ نے سچ بتا دیا اور اپنی کوتاہی کا اعتراف کر لیا، آپ نے ان کی معذرت قبول نہ فرمائی اور صحابہ کرام سے فرمایا: ان تین افراد سے بات چیت بند کر دیں، یہ حضرات پچاس راتیں اس حالت میں رہے۔ سیرت کی کتب اور صحیحین میں یہ واقعہ تفصیلاً مذکور ہے۔<sup>۲۹۸</sup> یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے ترک تعلق سے ان کی کیا کیفیت تھی اس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں آیا ہے:

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ.

جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں (بھی) ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے یقین کر لیا کوئی پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف۔ (التوبہ: ۱۱۸)

<sup>۲۹۶</sup> نہایت ضعیف روایت۔ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۳۳۵-۳۳۶ (رقم: ۱۷۸۱) میں ہے اسے بیہقی نے ”دلائل المعوۃ“ میں عبدالرحمن بن ابی بکر سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے: اس کا اسناد محل نظر ہے۔ اسے بیہقی نے ”الدلائل“ میں اسی طریق سے روایت کیا ہے اس میں ضرار بن مردر انصی ہے۔

<sup>۲۹۷</sup> ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۳۳۶ بلا سند۔ اس میں ”یقال“ کو لفظ ضعف کا اشارہ کر رہا ہے۔

<sup>۲۹۸</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۳۱۸، مسلم: ۲۷۹۹، عبد الرزاق: ۴۴، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۵۳۰-۵۳۵، ترمذی ج ۲ ص ۳۱۰، احمد ج ۵ ص ۳۸۷، طبری ”جامع البیان“: ۴۴۷، ابن حبان ”الاحسان“: ۳۳۷۰، بیہقی ”الدلائل“ ج ۵ ص ۲۷۳-۲۷۹، از کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔

”بما رحبت“ یعنی زمین کی وسعت کے باوجود ان کو ایسی جگہ نہیں ملی جس میں ان کا رنج و غم پریشانی، اضطراب اور بے چینی دور ہو سکے اور ان کے دل توبہ کی قبولیت میں تاخیر کے باعث غم اور وحشت سے گھٹ رہے تھے وہاں خوشی، انس اور مسرت کا نام و نشان نہ تھا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: مجھے اپنی جانی پہچانی زمین بھی اجنبی لگتی تھی، باغات کے جانے پہچانے احاطے اور چار دیواریاں ہمیں اجنبی اور غیر مانوس نظر آتے تھے۔ یقیناً شدت غم اور مصائب میں ہر چیز ایسی ہی نظر آتی ہے یہاں تک کہ اپنی جان تک اجنبی لگتی ہے۔ ابن عائد کی روایت میں ہے کہ سخت خوف اور گھبراہٹ کے باعث وہ راہبوں کی طرح ہو گئے تھے۔

امام بیہقی نے ”الدلائل“ میں کہا ہے: غزوہ تبوک میں دس افراد رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے ان میں سے سات افراد نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا، رسول اللہ ﷺ مسجد سے اپنے واپسی کے راستہ پر جب ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ ابولہبہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں یا رسول اللہ! یہ غزوہ میں آپ سے پیچھے رہ گئے تھے اب یہ بندھے ہوئے ہیں یہاں تک کہ آپ ان کو رہا کریں اور ان کی معذرت قبول فرمائیں، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ان کو چھوڑوں گا نہ ان کی معذرت قبول کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو چھوڑے انہوں نے مجھ سے روگردانی کی اور غزوہ سے پیچھے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَأَخْرَجُوا عَنْكُمْ خُلُوعًا مِّنَ الْإِسْلَامِ  
وَأَخْرَجُوا عَنْكُمْ خُلُوعًا مِّنَ الْإِسْلَامِ  
عَفْوٌ رَّحِيمٌ (التوبہ: ۱۰۲)

اور (کچھ) دوسرے ہیں انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، انہوں نے کچھ نیک کاموں کو دوسرے بُرے کاموں سے ملایا، قریب ہے کہ اللہ ان پر رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے رحم فرمانے والا ہے ○

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، نبی ﷺ نے لوگوں کو بھیجا کہ ان کو چھوڑ دیں اور ان کی معذرت قبول فرمائی لیکن ابولہبہ رضی اللہ عنہ صرف اس پر راضی ہوئے کہ حضور ﷺ خود بہ نفس نفیس ان کو ستون سے آزاد کریں اور آپ نے خود ان کو آزاد کیا۔

جب مذکور الصدر تین اصحاب کی توبہ کی قبولیت نازل ہوئی خوشخبری دینے والے نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو پکار کر خوشخبری سنائی، حضرت کعب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کو مبارک باد دی، رسول اللہ ﷺ کی مجلس کے شرکاء میں سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور کعب رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دینے کو نہ اٹھا، رسول اللہ ﷺ نے کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہیں اس بہترین دن کی بشارت ہو جو تیری ولادت سے آج تک تجھ پر نہیں گزرا۔ امام نووی نے کہا: یعنی قبول اسلام کے دن کے علاوہ آپ نے اس دن کا ذکر اس لیے نہیں فرمایا کہ اس کا افضل دن ہونا واضح اور معلوم تھا۔

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت حمزہ بن عمر الاسلمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ حضرت حمزہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید میں ان کی توبہ کی قبولیت کی خوشخبری سنائی تھی، حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے تن کے دو کپڑے ان کو دے دیئے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بخدا! میرے پاس ان کے علاوہ کپڑے نہ تھے سو میں نے ابوققادہ رضی اللہ عنہ سے دو کپڑے عاریتہ لیے اور ان کو پہن لیا۔ اس واقعہ سے خوشخبری سنانے والے اور مؤثر انداز میں اشعار سنانے والے کے لیے اپنا لباس اتار کر دے دینے کا مسئلہ مستحب ہوتا ہے۔

قاضی ابن بادیس کہتے ہیں: ۵۵ھ میں دوران حج مکہ مکرمہ میں تھا، بلاد مصر کے قاضی القضاۃ عزالدین بن عبدالعزیز بن القاضی بدرالدین ابو عبد اللہ محمد بن جماعہ قدس شریف کے شیخ الحافظ صلاح الدین العلای اور فضلاء کی دوسری جماعت بھی موجود تھی، حرم شریف میں سکونت پذیر ایک صوفی شیخ کے قصیدے کا یہ مصرعہ موضوع بحث بن گیا:

اے وہ رات! جس میں سعادت اور ارمان ہوں، اس کے مقابلے میں لیلۃ القدر بھی چھوٹی (کم تر) ہے۔  
اس پر شہادتیں گزریں، وہاں موجود ساحلی علاقہ کے بعض علماء نے شیخ پر سختی کرنے کا فتویٰ دیا، بعض نے اس سے بھی زیادہ سزا دینے کو کہا۔ قاضی القضاۃ شیخ کو سزا دینے پر مائل نظر آنے لگے، مجھے شیخ صلاح الدین نے بتایا: میں برابر اس معاملہ میں غور کرتا رہا اور شیخ کی سلامتی کے راستوں کی جستجو میں رہا اور قاضی صاحب سے کہا: مجھے یہ پسند نہیں کہ آپ صوفیہ کے معاملات میں تعرض کریں اور تحقیق کے بغیر کسی معاملہ میں جلد بازی سے کام لیں اور رسول اللہ ﷺ کے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے لیے اس ارشاد سے میں نے دلیل پیش کی کہ آپ نے فرمایا: تمہیں اس دن کی خوشخبری ہو جیسا دن تم پر ولادت سے آج تک نہیں گذرا۔ حالانکہ ان ایام میں لیلۃ القدر بھی یقیناً گذر چکی تھی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب کے لیے توبہ کی قبولیت والی رات کو سب سے بہتر رات قرار دیا، گویا ہر شخص کی نسبت سے یہ خیر و بھلائی کا معیار ہے اور یہ اس شعر کے قائل کی مراد تھی۔ ۴۹۹

مؤلف کہتے ہیں: میں نے یہاں یہ فائدہ مند بات اس لیے ذکر کی ہے کہ آپ کو معلوم ہو کہ گذشتہ ادوار کے محدثین اور حفاظ نے صوفیہ کی شطھیات اور سنت میں ان کے مبالغہ پر چشم پوشی سے کیوں کام لیا تھا۔ ۵۰  
ابن بادیس نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا صحابہ کرام کو حضرت کعب اور ان کے دوستوں سے کلام سے منع کرنے میں یہ دلیل ہے کہ معصیت کاروں اور بدعتیوں سے تعلقات منقطع کرنا واجب ہے اور ان کو بطور زجر و تحقیر سلام نہ کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کریں اور معصیت و بدعت سے دست بردار ہوں۔

امام طبرانی کہتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث اہل معاصی، فاسق اور بدعتی سے ترک تعلق کی اصل ۴۹۹ تاویل باطل۔ صوفیہ کے ناقابل توجہ اقوال کی پردہ پوشی۔ لیلۃ القدر نزول قرآن کی مبارک عظیم الشان رات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں پر فضیلت بخشی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر امام ابن کثیر ”سورۃ القدر“۔

۵۰۰ یہ حضرات محدث نہ تھے صرف حفاظ حدیث تھے حدیث صحیح اور ضعیف میں تیزان کا کام نہ تھا، سو یہ اپنے ہم مشرب صوفیہ کے ہم خیال رہے۔

ہے نبی ﷺ نے ان حضرات کے غزوہ سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ان سے کلام کرنا ممنوع فرما دیا حالانکہ یہ کفر اور ارتداد (مرتد ہونا) نہ تھا صرف معصیت تھی جس کے وہ مرتکب ہوئے تھے صحابہ کرام نے ان سے تعلق ترک کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی پھر آپ نے حسب سابق ان سے تعلق قائم رکھنے کا حکم دیا اسی طرح ہر وہ انسان جو بغیر کسی تاویل کے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا مرتکب ہو اور دیدہ دانستہ معصیت کرے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر غضب ناک ہوتے ہوئے اس سے تعلق ترک کر دیا جائے۔ اس سے گفتگو نہ کی جائے حتیٰ کہ وہ ظاہر اُتو بہ کرے مشرکوں کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیونکہ ان کے ساتھ خرید و فروخت اور معاملات کے جواز پر اجماع ہے ان سے ترک تعلق بھی نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان حضرات کو یہ سزا اس لیے دی کہ یہ صحابہ کرام توحید و رسالت کے اقراری تھے اور پھر ان سے یہ غلطی صادر ہوئی تھی۔

”تشیف المسامع“ میں حدیث مبارکہ: کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زائد ترک تعلق کرے۔<sup>۵۰۱</sup> پر لکھا ہے کہ ابن زرقون نے ”شرح المؤطا“ میں کہا ہے: یہ حکم کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مخصوص ہے اور وہ بدعتیوں سے ترک تعلق کی اصل اور بنیاد ہے اور اس شخص سے ترک تعلق کی اصل ہے جس نے دین میں ناپسندیدہ چیزیں پیدا کیں یا جس کی ہم نشینی دین میں ضرر کا خدشہ رکھتی ہو یا دنیاوی نقصان کا موجب ہو یا اس سے دشمنی اور عداوت زیادہ ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص سے ترک تعلق کرنا اور دور رہنا اس کے قرب سے بہتر ہے کہ اس طرح آپ لغزشوں سے بچیں گے اور صواب کی راہوں میں گامزن ہوں گے بسا اوقات نقصان دہ چیزوں اور اشخاص کے قرب سے ان سے الگ تھلگ رہنا بہتر ہوتا ہے۔

”الاحیاء“ کی کتاب العزلة میں حدیث مبارکہ: کسی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑے رکھے۔ پر کہا ہے: مگر یہ کہ اس کی فتنہ سامانیوں سے امن نہ ہو (پھر اس سے تین دن سے زائد بھی ترک تعلق کر سکتا ہے)۔ حسن بصری کا یہ قول اسی مفہوم کو واضح کرتا ہے کہ احمق سے ترک تعلق اللہ کا قرب ہے وہ موت کی طرف رواں دواں ہے اور حماقت لا علاج مرض ہے۔

ابن فرحون نے ”التبصرہ“ میں کہا ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ سے پیچھے رہ جانے والوں کو ترک تعلق کی سزا دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبیغ کو ترک تعلق کی سزا دی کہ موصوف مشکلات قرآن کے متعلق بحث کرتے تھے پھر ان سے کوئی بات نہیں کرتا تھا۔

امام ابوداؤد نے حدیث مبارکہ: ہر پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس دن میں ہر اس شخص کی مغفرت فرماتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں کرتا مگر وہ شخص جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان بغض و عداوت ہو اللہ فرماتا ہے: ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں۔<sup>۵۰۲</sup> پر کہا ہے کہ اگر ترک

۵۰۱ صحیح حدیث۔ ”مؤطا“ مالک ج ۲ ص ۹۰۷ بخاری: ۶۲۳۷ مسلم: ۲۵۶۰ ابوداؤد: ۴۹۱۱ ترمذی: ۱۹۳۴ از ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ۔

۵۰۲ صحیح حدیث۔ مالک ”المؤطا“ ج ۲ ص ۹۰۹ مسلم: ۲۵۶۵ ابوداؤد: ۴۹۱۶ ترمذی: ۲۰۲۳ ابن ماجہ: ۴۰۷ طبرانی ”الوسط“۔ از ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ۔ بیہمی نے طبرانی کی روایت کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔

تعلق اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو اس پر یہ وعید نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے چالیس راتیں تعلق منقطع رکھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مرتے دم تک اپنے ایک بیٹے سے ترک تعلق جاری رکھا۔ ۵۰۳

علامہ نووی کہتے ہیں: بدعتیوں، فاسقوں اور مخالفین سنت سے ترک تعلق کے بارے میں احادیث وارد ہیں۔ الزرقانی نے ”الموطا“ پر لکھا ہے اور اس کی اصل حافظ سیوطی کے پاس ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین اور بعد میں آنے والے حضرات مخالفین سنت اور فاسد نظریات کے حامل لوگوں سے تعلق ترک کر دیتے تھے۔

الخطاب میں التادلی کا یہ قول مذکور ہے کہ جس کی دوستی اور تعلق میں دینی مفاد غیر واضح ہو اگرچہ وہ آپ سے دوستی اور تعلق کا خواہش مند ہو تب بھی اس سے تعلق نہ رکھو کیونکہ دوستی کا مفاد دل و دماغ کی پاکیزگی اور عہدگی ہے اور جو شخص بظاہر دوستی اور مودت کا اظہار کرے اور دل میں کینہ رکھے اس سے ترک تعلق لازم ہے۔

”الغاز ابن فرحون“ میں ابو بکر الوراق کی جامع مختصر الکبیر کے حوالہ سے مذکور ہے کہ جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص کو میرا سلام کرنا گراں گزرتا ہے تو اس کے لیے ترک سلام جائز ہے اور یہ حدیث مبارکہ میں ممنوع ترک تعلق میں داخل نہیں ہے۔ (الجامع من درة الغواص)

میرے پاس حافظ سیوطی کے مجموعہ رسائل میں ”الزجر فی الہجو“ نامی رسالہ موجود ہے جس کی ضخامت ایک کاپی کے برابر ہے اس میں انہوں نے ایسی احادیث نقل کی ہیں اور روایت کی ہیں جن سے اللہ کے لیے ترک تعلق کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کا قول اور عمل میں بدعت کے مرتکب لوگوں سے ترک تعلق اور تابعین وغیرہ کا یہی طریق عمل منقول ہے۔ حافظ سیوطی نے رسالہ کے شروع میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا واقعہ لکھا ہے اور اس میں کہا ہے کہ بعض علماء نے ان حضرات صحابہ کے اسماء گرامی جمع کیے ہیں جنہوں نے بطور زبردستی تعلق ختم کر لیا، ان میں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عمار بن یاسر، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم وغیرہ کو ذکر کیا۔

نیز السید السہودی کی ”جواهر العقدین فی فضل الشرفین“ کی ابتدا میں آپ کو عجیب باتیں ملیں گی تاہم شیخ جسوس نے یہاں بدعتی سے ترک تعلق کی بحث پر کہا ہے کہ جب کوئی شخص بدعتی کو سزا نہ دے سکے اور اس کو وعظ و نصیحت نہ کر سکے بلکہ اسے خدشہ ہو کہ اگر اس نے اس بدعتی سے ترک تعلق کیا اور اس سے ملنا ملنا چھوڑا تو اسے نقصان پہنچے گا تو اس کے لیے اس سے تعلق رکھنے اور ملنے ملانے کی اجازت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا کسی سے چہیں بہ جبیں ہونا اور تیوری چڑھانا

”الموطا“ میں بروایت ہشام بن عروہ از والد خود موقوفاً اور ترمذی میں از طریق سعد بن یحییٰ الاموی از والد خود از ہشام از والد خود موصولاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”عس و تولی“ حضرت عبداللہ بن ام



مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے کہ اے محمد! میری رہنمائی فرمائیں اور آپ کے پاس مشرکوں میں سے ایک سردار بیٹھا تھا۔<sup>۵۰۴</sup> مسند ابویعلیٰ میں ہے یہ ابی ابن خلف تھا۔ تفسیر ابن جریر میں ہے آپ عتبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام اور عباس بن عبد المطلب سے رازدارانہ گفتگو فرما رہے تھے۔ نبی ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم سے اعراض فرمایا اور دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوفلاں! تجھے میرے قول میں کوئی حرج نظر آتا ہے؟ وہ کہتا: نہیں خونوں کی قسم! میں اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتا تب یہ آیت نازل ہوئی:

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۖ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ۝

چہیں بہ جبیں ہوئے اور (انہوں نے) منہ پھیرا ○

(عبس: ۱-۲) اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا ○

امام فخر الدین الرازی اپنی تفسیر میں سورہ عبس میں لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ کو اس بات کی اجازت تھی کہ آپ حسب مصلحت صحابہ کرام کے ساتھ جیسا چاہیں معاملہ فرمائیں یہ کیسے نہ ہوتا آپ تو ان کو باادب بنانے اور محاسن آداب کی تعلیم دینے کو مبعوث فرمائے گئے تھے جب حقیقت یہ ہے تو پھر آپ کا چہیں بہ جبیں ہونا بھی صحابہ کی تادیب میں داخل تھا سو اس پر سورہ عبس کی مذکورہ بالا آیات میں عتاب واقع ہونے کا کیا مطلب؟<sup>۵۰۵</sup> امام رازی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: یقیناً نبی ﷺ کو اپنے اصحاب کی تادیب کی اجازت تھی لیکن یہاں چونکہ اغنیاء کو فقراء پر مقدم کرنے کا واہمہ پیدا ہوتا تھا اور اس سے دین پر دنیا کی ترجیح کا واہمہ ہو سکتا تھا اس لیے یہ عتاب نازل ہوا۔

لطیفہ

علامہ اصلاح اصفدی نے ”نکت الہمیان“ (ص ۲۷) میں اس جواب پر کہا ہے کہ اس میں دنیا کو دین پر مقدم کرنے کا واہمہ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ کفار تھے اگر وہ اسلام قبول کر لیتے تو ان کے اسلام کی وجہ سے ان کے پیروکاروں اور ازواج کی بڑی تعداد مسلمان ہو جاتی اسی حقیقت کے پیش نظر نبی ﷺ کو ان کا اسلام لانا مرغوب تھا اور یہ عین دین ہے۔

ابویعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی عزت کرتے تھے۔<sup>۵۰۶</sup> علامہ صلاح اصفدی کی ”نکت الہمیان“ وغیرہ میں ہے کہ

۵۰۴ مالک ”الموطا“ ج ۱ ص ۲۰۳ از ہشام بن عروہ از والد خود مرسل۔ ترمذی: ۳۳۳۱ ح ۲ ص ۵۱۴ الواحدی ”اسباب النزول“ (رقم: ۸۴۵) از عائشہ رضی اللہ عنہا موصول۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے۔ حاکم نے ”مستدرک“ میں کہا ہے: یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ ذہبی نے ”الکفایس“ میں اسے مرسل کہا ہے۔

۵۰۵ طبری ”جامع البیان“: ۳۶۳۱۸ از ابن عباس رضی اللہ عنہما موقوف۔ ابن کثیر ج ۴ ص ۴۲۶ بحوالہ ابن مردویہ۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اس روایت میں غرابت اور نکارت ہے اور اس کے اسناد میں گفتگو کی گئی ہے۔

۵۰۶ ابویعلیٰ: ۳۱۲۳ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ اس کے اسناد میں محمد بن مہدی کو میں نہیں پہچانتا۔ اگر اس سے مراد محمد بن مہدی الایلیٰ ہے جس کا ابن ابی حاتم نے ج ۸ ص ۱۰۶ میں تذکرہ کیا ہے تو وہ ثقہ ہے کیونکہ اس سے ابو زرہ نے روایت کیا ہے اور ابو زرہ ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں بیہمی نے ”مجمع الزوائد“ ج ۱۰ ص ۳۹۴ میں اسے ثقہ کہا ہے۔ حافظ سیوطی نے ”الدر المنثور“ ج ۶ ص ۳۱۴ اس روایت کو عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابویعلیٰ کے حوالہ سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔



نبی ﷺ جب ان کو دیکھتے تو فرماتے: اس کو خوش آمدید جن کی وجہ سے میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا اور دریافت فرماتے: تمہاری کوئی حاجت ہے؟ اور آپ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو دوبارہ مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا۔ مؤلف کہتے ہیں: بلکہ علامہ السفارینی کی ”شرح منظومة الآداب“ میں الخطابی کی کتاب الامارة میں نابینا کی ولایت کے باب سے منقول ہے کہ جب ابن ام مکتوم آتے نبی ﷺ کھڑے ہوتے اور فرماتے: اے خوش آمدید جس کی وجہ سے میرے رب نے مجھے عتاب فرمایا۔<sup>۵۰۷</sup> لیکن الخطابی کے علاوہ دیگر حضرات نے قیام کے لفظ کے بغیر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ (دیکھئے شرح منظومہ ج ۱ ص ۲۷۹)

نکتہ

امام ابن جریر نے ابن زید سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا: یہ کہا جاتا تھا کہ اگر رسول اللہ ﷺ وحی سے کسی چیز کو چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے۔

دوسرا نکتہ

”الاحیاء“ (ج ۶ ص ۵۱۷) کی کتاب السماع میں ارشاد باری:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ . اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔

(لقمان: ۶)

کے تحت لکھا ہے: اگر قرآن مجید اس لیے پڑھا جائے تاکہ لوگوں کو راہِ خدا سے بھٹکایا جائے تو ایسی قرأت حرام ہے۔ جیسا کہ ایک منافق کے بارے میں ہے کہ وہ لوگوں کی امامت کرنا تھا اور صرف سورہ بئیس پڑھتا تھا کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ سے عتاب ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے اس فعل کو حرام سمجھا کہ منافق اس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا تھا۔

”مختصر ابن ابی جمہرہ“ پر المجاجی میں ابن فرحون سے منقول ہے کہ امام کے لیے ہمیشہ کسی ایسی معین سورت کی قرأت جائز نہیں جس سے اس کا ارادہ لوگوں کو گمراہ کرنا ہو جیسے سورہ بئیس کی قرأت آیت جہاد یا ان جیسی آیات کی قرأت۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: الفاہ ابن فرحون)

نکتہ

میرے شیخ اور والد محترم رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ اپنے کسی مرید کو ڈانٹ دیا، ان کو بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی کی غلطی پر اسے رو برو نہیں ڈانٹتے تھے بلکہ آپ فرماتے: لوگوں کا کیا حال ہے۔ میں نے معترض کے جواب میں صحیح البخاری میں مروی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہارے اندر دور جاہلیت کی خصلتوں میں سے ایک خصلت موجود ہے۔<sup>۵۰۸</sup> نیز حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ

<sup>۵۰۷</sup> الواحدی ص ۴۷۱ اسناد۔ ”الدر المنثور“ ج ۶ ص ۵۱۸۔ ۵۱۹ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۰۲ تفسیر القرطبی ج ۱۹ ص ۱۸۵ (رقم: ۶۲۳۹) تحقیق عبد الرزاق المہدی۔

<sup>۵۰۸</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۰۔ ۲۵۳۵۔ ۶۰۵۰۔ مسلم: ۱۶۶۱۔ ابوداؤد: ۵۱۵۷۔ ترمذی: ۱۹۳۶۔ احمد ج ۵ ص ۱۶۱ از ابوذر رضی اللہ عنہ۔

پر چین بہ جبیں ہوئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حسب حال مختلف اشخاص سے مختلف رویہ ہوتا تھا، بعض سچے محبت اور غیر متزلزل اعتقاد والے ہوتے اور بعض مذہب گوئوں میں مبتلا آپ ان کے مرتبہ اور ایمان میں پختگی کے مطابق ان سے مخاطب ہوتے تھے۔ واللہ اعلم

## رسول اللہ ﷺ کا بذاتِ خود قتل کرنا

نبی ﷺ نے غزوہ احد میں بذاتِ خود ابی بن خلف کو قتل کیا، آپ نے حضرت حث بن الصممہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے حربہ (برجھی نیزہ) لیا، آپ نے اسے ایسی حرکت دی کہ سب لوگ اس طرح اڑ کر بھاگے جیسا کہ کاٹنے والی مکھی اونٹ کی پیٹھ سے اس وقت بھاگتی ہے جب اونٹ اپنی حرکت سے اسے بھگاتا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ اس کے سامنے آئے اور اس کی گردن میں نیزہ مارا، ابی اپنے گھوڑے سے گر گیا اور اس کی پسلی ٹوٹ گئی اور وہ واپسی میں مقام سرف (مکہ مکرمہ سے چھ میل کا فاصلہ) میں مر گیا۔ ۵۰۹

حافظ الباہلی نے اپنی سیرت کی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے بذاتِ خود ابی کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا، اس کی اصل ابن تیمیہ کے ہاں ہے جیسا کہ زرقانی نے ”المواہب“ میں الجزء الاول ص ۵۶، الجزء الثانی ص ۵۴ اور الجزء الرابع ص ۳۰۴ میں اسے نقل کیا ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن یوسف الکاتب الخوارزمی نے ”مفاتیح العلوم“ میں نجاشی شاہ حبشہ کی طرف سے بطور تحفہ پیش کردہ حربہ (نیزہ برجھی) کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب آپ نماز عید کے لیے عید گاہ کو تشریف لے جاتے، خادم یہ نیزہ لے کر آپ کے آگے چلتا، مزید کہا: یہ وہی نیزہ ہے جس سے احد کے روز نبی ﷺ نے ابی بن خلف کو قتل کیا تھا، اس کو عنزہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے اسی حبشی نیزہ سے ابی کو قتل کیا تھا۔

## نبی ﷺ کی طرف سے جلانے اور منہدم

### کرنے کی سزا اور اس پر مامور حضرات

ابن ہشام نے عبد اللہ بن حارثہ سے اس کے والد اور اس کے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی، کچھ لوگ سویلم یہودی کے گھر میں جمع ہوتے ہیں اس کا گھر جاسوم میں تھا، یہ لوگوں کو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے سے روکتے ہیں، آپ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو چند لوگوں کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ وہاں جمع لوگوں پر سویلم کے گھر کو جلادیں، انہوں نے یہی کیا، ضحاک بن خلیفہ گھر کے

۵۰۹ ”السیرۃ النبویہ“ ابن ہشام ج ۲ ص ۸۴ بلا اسناد۔

پچھواڑے سے کودا تو اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس کے سب ساتھی وہاں سے نکل بھاگے۔<sup>۵۱۰</sup>

غزوہ تبوک میں مسجد ضرار کے متعلق آپ پر آسمان سے وحی نازل ہوئی، آپ نے حضرت مالک بن الدخشم اور معن بن عدی العجلانی رضی اللہ عنہما کو بلا کر حکم دیا اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم ہیں اور اس کو منہدم کر کے آگ لگا دو ان صحابہ نے آپ کے حکم کی تعمیل میں مسجد ضرار کو گرا کر نذر آتش کر دیا۔

ایک روایت میں ہے آپ نے حضرت مالک، حضرت معن اور ان کے بھائی کو طلب فرمایا، بغوی نے یہ زیادہ کیا ہے اور حضرت عامر بن السکن اور حضرت حمزہ کے قاتل حضرت وحشی کو اور التجریہ میں ہے: حضرت سوید بن عباس الانصاری رضی اللہ عنہم اجمعین کو بلا کر فرمایا: اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم ہیں اور اسے زمین بوس کر کے جلا دو۔

علامہ زرقانی نے ”شرح المواہب“ میں لکھا ہے: ممکن ہے حضور ﷺ نے پہلے دو حضرات کو بھیجا ہو اور ان سے بصیغہ تشبیہ خطاب فرمایا ہو پھر آپ نے ان کی تقویت کے لیے چار اور اصحاب کا انتخاب فرمایا ہو اور ان کے لیے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا، سو بعض راویوں نے پہلے ارشاد اور بعض نے دوسرے ارشاد گرامی کے کلمات نقل کر دیے۔ ابن اسحاق نے کہا: یہ دو صحابہ حضرت مالک بن الدخشم رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنو سالم بن عوف میں آئے، حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت معن رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ذرا انتظار کریں میں اپنے گھر سے آگ لاتا ہوں وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور کھجور کی شاخ کو آگ لگائی اور پھر دوڑتے ہوئے مسجد ضرار میں داخل ہوئے، اس میں سازشی موجود تھے ان حضرات نے مسجد کو آگ لگا دی اور اسے منہدم کر دیا۔

دوسری روایت میں ہے یہ چھ حضرات جلدی سے روانہ ہو کر بنو سالم کے محلہ میں آئے، حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے کھجور کی شاخ لے کر اس کو آگ لگائی اور مغرب و عشاء کے درمیان دوڑتے ہوئے مسجد ضرار میں آئے وہاں اس کے بانی موجود تھے، صحابہ نے مسجد کو آگ لگا دی اور اسے زمین کے برابر کر دیا، سازشی بھاگ گئے۔<sup>۵۱۱</sup> مزید تفصیل القسم التاسع کے باب البناء والصناعة میں ملاحظہ کریں۔

صحیح البخاری میں ہے نبی ﷺ نے بنو نضیر کے کھجور کے درخت کاٹنے کا حکم دیا۔<sup>۵۱۲</sup> امام ابو عبد اللہ بن غازی نے ”تکمیل التقیید“ میں ”المدونہ“ کی عبارت ”نبی ﷺ بنو نضیر کے کھجوروں کے درخت کاٹ دیے اور ان کی بستی کو آگ لگا دی“ پر لکھا ہے: ابن وہب نے روایت کیا ہے نبی ﷺ نے البویرہ میں بنو نضیر کی کھجوریں کاٹ دیں۔ اس بارے میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

اور بنو لوی کے سرداروں کو بویرہ میں پھیلی ہوئی آگ نے ذلیل و رسوا کر دیا۔

اس موضوع پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا صرف یہی ایک بیت منقول ہے، اسی لیے شیخ ابو الفضل بن النخوی کہتا ہے:

۵۱۰ "السيرة النبوية" ابن هشام ج ۲ ص ۵۱۷ ضعیف روایت۔ اس میں کئی مجاہل ہیں۔

۵۱۱ "السيرة النبوية" ج ۲ ص ۵۲۹-۵۳۰ بلا سند۔

۵۱۲ صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۰۲۱ از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔



نقل کیا ہے کہ ہر رات کی طرح اس رات نبی ﷺ کے پاس چراگاہ سے اونٹنیوں کا دودھ نہیں پہنچا اور آپ پیاسے رہے۔

طبرانی، الباوردی اور ابن عدی وغیرہ نے از طریق زید بن الحریش از عبید اللہ بن عمر از ایوب از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک چور کو لایا گیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا، وہ شخص اجنبی تھا سخت سردی کا زمانہ تھا، فاتک نام کے ایک صاحب اٹھے انہوں نے اس پر خیمہ لگا دیا اور تھوڑی سی آگ جلادی۔ نبی ﷺ باہر تشریف لائے، آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! فاتک کی مغفرت فرما جس طرح اس نے تیرے اس مصیبت زدہ بندے کو پناہ دی ہے۔ ۱۵

### انتباہ

علامہ الخفاجی اور ابن السلام بنانی القاسی دونوں نے ”الشفاء“ کی شرح میں لکھا ہے کہ العتقی سے ارشاد باری تعالیٰ:

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ  
بے شک ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت (المائدہ: ۴۴) اور نور ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ:  
وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ (الحديد: ۲۵)  
اور ہم نے لوہا اتارا جس میں بڑی سخت (جنگی) قوت ہے۔

کے متعلق سوال کیا گیا کہ تورات اور لوہے کے درمیان کیا مناسبت ہے کہ دونوں کے لیے ایک ہی لفظ استعمال ہوا ہے یہ تو بالکل ایسے ہے جیسے گاوہ اور مچھلی کو ایک ساتھ ذکر کیا جائے اس نے جواب دیا کہ بادشاہوں کے بادشاہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنے بندوں میں اوامر و نواہی کے اجراء کے لیے بھیجا، بندے دو طرح کے تھے: عقل مند، صاحب بصیرت ان کی تعلیم اور رہنمائی کے لیے قطعی دلائل سے مزین آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، بندوں کی دوسری قسم جہلاء پر مشتمل تھی جو جبر اور نیزوں اور تلواروں سے مطیع ہوتے ہیں سو ان کے لیے لوہا اتارا، پس ان آیات میں مناسبت یہ ہوئی کہ ہم نے ہر عام اور خاص کے لیے آپ ﷺ کو بھیجا ہے اس سے بڑی مناسبت اور کیا ہو؟

### قیدیوں کے نگران

”الاصابہ“ میں اسلم بن بجرہ الانصاری کے تذکرہ میں طبرانی کی المعجم الصغیر کے حوالہ سے از طریق زہیر بن بکار از عبد اللہ بن عمرو الظہری از محمد بن ابراہیم بن محمد بن اسلم از والد خود از جد خود حضرت اسلم الانصاری رضی اللہ عنہ ۱۵ ضعیف حدیث۔ اسے طبرانی، الباوردی اور ابن عدی نے روایت کیا ہے۔ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۱۹۸ (رقم: ۶۹۳۹) اس کے اسناد میں زید بن الحریش مجہول ہے (الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۶۱ رقم: ۲۵۳۷) ابن ابی حاتم زید کی جرح بالتعدیل کے بارے میں خاموش ہیں۔

مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے (حضرت اسلم کو) بنو قریظہ کے قیدیوں پر نگران مقرر فرمایا تھا۔<sup>۵۱۸</sup>

”الاصابہ“ (ج ۱ ص ۱۳۱) میں حضرت بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد بدیل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اس کو جعرانہ میں مال غنیمت اور قیدیوں کو جمع رکھنے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ آپ وہاں تشریف لائیں انہوں نے یہ ذمہ داری نبھائی۔<sup>۵۱۹</sup> حافظ ابن حجر نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔

”الاصابہ“ ہی میں حضرت مسلم بن اسلم بن بجرۃ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ ابن ابی عاصم نے ان سے روایت کیا ہے: نبی ﷺ نے ان کو بنو قریظہ کے قیدیوں پر مقرر فرمایا تھا وہ بالغ لڑکوں کو کم سنوں سے الگ کرتے جاتے تھے اور ان کی گردنیں ماری جا رہی تھیں۔<sup>۵۲۰</sup> طبرانی نے یہ روایت احمد بن المعلى کے طریق سے ہشام سے نقل کی ہے۔

”طبقات ابن سعد“ میں ہے نبی ﷺ نے المرسیع کے قیدیوں کی مشکیں کس کے ایک طرف جمع کرنے کا حکم دیا اور حضرت بریدہ بن النخشب رضی اللہ عنہ کو ان پر نگران مقرر فرمایا۔ طبقات ابن سعد ہی میں رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت شقران رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ آپ نے شقران کو مرسیع کے باسیوں کے ٹھکانوں سے حاصل ہونے والی معمولی اشیاء ہتھیاروں، اونٹوں، بکریوں اور ان کے بچوں کو ایک کونے میں جمع کرنے اور ان کی نگرانی کرنے کا حکم دیا۔<sup>۵۲۱</sup>

## رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں حدود نافذ کرنے والے صحابہ

ابن العربی نے ”الاحکام“ میں کہا ہے: حدود کی دو قسمیں ہیں ان کا فیصلہ کرنا اور ان کا اجراء اور نفاذ یہ قاضیوں کا کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کام کے لیے ایک جماعت مقرر فرمائی تھی جن میں حضرت علی اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

## حالت جنگ میں دشمن کے درخت کاٹنے پر عامل کا تقرر

”الاصابہ“ میں عبد الغنی بن کعب المزنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابویلیٰ

<sup>۵۱۸</sup> نہایت ضعیف حدیث۔ طبرانی ”المعجم الصغیر“ ”المعجم الاوسط“ (مجمع الرواۃ ج ۶ ص ۱۳۱) از اسلم انصاری۔ پیشگی کہتے ہیں: اس میں متعدد ایسے راوی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۳۷۲ رقم: ۱۲۵)

<sup>۵۱۹</sup> حسن حدیث۔ بخاری ”تاریخ“ بغوی۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۳۱۴ رقم: ۷۹۶۳) از طریق ابن اسحاق۔

<sup>۵۲۰</sup> ضعیف حدیث۔ ابن ابی عاصم (الاصابہ ج ۳ ص ۳۱۴ رقم: ۷۹۶۳) از ہشام بن عمار از اسماعیل بن عیاش۔ اس کے اسناد میں ہشام بن عمار ہے بڑھاپے میں ان کا حافظہ صحیح نہیں رہا ان کی بڑھاپے سے قبل کی ہوئی روایت اصح ہے (التقریب: ۷۳۲۹) اس کا ایک اور راوی اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ اموی متروک ہے۔ (التقریب: ۳۶۸)

<sup>۵۲۱</sup> منقطع روایت۔ طبقات ابن سعد (الاصابہ ج ۲ ص ۱۵۳ رقم: ۳۹۱۶)

المرزنی اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کو بنو نضیر کے کھجوروں کے درخت کاٹنے پر عامل مقرر فرمایا تھا۔





القسم الخامس

جنگی کارروائیاں  
اور سالاران لشکر

## مجاہدین کے سالار

### فصل اول: رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعداد اور بہ نفس نفیس قیادت

”الاستیعاب“ میں ہے کہ اس بارے میں اکثر یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے بہ نفس نفیس چھبیس غزوات میں شرکت فرمائی ہے، ان غزوات میں اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کے نزدیک سب سے زائد عزت و حرمت اور شرف و فضیلت والا غزوہ بدر ہے۔ اس غزوہ میں قریش کے بڑے بڑے سردار اور بہادر مارے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ عطا فرمایا۔

مصر کا امیر الشعراء احمد بک شوقی متوفی ۱۹۳۲ء اپنی سیرت کی کتاب میں غزوات پر بعض نادانوں کی طرف سے اعتراض کے جواب میں کہتا ہے:۔

”لڑائیوں اور جنگوں سے اللہ کے رسولوں کو کیا واسطہ وہ قتل کرنے اور خون بہانے کو نہیں بھیجے جاتے، یہ جہالت، مغالطے پر مبنی قول اور بے حقیقت گمراہی ہے، قلم اور کتاب کے بعد تلوار ہی فتح کا سبب ہے۔ ہر صاحب عقل اور شریف فضل و احسان سے رام ہوتا ہے لیکن جہلاء اور عامی لوگ تلوار کے بغیر نہیں سنورتے۔ شر کے مقابلہ میں اگر آپ خیر سے کام لیں گے مشکلات ہوں گی، لیکن شرتلوار اور قوت بازو سے ختم ہو جاتا ہے۔ پیغمبران گرامی نے ہر چیز کی تعلیم دی یہاں تک کہ خود جہاد فرما کر اس میں رانج برائیوں سے آگاہ فرمایا۔“

### فصل دوم: رسول اللہ ﷺ کے سرایا کی تعداد اور ان کے امراء

”الاستیعاب“ میں علامہ ابو عمر بن عبد البر نے کہا ہے کہ آپ کے سرایا اور طلائیہ گردی کے لیے روانہ کردہ دستوں کی تعداد پینتیس (۳۵) ہے، حافظ الدمیاطی نے ان کی تعداد چھپن (۵۶) ذکر کی ہے، دوسرے اقوال کے مطابق یہ تعداد اڑتالیس (۴۸)، سینتالیس (۴۷) یا چھتیس (۳۶) ہے۔

## غزوات وغیرہ میں تشریف لے جاتے وقت نائبین کا تقرر

رسول اللہ ﷺ ہر غزوہ میں تشریف لے جاتے وقت مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرماتے تھے آخری غزوہ غزوہ تبوک میں آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔

”الاصابہ“ میں ابن عبد البر اور علم الانساب کے ماہرین اور سیرت نگاروں کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو تیرہ مرتبہ اپنا نائب مقرر فرمایا، غزوہ تبوک، حجة الوداع اور غزوہ بدر کے موقع پر بھی ابن ام مکتوم مدینہ طیبہ میں آپ کے نائب اور خلیفہ تھے۔ البتہ غزوہ بدر کے موقع پر آپ نے راستے سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو نائب بنا کر واپس بھیجا تھا۔

”الاصابہ“ ہی میں حضرت جہال بن سراقة الضمری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن اسحاق سے منقول ہے کہ جب شعبان ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ غزوہ بنو المصطلق کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے مدینہ طیبہ پر

حضرت جمال الضمری رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ ۵۲۲

حضرت سباع بن عرفطہ الغفاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے نبی ﷺ جب غزوہ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے حضرت عرفطہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ۵۲۳

حضرت ابو رہم الغفاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے غزوہ فتح مکہ کے موقع پر ان کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ ۵۲۴

”المواہب“ اور اس کی شرح میں ہے بقول ابن ہشام غزوہ تبوک میں نبی ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ علامہ الدمیاطی واقعہ کی اتباع میں کہتے ہیں: ان کے نزدیک یہ قول ان اقوال سے زیادہ پختہ اور مضبوط ہے جن میں حضرت علی یا حضرت سالم یا حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہم کے نائب بنانے کا ذکر ہے۔

لیکن حافظ العراقی نے ”شرح التقریب“ کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں بیان کیا ہے کہ غزوہ تبوک کے سوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہے اس غزوہ میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ اسے عبدالرزاق نے ”مصنف“ میں سند صحیح کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: جب رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف نکلے آپ نے مدینہ طیبہ پر علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ۵۲۵

”الاستیعاب“ میں ہے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد اپنے اکثر غزوات میں رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نائب بناتے تھے۔

شیخ اکبر محمد الدین ابن العربی کی ”محاضرات الابوار“ (ص ۲۸) میں ہے غزوات یا عمرہ کے لیے تشریف لے جانے کی صورت میں مدینہ طیبہ پر نبی ﷺ کے عامل مندرجہ ذیل اصحاب ہیں: حضرت ابولبابہ، حضرت بشیر بن المندر، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم، حضرت ابوذر، حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی ابن سلول، حضرت سباع بن عرفطہ، حضرت نمیلہ بن عبد اللہ اللیشی، حضرت عریف بن اضبط الدیلی، حضرت ابو رہم، حضرت محمد بن مسلمہ الانصاری، حضرت زید بن حارثہ، حضرت سائب بن عثمان بن مظعون، حضرت ابوسلمہ بن عبد

۵۲۲ ۱۱ اصابہ ج ۱ ص ۲۳۵ رقم ۱۱۵۵۔

۵۲۳ صحیح حدیث۔ احمد ج ۲ ص ۲۴۵-۲۴۶ بخاری ”تاریخ صغیر“ ج ۱ ص ۱۸ طرابلس: ۲۳۶۳ حاکم ج ۳ ص ۳۶-۳۷ بیہقی ”دلائل“ ج ۲ ص ۱۹۸ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حاکم اور بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ”الاصابہ“ میں ابن حجر نے اسے ابن خزیمہ بخاری کی ”تاریخ صغیر“ اور طحاوی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ (ج ۲ ص ۱۳)

۵۲۴ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۱۷ (رقم ۴۱۶) میں ہے اسے ابن اسحاق نے ”المغازی“ میں زہری از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے۔ اس کا اسناد حسن ہے۔

۵۲۵ صحیح حدیث۔ بخاری ۴۴۱۶ مسلم ۲۴۰۴ احمد ج ۱ ص ۱۸۲ ابن ابی شیبہ ”المصنف“ ۱۸۸۵۴ ترمذی ۳۷۲۶ ابن ماجہ ۱۱۵ از سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ (صحیح السیرۃ ج ۱ ص ۲۶۸ رقم ۷۲۹ تالیف شیخ ابراہیم اعلیٰ)

الاسد، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت ابودجانہ الساعدی رضی اللہ عنہم۔ بعد میں مذکور الصدر ہر ایک صحابی کی ولایت کی ضروری تفصیل مذکور ہے۔

## سفر میں جاتے وقت رسول اللہ ﷺ کے اہل و عیال پر آپ کے نائب

غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو نائب بنایا اور ان کو وہاں اقامت پذیر ہونے کی ہدایت فرمائی۔

”المواہب“ میں ”شرح التقریب“ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ اور اپنے اہل پر اپنا نائب مقرر فرمایا۔ زرقانی نے کہا: حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے عیال پر نائب مقرر کیا اور فرمایا: اے علی! میرے اہل میں میرے نائب بنو، تنبیہ کرو لو اور دو پھر اپنی ازواج کو بلا کر فرمایا: علی کی بات سننا اور اس کا کہنا ماننا۔<sup>۵۲۶</sup> اسے حاکم نے ”الاکلیل“ میں عطاء بن ابی رباح سے مرسل روایت کیا ہے۔

ابن اسحاق نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل و عیال پر نائب مقرر فرمایا اور ان میں اقامت رکھنے کا حکم دیا۔<sup>۵۲۷</sup>

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے نبی ﷺ جب دشمن کے خلاف جنگ کرنے کے لیے مدینہ طیبہ سے تشریف لے جاتے اپنی ازواج مطہرات اور دیگر خواتین کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعہ میں ٹھہراتے ان کا قلعہ مدینہ منورہ کے مضبوط ترین قلعوں میں سے تھا حضرت حسان غزوہ احد کے دن پیچھے رہے ایک یہودی آیا وہ قلعہ سے چپک کر اندر کی گن سن لینے لگا حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا: اس یہودی کی طرف جاؤ اور اسے قتل کر دو گویا حسان اس سے ڈر گئے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بڑا بانس (بلی) لے کر قلعہ سے اتریں آہستہ آہستہ قلعہ کا دروازہ کھولا اور یہودی کو بے خبری میں دھریا اور بلی مار کر اسے قتل کر دیا۔<sup>۵۲۸</sup>

## رسول اللہ ﷺ کا دشمن کے دھوکہ سے

### بچنے کے لیے راستہ میں نائب مقرر فرمانا

”الاصابہ“ میں حضرت اوس بن خولی الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں المدائنی وغیرہ سے ذکر کیا ہے

<sup>۵۲۶</sup> مرسل ضعیف روایت۔

<sup>۵۲۷</sup> صحیح حدیث۔ ”السیرۃ النبویہ“ ج ۲ ص ۵۱۹-۵۲۰ از سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

<sup>۵۲۸</sup> ضعیف روایت۔ ”السیرۃ النبویہ“ ج ۲ ص ۲۲۸ ابن اسحاق از زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ۔ ”مجمع الزوائد“ ج ۶ ص ۱۳۳-۱۳۴ میں بیہمی نے کہا

ہے اسے بزار اور ابو یعلیٰ نے مختصر روایت کیا ہے اور ان کا اسناد ضعیف ہے۔ ج ۶ ص ۱۳۳ میں اسے طبرانی کے حوالہ سے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کر کے کہا ہے طبرانی کے عروہ تک رجال صحیح ہیں لیکن یہ حدیث مرسل ہونے کے باعث ضعیف ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ نبی ﷺ نے عمرۃ القضاء میں ان کو ذی طویٰ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تا کہ وہ قریش پر نظر رکھیں اور ان کی دھوکہ دہی کی چالوں کو ناکام بنادیں۔ اسی طرح مر الظہر ان میں آپ نے بشر بن سعد رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا تھا۔ ۵۲۹

### بطور مددگار کوچ کی دعوت

نبی ﷺ نے حضرت بسر بن سفیان الخزاعی رضی اللہ عنہ کو حضرت بدیل ابن ام اصرم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بنو خزاعہ کی طرف بھیجا، آپ نے ان سے فتح مکہ کے سال اہل مکہ کے خلاف جنگ کے لیے مدد طلب فرمائی۔

”الاستیعاب“ میں مذکورہ بالا روایت کے علاوہ یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت بدیل ابن ام اصرم الخزاعی رضی اللہ عنہ اور حضرت بسر بن سفیان الخزاعی رضی اللہ عنہ کو بنو کعب کے پاس غزوہ مکہ میں امداد طلب کرنے کے لیے بھیجا۔ ۵۳۰

یہ روایت ”الاصابہ“ میں بھی موجود ہے۔ ۵۳۱ اور حضرت ابو رہم الغفاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن سعد سے منقول ہے نبی ﷺ نے غزوہ تبوک میں انہیں ان کی قوم سے مدد طلب کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ ۵۳۲

”طبقات ابن سعد“ میں ہے نبی ﷺ نے جب غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا آپ نے حضرت بریدہ بن الحصیب کو بنو اسلم کے پاس دشمن کے خلاف مدد طلب کرنے کے لیے بھیجا۔ ۵۳۳

### پرچم بردار صحابہ

### فصل اول: حضور ﷺ کے آگے اٹھایا جانے والے پہلا پرچم

ابن حیان الاصبہانی کی ”کتاب اخلاق النبی ﷺ“ میں ہجرت کے واقعہ میں مذکور ہے کہ حضرت بریدہ (بقیہ حاشیہ: ۵۲۸) شیخ ابراہیم اعلیٰ نے ”صحیح السیرۃ النبویہ“ (ص ۲۷۷) میں کہا ہے: یہ خبر دو وجہ سے صحیح نہیں ہے:

(۱) اسناد کے اعتبار سے یہ مسند نہیں علماء کا کہنا ہے کہ ہمیشہ مسند خبر لی جائے اور مسند خبر بھی ایسی ہو جس کا اسناد صحیح ہو۔ یہ خبر اس اعتبار سے ساقط ہے اس کی روایت جائز نہیں کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے ایک ایسے صحابی کی طرف بزدلی جیسی برائی کی نسبت کی گئی ہے جو تاحیات اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں سرگرم عمل رہا۔

(۲) اگر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ واقعی بزدل ہوتے تو قریش کے شعراء اسے خوب اچھالتے خصوصاً اس لیے کہ آپ ان کی ہجو کرتے تھے۔ حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ آپ کی تائید کرتے اور آپ کے لیے دعا گورہتے تھے قریش کی ہجو پر ان کی ہمت بڑھاتے تھے۔ (حاشیہ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۲۸-۲۲۹)

۵۲۹ ضعیف روایت۔ حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۸۴ (رقم: ۳۳۳) میں اسے نقل کر کے کہا ہے: اسے المدائنی وغیرہ نے بلا سند روایت کیا ہے۔

۵۳۰ ”الاستیعاب“ علی حاشیہ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۱۶۷۔

۵۳۱ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۱۴۰ (رقم: ۶۰۸)۔

۵۳۲ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۷۱ (رقم: ۴۱۶) بحوالہ ابن سعد بلا اسناد۔

۵۳۳ ”طبقات ابن سعد“ ج ۳ ص ۱۸۳ از واقعہ بلا اسناد۔

راستہ میں ملے انہوں نے اسلام قبول کیا نبی ﷺ نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں بغیر پرچم کے داخل نہ ہوں انہوں نے اپنا عمامہ اتار کر اسے نیزہ میں باندھا اور آپ کے آگے آگے چل کر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ ۵۳۴

علامہ کتانی کہتے ہیں: حدیث میں پرچم کے لیے لواء کا لفظ آیا ہے۔ ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے میری امت کو پرچموں (الْأَلْوِيَة) سے عزت بخشی ہے۔ ۵۳۵ اس کی سند ضعیف ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے: لواء وہ پرچم ہے جو دوران جنگ سالار لشکر کے مقام کی نشاندہی کرتا ہے کبھی یہ پرچم امیر لشکر اٹھاتا ہے اور کبھی یہ پرچم فوج کے ہراول دستہ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ”فتح الباری“ کی کتاب الجہاد میں ہے لواء پرچم جھنڈا اسے علم بھی کہا جاتا ہے۔ اصل میں اس کو سالار لشکر اپنے پاس رکھتا تھا پھر یہ سالار لشکر کے سر پر لہرایا جانے لگا۔

اہل لغت کی ایک جماعت نے رایہ اور لواء کے مترادف (ہم معنی) ہونے کی تصریح کی ہے اور ان کا معنی لشکر کا پرچم ہے۔ اور یہ کہ رایہ میں اصل ہمزہ ہے اور عربوں نے بطور تخفیف اسے ترک کر دیا بعض اس قول کے انکاری ہیں اور کہتے ہیں: ہمزہ نہیں سنا گیا۔ لیکن امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا رایہ (پرچم) سیاہ رنگ کا تھا اور آپ کا لواء (جھنڈا) سفید تھا۔ ۵۳۶

اسی طرح طبرانی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ۵۳۷ اور ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ۵۳۸ ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ لواء اور رایہ الگ الگ پرچم ہیں ابن العربی نے اسی ۵۳۴ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا نبی ﷺ کا تعاقب کرنا بخاری: ۳۹۰۶، مسلم: ۲۰۰۹، احمد ج ۳ ص ۶۷، عبد الرزاق: ”المصنف“ ج ۵ ص ۳۹۲-۳۹۳، طبقات: ”ابن سعد“ ج ۱ ص ۲۳۲، حاکم ج ۳ ص ۶-۷، ”دلائل“ بیہقی ج ۲ ص ۲۸۴، سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۸۹، از سراقہ بن مالک بن جشم رضی اللہ عنہ۔

البتہ یہ جملہ ”آپ مدینہ میں بغیر پرچم کے داخل نہ ہوں“ سابقہ کتب کی روایات میں موجود نہیں ہے یہ اضافی جملہ شاذ ضعیف ناقابل اعتماد ہے۔ (صحیح السیرۃ النبویہ ص ۱۲۶-۱۲۷)

۵۳۵ ضعیف حدیث۔ ابو یعلیٰ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۷) حافظ ابن حجر نے کہا: اس کا اسناد ضعیف ہے۔ مجھے ”مسند ابی یعلیٰ“ میں یہ روایت نہیں ملی۔ واللہ اعلم۔

۵۳۶ حسن حدیث۔ ترمذی: ۱۶۸۱، ابن ماجہ: ۲۸۱۸، از طریق یحییٰ بن اسحاق از یزید بن حیان از ابی مجلز از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ امام ترمذی نے کہا: اس طریق سے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابو یعلیٰ: ۲۳۷۰، بغوی: ”شرح السنۃ“: ۲۶۶۳، ابوالشیخ: ”اخلاق النبی ﷺ“ ص ۱۴۴، از حیان بن عبید اللہ بن حیان ابو ہریرہ العدوی۔ ابو حاتم نے حیان بن عبید اللہ کو صدوق ابن حبان نے ثقہ اور عقیلی نے ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ ابن حزم نے اسے مجہول کہا ہے۔ لیکن اس روایت میں حیان بن عبید اللہ منفرد نہیں ترمذی اور ابن ماجہ کے ہاں اس کی متابعت میں یزید بن حیان کی روایت موجود ہے۔

۵۳۷ حسن حدیث۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۲ ص ۱۱۶۱، از طریق حیان بن عبید اللہ از ابن بریدہ از والد خود۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ ج ۵ ص ۳۲۱ میں اس روایت کے بعد کہا ہے: اس میں حیان بن عبید اللہ ہے ذہبی کے بقول ابن ابی حاتم کے مطابق یہ مجہول ہے اور ابو یعلیٰ کی روایت کے بقیہ راوی ثقہ ہیں میں کہتا ہوں ابن ابی حاتم نے حیان بن عبید اللہ المروزی کو مجہول قرار دیا ہے۔ (الجرح والتعذیل ج ۳ ص ۳۴۶) ہے حیان بن عبید اللہ العدوی راوی حدیث ان کو صدوق کہا ہے۔

۵۳۸ ابن عدی از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۷) یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن سابقہ روایات اس کو قوی بنا رہی ہیں۔

پر جزم کیا ہے اور کہا ہے: لواءِ رایہ کا غیر ہے لواء کو نیزے کے سرے پر باندھ کر لپیٹ دیا جاتا ہے رایہ کو باندھ کر ہوا میں لہرانے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے: لواءِ رایہ سے چھوٹا ہوتا ہے اور یہ کہ لواء بڑے سائز کا پرچم ہے، علمِ سالار لشکر کے مقام کی علامت ہوتا ہے اور امیر کے ساتھ ساتھ حرکت میں رہتا ہے، رایہ حملہ آور دستہ کے پاس ہوتا ہے۔ غالباً یہ فرق اصطلاحی ہے اور اہل لغت کے قول مترادف المعنی ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ ۵۳۹

### فصل: رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے چلنے والے پرچم بردار

سیرت ابن ہشام اور الروض وغیرہ کی تصریح کے مطابق مختلف غزوات میں جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور ﷺ کے آگے آگے پرچم لے کر چلنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے ان میں درج ذیل صحابہ شامل ہیں: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت زبیر بن العوام، حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت قیس بن سعد بن عبادہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم۔

### فصل: ہر قبیلے کا جدا گانہ پرچم

صحیح البخاری میں فتح مکہ کے واقعہ میں ہے نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوسفیان کو وادی کے پاس کھڑا رکھو تا کہ وہ اللہ کے لشکروں کو دیکھ لیں۔ نبی ﷺ کے ساتھ مختلف قبائل کے دستے اپنے اپنے جھنڈوں کے ساتھ ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگے۔ ایک دستہ گزرا ابوسفیان نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا: غفار۔ پھر جہینہ اور بنو سلیم کے دستے گزرے پھر ایسا دستہ گزرا جس کی مثال نہ تھی پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا: یہ انصار ہیں۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پرچم لیے ان کی قیادت کر رہے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کا دستہ آگیا نبی ﷺ کا پرچم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

### فصل: رسول اللہ ﷺ سرایا اور طلائی گردی پر مامور دستوں کے سالاروں کے جھنڈے عطا۔۔۔

فرماتے تھے

۲ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبیدہ بن الحریث بن المطلب بن عبد مناف رضی اللہ عنہ کو سریہ پر بھیجا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: ہم تک پہنچنے والی روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے امت مسلمہ میں حضرت عبیدہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ اسی عرصہ میں آپ نے دوسری طرف حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو ایک دستہ کا سالار بنا کر روانہ فرمایا۔ اس لیے بعض سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلا جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ ان روایات میں مطابقت ممکن ہے کہ یہ دونوں سرایا قریب قریب ایام میں بھیجے گئے تھے۔ اسی لیے اپنی اپنی معلومات کے مطابق راویوں نے اولین پرچم بردار ذکر کیا ہے۔ ۵۴۰

سراج نے حضرت زبیر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا جھنڈا حضرت

۵۳۹ فتح الباری ج ۶ ص ۱۷۷۔

۵۴۰ "الاصابہ" ج ۲ ص ۴۴۹ (رقم: ۵۳۷۵) بحوالہ ابن اسحاق اور واقدی۔



عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے لیے باندھا گیا۔<sup>۵۴۱</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: اس سے حافظ سیوطی کے ”اوائل“ میں منقول اس قول کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ سب سے پہلے غزوہ خیبر میں پرچم (رایات) باندھے گئے اس سے پہلے لواء (جھنڈے) ہوتے تھے حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں اسے ابن اسحاق اور ابوالاسود از عروہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔<sup>۵۴۲</sup> زرقانی نے ”شرح المواہب“ (ج ۱ ص ۴۵۳) میں کہا ہے: اس سے رایہ اور لواء کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

### فصل: پرچم کا طول و عرض

اسحاق بن ابراہیم الرطبی نے ”الافراد من احادیث بادية الشام“ میں از حرام بن عبدالرحمن الخثعمی، ابی زرعہ الفزعی الثمالی رضی اللہ عنہ<sup>۵۴۳</sup> سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے سفید کپڑے کا پرچم تیار فرمایا اس کا طول اور عرض ایک ایک ذراع (ہاتھ) تھا یہ ابن مندہ کے الفاظ ہیں۔<sup>۵۴۴</sup> الدولابی کی روایت میں ہے سفید پرچم تیار فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے ابورویحہ! اپنی قوم کی طرف جاؤ اور ان میں ندا کرو: ”جو ابورویحہ کے پرچم کے نیچے آ گیا وہ امن میں ہوگا“ میں نے اسی طرح کیا۔<sup>۵۴۵</sup>

### فصل: پرچم میں ہلال کا نقش / سیاہ ہلالی پرچم

”الاصابہ“ میں حضرت سعد بن مالک الازدی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن یونس سے منقول ہے کہ آپ اپنی قوم کا وفد لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان کو اپنی قوم کے لیے سیاہ پرچم عطا فرمایا جس میں سفید ہلال بنا ہوا تھا۔<sup>۵۴۶</sup> آپ مصر کی فتح میں شریک تھے آپ کی نسل وہاں موجود ہے۔ اس حدیث سے اسلامی ممالک کے پرچموں پر ہلال کا ڈیزائن (نقش، تصویر) بنانے پر استدلال کیا جاتا ہے۔

”وفیات الاسلاف“ کے مؤلف کی کتاب کے ص ۳۸۰ پر مذکور اس عبارت کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مساجد کے میناروں پر ہلال بنانا بدعت ہے اور یہ کہ یہ رسم ترکی کے عثمانی حکمرانوں نے بزنطینی حکمرانوں سے لی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب سکندر اعظم کے والد فلپس مقدونی نے قسطنطنیہ پر لشکر کشی کی اہل شہر نے اس کا حملہ ناکام بنا دیا اور اسے شکست دے کر مار بھگایا یہ واقعہ سحر کے وقت پیش آیا انہوں نے اس سے نیک فال لی اور

<sup>۵۴۱</sup> مرسل روایت (الاصابہ ج ۲ ص ۲۸۷ رقم: ۴۵۸۳) زر بن حبیش ضعیف راوی ہے۔

<sup>۵۴۲</sup> فتح الباری ج ۷ ص ۵۴۵ بحوالہ ابن اسحاق اور ابوالاسود از عروہ رضی اللہ عنہ۔

<sup>۵۴۳</sup> ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۵۰۸ (رقم: ۲۶۰۵) میں ابن حجر نے آپ کا نام ربیعہ بن اسکن ابورویحہ الفزعی بیان کیا ہے۔ پھر اسحاق بن ابراہیم الرطبی کی ”الافراد من احادیث بادية الشام“ سے آپ کا نام ابو زرعہ الفزعی نقل کیا ہے۔

<sup>۵۴۴</sup> ضعیف روایت۔ اسے اسحاق بن ابراہیم الرطبی نے ”الافراد من احادیث بادية الشام“ میں از طریق حرام بن عبدالرحمن الخثعمی از۔۔۔ روایت کیا ہے۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۵۰۸ رقم: ۲۶۰۵) مجھے حرام بن عبدالرحمن کا تذکرہ نہیں ملا۔

<sup>۵۴۵</sup> ”الکئی کلدولابی“ (الاصابہ ج ۱ ص ۵۰۸ رقم: ۲۶۰۵)

<sup>۵۴۶</sup> ناقابل اعتماد روایت۔ اس میں مجاہیل ہیں۔ از سعید بن عفیر از عمرو بن زہیر بن اسمر بن ابی الکنود از کنود یعنی سعد بن مالک۔

(الاصابہ ج ۲ ص ۳۲-۳۳ رقم: ۳۱۹۲)

اس حادثہ کی یادگار کے طور پر اپنے سرکاری پرچم میں ہلال کا اضافہ کر لیا۔ پھر بعد میں آنے والے عیسائی حکمرانوں نے اسے قائم رکھا، بعد ازاں جب عثمانی ترکوں نے اس ملک پر غلبہ حاصل کر لیا اپنے پرچم میں ہلال کا نقش باقی رکھا۔

### فصل: رسول اللہ ﷺ کے پرچموں اور جھنڈوں کے رنگ، نام اور ان پر تحریر کردہ عبارت

ابن اسحاق نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کبریٰ کے دن اپنا سفید پرچم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا۔<sup>۵۳۷</sup> سنن نسائی اور سنن ابی داؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فتح مکہ کے دن شہر میں داخلہ کے وقت آپ کا پرچم سفید رنگ کا تھا۔ سنن ابی داؤد میں سماک بن حرب کی اپنی قوم کے بعض حضرات سے روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دیکھا وہ زرد رنگ کا تھا۔<sup>۵۳۸</sup> ابن جماعہ نے ”مختصر السیر“ میں رسول اللہ ﷺ کے ہتھیاروں کے باب میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا جھنڈا اٹھیلے رنگ کا تھا۔

ابن اسحاق نے غزوہ بدر کے واقعات میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو سیاہ رنگ کے جھنڈے تھے، ایک جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرا کسی انصاری کے پاس تھا۔<sup>۵۳۹</sup>

عبد اللہ بن حیان الاصبہانی نے کتاب ”اخلاق النبی ﷺ“ میں حسن سے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ کا جھنڈا سیاہ رنگ کا تھا اسے عقاب کہا جاتا تھا۔<sup>۵۴۰</sup> تاریخ بخاری میں حضرت حرث بن حسان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا، میں نے دیکھا: نبی ﷺ منبر پر کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور فلاں صاحب تلوار جمائل کیے کھڑے ہیں، اچانک میں نے کالے جھنڈے پھڑ پھڑاتے دیکھے، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے: لوگوں نے کہا: عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ذات السلاسل کے ہریہ سے واپس آئے ہیں۔<sup>۵۴۱</sup>

### اونی پرچم

القضائی نے ”کتاب الانباء“ میں کہا ہے: رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا اور یہ سیاہ اون سے تیار کیا گیا تھا۔ علامہ کتانی کہتے ہیں: حفاظ حدیث نے ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ مختلف اوقات میں آپ کے مختلف رنگ اور کپڑے کے جھنڈے تھے۔

۵۳۷۔ ”سیرت ابن ہشام“ ج ۱ ص ۶۱۲، بلا اسناد۔

۵۳۸۔ ضعیف حدیث۔ ابوداؤد: ۲۵۹۳ اس کے اسناد میں مجاہیل ہیں، اسی لیے البانی نے ”ضعیف سنن ابوداؤد“ (حدیث: ۵۵۷) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

۵۳۹۔ ”سیرۃ النبویہ“ ابن ہشام ج ۱ ص ۶۱۲-۶۱۳، بلا اسناد۔

۵۴۰۔ مرسل ضعیف از مرسل حسن بصری، ناقابل اعتماد۔ فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۷ میں حافظ ابن حجر نے اسے ”قیل“ سے ذکر کر کے اس کے ضعف کا اشارہ کیا ہے۔

۵۴۱۔ حسن حدیث۔ بخاری، تاریخ، ابن عبد البر، الاستیعاب، علی حاشیہ ”ج ۱ ص ۲۹۱

دھاری دار پرچم

نبی ﷺ کے پرچم میں اونی دھاریاں تھیں یہ بھی کہا گیا ہے: اس میں ہلال جیسی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ ”المحکم“ میں ہے: النمرہ کا مطلب ہے: نقطہ دار خواہ نقطے کسی بھی رنگ کے ہوں اور الانمر کا مطلب ہے سفید اور سیاہ دھاری دار اور النمرہ کا مطلب ہے: سفید اور سیاہ دھاری دار شال۔ ابن جماعہ نے ”مختصر السیر“ میں کہا ہے: رسول اللہ ﷺ کا سیاہ رنگ کا مربع دھاری دار جھنڈا تھا جس کو عقاب کہا جاتا تھا۔ (تخریج نزر چکی ہے)

پرچم پر عبارت

ابو عبد اللہ بن محمد بن حیان الاصبہانی نے کتاب ”اخلاق النبی ﷺ“ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ کا رایہ سیاہ تھا اور آپ کا لباء سفید تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ آپ کے جھنڈے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔<sup>۵۵۲</sup>

مؤلف علامہ کتابی لکھتے ہیں: یہ علامہ الخزاعی کی کوتاہی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث الاصبہانی کے حوالہ سے ذکر کی ہے ورنہ یہ حدیث مسند احمد اور سنن ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الطبرانی کے ہاں حضرت بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے اور ابن عدی کے ہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

نبی ﷺ کے جھنڈے کا نام

قاسم بن ثابت القسطلی ”الدلائل“ میں کہتے ہیں: نبی ﷺ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا۔

”فتح الباری“ میں ہے اور کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا وہ مربع شکل کا سیاہ پرچم تھا ایک جھنڈا سفید تھا جس کا نام ریہ تھا بسا اوقات اس میں کالی دھاریاں یا نقطے ہوتے تھے۔<sup>۵۵۳</sup>

انصار کے جھنڈے کا رنگ

”الاصابہ“ میں حضرت مزیدہ العصری کے تذکرہ میں ہے کہ ابو نعیم نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے لیے زرد رنگ کے جھنڈے مقرر فرمائے۔<sup>۵۵۴</sup>

”طبقات ابن سعد“ میں ہے کہ جب سلیم کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوا انہوں نے درخواست کی: ہمارے جھنڈوں کا رنگ سرخ اور ہمارا شعار (امتیازی علامت نعرہ) مقدم مقرر فرمادیں آپ نے ان کے لیے ایسا کر دیا۔<sup>۵۵۵</sup>

<sup>۵۵۲</sup> ضعیف روایت۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۷ میں اس کی سند کو ناقابل اعتماد کہا ہے۔

<sup>۵۵۳</sup> فتح الباری ج ۶ ص ۱۴۷۔

<sup>۵۵۴</sup> ضعیف حدیث۔ طبرانی ”معجم الزوائد“ ج ۵ ص ۳۲۱ میں علامہ بیہقی کہتے ہیں: اس میں محمد بن لیث الہمدانی کو میں نہیں پہچانتا باقی راوی ثقہ ہیں۔

<sup>۵۵۵</sup> ناقابل اعتماد شاہد روایت بلا اسناد مروی ہے۔

## انتباہ

مشہور ترکی وزیر جودت پاشا کی تاریخ میں واصف آفندی کی تاریخ سے یہ مقالہ منقول ہے کہ قوموں میں پرچم کتنا معتبر ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں: انتظامی تقسیم کار اور پرچم مقرر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جب کوئی قوم ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہوتی ہے ان میں اتحاد اور یک جہتی پیدا ہوتی ہے پرچم ان کے اتحاد کی علامت اور ان کے قلوب کی یک جہتی کا نشان ہوتا ہے وہ جسم واحد کی طرح ہوتے ہیں اور رشتہ داروں سے بھی بڑھ کر ایک دوسرے سے الفت اور محبت رکھتے ہیں اگر وہ میدان جنگ میں ہوں تو جب تک ان کا پرچم ہوا کے دوش پر لہراتا رہتا ہے ان کی ہمتیں جوان اور ان کے حوصلے بلند رہتے ہیں وہ فتح سے ناامید نہیں ہوتے لیکن جب ان کا پرچم زمین بوس ہو جائے وہ دشمن کے نزعہ میں آ جاتے ہیں ان میں خوف اور دہشت سرایت کر جاتے ہیں بعض ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور بعض میدان جنگ سے فرار ہونے میں عافیت جانتے ہیں اس کے برعکس اگر ان کا پرچم لہراتا رہے وہ مسرت و شادمانی سے آگے بڑھتے ہیں دشمنوں پر ان کا رعب چھا جاتا ہے اور دشمن کو راہ فرار اختیار کرنی پڑتی ہے۔

اسی طرح جنگی ترانے اور موسیقی ہے اس سے ردحوں کو بالیدگی ملتی ہے آگے بڑھنے اور شجاعت کے مظاہرے کرنے کی انگ بیدار ہوتی ہے ہوا کے دوش پر لہراتا ہوا پرچم بھی فوجی جوانوں میں عزت کا جذبہ پیدا کرتا ہے دشمنوں کے دلوں میں دہشت اور رعب ڈالتا ہے یہی وجہ ہے گذشتہ تمام اقوام میں آلات موسیقی اور قسم قسم کے پرچم ہر دور میں موجود رہے ہیں۔ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں صرف پرچم تھے موسیقی نہ تھی۔ ۵۵۶

(تفصیل کے لیے دیکھئے تاریخ مذکور کا مقدمہ ص ۳۵)

## رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے بچے کی دستار بندی

”الاصابہ“ میں حضرت قرط (یا قریط) بن ابی رمثہ البلوئی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن مندہ کے حوالہ سے ابو موسیٰ کی روایت مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے والد کے ہمراہ ہجرت کی جب یہ لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ تیرا بیٹا ہے؟ ابو رمثہ نے عرض کیا: جی ہاں! میں اس کا گواہ ہوں آپ نے فرمایا: یہ تجھ پر الزام نہیں لگائے گا نہ اس پر الزام ہوگا اور حضور ﷺ نے قرط رضی اللہ عنہ کو بلا کر اپنی گود میں بٹھایا اس کے لیے برکت کی دعا کی اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے سیاہ عمامہ باندھا۔ ۵۵۷ حضرت قرط (یا قریط) رضی اللہ عنہ لاہز کے والد تھے لاہز ابو مسلم الخراسانی کا ساتھ دینے والے سرداروں میں سے تھا۔

۵۵۶ کیونکہ نبی ﷺ کی سنت و سیرت کے خلاف ہے یہ شیطانی باجا ہے ذکر الہی سے روکتا ہے۔

۵۵۷ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۲۶۶ (رقم: ۷۲۷۳) راوی اور سند مذکور نہیں ہے۔ حمیدی: ۸۶۶، احمد: ۱۰۳، ۷۱۰، ۷۱۱، ج ۳ ص ۱۶۷، ابوداؤد:

۲۲۰۸، نسائی ج ۸ ص ۵۳، بیہقی ج ۸ ص ۲۷، طبرانی ”المکبیر“ ج ۲۲ ص ۱۵، ۱۹۲، از ابی رمثہ القیمی رضی اللہ عنہ اس کا اسناد حسن ہے۔

لیکن یہ جملہ کہ ”حضور ﷺ نے قرط کو بلا کر اپنی گود میں بٹھایا۔ الخ“ سابقہ روایات میں موجود نہیں یہ ابو موسیٰ کا شاؤ اضافہ ہے جس کی اصل موجود نہیں ہے۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اس میں ہمارے شیخ والد محترم کے لیے دلیل ہے وہ اس کے قائل تھے کہ لڑکا جب بالغ ہو یا قریب البلوغ ہو اس کو عمامہ باندھا جائے اور اس کے شملے پیچھے چھوڑے جائیں۔ اس سے ان حضرات کے توقف کی حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں: ہم اس سلسلہ میں کسی حدیث سے واقف نہیں اور نہ ہی فقہاء کی نصوص میں دستار بندی (عمامہ بندھوانے) کے وقت کا تعین ملتا ہے کہ کب عمامہ باندھا جائے جب بچہ سات برس کا ہو یا دس سال کا یا بلوغ کے وقت یا جب اس کی ڈاڑھی ظاہر ہونے لگے۔

(الدعامہ فی احکام العمامہ ص ۲۹)

اہل حجاز اب بھی چھوٹے لڑکوں کو عمامہ باندھتے ہیں، گویا یہ ان کا زمانہ قدیم سے دستور چلا آ رہا ہے۔ اس کی دلیل تاریخ ابن عساکر میں امام مالک کی یہ روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: عمامہ ترک کرنا مناسب نہیں ہے مجھے اس وقت عمامہ باندھا گیا کہ میرے چہرے پر ایک بال نہ تھا۔ المدارک میں ہے ابو مصعب نے کہا: میں نے امام مالک کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں اس وقت سے عمامہ باندھ رہا ہوں کہ میری میس بھی نہ بھیگی تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و عظمت کے پیش نظر عمامہ باندھ کر ہی مسجد میں داخل ہوتا تھا۔

### لشکر کی تقسیم اور سالار لشکر کا مقام

اہل عرب لشکر کو خمیس کہتے تھے کیونکہ لشکر پانچ اقسام پر مشتمل ہوتا تھا: (۱) قلب لشکر (۲) میمنہ (۳) میسرہ (۴) مقدمۃ الجیش اور (۵) ساقہ۔

ابن اسحاق نے سیرت میں فتح مکہ کے واقعات میں بیان کیا ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی نحب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ذی طویٰ میں لشکر کو تقسیم فرمایا تو میسرہ (لشکر کا بائیں بازو) پر مامور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنے دستہ کے ساتھ کڈی کی جانب سے شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا، حضرت سعد بن عبادہ الانصاری رضی اللہ عنہ کو اپنے دستہ کے ساتھ کڈی کے دوسرے راستہ سے شہر میں داخل ہونے کا فرمایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ میمنہ پر تھے اس دستہ میں اسلم، سلیم، غفار، مزینہ، جہینہ اور دیگر عرب قبائل شامل تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آگے اپنا دستہ لے کر روانہ ہوئے، حضور ﷺ مکہ کے بالائی علاقہ سے شہر میں داخل ہوئے اور وہاں آپ کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔ ۵۵۸

### تیر اندازوں کے امیر کا تقرر

”الاصابہ“ میں حضرت عبد اللہ بن جبیر الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ غزوہ احد میں تیر اندازوں کے امیر تھے صحیح البخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جب مشرکین شکست کھا کر بھاگے تیر انداز مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے، حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کیا (کہ وہ

۵۵۸ مرسل روایت۔ ”السیرۃ النبویہ“ ج ۲ ص ۳۰۶۔ ۳۰۷ از عبد اللہ بن ابی نحب رضی اللہ عنہ۔

اپنی جگہ نہ چھوڑیں اور مالی غنیمت کے حصول کے لیے نہ جائیں) لیکن وہ چلے گئے اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ ۵۵۹

دورانِ جنگ قلب لشکر میں اپنی جگہ دوسرے کا تقرر

سالار لشکر اور امام اپنی زرہ دوسرے کو پہنادے اور احتیاطاً دوسرے کی زرہ خود زیب تن کر لے تاکہ دشمن کے حملوں سے محفوظ رہے۔

”الاستیعاب“ میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی زرد رنگ کی زرہ خود پہن لی اور نبی ﷺ نے کعب کی زرہ زیب تن فرمائی حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو گیارہ زخم لگے ۵۶ (مشرکین غلط فہمی میں ان پر حملے کرتے رہے)۔

یہاں ہجرت کے واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سو گئے قریش اس غلط فہمی میں رہے کہ رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں، صبح کو ان کو معلوم ہوا کہ بستر پر سونے والے علی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ احتیاطی تدبیر تھی تا کہ قریش مطمئن رہیں اور حضور ﷺ کا تعاقب نہ کریں ۵۱۔ یہ آیت کریمہ اسی بارے میں نازل ہوئی ہے ۵۲۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ  
أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينَ

(الانفال: ۳۰) دیں اور وہ اپنے مکر میں لگے ہوئے تھے اور اللہ اپنی خفیہ

تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ بہترین خفیہ تدبیر فرمانے والا

اپنی نادر کتاب ”التاج فی اخلاق الملوک“ (ص ۱۳۴) میں امام الجاحظ ابو عثمان عمرو بن بحر لکھتے ہیں:

ہمارے بادشاہوں کے لیے اپنے مقام کا تحفظ ضروری ہے اور ان کے لیے ہر جاسوس آنکھ اور کان سے بچاؤ کرنا لازم ہے یہی نبی ﷺ کی سنت ہے حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حفاظت کے اعلیٰ اور مخصوص مقام سے مختص تھے اور روح الامین جبریل علیہ السلام آپ کے نگہبان تھے (اس کے باوجود آپ اپنی حفاظت کی تدابیر فرماتے تھے)۔ اس لیے حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ حضور ﷺ کی اقتدا کریں آپ کے نقش قدم پر چلیں، مشرکوں نے نبی ﷺ

۵۵۹ صحیح حدیث۔ بخاری ۳۹۸۶ از براہ ابن عازب رضی اللہ عنہ۔

۵۶۰۔ "۱۱۱ استیعاب" علی ہامش "۱۱۱ اصابع" ج ۳ ص ۲۸۸ بلا اسناد۔

۵۶۱۔ صحیح حدیث۔ حاکم "المستدرک" ج ۳ ص ۴۲ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اسے

روایت نہیں کیا ابوداؤد طیالسی وغیرہ نے اسے ابوعمرانہ سے زیادہ الفاظ سے روایت کیا ہے۔ ذمہ بھی حاکم کے ہم خیال ہیں۔ "الفتح



کے قتل کا ارادہ کر لیا، جبریل علیہ السلام نے آپ کو ان کے عزائم سے باخبر کر دیا، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا یا اور خود دوسری جگہ استراحت فرمائی، جب مشرکین آپ کے بستر کے پاس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو واپس چلے گئے (اور ان کی سازش ناکام ہو گئی)۔

یہ واقعہ ہمارے مذکورہ قول کے لیے سب سے بڑی دلیل اور حجت ہے۔ کیونکہ بادشاہوں کی جان ہر شے سے قیمتی ہوتی ہے اور اس کا تحفظ بہت ضروری ہے۔

اہل عجم کہتے تھے: بادشاہ اپنی خواب گاہ سے اپنی اولاد کے علاوہ کسی کو مطلع نہ کرے، بیوی بچوں کے علاوہ دوسروں پر اعتماد اور بھروسہ کرنا احتیاط اور پیش بندی کے منافی ہے، یہی سیاست کا تقاضہ ہے، شریعت مطہرہ نے اسے ضروری قرار دیا ہے یہ دانش مندوں کی خواہشات کے عین مطابق ہے۔

### لشکر کے مختلف حصوں پر سالاروں کا تعین

ابن اسحاق نے سیرت میں کہا ہے: حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن اسلامی فوج کا دستہ لے کر آگے بڑھے۔ ۵۶۳ھ "الاستیعاب" میں ہے غزوہ حنین کے دن حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بنو سلیم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے مقدمۃ الجیش پر مقرر تھے۔ ۵۶۴ھ فتح مکہ کے روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ میمنہ کی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میسرہ کی کمان کر رہے تھے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو پیدل دستوں پر مقرر کیا گیا تھا۔ حضور ﷺ اسی دستہ میں جلوہ افروز تھے، یہ حضرات بطن وادی سے داخل ہوئے۔ ۵۶۵ھ غزوہ بدر الکبریٰ میں ساقہ کی کمان بنو مازن بن النجار کے بھائی حضرت قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ ۵۶۶ھ غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ نے بنو عمرو بن عوف کے بھائی عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیر اندازوں پر امیر مقرر فرمایا تھا۔ ۵۶۷ھ

### دوران جنگ مجاہدین کا شعار، پہچان کے لیے علامتی الفاظ

ابو یعلیٰ نے سند جید کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا شعار (علامتی اور امتیازی نشان) نعرہ تعارفی علامت (یا کل خیر تھا۔ ۵۶۸ھ

۵۶۳ھ مرسل روایت۔ "سیرت ابن ہشام" ج ۲ ص ۴۰۷ از عبد اللہ بن ابی شیح رضی اللہ عنہ۔

۵۶۳ھ "الاستیعاب" علی ہاشم "الاصابہ" ج ۱ ص ۴۰۷ بلا اسناد۔

۵۶۵ھ مرسل روایت "السیرۃ النبویہ" ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۷ از عبد اللہ بن ابی شیح رضی اللہ عنہ۔

۵۶۶ھ السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۶۱۳۔

۵۶۷ھ صحیح البخاری: ۳۹۸۶ از براء بن عازب رضی اللہ عنہ۔

۵۶۸ھ حسن جمعی روایت۔ ابو یعلیٰ: ۵۰۵ از علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ اس کے اسناد میں منصور بن عبد اللہ ثقفی کا ابن ابی حاتم نے

"الجرح والتعديل" ج ۸ ص ۷۱ میں بغیر جرح و تعدیل کے ذکر کیا ہے اس کے باقی رجال ثقہ ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)



الطبرانی نے حضرت عقبہ بن فرقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ میں پیچھے ہٹنے والوں کو دیکھا تو فرمایا: اے اصحاب سورۃ البقرہ ۵۶۹۔

امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت سلمہ بن الأكوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوہ (سریہ) میں حصہ لیا ہمارا شعار دوبار ”اُمْتُ اُمْتُ“ تھا۔ ۵۷۰

ابوالحسن بن الضحاک نے مزینہ یا جہینہ کے ایک صاحب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اپنے شعار میں ”یا حرام“ کہتے ہوئے سماعت فرمایا تو ارشاد فرمایا: ”یا حلال“ کہو۔ ۵۷۱

”الاصابہ“ میں حضرت سنان بن وبرہ الجہنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ الطبرانی نے خارجہ بن الحرث بن رافع الجہنی کی اپنے والد سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ میں نے حضرت سنان بن وبرہ الجہنی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے: غزوہ بنو المصطلق میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہمارا شعار ”یا منصور اُمْتُ“ تھا۔ ۵۷۲

امام طبرانی نے ”الاوسط“ میں کہا ہے کہ حضرت سنان رضی اللہ عنہ سے صرف اسی اسناد سے روایت ہے اور اس میں محمد بن جہضم منفرد ہیں۔ برہان الخلی نے ”نور النبراس“ میں کہا ہے: ”اُمْتُ“ موت کا حکم ہے اس سے فتح و نصرت کے لیے نیک فال مراد ہے اور شعار کا حصول بھی ہے کیونکہ یہ حملہ رات کی تاریکی میں ہوا اس لیے باہمی پہچان کے لیے شعار مقرر کیا گیا۔

ابوعبید کہتے ہیں: حدیث مبارکہ ”جب تم رات کو دشمن سے ملاقات کرو تو کہو: حَمَّ لَا يَنْصُرُونَ“ کا معنی ہے اے اللہ! ان کی (دشمن کی) نصرت نہ ہو۔

(بقیہ حاشیہ: ۵۶۸) علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ ج ۵ ص ۳۲۷ میں اس کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: اسے ابویعلیٰ نے قراری از منصور بن عبد اللہ ثقفی روایت کیا ہے۔ منصور زہری سے روایت کرتا ہے یہ ابن عیینہ کے ساتھ حدیث کو حاصل کرتا تھا اس کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ (المطالب العالیہ: ۱۹۶۸) بوسیری اس کے بارے میں خاموش ہیں۔

۵۶۹ ضعیف روایت۔ ”معجم الطبرانی الکبیر“ ج ۱ ص ۳۲۸ از عقبہ بن فرقہ رضی اللہ عنہ۔ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ ج ۵ ص ۳۲۷ میں کہا ہے: اس میں علی بن قتیبہ ضعیف ہے۔

۵۷۰ حسن حدیث۔ احمد ج ۴ ص ۴۶ ابوداؤد: ۲۵۹۶۔ ابن ماجہ: ۲۸۴۰ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۰۳ ابن سعد ج ۲ ص ۱۱۸ ابن حبان: ۴۷۴۳ حاکم ج ۲ ص ۱۰۷ بیہقی ج ۶ ص ۳۶۱۔ ج ۹ ص ۷۹ از طریق عکرمہ بن عمار۔۔۔۔۔ عکرمہ کی حدیث حسن کے درجہ میں ہوتی ہے اور اس کے باقی راوی شیخین کی شرط پر ہیں۔

۵۷۱ ضعیف روایت۔ اس کی اسناد میں مجاہیل ہیں۔

۵۷۲ حسن جیسی روایت۔ الاصابہ ج ۲ ص ۸۴ (رقم: ۳۵۱۲) کے مطابق اسے طبرانی نے ”الاوسط“ میں از طریق خارجہ بن حارث بن رافع الجہنی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ سنان رضی اللہ عنہ سے صرف اسی اسناد سے روایت ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا راوی محمد بن جہضم صدوق ہے۔ (الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۲۲۳) اور خارجہ بن حارث صالح الحدیث ہے۔

(الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۲۷۵)

”الاصابہ“ میں المہلب (جس کا قبیلہ مذکور نہیں) کے ذکر میں ہے ابن شاہین نے ہمارے غلام ذکوان کے طریق سے بیان کیا ہے کہ المہلب کا شعار ”حَمَّ لَا يَنْصُرُونَ“ تھا المہلب نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا شعار تھا۔ ۵۷۳

النسائی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کل تمہاری اپنے دشمن سے مڈبھیڑ ہوگی ایک دوسرے کے لیے تمہارا شعار ”حَمَّ لَا يَنْصُرُونَ“ ہوگا۔ ۵۷۴

ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہاری رات کے وقت دشمن سے مڈبھیڑ ہو تو کہو: حَمَّ لَا يَنْصُرُونَ۔ ۵۷۵

مشرقی ممالک کے بعض فضلاء نے کہا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سات سورتیں جن کے شروع میں حَمَّ مذکور ہے وہ بڑی عظمت و شان کی امین ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کی عظمت شان اور اعلیٰ شرف کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ان کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ان کی رفعت شان کے حوالہ سے مسلمانوں کی فتح کے لیے رحمت الہی کا سوال کیا جائے۔ ”لَا يَنْصُرُونَ“ کا جملہ گویا اس سوال کا جواب ہے کہ ”حَمَّ“ کہہ کر آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو جواب دیا: ”لَا يَنْصُرُونَ“ دشمن کو مدد سے محروم رکھا جائے۔ ابن حبیب نے کہا ہے کہ لوگوں کا برابر یہی شعار رہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: غزوہ بدر کے دن اہل ایمان کا شعار ”يَا مَنْصُور“ تھا اور غزوہ حنین کے دن ”حَمَّ لَا يَنْصُرُونَ“ تھا جب مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے تو ان کا خاص شعار تھا: ”يَا اصْحَبُ سُوْرَةِ الْبَقْرَةِ“ (اے سورۃ البقرہ والو!) اسے ابن یونس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

بعض شوافع نے سالار لشکر کے فرائض کا ذکر کرتے ہوئے دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ ہر دستہ کے لیے الگ الگ شعار مقرر کرے جس سے وہ دوسروں سے ممتاز اور ممتاز ہوں اور باہم متحد ہو کر ایک دوسرے کے معاون و مددگار بنیں۔ مزید کہا: خبیب بن سلیمان بن سمرہ نے اپنے والد کی روایت سے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبد الرحمن! قبیلہ خزرج کا شعار اے بنی عبد اللہ! اور قبیلہ اوس کا شعار اے بنی عبید اللہ! ہے اور سواروں کا شعار ”خَيْلُ اللَّهِ“ ہے۔ ۵۷۶ نیز رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے دن ارشاد فرمایا: علامت اور (امتیازی) نشان لگاؤ کیونکہ فرشتوں نے علامت لگائی ہے۔ ۵۷۷

۵۷۳ الاصابہ ج ۳ ص ۵۳۶ (رقم: ۸۶۳۳) ابن شاہین از مسدد۔۔۔۔۔

۵۷۴ صحیح حدیث۔ نسائی (تخصیص الخیر ج ۴ ص ۹۸) مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۰۷ از براء بن عازب رضی اللہ عنہ بہ اسناد صحیح۔

۵۷۵ حسن حدیث۔ احمد ج ۳ ص ۶۵۔ ج ۵ ص ۳۷۷ ابوداؤد: ۳۵۹۷ ترمذی: ۱۶۸۲ حاکم ”المستدرک“ ج ۲ ص ۱۰۷ از مہلب بن ابی صفرہ۔۔۔۔۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث شیعین کی شرط پر صحیح الاسناد ہے لیکن اس میں ارسال ہے اس میں مہلب نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ حافظ ابن کثیر نے ”تفسیر“ ج ۳ ص ۶۹ میں اسے ابوداؤد اور ترمذی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

۵۷۶ حسن حدیث۔ طبرانی ”المکبیر“ ج ۷ ص ۱۰۲ از خبیب بن سلیمان بن سمرہ از والد خود از سمرہ رضی اللہ عنہ۔ ابوداؤد: ۳۵۹۵ از سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ۔ اس میں حجاج بن ارطاة اور حسن بصری سے عنعنہ ہے۔ اسی لیے البانی نے ”ضعیف ابوداؤد“ میں اس پر ضعف کا حکم لگایا ہے۔

۵۷۷ ضعیف مرسل۔ طبری ”جامع البیان“ ۵: ۷۷۷ از عمیر بن اسحاق مرسل سیوطی ”الدر المنثور“ ج ۲ ص ۷۰ بحوالہ ابن ابی شیبہ۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے احد کے دن بطور علامت سر پر سرخ پٹی باندھی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس تلوار کو کون لیتا ہے جو اس کا حق ادا کرے انہوں نے تلوار لی اور سر پر سرخ پٹی باندھ لی۔<sup>۵۷۸</sup> (فوائد الدرر)

”الاستبصار“ میں حضرت ابودجانہ سماک بن حرشہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ آپ جنگ میں سرخ پٹی باندھتے تھے جب آپ سر پر سرخ پٹی باندھ لیتے لوگوں کو معلوم ہو جاتا ابودجانہ سخت جنگ کریں گے۔

ابوعبداللہ بن ابی الخصال الغافقی کی ”ظل الغمامة“ میں ہے گھمسان کی جنگ میں حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بطور علامت شتر مرغ کا پر لگاتے تھے۔ تاکہ دشمنوں کو خبر ہو اب شیر خدا میدان جنگ میں آ گیا ہے جو تنہا بھاری لشکر کا مقابلہ کرے گا اور باطل پرستوں کے سروں کی فصل کاٹی جائے گی۔

## لشکر کی صف بندی کرنا اور مجاہدوں کی صفوں میں رد و بدل کرنا

”وزعت الجیش“ کا مطلب ہے لشکر کی صف بندی کرنا لڑائی کے لیے خاص ترتیب سے کھڑا کرنا۔

”الاكتفاء“ میں فتح مکہ کے واقعہ میں ہے جب رسول اللہ ﷺ ذی طویٰ میں پہنچے آپ بغیر شملے کے سر پر یمنی چادر ڈالے سواری پر تشریف فرما تھے۔ جب آپ وہاں تشریف فرما تھے۔<sup>۵۷۹</sup> (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد) ابوقحافہ نے اپنی سب سے چھوٹی بچی سے کہا: اے بیٹا! مجھے جبل ابوقبیس پر لے چلو (حضرت ابوقحافہ اس وقت نابینا ہو چکے تھے) وہ ان کو جبل ابوقبیس پر لے گئیں۔ حضرت ابوقحافہ نے پوچھا: بیٹی! تمہیں کیا نظر آ رہا ہے؟ کہا: مجھے بڑی جمعیت نظر آ رہی ہے ابوقحافہ نے کہا: یہ گھڑ سوار ہیں لڑکی نے کہا: میں ایک آدمی کو دیکھ رہی ہوں جو ان سواروں میں آگے پیچھے دوڑ رہا ہے ابوقحافہ رضی اللہ عنہ بولے: بیٹی یہ وزاع ہے جو سواروں کا انتظام کرتا ہے اور ان کی صف بندی کرتا ہے۔ پھر لڑکی نے کہا: اب خدا کی قسم! یہ جمعیت منتشر ہو گئی ہے ابوقحافہ نے کہا: اب سواروں کو ہٹا دیا گیا ہے اب تو مجھے جلدی سے گھر پہنچا دے۔ الخ<sup>۵۸۰</sup>

”الاصابه“ (ص ۲۵۶) میں حضرت جنذب بن الاعجم الاسلمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں واقدی کے حوالہ سے غزوہ حنین کے ذکر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو لڑائی کے لیے نکلنے کا حکم دیا اور ان کے لیے جھنڈے اور پرچم تیار فرمائے۔<sup>۵۸۱</sup>

سیرت ابن اسحاق میں ہے مجھ سے حبان بن واسع نے اپنے شیوخ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ صحیح حدیث۔ مسلم: ۲۳۷۰ احمد: ۱۲۳۰۰ المسند: ج ۳ ص ۱۲۳ حاکم: المستدرک: ج ۳ ص ۲۳۰ ابن سعد: الطبقات: ج ۳ ص ۵۵۶ بیہقی: ”الدلائل“ ج ۳ ص ۲۳۲-۲۳۳ از انس رضی اللہ عنہ۔ اس میں ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے سرخ پٹی باندھنے کا ذکر نہیں ہے یہ جملہ دوسری روایت میں ہے جسے بیہقی نے ”الدلائل“ ج ۳ ص ۲۳۳ میں اور بزار نے ”كشف الاستار“ ۷۸۷ میں زیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ ج ۶ ص ۱۰۹ میں کہا ہے: اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (صحیح السیرۃ للہبویہ ص ۲۰۶ رقم: ۳۲۳-۳۲۴)

۵۷۹۔ مرسل ضعیف روایت۔ ”السیرۃ للہبویہ“ ج ۲ ص ۴۰۵ از عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما۔

۵۸۰۔ صحیح حدیث۔ ”السیرۃ للہبویہ“ ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۵ از اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اس اسناد کے رجال ثقہ ہیں۔

۵۸۱۔ الاصابہ ج ۱ ص ۲۲۷ (رقم: ۱۲۱۱) از واقدی بلا سند۔



علامہ الخطابی نے کہا ہے: اس میں یہ اشارہ ہے کہ گھوڑے کے ذریعہ حاصل کردہ مال سب اموال سے خیر اور پاکیزگی میں بڑھ کر ہے۔ اہل عرب مال کو خیر کہتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **إِنْ تَرَكَ خَيْرًا** (البقرہ: ۱۸۰) ابن عبد البر کہتے ہیں: اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ گھوڑا تمام جانوروں میں افضل ہے کیونکہ گھوڑے کے علاوہ کسی اور جانور کے لیے یہ الفاظ ارشاد نہیں فرمائے۔

سنن النسائی میں ہے رسول اللہ ﷺ کو عورتوں کے بعد گھوڑوں سے زیادہ محبوب کوئی شے نہ تھی۔ ۵۸۷ گھوڑوں کے ذکر اور ان کی فضیلت معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتب قابل مطالعہ ہیں:

”کتاب الخیل“ مؤلف حسن بن عرفہ ”کتاب الخیل“ مؤلف حافظ ابو محمد عبد المؤمن بن خلف الدمیاطی ”جر الذیل من علم الخیل“ مؤلف حافظ سیوطی ”الصفات الجیاد“ مؤلف شمس محمد ابن الامیر عبد القادر الجزائری۔ یہ کتاب اور اس کا اختصار دونوں مطبوعہ ہیں۔

”رشحات المداد فيما يتعلق بالصفات الجیاد“ مؤلف شمس محمد بن محمد البخشی الخلوئی۔ یہ کتاب المکتبۃ الحدیویہ مصر میں موجود ہے۔

”فضل الخیل وما جاء فيها من الفضل والنیل“ مؤلف حافظ ولی الدین ابی زرعة العراقی المصری ”قطر السیل فی امر الخیل“ یہ حافظ سراج الدین محمد بن رسلان البلقینی کی تالیف ہے انہوں نے حافظ الدمیاطی کی کتاب کی تلخیص کی ہے اور مزید اشیاء ذکر کی ہیں۔

”حلیۃ الفرسان وشعار الشجعان“ مؤلف ابوالحسن علی بن عبد الرحمن المعروف ابن ہذیل اندلسی۔ ان کی ایک اور کتاب ”تحفة الانفس وشعار سکان الاندلس“ ہے انہوں نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلا حصہ جہاد اور دوسرا حصہ گھوڑوں اور ہتھیاروں سے متعلق ہے۔ ان کے علاوہ دیگر کتب حسب ذیل ہیں: ”یقطۃ الناعس فی تدریب المجاہد الفارس“ ”تہذیب الامعان فی الشجاعة والشجعان“ اور ”راحة القلوب والارواح فی الخیل والسلاح“۔

## رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے

ابن جماعہ نے ”مختصر السیر“ میں رسول اللہ ﷺ کے گھوڑوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: آپ کے ایک گھوڑے کا نام السکب تھا یہ آپ کا پہلا گھوڑا تھا آپ نے اسے ایک بدوی سے خریدا تھا یہ بیچ کلیان (اس کی پیشانی اور چاروں پاؤں سفید تھے) کیت (سیاہی مائل سرخ) سبک رفتار گھوڑا تھا۔ ابن اثیر نے کہا ہے: یہ گھوڑا سیاہ رنگ کا تھا۔ پھر ابن جماعہ نے رسول اللہ ﷺ کے سات متفق علیہ گھوڑوں کے نام بیان کیے اور یہ کہ باختلاف (بقیہ حاشیہ: ۵۸۶) مروی ہیں ان احادیث کی تخریج کے لیے ”الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان“ (رقم: ۳۶۶۹-۳۶۷۳) تحقیق شیخ شعبہ دارناؤط ملاحظہ کیجئے۔

۵۸۷ ضعیف روایت۔ نسائی ج ۶ ص ۲۱۸۔ ج ۷ ص ۶۲-۶۳ ”الکبریٰ“ ”عشرة النساء“ ۳ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ اس کا اسناد ضعیف ہے۔ (ضعیف سنن النسائی: ۲۳۲-۲۶۰)

روایات یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے پاس مختلف اوقات میں پندرہ گھوڑے تھے رسول اللہ ﷺ ان کو گھڑ دوڑ کے مقابلوں میں شامل کرتے۔ آپ دورانِ مقابلہ عام مجمع میں تشریف فرما ہوتے اور آگے نکلنے والے گھوڑے اور اس کے سوار کے لیے مسرت کا اظہار فرماتے۔

”الاکتفاء“ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر شہر میں مسلمانوں کے مال (غنیمت) سے بچنے والے مال سے جہاد کے لیے گھوڑے تیار کروا کر رکھے ہوئے تھے۔ صرف کوفہ میں چار ہزار گھوڑے تیار رہتے تھے۔ موسم سرما میں ان کو کوفہ کے دارالامارت کے بائیں طرف سامنے کے رخ رکھا جاتا تھا اس جگہ کو آری کہتے تھے ان کی چراگاہ کوفہ اور فرات کے درمیان عاقول نامی جگہ پر تھی۔ عجمیوں نے اس کا نام آخور الشاہجہان یعنی حکمرانوں کی چراگاہ رکھ دیا تھا۔ ان کے نگران سلیمان بن ربیعہ الباہلی تھے وہ بعض اہل کوفہ کے ساتھ ہر روز ان کو دوڑاتے تھے۔ بصرہ میں بھی تقریباً چار ہزار گھوڑے موجود تھے ان کے نگران جزء بن معاویہ تھے۔ اسی طرح ہر شہر میں تقریباً اتنے گھوڑے ہر وقت تیار رکھے جاتے تھے۔

”الاستیعاب“ میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمدہ قسم کے گھوڑوں کا ریکارڈ رکھا۔ امام نووی کی ”التہذیب“ میں ہے رسول اللہ ﷺ کے متعدد گھوڑے تھے آپ کا سب سے پہلا گھوڑا السکب تھا یہ سبک رفتار پنج کلیان گھوڑا تھا یہ پہلا گھوڑا ہے جس پر سوار ہو کر آپ نے غزوہ میں شرکت فرمائی آپ کا دوسرا گھوڑا سبقہ تھا آپ کا یہ گھوڑا گھڑ دوڑ کے مقابلہ میں شریک ہوا اور سبقت حاصل کی ایک اور گھوڑے کا نام المرتجز تھا یہ وہی گھوڑا ہے جسے آپ نے اعرابی سے خریدا تھا اور حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کے حق میں گواہی دی تھی۔

سہل بن سعد کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے تین گھوڑے تھے: (۱) لُزَاز (۲) الظَّرب (۳) اللُّحَيف یا اللُّخَيف۔ لُزَاز مقوقس نے، لُحَيف ربیعہ بن البراء نے اور ظرب فروہ بن عمر الجذامی نے آپ کو بطور تحفہ پیش کیا تھا۔ آپ کے ایک گھوڑے کا نام الورد تھا یہ حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمادیا۔ آپ کے پاس دلدل تھا جس پر سوار ہو کر آپ سفر فرماتے تھے دلدل آپ ﷺ کے وصال کے بعد زندہ رہا یہ بہت بوڑھا ہو گیا تھا اس کے دانت گر گئے تھے اسے جو کھلائے جاتے تھے دلدل بیچ میں مرا۔

حضور ﷺ کی اونٹنی کا نام العُضباء تھا اسے الجذعاء بھی کہا گیا ہے دوسری اونٹنی القُصواء تھی۔ بعض حضرات کا کہنا ہے: یہ تین اونٹنیاں تھیں۔ آپ کے دراز گوش کا نام عفیر تھا۔ ایک وقت میں آپ کے پاس بیس دودھیل اونٹنیاں سو بکریاں تین نیزے تین کمانیں چھ تلواریں دوزرہیں اور ڈھال تھیں۔ تفصیلات کے لیے چھ جلدوں پر مشتمل علامہ تقی المقریزی کی کتاب بنام ”امتاع الاسماع بما للرسول من الانباء والاموال والحفدة والمتاع“ ملاحظہ کیجئے۔



## فائدہ

”حواشی ابن غازی علی الصحیح“ میں راوی کے اس قول پر کہ سلف زرگھوڑے پر سواری پسند کرتے تھے ابن بطل کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ سلف سے گھوڑی کی سواری منقول نہیں ہے البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق مذکور ہے کہ آپ کے پاس بلقاء نامی گھوڑی تھی۔

## حیرت انگیز بات

”الاصابہ“ میں حافظ ابن حجر نے جلیل القدر صحابی حضرت زبرقان بن بدر بن امری القیس التمیمی السعدی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں الکوکبی سے ذکر کیا ہے کہ آپ خلیفہ عبد الملک کے پاس تشریف لائے اور اسے پچیس گھوڑے پیش کئے۔ ہر گھوڑے کے باپ اور ماں کا نسب بیان کیا اور ہر گھوڑے کے لیے الگ الگ قسم کے جملے اور کیے۔ عبد الملک نے کہا: میرے لیے گھوڑوں کے نسب کی معرفت سے زیادہ تعجب خیر امران کا پچیس مرتبہ مختلف الفاظ سے قسم کھانا ہے۔ ۵۸۸

## رسول اللہ ﷺ کی سواری پر زین کسنے والے حضرات

ابن حبان الاصبہانی کی کتاب ”اخلاق النبی ﷺ“ میں ابو عبد الرحمن الفہری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میر شدید گرمی کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں حاضر تھا حضور ﷺ نے فرمایا: بلال! میرے گھوڑے پر زین ڈال دو بلال رضی اللہ عنہ نے منہ سے تیار کردہ پتلی سی زین نکالی جس میں اکڑ اور سختی نہ تھی۔ ۵۸۹

مسند ابو داؤد الطیالسی میں حضرت ابو عبد الرحمن الفہری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے پھر واقعہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! آپ اس وقت ایک ایسے درخت کے نیچے تھے جس کا سایہ پرندے کے پر کے برابر تھا بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: لبیک وسعدیک حضور میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔ ارشاد فرمایا: میرے لیے گھوڑے پر زین گس دو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھجور کی چھال سے تیار کردہ زین لائے جس میں کسی قسم کی سختی اور اکڑ نہ تھی۔

## رسول اللہ ﷺ کی سواری کی زین کی حقیقت

ابن حبان کی کتاب میں ہے زین منہ سے (اون یا بالوں کو جما کر پانی سے بھگو کر تیار کردہ کپڑا) کی تھی الطیالسی اور البجستانی سے منقول ہے کہ کھجور کی چھال سے تیار کردہ تھی اہل عرب کے اشعار میں ان کی زینوں کا منہ سے ہونا بیان ہوا ہے۔

۵۸۸ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۵۴۳-۵۴۴ (رقم: ۲۷۸۲) بلا سند میرے خیال میں یہ روایت صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

۵۸۹ احمد ج ۵ ص ۲۸۶ طیالسی ۲۳۷۲ دارمی ۵۴۵۶ ابو داؤد ۵۲۱۱ دولابی ”الکئی“ ج ۱ ص ۴۲ طبرانی ”الکبیر“ ج ۲ ص ۴۱ از ابو عبد الرحمن الفہری رضی اللہ عنہ ابو داؤد نے اسے عمدہ حدیث کہا ہے۔



## سواری کے وقت رسول اللہ ﷺ کی رکاب تھامنے والے

امام نسائی نے عبد اللہ بن بسر کی ان کے والد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے آخر میں ہے: پھر رسول اللہ ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار ہونے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں آپ کی رکاب تھامنے کو اٹھا۔<sup>۵۹</sup>

## سواری کے وقت سوار کے کپڑے زین کے پاس سمیٹ دینا

الثعالبی نے ”فقه اللغة“ میں اور المطرزی نے ”الیواقیت“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک سریہ میں روانہ فرمایا میں نے دیکھا: آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو لباس پہنایا اور عمامہ باندھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سوار ہوئے میں نے دیکھا: نبی ﷺ ان کے لیے دعا فرما رہے تھے اور ان کو وصیت کر رہے تھے اور ان کے کپڑوں کو زین کے پاس جمع کر دیا۔<sup>۵۹</sup>

## رسول اللہ ﷺ کے گھوڑوں کو گھڑ دوڑ میں دوڑانے والے حضرات

### فصل اول: رسول اللہ ﷺ کی طرف سے گھڑ دوڑ کے مقابلے

صحیح البخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے گھڑ دوڑ کے لیے تیار کردہ گھوڑوں میں دوڑ کا مقابلہ کرایا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے اس مقابلہ میں حصہ لیا۔<sup>۵۹۲</sup>

### فصل دوم: گھڑ دوڑ میں شریک رسول اللہ ﷺ کا گھوڑا اور اس کے سوار

ابو عبید البکری نے زہری سے ذکر کیا ہے کہ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے الطرب نامی گھوڑے پر گھڑ دوڑ کے مقابلہ میں حصہ لیا، رسول اللہ ﷺ نے سبقت حاصل کرنے پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ کو یمنی چادر پہنائی۔

حضرت ابواسید الساعدی رضی اللہ عنہ گھڑ دوڑ کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے پر سب سے سبقت لے گئے جب گھوڑا سامنے آیا رسول اللہ ﷺ اپنے گھنٹوں کے بل کھڑے ہوئے اور لوگوں کی قطار سے آگے نکل

<sup>۵۹۰</sup> صحیح حدیث۔ احمد ج ۴ ص ۱۸۸-۱۸۹، مسلم: ۲۰۴۲، ابوداؤد: ۳۷۲۹، ترمذی: ۳۵۷۶، نسائی: ”اليوم والليلة“ ۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴، ابن حبان: ۲۹۷، از عبد اللہ بن بسر السلمی رضی اللہ عنہ۔ مذکورہ بالا جملہ اس طویل حدیث کا آخری جملہ ہے۔

<sup>۵۹۱</sup> ابن الجوزی ”غریب الحدیث“ ج ۱ ص ۵۹۵-۵۹۶، ابن الاثیر ”النهاية“ ج ۳ ص ۳۹، بلا سند

<sup>۵۹۲</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۴۲۰، ۲۸۷۰-۲۸۷۱، مسلم: ۷۳۳۶، ابوداؤد: ۲۵۷۵، ترمذی: ۱۶۹۹، نسائی ج ۶ ص ۲۲۶، ابن ماجہ: ۲۸۷۷

احمد ج ۲ ص ۱۱-۵۵-۵۶، دارمی ج ۲ ص ۲۱۲، ابویعلیٰ: ۵۸۳۹، بغوی ”شرح السنہ“: ۲۶۵۰، از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

آئے اور فرمایا: یہ گویا سمندر ہے اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ کو یمنی حلقہ پہنایا۔ ۵۹۳

امام بخاری نے صحیح البخاری میں اس موضوع پر تین عنوانات ذکر کیے ہیں: گھڑ دوڑ کے مقابلے، گھڑ دوڑ کے لیے گھوڑوں کی تیاری اور گھڑ دوڑ کے تیار کردہ گھوڑوں کے درمیان مقابلہ۔ ۵۹۴

امام ترمذی نے بھی ”باب المراهنة على الخيل“ کا عنوان قائم کیا ہے۔ ۵۹۵ (فتح الباری ج ۶ ص ۸۳-۸۵)

## اونٹنی کے کجاوہ پر مامور خدام

ابن جماعہ اور قسطلانی نے رسول اللہ ﷺ کے خدام میں حضرت اسلم بن شریک بن عوف رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: آپ رسول اللہ ﷺ کے کجاوے والے تھے۔

علامہ زرقانی نے کہا: یعنی آپ بوقت ضرورت کجاوہ اتارتے اور کتے تھے۔

”معجم الطبرانی“ میں از طریق یثیم بن رزق از والد خود از اسلم بن شریک الاشجعی از ربیع بن بدر از بدر از والد خود از اسلم رضی اللہ عنہ مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی ﷺ کی خدمت رہتا تھا اور آپ کے لیے کجاوہ کستا تھا آپ نے ایک دن مجھ سے ارشاد فرمایا: اے اسلم! اٹھو کجاوہ کسو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جلی ہو گیا ہوں۔

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ ہی سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی پر کجاوہ کستا تھا، ایک ٹھنڈی رات میں میں جنبی ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے کجاوہ کسنے کا ارادہ فرمایا، میں نے حالت جنابت میں آپ کی اونٹنی پر کجاوہ کسنے کو ناپسند کیا، میں نے پانی گرم کیا، غسل کیا، پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سے جا ملا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلم! کیا بات ہے آج تم نے کجاوہ دوسری طرح کسا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج کجاوہ ایک انصاری نے کسا ہے، فرمایا: کیوں؟ میں نے عرض کیا: میں جنبی ہو گیا تھا اس لیے میں نے اسے کجاوہ کسنے کو کہا۔ ۵۹۶

”الاصابہ“ میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ شیخ مغلطائی نے شرح بخاری میں جاحظ کی ”کتاب البرہان“ کے حوالہ سے ابتدائے تیمم کی نسبت اسلم رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے، بکثرت معلومات کے حامل ہونے کے باوجود یہ ان کی شدید کوتاہی اور تقصیر ہے۔ ۵۹۷

امام حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت براء بن مالک رضی اللہ

۵۹۳ کے از مراسل زہری۔

۵۹۴ فتح الباری ج ۶ ص ۸۳-۸۴ باب ۵۸۵۶۔

۵۹۵ سنن الترمذی ج ۴ ص ۲۰۵ کتاب الجہاد باب ۲۲۔

۵۹۶ ضعیف روایت۔ طبرانی ”المکبیر“ ج ۸ ص ۸۷۷ از اسلم بن شریک رضی اللہ عنہ۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۶۲ میں لڑائی نے کہا ہے بعض حضرات نے یثیم بن رزق پر جرح کی ہے۔

۵۹۷ الاصابہ ج ۱ ص ۳۷ (رقم: ۱۲۲)۔

عند بعض سفروں میں نبی ﷺ کی سواری کو ہانکتے تھے۔ ۵۹۸

”الاستبصار“ میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ کی پہچان رسول اللہ ﷺ کے کجاوہ والے تھی۔ ۵۹۹

### رسول اللہ ﷺ کے خچر پر مامور خدام

ابن جماعہ نے ”مختصر السیر“ میں رسول اللہ ﷺ کے خادم حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے ذکر میں کہا ہے: آپ رسول اللہ ﷺ کے خچر پر مامور تھے دوران سفر اس کی لگام تھام کر آگے آگے چلتے تھے۔ ۶۰۰

”شرح المواہب“ (ج ۳ ص ۲۴۱) میں علامہ زرقانی کہتے ہیں: خچر کی لگام تھام کر چلنے میں حکمت یہ تھی کہ حضور ﷺ کے آرام کا خیال رکھا جائے جانور بلندی پر چڑھتے ہوئے یا بلندی سے نیچے اترتے ہوئے عدم توازن کا شکار نہ ہو یا وہ راستے سے نہ ہٹے رسول اللہ ﷺ دوران سفر عبادت یعنی نوافل وغیرہ میں مشغول رہتے تھے اور جانور میں مشغولیت آپ کی عبادت میں خلل کا باعث ہوتی۔ اس تقریر کی اصل الشبر املسی کے ہاں ہے۔

علامہ کتابی لکھتے ہیں: حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی اس خدمت گزاری کا ذکر مسند احمد ابوداؤد اور نسائی میں بھی ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فقہ اور علم میراث کے عالم اور قادر الکلام شاعر تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں مصر کے والی رہے۔ ۶۰۱

### فائدہ

”اوائل السیوطی“ میں ہے اسلام میں سب سے پہلے جس خچر پر سواری کی گئی وہ دلدل ہے یہ خچر مقوقس والی مصر نے آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا اسے محمد بن سعد کے حوالہ سے محمد بن ابراہیم اسمیعی سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اہل مدینہ نے سب سے پہلے شہباء خچر دیکھا یہ خچر فروہ بن عمرو الجذامی نے نبی ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا۔

”الاصابہ“ (ص ۱۵۳) میں حضرت بسر بن ابی بسر المازنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ابن السکن نے حضرت بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خچر پر سوار ان کے ہاں تشریف لائے ہم اس خچر کو شامی دراز گوش کہتے تھے۔ ۶۰۲

۵۹۸ صحیح حدیث۔ حاکم ”المستدرک“ ج ۳ ص ۲۹۱ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔ ذہبی بھی حاکم کے ہم خیال ہیں۔

۵۹۹ الاصابہ ج ۳ ص ۳۰۵ (رقم: ۷۴۴۴)

۶۰۰ الاصابہ ج ۲ ص ۴۸۹ (رقم: ۵۶۰۱)

۶۰۱ الاصابہ ج ۲ ص ۴۸۹ (رقم: ۵۶۰۱)

۶۰۲ ضعیف روایت۔ الاصابہ ج ۱ ص ۱۴۸ (رقم: ۶۴۳) میں ہے اس حدیث کو ابن السکن نے از طریق معاویہ بن صالح روایت کیا ہے

اور معاویہ بن صالح ضعیف راوی ہے۔ (المجرع والتعذیل ج ۸ ص ۲۸۲-۲۸۳)

”الاصابہ“ میں حضرت فروہ بن عامر الجذامی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ عرب سے متصل شامی علاقہ کے گورنر تھے ان کی رہائش معان میں تھی یہ علاقہ رومیوں کے ماتحت تھا حافظ ابن حجر نے ان کا مسلمان ہونا بیان کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت فروہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں سفید خچر بطور ہدیہ روانہ کیا تھا۔ ۱۰۳

”تشیف المسامع علی الصحيح الجامع“ میں کتاب بدء الخلق کے آخر میں راوی کے قول ”نبی ﷺ سے گدھوں کے بارے میں سوال کیا گیا“ پر ابن عربی کا یہ قول مذکور ہے کہ سائل کا گدھوں کے بارے میں سوال اس لیے تھا کہ گدھے میں گھوڑے جیسی کروفر نہیں ہوتی ان کے پاس خچر نہیں تھے حجاز میں آنے والا سب سے پہلا خچر دلدل تھا جو مقوقس والی مصر نے نبی ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا۔

”الطبقات“ میں ابن سعد مقوقس کی طرف سے نبی ﷺ کی خدمت میں دلدل بطور ہدیہ پیش کرنے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: عرب میں دلدل کے علاوہ کوئی خچر نہ تھا۔ دوسرے سیرت نگاروں نے دلدل کے علاوہ بھی حضور ﷺ کے خچروں کا ذکر کیا ہے شاید یہ دلدل کے بعد آئے ہوں گے۔ کتب سیرت میں ہے: رسول اللہ ﷺ کا گھوڑا المرتجز آپ کا دراز گوش عفیر آپ کی اونٹنی قصواء جس پر آپ نے دوران ہجرت سواری کی اور آپ کا خچر سفید رنگ کے تھے۔

## سواری کی لگام پکڑ کر چلنے والے خدام

گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ دوران سفر حضور ﷺ کے خچر کی لگام پکڑ کر آگے آگے چلتے تھے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: میں نے حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کے ساتھ حج کیا میں نے اسامہ اور بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا ان میں سے ایک نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے نے آپ کو گرمی سے بچانے کے لیے کپڑے سے سایہ کیا ہوا تھا یہاں تک کہ آپ نے جمرہ عقبہ کی رمی کی۔ ۱۰۴

الطبری نے ذکر کیا ہے کہ حسن الاسلمی اور خالد بن یسار الغفاری رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی سواری کی لگام پکڑ کر چلتے تھے۔ (المواہب ج ۳ ص ۳۲۵)

۱۰۳۔ ضعیف روایت۔ الاصابہ ج ۳ ص ۲۱۳ (رقم: ۷۰۲۰) از ابن اسحاق بلا سند۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے: اس روایت کو ابن شایبہ اور ابن مندہ نے بھی از طریق زہری نقل کیا ہے اس کی سند ضعیف ہے۔

۱۰۴۔ صحیح حدیث۔ مسلم: (۳۱۱) (۳۱۲) (۱۲۹۸) (۱۸۳۸) احمد ج ۶ ص ۴۰۲۔ ابوداؤد: ۱۸۳۳ نسائی ج ۷ ص ۱۵۴ ترمذی: ۱۷۰۶

ابن ماجہ: ۱۸۶۱ الطبرانی ”الکبیر“ ج ۲۵ ص ۳۸۲۳۷۷ ابن ابی عاصم ”السنن“ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴ ابن حبان: ۳۵۶۳ سنن ”السنن“ ج ۷ ص ۱۵۵ از ام الحصین رضی اللہ عنہا

## رسول اللہ ﷺ کی سواری کو ہنکانے والے خدام

”الاصابہ“ میں حضرت حسان الاسلمی رضی اللہ عنہ کے ذکر میں الطبری سے نقل کیا ہے کہ حضرت حسان الاسلمی اور حضرت خالد بن یسار الغفاری رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی سواری کو ہانکتے تھے۔<sup>۶۰۵</sup> (ابن فتحون ج ۲ ص ۱۰)

”الاستبصار فی انساب الانصار“ میں ہے حضرت حارث بن الصممہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ کی سواری کو ہنکاتے تھے۔ شاعر کہتا ہے:

اے پروردگار! حارث بن صممہ ذمہ دار سچا اور وفادار ہے۔

جس نے سخت اندھیری رات میں اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن ادا کی ہیں۔

وہ امت کے بادی نبی ﷺ کی سواری کو ہانک کر رفتہ رفتہ جنت کی طرف رواں دواں رہے۔<sup>۶۰۶</sup>

## رسول اللہ ﷺ کے بدنہ (ہدیٰ قربانی کے جانور) کو ہنکانے والے

”الاصابہ“ میں حضرت خالد بن یسار بن عوف الغفاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن الکھی سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ کے بدن (اونٹ یا گائے جس کی مکہ میں قربانی کی جائے) کو ہنکانے والے حضرت خالد بن یسار اور حضرت حسان الاسلمی رضی اللہ عنہما تھے۔ اسے ابن شامین اور الطبری نے ذکر کیا ہے۔<sup>۶۰۷</sup> (ج ۲ ص ۹۲)

## نبی ﷺ کے بدن کے نگران

”الاصابہ“ میں حضرت ناجیہ بن جندب الاسلمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ نبی ﷺ کے بدن کے نگران تھے۔<sup>۶۰۸</sup>

## نبی ﷺ کی دودھیل اونٹنیوں کے چرواہے

حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں حضرت ذر بن ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں کہا ہے کہ حافظ شرف الدین الدمیاطی نے اپنی سیرت کی کتاب میں ذکر کیا ہے آپ غابہ میں رسول اللہ ﷺ کی دودھیل اونٹنیوں کے چرواہے تھے۔<sup>۶۰۹</sup>

۶۰۵ الاصابہ ج ۱ ص ۳۲۸ (رقم: ۱۷۱۱) از طبری بلا اسناد

۶۰۶ الاصابہ ج ۱ ص ۲۸۱ (رقم: ۱۴۲۶)

۶۰۷ الاصابہ ج ۱ ص ۴۰۷ (رقم: ۲۱۷۰) از ابن الکھی ابن الکھی محدثین کے عرف میں کذاب ہے۔

۶۰۸ نہایت ضعیف۔ الاصابہ ج ۳ ص ۵۴۱ (رقم: ۸۶۳۲) میں ہے اسے ابن اسحاق نے بعض اہل علم کے حوالہ سے روایت کیا ہے اس کے اسناد میں مجاہل ہیں۔

۶۰۹ الاصابہ ج ۱ ص ۲۸۱ (رقم: ۲۴۳۲) از ”سیرت“ دمیاطی بلا اسناد۔

”الاصابہ“ ہی میں حضرت عریب الملکی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن اسکن سے منقول ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے چرواہے تھے۔<sup>۱۱۰</sup> (ج ۲ ص ۲۴۰)

## نبی ﷺ کی دودھیل اونٹنیوں کے نگران

”الاصابہ“ میں نبی ﷺ کے غلام حضرت رباح رضی اللہ عنہ کو ان کا نگران بتایا گیا ہے۔<sup>۱۱۱</sup>

## نبی ﷺ کے گھوڑوں کے نگران (سائیس)

”الاصابہ“ میں حضرت سعد بن مالک الساعدی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں مذکور ہے کہ ابو نعیم نے از ابو العباس از والد خود از جد خود روایت کیا ہے کہ میرے والد کے پاس (نگرانی میں) نبی ﷺ کے گھوڑے تھے۔<sup>۱۱۲</sup>

## نبی ﷺ کے شتر بان

”الاصابہ“ میں حضرت عبد الملک بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ان کا بیان ہے کہ میں حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں آپ کا شتر بان (اونٹوں کا رکھوالا) تھا۔ یہ ابن الامین کی دریافت ہے۔<sup>۱۱۳</sup> اسی طرح الاختصار میں ہے، لیکن وہاں عبد الملک بن ابی کثیر مرقوم ہے اور یہ کہ آپ حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حاضر خدمت ہوئے اور آپ رسول اللہ ﷺ کے شتر بان تھے۔ مصر سے مطبوعہ نسخہ میں مؤلف کی تحریر کے مطابق ابن ابی کثیر ہے، التجرید میں ابن بشکوال کے حوالہ سے العراقی نے ابن ابی کثیر ہی کہا ہے لیکن ہندوستان کے مطبوعہ نسخہ میں تصحیف کی گئی ہے۔

## غزوہ خیبر میں نبی ﷺ کی سواری کو روکنے والے خادم

”الاصابہ“ میں نبی ﷺ کے غلام حضرت کر کرہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں الواقدی سے منقول ہے کہ حضرت کر کرہ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں جنگ کے دوران نبی ﷺ کی سواری کے جانور کو روکے ہوئے تھے۔<sup>۱۱۴</sup>

۱۱۰۔ الاصابہ ج ۲ ص ۲۷۹ (رقم: ۵۵۳۵) از ابن اسکن بلا اسناد۔

۱۱۱۔ الاصابہ ج ۱ ص ۵۰۲ (رقم: ۲۵۶۵) از بلا ذری بلا اسناد۔

۱۱۲۔ ضعیف روایت۔ الاصابہ ج ۲ ص ۳۴ (رقم: ۳۱۹۵) میں ہے اے ابو نعیم نے از ابو العباس۔۔۔۔۔ روایت کیا ہے۔ راوی ابو العباس مجہول ہے مجھے اس کا تذکرہ نہیں ملا۔

۱۱۳۔ الاصابہ ج ۲ ص ۴۳۱ (رقم: ۵۲۶۲) بلا اسناد بحوالہ ابن الامین۔

۱۱۴۔ الاصابہ ج ۳ ص ۲۹۳ (رقم: ۷۴۰۰) بلا اسناد از واقدی۔ واقدی محدثین کے نزدیک متہم بالکذب ہے۔

## اونٹنی پر سواری کے وقت نبی ﷺ کی رکاب تھامنے والے

”الاصابہ“ میں حضرت منقع بن الحصین التمیمی السعدی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ابن السکن نے آپ سے روایت کیا ہے انہوں نے (حضرت منقع رضی اللہ عنہ نے) نبی ﷺ کو اونٹنی پر سوار دیکھا، اسود نے آپ کی رکاب تھامی ہوئی تھی ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے سر انور کے برابر تھا، میں نے لوگوں میں ان جیسا دراز قامت شخص نہیں دیکھا۔<sup>۱۱۵</sup>

صحیح مسلم میں غزوہ حنین کے واقعہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اپنے خچر کو کفار کی طرف ایڑ لگا رہے تھے، میں خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور ابوسفیان بن الحرث رضی اللہ عنہ اس کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔<sup>۱۱۶</sup> امام بخاری نے کتاب المغازی میں ”باب الרכاب والغرز للذابة“ کا عنوان قائم کیا ہے۔

”الفجر الساطع“ میں ہے رکاب لوہے یا لکڑی کی ہوتی ہے اور یہ گھوڑے کے لیے ہوتی ہے اور غرز چمڑے کی ہوتی ہے اور یہ اونٹ کے لیے ہوتی ہے۔ امام بخاری نے رکاب اور غرز کے جواز کا ذکر کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو عدم ممانعت پر محمول کیا ہے جس میں ہے: رکاب کاٹ دو اور گھوڑے پر اچھل کر سواری کرو، ابن بطلان نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ان کو بغیر رکاب کے گھوڑے پر سوار ہونے کی مشق ہو۔

”الشفاء“ پر ابن التمسانی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے لوہے کی رکاب المہلب بن ابی صفرہ نے بنوائی۔

## رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑنے والے

”الاصابہ“ میں حضرت ابو کاہل الاحمسی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ان سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا: نبی ﷺ عید کے دن اونٹنی پر سوار خطبہ دے رہے ہیں اور حبشی نے اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی ہے۔<sup>۱۱۷</sup>

(بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۳۳۵)

صحیح البخاری کی کتاب العلم<sup>۱۱۸</sup> میں ارشاد نبوی ”رب مبلغ او غلی من سامع“<sup>۱۱۹</sup> کے زیر عنوان حضرت

۱۱۵ ضعیف روایت۔ الاصابہ ج ۳ ص ۴۶۴ (رقم: ۸۲۴۳) میں ہے اسے ابن السکن نے از طریق عصمہ بن بشیر روایت کیا ہے، عصمہ بن بشیر البراجمی کے تذکرہ میں ابن ابی حاتم ”الجرح والتعدیل“ ج ۷ ص ۲۰ میں بغیر جرح و تعدیل کے گذر گئے۔

۱۱۶ صحیح حدیث۔ مسلم: ۱۷۷۵، احمد: ۱۷۷۵، ”المستدرک“ ج ۱ ص ۲۰۷، عبد الرزاق: ”المصنف“ ۹: ۴۱، ابن ہشام: ”السیرۃ“ ج ۲ ص ۴۴۴، حاکم: ”المستدرک“ ج ۳ ص ۳۲۷-۳۲۸، از عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے ”صحیح السیرۃ النبویہ“ ص ۴۳۹-۴۴۰، رقم: ۶۹۲، شیخ ابراہیم العلی)

۱۱۷ حسن حدیث۔ احمد ج ۴ ص ۳۰۶، نسائی ج ۳ ص ۱۸۵، ابن ماجہ: ۱۲۸۳-۱۲۸۵، طبرانی ”الکبیر“ ج ۱۸ ص ۹۲۴-۹۲۵، از ابی کاہل قیس بن عاکثر رضی اللہ عنہ۔

۱۱۸ کتاب العلم: ۳، ج ۳ ص ۳۰۔

۱۱۹ صحیح البخاری باب: ۱۰، ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔



ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اپنے اونٹ پر تشریف فرما ہوئے اور ایک شخص نے اس کی مہار یا لگام تھامی۔<sup>۱۲۰</sup> فتح الباری میں ہے راوی کو شک ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے خطام کہا تھا یا زمام کہا تھا۔ یہ دونوں الفاظ اس ڈوری کے لیے بولے جاتے ہیں جسے اہل عرب بُدہ کہتے ہیں اور یہ اونٹ کی ناک کے حلقے سے بندھی ہوتی ہے۔ مہار پکڑنے والے صاحب کون تھے؟ بعض شارحین نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہے اور بطور سند نسائی کی یہ روایت پیش کی ہے کہ ام الحصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے حج کیا، میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے چل رہے تھے۔<sup>۱۲۱</sup>

سنن میں بروایت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ آیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھا پھر نبی ﷺ کا بعض خطبہ ذکر کیا۔ سابقہ عبارت میں مبہم انسان کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے تفسیر کرنے سے یہ توجیہ بہتر ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ مراد ہیں کیونکہ اسماعیلی کی روایت میں از ابن المبارک از ابن عون، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ موجود ہیں: میں نے یوم نحر کو رسول اللہ ﷺ کو اپنی اونٹنی پر دیکھا اور میں نے اونٹنی کی مہار پکڑ لی۔ راوی نے کہا: انہوں نے خطام کہا یا زمام کا لفظ بولنا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ شک کرنے والے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ نیچے کا راوی ہے۔

اونٹ کی مہار پکڑ کر رکھنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اونٹ مضطرب نہ ہو اور اپنے اضطراب سے سوار کو تشویش میں مبتلا نہ کر دے۔ (فتح الباری)

”اسد الغابہ“ میں مجھے ایسا واقعہ ملا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص نبی ﷺ کی طرف سے کسی خدمت پر مقرر کردہ شخص کے کام میں مداخلت کرے بلکہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام اس چیز کو پسند کرتے تھے کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری کو پورا کرے دوسرا مداخلت نہ کرے۔

چنانچہ ”اسد الغابہ“ میں حضرت سعد بن الازخرم کے تذکرہ میں ہے آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے آپ نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی آپ سے آپ کے بیٹے مغیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔

عیسیٰ بن یونس اور یحییٰ بن عیسیٰ اعمش سے وہ عمرو بن مرہ سے وہ مغیرہ بن سعد بن الازخرم سے وہ اپنے والد اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا میں آپ سے سوال کرنا چاہتا تھا مجھے بتا گیا: آپ عرفہ میں ہیں میں آپ کے پاس آیا اور آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی لوگ مجھ پر چیخے: اسے چھوڑو۔<sup>۱۲۲</sup>

۱۲۰ صحیح حدیث۔ بخاری: ۶۷-۱۰۵-۱۷۴-۳۱۹-۳۴۰-۳۶۶-۵۵۵-۷۰۷-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-۱۶۰۵-۱۶۰۶-۱۶۰۷-۱۶۰۸-۱۶۰۹-۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۱۴-۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸-۱۶۱۹-۱۶۲۰-۱۶۲۱-۱۶۲۲-۱۶۲۳-۱۶۲۴-۱۶۲۵-۱۶۲۶-۱۶۲۷-۱۶۲۸-۱۶۲۹-۱۶۳۰-۱۶۳۱-۱۶۳۲-۱۶۳۳-۱۶۳۴-۱۶۳۵-۱۶۳۶-۱۶۳۷-۱۶۳۸-۱۶۳۹-۱۶۴۰-۱۶۴۱-۱۶۴۲-۱۶۴۳-۱۶۴۴-۱۶۴۵-۱۶۴۶-۱۶۴۷-۱۶۴۸-۱۶۴۹-۱۶۵۰-۱۶۵۱-۱۶۵۲-۱۶۵۳-۱۶۵۴-۱۶۵۵-۱۶۵۶-۱۶۵۷-۱۶۵۸-۱۶۵۹-۱۶۶۰-۱۶۶۱-۱۶۶۲-۱۶۶۳-۱۶۶۴-۱۶۶۵-۱۶۶۶-۱۶۶۷-۱۶۶۸-۱۶۶۹-۱۶۷۰-۱۶۷۱-۱۶۷۲-۱۶۷۳-۱۶۷۴-۱۶۷۵-۱۶۷۶-۱۶۷۷-۱۶۷۸-۱۶۷۹-۱۶۸۰-۱۶۸۱-۱۶۸۲-۱۶۸۳-۱۶۸۴-۱۶۸۵-۱۶۸۶-۱۶۸۷-۱۶۸۸-۱۶۸۹-۱۶۹۰-۱۶۹۱-۱۶۹۲-۱۶۹۳-۱۶۹۴-۱۶۹۵-۱۶۹۶-۱۶۹۷-۱۶۹۸-۱۶۹۹-۱۷۰۰-۱۷۰۱-۱۷۰۲-۱۷۰۳-۱۷۰۴-۱۷۰۵-۱۷۰۶-۱۷۰۷-۱۷۰۸-۱۷۰۹-۱۷۱۰-۱۷۱۱-۱۷۱۲-۱۷۱۳-۱۷۱۴-۱۷۱۵-۱۷۱۶-۱۷۱۷-۱۷۱۸-۱۷۱۹-۱۷۲۰-۱۷۲۱-۱۷۲۲-۱۷۲۳-۱۷۲۴-۱۷۲۵-۱۷۲۶-۱۷۲۷-۱۷۲۸-۱۷۲۹-۱۷۳۰-۱۷۳۱-۱۷۳۲-۱۷۳۳-۱۷۳۴-۱۷۳۵-۱۷۳۶-۱۷۳۷-۱۷۳۸-۱۷۳۹-۱۷۴۰-۱۷۴۱-۱۷۴۲-۱۷۴۳-۱۷۴۴-۱۷۴۵-۱۷۴۶-۱۷۴۷-۱۷۴۸-۱۷۴۹-۱۷۵۰-۱۷۵۱-۱۷۵۲-۱۷۵۳-۱۷۵۴-۱۷۵۵-۱۷۵۶-۱۷۵۷-۱۷۵۸-۱۷۵۹-۱۷۶۰-۱۷۶۱-۱۷۶۲-۱۷۶۳-۱۷۶۴-۱۷۶۵-۱۷۶۶-۱۷۶۷-۱۷۶۸-۱۷۶۹-۱۷۷۰-۱۷۷۱-۱۷۷۲-۱۷۷۳-۱۷۷۴-۱۷۷۵-۱۷۷۶-۱۷۷۷-۱۷۷۸-۱۷۷۹-۱۷۸۰-۱۷۸۱-۱۷۸۲-۱۷۸۳-۱۷۸۴-۱۷۸۵-۱۷۸۶-۱۷۸۷-۱۷۸۸-۱۷۸۹-۱۷۹۰-۱۷۹۱-۱۷۹۲-۱۷۹۳-۱۷۹۴-۱۷۹۵-۱۷۹۶-۱۷۹۷-۱۷۹۸-۱۷۹۹-۱۸۰۰-۱۸۰۱-۱۸۰۲-۱۸۰۳-۱۸۰۴-۱۸۰۵-۱۸۰۶-۱۸۰۷-۱۸۰۸-۱۸۰۹-۱۸۱۰-۱۸۱۱-۱۸۱۲-۱۸۱۳-۱۸۱۴-۱۸۱۵-۱۸۱۶-۱۸۱۷-۱۸۱۸-۱۸۱۹-۱۸۲۰-۱۸۲۱-۱۸۲۲-۱۸۲۳-۱۸۲۴-۱۸۲۵-۱۸۲۶-۱۸۲۷-۱۸۲۸-۱۸۲۹-۱۸۳۰-۱۸۳۱-۱۸۳۲-۱۸۳۳-۱۸۳۴-۱۸۳۵-۱۸۳۶-۱۸۳۷-۱۸۳۸-۱۸۳۹-۱۸۴۰-۱۸۴۱-۱۸۴۲-۱۸۴۳-۱۸۴۴-۱۸۴۵-۱۸۴۶-۱۸۴۷-۱۸۴۸-۱۸۴۹-۱۸۵۰-۱۸۵۱-۱۸۵۲-۱۸۵۳-۱۸۵۴-۱۸۵۵-۱۸۵۶-۱۸۵۷-۱۸۵۸-۱۸۵۹-۱۸۶۰-۱۸۶۱-۱۸۶۲-۱۸۶۳-۱۸۶۴-۱۸۶۵-۱۸۶۶-۱۸۶۷-۱۸۶۸-۱۸۶۹-۱۸۷۰-۱۸۷۱-۱۸۷۲-۱۸۷۳-۱۸۷۴-۱۸۷۵-۱۸۷۶-۱۸۷۷-۱۸۷۸-۱۸۷۹-۱۸۸۰-۱۸۸۱-۱۸۸۲-۱۸۸۳-۱۸۸۴-۱۸۸۵-۱۸۸۶-۱۸۸۷-۱۸۸۸-۱۸۸۹-۱۸۹۰-۱۸۹۱-۱۸۹۲-۱۸۹۳-۱۸۹۴-۱۸۹۵-۱۸۹۶-۱۸۹۷-۱۸۹۸-۱۸۹۹-۱۹۰۰-۱۹۰۱-۱۹۰۲-۱۹۰۳-۱۹۰۴-۱۹۰۵-۱۹۰۶-۱۹۰۷-۱۹۰۸-۱۹۰۹-۱۹۱۰-۱۹۱۱-۱۹۱۲-۱۹۱۳-۱۹۱۴-۱۹۱۵-۱۹۱۶-۱۹۱۷-۱۹۱۸-۱۹۱۹-۱۹۲۰-۱۹۲۱-۱۹۲۲-۱۹۲۳-۱۹۲۴-۱۹۲۵-۱۹۲۶-۱۹۲۷-۱۹۲۸-۱۹۲۹-۱۹۳۰-۱۹۳۱-۱۹۳۲-۱۹۳۳-۱۹۳۴-۱۹۳۵-۱۹۳۶-۱۹۳۷-۱۹۳۸-۱۹۳۹-۱۹۴۰-۱۹۴۱-۱۹۴۲-۱۹۴۳-۱۹۴۴-۱۹۴۵-۱۹۴۶-۱۹۴۷-۱۹۴۸-۱۹۴۹-۱۹۵۰-۱۹۵۱-۱۹۵۲-۱۹۵۳-۱۹۵۴-۱۹۵۵-۱۹۵۶-۱۹۵۷-۱۹۵۸-۱۹۵۹-۱۹۶۰-۱۹۶۱-۱۹۶۲-۱۹۶۳-۱۹۶۴-۱۹۶۵-۱۹۶۶-۱۹۶۷-۱۹۶۸-۱۹۶۹-۱۹۷۰-۱۹۷۱-۱۹۷۲-۱۹۷۳-۱۹۷۴-۱۹۷۵-۱۹۷۶-۱۹۷۷-۱۹۷۸-۱۹۷۹-۱۹۸۰-۱۹۸۱-۱۹۸۲-۱۹۸۳-۱۹۸۴-۱۹۸۵-۱۹۸۶-۱۹۸۷-۱۹۸۸-۱۹۸۹-۱۹۹۰-۱۹۹۱-۱۹۹۲-۱۹۹۳-۱۹۹۴-۱۹۹۵-۱۹۹۶-۱۹۹۷-۱۹۹۸-۱۹۹۹-۲۰۰۰-۲۰۰۱-۲۰۰۲-۲۰۰۳-۲۰۰۴-۲۰۰۵-۲۰۰۶-۲۰۰۷-۲۰۰۸-۲۰۰۹-۲۰۱۰-۲۰۱۱-۲۰۱۲-۲۰۱۳-۲۰۱۴-۲۰۱۵-۲۰۱۶-۲۰۱۷-۲۰۱۸-۲۰۱۹-۲۰۲۰-۲۰۲۱-۲۰۲۲-۲۰۲۳-۲۰۲۴-۲۰۲۵-۲۰۲۶-۲۰۲۷-۲۰۲۸-۲۰۲۹-۲۰۳۰-۲۰۳۱-۲۰۳۲-۲۰۳۳-۲۰۳۴-۲۰۳۵

پھر پورا واقعہ بیان کیا۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۶۷) اس واقعہ کے آخر میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: اونٹنی کو چھوڑ دو۔ اسے ابو احمد العسکری نے ذکر کیا ہے۔

### حدی خواں (مخصوص گانے کے ذریعہ اونٹوں کو ہنکانے والے)

”سنن النسائی“ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابن رواحہ! نیچے اترو اور سواریوں کو حرکت دو (حدی خوانی کرو تا کہ اونٹ اپنی رفتار تیز کریں) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے حدی خوانی چھوڑ دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سنو اور اطاعت کرو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نیچے کودا اور میں نے کہا: ۳۲۳ اللہم لو لا انت ما اہتدینا۔

”سنن النسائی“ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس رات کو رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز سے سو گئے تھے یہاں تک کہ سورج نکل آیا تھا ہمارے ساتھ دو حدی خوان تھے۔ ۳۲۴

”مسند ابی داؤد الطیالسی“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ خواتین (کی سواریوں) کے حدی خوان تھے اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ مردوں کے لیے حدی خوان تھے۔ حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ خوش آواز تھے جب حدی خوانی کرتے اونٹوں کی رفتار تیز ہو جاتی، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے انجشہ! صبر سے کام لو جلدی نہ کرو شیشے ہیں۔ آپ نے خواتین کو ان کے دلوں کی کمزوری کی وجہ سے شیشے کے برتنوں سے تشبیہ دی ۳۲۵۔ (کہ کانچ کے برتن چوٹ برداشت نہیں کرتے)۔

(بقیہ حاشیہ: ۶۲۲) (یعنی از والد خود یا از عم خود) ترمذی وغیرہ میں سعد الاخرم کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بخاری اور ابوحاتم نے سعد کو تابعین میں شمار کیا ہے اس کے عم (چچا) کا نام عبداللہ ہے۔

ابو احمد العسکری نے کہا ہے: امام بخاری کہتے ہیں: یہ حدیث از مغیرہ بن عبداللہ الیشکری مروی ہے اور اسے عثمان بن ابی شیبہ از جریر از عمش نقل کرنے کے بعد کہا ہے: اس میں مغیرہ بن عبداللہ الیشکری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ امام بخاری کے اس تبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مغیرہ بن عبداللہ صحابی نہیں بلکہ تابعین میں سے ہے اور حدیث مرسل ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۲۳ نسائی بیہقی ”السنن“ ۲۲۷-۲۲۸ از عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ اس میں یہ اضافہ ہے:

وما تصدقنا ولا صلینا فانزلن مسکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

۳۲۴ صحیح حدیث۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۱ ص ۵۵۰ الاوسط: ۵۲ مجمع البحرین: بزار ج ۱ ص ۳۰۹-۳۱۰ از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ ج ۱ ص ۳۲۴ میں بزار کا حوالہ دیئے بغیر اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔

۳۲۵ صحیح حدیث۔ بخاری: ۶۱۶۱-۶۱۶۹-۶۲۱۰ مسلم: ۲۳۲۳ طیالسی: ۲۰۳۸ احمد: ج ۳ ص ۲۲۷-۲۵۲ حمیدی: ۱۲۰۹ ابویعلیٰ: ۲۸۰۹۔

۲۸۱۰-۲۸۱۸-۳۱۲۶ ابن حبان: ۵۸۰۳ تا ۵۸۰۰ بیہقی ”السنن“ ج ۱ ص ۲۰۰-۲۲۷ بغوی: ۳۵۷۸-۳۵۷۹ از انس بن مالک

رضی اللہ عنہ۔

## حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ہدی کے جانوروں کے نگران

نبی ﷺ حجۃ الوداع کے لیے روانہ ہوئے آپ کے ساتھ ہدی (حرم میں بھیجے جانے والے قربانی کے جانور) کے بہت سے جانور تھے طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے حضرت ناجیہ بن جندب الاسلمی رضی اللہ عنہ کو ان پر نگران مقرر فرمایا تھا مدینہ طیبہ سے لے جائے جانے والے تمام جانوروں کے نگران آپ ہی تھے۔ ۱۲۶

## رسول اللہ ﷺ کے اسلحہ اور اسلحہ کے نگران

ابن اسحاق کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو نجد کی طرف گھوڑے اور اسلحہ خریدنے کے لیے بھیجا رسول اللہ ﷺ کے پاس اس دور کے وہ تمام ہتھیار موجود تھے جن سے اس وقت کی اقوام کام لیتی تھیں۔ آپ کے پاس نوتلواریں تھیں جن میں سے ہر تلوار کا خاص نام تھا۔ شیخ سراج البلقینی کے پوتے شیخ عبدالباسط نے اپنے ان اشعار میں حضور ﷺ کی تلواروں کے نام ذکر کیے ہیں:

- (۱) ہمارے ہادی ﷺ کے پاس نوتلواریں تھیں: رسول، مخذم اور ذوالفقار
  - (۲) قضیب، خف، البتار، غضب، قلعی اور ماثور۔
  - (۳) اس تعداد میں حکمت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے مشابہت ہے، یہ سب تلواریں دشمن کے لیے باعث ہلاکت تھیں۔
- بعض سیرت نگاروں نے المعصوب نامی آپ کی ایک اور تلوار کا پتہ چلایا ہے بدرالقرانی کہتے ہیں: یہ بھی نبی ﷺ کی تلوار تھی۔ ”شرح ابن الطیب الشرقی علی سیرۃ ابن الجزری“ میں آپ کی ایک اور تلوار الصمصامہ کا ذکر آیا ہے۔ ”حسم، غضب، فقر اور رجب کے مادہ کی تحقیق کے لیے“ ”القاموس“ پر ابن الطیب کے حواشی ملاحظہ کریں۔

## رسول اللہ ﷺ کی تلوار کہاں رہتی تھی؟

تلوار حماکل کرنے میں نبی ﷺ کی سنت اسے گردن مبارک میں لٹکانا ہے جیسا کہ ابن الجوزی نے کہا ہے آج کل کے عرف کی طرح کمر میں باندھنا نہیں ہے۔ علامہ زرقانی نے ”شرح المواہب“ (ج ۲ ص ۳۳۵) میں نقل کیا ہے کہ ایک رات اہل مدینہ گھبرا گئے لوگ آواز کی سمت گئے ان کو رسول اللہ ﷺ ملے آپ آواز کی سمت سے واپس شریف لارہے تھے آپ معاملے کی چھان بین کرنے گئے تھے۔ آپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے تلوار آپ کے گلے میں حائل تھی، آپ فرما رہے تھے: بالکل نہ گھبراؤ۔<sup>۱۲۷</sup> یہ حدیث صحیحین، ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہے۔

علامہ زرقانی اس جملے پر کہ ”تلوار آپ کی گردن میں تھی“ لکھتے ہیں: تلوار کی حائل آپ کی گردن مبارک میں لٹک رہی تھی۔ علامہ خفاجی نے بھی ”شرح الشفاء“ میں یہی لکھا ہے کہ تلوار کی حائل آپ کی گردن مبارک میں تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تلوار ساتھ رکھنے میں سنت یہی ہے جیسا کہ ابن الجوزی نے کہا ہے: تلوار کمر سے باندھنا مسنون نہیں۔

علامہ زرقانی نے غزوہ احد کے تذکرہ میں کہا ہے: حضور ﷺ نے تلوار لٹکانے والا حلقہ اپنے دائیں کندھے پر رکھا اور تلوار آپ کی بائیں بغل کے نیچے تھی۔ ابن سعد نے کہا: آپ نے زرہ پہنی اور اس کو درمیان میں تلوار کی حائل کے چمڑے کے منطقہ سے باندھ کر تلوار کو لٹکا دیا اور ڈھال اپنی پشت مبارک پر ڈال دی۔

نبی ﷺ تلوار اور آلات حرب کو سونا چاندی سے آراستہ کرتے تھے آپ کے پاس پانچ نیزے، متعدد قسم کے سامان حرب، سات زرہیں اور خود تھے۔ ابن جماعہ نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے: حضور ﷺ کے پاس تین جے تھے جن کو آپ جنگ میں زیب تن فرماتے تھے ایک جبہ باریک سبز ریشم سے تیار شدہ تھا، آپ نے تنگ آستینوں والا جبہ بھی زیب تن فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس چمڑے کا منطقہ (پٹی، پٹکا) تھا جس میں چاندی کے تین حلقے تھے اور اس کا کانا اور آخری کنارہ چاندی کا تھا۔ ابوالفتح الیعمری نے اپنی سیرت کی کتاب میں اسی طرح تحریر کیا ہے ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن کمر پر پٹی (منطقہ) باندھی، یعمری وغیرہ نے بھی اسے برقرار رکھا ہے۔

علامہ زرقانی نے المواہب کی شرح میں کہا ہے کہ ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ ہم کو ایسی روایت نہیں ملی جس میں آپ کا کمر پر پٹی باندھنا منقول ہو، تقصیر پر مبنی ہے، کیونکہ ابن سعد ثقہ حافظ ہے اور اس کا قول ابن تیمیہ پر حجت ہے کہ اس نے نفی کا قول کیا ہے اور نفی بھی مطلق نہیں، سوا بن تیمیہ کی تقریر کو نظر انداز کر دیں۔

رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر شہر میں خود (مغفر) زیب سرفرما کر داخل ہوئے۔<sup>۱۲۸</sup> متعدد تصانیف میں حفاظ کی ایک جماعت نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

لطیفہ

شیخ علاء الدین علی بن محمد السعدی متوفی ۷۷۱ھ نے ”رسالة فی المفاخرة بین السیف والرمح“ اور

<sup>۱۲۷</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۶۲۷-۲۸۲۰-۲۸۵۷-۲۸۶۲-۲۸۶۶-۲۸۶۷-۲۹۰۸-۲۹۶۸-۲۹۶۹-۳۰۳۰-۶۰۳۳-۶۲۱۲، مسلم:

۲۳۰۷، ابوداؤد: ۴۹۸۸، ترمذی: ۱۶۸۵، طحاوی: ۱۹۷۹، احمد: ۱۷۱، ۱۸۰، ۱۸۵، ۲۷۱، ابن حبان: ۵۷۹۸، ۶۳۶۹،

بیہقی ج ۶ ص ۸۸، ج ۱۰ ص ۲۵-۲۰۰، بغوی: ۲۱۶۰، از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۲۸</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۲۸۶، مسلم: ۱۳۵۷، ابوداؤد: ۲۶۸۵، ترمذی: ۱۶۹۳، نسائی ج ۵ ص ۲۰۱، ابن ماجہ: ۲۸۰۵، دارمی ج ۲ ص ۲۲۱،

احمد ج ۳ ص ۱۸۰، از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

ابو حفص احمد بن محمد بن احمد الکاتب الاندلسی نے (آپ ۴۰۴ھ کے بعد تک بقید حیات تھے) نے ”مفاخرة بين السيف والقلم“ علی بن ہبہ اللہ ماکولانے بھی ”المفاخرة بين السيف والقلم والدينار“ اور ابن نباتہ وغیرہ نے بھی ان موضوعات پر رسائل تحریر کیے ہیں۔ (واضح رہے کہ پہلے رسالہ میں تلوار اور نیزے کے درمیان اپنے شاندار کارناموں کے حوالہ سے ایک دوسرے پر اظہارِ فخر دوسرے رسالہ میں تلوار اور قلم میں اور تیسرے رسالہ میں تلوار، قلم اور دینار (نقدی روپیہ) کے درمیان اظہارِ فخر کا یہ مقابلہ بیان کیا گیا ہے۔ مترجم)

### عجیب و غریب واقعہ

عارف نابلسی کی ”شرح الطريقة المحمدية“ میں المرغینانی سے منقول ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسریٰ فارس کے خزانوں پر قابض ہوئے آپ نے سراقہ رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کی قبا پہننے کا حکم دیا (حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سب سے دراز قامت تھے) انہوں نے قبا پہن لی پھر ان کو پٹی لگانے کا فرمایا انہوں نے پٹی لگالی اور پٹی باندھنے کا حکم دیا حضرت سراقہ نے پٹی باندھ لی یہ پٹی سونے کی تھی جس میں موتی جڑے تھے۔ عارف نابلسی کہتے ہیں: یہ روایت سنہری پٹی باندھنے کے جواز کی دلیل ہے۔

### رسول اللہ ﷺ کے نیزہ بردار خدام

ابو محمد بن حیان الاصبہانی نے ابن یزید سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے نجدہ الحمروری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس یہ سوال کرنے کے لیے بھیجا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے کبھی کوئی نیزہ بردار رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں جب آپ غزوہ حنین سے واپس ہوئے آپ کے آگے نیزہ بردار چل رہا تھا۔ قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حربہ (چھوٹا نیزہ برچھی) بطور تحفہ روانہ کیا تھا جب آپ عید گاہ کو تشریف لے جاتے خادم یہ حربہ لے کر آگے آگے چلتا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد یہ حربہ خلفاء کو منتقل ہوتا رہا۔ اسی سے غزوہ احد میں نبی ﷺ نے ابی بن خلف کو قتل کیا تھا اس کو عنترہ بھی کہا جاتا تھا۔

### رسول اللہ ﷺ کے تلوار بردار

”الاستیعاب“ ”الروض الانف“ اور ”نور النبراس“ میں مشہور بہادر حضرت ضحاک بن سفیان بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے رہتے تھے۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ کو سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے کہ ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے شمشیر زن تھے وہ تلوار حماکل کے نبی ﷺ کے پاس کھڑے ہوتے تھے۔ ۶۲۹

۶۲۹ ضعیف حدیث۔ ”الاستیعاب“ علی حاشیہ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۲۰۷۔ اسے ابن عبد البر نے زبیر بن بکار سے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ اس روایت کا اسناد منقطع ہے اور اس میں محابیل ہیں۔

صلح حدیبیہ کے واقعہ میں ہے کہ عروہ بن مسعود (قریش کا نمائندہ) نبی ﷺ سے گفتگو کر رہا تھا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سر پر خود جمائے تلوار لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے تھے۔ حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں کہا ہے: اس حدیث میں حکمران کی حفاظت اور دشمن کو مرعوب کرنے کے ارادہ سے حکمران کے پاس تلوار لے کر کھڑے ہونے کا جواز ثابت ہوتا ہے بیٹھنے والے کے پاس کھڑے رہنے کی ممانعت والی روایت اس کے معارض نہیں ہے کیونکہ ممانعت کا سبب تکبر اور بڑائی کا اظہار ہے (یہاں حفاظت مطلوب ہے حکمران اپنی برتری اور بڑائی کے لیے ایسا نہیں کروا رہا)۔

امام مجد الدین بن تیمیہ نے ”المنتقى“ میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث پر کہا ہے کہ اس میں دوران جنگ دشمن کو خوف زدہ اور مرعوب کرنے کے لیے فخر اور بڑائی کے اظہار کا استحباب نکلتا ہے یہ اس مذمت میں داخل نہیں کہ حکمران اپنے لیے لوگوں کا قیام پسند کرتا ہو۔ دوسرے حضرات نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

علامہ الخطابی کہتے ہیں کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ امام (حکمران) کے لیے خوف کے وقت اور دوران جنگ اپنے محافظ مقرر کرنا جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ”جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے صفیں بنا کر کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے“<sup>۶۳۰</sup> اس شخص کے لیے ہے جو تکبر اور غرور و نخوت کے طور پر ایسا چاہتا ہو۔

امام ابن مفلح نے ”الآداب الکبری“ میں کہا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شرعی مقصد کے تحت ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مجرموں کے سر قلم کرنے والے حضرات

”سیرۃ ابن سید الناس“ میں پانچ صحابہ کرام مذکور ہیں جن سے یہ خدمت لی جاتی تھی وہ یہ ہیں: حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت مقداد، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ ابن القیم نے حضرت ضحاک بن سفیان الکلابی رضی اللہ عنہ کا اضافہ کیا ہے۔ ”نور النبراس“ میں ہے ابن سید الناس نے حضرت عویمر بن ساعدہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور کسی انصاری شخص کا نام ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ابن سید الناس نے غزوہ احد کے تذکرہ میں حرث بن سوید بن الصلت کے قصہ میں ذکر کیا ہے کہ اسے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اس کی گردن اڑادی گئی یہ ذمہ داری حضرت عویمر بن ساعدہ رضی اللہ عنہ نے ادا کی۔ شاید ابن سید الناس نے ان حضرات کا ذکر کیا ہو جو عموماً یہ ڈیوٹی سرانجام دیتے ہوں۔

”المواہب“ میں ہے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حسب ذیل صحابہ کرام مجرموں کے سر قلم کرتے تھے: حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن العوام، حضرت مقداد بن عمرو، حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت عاصم بن ثابت ابن ابی الاح، اور حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہم۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ بہادری میں سواروں کے

<sup>۶۳۰</sup> صحیح حدیث۔ ابوداؤد: ۵۲۲۹، احمد: ۳ ص ۹۱، ترمذی: ۲۷۵۶، از معادیہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔

برابر سمجھے جاتے تھے۔

## رسول اللہ ﷺ کی تلوار صیقل کرنے والے

”الاستیعاب“ میں ہے مرزوق الصیقل رضی اللہ عنہ انصار کے غلام تھے آپ صحابی ہیں آپ نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار صیقل کی ہے (صاف کی، چمکائی، پالش کی)۔

”الاصابہ“ میں ہے امام بغوی اور طبرانی نے محمد بن حمیر کے طریق سے روایت کیا ہے کہ اسے ابوالحکم نے حدیث بیان کی کہ مجھ سے مرزوق الصیقل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار ذوالفقار صیقل کی اس تلوار کا دستہ چاندی کا تھا، تھامنے کی جگہ میں حلقہ تھا اور اس کے درمیان میں چاندی کی گھنڈی تھی۔<sup>۱۳۱</sup> بعد ازاں حافظ ابن حجر نے مرزوق رضی اللہ عنہ کی صحابیت میں تردد کا اظہار کیا ہے حالانکہ وہ العسکری وغیرہ سے ان کی صحبت نقل کر چکے تھے اور ابن حبان کا یہ قول بھی کہ: کہا گیا ہے کہ ان کو شرف صحبت حاصل ہے۔

### انتباہ

تیز تلوار نیزے اس دور کے معروف ہتھیار تھے انہی سے جنگوں میں کام لیا جاتا تھا توپ وغیرہ جیسے ہتھیار اس دور میں نہ تھے۔ علامہ ابواسحاق ابراہیم بن احمد غانم الاندلسی نے اس موضوع پر کتاب لکھی ہے جس کا نام ”العزائم الذائع فی المجاہدین بالمدافع“ ہے یہ نایاب کتاب ہے اس کا ایک نسخہ مصر میں موجود ہے۔ امام حافظ بدر الدین بن جماع المقدسی نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی ہے ”مسند الاخباء فی آلات الجہاد“ اس کا ذکر ابن سلیمان الردانی نے کیا ہے۔

### تتمہ

الشیخ مختار بن احمد الکنتی کی کتاب ”فتح الوہاب علی ہدایۃ الطلاب“ میں ہے اسلام کے ابتدائی دور میں مدینہ طیبہ کے مسلم مکین اپنے ہتھیار نہیں اتارتے تھے کیونکہ دشمنوں کی جانب سے ہر لمحہ حملے کا خطرہ رہتا تھا اور امن و امان کی صورت حال مخدوش تھی۔

مؤلف کہتے ہیں: اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے جن میں نماز کے دوران بھی ہتھیار ساتھ رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے المدخل وغیرہ۔

## سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کے دلیلِ راہ (گائیڈ)

صحیحین میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے سفر ہجرت کے لیے بنو ہذیل کے ایک شخص کو بطور دلیلِ راہ اجرت پر

<sup>۱۳۱</sup> ضعیف حدیث۔ الاصابہ (ج ۳ ص ۴۰۱ رقم: ۷۸۹۹) میں ہے اسے بغوی نے اور طبرانی نے ”الکبیر“ (ج ۲ ص ۸۴۴) میں مرزوق الصیقل سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کے خیال میں اس مرزوق کی صحابیت محل نظر ہے۔ مٹھی نے بھی اس کی عدم معرفت بیان کی ہے۔





”الاصابہ“ ہی میں العذری کے متعلق واقدی سے منقول ہے کہ وہ نبی ﷺ کے گائیڈ تھے پھر حاکم کی ”الاکلیل“ کے حوالہ سے ان کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے شام کے قریب جانے کا ارادہ فرمایا (غزوہ تبوک کے موقع پر) آپ کے ساتھ بنو عذرہ کا راستوں کا ماہر گائیڈ تھا۔<sup>۶۳۸</sup> (ج ۶ ص ۷۶)

بے آب و گیاہ میدانوں اور جنگلات میں رسول اللہ ﷺ

## کے منازل سفر کے نشانات اور عمارات

دوران سفر جن چٹیل میدانوں، بے آب و گیاہ صحراؤں اور جنگلات میں رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ فرمایا، نماز پڑھی، وہاں علامات قائم کر دی گئیں اور عمارت بنادی گئی تاکہ بعد میں آنے والوں کو معلوم ہو کہ دعوت اسلام کے لیے آپ کے قدم مبارک کہاں تک پہنچے ہیں۔

کتب سیرت میں ہے رسول اللہ ﷺ جب غزوہ طائف کے لیے روانہ ہوئے، آپ حرۃ الرعاء کے واسطے نخلستان میں تشریف لائے، آپ نے وہاں مسجد تعمیر فرمائی اور اس میں نماز ادا کی۔<sup>۶۳۹</sup>

ابن بادیس نے کہا ہے: اس سے جنگلات، غیر آباد مقامات اور آبادیوں میں مساجد بنانے کا ثبوت ہے تاکہ وہ وہاں تک اسلام کے پیغام کی رسائی کا علامت اور نشان ہوں۔

”المواہب“ میں غزوہ تبوک کے ذکر میں ہے کہ تبوک کے راستہ میں متعدد مساجد بنائی گئیں، زرقانی کہتے ہیں: یہ بیس مساجد ہیں، ان کی تعمیر کا سبب یہاں نمازوں کی ادائیگی یا حضور ﷺ کی جائے نماز کا تعین تھا۔ بعد ازاں وہاں مساجد بنادی گئیں۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے راستہ آسان

## بنانے والے (خطرات پر نگاہ رکھنے والے)

”الاستیعاب“ میں ہے کہ حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے راستوں کو آسان بنانے کے لیے روانہ فرمایا۔<sup>۶۴۰</sup>

”الاصابہ“ میں اسے تاریخ البخاری اور البغوی کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ رسول ﷺ ضعیف حدیث۔ الاصابہ (ج ۳ ص ۳۹۶، رقم: ۷۸۶۳) کے مطابق اس حدیث کو واقدی نے ”المغازی“ میں نقل کیا ہے۔ حاکم نے ”الاکلیل“ میں اس روایت کو واقدی کے طریق سے نقل کیا ہے۔ پھر از طریق ابی سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف اور عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم وغیرہما کے طریق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۶۳۹۔ ”السبۃ والنبیہ“ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۸۲، بلا اسناد۔

۶۴۰۔ ”الاستیعاب“ علی حاشیہ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۱۸۳، بلا اسناد۔

اللہ ﷺ کے جاسوس تھے راستوں پر نگاہ رکھتے تھے۔<sup>۶۴۱</sup>

## رسول اللہ ﷺ کو چڑھنے میں مدد دینے کے لیے

### اپنی گردنیں بطور زینہ پیش کرنے والے

”الاستیعاب“ (ص ۷۷۸) میں رسول اللہ ﷺ کی خادمہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے: آپ کی کنیت ام رباب تھی، آپ کی حدیث اہل بصرہ کے پاس ہے، حضرت ام رباب رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی شب دیوار پر چڑھنے میں مدد دینے کے لیے نبی ﷺ کے قدم رکھنے کے لیے بطور زینہ اپنی گردن پیش کر دی تھی۔ حضور ﷺ آپ کی گردن پر قدم رکھ کر دیوار پر چڑھے اور دوسری طرف اتر گئے۔

”الاصابہ“ میں آپ کا مزید تذکرہ ہے اس میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ابن مندہ نے از طریق یعلیٰ بن اسد از عبد اللہ بن حبیب از ام سلیمان روایت کیا ہے وہ اپنی والدہ اور اپنی نانی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے چڑھنے کے لیے اپنی گردن پیش کر دی تھی۔<sup>۶۴۲</sup> مؤلف کہتے ہیں: علامہ الخزاعی پر تعجب ہے کہ انہوں نے یہ تذکرہ کیسے نظر انداز کر دیا حالانکہ ان کا سب سے بڑا ماخذ ”الاستیعاب“ ان کے پاس موجود تھا۔ بے شک ہر کمال اللہ ہی کے لیے ہے۔

یہاں غزوہ احد کے اس واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جب راہِ خدا میں رسول اللہ ﷺ کا دندانِ مبارک شہید ہو گیا اور آپ کا چہرہ انور مجروح ہو گیا، آپ جبل احد کی ایک چٹان پر چڑھنے لگے، آپ کا جسم مبارک بھاری ہو گیا تھا اور آپ نے دوزرہیں زیب تن فرمائی ہوتی تھیں (اس لیے آپ کو اوپر چڑھنے میں دقت پیش آ رہی تھی) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ کو اوپر پہنچا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طلحہ کے لیے جنت واجب ہو گئی۔<sup>۶۴۳</sup> یعنی انہوں نے ایسا کام کیا ہے جو دخولِ جنت میں داخلے کو لازم کر دیتا ہے۔

<sup>۶۴۱</sup> بخاری ”التاریخ“ بغوی (الاصابہ ج ۳ ص ۱۸۴ رقم: ۶۹۰۴) از طریق عمار بن سعد از قطن بن عبد اللہ اللیثی از غالب بن عبد اللہ اللیثی۔

<sup>۶۴۲</sup> ضعیف حدیث۔ ”الاصابہ“ (ج ۳ ص ۳۰۵ رقم: ۹۸۵) میں ہے اسے ابن مندہ نے روایت کیا ہے حافظ ابن حجر نے ام سلیمان کے مجہول ہونے کا اشارہ کیا ہے۔

<sup>۶۴۳</sup> قوی الاسناد حدیث۔ ابن اسحاق ص ۳۱۱ ابن ہشام ”السیرۃ“ ج ۳ ص ۹۱-۹۲ ابن سعد ج ۳ ص ۲۱۸ ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹۱ احمد

”المسند“ ج ۱ ص ۱۶۵ الفہائل: ۱۲۹۰ ترمذی: ۱۶۹۲-۳۷۳۸ ابن ابی عاصم ”السنۃ“: ۱۳۹۷-۱۳۹۸ ابو یعلیٰ: ۶۷۰ ابن حبان: ۶۹۷۹ حاکم ج ۳ ص ۳۷۳-۳۷۴ بیہقی ”السنن“ ج ۶ ص ۳۷۰ ج ۹ ص ۳۱ بغوی ”شرح السنۃ“: ۳۹۱۵ از طریق محمد بن اسحاق۔

--- از عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما۔

## رسول اللہ ﷺ پر سایہ کرنے والے

ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کے سفر ہجرت اور مدینہ طیبہ میں آپ کی آمد کے ذکر میں کہا ہے کہ لوگ جلدی جلدی آپ کی طرف نکلے جب رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آنے لگی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنی چادر سے آپ پر سایہ کر لیا۔<sup>۱۴۴</sup>

”صحیح مسلم“ میں ام الحصین بنت اسحاق الاخصیہ (یا الاخصیہ) رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں: میں نے حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا، میں نے اسامہ بن زید اور بلال رضی اللہ عنہم کو دیکھا ان میں سے ایک نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے نے آپ کو گرمی سے بچانے کے لیے آپ کے سر پر کپڑے سے سایہ کیا ہوا تھا یہاں تک کہ آپ نے جمرہ عقبہ کی رمی فرمائی۔

## دوران سفر نبی ﷺ کے سامان اٹھانے والے اور خادم

صحیح البخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامان سفر پر مقرر خادم کا نام کرکرہ تھا۔<sup>۱۴۵</sup>

صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کے سامان کے نگران حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے منی سے نکلتے وقت مقام ابطح میں اترنے کا حکم نہیں فرمایا تھا، لیکن میں نے وہاں آ کر آپ کے لیے خیمہ لگا دیا آپ تشریف لائے اور وہیں قیام فرمایا۔<sup>۱۴۶</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت عبد اللہ بن زید بن عمرو بن مازن الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ ابن مندہ نے یونس بن بکر کی روایت سے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے سامان کے نگران تھے۔

ابونعیم نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے: حضور ﷺ کے سامان کے نگران حضرت عبد اللہ بن کعب بن عمرو بن غنم بن مازن رضی اللہ عنہ تھے۔<sup>۱۴۷</sup> ابونعیم کا اعتراض درست نہیں کیونکہ متعدد مواقع پر متعدد نگران ہو سکتے ہیں سامان کے لیے لفظ ”نقل“ کے لیے یہ کہنا بھی کہ یہ تصحیف ہے صحیح لفظ ”نفل“ ہے خود کو دشواری میں ڈالنا ہے کیونکہ اس میں بھی دونوں صورتوں کا احتمال موجود ہے۔

<sup>۱۴۴</sup> ضعیف حدیث۔ اس میں مجاہیل ہیں۔ ”السیرۃ النبویہ“ ابن ہشام ج ۱ ص ۴۹۲۔

<sup>۱۴۵</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۰۷۳ ابن ماجہ: ۲۸۳۹ احمد ج ۲ ص ۱۲۰ از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ کرکرہ نے مالِ غنیمت میں عبا جالی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ آگ میں ہے۔۔۔۔۔

<sup>۱۴۶</sup> صحیح حدیث۔ مسلم: ۱۳۱۳ ابوداؤد: ۲۰۰۹ از ابورافع رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۴۷</sup> ضعیف حدیث۔ ابن مندہ از طریق یونس بن بکر از ابن اسحاق (الاصابہ ج ۲ ص ۳۱۳ رقم: ۴۶۸۹)

ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے سامان کی نگرانی پر مامور تھے۔ ۶۳۸

## رسول اللہ ﷺ کا اونی خیمہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْاَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ دَيْنًا اَوْ بِرْهَا وَاَشْعَارُهَا اَشَآثًا وَمَتَاعًا اِلَىٰ حِينٍ ۝ (النحل: ۸۰)

اور اللہ نے تمہاری رہائش کے لیے تمہارے گھر بنائے اور تمہارے لیے چوپایوں کی کچھ کھالوں سے گھر بنائے جنہیں تم ہلکا پاتے ہو اپنے سفر کے وقت اور اپنی اقامت کے وقت اور (بنائے) بھیڑوں، دنبوں کی نرم اون اور اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے گھریلو سامان اور برتنے کی چیزیں ایک مقررہ وقت تک ۝

انسان جن گھروں میں سکونت رکھتا ہے وہ دو قسم کے ہوتے ہیں:

- (۱) لکڑی، اینٹ، مٹی، گارے وغیرہ سے تیار کردہ گھر اور چھتیں، ان کی طرف آیت کریمہ کے اس جملہ میں اشارہ ہے: ”وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا“ جسے انسان بطور سکونت اور برائے سکون بناتا ہے، اس قسم کے گھروں کی منتقلی ممکن نہیں ہوتی، بلکہ انسان خود ایسے گھروں میں منتقل ہوتا ہے۔
- (۲) دوسری قسم اون چمڑے اور کپڑے وغیرہ سے تیار کردہ قبة اور خیمے ہیں، اس میں آیت کریمہ کے اس جملہ میں اشارہ ہے: ”وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْاَنْعَامِ بُيُوتًا..... وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ“ گھروں کی اس قسم کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ممکن ہے، اہل عرب اور دیگر بدوی لوگ چمڑے سے تیار کردہ یہی خیمے استعمال کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دوران سفر اور دوران اقامت تمہارے لیے ایسے گھروں کو سنبھالنا اور لے جانا آسان ہے اس میں مشکلات پیش نہیں آتیں۔

ابن سید الناس البعری کہتے ہیں: خیمے (فسطاط) کو گھر کہا گیا ہے۔ ”الفوائد“ میں لکھتے ہیں: فسطاط بالوں سے تیار کردہ گھر (خیمہ) اور ”سکن“ گرمی اور سردی سے بچاؤ کی چیز کو کہتے ہیں ”نور النبراس“ میں ہے: فسطاط، یعنی خیمہ (المطالع)۔

مغربی (افریقی) ممالک میں اسے الخزانہ کہتے ہیں اور بادشاہ جہاں اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہائش پذیر ہو خیموں کی اس بستی کو آفراک کہا جاتا ہے اور اس خدمت پر متعین لوگوں کو زمانہ قدیم سے مغرب میں ”الفراکیہ“ کہا جاتا ہے۔

۶۳۸ ضعیف حدیث۔ ابن السکن از طریق یعقوب بن محمد المدنی۔۔۔۔۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۶۲ رقم ۴۹۱۵) اس کے اسناد میں کرمۃ بنت الحسن اور عبداللہ بن کعب المازنی کے درمیان انقطاع ہے۔

زمانہ قدیم سے خیمے (الخزائن) چمڑے اون یا بالوں سے تیار کیے جاتے تھے سب سے پہلے جس نے کتار (سن) سے خیمہ تیار کیا ہمارے اسلاف میں سے تھے اور وہ یحییٰ بن عمران بن عبد الجلیل بن یحییٰ بن محمد بن ادریس بن ادریس رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب فاس سے ادریسیوں کے فرار کے بعد قسطنطین کے علاقہ زواوہ میں ان کی بیعت ہوئی۔ اسی لیے ہمارے خاندان کو کتانی کہا جاتا ہے، دولتِ حسنیہ علویہ کے مؤرخ ابو العباس ابن الحاج نے ”الدر المنتخب“ میں ہمارے گھرانے کے ایک عظیم فرزند کی بہت اچھی نظم نقل کی ہے:

ہمارا دادا یحییٰ ہے جس کی کتان سے نسبت بڑی مدلل ہے

اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے سن (کتان) کا خیمہ بنایا جواب تک بنایا جاتا ہے اپنی حکمرانی کے وقت جبکہ ہمارے خزانے ضائع اور برباد ہو گئے تھے۔

اسی طرح موتیوں کی لڑی پر رونے والا اس میں بعض کمال کے دانے پالیتا ہے۔

العالمی کی ”بہجة المحافل“ (ص ۱۷۲) میں ہے نبی ﷺ کا ایک خیمہ ایسا تھا جس میں چالیس آدمی سما جاتے تھے۔

”المقالات السنیة“ میں ہے:

جن حضرات نے سرخ چمڑے کا مربع خیمہ دیکھا ہے وہ روایت کرتے ہیں دوسرا بالوں سے تیار کردہ خیمہ جس میں چالیس لوگ آ جاتے تھے۔

یہ سرخ چمڑے کا تھا اسے ابو جحیفہ پھر جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

### انتباہ

اس عنوان سے آپ جان گئے ہوں گے کہ نبی ﷺ سردی اور گرمی کو محسوس فرماتے تھے متعدد احادیث کا یہی مقتضی ہے۔ ”المواہب“ میں البدر الزرکشی کا یہ قول مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ میں حرارت اور برودت معتدل تھی سو آپ گرمی اور سردی کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ آپ اسی اعتدال میں رہتے تھے۔ مؤلف نے اس قول سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے: بدر زرکشی رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا ہے۔ المواہب کے شارح کہتے ہیں: کیونکہ یہ قول ان احادیث کے خلاف ہے جن میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ گرمی سردی کو محسوس فرماتے تھے ہجرت والی حدیث میں ہے جب دھوپ آ گئی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ پر سایہ کیا صحیح البخاری میں ہے کہ آپ ہجرانہ میں تھے اور آپ پر کپڑا تھا جس سے آپ پر سایہ کیا گیا۔<sup>۱۴۹</sup> ابن مندہ اور بیہقی نے مرفوعاً روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: ہم گرمی اور سردی پر صبر نہیں کرتے۔<sup>۱۵۰</sup> امام احمد نے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے گرم کھانے میں ہاتھ ڈال دیا تو آپ کی مبارک انگلیاں جل گئیں آپ نے فرمایا: حس (اُف) دکھ کے وقت بولا جانے

<sup>۱۴۹</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۱۷۸۹-۱۸۳۷-۲۹۸۵ مسلم: ۱۱۸۰ ابوداؤد: ۱۸۱۹ ترمذی: ۸۳۶ نسائی: ج ۵ ص ۱۳۰-۱۳۲ دارقطنی: ج ۲ ص ۲۳۱ طبرانی: ”الکبیر“ ج ۲۲ ص ۶۵۴-۶۵۵ ابن حبان: ۳۷۷۹ از علی بن امیہ رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۵۰</sup> حسن حدیث۔ طبرانی: ”الکبیر“ ج ۲۳ ص ۵۸۸ بیہقی: ”الشعب“ از خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا۔

والا کلمہ)۔ اسے اخلوانی نے ”مولد الکبیر“ میں بیان کیا ہے۔<sup>۲۵۱</sup>

## خیمہ نصب کرنے پر مامور خادم

سابقہ باب میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ ذمہ داری حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔

## رسول اللہ ﷺ کے تخلیہ کے وقت پردہ لگانے والے

صحیح البخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے سواری سے گرنے کے واقعہ میں مروی ہے پھر آپ سوار ہوئے اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے پردہ بنا دیا۔<sup>۲۵۲</sup> ابن عازمی نے ”حاشیہ“ میں المہلب سے نقل کیا ہے کہ اس روایت سے حکمران کے لیے اس کی قیام گاہ پر آڑ لگانے اور پردہ بنانے کا ثبوت ملتا ہے تاکہ اسے تخلیہ میسر ہو اور وہ حسب خواہش لوگوں سے ملاقات کرے۔ ”طبقات ابن سعد“ میں حضرت ورد بن خالد بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ آپ نبی ﷺ کے صحابی ہیں اور فتح مکہ کے روز آپ نبی ﷺ کے میمنہ پر تھے۔

## حرم رسالت کے امین (ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر امین)

”الاستیعاب“ میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات پر رسول اللہ ﷺ کے امین تھے۔<sup>۲۵۳</sup> ”البہجہ“ میں ابن ہشام سے مروی ہے کہ ۲۳ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا ازواج مطہرات نے بھی ان سے حج کا اذن طلب کیا آپ نے اجازت دی ازواج مطہرات کجاووں پر نکلیں جن پر سبز رنگ کے پردے تھے ان کے آگے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے یہ حضرات کسی کو ازواج مطہرات کی سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ علی بن حرب نے ”فوائد“ میں از سفیان بن عیینہ از ابن ابی شیح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد میری ازواج کی دیکھ بھال کرنے والا سچا نیک ہوگا۔<sup>۲۵۴</sup> حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے کام کاج کے لیے نکلتے ان کے ہمراہ حج کرتے اور ان کے کجاووں پر سبز

۲۵۱ حسن حدیث۔ احمد (المقاصد الحسنیہ: رقم: ۹ ص ۳۰) طبرانی (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۹-۲۰) از خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا۔ ثنمی نے کہا ہے: دونوں احادیث طبرانی نے روایت کی ہیں ان میں سے ایک حدیث کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ سخاوی نے ”المقاصد الحسنیہ“ (رقم: ۹ ص ۳۰) میں اس کے اسناد کو عمدہ قرار دیا ہے۔

۲۵۲ صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۰۸۶-۶۱۸۵ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۲۵۳ ”الاستیعاب“ علی ہاشم ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۳۹۵ از زبیر بن بکار بلا اسناد۔

۲۵۴ مرسل ضعیف حدیث۔



پردے ڈالتے اور ازواج مطہرات کو ایسی گھائی میں اتارتے جس میں کوئی سوراخ نہ ہوتا۔

”الطبقات“ میں ابن سعد نے ابراہیم بن سعد کی اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو حج کی اجازت دی، ان کو ایسے کجاووں پر سوار کیا جن پر سبز کپڑوں کے پردے تھے، ان کے ہمراہ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا، حضرت عثمان اپنی سواری پر آگے آگے چلتے اور کسی کو ازواج مطہرات کے قریب نہ آنے دیتے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر پیچھے چلتے اور کسی کو قریب نہ آنے دیتے۔ اور ہر پڑاؤ پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اتارتے تھے۔ ۱۵۵

”الطبقات“ میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات کے آگے چلتے اور کسی کو ازواج مطہرات کے قریب نہ چھوڑتے اور نہ کسی کو ازواج مطہرات کی طرف دیکھنے کی اجازت دیتے تھے، لوگ حد نظر تک دور رہتے تھے، اسی طرح حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔

”طبقات ابن سعد“ (ج ۸ ص ۱۵۱) میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے آگے چلتے تھے جب کسی کو قریب ہوتے دیکھتے تو چیخ کر کہتے: دور ہو، اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات کے پیچھے چلتے اور قریب ہونے والے کو ڈانٹتے تھے۔ قدید میں لوگوں سے الگ پڑاؤ کیا ہر طرف سے درختوں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو گھیر رکھا تھا۔

حافظ سیوطی کی ”التوشیح“ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ شروع میں ازواج مطہرات کو حج کی اجازت دینے میں توقف فرما رہے تھے، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ آیت کریمہ ”وَقَدْ نَزَّلْنَا فِي بُيُوتِكُنَّ“ (الحزاب: ۳۳) نے ازواج مطہرات کے لیے سفر کو حرام کر دیا ہے، پھر ان پر سفر کا جواز واضح ہو گیا تو اپنی خلافت کے آخری ایام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو حج کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے ایام خلافت میں ازواج مطہرات کو حج کراتے تھے۔ بعض ازواج مطہرات نے آیت کریمہ کے ظاہر پر عمل کیا اور گھروں سے باہر نہ نکلیں، یہ حضرت زینب اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے بعد اپنے جانور کو حرکت نہیں دیں گی (کبھی سفر نہیں کریں گی)۔

## سفر حج کے دوران ازواج مطہرات کی ساریوں کو ہانکنے والے

قاضی ابن بادیس نے ”شرح مختصر ابن فارس“ میں ابو عمر سے نقل کیا ہے کہ حبشی غلام انجشہ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی ساریوں کی مہارت تمام کر چلتے تھے یا ان کو ہانکتے تھے اور حدی خوانی کرتے تھے تاکہ اونٹ تیزی سے چلیں۔

۱۵۵۔ صحیح روایت۔ ”طبقات ابن سعد“ ج ۸ ص ۱۵۱ از سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

## لشکر کے پڑاؤ کے لیے پانی اور گھاس والی جگہ کی تلاش اور انتخاب

مؤلف رقمطراز ہیں: مغربی افریقی ممالک میں سلطانی لشکر کے ایسے افراد کو انجیر اور فراکیہ کہا جاتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے واقعہ میں ہے جب رسول اللہ ﷺ المراء سے گزرے آپ نے فرمایا: یہاں پڑاؤ کر لو صحابہ کرام نے عرض کیا: اس وادی میں پانی نہیں ہے۔ ۱۵۶ قاضی ابن بادیس نے کہا ہے: اس میں یہ دلیل ہے کہ لشکر کے پڑاؤ کے لیے ایسی جگہ تلاش کی جائے اور ایسا مقام منتخب کیا جائے جس میں پانی اور گھاس موجود ہو۔ صحیح البخاری میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے صحابہ کرام کنوئیں پر اترے۔ ۱۵۷ اس بارے میں حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی مشہور ہے۔ ۱۵۸

## پہرے دار

### مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے پہرے دار (سنتری)

اس بارے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میں آپ کی پہرے داری کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

سیرۃ ابن اسحاق میں ہے غزوۂ بدر کے روز حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے حضور ﷺ کے عریش پر پہرہ دیا، یحمری نے بھی دوسروں کی اتباع میں اسے مستحکم قول قرار دیا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عریش (سائبان چھپر) کے دروازے پر انصار کے چند افراد کے ساتھ گلے میں تلوار حمائل کیے ہوئے حضور ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے تاکہ کسی دشمن کی آپ تک رسائی نہ ہو سکے۔ ۱۵۹

خیبر میں یا خیبر سے مدینہ طیبہ کو واپسی کے راستہ میں جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب زفاف بسر کی، حضرت ابویوب الانصاری رضی اللہ عنہ نے پہرے داری کی۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ رات بھر گلے میں تلوار حمائل کیے آپ کے خیمہ کے گرد گشت کرتے رہے۔ صبح کو

۱۵۶ ضعیف مرسل حدیث۔ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۳۰۹-۳۱۰ از عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما۔

۱۵۷ صحیح حدیث۔ بخاری: ۴۱۵۱، احمد: ۱۷۸۲۸-۱۷۹۲۳، از براء بن عازب رضی اللہ عنہ، یہ جملہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے۔

۱۵۸ "السیرۃ النبویہ" ابن ہشام ج ۱ ص ۶۲۰، از ابن اسحاق از افراد بنو سلمہ۔ یہ سند ضعیف ہے کیونکہ راوی مجہول ہیں حاکم نے (ج ۳ ص ۴۲۶-۴۲۷) اسے موصولاً ذکر کیا ہے لیکن اس کے سند میں غیر معروف راوی ہے۔ ذہبی نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔ ابن کثیر نے "البدایۃ والنہایۃ" ج ۳ ص ۲۶۷ میں اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں کلبی ہے جو معتمد بالکذب ہے۔ (زاد المعاد ج ۳ ص ۱۷۵، "تخریج" فقہ السیرۃ" غزالی ص ۲۲۴)

۱۵۹ ضعیف حدیث۔ السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۶۲۰-۶۲۱، از طریق عبد اللہ بن ابی بکر از سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن ابی بکر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا درمیان راوی مجہول ہے سو یہ حدیث ضعیف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر فرمایا: ابوایوب! تمہیں کیا ہوا؟ (ایسا کیوں کیا؟) انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اس خاتون کی طرف سے آپ پر حملے کا خدشہ تھا، اس خاتون کا باپ اور شوہر آپ کے ہاتھوں قتل ہو چکے ہیں اور یہ حال ہی میں مسلمان ہوئی ہیں، سو مجھے خدشات نے گھیرا ہوا تھا۔

سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! ابوایوب کی حفاظت فرما جس طرح اس نے رات بھر میری حفاظت کی۔<sup>۶۱۰</sup>

”علل الدارقطنی“ میں ہے مکہ مکرمہ میں مقام حجر (حطیم) میں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تلوار لے کر کھڑے رہے۔

”الاصابہ“ میں حضرت ادرع السلمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں سنن ابن ماجہ سے یہ روایت نقل کی ہے حضرت ادرع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کی پہرہ داری کے لیے آیا۔<sup>۶۱۱</sup>

”الاصابہ“ ہی میں حضرت خشرم بن الحباب انصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں الطبری سے نقل کیا ہے کہ آپ نبی ﷺ کے پہرے دار (سنتری) تھے۔<sup>۶۱۲</sup>

## رسول اللہ ﷺ کی غزوات پر روانگی

### اور مدینہ طیبہ پر پہرہ داروں کا تقرر

ابن فتحون نے از اسحاق بن الصیف از عبد بن یوسف از اسماعیل بن عیاش از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر میں تیرہ سال کا تھا میں اس میں شریک نہیں ہوا، غزوہ احد میں چودہ سال کا تھا میں لشکر کے ساتھ نکلا جب نبی ﷺ نے مجھے دیکھا مجھے کم سن سمجھ کر واپس بھیج دیا اور چند افراد کے ساتھ جن میں اوس بن ثابت، اوس بن عرابہ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم بھی تھے مجھے مدینہ طیبہ کی پہرے داری پر مقرر فرما دیا۔<sup>۶۱۳</sup>

حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ (ص ۲۲) میں حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے: آپ کے بارے

<sup>۶۱۰</sup> ”السیرۃ النبویہ“ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۳۹-۳۴۰ بلا اسناد۔

<sup>۶۱۱</sup> ضعیف حدیث۔ ابن ماجہ: ۱۵۵۹ از ادرع السلمی۔ ”الزوائد“ میں ہے صحاح ستہ میں ادرع السلمی سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ اس کے اسناد میں موسیٰ بن عبیدہ کو منکر الحدیث، ضعیف ثقہ ناقابل حجت کہا گیا ہے۔ ”الاصابہ“ (ج ۱ ص ۲۶ رقم: ۶۳) میں

حافظ ابن حجر نے کہا ہے: ابن مندہ نے اس حدیث کو غریب کہا ہے، کیونکہ اس میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ضعیف ہے۔ یہ واقعہ از

زید بن اسلم از ابن ادرع بھی مروی ہے۔ واللہ اعلم ”ضعیف ابن ماجہ“ (رقم: ۳۴۲) میں البانی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔

<sup>۶۱۲</sup> ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۸۷ (رقم: ۲۲۶۷) بحوالہ طبری بلا اسناد۔

<sup>۶۱۳</sup> ضعیف حدیث۔ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۸۰ (رقم: ۳۱۹) از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ اس کے اسناد میں مجہول راوی ہیں اور اسماعیل بن عیاش نے

نافع سے نہیں سنا۔

میں بھی اسی طرح وارد ہے اور ابن ابی خيثمه نے از عبد الوہاب بن نجدہ از اسماعیل بن عیاش از ابو بکر الہذلی از نافع روایت کیا ہے اس روایت میں حضرت زید بن ثابت اور عرابہ بن اوس رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے، ممکن ہے یہ روایت محفوظ ہو۔<sup>۶۱۲</sup>

ان روایات سے علامہ الخزاعی کی تفصیر معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ انہوں نے ”باب حراسة ابواب المدينة فی زمن الهرج“ میں کہا ہے: مجھے اس بارے میں نص نہیں ملی، حالانکہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں یہ دونوں کام ہوتے تھے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے (غزوات اور اس دوران شہر کی حفاظت پر مامور افراد کا تقرر)۔

## نبی ﷺ کے لشکر کے پہرے دار (سنتری)

سیرت ابن اسحاق میں غزوہ ذات الرقاع کے تذکرہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک منزل پر پڑاؤ کیا اور ارشاد فرمایا: آج کی رات ہماری پہرہ داری کون کرے گا؟ مہاجرین اور انصار میں سے ایک ایک صاحب نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! ہم یہ ذمہ داری نبھائیں گے، راوی کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب وادی میں اترے اور یہ حضرات گھائی کے ٹا کے پر پہرہ دیتے رہے، یہ حضرت عمار بن یاسر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔ ابن اسحاق نے ان کا عجیب و غریب واقعہ ذکر کیا ہے۔<sup>۶۱۵</sup>

ابن اسحاق نے غزوہ بنو قریظہ کے واقعہ میں بیان کیا ہے کہ جس رات کی صبح کو بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر قلعوں سے اترے تھے اس رات عمرو القرظی باہر نکلا اس کا گذر رسول اللہ ﷺ کے پہرہ داروں پر ہوا، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ان پہرہ داروں کے افسر تھے۔<sup>۶۱۶</sup>

صحیح البخاری میں حضرت عروہ سے مروی ہے کہ ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے بارے میں خبریں معلوم کرنے کے لیے نکلے، اس نے آگ دیکھی وہاں رسول اللہ ﷺ کے پہرے دار موجود تھے، پہرے داروں نے جناب ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔<sup>۶۱۷</sup>

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو تبوک کے عرصہ قیام میں پہرے داری پر مقرر فرمایا تھا، آپ کا تبوک میں بیس روز قیام رہا۔

<sup>۶۱۳</sup> ضعیف حدیث۔ الاصابہ ج ۱ ص ۸۰ (رقم: ۳۱۹) الجرح والتعديل ج ۶ ص ۷۳ میں عبد الوہاب بن نجدہ کا ذکر بغیر جرح و تعدیل کے آیا ہے، تاہم اس کا شمار مجاہدیل میں ہوتا ہے۔

<sup>۶۱۵</sup> حسن حدیث۔ ”السیرۃ النبویہ“ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۰۸ از صدق از عقیل بن جابر۔۔۔۔۔ عقیل بن جابر مقبول راوی ہے۔

(التقریب: ۴۶۷۵)

<sup>۶۱۶</sup> ”السیرۃ النبویہ“ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۸ بلا اسناد۔

<sup>۶۱۷</sup> مرسل حدیث۔ بخاری: ۴۲۸۰ از مرسل عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما۔ طبرانی نے اسے موصولاً ذکر کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۶۳-۱۶۷) اسحاق بن راہویہ نے بھی اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصولاً نقل کیا ہے۔ (المطالب العالیہ: ۴۳۶۲) حافظ ابن حجر نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (صحیح السیرۃ النبویہ ص ۴۰۶ از ابراہیم العلی)

غزوہ حنین میں حضرت انس بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پہرے دار تھے۔ ابو داؤد نسائی، بغوی، طبرانی اور ابن مندہ نے از ابو توبہ از معاویہ بن سلام از زید بن سلام روایت کیا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے ابو سلام کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے کہ ہم سے السلولی یعنی ابو کبشہ نے حدیث بیان کی ان سے اہل بن الحنظلہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: انہوں نے حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا، سفر دراز ہو گیا یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا اور نماز ظہر کا وقت آ گیا الخ۔ اس میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج رات ہماری پہرہ داری کون کرے گا؟ ابن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس حدیث کے آخر میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: تم رات میں اترے تھے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! میں صرف نماز پڑھنے اور قضائے حاجت کے علاوہ نہیں اترتا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو نے جنت کو واجب کر لیا اس کے بعد تمہارا (نفلی) عمل نہ کرنا تمہیں نقصان نہ دے گا۔<sup>۱۶۸</sup> حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں حضرت انس بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے: اس کی سند صحیح کی شرط پر ہے۔

صحابہ کرام کی ایک جماعت نے نبی ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری نبھائی ہے۔ ”سبل الہدی والرشاد“ میں علامہ شامی نے ان کے نام ذکر کیے ہیں۔ البرہان الحلی کہتے ہیں: اس موضوع پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے، مزید نام سامنے لائے جاسکتے ہیں۔

”سیرت ابن اسحاق“ میں ۹ھ میں بنو ثقیف کے وفد کی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آمد کے واقعہ میں ہے کہ جب یہ لوگ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اپنی باری پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کے اونٹوں کی حفاظت پر مامور دیکھا، نبی ﷺ کے صحابہ باری باری ان اونٹوں کو چرایا کرتے تھے، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ثقیفوں کو دیکھا تو اونٹوں کو ان کے پاس چھوڑا اور خود بھاگتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو ان کی آمد کی خوشخبری دینے گئے۔<sup>۱۶۹</sup>

### انتباہ

صحابہ کرام آیت کریمہ: ”وَاللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ“ (المائدہ: ۶۷) کے نزول سے پہلے دوران سفر آپ پر پہرہ دیتے تھے جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی آپ نے صحابہ کو پہرہ داری سے روک دیا۔<sup>۱۷۰</sup> یہ آیت کریمہ غزوہ احد میں پیش آنے والے واقعہ کے منافی نہیں ہے (کہ اللہ کی حفاظت کے باوجود آپ زخمی کیوں ہوئے؟) کیونکہ یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے یا حفاظت سے مراد قتل سے محفوظ فرمانا ہے۔ چنانچہ قطب الخیضری نے ”خصائص“ میں اس کی یہی تفسیر کی ہے۔ (دیکھئے نسیم الریاض)

<sup>۱۶۸</sup> صحیح حدیث۔ ابو داؤد: ۲۵۰۱، نسائی، بغوی، ابن مندہ (الاصابہ ج ۱ ص ۷۳، رقم: ۲۸۱)، طبرانی ”الکبیر“ ج ۶ ص ۶۱۹، مسند الشامیین: ۲۸۶۴، از سہیل بن الحنظلہ رضی اللہ عنہ۔ فتح الباری ج ۸ ص ۲۷ میں حافظ ابن حجر نے اس کے اسناد کو حسن اور ”الاصابہ“ میں اس کے اسناد کو صحیح کی شرط کے مطابق کہا ہے۔

<sup>۱۶۹</sup> ”السیرۃ النبویہ“ ابن ہشام ج ۲ ص ۵۳۹، بلا اسناد۔

<sup>۱۷۰</sup> تفصیل کے لیے دیکھئے ”اسباب النزول“ الواحدی: ۴۰۴، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۷۳-۷۴۔

## رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلنے والے خادم

”الاصابہ“ میں حضرت جبیلہ بن عامر البلوی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں مذکور ہے کہ رشاطی نے ابن الکلبی سے نقل کیا ہے، حضرت جبیلہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ حفاظت کے خیال سے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلا کرتے تھے۔<sup>۱۷۱</sup>

## رسول اللہ ﷺ کے آگے شعر پڑھتے ہوئے چلنے والے صاحب

”سنن النسائی“ میں زیر عنوان ”حرم میں شعر خوانی اور امام کے آگے آگے چلنا“<sup>۱۷۲</sup> یہ حدیث نقل کی ہے کہ جب نبی ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے یہ شعر پڑھ رہے تھے: کفار کے بیٹو! حضور ﷺ کا راستہ خالی کر دو۔<sup>۱۷۳</sup>

یہ روایت ترمذی میں بھی ہے، امام ترمذی نے اسے عمرۃ القضاء کا واقعہ بتایا ہے<sup>۱۷۴</sup> اور کہا ہے کہ اس حدیث کے علاوہ دیگر روایات میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا آپ کے آگے شعر پڑھنا مروی ہے اور یہ اصح ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے اور عمرۃ القضاء اس کے بعد ہوا ہے۔

نور النبہ اس میں ہے امام ترمذی کا یہ قول محل نظر ہے کیونکہ عمرۃ القضاء ذی القعدہ ۷ھ میں ہوا اور جنگ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ہوئی۔

## لشکر کے ہراول دستے (دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے والی جماعت)

حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں حضرت سلیط بن سفیان الاسلمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابو عمر سے نقل کیا ہے کہ آپ ان تین صحابہ میں شامل ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے موقع پر مشرکوں کی نقل و حرکت کی خبر لینے بھیجا تھا۔<sup>۱۷۵</sup>

۱۷۱ الاصابہ ج ۱ ص ۲۲۶ (رقم: ۱۰۹۶) بحوالہ ابن الکلبی بلا اسناد اور ابن الکلبی کذاب ہے۔

۱۷۲ سنن النسائی ج ۵ ص ۲۰۲-۲۰۳ کتاب المناسک: ۲۴ باب: ۱۰۹۔

۱۷۳ اس کے باقی اشعار یہ ہیں:

اليوم نصر بكم على تنزيله      ضربا يزيل الهمام عن مقيله      ويذهل الخليل عن خليله

۱۷۴ صحیح حدیث۔ عبدالرزاق نے دو صحیح طرق سے روایت کیا ہے۔ عبدالرزاق کے طریق سے اس حدیث کو ابو یعلیٰ طبرانی اور بیہقی نے ”الدلائل“ ج ۳ ص ۳۲۲-۳۲۳ میں روایت کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۰۱) ترمذی: ۲۸۴۷ میں یہ روایت از عبدالرزاق از جعفر بن سلیمان از ثابت از انس رضی اللہ عنہ مروی ہے امام ترمذی نے اسے حسن صحیح غریب کہا ہے نسائی ج ۵ ص ۲۰۲-۲۰۳ صحیح ابن حبان: ۲۰۲۰-۲۰۲۱ ابو یعلیٰ: ۲۴۴۰ بیہقی ”السنن“ ج ۱ ص ۲۸۸ ابو نعیم ”الحلیۃ“ ج ۶ ص ۲۹۲ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۰۲)

۱۷۵ الاصابہ ج ۲ ص ۷۱ (رقم: ۳۴۱۸)

## رسول اللہ ﷺ کے جاسوس

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بسبہ رضی اللہ عنہ کو بطور جاسوس ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لینے کے لیے روانہ فرمایا۔<sup>۱۷۶</sup>

”الاصابہ“ (ج ۱ ص ۱۳۷) میں آپ کا نام بسبہ اور بسبس تینوں طرح مذکور ہے۔

”الاصابہ“ ہی میں حضرت عدی بن ابی الزغباء الجہنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر آپ کو حضرت بسبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ابوسفیان کے قافلہ کی ٹوہ لینے کے لیے بھیجا یہ حضرات ساحل سمندر تک گئے۔ اسے ابن عقبہ نے ابن شہاب سے ذکر کیا ہے۔<sup>۱۷۷</sup> (ج ۲ ص ۱۳۰)

”الاستبصار“ میں اسی طرح مذکور ہے البتہ وہاں ان کا نام بسبس بن عمرو الجہنی رضی اللہ عنہ آیا ہے۔

صحیح البخاری میں ہجرت کے واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قریش کی خبریں پہنچاتے تھے عبد اللہ نہایت ذہین نوجوان تھے وہ رات آپ کے پاس غار ثور میں گزارتے اور صبح سے پہلے واپس آ جاتے اور دن قریش کے ساتھ گزارتے تھے۔<sup>۱۷۸</sup>

”سیرۃ ابن اسحاق“ میں ہے جب رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف روانہ ہوئے اور وادی الصفراء کے قریب پہنچے آپ نے بنو ساعدہ کے حلیف حضرت بسبہ بن عمرو الجہنی رضی اللہ عنہ اور بنونجار کے حلیف حضرت عدی بن ابی الزغباء الجہنی رضی اللہ عنہ کو بدر کی طرف ابوسفیان بن حرب وغیرہ سے متعلق خبروں کی ٹوہ لینے کے لیے روانہ فرمایا۔<sup>۱۷۹</sup>

”سیرۃ ابن اسحاق“ (ج ۲ ص ۶۵) ہی میں غزوہ بدر کے تذکرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بہ نفس نفیس اپنے ساتھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حالات کا جائزہ لینے کے لیے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک بوڑھے عرب کے پاس پہنچے اس سے قریش اور محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں دریافت فرمایا اس نے دونوں کے متعلق خبریں سنائیں اور بات پوری کرنے کے بعد پوچھا: آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے (بطور توریہ) فرمایا: پانی سے پھر رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی طرف لوٹ آئے اور آپ نے حضرت

<sup>۱۷۶</sup> صحیح حدیث۔ مسلم: ۱۹۰۱، احمد ج ۳ ص ۱۳۶، انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۷۷</sup> مرسل ضعیف حدیث۔ راوی موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب الزہری (الاصابہ ج ۲ ص ۴۷۰، رقم: ۵۲۸۲) حافظ ابن حجر نے کہا ہے: اسے کلبی نے از ابی صالح از ابن عباس رضی اللہ عنہما موصولاً روایت کیا ہے۔ کلبی کذاب ہے اور اس نے اس سند سے مروی ہر روایت کے کذب ہونے کا خود اعتراف کیا ہے۔

<sup>۱۷۸</sup> بخاری: ۳۹۰۵، عبد الرزاق: المصنف: ۹۷۴۳، احمد ج ۶ ص ۳۴۶، طبری: تاریخ: ج ۲ ص ۳۷۵-۳۷۸، ابن سعد: الطبقات: ج ۸ ص ۲۵۰، بیہقی: الدلائل: ج ۲ ص ۴۷۱-۴۷۲، از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

<sup>۱۷۹</sup> السیرۃ النبویہ: ج ۱ ص ۶۱۴، بلا اسناد۔



علیؑ حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم وغیرہ کو بدر کی طرف مزید خبروں کے حصول کے لیے روانہ فرمایا۔<sup>۶۸۰</sup>

”الاستیعاب“ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ سے بدر کی طرف روانگی سے قبل حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو شام کے راستہ کی جانب بطور جاسوس خبروں کے حصول کے لیے روانہ فرمایا۔ یہ حضرات غزوہ بدر کے بعد مدینہ طیبہ میں واپس آئے رسول اللہ ﷺ نے مالی غنیمت اور اجر میں ان کو حصہ مرحمت فرمایا۔<sup>۶۸۱</sup>

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت ابوتیمم الاسلمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ انہوں نے عرج (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی) سے اپنے غلام مسعود بن ہنیدہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کیا اس نے آپ کو قریش کے حملہ کرنے کی خبر دی اور ان کے لشکر کی تعداد ان کی تیاری ساز و سامان گھوڑوں اور ہتھیاروں کے بارے میں پیشگی اطلاع فراہم کی۔

”الاستیعاب“ (ص ۱۱۵) میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو غزوہ خندق میں قریش کی خبر لانے کے لیے بھیجا حذیفہ رضی اللہ عنہ قریش کے کوچ کی خبر لائے۔

”سیرۃ ابن اسحاق“ میں ہوازن کے واقعہ میں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں غور و خوض کے لیے جمع تھے جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے اجتماع کی خبر سنی آپ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان میں جا کر رہیں ان کے بارے میں معلومات اور ان کے عزائم کی خبر لائیں حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ ان میں جا کر گھل مل گئے معلومات حاصل کیں ان کے عزائم معلوم کیے اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے جنگی منصوبے کی خبر دی۔<sup>۶۸۲</sup> ”المواہب“ اور اس کی شرح میں بھی اسی طرح مذکور ہے (دیکھئے ج ۳ ص ۲)۔

”الاصابہ“ میں امیہ بن خویلد کے تذکرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کو تنہا بطور جاسوس قریش کی طرف روانہ کیا۔ امیہ بیان کرتے ہیں: میں خبیب رضی اللہ عنہ کی سولی کی طرف آیا حالانکہ میں قریش کے جاسوسوں سے خوف محسوس کر رہا تھا میں نے اوپر چڑھ کر خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی (کی لکڑی) سے نیچے اتارا۔<sup>۶۸۳</sup>

۶۸۰ ضعیف منقطع الاسناد۔ ”السیرۃ النبویہ“ ج ۱ ص ۶۱۶ از محمد بن یحییٰ بن حبان۔

۶۸۱ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۲۰ بحوالہ واقدی بلا اسناد۔

۶۸۲ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۳۹۔ ۲۴۰ بلا اسناد۔

۶۸۳ ضعیف حدیث۔ ابن مندہ از طریق جعفر بن عون از ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع۔۔۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۱۲۸ رقم ۵۵۱) حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ”المنغازی“ میں یہ واقعہ عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے ان کے والد کے متعلق نہیں علی بن المدینی نے ”العلل“ میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ جس کا ما حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کا تعلق امیہ سے نہیں عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ سے ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث ضعیف ہے اس کے اسناد میں جعفر بن عون صدوق اور ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع انصاری ضعیف راوی ہے۔

(القریب: ۱۳۸)

”الاصابہ“ ہی میں حضرت بشر بن سفیان العنکی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو قریش کے عزائم کی خبریں لانے کے لیے بطور جاسوس مکہ مکرمہ کی طرف روانہ فرمایا۔<sup>۶۸۴</sup>

اور حضرت جبلہ بن عامر البلوی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ آپ غزوہ احزاب میں رسول اللہ ﷺ کے جاسوس تھے۔ اصابہ ہی میں حضرت خبیب بن عدی الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں صحیح بخاری سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس افراد کے ساتھ آپ کو بطور جاسوس روانہ فرمایا ان کے امیر حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ تھے۔<sup>۶۸۵</sup> بعد ازاں ابن ابی شیبہ کی تخریج سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو تنہا قریش کی طرف جاسوسی کے لیے روانہ کیا۔<sup>۶۸۶</sup>

## رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دشمن کے شہر

### سے خبروں کی ترسیل کے لیے جاسوس کا تقرر

”الاستیعاب“ (ص ۴۲۶) میں رسول اللہ ﷺ کے عم محترم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ فتح خیبر سے پہلے مسلمان ہوئے آپ نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا آپ رسول اللہ ﷺ کو مشرکوں کی خبریں لکھا کرتے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا: آپ کا مکہ میں تشریف لانا بہتر ہے۔<sup>۶۸۷</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت انس بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن سعد سے منقول ہے کہ آپ اوطاس میں نبی ﷺ کے جاسوس تھے۔<sup>۶۸۸</sup>

## امام (حکمران) کی طرف سے اپنے شہر میں جاسوس کا تقرر

”شمائل الترمذی“ میں ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے

<sup>۶۸۴</sup> ضعیف روایت۔ حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ (ج ۱ ص ۱۵۱ رقم ۶۶۲) میں کہا ہے: اسے خرائطی نے ”الھواتف“ میں از طریق عبد اللہ بن العلاء از زہری۔۔۔۔۔ روایت کیا ہے اور عبد اللہ بن العلاء مجہول ہے۔

<sup>۶۸۵</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۹۸۹-۴۰۸۶ ابوداؤد: ۲۶۶۰-۲۶۶۱ عبد الرزاق: ”المصنف“: ۹۷۳۰ احمد: ”المسند“ ج ۲ ص ۲۹۵-۳۱۵ طیبی: ۲۳۴۹ طبری: ”تاریخ“ ج ۲ ص ۵۳۸-۵۴۱ بیہقی: ”الدلائل“ ج ۳ ص ۳۲۳-۳۲۵ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(ملاحظہ کیجئے: صحیح السیرۃ النبویہ ص ۲۳۹-۲۴۰ رقم: ۳۹۵)

<sup>۶۸۶</sup> صحیح حدیث۔ ابن ابی شیبہ از جعفر بن عمرو بن امیہ از والد خود۔ الاصابہ ج ۱ ص ۴۱۹ رقم: ۲۲۲۲۔

<sup>۶۸۷</sup> ”الاستیعاب“ علی هامش ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۹۵ بلا اسناد۔

<sup>۶۸۸</sup> الاصابہ ج ۲ ص ۷۳ (رقم: ۲۸۱) بلا اسناد۔



میں بتایا کہ انہوں نے مصر میں ایک دن مقرر کر رکھا تھا اور ایک شخص کو لباس اور خوراک وغیرہ کے بدلے یہ ذمہ داری سونپی ہوئی تھی کہ صبح ہوتے ہی شہر میں مسلسل گشت پر رہے بازار، مساجد، سرائیں، کوچے ہر جگہ گھومے پھرے جب کہیں کوئی نئی بات سنے یا نیا واقعہ دیکھے رات کو اسے آ کر بتائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ابن غازی اور المقری کے دور میں اخبارات اور رسائل ہوتے تو وہ سب سے پہلے ان کا مطالعہ کرتے اور ان کے لیے یومیہ دس جزائد کا مطالعہ کرنا کسی کو لباس، خوراک اور دیگر ضرورتوں کی تکمیل کی اجرت پر رکھنے سے زیادہ آسان ہوتا۔ واللہ اعلم

ابو عبد اللہ محمد المکی بن موسیٰ الناصری کی کتاب ”الدرد المرصعة فی صلحاء درعة“ میں امام ابو العباس احمد بن محمد بن ناصر الدرعی کے تذکرہ میں ان کے بعض تلامذہ سے منقول ہے کہ شیخ لوگوں کے احوال کے متعلق بہت سوالات کرتے تھے اور یہ دریافت فرماتے: فلاں علاقے اور فلاں شہر میں کیا ہو رہا ہے؟ اس سلسلہ میں مجھ سے بھی بہت سوالات کرتے تھے میں نے دل میں سوچا کہ شیخ کو ان خبروں سے کیا مطلب؟ اگر شیخ اس کے بجائے اپنی نماز روزے اور تسبیحات میں مصروف رہتے تو اس سے بہتر ہوتا۔ پھر مختصر عرصہ کے بعد میری شیخ سے ملاقات ہوئی تو مجھ سے فرمایا: مؤمن اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں دریافت کرتا ہے۔ ان کے حالات معلوم کرتا ہے، خیر میں مصروف مسلمان بھائیوں کے لیے مزید آگے بڑھنے کی دعا کرتا ہے اور ان کو مبارک باد دیتا ہے، فقر اور شر میں مبتلا لوگوں کے لیے خیر اور رحمت کی دعا کرتا ہے۔

صاحب الدرد کہتے ہیں: عارف شعرانی کا بھی یہی موقف تھا۔

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں موسیٰ بن طلحہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا مؤذن اذان کہہ رہا ہے اور آپ لوگوں سے بازار کے نرخ اور شہر کی خبریں دریافت کر رہے ہیں۔ موسیٰ بن طلحہ ہی سے ایک اور روایت میں ہے میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ جمعہ کے خطبہ کے لیے باہر تشریف لاتے منبر پر بیٹھتے مؤذن اذان کہتا اور آپ لوگوں سے بازار کے نرخ، لوگوں کی گزر بسر اور ان کے مریضوں کے بارے میں دریافت کرتے رہتے جب مؤذن خاموش ہو جاتا آپ اپنے عصا کے سہارے کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر تھوڑی دیر بیٹھتے اس میں حسب سابق لوگوں سے سوال کرتے پھر دوسرا خطبہ دیتے نیچے اترتے اور مؤذن اقامت کہتا تھا۔

پسپائی پر آمادہ کرنے والے اور دشمن کی فوج میں انتشار پھیلانے والے

”المخذل“ کا مطلب ہے کسی کو پسپائی پر آمادہ کرنے والا یعنی اپنی سیاست اور چالاکی سے دشمن کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے والا۔

”الجمهرة“ میں ابن حزم نے حضرت نعیم بن مسعود بن عامر الاشجعی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: آپ ہی نے غزوہ احزاب میں کفار و مشرکین کی جمعیت کو منتشر کر دیا تھا۔ ”الاستیعاب“ میں ہے: آپ غزوہ خندق

میں مسلمان ہوئے، بنو قریظہ اور مشرکین میں بد اعتمادی پیدا کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مکرو فریب کو پلٹ دیا۔ سیرت کی کتب میں آپ کی اس کارروائی کی عجیب و غریب تفصیل مذکور ہے۔<sup>۶۹۲</sup>

”طبقات ابن سعد“ (ج ۴ ص ۱۹) میں حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں یہ قصہ پوری تفصیل سے موجود ہے۔ ”الاصابہ“ میں ہے حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں قریظہ اور غطفان کے درمیان اپنی تدبیر سے بد اعتمادی پیدا کر دی وہ ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ اٹھا کر چل دیئے۔<sup>۶۹۳</sup>

”المواہب“ میں رسول اللہ ﷺ کی فصاحت کے زیر عنوان آپ کا یہ ارشاد گرامی مذکور ہے کہ جنگ دھوکہ ہے۔<sup>۶۹۴</sup> اسے بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے جنگ کو دھوکے کا نام دیا ہے۔ (الحرب خدعة) صحیح مسلم میں ”سمی“ کا لفظ نہیں ہے۔

”خدعة“ خاء کے زیر زیر پیش اور دال کے سکون کے ساتھ ہے، زیادہ مشہور خاء کی زبر ہے۔ ثعلب کہتے ہیں: یہ نبی ﷺ کی لغت ہے۔ دوسری لغت خدعة ہے اور تیسری لغت خدعة ہے۔ یہ جملہ نبی ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمایا جب آپ نے غزوہ احزاب میں حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قریش، غطفان اور یہود (بنو قریظہ) کے مابین اپنی تدبیر اور چالاکی سے باہم بد اعتمادی اور انتشار پیدا کرنے کے لیے بھیجا۔ اور اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ خفیہ تدبیر لشکر کی کثرت سے زیادہ سودمند ہوتی ہیں۔

حضرت نعیم بن مسعود الاشجعی رضی اللہ عنہ کا قصہ یہ ہے کہ وہ بنو قریظہ کے پاس آئے وہ بنو قریظہ کے دوست اور ہم نشین تھے ان سے کہا: تمہیں معلوم ہے مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ انہوں نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے۔ نعیم بولے: قریش اور غطفان کا معاملہ تمہارے معاملہ جیسا نہیں ہے یہ تمہارا شہر ہے یہاں تمہارے اموال اور خواتین ہیں، تم انہیں یہاں سے کہیں اور نہیں لے جا سکتے رہے قریش اور غطفان وہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کرنے آئے ہیں اور تم نے محمد (ﷺ) کے خلاف ہو کر ان سے تعاون کیا ہے، ان کے شہر ان کے اموال اور ان کی خواتین کی حالت دوسری ہے، اگر یہ لوگ (جیت کر) لوٹ مار کریں گے تو اس کا اثر تم پر بھی پڑے گا اور اگر دوسری صورت ہوئی تو یہ اپنے اپنے شہروں کو چلے جائیں گے اور تمہیں اس شخص (محمد ﷺ) کے رحم و کرم پر چھوڑ جائیں گے۔ اگر اس نے تمہیں تنہا پالیا تو تم اس سے بچنے کی طاقت نہیں رکھتے، اس لیے تم ان (قریش وغیرہ) کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ نہ لو تا آنکہ تم ان میں سے بعض بڑے اشراف کو اپنے پاس رہن (گروی) نہ رکھ لو، بنو قریظہ نے کہا: تم نے اچھا مشورہ دیا ہے۔

<sup>۶۹۲</sup> ضعیف مرسل حدیث۔ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۲۹-۲۳۰ از یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر از والد خود عباد مرسل۔ ”الاستیعاب“ علی حاشی ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۵۷۷ بلا اسناد۔

<sup>۶۹۳</sup> ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۵۶۸ (رقم: ۸۷۷)۔

<sup>۶۹۴</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۰۲۸-۳۰۲۹، مسلم: ۴۰۷۱ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ اس باب میں بعض دوسرے صحابہ سے بھی احادیث مروی ہیں، تخریج کے لیے ملاحظہ کریں ”جامع الأصول“ ۱۰۵۳-۱۰۵۶-۸۸۷۵ تخریج عبد القادر الراؤف۔

اس کے بعد نعیم قریش کے پاس آئے اور ان سے کہا: مجھے تم سے جو تعلق خاطر ہے اور محمد (ﷺ) سے میرا جو عدم تعلق ہے تمہیں سب معلوم ہے مجھے ایک چیز معلوم ہوئی ہے تمہاری خیر خواہی کی خاطر میں نے اسے تم تک پہنچانا ضروری سمجھا ہے بات یہ ہے کہ یہود اپنے طرز عمل پر نادم ہیں انہوں نے محمد (ﷺ) کے پاس پیغام بھیجا ہے کہ کیا آپ اس بات سے خوش ہوں گے کہ ہم قریش اور غطفان کے بعض سرداروں کو پکڑ کر آپ کے حوالہ کر دیں اور آپ ان کی گردنیں اڑا دیں پھر ہم آپ کے ساتھ مل کر باقی لوگوں کا خاتمہ کر دیں۔

پھر نعیم غطفان میں آئے اور ان سے بھی اسی طرح بیان کیا قریش اور غطفان والوں نے دونوں طرف کے چند افراد کو عکرمہ کے ساتھ بنو قریظہ کے پاس بھیجا بنو قریظہ نے کہا: ہم تمہارے ساتھ مل کر نہیں لڑ سکتے یہاں تک کہ تم اپنے چند سردار ہمارے پاس بطور ضمانت رہن رکھو دونوں قبیلوں کے لوگوں نے کہا: نعیم نے درست بات بتائی تھی انہوں نے بنو قریظہ کو کہلا بھیجا: ہم تمہیں اپنا ایک بندہ بھی نہیں دیں گے بنو قریظہ نے کہا: نعیم نے یقیناً سچ کہا تھا۔ ۶۹۵

ابن بادیس نے کہا ہے کہ اس سے دشمن کے ساتھ دھوکے کا جواز نکلتا ہے اور یہ کہ مسلمانوں سے ضرر کو دور کرنے کے لیے حیلہ سازی کی جاسکتی ہے کیونکہ آپ نے نعیم سے فرمایا: ان کو ہم سے منتشر کر دو اور تم ایسا کر سکتے ہو کیونکہ جنگ دھوکا ہے جب دو مسلمانوں میں صلح کی غرض سے ان میں سے کسی کی خواہش کے بغیر ان کے ملاپ کے لیے اپنی طرف سے اچھی بات گھڑ لینا مباح ہے تو پھر دین الہی اور نبی مختار کی سنت کے اظہار کے لیے اہل حق کی حمایت اور ان کے خون کو رائیگاں جانے سے بچانے کے لیے کفار کے خلاف بطور جنگی چال دھوکہ اور فریب کیوں جائز نہ ہوگا۔ یہ تو عین امانت کی ادائیگی اور مسلمانوں کی خیر خواہی ہوگی اس میں جھوٹ اور خیانت کا کیا کام؟ ابن ابی حاتم "العلل" میں حضرت نواس بن سمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے سریہ روانہ فرمایا پھر ارشاد فرمایا: تم جھوٹ پر ایسے گرتے ہو جیسے پروانے آگ پر گرتے ہیں بے شک ہر جھوٹ لامحالہ جھوٹ ہی لکھا جائے گا مگر یہ کہ آدمی جنگ میں (بطور چال) جھوٹ بولے کیونکہ جنگ دھوکہ ہے۔ ۶۹۶

"التوشیح" میں ارشاد نبوی "الحرب خدعة" پر کہا ہے کہ یہ جنگ میں ہر حیلہ استعمال کرنے کا حکم ہے۔ ابن المنیر کہتے ہیں: مجموعی طور پر جنگ ایک دوسرے کو چالوں میں دھوکہ دینا ہے آنا سامنا کرنا نہیں ہے کیونکہ دو بدو مقابلے میں کامیابی پر خطر ہوتی ہے جبکہ دھوکہ دہی پر مبنی چالوں سے کامیابی بلا خطر ہوتی ہے۔

علامہ ابوالحسن الدمشقی "التوشیح" کے اختصار میں لکھتے ہیں: مجھے قسطنطنیہ کے بعض علماء نے خبر دی کہ انہوں نے عیسائیوں سے کہا: ہم ہتھیاروں سے تم پر غالب آ گئے اور تم ہمارے بادشاہوں پر اپنے حیلوں اور راگ رنگ اور ممنوعات کے ارتکاب سے غالب آ گئے ہو سو انہوں نے دین کو فاسد کرنے میں تمہاری پیروی کی ہے۔ انہوں نے

۶۹۵ "السيرة النبوية" ابن ہشام ج ۲ ص ۲۲۹-۲۳۰ مرسل حدیث۔

۶۹۶ ابن ابی حاتم "العلل" ج ۱ ص ۳۳۳-۳۳۴ ابوزرہ نے کہا: معمر بن سلیمان کی حدیث اصح ہے۔



جواب دیا: کیا تمہارے پیغمبر (ﷺ) کی خبر صحیح نہیں ہے کہ جنگ دھوکہ ہے، ہم نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا: تو ہم تمہارے طریقہ کے مطابق دھوکہ کے ذریعہ تم پر غالب آ گئے ہیں۔

## چغل خور

”الاصابہ“ میں مسعود رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے عروہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں مسعود نام کے ایک صاحب تھے جن کی چغل خوری کی عادت تھی، غزوہ احزاب کے موقع پر بنو قریظہ نے ان کو ابوسفیان کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تم ہمارے پاس آدمی بھیجو تا کہ ہم مدینہ کی طرف سے محمد (ﷺ) پر حملہ کریں اور تم خندق کی طرف سے حملہ کر دو، رسول اللہ ﷺ پر ہر دو طرف سے حملہ کی یہ خبر بڑی شاق گزری، آپ نے فرمایا: اے مسعود! ہم نے بنو قریظہ کی طرف یہ پیغام بھیجا ہے کہ وہ ابوسفیان کو پیغام بھیج کر ان سے آدمی منگوائیں، جب وہ لوگ بنو قریظہ کے پاس آ جائیں وہ ان کو ہمارے حوالہ کر دیں تا کہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ مسعود یہ خبر سن کر بے چین ہو گئے اور ابوسفیان کے پاس آ کر ماجرا سنایا، ابوسفیان نے کہا: بخدا محمد نے سچ کہا ہے اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، سو ابوسفیان نے بنو قریظہ کی طرف کسی فرد کو نہ بھیجا۔<sup>۶۹۷</sup>

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہ واقعہ حضرت نعیم بن مسعود الاشجعی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے مشابہ ہے۔ واللہ اعلم

## بحری بیڑے کا استعمال

### رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بحری کشتیوں کا استعمال

کتب سیرت میں عہد نبوی میں صحابہ کرام کی طرف سے متعدد کشتیوں کے استعمال کا ذکر ملتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ۶ھ میں حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف دعوت اسلام کا پیغام دے کر روانہ فرمایا، نجاشی مسلمان ہو گیا اور سرزمین حبشہ میں موجود تمام صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، ان کو دو کشتیوں میں روانہ کیا، یہ صحابہ کرام خیبر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے۔ ان صحابہ کرام کے ساتھ وہ مسلم خواتین بھی شامل تھیں جن کے شوہر حبشہ میں فوت ہو گئے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ ان کے بھائی اور ہم قوم افراد نے کشتی میں سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی، سمندر نے ان کی کشتی کو حبشہ کے ساحل پر جا پھینکا، یہ حضرات بھی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس حبشہ میں ٹھہر گئے، پھر یہ سب حضرات اکٹھے واپس آئے۔<sup>۶۹۸</sup>

۶۹۷ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف۔ ابن ابی شیبہ از عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما (الاصابہ ج ۳ ص ۴۱۳، رقم: ۷۹۶۱)

۶۹۸ صحیح حدیث۔ مسلم: ۲۵۰۲-۲۵۰۳ از ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ تفصیلاً۔



”الموطا“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس کم مقدار میں پانی ہوتا ہے اگر ہم اس پانی سے وضو کر لیں تو پیاسے رہ جائیں کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیں؟ آپ نے فرمایا: سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اس کا مردہ حلال ہے۔<sup>۱۹۹</sup> یہ حدیث جامع ترمذی میں بھی ہے۔

نبی ﷺ نے خبر دی اور فرمایا: میری امت کے بعض لوگ راہِ خدا میں جہاد کرنے کے لیے سمندر پر سوار ہوں گے بادشاہوں کی طرح تخت پر یا جیسے بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں۔ موطا کی روایت کے مطابق آپ نے یہ بات حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر میں ارشاد فرمائی حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ اللہ سے دعا کریں وہ مجھے ان میں سے بنادے۔ آپ نے فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مجاہدوں کے ساتھ سمندری سفر پر گئیں جزیرہ قبرص<sup>۲۰۰</sup> کے میں اتریں اور (فوت ہو کر) وہیں دفن ہوئیں۔<sup>۲۰۱</sup>

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی حدیث پر امام بخاری نے ”کتاب الجہاد“ میں یہ عنوان قائم کیا ہے: ”باب غزوة المرأة في البحر“ اور حدیث کے یہ الفاظ روایت کیے ہیں: میری امت کے بعض لوگ راہِ خدا میں بحرِ اخضر پر سوار ہوں گے ان کی مثال ایسے ہوگی جیسے بادشاہ تختوں پر ہوں حضرت بنت ملحان نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں اللہ مجھے ان میں سے بنادے آپ نے فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو پچھلوں میں سے نہیں ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ام حرام نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی اور بنت قریظ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ) کے ساتھ سمندر میں سوار ہوئیں واپسی پر اپنے جانور پر سوار ہوئیں اس نے آپ کو گرا دیا جس سے آپ کی گردن ٹوٹ گئی اور آپ کا انتقال ہو گیا۔

حافظ ابن حجر نے ”موطا ابن وہب“ کے حوالہ سے ابن لہیعہ سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ

<sup>۱۹۹</sup> صحیح حدیث۔ مالک ”الموطا“ ج ۱ ص ۲۲ شافعی ج ۱ ص ۱۹ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۱ احمد ج ۲ ص ۲۳۷۔ ۲۳۸ بخاری ”التاریخ الکبیر“ ج ۳ ص ۸۷۸ ابوداؤد ج ۸ ص ۸۳ ترمذی ج ۱ ص ۵۰۔ ۵۱ ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۶۔ ۳۸۷ دارمی ج ۱ ص ۱۸۶ ابن الجارود ج ۱ ص ۲۸۱ بغوی ج ۱ ص ۲۸۱ ابن خزیمرہ ج ۱ ص ۱۱۱ ابن حبان ج ۱ ص ۱۲۳ حاکم ج ۱ ص ۱۴۰۔ ۱۴۱ ابوزہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (ملاحظہ کیجئے تعلیق شیخ شعیب الارناؤوط ”الاحسان“ ج ۱ ص ۱۲۳) تلخیص الحیر ج ۱ ص ۹۰۔ ۹۱ ”نصب الرایہ“ ج ۱ ص ۹۵۔ ۹۹

<sup>۲۰۰</sup> جزیرہ قبرص یہ اوت کے شمال مغرب میں تقریباً ۱۳۰ (ایک سو تیس) میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ جزیرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۲۸ھ میں فتح ہوا۔

<sup>۲۰۱</sup> صحیح حدیث۔ مالک ”الموطا“ ج ۲ ص ۴۶۳۔ ۴۶۵ از طریق مالک بخاری ج ۱ ص ۲۸۸۔ ۲۸۹ مسلم ج ۱ ص ۶۰۰۔ ۶۰۱ ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۹۱ نسائی ج ۶ ص ۴۰۔ ۴۱ ترمذی ج ۱ ص ۱۶۵۔ ۱۶۶ بغوی ج ۱ ص ۳۰۰۔ ۳۰۱ بیہقی ج ۱ ص ۱۶۵۔ ۱۶۶ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (از طریق دیگر) بخاری ج ۱ ص ۲۸۹۴۔ ۲۸۹۵ مسلم ج ۱ ص ۱۹۱۲ (۱۲۱) ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۹۰ نسائی ج ۶ ص ۴۲۳ طہانی ”الکلبیہ“ ج ۲ ص ۳۲۱ ابن حبان ج ۱ ص ۶۰۸ بیہقی ج ۱ ص ۱۶۱ از ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا۔

(تفصیلات اور فوائد حدیث کے لیے ”فتح الباری“ ج ۱ ص ۷۳۔ ۸۱ ملاحظہ کریں)

رضی اللہ عنہ نے جہاد کے لیے سمندر کا سفر کیا۔ حافظ ابن حجر نے ”کتاب الجہاد“ کے ”باب رکوب البحر“ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

”جامع العتبہ“ میں ہے امام مالک نے کہا: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سمندر کے راستے جہاد کے لیے سفر کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت نہ دی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے ان سے اجازت مانگی انہوں نے بھی اس کی اجازت نہ دی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اجازت کے لیے لکھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں لکھا: اگر تم اپنی بیوی بچوں کے ساتھ سمندر کا سفر کرنا چاہتے ہو تو پھر میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی بنت قرظ بن عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔

اس میں امام مالک کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما دونوں کو امیر مقرر کیا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خشکی کے راستے کا اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بحری راستے کا امیر بنایا تھا۔ جب یہ حضرات سفر کے اختتام پر میدان جنگ میں پہنچے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجا انہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ حضرت معاویہ نے قسم دے کر سختی سے حکم دیا کہ وہ بہر صورت آئیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے پاس نہ آنے کی قسم کھالی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہلوا بھیجا تم سمندر کے ساحل تک آ جاؤ۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ ساحل کے قریب آئے اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ان سے گفتگو کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ آگے جائیں گے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم واپس جا رہے ہیں۔

علامہ ابن رشد نے ”البيان والتحصيل“ میں کہا ہے کہ یہ ”موطا ابن وہب“ میں منقول ہے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس لیے نہیں آئے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر نہیں کیا تھا یا شاید ان کے لیے وہاں تک جانا مشقت سے خالی نہ ہو اور جب انہوں نے صرف یہ مطالبہ کیا کہ ان کے قریب آ جاؤ تو انہوں نے اسے معمولی چیز سمجھا اور چلے گئے۔

المقریزی کی ”المخطط“ میں ہے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بحری غزوہ نہیں ہوا۔ سب سے پہلے حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ غزوہ کے لیے سمندر میں سوار ہوئے اس سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ بحرین کے گورنر رہ چکے تھے۔ انہوں نے اہل عجم کی طرف پیش قدمی کو پسند کیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرمائے انہوں نے اہل بحرین کو فارس کی طرف نکلنے کی دعوت دی لوگ جلد نکل آئے انہوں نے کئی لشکر ترتیب دیئے ایک لشکر پر جارد بن المعقل کو دوسرے پر سوار بن ہمام کو اور تیسرے لشکر پر المند ربن ساوی کو امیر مقرر کیا۔ عام لوگوں پر خلید کو مقرر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر ان کو سمندر کے راستے فارس کی طرف روانہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجاہدین کی ہلاکت کے اندیشہ سے کسی کو سمندر کے راستے جہاد کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

جب شام فتح ہوا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق اور اردن کے لشکر کے سالار تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ انہیں سمندر کے راستے جہاد کے لیے نکلنے کی اجازت دی جائے (لیکن ان کو اجازت نہ ملی) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں نے بحری جہاد کیا۔ سب سے پہلے حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے بحری جہاد کیا انہوں نے بنو فزارہ کے حلیف عبد اللہ بن قیس الحارثی کو بحری مہمات کا امیر مقرر کیا انہوں نے سمندر اور ساحلی علاقوں کی پچاس جنگوں میں حصہ لیا اور کسی میں ناکام نہیں ہوئے۔<sup>۲۰۱</sup>

۳۴ھ میں جب قسطنطین بن ہرقل نے ہزار کشتیوں کے ساتھ اسکندریہ پر حملہ کیا حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے دو سو یا اس سے کچھ زائد کشتیوں کے ساتھ اس سے مقابلہ کیا ذات الصواری میں قسطنطین کو عبرت ناک شکست ہوئی اور اس کا لشکر مارا گیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کو سمندر کے راستے جزیرہ روڈس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

ہمارے شیخ ولی الدین ابن خلدون شروع شروع میں مسلمانوں کے بحری راستوں سے جہاد نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ابتدائے اسلام میں اہل عرب سمندری سفر کے ماہر نہ تھے۔ جب ان کی سلطنت مضبوط ہو گئی اور اہل عجم ان کے مطیع ہو گئے اور ہر طرف سے کاری نگر اور ہنرمند افراد کی آمد شروع ہوئی ان میں بحری راستوں سے جہاد کا میلان پیدا ہوا انہوں نے کشتیاں اور جہاز بنائے اور اپنے بحری بیڑے کو مجاہدوں اور اسلحہ سے بھر دیا اور سمندر پار بسنے والی کافر قوموں کو لکارا اور ان سے دودھ پاتا تھے اس کام کے لیے مسلمانوں نے اپنے ان ممالک اور سرحدی علاقوں میں مراکز قائم کیے جو سمندر کے قریب یا ساحل سمندر پر واقع تھے جیسے شام، افریقیہ، مغربی افریقیہ اور اندلس وغیرہ۔

”الحلل السندی“ میں شیخ ابوراس المعسکری حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے لیے ارشاد نبوی: تم پہلوں میں سے ہو پر لکھتے ہیں کہ بعد میں آنے والے پچھلوں میں سے ہیں اور ان میں وہ تمام مجاہد شامل ہیں جنہوں نے اندلس (اسپین) کے بحری جہاد حصہ لیا مثلاً طریف، طارق بن زیاد، یوسف بن تاشفین، ان کا بیٹا علی، عبد المؤمن بن علی، ان کا بیٹا، ان کا پوتا اور یعقوب بن عبد الحق۔ حضور ﷺ کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے۔ آپ نے اپنے ایک جملہ میں بحری جنگوں میں حصہ لینے والے تمام مجاہدوں کو پچھلوں میں داخل فرما دیا۔

حافظ ابو محمد بن حزم نے علماء اندلس کے فضائل پر مشتمل اپنے رسالہ میں کہا ہے: اگر ہمارے اندلس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی صرف یہی بشارت ہوتی جس میں آپ نے ہمارے مجاہدین اسلاف کی تعریف میں فرمایا کہ وہ بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تخت پر بیٹھے ہوں گے ہم نے یہ حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ان کی خالہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے ہمارے لیے یہی شرف کافی تھا کہ اس کی طرف سبقت کرنے والا مسرور اور پیچھے رہنے والا رشک کناں نظر آتا ہے۔

۲۰۱ ص ۳ ج ۹۳ (رقم: ۶۳۳۹) طبری "التاریخ" ج ۳ ص ۳۱۷ واقعات ۵۲۸۔

اگر کوئی یہ کہے کہ شاید اس سے رسول اللہ ﷺ کی مراد اہل عقلیہ اور تکریت ہیں اس سے حتمی طور پر اہل اندلس کو مراد لینا کس دلیل سے ثابت ہے؟ اہل تقویٰ کو اس قسم کی تاویلات کا سہارا لینا مناسب نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جوامع الکلم (جامع بات یا تقریر) اور فصل الخطاب (استدلال و بیان کی قوت) عطا فرمائے گئے اور آپ کو وحی کے بیان کرنے کا حکم دیا گیا آپ نے اس متصل السند حدیث مبارکہ میں اپنی امت کے ایسے دو گروہوں کی خبر دی ہے جو جہاد کے لیے سمندر میں سفر کریں گے۔ ایک کے بعد دوسرا گروہ یہ سعادت حاصل کرے گا۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے اس گروہ میں شمولیت کے لیے آپ سے درخواست کی کہ آپ ان کے لیے اللہ سے دعا کریں تو آپ نے ام حرام رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ ان کا شمار کن مجاہدین میں ہے اور وہ پہلے گروہ کے مجاہدین ہیں اور آپ کی خبر حق اور سچ ہے۔ یہ حدیث آپ کے اعلام نبوت سے ہے اس میں آپ نے ایک چیز کے وجود میں آنے سے پہلے اس کی خبر دی ہے اس میں آپ کی رسالت کی دلیل اور برہان ہے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا قبرص کے غازیوں میں شامل تھیں اپنے خچر سے گریں اور آپ کا وہاں انتقال ہوا یہ پہلا غزوہ ہے جس میں مسلمان سمندر پر سوار ہوئے اس سے یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ جزیرہ قبرص کے مجاہدین وہ پہلے حضرات ہیں جن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بشارت دی ہے اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی ان میں شامل تھیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے علاوہ کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بیان و بلاغت عطا فرمائے تھے آپ نے دو گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک گروہ کو پہلا اور بعد میں آنے والے کو دوسرا گروہ قرار دیا یہ باب اضافت اور ترکیب عدد سے متعلق ہے منطق کا تقاضا ہے کہ پہلا پہلا نہیں ہوتا جب تک دوسرا نہ ہو پہلا دوسرے کی نسبت سے پہلا اور دوسرا پہلے کی نسبت سے دوسرا ہوتا ہے اور تیسرے کا ذکر دوسرے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ الخ مزید تفصیل ”نفع الطیب“ جلد ثانی میں ملاحظہ کیجئے۔ اس میں علامہ ابن حزم نے اس بحث کو دلائل سے واضح کیا ہے۔

”تاریخ الخمیس“ میں دیار البکری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر لوگوں کے اعتراضات میں سے چھٹا اعتراض یہ بیان کیا ہے کہ ان کا خیال تھا کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سمندر کو لوگوں کے لیے ممنوعہ علاقہ بنا دیا ہے جس میں صرف ان کے تجارتی جہاز رواں رہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بر تقدیر تسلیم وہ بحری تجارت کے بادشاہ تھے کیونکہ آپ دور جاہلیت اور دور اسلام دونوں میں مرفہ الحال اور وسیع تجارت کے مالک تھے اور سمندر میں بہ کثرت آپ کے تجارتی جہاز رواں رہتے تھے اور آپ اپنے تجارتی جہازوں کو صرف اپنے مال تجارت کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تجارتی بحری بیڑہ تھا۔

”الاصابہ“ میں حضرت بسر بن ارطاة کے تذکرہ میں ہے آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں امیر البحر تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بحری سرگرمیاں وسیع ہو چکی تھیں اور یہ باقاعدہ نظام کے تحت منضبط تھیں۔<sup>۳۰۳</sup>

”صناعة الطرف في تقدمات العرب“ (ص ۳۲۷) میں ہے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے مسلمانوں کو بذریعہ سمندر سفر تجارت اور دشمنان دین کے خلاف جہاد کی اجازت دی تھی، مسلمانوں نے اپنی بحری ضروریات کی تکمیل کے لیے تجربہ کار ملاح بھرتی کیے جہاز اور کشتیاں تیار کیں یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں سترہ سو جہاز اور کشتیاں اسلحہ اور مجاہدین کے ساتھ سمندر پر گشت میں رہتے تھے۔

”تسريح الابصار فيما يحتوى لبنان من الآثار“ (ص ۱۸۴) میں قس ہنری لامنس الیسوی نے تاوانوس مؤرخ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے اموی خلیفہ تھے جنہوں نے سترہ سو بادبانی جہاز تیار کرائے ان کی لکڑی لبنان کے پہاڑوں سے منگوائی تھی، ابھی اسے چند سال ہی گزرے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے سے بھی بڑا بحری بیڑہ تیار کروایا جس میں شامل جہاز پہلے جہازوں سے تعداد اور پائیداری میں بڑھ کر تھے۔

### انتباہ

علی بن حرب العراقی کی ”کتاب البحار“ کا حافظ ابن حجر نے ”الاصابه“ میں ذکر کیا ہے۔ حوالہ کے لیے دیکھئے ج ۲ ص ۶۸، سلامہ العذری۔<sup>۴۰</sup> بعض معاصرین کی اس موضوع پر مطبوعہ کتاب بنام ”سفن الاسطول الاسلامی وتاریخها وانواعها واصافها“ بھی موجود ہے۔

## منجنيق سازی

علامہ الخفاجی نے ”نسیم الرياض“ میں کہا ہے: منجنيق ایک ایسا آلہ ہے جس سے دشمن پر بڑے بڑے پتھر پھینکے جاتے تھے لکڑی کی بلند دیوار پر پھینکی جانے والی چیز رکھ دی جاتی پھر ایک لٹھ سے اس پر ضرب لگائی جاتی تھی تو پ اور بارود کی ایجاد سے قبل قدیم دور میں یہی آلہ دشمن کے قلعہ کی فسیل توڑنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ کتب سیرت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف کا محاصرہ کیا اور ان پر منجنيق سے سنگ باری کی، ابن ہشام نے کہا: مجھ سے ثقہ راوی نے بیان کیا کہ اسلام میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف کے خلاف منجنيق استعمال کی۔<sup>۴۱</sup>

مؤلف کہتے ہیں: حافظ سیوطی نے بھی ”اوانسل“ میں اسی پر جزم کیا ہے اور کہا ہے: اسلام میں سب سے پہلے غزوہ طائف میں منجنيق استعمال کی گئی ابن اثیر نے ”الکامل“ میں کہا ہے: اس کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔<sup>۴۲</sup>

۴۰۔ حافظ ابن حجر نے ”الاصابه“ ج ۲ ص ۶۰ (رقم ۳۳۷) میں کہا ہے علی بن حرب نے اپنی کتاب ”کتاب البحار“ میں کہا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور ان کے منجنيق کے نقل کیا ہے۔

۴۱۔ ضعیف روایت۔ ”السير والذکر“ ج ۲ ص ۴۸۳ اس نے اسناد میں مجاہل ہیں۔

۴۲۔ ”السنن“ ج ۹ ص ۸۴، ”الذکر والوفاء“ ج ۱ ص ۱۰۰۔

”نور النبراس“ میں ہے اہل طائف پر منجیق نصب کرنے والی حدیث مرسل ہے۔<sup>۷۷</sup> ترمذی میں بھی یہ حدیث مرسل مروی ہے امام ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ لیکن بیہقی میں یہ حدیث ابو عبیدہ کی روایت سے موصولاً مروی ہے۔<sup>۷۸</sup>

”المیزان“ میں عبد اللہ بن خراش کے تذکرہ میں از عبد اللہ از عوام از ابراہیم التیمی از والد خود از علی رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اہل طائف پر منجیق نصب فرمائی تھی۔<sup>۷۹</sup> مؤلف کہتے ہیں: منجیق سازی، خندق کھودنا، قلعہ شکن مشینوں کی ایجاد جیسے آلات حرب سے اہل عرب نے متعارف کرایا ہے اور ان کو مدون و مرتب کیا ہے۔

ابن الاکفانی ”ارشاد القاصد“ میں کہتے ہیں: آلات حرب (جنگی ساز و سامان) کے علم ہی سے آلات حرب کی صنعت فروغ پاتی ہے اور جنگی ساز و سامان کی ایجاد اور کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ جیسے منجیقیں وغیرہ ہیں (آج کے دور میں میزائل، ایٹم بم اور دیگر مطلوبہ ہتھیاروں کی ٹیکنالوجی کا علم ضروری ہے) اپنے علاقوں کے تحفظ اور دفاع کے لیے اور دشمنوں کے حملوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لیے یہ علم نہایت ضروری ہے۔ موسیٰ بن شاكر نے اس موضوع پر مفید کتاب رقم کی ہے۔

جاحظ نے ”البيان والتبيين“ میں ذکر کیا ہے کہ حیرہ پر حکمران آخری قضاعی بادشاہ جذیمہ الابرش التتوخی نے سب سے پہلے منجیق بنائی اور اسے قلعوں پر رکھا۔

### دبابہ سازی

دبابہ ایک قدیم جنگی ہتھیار (قلعہ شکن مشین) جس کے اندر آدمی ہوتے اور قلعہ کی دیواروں میں سوراخ کر کے دیواروں کو توڑتے تھے۔ القاموس میں ہے دبابہ میں داخل ہو کر قلعہ کی بنیاد کو توڑ کر قلعہ کے اندر داخل ہوتے تھے اور دشمن پر حملہ بولتے تھے۔ یہ ایک چھوٹا سا گھر نما ہتھیار تھا، قلعہ شکنی کے لیے استعمال ہوتا تھا، قلعہ شکنی کے ماہرین اس میں داخل ہو کر قلعہ کے قریب جاتے اور قلعہ کی دیوار میں نقب لگاتے تھے، تیروں سے بچنے کے لیے اس پر چھت ہوتی تھی۔

کتاب ”نفحة الحقائق والخمائل في الابتداء والاختراع للاوائل“ میں ہے اسلام میں سب سے پہلا دبابہ اس وقت بنایا گیا جب رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ فرمایا۔

۷۷۔ ”سنن البیہقی“ ج ۹ ص ۸۴ میں ہے اسے ابو داؤد نے مراسیل میں روایت کیا ہے اسی طریق سے بیہقی نے ”السنن“ میں از کمول روایت کیا ہے یہ مرسل ضعیف روایت ہے۔

۷۸۔ بیہقی ”السنن“ ج ۹ ص ۸۴ از ابو عبیدہ۔ ابو قلابہ نے اس حدیث کے راوی پر جرح کی ہے۔

۷۹۔ ضعیف حدیث۔ ”المیزان“ ج ۲ ص ۴۱۳ (رقم: ۴۲۸) میں ہے اسے ابن عدی نے از علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اس کے اسناد میں عبد اللہ بن خراش بن حوشب اپنے چچا عوام بن حوشب سے راوی ہیں، دارقطنی نے اس کو ضعیف ابو زرہ نے لیس بٹنی ابو حاتم نے ذاہب الحدیث اور بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔

”طبقات ابن سعد“ میں وفد ثقیف کے تذکرہ میں ہے کہ عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ طائف کے محاصرہ میں حاضر نہ تھے کیونکہ وہ دونوں جرش میں منجنيقوں اور دبابات وغیرہ کی تیاری اور طریق کار کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گئے ہوئے تھے جب یہ دونوں واپس لوٹے رسول اللہ ﷺ طائف کا محاصرہ اٹھا کر جا چکے تھے انہوں نے بڑی منجنيق دبابے اور چھوٹی منجنيقیں نصب کیں۔ اے مولف کہتے ہیں: جرش عمان کے قریب اردن کا شہر ہے۔

ابن الطلاع نے سیرت میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف کے خلاف منجنيق استعمال فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ و بابہ میں داخل ہو کر طائف کے قلعہ کی دیوار کو آگ لگانے کے لیے گئے۔

دشمن کے درختوں کو جلانا اور کاٹ دینا

صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے بنو نضیر کے کھجوروں کے درخت جلوادے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ۱۲۷

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا  
فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ۝ (الحشر: ٥)

کھجوروں کے جو درخت تم نے کاٹے یا ان کے  
جڑوں پر انہیں کھڑا چھوڑ دیا تو یہ (سب) اللہ کے اِذرا  
سے ہوا اور اس لیے کہ وہ نافرمانوں کو ذلیل کرے ۝

خندق کی کھدائی

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ یہود نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف لشکر جمع کر لیے، رسول اللہ ﷺ کو ان کی خبر ملی تو آپ نے مدینہ طیبہ کے دفاع کے لیے خندق کھودی، مسلمانوں کے ساتھ نبی ﷺ بھی خندق کھودنے میں مصروف عمل رہے تاکہ مسلمانوں کو اجر کی ترغیب دیں۔<sup>۱۳</sup>

ابن الجوزی نے ”صفوة الصفوة“ میں کثیر بن عبد اللہ المزنی کی اپنے والد اور اپنے دادا سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کی نشاندہی فرمائی اور دس افراد کے لیے چالیس ہاتھ کھدائی مقرر فرمائی مہاجرین اور انصار میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں جھگڑا ہوا، آپ طاقت ور شخص تھے مہاجرین نے

۱۰۔ السيرة النبوية ج ۲ ص ۸۷، بلا اسناد۔

۱۱۷ "السيرة النبوية" ابن هشام ج ۲ ص ۴۸۳، بلا اسناد۔

۱۲۔ صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۰۳۱-۳۸۸۳، مسلم: ۱۷۴۶، (۲۹) ابوداؤد: ۲۶۱۵، ترمذی: ۱۵۵۲، نسائی: ۳۳۰۲، "التفسیر": ۵۹۳، واحدی: "اسہاب

النزول: ٨٠٥ از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ سیوطی "الدر المنثور" ج ٦ ص ١٨٨ بحوالہ سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن جریر، بیہقی "الذائل"۔

۱۳۔ السيرة النبوية ج ۲ ص ۲۱۵-۲۱۶ از یزید بن رومان۔۔۔۔۔ مرسل ضعیف۔



کہا: سلمان ہم سے ہیں انصار نے کہا: ہم سے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلمان ہمارے اہل بیت سے ہے۔<sup>۱۴</sup>

”سیرت ابن اسحاق“ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے خندق کی کھدائی میں اپنا حصہ مقرر فرمایا اور بہ نفس نفیس کھدائی فرمائی۔ قریش کے شہسوار خندق کے کنارے پر آ گئے اور خندق دیکھ کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! یہ ایسی چال ہے کہ عرب اس سے ناواقف ہیں۔<sup>۱۵</sup>

”الاستیعاب“ (ج ۲ ص ۵۷۲) میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا اور ابوسفیان نے یہ کہا تھا کہ یہ ایسی چال ہے کہ عرب اس چال سے ناواقف ہیں۔<sup>۱۶</sup>

”نفعۃ الحدائق“ میں ہے اسلام میں سب سے پہلی خندق مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ نے کھودی ہے۔ علامہ سہیلی نے کہا ہے: جنگوں میں خندق کھود کر شہروں کا دفاع کرنا فارسیوں (ایرانیوں) کی چال تھی اسی لیے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ ایرانی پہلے لوگ ہیں جنہوں نے خندق کھودی اور بخت نصر پہلا بادشاہ ہے جس نے سب سے پہلے کمین گاہیں تیار کروائیں۔

خندق کھودنے سے یہ دلیل ملتی ہے کہ دشمن سے بچاؤ کے لیے ہر ممکنہ تدبیر اختیار کرنا جائز ہے۔ اس میں اصل یہ ارشادِ ربانی ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ (اور (اے مسلمانو!) تیار رکھو ان کے لیے

(الانفال: ۶۰) (تہتیاروں کی) قوت سے جس قدر تم میں استطاعت

ہو۔

اس میں یہ عظیم ترین دلیل موجود ہے کہ جو ممالک وقت کے ساتھ ساتھ آگے نہیں بڑھتے اور پڑوسی ممالک کا جنگی ساز و سامان کی تیاری، فوجوں کی ترتیب اور تنظیم، صنعت و حرفت اور زراعت میں کا مقابلہ نہیں کرتے وہ ان کے لیے لقمہ تر ثابت ہوتے ہیں اور وہ آخر کار ان کی غلامی میں چلے جاتے ہیں۔

ہمارے نبی کریم ﷺ ہر معاملہ میں احسن، بہترین اور نفع بخش طریق کار کا انتخاب فرماتے تھے خواہ آپ کی قوم اس سے واقف ہوتی یا نہ ہوتی، اس پر عمل پیرا ہوتی یا نہ ہوتی۔ اسی لیے آپ نے حضرت عاصم بن ثابت رضی

<sup>۱۴</sup> ضعیف روایت۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۶ ص ۶۰۴، از کثیر بن عبد اللہ المزنی۔ ”مجمع الزوائد“ ج ۶ ص ۱۳۰ میں بیہی نے کہا ہے اس اسناد

میں کثیر بن عبد اللہ المزنی ہے جس کو جمہور نے ضعیف اور ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

میں کہتا ہوں: بلکہ شافعی اور ابو داؤد نے اس کی کذب کی طرف نسبت کی ہے اور ترمذی کی تصحیح کا علماء نے رد کیا ہے اور اس تصحیح کو

نا قابل اعتماد کہا ہے۔ ابن سعد ”الطبقات“ ج ۲ ص ۹۸ اور حاکم ج ۳ ص ۵۹۸ نے اس حدیث کو از کثیر بن عبد اللہ المزنی از والد

خود از جد خود روایت کیا ہے۔

<sup>۱۵</sup> السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۱۶ بلا اسناد۔

<sup>۱۶</sup> ”الاستیعاب“ علی ہامش ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۵۸ بلا اسناد۔

اللہ عنہ سے فرمایا: جو جنگ کرے تو وہ اسی طرح جنگ کرے جیسے اس سے جنگ کی جائے۔

حافظ ابن تیمیہ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے عموم پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: یہ بات ثابت شدہ ہے کہ آپ کو ترکوں سے جنگ کا حکم دیا گیا اور یہ بھی بتایا گیا کہ آپ کی امت عنقریب ترکوں (عیسائیوں) رومیوں) سے جنگ کرے گی اور یہ امر بھی واضح ہے کہ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے فارسی کمائیں ہی کارگر ثابت ہوتیں، لیکن اہل اسلام نے ان سے عربی کمائوں سے مقابلہ کیا جن کے تیروں کی رسائی کم تھی جو ان کے لیے فائدہ مند ثابت نہ ہوئیں، چنانچہ دشمن نے اپنے دور مارتیروں سے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی، اس لیے ضروری ہوا کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ایسے ہتھیاروں کا ہونا ضروری ہے جو دشمن کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بعض مسلمانوں نے کہا: جب ہم اپنے دشمن کو ریشم پوش دیکھتے ہیں تو ہمارے دلوں میں خوف طاری ہوتا ہے، آپ نے فرمایا: تم بھی ان جیسا لباس پہنو۔ نبی ﷺ نے عمرۃ القضاء میں اپنے صحابہ کو رمل (دوران طواف مونڈھے ہلاتے ہوئے لپک کر چلنے) اور اضطباع (احرام کی چادر دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا) کا حکم دیا تا کہ مشرک ان کی قوت دیکھیں، رمل اور اضطباع پہلے مشروع نہ تھے، لیکن جہاد کے لیے ان کو مشروع فرمایا گیا۔

اس تقریر سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے لیے اس وصیت کی وضاحت ہو جاتی ہے جو انہوں نے خالد رضی اللہ عنہ کو مرتدوں سے جنگ کے لیے روانہ کرتے وقت کی تھی کہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا، تقویٰ پر کار بند رہنا، اپنے ساتھیوں پر نرمی کرنا، یہاں تک کہ فرمایا: جب تمہارا دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ان کا انہی ہتھیاروں سے مقابلہ کرنا جو ہتھیار وہ تمہارے خلاف استعمال کریں تیر کا تیر سے، نیزے کا نیزے سے اور تلوار کا تلوار سے۔

”اقوم المسالک“ میں ہے اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس دور میں ہوتے تو یقیناً تیر و تلوار کے بدلے توپ، بم، آبدوز وغیرہ جدید اسلحہ کا ذکر فرماتے کہ آج کے دور میں جدید اسلحہ کے بغیر دشمن سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اور اس استعداد کا حصول ممکن نہیں جواز روئے شرع دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے بلکہ مقابلہ کرنے کے لیے دشمن کے اسلحہ سے بہتر اسلحہ کی تیاری اور جدید ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کرنا لازم ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد القادر الکردوبی الفاسی نے اس موضوع پر کتاب بنام ”كشف الغمة في ان حرب النظام واجب على هذه الامة“ لکھی ہے۔ یہ کتاب کارآمد مباحث پر مشتمل ہے، فاس سے شائع ہو چکی ہے۔

زرقاتی ”شرح المختصر“ میں ”ونلتهم“ کے لفظ پر بحث کرتے ہوئے عز بن عبد السلام سے نقل کرتے ہیں

”ابن خنبلہ نے روایت کی ہے کہ ابوالباہی رضی اللہ عنہ نے ”مجمع الزوائد“ ج ۵ ص ۳۷۷ میں کہا ہے اس میں محمد بن تاج راوی ہے جو بقول ابو حاتم مہبول ہے۔

کہ دور جاہلیت کی ہر چیز کی ممانعت نہیں ہے بلکہ جو چیز ہماری شریعت کے خلاف ہوگی اس سے روکا جائے گا رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودی حالانکہ اہل عرب اس سے واقف نہ تھے آپ نے عجمی کمانوں کی تعریف کی اور فرمایا: یہ تمہارے کمانوں سے زیادہ طاقتور ہیں۔

”سنن المہتدین“ میں المواق کہتے ہیں: میں لیبارٹریوں میں ماہرین اور کارکنوں کے گون استعمال کرنے پر بحث کرتا تھا جیسا کہ امام مالک نے چھتری کے بارے میں کہا ہے کہ چھتری اگرچہ سلف کے زیر استعمال نہیں رہی تاہم اس کا استعمال مباح ہے کیونکہ یہ گرمی سردی سے بچاتی ہے اس نظیر پر میں نے گون کے استعمال کے مباح ہونے کا فتویٰ دیا اس پر مجھے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا میرا جواب یہ تھا کہ گون کا استعمال اگرچہ رومی لباس ہونے کے باعث عجمیوں سے مشابہت رکھتا ہے لیکن اس کے فوائد کے مقابلہ میں تشبہ کی حیثیت کا پہلو کمزور ہے۔ کیونکہ یہ ایسا لباس ہے جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے اور ضرر سے بچا جاتا ہے۔

میرے نزدیک اس سلسلہ میں ائمہ کی قابل اعتماد نص موجود ہے اور وہ یہ کہ ہر وہ ملبوس یا چیز ممنوع نہیں ہے جس سے اہل عجم کام لیتے ہیں بلکہ صرف ایسی چیزیں ممنوع ہیں جن سے شریعت مطہرہ نے منع کر دیا ہے اور شرعی قواعد اس کے ترک پر دلالت کرتے ہیں ہمیں اس دور میں کسریٰ کا اتباع کرنے والوں کے تشبہ سے منع کیا گیا ہے اور یہ نبی ان امور سے مختص ہے جو ہماری شریعت کے مقتضی کے خلاف ہوں اور ان کے ہاں وہ رو بہ عمل رہتے ہوں۔ رہے باقی امور جو اباحت یا مندوبیت وغیرہ کے درجہ میں جان کر کئے جائیں تو ہماری شریعت ایسے امور اور اعمال کا محض اس بناء پر ترک کرنے حکم نہیں دیتی کہ اہل عجم بھی یہ کام کرتے ہیں۔ کیونکہ شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن یافتہ امور میں تشبہ سے منع نہیں کرتی حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ کے گرد خندق کھودی حالانکہ یہ اہل عجم سے تشبہ تھا اور عربی لشکروں نے اس پر حیرت و تعجب کا اظہار کیا اور وہ اس کا توڑ کرنے میں ناکام رہے۔ پھر ان کو معلوم ہوا کہ اس کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

اس موضوع پر میرے استاذ اور والد محترم کی کتاب ”تحذیر الاسنة فی الذب عن السنة“ قابل مطالعہ ہے۔ ”الدر المختار“ (ج ۱ ص ۴۳۸) پر علامہ ابن عابدین کے حواشی میں ”الذخیرہ“ سے منقول ہے کہ ہشام نے کہا: میں نے امام ابو یوسف کو لوہے کی کیلوں والی جوتیاں پہنے دیکھا تو پوچھا: کیا آپ اس لوہے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں میں نے کہا: سفیان ثوری اور ثور بن یزید اس کو مکروہ جانتے تھے کیونکہ اس میں راہبوں سے تشبہ ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایسے تعلین استعمال فرماتے تھے جن میں بال نہ ہوتے یہ بھی راہبوں کا پہناوا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایسی صورتی مشابہت جس کا تعلق بندوں کی بہتری سے ہو نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ ایسے جوتے پہنے بغیر دور دراز علاقوں کا سفر کرنا ممکن نہیں ہے۔

”المختصر“ میں زر قانی ”ونلتهم عن بعضهم“ کے تحت لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اہل عرب کو اہل عجم کے تشبہ سے منع فرمایا لیکن یہ کسی روایت میں نہیں آیا کہ آپ نے عجمیوں کے وفود کو اپنے لباس اور ہیئت میں آنے سے منع فرمایا ہو اور ان کو اہل عرب کی پوشش اور ہیئت میں حاضر ہونے کی ترغیب دی ہو۔ اسی حقیقت کے پیش نظر

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ دور جاہلیت کے وہ معمولات جن سے ہماری شریعت نے منع نہیں کیا ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی لیے بطور صلہ رحمی لوگوں کا نیروز اور مہرجان کے موقع پر مباح سرگرمیوں میں شریک ہونا ممنوع نہیں ہے۔

امام مالک نے فرمایا ہے کہ لمبی ٹوپیاں پہننے میں کوئی حرج نہیں حالانکہ یہ سلف صالحین کا لباس نہیں۔

ابو عمر کہتے ہیں: جب تک ممانعت ثابت نہ ہو اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

شیخ بنانی نے ٹوپوں کے بارے میں امام مالک کے قول پر تحریف کا اشارہ دیا ہے اور امام مالک کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ سلف کا لباس ہے، ممکن ہے موضوع مختلف رہا ہو۔

انتباہ

شیخ ابوسالم العیاشی اپنی کتاب ”الحکم بالعدل والانصاف“ میں کہتے ہیں کہ المواق نے اپنی کتاب ”سنن المہتدین“ میں ان لوگوں کی شوکت پر ضرب لگائی ہے جن کا خیال ہے کہ صدر اول میں نہ ہونے والا ہر کام بدعت ہے اور مشہور کے خلاف ہر کام ضلالت و گمراہی ہے۔ ہم اپنے شیخ ابو محمد عبدالقادر الفاسی سے ہمیشہ سنتے تھے کہ المواق نے لوگوں پر آسانی کرنے کے قصد سے ایسا کہا ہے۔ کیونکہ ابن الحاج نے ”المدخل“ میں بڑی سختی سے کام لیا ہے۔<sup>۱۸</sup> اور امت کے ایسے کثیر اعمال کو بدعت کے گھیرے میں ڈال دیا ہے جن کو وہ ذریعہ قرب الہی جانتے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ صدر اول میں یہ معمولات نہ تھے حالانکہ بعض ائمہ سے ایسے اقوال منقول ہیں بسا اوقات سنت میں ان کی اصل بھی ملتی ہے اگرچہ ضعیف ہوتی ہے اور وہ اعمال احادیث سے اخذ کیے گئے ہیں یا آپ ﷺ کے افعال میں سے کسی فعل سے ماخوذ ہیں اگرچہ بعید وجہ سے ماخوذ ہیں ان پر بہر حال یہ بات صادق آتی ہے کہ یہ افعال رسول اللہ ﷺ کے فعل سے ماخوذ ہیں نسبت ادنیٰ چیز سے بھی واقع ہو جاتی ہے اور لوگوں کے اپنے اپنے انداز اور طور طریقے ہیں سب کا مرجع حضور ﷺ کے افعال مبارکہ ہیں قوی قول قوت اور صریح ارشاد پر مبنی ہوتا ہے اور ضعیف قول آپ کے ارشاد کے مفہوم اور بعید اشارات کا امین ہوتا ہے ایسے مفاہیم اور اشارات آپ کے بعض کلمات اور افعال مبارکہ سے ماخوذ ہوتے ہیں تمام مسائل میں مکمل گمراہی کا شکار صرف وہی شخص ہوتا ہے جو اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہر وسیلہ اور ہر رابطہ اور تعلق کو توڑ دیتا ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مال غنیمت کے نگران

اس عنوان کے تحت ان حضرات کا بھی ذکر ہے جنہوں نے مال غنیمت کو جمع کیا اس کی حفاظت کی یہاں تک

<sup>۱۸</sup> علامہ الفاسی کا یہ کہنا درست نہیں کہ ابن الحاج نے ”المدخل“ میں بڑی سختی سے کام لیا ہے۔ بلکہ انہوں نے ان بدعات پر متنبہ کیا ہے جو کتاب و سنت کے خلاف ہیں اور گمراہوں کی ایجاد کردہ ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ”الحوادث والبدع“ تالیف امام طرطوشی۔  
”الساعت علی انکار البدع والحوادث“ تالیف ابی شامہ المقدسی ”الابداع فی النہی عن الابتداع“ شیخ علی محفوظ ”الامر بالاتباع والنہی عن الابتداع“ امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

کہ بدر کے دن اس کی تقسیم عمل میں آئی۔

ابن اسحاق غزوہ بدر کے بیان میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت پر مامور فرمایا۔<sup>۱۹</sup>

ابن حزم نے ”الجمہرۃ“ (ص ۴۱۱-۴۱۲) میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمیہ بن جزء الثربیدی رضی اللہ عنہ کو بدر کے دن مال غنیمت کا نگران مقرر فرمایا تھا۔

القضائی نے ”کتاب الانباء“ میں کہا ہے: غزوہ حنین میں چھ ہزار قیدی بنے اور بے شمار اونٹ اور بکریاں بطور مال غنیمت ہاتھ آئے۔ ابن فارس<sup>۲۰</sup> نے اپنی کتاب ”مسند الزہری“ میں سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے چھ ہزار عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا اور آپ نے حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو ان کا نگران مقرر فرمایا۔

یہ روایت پہلے گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ قیدیوں اور مال غنیمت کو جہرانہ میں روکے رکھیں یہاں تک کہ آپ وہاں تشریف لے آئیں۔

## رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مال غنیمت لکھنے والے

ابن عبد ربہ ”العقد الفريد“ (ج ۲ ص ۱۴۴) میں لکھتے ہیں کہ حضرت معقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے اموال غنیمت لکھا کرتے تھے۔

## بوقت ضرورت مال غنیمت کو فروخت کرنے والے حضرات

علامہ ابوالقاسم خلف بن بشکوال امام مالک کی احادیث مسندہ کے متون میں واقع مبہم اسماء کی تفسیر پر مشتمل اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر میں حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ مال غنیمت میں حاصل ہونے والے برتن سونے یا چاندی کے عوض فروخت کر دیں ان حضرات نے ہر تین کو چار کے عوض یا ہر چار کو تین کے عوض موجود پر فروخت کیا رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم نے ایک منافع میں لیا۔<sup>۲۱</sup>

## رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسی مجاہد کو ایک جنس کے تمام جانوروں کا ہبہ

حافظ ابن حجر نے حضرت لقیم الدجاج رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے کہ جاحظ نے ”کتاب الحيوان“ میں

۱۹ السيرة النبوية ج ۱ ص ۶۴۳ بلا اسناد۔

۲۰ ابن الفارس حافظ محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن فارس نیشاپوری۔ امام بخاری نے اس سے روایت لی ہے۔

۲۱ معطل ضعیف روایت۔

میں ذکر کیا ہے کہ حضرت لقیم رضی اللہ عنہ نے غزوہ خیبر میں اشعار میں رسول اللہ ﷺ کی مدح کی حضور ﷺ نے ان کو خیبر کی تمام مرغیاں بطور ہبہ عطا فرمادیں اسی لیے ان کو لقیم الدجاج کہا گیا ہے۔<sup>۲۲</sup> اسے ابو عمرو الشیبانی اور المدائنی نے صالح بن کیسان سے ذکر کیا ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں: یہ قصہ سیرت ابن اسحاق میں ہے لیکن وہاں ابن لقیم ہے ممکن ہے باپ اور بیٹے کا ایک جیسا نام ہو۔

## خمس کے نگران

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ غزوہ بدر میں غنائم پر حضرت عبد اللہ بن کعب بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ نگران تھے اور غزوہ بدر کے علاوہ دیگر غزوات میں آپ رسول اللہ ﷺ کے خمس پر مقرر ہوتے تھے۔<sup>۲۳</sup> صحیح مسلم کی کتاب الزکوٰۃ میں آل نبی ﷺ کو صدقہ پر عامل مقرر نہ کرنے کے ذکر میں حضرت حمیہ بن جزیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اخماس (خمس کی جمع) پر نگران مقرر فرمایا تھا۔<sup>۲۴</sup> تفصیل کے لیے ”الاصابہ“ (ج ۳ ص ۳۸۸ حدیث: ۷۸۲۳) ملاحظہ کریں۔

## فتح کی خوش خبری لانے والے حضرات

اس عنوان کے تحت خوش خبری ملنے پر قوم کا رسول اللہ ﷺ کو شہر سے باہر نکل کر راستہ میں ملنے اور مبارک باد دینے کا بھی ذکر ہے۔

ابن اسحاق نے غزوہ بدر کے ذکر میں کہا ہے کہ فتح یابی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کے بالائی علاقہ (مدینہ طیبہ سے نجد کی سمت) کی طرف خوش خبری دینے کے لیے روانہ فرمایا۔

طبقات ابن سعد میں ہے اس سے بنو عمرو بن عوف، خطمہ اور وائل کے قبائل مراد ہیں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان قبائل کو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی غزوہ بدر میں فتح یابی کی بشارت سنانے گئے تھے۔ اور آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو یریں علاقہ میں (تہامہ کی جانب) خوش خبری سنانے کے لیے روانہ فرمایا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف لوٹے جب آپ مقام روحاء پر پہنچے مسلمان آپ کو غزوہ بدر میں فتح مندی پر مبارک باد دینے کو حاضر ہوئے۔<sup>۲۵</sup>

<sup>۲۲</sup> الاصابہ ج ۳ ص ۳۳۱ (رقم: ۷۵۶۰) بحوالہ ”کتاب الحیوان“ بلا اسناد بے اصل روایت۔

<sup>۲۳</sup> ”الاستیعاب“ علی حاشیہ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۳۱۴ بلا اسناد۔

<sup>۲۴</sup> مسلم: ۱۰۷۲ (۱۶۸) از عبد المطلب بن ربیعہ بن الحارث عہاس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما۔

<sup>۲۵</sup> السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۶۴۲-۶۴۳ بلا اسناد۔



امام بخاری نے کتاب الجہاد میں ”باب البشارة فی الفتوح“ کے تحت روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو ذی الخلقہ کے بت کو منہدم کرنے کے لیے بھیجا اس کو کعبۃ الیمانہ کہا جاتا تھا اس میں ہے جب حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اسے منہدم کر دیا تو نبی ﷺ کو خوش خبری سنانے کے لیے آ دی بھیجا۔<sup>۲۶</sup>

اس کے بعد امام بخاری نے ”باب ما یعطی للبشیر“<sup>۲۷</sup> کا عنوان قائم کر کے یہ ذکر کیا ہے کہ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو توبہ قبول ہونے کی خوش خبری سنائی گئی انہوں نے خوش خبری دینے والے کو دو کپڑے دیے۔

### سفر سے واپسی پر ضیافت کا اہتمام

امام بخاری نے کتاب الجہاد کے آخر میں اس عنوان کے تحت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ جب سفر سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لاتے آپ اونٹ یا گائے ذبح فرماتے تھے۔ پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نے دو اوقیہ اور ایک یا دو درہم کے عوض ان سے اونٹ خریدا جب آپ صرار (مدینہ طیبہ سے مشرقی جانب تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام) میں تشریف فرما ہوئے آپ نے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گائے ذبح کی گئی اور صحابہ کرام نے اس سے تناول فرمایا۔<sup>۲۸</sup>

ابن بطال کہتے ہیں: اس میں حکمران اور سردار کی سفر سے واپسی پر اپنے ساتھیوں کی ضیافت ہے سلف اسے مستحب سمجھتے تھے اسے نفعیہ کہا جاتا ہے۔

المہلب سے منقول ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر سے واپس آتے ہر آنے والے کو کھانا کھلاتے تھے۔

### سفر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کی دعا

”الموطا“ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب غزوہ حج یا عمرہ سے واپس تشریف فرما ہوئے صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۰۲۰-۳۰۳۶-۳۰۴۶-۳۸۲۳-۳۳۵۵-۳۳۵۶-۳۳۵۷-۳۳۵۸-۳۳۵۹-۳۳۶۰-۳۳۶۱-۳۳۶۲-۳۳۶۳-۳۳۶۴-۳۳۶۵-۳۳۶۶-۳۳۶۷-۳۳۶۸-۳۳۶۹-۳۳۷۰-۳۳۷۱-۳۳۷۲-۳۳۷۳-۳۳۷۴-۳۳۷۵-۳۳۷۶-۳۳۷۷-۳۳۷۸-۳۳۷۹-۳۳۸۰-۳۳۸۱-۳۳۸۲-۳۳۸۳-۳۳۸۴-۳۳۸۵-۳۳۸۶-۳۳۸۷-۳۳۸۸-۳۳۸۹-۳۳۹۰-۳۳۹۱-۳۳۹۲-۳۳۹۳-۳۳۹۴-۳۳۹۵-۳۳۹۶-۳۳۹۷-۳۳۹۸-۳۳۹۹-۳۴۰۰-۳۴۰۱-۳۴۰۲-۳۴۰۳-۳۴۰۴-۳۴۰۵-۳۴۰۶-۳۴۰۷-۳۴۰۸-۳۴۰۹-۳۴۱۰-۳۴۱۱-۳۴۱۲-۳۴۱۳-۳۴۱۴-۳۴۱۵-۳۴۱۶-۳۴۱۷-۳۴۱۸-۳۴۱۹-۳۴۲۰-۳۴۲۱-۳۴۲۲-۳۴۲۳-۳۴۲۴-۳۴۲۵-۳۴۲۶-۳۴۲۷-۳۴۲۸-۳۴۲۹-۳۴۳۰-۳۴۳۱-۳۴۳۲-۳۴۳۳-۳۴۳۴-۳۴۳۵-۳۴۳۶-۳۴۳۷-۳۴۳۸-۳۴۳۹-۳۴۴۰-۳۴۴۱-۳۴۴۲-۳۴۴۳-۳۴۴۴-۳۴۴۵-۳۴۴۶-۳۴۴۷-۳۴۴۸-۳۴۴۹-۳۴۵۰-۳۴۵۱-۳۴۵۲-۳۴۵۳-۳۴۵۴-۳۴۵۵-۳۴۵۶-۳۴۵۷-۳۴۵۸-۳۴۵۹-۳۴۶۰-۳۴۶۱-۳۴۶۲-۳۴۶۳-۳۴۶۴-۳۴۶۵-۳۴۶۶-۳۴۶۷-۳۴۶۸-۳۴۶۹-۳۴۷۰-۳۴۷۱-۳۴۷۲-۳۴۷۳-۳۴۷۴-۳۴۷۵-۳۴۷۶-۳۴۷۷-۳۴۷۸-۳۴۷۹-۳۴۸۰-۳۴۸۱-۳۴۸۲-۳۴۸۳-۳۴۸۴-۳۴۸۵-۳۴۸۶-۳۴۸۷-۳۴۸۸-۳۴۸۹-۳۴۹۰-۳۴۹۱-۳۴۹۲-۳۴۹۳-۳۴۹۴-۳۴۹۵-۳۴۹۶-۳۴۹۷-۳۴۹۸-۳۴۹۹-۳۵۰۰-۳۵۰۱-۳۵۰۲-۳۵۰۳-۳۵۰۴-۳۵۰۵-۳۵۰۶-۳۵۰۷-۳۵۰۸-۳۵۰۹-۳۵۱۰-۳۵۱۱-۳۵۱۲-۳۵۱۳-۳۵۱۴-۳۵۱۵-۳۵۱۶-۳۵۱۷-۳۵۱۸-۳۵۱۹-۳۵۲۰-۳۵۲۱-۳۵۲۲-۳۵۲۳-۳۵۲۴-۳۵۲۵-۳۵۲۶-۳۵۲۷-۳۵۲۸-۳۵۲۹-۳۵۳۰-۳۵۳۱-۳۵۳۲-۳۵۳۳-۳۵۳۴-۳۵۳۵-۳۵۳۶-۳۵۳۷-۳۵۳۸-۳۵۳۹-۳۵۴۰-۳۵۴۱-۳۵۴۲-۳۵۴۳-۳۵۴۴-۳۵۴۵-۳۵۴۶-۳۵۴۷-۳۵۴۸-۳۵۴۹-۳۵۵۰-۳۵۵۱-۳۵۵۲-۳۵۵۳-۳۵۵۴-۳۵۵۵-۳۵۵۶-۳۵۵۷-۳۵۵۸-۳۵۵۹-۳۵۶۰-۳۵۶۱-۳۵۶۲-۳۵۶۳-۳۵۶۴-۳۵۶۵-۳۵۶۶-۳۵۶۷-۳۵۶۸-۳۵۶۹-۳۵۷۰-۳۵۷۱-۳۵۷۲-۳۵۷۳-۳۵۷۴-۳۵۷۵-۳۵۷۶-۳۵۷۷-۳۵۷۸-۳۵۷۹-۳۵۸۰-۳۵۸۱-۳۵۸۲-۳۵۸۳-۳۵۸۴-۳۵۸۵-۳۵۸۶-۳۵۸۷-۳۵۸۸-۳۵۸۹-۳۵۹۰-۳۵۹۱-۳۵۹۲-۳۵۹۳-۳۵۹۴-۳۵۹۵-۳۵۹۶-۳۵۹۷-۳۵۹۸-۳۵۹۹-۳۶۰۰-۳۶۰۱-۳۶۰۲-۳۶۰۳-۳۶۰۴-۳۶۰۵-۳۶۰۶-۳۶۰۷-۳۶۰۸-۳۶۰۹-۳۶۱۰-۳۶۱۱-۳۶۱۲-۳۶۱۳-۳۶۱۴-۳۶۱۵-۳۶۱۶-۳۶۱۷-۳۶۱۸-۳۶۱۹-۳۶۲۰-۳۶۲۱-۳۶۲۲-۳۶۲۳-۳۶۲۴-۳۶۲۵-۳۶۲۶-۳۶۲۷-۳۶۲۸-۳۶۲۹-۳۶۳۰-۳۶۳۱-۳۶۳۲-۳۶۳۳-۳۶۳۴-۳۶۳۵-۳۶۳۶-۳۶۳۷-۳۶۳۸-۳۶۳۹-۳۶۴۰-۳۶۴۱-۳۶۴۲-۳۶۴۳-۳۶۴۴-۳۶۴۵-۳۶۴۶-۳۶۴۷-۳۶۴۸-۳۶۴۹-۳۶۵۰-۳۶۵۱-۳۶۵۲-۳۶۵۳-۳۶۵۴-۳۶۵۵-۳۶۵۶-۳۶۵۷-۳۶۵۸-۳۶۵۹-۳۶۶۰-۳۶۶۱-۳۶۶۲-۳۶۶۳-۳۶۶۴-۳۶۶۵-۳۶۶۶-۳۶۶۷-۳۶۶۸-۳۶۶۹-۳۶۷۰-۳۶۷۱-۳۶۷۲-۳۶۷۳-۳۶۷۴-۳۶۷۵-۳۶۷۶-۳۶۷۷-۳۶۷۸-۳۶۷۹-۳۶۸۰-۳۶۸۱-۳۶۸۲-۳۶۸۳-۳۶۸۴-۳۶۸۵-۳۶۸۶-۳۶۸۷-۳۶۸۸-۳۶۸۹-۳۶۹۰-۳۶۹۱-۳۶۹۲-۳۶۹۳-۳۶۹۴-۳۶۹۵-۳۶۹۶-۳۶۹۷-۳۶۹۸-۳۶۹۹-۳۷۰۰-۳۷۰۱-۳۷۰۲-۳۷۰۳-۳۷۰۴-۳۷۰۵-۳۷۰۶-۳۷۰۷-۳۷۰۸-۳۷۰۹-۳۷۱۰-۳۷۱۱-۳۷۱۲-۳۷۱۳-۳۷۱۴-۳۷۱۵-۳۷۱۶-۳۷۱۷-۳۷۱۸-۳۷۱۹-۳۷۲۰-۳۷۲۱-۳۷۲۲-۳۷۲۳-۳۷۲۴-۳۷۲۵-۳۷۲۶-۳۷۲۷-۳۷۲۸-۳۷۲۹-۳۷۳۰-۳۷۳۱-۳۷۳۲-۳۷۳۳-۳۷۳۴-۳۷۳۵-۳۷۳۶-۳۷۳۷-۳۷۳۸-۳۷۳۹-۳۷۴۰-۳۷۴۱-۳۷۴۲-۳۷۴۳-۳۷۴۴-۳۷۴۵-۳۷۴۶-۳۷۴۷-۳۷۴۸-۳۷۴۹-۳۷۵۰-۳۷۵۱-۳۷۵۲-۳۷۵۳-۳۷۵۴-۳۷۵۵-۳۷۵۶-۳۷۵۷-۳۷۵۸-۳۷۵۹-۳۷۶۰-۳۷۶۱-۳۷۶۲-۳۷۶۳-۳۷۶۴-۳۷۶۵-۳۷۶۶-۳۷۶۷-۳۷۶۸-۳۷۶۹-۳۷۷۰-۳۷۷۱-۳۷۷۲-۳۷۷۳-۳۷۷۴-۳۷۷۵-۳۷۷۶-۳۷۷۷-۳۷۷۸-۳۷۷۹-۳۷۸۰-۳۷۸۱-۳۷۸۲-۳۷۸۳-۳۷۸۴-۳۷۸۵-۳۷۸۶-۳۷۸۷-۳۷۸۸-۳۷۸۹-۳۷۹۰-۳۷۹۱-۳۷۹۲-۳۷۹۳-۳۷۹۴-۳۷۹۵-۳۷۹۶-۳۷۹۷-۳۷۹۸-۳۷۹۹-۳۸۰۰-۳۸۰۱-۳۸۰۲-۳۸۰۳-۳۸۰۴-۳۸۰۵-۳۸۰۶-۳۸۰۷-۳۸۰۸-۳۸۰۹-۳۸۱۰-۳۸۱۱-۳۸۱۲-۳۸۱۳-۳۸۱۴-۳۸۱۵-۳۸۱۶-۳۸۱۷-۳۸۱۸-۳۸۱۹-۳۸۲۰-۳۸۲۱-۳۸۲۲-۳۸۲۳-۳۸۲۴-۳۸۲۵-۳۸۲۶-۳۸۲۷-۳۸۲۸-۳۸۲۹-۳۸۳۰-۳۸۳۱-۳۸۳۲-۳۸۳۳-۳۸۳۴-۳۸۳۵-۳۸۳۶-۳۸۳۷-۳۸۳۸-۳۸۳۹-۳۸۴۰-۳۸۴۱-۳۸۴۲-۳۸۴۳-۳۸۴۴-۳۸۴۵-۳۸۴۶-۳۸۴۷-۳۸۴۸-۳۸۴۹-۳۸۵۰-۳۸۵۱-۳۸۵۲-۳۸۵۳-۳۸۵۴-۳۸۵۵-۳۸۵۶-۳۸۵۷-۳۸۵۸-۳۸۵۹-۳۸۶۰-۳۸۶۱-۳۸۶۲-۳۸۶۳-۳۸۶۴-۳۸۶۵-۳۸۶۶-۳۸۶۷-۳۸۶۸-۳۸۶۹-۳۸۷۰-۳۸۷۱-۳۸۷۲-۳۸۷۳-۳۸۷۴-۳۸۷۵-۳۸۷۶-۳۸۷۷-۳۸۷۸-۳۸۷۹-۳۸۸۰-۳۸۸۱-۳۸۸۲-۳۸۸۳-۳۸۸۴-۳۸۸۵-۳۸۸۶-۳۸۸۷-۳۸۸۸-۳۸۸۹-۳۸۹۰-۳۸۹۱-۳۸۹۲-۳۸۹۳-۳۸۹۴-۳۸۹۵-۳۸۹۶-۳۸۹۷-۳۸۹۸-۳۸۹۹-۳۹۰۰-۳۹۰۱-۳۹۰۲-۳۹۰۳-۳۹۰۴-۳۹۰۵-۳۹۰۶-۳۹۰۷-۳۹۰۸-۳۹۰۹-۳۹۱۰-۳۹۱۱-۳۹۱۲-۳۹۱۳-۳۹۱۴-۳۹۱۵-۳۹۱۶-۳۹۱۷-۳۹۱۸-۳۹۱۹-۳۹۲۰-۳۹۲۱-۳۹۲۲-۳۹۲۳-۳۹۲۴-۳۹۲۵-۳۹۲۶-۳۹۲۷-۳۹۲۸-۳۹۲۹-۳۹۳۰-۳۹۳۱-۳۹۳۲-۳۹۳۳-۳۹۳۴-۳۹۳۵-۳۹۳۶-۳۹۳۷-۳۹۳۸-۳۹۳۹-۳۹۴۰-۳۹۴۱-۳۹۴۲-۳۹۴۳-۳۹۴۴-۳۹۴۵-۳۹۴۶-۳۹۴۷-۳۹۴۸-۳۹۴۹-۳۹۵۰-۳۹۵۱-۳۹۵۲-۳۹۵۳-۳۹۵۴-۳۹۵۵-۳۹۵۶-۳۹۵۷-۳۹۵۸-۳۹۵۹-۳۹۶۰-۳۹۶۱-۳۹۶۲-۳۹۶۳-۳۹۶۴-۳۹۶۵-۳۹۶۶-۳۹۶۷-۳۹۶۸-۳۹۶۹-۳۹۷۰-۳۹۷۱-۳۹۷۲-۳۹۷۳-۳۹۷۴-۳۹۷۵-۳۹۷۶-۳۹۷۷-۳۹۷۸-۳۹۷۹-۳۹۸۰-۳۹۸۱-۳۹۸۲-۳۹۸۳-۳۹۸۴-۳۹۸۵-۳۹۸۶-۳۹۸۷-۳۹۸۸-۳۹۸۹-۳۹۹۰-۳۹۹۱-۳۹۹۲-۳۹۹۳-۳۹۹۴-۳۹۹۵-۳۹۹۶-۳۹۹۷-۳۹۹۸-۳۹۹۹-۴۰۰۰-۴۰۰۱-۴۰۰۲-۴۰۰۳-۴۰۰۴-۴۰۰۵-۴۰۰۶-۴۰۰۷-۴۰۰۸-۴۰۰۹-۴۰۱۰-۴۰۱۱-۴۰۱۲-۴۰۱۳-۴۰۱۴-۴۰۱۵-۴۰۱۶-۴۰۱۷-۴۰۱۸-۴۰۱۹-۴۰۲۰-۴۰۲۱-۴۰۲۲-۴۰۲۳-۴۰۲۴-۴۰۲۵-۴۰۲۶-۴۰۲۷-۴۰۲۸-۴۰۲۹-۴۰۳۰-۴۰۳۱-۴۰۳۲-۴۰۳۳-۴۰۳۴-۴۰۳۵-۴۰۳۶-۴۰۳۷-۴۰۳۸-۴۰۳۹-۴۰۴۰-۴۰۴۱-۴۰۴۲-۴۰۴۳-۴۰۴۴-۴۰۴۵-۴۰۴۶-۴۰۴۷-۴۰۴۸-۴۰۴۹-۴۰۵۰-۴۰۵۱-۴۰۵۲-۴۰۵۳-۴۰۵۴-۴۰۵۵-۴۰۵۶-۴۰۵۷-۴۰۵۸-۴۰۵۹-۴۰۶۰-۴۰۶۱-۴۰۶۲-۴۰۶۳-۴۰۶۴-۴۰۶۵-۴۰۶۶-۴۰۶۷-۴۰۶۸-۴۰۶۹-۴۰۷۰-۴۰۷۱-۴۰۷۲-۴۰۷۳-۴۰۷۴-۴۰۷۵-۴۰۷۶-۴۰۷۷-۴۰۷۸-۴۰۷۹-۴۰۸۰-۴۰۸۱-۴۰۸۲-۴۰۸۳-۴۰۸۴-۴۰۸۵-۴۰۸۶-۴۰۸۷-۴۰۸۸-۴۰۸۹-۴۰۹۰-۴۰۹۱-۴۰۹۲-۴۰۹۳-۴۰۹۴-۴۰۹۵-۴۰۹۶-۴۰۹۷-۴۰۹۸-۴۰۹۹-۴۱۰۰-۴۱۰۱-۴۱۰۲-۴۱۰۳-۴۱۰۴-۴۱۰۵-۴۱۰۶-۴۱۰۷-۴۱۰۸-۴۱۰۹-۴۱۱۰-۴۱۱۱-۴۱۱۲-۴۱۱۳-۴۱۱۴-۴۱۱۵-۴۱۱۶-۴۱۱۷-۴۱۱۸-۴۱۱۹-۴۱۲۰-۴۱۲۱-۴۱۲۲-۴۱۲۳-۴۱۲۴-۴۱۲۵-۴۱۲۶-۴۱۲۷-۴۱۲۸-۴۱۲۹-۴۱۳۰-۴۱۳۱-۴۱۳۲-۴۱۳۳-۴۱۳۴-۴۱۳۵-۴۱۳۶-۴۱۳۷-۴۱۳۸-۴۱۳۹-۴۱۴۰-۴۱۴۱-۴۱۴۲-۴۱۴۳-۴۱۴۴-۴۱۴۵-۴۱۴۶-۴۱۴۷-۴۱۴۸-۴۱۴۹-۴۱۵۰-۴۱۵۱-۴۱۵۲-۴۱۵۳-۴۱۵۴-۴۱۵۵-۴۱۵۶-۴۱۵۷-۴۱۵۸-۴۱۵۹-۴۱۶۰-۴۱۶۱-۴۱۶۲-۴۱۶۳-۴۱۶۴-۴۱۶۵-۴۱۶۶-۴۱۶۷-۴۱۶۸-۴۱۶۹-۴۱۷۰-۴۱۷۱-۴۱۷۲-۴۱۷۳-۴۱۷۴-۴۱۷۵-۴۱۷۶-۴۱۷۷-۴۱۷۸-۴۱۷۹-۴۱۸۰-۴۱۸۱-۴۱۸۲-۴۱۸۳-۴۱۸۴-۴۱۸۵-۴۱۸۶-۴۱۸۷-۴۱۸۸-۴۱۸۹-۴۱۹۰-۴۱۹۱-۴۱۹۲-۴۱۹۳-۴۱۹۴-۴۱۹۵-۴۱۹۶-۴۱۹۷-۴۱۹۸-۴۱۹۹-۴۲۰۰-۴۲۰۱-۴۲۰۲-۴۲۰۳-۴۲۰۴-۴۲۰۵-۴۲۰۶-۴۲۰۷-۴۲۰۸-۴۲۰۹-۴۲۱۰-۴۲۱۱-۴۲۱۲-۴۲۱۳-۴۲۱۴-۴۲۱۵-۴۲۱۶-۴۲۱۷-۴۲۱۸-۴۲۱۹-۴۲۲۰-۴۲۲۱-۴۲۲۲-۴۲۲۳-۴۲۲۴-۴۲۲۵-۴۲۲۶-۴۲۲۷-۴۲۲۸-۴۲۲۹-۴۲۳۰-۴۲۳۱-۴۲۳۲-۴۲۳۳-۴۲۳۴-۴۲۳۵-۴۲۳۶-۴۲۳۷-۴۲۳۸-۴۲۳۹-۴۲۴۰-۴۲۴۱-۴۲۴۲-۴۲۴۳-۴۲۴۴-۴۲۴۵-۴۲۴۶-۴۲۴۷-۴۲۴۸-۴۲۴۹-۴۲۵۰-۴۲۵۱-۴۲۵۲-۴۲۵۳-۴۲۵۴-۴۲۵۵-۴۲۵۶-۴۲۵۷-۴۲۵۸-۴۲۵۹-۴۲۶۰-۴۲۶۱-۴۲۶۲-۴۲۶۳-۴۲۶۴-۴۲۶۵-۴۲۶۶-۴۲۶۷-۴۲۶۸-۴۲۶۹-۴۲۷۰-۴۲۷۱-۴۲۷۲-۴۲۷۳-۴۲۷۴-۴۲۷۵-۴۲۷۶-۴۲۷۷-۴۲۷۸-۴۲۷۹-۴۲۸۰-۴۲۸۱-۴۲۸۲-۴۲۸۳-۴۲۸۴-۴۲۸۵-۴۲۸۶-۴۲۸۷-۴۲۸۸-۴۲۸۹-۴۲۹۰-۴۲۹۱-۴۲۹۲-۴۲۹۳-۴۲۹۴-۴۲۹۵-۴۲۹۶-۴۲۹۷-۴۲۹۸-۴۲۹۹-۴۳۰۰-۴۳۰۱-۴۳۰۲-۴۳۰۳-۴۳۰۴-۴۳۰۵-۴۳۰۶-۴۳۰۷-۴۳۰۸-۴۳۰۹-۴۳۱۰-۴۳۱۱-۴۳۱۲-۴۳۱۳-۴۳۱۴-۴۳۱۵-۴۳۱۶-۴۳۱۷-۴۳۱۸-۴۳۱۹-۴۳۲۰-۴۳۲۱-۴۳۲۲-۴۳۲۳-۴۳۲۴-۴۳۲۵-۴۳۲۶-۴۳۲۷-۴۳۲۸-۴۳۲۹-۴۳۳۰-۴۳۳۱-۴۳۳۲-۴۳۳۳-۴۳۳۴-۴۳۳۵-۴۳۳۶-۴۳۳۷-۴۳۳۸-۴۳۳۹-۴۳۴۰-۴۳۴۱-۴۳۴۲-۴۳۴۳-۴۳۴۴-۴۳۴۵-۴۳۴۶-۴۳۴۷-۴۳۴۸-۴۳۴۹-۴۳۵۰-۴۳۵۱-۴۳۵۲-۴۳۵۳-۴۳۵۴-۴۳۵۵-۴۳۵۶-۴۳۵۷-۴۳۵۸-۴۳۵۹-۴۳۶۰-۴۳۶۱-۴۳۶۲-۴۳۶۳-۴۳۶۴-۴۳۶۵-۴۳۶۶-۴۳۶۷-۴۳۶۸-۴۳۶۹-۴۳۷۰-۴۳۷۱-۴۳۷۲-۴۳۷۳-۴۳۷۴-۴۳۷۵-۴۳۷۶-۴۳۷۷-۴۳۷۸-۴۳۷۹-۴۳۸۰-۴۳۸۱-۴۳۸۲-۴۳۸۳-۴۳۸۴-۴۳۸۵-۴۳۸۶-۴۳۸۷-۴۳۸۸-۴۳۸۹-۴۳۹۰-۴۳۹۱-۴۳۹۲-۴۳۹۳-۴۳۹۴-۴۳۹۵-۴۳۹۶-۴۳۹۷-۴۳۹۸-۴۳۹۹-۴۴۰۰-۴۴۰۱-۴۴۰۲-۴۴۰۳-۴۴۰۴-۴۴۰۵-۴۴۰۶-۴۴۰۷-۴۴۰۸-۴۴۰۹-۴۴۱۰-۴۴۱۱-۴۴۱۲-۴۴۱۳-۴۴۱۴-۴۴۱۵-۴۴۱۶-۴۴۱۷-۴۴۱۸-۴۴۱۹-۴۴۲۰-۴۴۲۱-۴۴۲۲-۴۴۲۳-۴۴۲۴-۴۴۲۵-۴۴۲۶-۴۴۲۷-۴۴۲۸-۴۴۲۹-۴۴۳۰-۴۴۳۱-۴۴۳۲-۴۴۳۳-۴۴۳۴-۴۴۳۵-۴۴۳۶-۴۴۳۷-۴۴۳۸-۴۴۳۹-۴۴۴۰-۴۴۴۱-۴۴۴۲-۴۴۴۳-۴۴۴۴-۴۴۴۵-۴۴۴۶-۴۴۴۷-۴۴۴۸-۴۴۴۹-۴۴۵۰-۴۴۵۱-۴۴۵۲-۴۴۵۳-۴۴۵۴-۴۴۵۵-۴۴۵۶-۴۴۵۷-۴۴۵۸-۴۴۵۹-۴۴۶۰-۴۴۶۱-۴۴۶۲-۴۴۶۳-۴۴۶۴-۴۴۶۵-۴۴۶۶-۴۴۶۷-۴۴۶۸-۴۴۶۹-۴۴۷۰-۴۴۷۱-۴۴۷۲-۴۴۷۳-۴۴۷۴-۴۴۷۵-۴۴۷۶-۴۴۷۷-۴۴۷۸-۴۴۷۹-۴۴۸۰-۴۴۸۱-۴۴۸۲-۴۴۸۳-۴۴۸۴-۴۴۸۵-۴۴۸۶-۴۴۸۷-۴۴۸۸-۴۴۸۹-۴۴۹۰-۴۴۹۱-۴۴۹۲-۴۴۹۳-۴۴۹۴-۴۴۹۵-۴۴۹۶-۴۴۹۷-۴۴۹۸-۴۴۹۹-۴۵۰۰-۴۵۰۱-۴۵۰۲-۴۵۰۳-۴۵۰۴-۴۵۰۵-۴۵۰۶-۴۵۰۷-۴۵۰۸-۴۵۰۹-۴۵۱۰-۴۵۱۱-۴۵۱۲-۴۵۱۳-۴۵۱۴-۴۵۱۵-۴۵۱۶-۴۵۱۷-۴۵۱۸-۴۵۱۹-۴۵۲۰-۴۵۲۱-۴۵۲۲-۴۵۲۳-۴۵۲۴-۴۵۲۵-۴۵۲۶-۴۵۲۷-۴۵۲۸-۴۵۲۹-۴۵۳۰-۴۵۳۱-۴۵۳۲-۴۵۳۳-۴۵۳۴-۴۵۳۵-۴۵۳۶-۴۵۳۷-۴۵۳۸-۴۵۳۹-۴۵۴۰-۴۵۴۱-۴۵۴۲-۴۵۴۳-۴۵۴۴-۴۵۴۵-۴۵۴۶-۴۵۴۷-۴۵۴۸-۴۵۴۹-۴۵۵۰-۴۵۵۱-۴۵۵۲-۴۵۵۳-۴۵۵۴-۴۵۵۵-۴۵۵۶-۴۵۵۷-۴۵۵۸-۴۵۵۹-۴۵۶۰-۴۵۶۱-۴۵۶۲-۴۵۶۳-۴۵۶۴-۴۵۶۵-۴۵۶۶-۴۵۶۷-۴۵۶۸-۴۵۶۹-۴۵۷۰-۴۵۷۱-۴۵۷۲-۴۵۷۳-۴۵۷۴-۴۵۷۵-۴۵۷۶-۴۵۷۷-۴۵۷۸-۴۵۷۹-۴۵۸۰-۴۵۸۱-۴۵۸۲-۴۵۸۳-۴۵۸۴-۴۵۸۵-۴۵۸۶-۴۵۸۷-۴۵۸۸-۴۵۸۹-۴۵۹۰-۴۵۹۱-۴۵۹۲-۴۵۹۳-۴۵۹۴-۴۵۹۵-۴۵۹۶-۴۵۹۷-۴۵۹۸-۴۵۹۹-۴۶۰۰-۴۶۰۱-۴۶۰۲-۴۶۰۳-۴۶۰۴-۴۶۰۵-۴۶۰۶-۴۶۰۷-۴۶۰۸-۴۶۰۹-۴۶۱۰-۴۶۱۱-۴۶۱۲-۴۶۱۳-۴۶۱۴-۴۶۱۵-۴۶۱۶-۴۶۱۷-۴۶۱۸-۴۶۱





البتہ ان کی روایت میں نسات زمینوں کا ذکر ہے اور ابن اسحاق کی روایت میں صرف آسمانوں کے ساتھ سات مذکور ہے۔ کعب الاحبار نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر کو پھاڑا آپ کی جب دشمن پر نظر پڑتی یہ دعا کرتے تھے۔

ابن عاث نے دوسرے طریقہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ مروی ہے: میں آپ سے ان کے اچھوں کی مودت کا طلب گار ہوں اور یہ کہ آپ ان کے بُروں سے میری حفاظت فرمائیں۔

اس سلسلہ میں ”اذکار النووی“ اور ابن عثمان المکی کی شرح اذکار اور حافظ ابن حجر کی طرف سے اذکار کی احادیث کی تخریج ملاحظہ کریں۔

## رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جزیرۃ العرب کے کفار کا طرزِ عمل

غزوہ بنو النضیر وغیرہ کے ذکر میں حافظ ابن حجر کی تصریح کے مطابق ہجرت کے بعد کفار کا طرزِ عمل تین قسم کا

تھا:

(۱) پہلی قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عہد کیا تھا کہ وہ آپ سے جنگ نہیں کریں گے اور آپ کے خلاف دشمن کو پناہ نہیں مہیا کریں گے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے یہ معاہدہ تھا کہ وہ نہ آپ کے مددگار ہوں گے نہ آپ کے خلاف ہوں گے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے یہ معاہدہ تھا کہ اگر دشمن آپ پر حملہ آور ہو تو وہ آپ کی مدد کریں گے۔ یہ یہود کے تین گروہ تھے: بنو قریظہ، بنو النضیر اور بنو قینقاع، تینوں نے عہد شکنی کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان پر غلبہ عطا فرمایا، بنو قریظہ قتل کیے گئے اور بنو النضیر اور بنو قینقاع کو جلا وطنی کی سزا ملی۔

(۲) کفار کی دوسری قسم وہ تھی جنہوں نے نبی ﷺ سے عداوت رکھی، اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ان پر نصرت عطا فرمائی، مکہ فتح ہوا، ان کے بڑے بڑے رؤسا سرنگوں ہوئے اور حجتہ الوداع تک قریش کے تمام لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور سب آپ کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے تھے۔

(۳) دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی پر قائم تھے کہ آخر کار کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے، عرب کے بیش تر قبائل کی یہی پالیسی تھی، بعض اندرون خانہ نبی ﷺ کے غلبہ کے متمنی تھے جیسے خزاعہ، بعض اس کے برعکس تھے جیسے بنو بکر۔ بعض بظاہر آپ کے ساتھ اور بہ باطن آپ کے دشمنوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے منافقین انہیں میں سے تھے وہ اسلام ظاہر کرتے تھے اور دلوں میں کفر رکھتے تھے۔

یہود میں سے سب سے پہلے بنو قینقاع نے عہد شکنی کی، پھر بنو النضیر نے اور بعد ازاں بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے ایک ماہ بعد ان سے جنگ کی۔

حافظ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ”الصارم المسلول علی شاتم الرسول“ (ص ۹۸) میں کہا ہے کہ سیرت

نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ اوس اور خزرج کے قبائل میں کوئی فرد ایسا نہ تھا جس نے ہاتھ یا زبان کے ذریعہ نبی ﷺ کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا ہو نہ ہی مدینہ طیبہ میں کسی کو ایسا کرنے کی ہمت تھی۔ ان میں سے کافر اور منافق یہ کام کرتے تھے کہ لوگوں کو نبی ﷺ کی اتباع سے باز رکھتے یا ان کو مدینہ طیبہ سے واپس مکہ مکرمہ لوٹ جانے پر مدد فراہم کرتے اس طرح ان کی کوشش ہوتی کہ اہل ایمان میں انتشار پھیلے اور لوگ پھر سے کفر کی طرف لوٹ جائیں وہ نبی ﷺ سے جنگ پر نہیں اکساتے تھے۔

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے ہر صاحب علم پر واضح ہو جاتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آئے اہل مدینہ میں سے کسی نے آپ سے جنگ نہیں کی بلکہ انہوں نے آپ کے ساتھ معاہدے کیے اوس اور خزرج کے تمام خاندان ان معاہدوں میں شریک تھے حتیٰ کہ یہودیوں نے بھی معاہدے میں شمولیت اختیار کی۔

حضور ﷺ ان کی ہر طرح دلجوئی کرتے اور ان سے مصالحت کرتے۔

جب نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے لوگوں کے متعدد طبقات تھے بعض مؤمن تھے اور وہ اکثریت میں تھے اور باقی اپنے سابقہ دین پر تھے اور غیر جانب دار تھے رسول اللہ ﷺ آپ کے ہم قبیلہ مسلمان اور ان کے حلیف سب امن و سلامتی کے پیامبر تھے جنگ جو نہ تھے یہاں تک کہ نبی ﷺ نے انصار کے سابقہ حلیفوں کو بھی ان کے حلف پر برقرار رکھا۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے انصار کے گھرانوں میں سے کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس میں مسلمانوں کی جماعت موجود نہ ہو صرف بنو خظمہ بنو واقف اور بنو وائل انصار کے ایسے بطون تھے جو سب سے آخر میں مسلمان ہوئے۔ مدینہ طیبہ کے ارد گرد انصار کے حلیف قبائل تھے جو جنگوں میں انصار کا ساتھ دیتے تھے نبی ﷺ نے انصار کو حکم دیا کہ ان سے اپنے حلف ختم کر دیں کیونکہ انصار کے حلفاء اور نبی ﷺ کے درمیان حالت جنگ تھی اسی طرح دشمنان اسلام آپ سے حالت جنگ میں تھے۔ نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے وہاں ملے جلے عقائد کے لوگ تھے مسلمان جن کو اسلام نے جمع کر دیا تھا اور ان میں قلعوں اور وادیوں والے بھی تھے۔ نیز اوس اور خزرج کے حلیف تھے حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد پورے نظام کی اصلاح کی اور مختلف قبائل سے معاہدے فرمائے۔

ایسا بھی ہوتا کہ آدمی خود مسلمان اور اس کا والد مشرک ہوتا اوس کے قبائل ایک دوسرے کے حلیف تھے ان میں سے بعض بظاہر اسلام کا نام لیتے اور دلی طور پر اس کے خلاف ہوتے۔ اسلام آہستہ آہستہ انصار کے تمام قبائل اور ان کی ذیلی شاخوں میں پھیلتا رہا یہاں تک کہ ان میں کوئی ایسا فرد نہ رہا جو اعلانیہ کفر رکھتا ہو بلکہ مؤمن تھے یا پھر منافق انصار میں اسلام قبول نہ کرنے والا یہودی طرح ان کے معاہدوں میں شامل رہتا بلکہ اس کا طرز عمل یہود سے بھی بہتر ہوتا کہ اس میں قومی عصیت اثر دکھاتی تھی ایسے افراد اپنے قبیلہ کا ساتھ دیتے اور ان کی جماعت سے نہ نکلتے رسول اللہ ﷺ بھی ان سے درگزر فرماتے اور یہود سے زیادہ ان کی تکلیف دہ حرکتوں پر صبر فرماتے تھے کہ

آپ کو ان سے اسلام قبول کرنے کی امید ہوتی اور آپ کو یہ بھی خیال رہتا کہ ان کو سزا دینے کی صورت میں کہیں ان کے ہم قبیلہ مسلمانوں کے دل میلے نہ ہوں۔ آپ کا طرز عمل اس ارشاد باری کا مظہر اور قبیح تھا۔

لَتُبْلَوْنَ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ اَوْثَرُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ اَشْدَّكُوْا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (آل عمران: ۱۸۶)

بے شک ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال و جان میں اور تم ضرور سنو گے ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو

بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے ۝

### اپنے عہد کے کفار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ

آپ ﷺ کبھی ان پر سختی فرماتے کبھی نرمی ان سے حسن سلوک فرماتے جو رویہ مناسب ہوتا اور وقت کا تقاضا ہوتا آپ اسی طرح عمل فرماتے تھے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں: نبی ﷺ پہلے پہل ان کی اذیتیں برداشت کرتے ان کی تکلیفوں پر صبر فرماتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۲ صفر ۳ھ میں آپ کو کفار سے جنگ کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

زہری فرماتے ہیں: قتال کی اجازت کی پہلی آیت سورۃ الحج کی درج ذیل آیت ہے:

اِذْنِ لِلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظَلِمُوْا ۝ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهٖ لَقَدِيْرٌ ۝ (الحج: ۳۹)

جن سے (ناحق) قتال کیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے ۝

اسے امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ ابو حیان ”البحر“ میں کہتے ہیں: آیت کریمہ میں ماذون (اجازت دادہ) یعنی قتال محذوف ہے یقاتلون کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے اور اس اجازت کی علت یہ بیان کی گئی کہ ان پر ظلم ہوتا رہا۔ صحابہ کرام کبھی مار کھا کر کبھی زخمی ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ان سے فرماتے: صبر کرو کیونکہ مجھے قتال کا حکم نہیں دیا گیا۔ ۳۲؎ یہاں تک کہ آپ نے ہجرت کی پھر جنگ کی اجازت دے دی گئی حالانکہ پہلے ستر سے زائد آیات میں اس سے منع کیا گیا تھا۔

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مناسب ترین وقت میں جہاد کو مشروع فرمایا کیونکہ مسلمان پہلے مکہ میں تھے مشرکوں کی تعداد زیادہ تھی اگر قلیل التعداد مسلمانوں کو دین کے باغیوں کے ساتھ قتال کا حکم دیا جاتا تو ان کے لیے مشکل ہوتا جب مسلمان مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آ گئے حضور ﷺ کفار کے گھیرے سے بہ سلامت نکل آئے حالانکہ وہ آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے تھے اور آپ مدینہ طیبہ میں سکون سے رہنے لگے آپ کے ساتھیوں کی جمعیت بڑھ گئی اور وہ آپ کی مدد کو تیار ہو گئے مدینہ طیبہ امن و سکون کا گہوارہ بن گیا اور آنے والوں کی پناہ گاہ ٹھہرا تو اللہ تعالیٰ

نے جہاد کو مشروع فرمادیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف لشکر اور سرے روانہ فرمائے خود بہ نفس نفیس غزوات میں تشریف لے گئے آپ نے اور آپ کے اصحاب نے جنگیں لڑیں ائمہ مغازی کے بقول رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعداد ستائیس ہے۔ ابن الجوزی الدمیاطی اور العراقی وغیرہ نے اسی قول کو معتبر مانا ہے اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں: غزوہ احد کے علاوہ کسی غزوہ میں آپ کا بہ نفس نفیس قتال میں حصہ لینا معلوم نہیں ہے اور آپ نے صرف غزوہ احد میں ابی بن خلف کو قتل کیا ہے۔ سو جہاں اہل مغازی نے حضور ﷺ کے غزوہ میں شرکت فرمانے کا ذکر کیا ہے اس سے آپ کا باقاعدہ قتال میں حصہ لینا مراد نہیں ہے جیسا کہ آپ کی سیرت طیبہ سے ناواقف بعض طالب علموں کا خیال ہے۔

”النور“ میں ہے ابن تیمیہ کی اس تقریر پر اس حدیث مبارکہ سے اعتراض ہوتا ہے: ہماری جب بھی کسی لشکر یا فوج کے دستہ سے مڈبھیڑ ہوتی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ ضرب لگاتے تھے۔<sup>۳۳</sup> لیکن اس کی تاویل ممکن ہے۔ آپ کے سرایا کی تعداد سینتالیس ہے۔ مشہور سیرت نگار شامی کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ستر (۷۰) سے زائد سرایا اور لشکر کشیوں کو جانتا ہوں۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: میں نے علامہ مغلطائی کا لکھا ہوا پڑھا ہے انہوں نے آپ کے غزوات اور سرایا کی تعداد ایک سو بیان کی ہے۔

محدثین اور سیرت نگاروں کا طریق کار یہ رہا ہے کہ جس لشکر میں حضور ﷺ نے خود شرکت فرمائی ہے اسے غزوہ کا نام دیا ہے اور جس لشکر کو آپ نے کسی صحابی کی سرکردگی میں دشمن کی طرف بھیجا اسے سر یہ اور بعث کہا ہے۔ حالت جنگ ہوتی یا امن کی کیفیت اور صلح کا دورانیہ ہوتا آپ مشرکوں اور کفار کے سرداروں سے حسن سلوک فرماتے ان سے نرم گفتگو فرماتے جب ایسے لوگ آپ کے پاس آتے آپ ان سے زیادہ حسن سلوک کرتے تاکہ وہ آپ کے خلق عظیم کو پہچانیں اور اسلام کی طرف مائل ہوں۔ اس سلسلہ میں سورہ عبس کی ابتدائی آیات کا حوالہ کافی ہے۔ حافظ ابن قیم کی ”بدائع الفوائد“ (ج ۴ ص ۱۲۲) میں ہے کہ امام احمد سے دریافت کیا گیا: کیا کسی ذمی کو کنیت سے پکارا جاسکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نجران کے اسقف کو ”یا اباحسان“ کہہ کر بلایا۔<sup>۳۴</sup> اس میں کوئی حرج نہیں ہے آپ صحابہ کرام کو بھی یہی حکم دیتے تھے۔

علامہ مناوی نے ”الشرح الكبير على جامع الصغير“ میں حدیث مبارکہ: جب تمہارے پاس کسی قوم کا باعزت شخص آئے اس کی عزت و تکریم کرو۔<sup>۳۵</sup> (اسے ابن ماجہ، بزار، طبرانی، ابن عدی، بیہقی اور حاکم نے متعدد صحابہ سے روایت کیا) کے تحت لکھا ہے: جب تمہارے پاس کسی قوم کا ایسا بڑا سردار آئے جو لوگوں کا مرجع ہو وہ لوگ

<sup>۳۳</sup> صحیح حدیث۔ حاکم ”المستدرک“ ج ۱ ص ۴۳ از علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح الاسناد حدیث کہا ہے۔

<sup>۳۴</sup> تلاش کے باوجود مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔ یقیناً یہ حدیث ضعیف ہے۔

<sup>۳۵</sup> یہ حدیث متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے تفصیل یہ ہے: از عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، عقیلی: ۱۵۱، ابوالشیخ: ۱۴۷، قضاعی: ”مسند

الشہاب“ ۶۰: اس کے اسناد میں یثیم بن عدی کو ابن معین نے غیر ثقہ کاذب کہا ہے۔ بخاری کے بقول اصحاب جرح و تعدیل اس کے متعلق خاموش ہیں۔ الخ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)





یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین کی کثیر تعداد تقویٰ اور ورع سے متصف ہونے کے باوجود ظالم حکمرانوں کے عطیات قبول کر لیتے تھے اور اس پر خوشی کا اظہار کرتے تھے ان کا <sup>مطمح</sup> نظر صرف دین کی حفاظت اور مسلمانوں کے لیے نرمی کا حصول ہوتا تھا اور اس ظالم متکبر کے لیے شفقت پیش نظر رہتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کا موقف القلوب کے ساتھ یہی رویہ تھا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تدبیر سے ناواقف اور ظاہر پر جمے رہنے والوں نے بڑی غفلت سے کام لیا ہے اور غلط انداز اپنا کر مشکلات کا شکار رہے ہیں۔

ارشادِ الہی ہے:

وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ ۖ (الحج: ۱۸) اور جس کو اللہ ذلیل کرے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

یہ بات ان کے پلے نہ پڑی کہ سنت نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور احسن طریقے سے یہ بیان کر دیا ہے کہ فتنہ و فساد سے بچتے ہوئے امن کے حصول کے لیے فاسق اور کافر کی اہانت کی جائے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ درجہ کمال کا تقاضا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کسی کی عزت اور تکریم کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کی خاطر کسی کی توہین کرے۔ اسی لیے بعض عارفوں نے کہا ہے کہ درویش کے لیے مناسب ہے وہ اپنے پاس آنے والے ہر حکمران کی عزت کرے کیونکہ حکمران اسی وقت کسی فقیر کے پاس حاضر ہوتا ہے جب تکبر اور خود بینی کو چھوڑ دیتا ہے اور خود کو اس فقیر سے کم تر سمجھتا ہے ورنہ وہ اپنی رعایا کے کسی فرد کے پاس کیونکر آتا مزید فرمایا: جو ہمارے پاس فقیر حقیر بن کر آئے گا ہم اس کی عزت کریں گے خواہ کوئی ہو اگر وہ ظالم ہے تو ہم بھی گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے نفوس پر ظلم کرتے ہیں اگر یہ سوء ظن ہے تو پھر ایک ظالم دوسرے ظالم کے لیے کھڑا ہوا ہے اور اس کی عزت و تکریم کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کفار قریش کے سرداروں سے نرمی فرماتے اور ان کی عزت کرتے تھے اور ان کو اونچا مقام و مرتبہ دیتے تھے کہ وہ عزت الہیہ کے مظاہر تھے۔

ایک ولی نے خواب میں دیکھا اس پر سبز حلقہ ہے اور انبیاء کرام اس کے سامنے ایستادہ ہیں خواب دیکھنے والے ولی اس خواب سے پریشان ہو گئے بعض عارفوں نے یہ خواب بیان کیا تو جواب ملا کہ انبیاء کرام کا ادب خلعت پہنانے والے کے لیے تھا خلعت پہننے والے کے لیے نہ تھا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم جب سلطان اپنے کسی خادم کو خلعت سے نوازتا ہے سلطنت کے اکابرین اس کے اکرام میں کھڑے ہوتے ہیں۔<sup>۳۷</sup>

”الا کلیل“ میں آیت کریمہ:

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى ۝ (طہ: ۴۴) تو اس سے نرم بات کہیں اس امید پر کہ وہ نصیحت مان لے یا کچھ ڈرے ○

کے تحت لکھا ہے: ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نا قابل التفات نکتہ آفرینی۔



اور حضرت ہارون علیہما السلام نے فرعون کو اس کی کثیت ابا مرہ سے خطاب کیا تھا۔ ۳۸؎ اس میں کافر کو کثیت سے بلانے کا جواز ہے اور یہ کہ وعظ و نصیحت کے وقت ظالم سے نرم کلامی مستحب ہے شاید کہ وہ کفر سے باز آ جائے۔  
نیز سورہ مریم کی آیت کریمہ ”سَلَامٌ عَلَیْكَ“ (مریم: ۴۷) سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو ابتداء کافر کو سلام کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔ ۳۹؎

”سیرۃ عمر“ میں ہے شام کی فتح مکمل ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور رومی بادشاہ کے درمیان دوستانہ خطوط کا تبادلہ ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا نے روم کے بادشاہ کی طرف سے مدینہ طیبہ میں آنے والے قاصد کے ہاتھ ہرقل کی بیوی ملکہ روم کے لیے مدینہ طیبہ سے نفیس تحفہ روانہ کیا جو اباملکہ روم نے آپ کے لیے موتیوں کا نفیس ہار روانہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ ہار ان سے لے کر بیت المال میں جمع کرادیا۔ (کنز العمال)

”تاریخ ابن جریر الطبری“ (حالات ۲۸ھ) میں ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے یہ تحفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاصد کے ذریعہ روانہ کیا تھا ہرقل کی بیوی نے عورتوں کو جمع کر کے بتایا یہ تحفہ عرب کے بادشاہ کی بیوی نے بھیجا ہے جو ان کے نبی کی صاحبزادی ہیں اس نے جواب میں خط لکھا اور بدلے میں ان کے لیے تحفہ بھیجا۔ حافظ ابن الجوزی نے ”سیرۃ سیدنا عمر“ میں اسے نقل کیا ہے۔

”الخطط المقریبه“ (ج ۳ ص ۳۰۴) میں ہے کہ پہلی صدی میں اسامہ بن زید التثوی مصر کے خراج کے عامل تھے انہوں نے موسیٰ بن وردان سے بیس ہزار دینار کی مرچ خریدی ولید بن عبد الملک کے حکم سے یہ مرچ بادشاہ روم کو بطور تحفہ بھیجی جانی تھی اور اسے مصر میں دار فلقل نامی جگہ میں اسٹور کیا گیا۔

ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن علقمہ الخزاعی کی اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ ان کو نبی ﷺ نے کچھ مال دے کر ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس مال کو قریش کے فقراء میں تقسیم کر دیں حالانکہ وہ اس وقت مشرک تھے آپ ان کی تالیف قلب چاہتے تھے (علقمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) میں نے مال ابوسفیان کے حوالہ کیا وہ کہنے لگے: ان سے (یعنی نبی ﷺ سے) بڑھ کر نیکی اور صلہ رحمی کرنے والا کس نے دیکھا ہے ہم ان سے جنگیں کرتے ہیں اور ان کے خون کے پیاسے ہیں اور وہ ہمارے پاس مال روانہ کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔ ۴۰؎

۳۸؎ ضعیف ہے اصل۔

۳۹؎ کافر کو پہلے سلام کرنا جائز نہیں۔ امام نووی نے ”الاذکار“ (ص ۳۱۹) میں کہا ہے: ذمیوں کے متعلق اختلاف ہے ہمارے اصحاب کی اکثریت ان کو پہلے سلام کرنے کے عدم جواز کی قائل ہے۔ بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے اگر ذمی کا کافر سلام کرے تو اس کے جواب میں صرف ”وعلیکم“ کہے اس سے زائد نہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ کو پہلے سلام نہ کرو۔ مسلم: ۲۱۶۷، ترمذی: ۲۷۰۱، ابوداؤد: ۵۲۰۵، احمد: ۲۶۶۳، ۲۶۶۲، ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، ۳۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵، ۳۳۶۶، ۳۳۶۷، ۳۳۶۸، ۳۳۶۹، ۳۳۷۰، ۳۳۷۱، ۳۳۷۲، ۳۳۷۳، ۳۳۷۴، ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ۳۳۷۷، ۳۳۷۸، ۳۳۷۹، ۳۳۸۰، ۳۳۸۱، ۳۳۸۲، ۳۳۸۳، ۳۳۸۴، ۳۳۸۵، ۳۳۸۶، ۳۳۸۷، ۳۳۸۸، ۳۳۸۹، ۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۳۳۹۲، ۳۳۹۳، ۳۳۹۴، ۳۳۹۵، ۳۳۹۶، ۳۳۹۷، ۳۳۹۸، ۳۳۹۹، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۳۴۰۲، ۳۴۰۳، ۳۴۰۴، ۳۴۰۵، ۳۴۰۶، ۳۴۰۷، ۳۴۰۸، ۳۴۰۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، ۳۴۲۷، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۳۴۳۰، ۳۴۳۱، ۳۴۳۲، ۳۴۳۳، ۳۴۳۴، ۳۴۳۵، ۳۴۳۶، ۳۴۳۷، ۳۴۳۸، ۳۴۳۹، ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۳۴۴۲، ۳۴۴۳، ۳۴۴۴، ۳۴۴۵، ۳۴۴۶، ۳۴۴۷، ۳۴۴۸، ۳۴۴۹، ۳۴۵۰، ۳۴۵۱، ۳۴۵۲، ۳۴۵۳، ۳۴۵۴، ۳۴۵۵، ۳۴۵۶، ۳۴۵۷، ۳۴۵۸، ۳۴۵۹، ۳۴۶۰، ۳۴۶۱، ۳۴۶۲، ۳۴۶۳، ۳۴۶۴، ۳۴۶۵، ۳۴۶۶، ۳۴۶۷، ۳۴۶۸، ۳۴۶۹، ۳۴۷۰، ۳۴۷۱، ۳۴۷۲، ۳۴۷۳، ۳۴۷۴، ۳۴۷۵، ۳۴۷۶، ۳۴۷۷، ۳۴۷۸، ۳۴۷۹، ۳۴۸۰، ۳۴۸۱، ۳۴۸۲، ۳۴۸۳، ۳۴۸۴، ۳۴۸۵، ۳۴۸۶، ۳۴۸۷، ۳۴۸۸، ۳۴۸۹، ۳۴۹۰، ۳۴۹۱، ۳۴۹۲، ۳۴۹۳، ۳۴۹۴، ۳۴۹۵، ۳۴۹۶، ۳۴۹۷، ۳۴۹۸، ۳۴۹۹، ۳۵۰۰، ۳۵۰۱، ۳۵۰۲، ۳۵۰۳، ۳۵۰۴، ۳۵۰۵، ۳۵۰۶، ۳۵۰۷، ۳۵۰۸، ۳۵۰۹، ۳۵۱۰، ۳۵۱۱، ۳۵۱۲، ۳۵۱۳، ۳۵۱۴، ۳۵۱۵، ۳۵۱۶، ۳۵۱۷، ۳۵۱۸، ۳۵۱۹، ۳۵۲۰، ۳۵۲۱، ۳۵۲۲، ۳۵۲۳، ۳۵۲۴، ۳۵۲۵، ۳۵۲۶، ۳۵۲۷، ۳۵۲۸، ۳۵۲۹، ۳۵۳۰، ۳۵۳۱، ۳۵۳۲، ۳۵۳۳، ۳۵۳۴، ۳۵۳۵، ۳۵۳۶، ۳۵۳۷، ۳۵۳۸، ۳۵۳۹، ۳۵۴۰، ۳۵۴۱، ۳۵۴۲، ۳۵۴۳، ۳۵۴۴، ۳۵۴۵، ۳۵۴۶، ۳۵۴۷، ۳۵۴۸، ۳۵۴۹، ۳۵۵۰، ۳۵۵۱، ۳۵۵۲، ۳۵۵۳، ۳۵۵۴، ۳۵۵۵، ۳۵۵۶، ۳۵۵۷، ۳۵۵۸، ۳۵۵۹، ۳۵۶۰، ۳۵۶۱، ۳۵۶۲، ۳۵۶۳، ۳۵۶۴، ۳۵۶۵، ۳۵۶۶، ۳۵۶۷، ۳۵۶۸، ۳۵۶۹، ۳۵۷۰، ۳۵۷۱، ۳۵۷۲، ۳۵۷۳، ۳۵۷۴، ۳۵۷۵، ۳۵۷۶، ۳۵۷۷، ۳۵۷۸، ۳۵۷۹، ۳۵۸۰، ۳۵۸۱، ۳۵۸۲، ۳۵۸۳، ۳۵۸۴، ۳۵۸۵، ۳۵۸۶، ۳۵۸۷، ۳۵۸۸، ۳۵۸۹، ۳۵۹۰، ۳۵۹۱، ۳۵۹۲، ۳۵۹۳، ۳۵۹۴، ۳۵۹۵، ۳۵۹۶، ۳۵۹۷، ۳۵۹۸، ۳۵۹۹، ۳۶۰۰، ۳۶۰۱، ۳۶۰۲، ۳۶۰۳، ۳۶۰۴، ۳۶۰۵، ۳۶۰۶، ۳۶۰۷، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۳۶۱۰، ۳۶۱۱، ۳۶۱۲، ۳۶۱۳، ۳۶۱۴، ۳۶۱۵، ۳۶۱۶، ۳۶۱۷، ۳۶۱۸، ۳۶۱۹، ۳۶۲۰، ۳۶۲۱، ۳۶۲۲، ۳۶۲۳، ۳۶۲۴، ۳۶۲۵، ۳۶۲۶، ۳۶۲۷، ۳۶۲۸، ۳۶۲۹، ۳۶۳۰، ۳۶۳۱، ۳۶۳۲، ۳۶۳۳، ۳۶۳۴، ۳۶۳۵، ۳۶۳۶، ۳۶۳۷، ۳۶۳۸، ۳۶۳۹، ۳۶۴۰، ۳۶۴۱، ۳۶۴۲، ۳۶۴۳، ۳۶۴۴، ۳۶۴۵، ۳۶۴۶، ۳۶۴۷، ۳۶۴۸، ۳۶۴۹، ۳۶۵۰، ۳۶۵۱، ۳۶۵۲، ۳۶۵۳، ۳۶۵۴، ۳۶۵۵، ۳۶۵۶، ۳۶۵۷، ۳۶۵۸، ۳۶۵۹، ۳۶۶۰، ۳۶۶۱، ۳۶۶۲، ۳۶۶۳، ۳۶۶۴، ۳۶۶۵، ۳۶۶۶، ۳۶۶۷، ۳۶۶۸، ۳۶۶۹، ۳۶۷۰، ۳۶۷۱، ۳۶۷۲، ۳۶۷۳، ۳۶۷۴، ۳۶۷۵، ۳۶۷۶، ۳۶۷۷، ۳۶۷۸، ۳۶۷۹، ۳۶۸۰، ۳۶۸۱، ۳۶۸۲، ۳۶۸۳، ۳۶۸۴، ۳۶۸۵، ۳۶۸۶، ۳۶۸۷، ۳۶۸۸، ۳۶۸۹، ۳۶۹۰، ۳۶۹۱، ۳۶۹۲، ۳۶۹۳، ۳۶۹۴، ۳۶۹۵، ۳۶۹۶، ۳۶۹۷، ۳۶۹۸، ۳۶۹۹، ۳۷۰۰، ۳۷۰۱، ۳۷۰۲، ۳۷۰۳، ۳۷۰۴، ۳۷۰۵، ۳۷۰۶، ۳۷۰۷، ۳۷۰۸، ۳۷۰۹، ۳۷۱۰، ۳۷۱۱، ۳۷۱۲، ۳۷۱۳، ۳۷۱۴، ۳۷۱۵، ۳۷۱۶، ۳۷۱۷، ۳۷۱۸، ۳۷۱۹، ۳۷۲۰، ۳۷۲۱، ۳۷۲۲، ۳۷۲۳، ۳۷۲۴، ۳۷۲۵، ۳۷۲۶، ۳۷۲۷، ۳۷۲۸، ۳۷۲۹، ۳۷۳۰، ۳۷۳۱، ۳۷۳۲، ۳۷۳۳، ۳۷۳۴، ۳۷۳۵، ۳۷۳۶، ۳۷۳۷، ۳۷۳۸، ۳۷۳۹، ۳۷۴۰، ۳۷۴۱، ۳۷۴۲، ۳۷۴۳، ۳۷۴۴، ۳۷۴۵، ۳۷۴۶، ۳۷۴۷، ۳۷۴۸، ۳۷۴۹، ۳۷۵۰، ۳۷۵۱، ۳۷۵۲، ۳۷۵۳، ۳۷۵۴، ۳۷۵۵، ۳۷۵۶، ۳۷۵۷، ۳۷۵۸، ۳۷۵۹، ۳۷۶۰، ۳۷۶۱، ۳۷۶۲، ۳۷۶۳، ۳۷۶۴، ۳۷۶۵، ۳۷۶۶، ۳۷۶۷، ۳۷۶۸، ۳۷۶۹، ۳۷۷۰، ۳۷۷۱، ۳۷۷۲، ۳۷۷۳، ۳۷۷۴، ۳۷۷۵، ۳۷۷۶، ۳۷۷۷، ۳۷۷۸، ۳۷۷۹، ۳۷۸۰، ۳۷۸۱، ۳۷۸۲، ۳۷۸۳، ۳۷۸۴، ۳۷۸۵، ۳۷۸۶، ۳۷۸۷، ۳۷۸۸، ۳۷۸۹، ۳۷۹۰، ۳۷۹۱، ۳۷۹۲، ۳۷۹۳، ۳۷۹۴، ۳۷۹۵، ۳۷۹۶، ۳۷۹۷، ۳۷۹۸، ۳۷۹۹، ۳۸۰۰، ۳۸۰۱، ۳۸۰۲، ۳۸۰۳، ۳۸۰۴، ۳۸۰۵، ۳۸۰۶، ۳۸۰۷، ۳۸۰۸، ۳۸۰۹، ۳۸۱۰، ۳۸۱۱، ۳۸۱۲، ۳۸۱۳، ۳۸۱۴، ۳۸۱۵، ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸، ۳۸۱۹، ۳۸۲۰، ۳۸۲۱، ۳۸۲۲، ۳۸۲۳، ۳۸۲۴، ۳۸۲۵، ۳۸۲۶، ۳۸۲۷، ۳۸۲۸، ۳۸۲۹، ۳۸۳۰، ۳۸۳۱، ۳۸۳۲، ۳۸۳۳، ۳۸۳۴، ۳۸۳۵، ۳۸۳۶، ۳۸۳۷، ۳۸۳۸، ۳۸۳۹، ۳۸۴۰، ۳۸۴۱، ۳۸۴۲، ۳۸۴۳، ۳۸۴۴، ۳۸۴۵، ۳۸۴۶، ۳۸۴۷، ۳۸۴۸، ۳۸۴۹، ۳۸۵۰، ۳۸۵۱، ۳۸۵۲، ۳۸۵۳، ۳۸۵۴، ۳۸۵۵، ۳۸۵۶، ۳۸۵۷، ۳۸۵۸، ۳۸۵۹، ۳۸۶۰، ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، ۳۸۶۴، ۳۸۶۵، ۳۸۶۶، ۳۸۶۷، ۳۸۶۸، ۳۸۶۹، ۳۸۷۰، ۳۸۷۱، ۳۸۷۲، ۳۸۷۳، ۳۸۷۴، ۳۸۷۵، ۳۸۷۶، ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹، ۳۸۸۰، ۳۸۸۱، ۳۸۸۲، ۳۸۸۳، ۳۸۸۴، ۳۸۸۵، ۳۸۸۶، ۳۸۸۷، ۳۸۸۸، ۳۸۸۹، ۳۸۹۰، ۳۸۹۱، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۸۹۴، ۳۸۹۵، ۳۸۹۶، ۳۸۹۷، ۳۸۹۸، ۳۸۹۹، ۳۹۰۰، ۳۹۰۱، ۳۹۰۲، ۳۹۰۳، ۳۹۰۴، ۳۹۰۵، ۳۹۰۶، ۳۹۰۷، ۳۹۰۸، ۳۹۰۹، ۳۹۱۰، ۳۹۱۱، ۳۹۱۲، ۳۹۱۳، ۳۹۱۴، ۳۹۱۵، ۳۹۱۶، ۳۹۱۷، ۳۹۱۸، ۳۹۱۹، ۳۹۲۰، ۳۹۲۱، ۳۹۲۲، ۳۹۲۳، ۳۹۲۴، ۳۹۲۵، ۳۹۲۶، ۳۹۲۷، ۳۹۲۸، ۳۹۲۹، ۳۹۳۰، ۳۹۳۱، ۳۹۳۲، ۳۹۳۳، ۳۹۳۴، ۳۹۳۵، ۳۹۳۶، ۳۹۳۷، ۳۹۳۸، ۳۹۳۹، ۳۹۴۰، ۳۹۴۱، ۳۹۴۲، ۳۹۴۳، ۳۹۴۴، ۳۹۴۵، ۳۹۴۶، ۳۹۴۷، ۳۹۴۸، ۳۹۴۹، ۳۹۵۰، ۳۹۵۱، ۳۹۵۲، ۳۹۵۳، ۳۹۵۴، ۳۹۵۵، ۳۹۵۶، ۳۹۵۷، ۳۹۵۸، ۳۹۵۹، ۳۹۶۰، ۳۹۶۱، ۳۹۶۲، ۳۹۶۳، ۳۹۶۴، ۳۹۶۵، ۳۹۶۶، ۳۹۶۷، ۳۹۶۸، ۳۹۶۹، ۳۹۷۰، ۳۹۷۱، ۳۹۷۲، ۳۹۷۳، ۳۹۷۴، ۳۹۷۵، ۳۹۷۶، ۳۹۷۷، ۳۹۷۸، ۳۹۷۹، ۳۹۸۰، ۳۹۸۱، ۳۹۸۲، ۳۹۸۳، ۳۹۸۴، ۳۹۸۵، ۳۹۸۶، ۳۹۸۷، ۳۹۸۸، ۳۹۸۹، ۳۹۹۰، ۳۹۹۱، ۳۹۹۲، ۳۹۹۳، ۳۹۹۴، ۳۹۹۵، ۳۹۹۶، ۳۹۹۷، ۳۹۹۸، ۳۹۹۹، ۴۰۰۰، ۴۰۰۱، ۴۰۰۲، ۴۰۰۳، ۴۰۰۴، ۴۰۰۵، ۴۰۰۶، ۴۰۰۷، ۴۰۰۸، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰، ۴۰۱۱، ۴۰۱۲، ۴۰۱۳، ۴۰۱۴، ۴۰۱۵، ۴۰۱۶، ۴۰۱۷، ۴۰۱۸، ۴۰۱۹، ۴۰۲۰، ۴۰۲۱، ۴۰۲۲، ۴۰۲۳، ۴۰۲۴، ۴۰۲۵، ۴۰۲۶، ۴۰۲۷، ۴۰۲۸، ۴۰۲۹، ۴۰۳۰، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۰۳۳، ۴۰۳۴، ۴۰۳۵، ۴۰۳۶، ۴۰۳۷، ۴۰۳۸، ۴۰۳۹، ۴۰۴۰، ۴۰۴۱، ۴۰۴۲، ۴۰۴۳، ۴۰۴۴، ۴۰۴۵، ۴۰۴۶، ۴۰۴۷، ۴۰۴۸، ۴۰۴۹، ۴۰۵۰، ۴۰۵۱، ۴۰۵۲، ۴۰۵۳، ۴۰۵۴، ۴۰۵۵، ۴۰۵۶، ۴۰۵۷، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۴۰۶۰، ۴۰۶۱، ۴۰۶۲، ۴۰۶۳، ۴۰۶۴، ۴۰۶۵، ۴۰۶۶، ۴۰۶۷، ۴۰۶۸، ۴۰۶۹، ۴۰۷۰، ۴۰۷۱، ۴۰۷۲، ۴۰۷۳، ۴۰۷۴، ۴۰۷۵، ۴۰۷۶، ۴۰۷۷، ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، ۴۰۸۰، ۴۰۸۱، ۴۰۸۲، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۰۸۵، ۴۰۸۶، ۴۰۸۷، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۱، ۴۰۹۲، ۴۰۹۳، ۴۰۹۴، ۴۰۹۵، ۴۰۹۶، ۴۰۹۷، ۴۰۹۸، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ۴۱۰۳، ۴۱۰۴، ۴۱۰۵، ۴۱۰۶، ۴۱۰۷، ۴۱۰۸، ۴۱۰۹، ۴۱۱۰، ۴۱۱۱، ۴۱۱۲، ۴۱۱۳، ۴۱۱۴، ۴۱۱۵، ۴۱۱۶، ۴۱۱۷، ۴۱۱۸، ۴۱۱۹، ۴۱۲۰، ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴، ۴۱۲۵، ۴۱۲۶، ۴۱۲۷، ۴۱۲۸، ۴۱۲۹، ۴۱۳۰، ۴۱۳۱، ۴۱۳۲، ۴۱۳۳، ۴۱۳۴، ۴۱۳۵، ۴۱۳۶، ۴۱۳۷، ۴۱۳۸، ۴۱۳۹، ۴۱۴۰، ۴۱۴۱، ۴۱۴۲، ۴۱۴۳، ۴۱۴۴، ۴۱۴۵، ۴۱۴۶، ۴۱۴۷، ۴۱۴۸، ۴۱۴۹، ۴۱۵۰، ۴۱۵۱، ۴۱۵۲، ۴۱۵۳، ۴۱۵۴، ۴۱۵۵، ۴۱۵۶، ۴۱۵۷، ۴۱۵۸، ۴۱۵۹، ۴۱۶۰، ۴۱۶۱، ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، ۴۱۶۶، ۴۱۶۷، ۴۱۶۸، ۴۱۶۹، ۴۱۷۰، ۴۱۷۱، ۴۱۷۲، ۴۱۷۳، ۴۱۷۴، ۴۱۷۵، ۴۱۷۶، ۴۱۷۷، ۴۱۷۸، ۴۱۷۹، ۴۱۸۰، ۴۱۸۱، ۴۱۸۲، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵، ۴۱۸۶، ۴۱۸۷، ۴۱۸۸، ۴۱۸۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۱۹۴، ۴۱۹۵، ۴۱۹۶، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۰۲، ۴۲۰۳، ۴۲۰۴، ۴۲۰۵، ۴۲۰۶، ۴۲۰۷، ۴۲۰۸، ۴۲۰۹، ۴۲۱۰، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۴۲۱۴، ۴۲۱۵، ۴۲۱۶، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، ۴۲۲۱، ۴۲۲۲، ۴۲۲۳، ۴۲۲۴، ۴۲۲۵، ۴۲۲۶، ۴۲۲۷، ۴۲۲۸، ۴۲۲۹، ۴۲۳۰، ۴۲۳۱، ۴۲۳۲، ۴۲۳۳، ۴۲۳۴، ۴۲۳۵، ۴۲۳۶، ۴۲۳۷، ۴۲۳۸، ۴۲۳۹، ۴۲۴۰، ۴۲۴۱، ۴۲۴۲، ۴۲۴۳، ۴۲۴۴، ۴۲۴۵، ۴۲۴۶، ۴۲۴۷، ۴۲۴۸، ۴۲۴۹، ۴۲۵۰، ۴۲۵۱، ۴۲۵۲، ۴۲۵۳، ۴۲۵۴، ۴۲۵۵، ۴۲۵۶، ۴۲۵۷، ۴۲۵۸، ۴۲۵۹، ۴۲۶۰، ۴۲۶۱، ۴۲۶۲، ۴۲۶۳، ۴۲۶۴، ۴۲۶۵، ۴۲۶۶، ۴۲۶۷، ۴۲۶۸، ۴۲۶۹، ۴۲۷۰، ۴۲۷۱، ۴۲۷۲، ۴۲۷۳، ۴۲۷۴، ۴۲۷۵، ۴۲۷۶، ۴۲۷۷، ۴۲۷۸، ۴۲۷۹، ۴۲۸۰، ۴۲۸۱، ۴۲۸۲، ۴۲۸۳، ۴۲۸۴، ۴۲۸۵، ۴۲۸۶، ۴۲۸۷، ۴۲۸۸، ۴۲۸۹، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱، ۴۲۹۲، ۴۲۹۳، ۴۲۹۴، ۴۲۹۵، ۴۲۹۶، ۴۲۹۷، ۴۲۹۸، ۴۲۹۹، ۴۳۰۰، ۴۳۰۱، ۴۳۰۲، ۴۳۰۳، ۴۳۰۴، ۴۳۰۵، ۴۳۰۶، ۴۳۰۷، ۴۳۰۸، ۴۳۰۹، ۴۳۱۰، ۴۳۱۱، ۴۳۱۲، ۴۳۱۳، ۴۳۱۴، ۴۳۱۵، ۴۳۱۶، ۴۳۱۷، ۴۳۱۸، ۴۳۱۹، ۴۳۲۰، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۴۳۲۳، ۴۳۲۴، ۴۳۲۵، ۴۳۲۶، ۴۳۲۷، ۴۳۲۸، ۴۳۲۹، ۴۳۳۰، ۴۳۳۱، ۴۳۳۲، ۴۳۳۳، ۴۳۳۴، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۴۳۳۷، ۴۳۳۸، ۴۳۳۹، ۴۳۴۰، ۴۳۴۱، ۴۳۴۲، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۴۳۴۵، ۴۳۴۶، ۴۳۴۷، ۴۳۴۸، ۴۳۴۹، ۴۳۵۰، ۴۳۵۱، ۴۳۵۲، ۴۳۵۳، ۴۳۵۴، ۴۳۵۵، ۴۳۵۶، ۴۳۵۷، ۴۳۵۸، ۴۳۵۹، ۴۳۶۰، ۴۳۶۱، ۴۳۶۲، ۴۳۶۳، ۴۳۶۴، ۴۳۶۵، ۴۳۶۶، ۴۳۶۷، ۴۳۶۸، ۴۳۶۹، ۴۳۷۰، ۴۳۷۱، ۴۳۷۲، ۴۳۷۳، ۴۳۷۴، ۴۳۷۵، ۴۳۷۶، ۴۳۷۷، ۴۳۷۸، ۴۳۷۹، ۴۳۸۰، ۴۳۸۱، ۴۳۸۲، ۴۳۸۳، ۴۳۸۴، ۴۳۸۵، ۴۳۸۶، ۴۳۸۷، ۴۳۸۸، ۴۳۸۹، ۴۳۹۰، ۴۳۹۱، ۴۳۹۲، ۴۳۹۳، ۴۳۹۴، ۴۳۹۵، ۴۳۹۶، ۴۳۹۷، ۴۳۹۸، ۴۳۹۹، ۴۴۰۰، ۴۴۰۱، ۴۴۰۲، ۴۴۰۳، ۴۴۰۴، ۴۴۰۵، ۴۴۰۶، ۴۴۰۷، ۴۴۰۸، ۴۴۰۹، ۴۴۱۰، ۴۴۱۱، ۴۴۱۲، ۴۴۱۳، ۴۴۱۴، ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، ۴۴۱۷، ۴۴۱۸، ۴۴۱۹، ۴۴۲۰، ۴۴۲۱، ۴۴۲۲، ۴۴۲۳، ۴۴۲۴، ۴۴۲۵، ۴۴۲۶، ۴۴۲۷، ۴۴۲۸، ۴۴۲۹، ۴۴۳۰، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۴۴۳۳، ۴۴۳۴، ۴۴۳۵، ۴۴۳۶، ۴۴۳۷، ۴۴۳۸، ۴۴۳۹، ۴۴۴۰، ۴۴۴۱، ۴۴۴۲، ۴۴۴۳، ۴۴۴۴، ۴۴۴۵، ۴۴۴۶، ۴۴۴۷، ۴۴۴۸، ۴۴۴۹، ۴۴۵۰، ۴۴۵۱، ۴۴۵۲، ۴۴۵۳، ۴۴۵۴، ۴۴۵۵، ۴۴۵۶

اس روایت کو حافظ سیوطی نے ”المجمع“ میں اور ابن ہندی نے ”کنز العمال“ ج ۵ ص ۴۲ میں نقل کیا ہے۔

حنفیہ کی کتاب ”الہدایہ“ میں ہے نبی ﷺ نے اپنے یہودی ہمسائے کی عیادت فرمائی، حافظ ابن حجر ہدایہ کی احادیث کی تخریج میں کہتے ہیں: ”الانصار“ میں محمد بن الحسن نقل کرتے ہیں، ہمیں ابو حنیفہ (امام اعظم رضی اللہ عنہ) نے علقمہ بن مرثد سے انہوں نے ابن بریدہ سے انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ہم سے فرمایا: اٹھو ہم اپنے یہودی ہمسائے کی عیادت کو جا رہے ہیں، ہم اس کے پاس آئے، آپ نے اس سے فرمایا: اے فلاں! تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ پھر آپ نے اس پر تین بار شہادتیں (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی) کو پیش کیا، اس کے والد نے اس سے کہا: بیٹے! گواہی دو، اس نے گواہی دی، آپ نے فرمایا: حمد ہے اس اللہ کی جس نے ایک جان کو جہنم سے آزاد فرما دیا۔<sup>۴۱</sup>

اس سند سے اس حدیث کو ابن السنی نے ”عمل الیوم واللیلہ“ میں روایت کیا ہے، عبدالرزاق نے ابن ابی حنین کے مراسیل میں اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ نبی ﷺ نے اسے غسل اور کفن دیا، خوشبو لگائی اور اس پر نماز پڑھی۔<sup>۴۲</sup>

مؤلف کہتے ہیں: ہمارے جد محترم کا بھی ایسا ایک واقعہ فاس کے یہودی ملاح کے متعلق ہے۔



(بقیہ حاشیہ: ۴۰) ابن ابی حاتم نے ”الجرح والتعدیل“ (ج ۵ ص ۱۲۱) میں عبد اللہ بن علقمہ کا بغیر جرح و تعدیل کے ذکر کیا ہے اس کا شمار مجاہل میں ہے۔

۴۱۔ عجز علی محمد دندل نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظیم فقہی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے روایت حدیث میں ان پر جرح کے اقوال نقل کیے ہیں۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات احناف کی مستند کتب میں ان تمام بودے اعتراضات کے جوابات ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ (مترجم)

۴۲۔ مرسل روایت۔ علماء جرح و تعدیل کے نزدیک مرسل ضعیف کی ایک قسم ہے۔

القسم السادس

عاملین زکوٰۃ، عشر، جزئیہ وغیرہ

## زکوٰۃ، عشر اور جزیہ کے محصلین

”الشفاء“ میں قاضی عیاض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں حجاز، یمن، تمام جزیرۃ العرب اور اس سے ملحق شام اور عراق کے علاقہ فتح ہو چکے تھے اور ان علاقوں سے اس قدر خمس، جزیہ اور زکوٰۃ و عشر وغیرہ صدقات لائے جانے لگے جو بہت کم بادشاہوں اور حکمرانوں کے لیے لائے گئے تھے اور مختلف علاقوں کے حکمرانوں نے آپ سے عارضی صلح اور جنگ بندی کے معاہدے کر لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کو کبھی دوسروں پر ترجیح دی نہ اپنے لیے کبھی درہم و دینار جمع فرمائے، بلکہ تمام اموال کو ان کے مصارف میں خرچ فرمایا اور اہل اسلام کو غیروں سے بے نیاز کر دیا اور ان کو قوت فراہم فرمائی۔ اس میں متعدد ابواب ہیں۔

جزیہ ذمی پر ٹیکس ہے گویا یہ اس کو قتل سے محفوظ رکھنے کے احسان کا بدلہ یا اس کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کرنے کی جزا ہے۔

## حصول جزیہ میں نبی ﷺ کا طریقہ مبارکہ اور جزیہ دینے والے

”الاشراف“ میں حافظ ابن المندرنے کہا ہے کہ امام شافعی کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جزیہ پر مصالحت فرمائی تھی اس میں عربی اور عجمی سب شامل تھے اور آپ نے اہل یمن سے بھی جزیہ پر مصالحت فرمائی تھی ان میں عربی، عجمی سب شامل تھے۔

”التمہید“ میں ابن عبد البر ابن شہاب سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق اہل کتاب میں سے سب سے پہلا جزیہ اہل نجران نے ادا کیا، یہ عیسائی تھے۔ پھر آپ نے اہل بحرین سے جزیہ قبول فرمایا یہ مجوسی تھے۔ صحیح البخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جزیہ وصول کرنے پر مقرر تھے۔<sup>۴۳</sup> اور سنن ابی داؤد کی روایت کے مطابق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔<sup>۴۴</sup>

## عشر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا حکم اور محصلین عشر

سنن ابی داؤد میں حرب بن عبید اللہ بن عمیر ثقفی اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں ان کے دادا نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے اسلام قبول کیا، آپ نے مجھے اسلام کی تعلیمات تعلیم فرمائیں اور اپنی قوم کے مسلمانوں سے صدقہ وصول کرنے کا طریقہ سکھایا، پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے صدقہ کے احکام کے سوا ہر بات یاد ہے، کیا میں ان سے دسواں حصہ (عشر) لوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔<sup>۴۵</sup>

<sup>۴۳</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۱۵۸ از عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ۔

<sup>۴۴</sup> صحیح حدیث۔ ابوداؤد: ۳۰۳۸-۳۰۳۹ از معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔

<sup>۴۵</sup> ضعیف حدیث۔ ابوداؤد: ۳۰۴۹ از حرب بن عبید اللہ بن عمیر ثقفی اس کا اسناد ضعیف ہے۔ (ضعیف سنن ابی داؤد: ۶۶۳)

## خراجی زمینوں کے ٹیکس وصول کرنے والے

”صحیح مسلم“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بنوالنصر کے اموال اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بطور فہ عطا فرمائے اس پر مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے جن اموال پر مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے وہ خاص رسول اللہ ﷺ کے لیے تھے آپ ان اموال میں سے اپنے اہل پر سال بھر خرچ کرتے تھے جو باقی رہتا اسے آپ راہ خدا میں جہاد کے لیے گھوڑوں اور ہتھیاروں کی خریداری پر صرف فرماتے تھے۔<sup>۴۶</sup>

”الا کمال“ میں قاضی عیاض کہتے ہیں: طبری نے کہا ہے: تمام اموال فہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی خوراک تھی کہ آپ اور آپ کے اہل و عیال بوقت حاجت اس سے کھائیں اور جو باقی بچے اس کو مسلمانوں کی تقویت کے لیے خرچ کریں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز ان اموال کو بنو ہاشم کے فقراء پر اور ان کی شادی کے قابل خواتین کی شادیوں پر خرچ کرتے تھے۔

المازری کہتے ہیں: جس مال (زمین، جائیداد وغیرہ) کو اس کے مالک بغیر جنگ کے چھوڑ جائیں اور چلے جائیں ہمارے نزدیک اس میں خمس نہیں ہے اسے مسلمانوں کے مصالح پر خرچ کیا جائے۔ جس طرح نبی ﷺ بنوالنصر کے اموال میں خرچ فرماتے تھے۔

”الموطا“ میں حضرت ابوسعید الخدري اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو خیبر پر عامل مقرر فرمایا وہ عمدہ قسم کی کھجوریں لائے آپ نے دریافت فرمایا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ اس نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! ہم اس کا ایک صاع دو صاع کے عوض اور دو صاع تین صاع کے عوض لیتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو ملی جلی کھجوریں دراہم کے عوض بیچو پھر ان دراہم سے عمدہ کھجوریں خریدو۔<sup>۴۷</sup> ابن بشکوال لکھتے ہیں: حدیث میں مذکور عامل حضرت سواد بن غزیہ الانصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عثمان بن حنیف الانصاری رضی اللہ عنہ زمینوں کی پیمائش (سروے) اور ان کے ٹیکس کی وصولیابی پر مقرر تھے۔ آپ نے وہاں کے رہنے والوں پر خراج اور جزیہ مقرر کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں آپ کو بصرہ کا والی (گورنر) مقرر کیا تھا۔

ابوعلی احمد بن عمر بن رستہ کی تصنیف کی ساتویں جلد (ص ۱۰۴) میں بروایت اسماعیل بن مجالد بن سعید از والد خود از شعبی منقول ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو سواد عراق کی

<sup>۴۶</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۹۰۳-۴۸۸۵-مسلم: ۱۷۵۷ (۲۸) ابوداؤد: ۲۹۶۵-ترمذی: ۱۷۱۹-نسائی: ۱۳۲-”الجبتی“ ج ۷ ص ۱۳۲-”عشرۃ

النساء فی الکبریٰ“: ۳۰۵-۳۰۶-التفسیر: ۵۸۸-از عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

<sup>۴۷</sup> صحیح حدیث۔ مالک: ”الموطا“ ج ۲ ص ۶۲۳-بخاری: ۲۲۰۱-۲۲۰۲-۲۳۰۲-۲۳۰۳-مسلم: ۱۵۹۳ (۹۵)-نسائی ج ۷ ص ۲۷۱-۲۷۲

بنوئی ”شرح السنۃ“: ۲۰۶۴-از ابوسعید الخدري ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما۔

پیمائش کے لیے بھیجا، انہوں نے پیمائش کی اور اسے تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب پایا اور انہوں نے ہر جریب پر ایک درہم اور ایک قفیز (قدیم زمانہ کا ایک پیمانہ) ٹیکس مقرر کیا۔ ابو عبید کہتے ہیں: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا پیمائش کردہ علاقہ موصل کے سرحدی علاقوں سے عبادان کے ساحل سمندر تک و جلد کے مشرقی طول و عرض تک طویل تھا اور ارض حلوان کے پہاڑی علاقہ سے سرزمین عرب سے متصل علاقہ عذیب اور قادسیہ کے آخر تک پھیلا ہوا تھا۔ دوسروں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورے سواد کی پیمائش کا حکم دیا تھا اس کی طوالت قلب سے عبادان تک ایک سو پچیس فرسخ (فرسخ تین انگریزی میل کے برابر مسافت) اور اس کی چوڑائی حلوان کے آخر سے عذیب تک اتنی فرسخ تھی۔ اس کی پیمائش تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ہوئی انہوں نے جنگلات والی زمین کے ہر جریب پر دو درہم اور آباد گھاس سبزے والی زمین پر چھ درہم اور کھجوروں کے باغات والی زمین کے ہر جریب پر آٹھ درہم ٹیکس مقرر کیا اور پانچ لاکھ انسانوں پر ان کے طبقات کے لحاظ سے جزیہ مقرر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس مد میں ایک کروڑ (اوقیہ) چاندی اور دو کروڑ اتنی لاکھ درہم لائے گئے۔

ابن الاذرق کی ”روض الاعلام“ میں ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں نمازوں کا امام اور لشکروں کا والی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قاضی اور بیت المال کا نگران اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو وہاں کی زمینوں کی پیمائش پر مقرر فرمایا تو آپ نے ان کے لیے ہر روز ایک بکری کا روزینہ مقرر فرمایا بکری کا ایک حصہ اور اس کے اندرونی اعضاء حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے لیے اور دوسرا حصہ مؤخر الذکر اصحاب کے لیے مقرر کیا پھر فرمایا: میں نے ایسی بستی نہیں دیکھی جس سے ہر روز ایک بکری لی جائے مگر وہ جلد ویران ہو جاتی ہے۔

اس روایت کی اصل ”طبقات ابن سعد“ میں متعدد طریقوں سے منقول ہے البتہ اس کا آخری جملہ مروی نہیں ہے۔ اس سے ائمہ نے ان تمام افراد کے لیے روزینہ مقرر کرنے کا مسئلہ مستحب کیا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی کسی مصلحت میں مصروف کار ہوں وہ تعلیم کا شعبہ ہو حکمرانی کی ذمہ داری ہو یا منصب قضاء وغیرہ ہو۔

امام غزالی ”احیاء علوم الدین“ میں کتاب الحلال والحرام میں کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو مسلمانوں کی بہتری اور تقویت کے کاموں میں مصروف رہتا ہو اور اس کے لیے روزی کمانے کا مشغلہ ان کاموں کے بگاڑ اور تعطل کا باعث بنتا ہو اسے بیت المال سے حسب ضرورت وظیفہ لینے کا حق ہے۔ مزید کہا: اس میں تمام علوم داخل ہیں یعنی ہر وہ علم جس کا تعلق دینی مصالح سے ہو جیسے علم فقہ، علم حدیث، علم تفسیر اور علم قرأت اس میں استاد اور شاگرد سب داخل ہیں کیونکہ ان کی بیت المال سے کفالت نہیں ہوگی تو وہ ان علوم کا اکتساب نہیں کر سکیں گے۔

البرزالی نے القفصی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عمال کو لکھا: طالب علموں کے لیے وظائف جاری کرو اور ان کو فکرِ معاش سے آزاد کر دو۔ اس میں مصلحت یہ ہے کہ انسان یا تو دینی امور سے متعلق ہوتا ہے یا پھر دنیاوی مشاغل میں مصروف عمل رہتا ہے علماء سے دین کی نگہداشت کا کام اور لشکروں سے دنیا کی نگہداشت کا کام لیا جاتا ہے دین اور ملک دونوں جڑواں ہیں ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے مستغنی نہیں، مزید

کہا: طلبہ اور علماء کے وظائف میں قدر ضرورت کی شرط نہیں بلکہ ان کے غنا کے باوجود ان کو عطا کیا جائے کیونکہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم مہاجرین اور انصار کو ان کی ضرورت نہ ہونے کے باوجود عطیات اور وظائف دیا کرتے تھے۔ ابن الاثرق نے اس مسئلہ میں طویل بحث رقم کی ہیں۔

علامہ باجی حدیث مبارکہ: اپنی ازواج کے نفقہ اور اپنے عامل کی مدد کے بعد جو کچھ میں نے چھوڑا وہ صدقہ ہے<sup>۳۸</sup> کے تحت لکھتے ہیں: اس میں عامل سے ہر عامل مراد ہے خواہ وہ خلیفہ ہو یا کوئی اور کیونکہ جو شخص بھی مسلمانوں کے امور کی نگہبانی اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ کی پاسداری میں مصروف ہے وہ آپ کا عامل ہے۔ اس لیے اس کی مدد ضروری ہے ورنہ وہ ضائع ہو جائے گا۔ (تویر الحوائک حافظ سیوطی)

علامہ الفاکہی نے ”المناہج“ میں امام غزالی سے نقل کیا ہے کہ بیت المال سے حافظ قرآن کے لیے سودینار کا وظیفہ ضروری ہے۔ ”الاجوبۃ المهمۃ“ کے مؤلف نے حافظ سیوطی سے نقل کیا ہے کہ بچوں کو تعلیم دینے والے کے لیے مسلمانوں کے بیت المال سے سودینار کا وظیفہ ہونا چاہیے اگر بیت المال میں گنجائش نہ ہو تو پھر مسلمانوں کی جماعت پر یہ ضروری ہے۔ اگر مسلمانوں کی جماعت میں سکت نہ ہو تو پھر یہ سب کی ذمہ داری ہے کہ اس کا انتظام کریں۔ کیونکہ بچوں کی تعلیم فرض کفایہ ہے ہر ذمہ دار فرد پر اس کی ذمہ داری ہے۔

گذشتہ اوراق میں ”کیا رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں قاضیوں اور عاملوں کا وظیفہ مقرر ہوتا تھا“ کے زیر عنوان یہ بحث گزر چکی ہے۔

حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ سلف صالحین میں ایسے حضرات گزرے ہیں جو اس لیے تجارت کرتے تھے تاکہ ان لوگوں کی مدد کریں جو حدیث مبارکہ اور علم کی نشر و اشاعت میں مصروف تھے اور اس مصروفیت کے باعث اپنے اہل و عیال کی کفالت کے لیے کسب معاش سے معذور تھے۔ حضرت ابن المبارک، حضرت فضیل بن عیاض سے فرماتے تھے: اگر آپ اور آپ کے ساتھی یعنی سفیان ثوری، سفیان ابن عیینہ، ابن علیہ اور ابن سماک نہ ہوتے میں تجارت نہ کرتا۔

## عاملین زکوٰۃ

ابن اسحاق نے سیرت میں ذکر کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے ان تمام علاقوں کی طرف اپنے عمال اور امراء روانہ فرمائے جو علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہو گئے تھے اور انہوں نے تمام عمال اور امراء کے نام ذکر کیے۔

کلاعی نے سیرت میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۱۰ھ میں جب حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور آپ نے ۱۱ھ کے محرم کا چاند دیکھا، آپ نے عرب میں صدقات وصول کرنے والے روانہ فرمائے کلاعی نے مصلین صدقات کی ایک جماعت ذکر کی ہے جن میں مشہور شخصیات حضرت عمر بن الخطاب

<sup>۳۸</sup> صحیح حدیث مالک ”الموطا“ بروایت یحییٰ اللیثی ج ۲ ص ۹۹۳۔ اسی طریق سے بخاری ۲۷۷۶۔ ۳۰۹۶۔ ۶۷۲۹۔ مسلم ۱۷۶۰

ابوداؤد ۱۹۷۴، ابن حبان ۶۶۱۰، بیہقی ج ۶ ص ۳۰۲، ابوالریث از اعرج ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔



حضرت خالد بن سعید بن العاص، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عدی بن حاتم الطائی اور حضرت زبرقان بن بدر تمیمی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

”الاصابہ“ میں حضرت ارقم بن ارقم زہری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے، طبرانی نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا تھا۔<sup>۴۹</sup> حضرت کافیہ بن سبع الاسدی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں اصابہ میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی قوم کے صدقات کی وصولی پر عامل مقرر فرمایا تھا۔<sup>۵۰</sup>

حضرت حذیفہ بن الیمان ازوی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو قبیلہ ازد کے صدقات وصول کرنے کے لیے مقرر فرمایا تھا۔<sup>۵۱</sup> ابن سعد نے ”مصدق“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ علامہ خطابی ”معالم السنن“ میں کہتے ہیں: ”مصدق“ عامل کو کہتے ہیں المطالع میں ہے مصدق صدقہ لینے والے کو کہتے ہیں۔ ”نور النبراس“ میں ہے صدقہ دینے والے کو بھی مصدق کہا گیا ہے البتہ ”مُصَدِّق“ صدقہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔

”الاصابہ“ ہی میں حضرت کھل بن مالک الہذلی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہذیل کے صدقات پر عامل بنایا تھا۔ حضرت خالد بن البرصاء رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ ابو داؤد اور نسائی نے از طریق معمر از زہری از عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابو جہیم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کو صدقات پر عامل بنایا۔<sup>۵۲</sup>

حضرت خالد بن سعید بن العاص الاموی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مدینہ کے صدقات پر عامل مقرر فرمایا۔<sup>۵۳</sup>

حضرت حذیفہ بن عاصم العکلی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ ابن قانع نے سیف بن عمر از مستنیر بن عبد اللہ بن عدس روایت کیا ہے کہ عدس اور خزیمہ رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے خزیمہ رضی اللہ عنہ کو احلاف پر والی مقرر فرمایا اور اس کے لیے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ تحریر محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے خزیمہ بن عاصم کے لیے ہے میں نے تجھے

<sup>۴۹</sup> ضعیف حدیث۔ ابویعلیٰ: ۲۷۲۸، طحاوی ”شرح معانی الآثار“ ج ۲ ص ۷، طبرانی ”المکبیر“ ج ۱۱ ص ۱۲۰۵۹، ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اس کا ایک راوی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سچا لیکن نہایت کمزور حافظہ والا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۱) ابورافع رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس کی شاہد ہے۔ احمد ج ۶ ص ۸۔ ابو داؤد: ۶۵۰، ترمذی: ۶۵۷، نسائی ج ۵ ص ۱۰۷، ابن خزیمہ: ۲۳۳۴، ابن حبان: ۳۲۹۰۔

<sup>۵۰</sup> ضعیف حدیث۔ وارد ہے متبوع بالذنب ہے۔

<sup>۵۱</sup> الاصابہ ج ۱ ص ۳۱۸ (رقم: ۱۶۴۸) بحوالہ ابن سعد۔

<sup>۵۲</sup> صحیح حدیث۔ ابو داؤد: ۲۵۳۴، نسائی ج ۸ ص ۳۵، ابن ماجہ: ۲۶۴۸، از عائشہ رضی اللہ عنہا (الاصابہ ج ۱ ص ۴۰۳، رقم: ۲۱۲۷)

<sup>۵۳</sup> الاصابہ ج ۱ ص ۴۰۷ (رقم: ۲۱۶۷)

تیری قوم پر صدقات وصول کرنے والا بنا کر بھیجا ہے وہ نہ تجھے اپنی طرف مائل کریں نہ ظلم کریں۔ ۵۴ کے اسے رشاطی نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے: ابو عمر نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

۵۵ الاصابہ ہی میں حضرت رافع بن مکیت الحنظلی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو ان کی قوم کے صدقات پر عامل مقرر فرمایا۔ ۵۵ کے

حضرت سہل بن منجاب التمیمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں طبری سے نقل کیا ہے کہ آپ بنو تمیم سے صدقات کی وصولیابی پر نبی ﷺ کے عامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک وہ اسی پر مامور تھے۔

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں طبری سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے وصال کے سال ان کو ہوازن کے صدقات پر عامل بنایا تھا۔ ۵۶ کے

حضرت مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ وہ بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کی قوم کے صدقات پر عامل بنایا تھا۔ ۵۷ کے

حضرت متمم بن نویرہ التمیمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے: رسول اللہ ﷺ نے ان کو بنو تمیم کے صدقات پر عامل مقرر فرمایا۔ ۵۸ کے

حضرت مرداس بن مالک الغنوی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے نبی ﷺ نے ان کو ان کی قوم کے صدقات پر والی مقرر فرمایا۔ ۵۹ کے

قیس کے والد ہشتم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے نبی ﷺ نے ان کو ان کی قوم کے صدقات کی وصولی پر عامل مقرر فرمایا۔ ۶۰ کے

## زمانہ طاہرہ میں محصلین صدقہ کے عدل و انصاف کی روشن مثالیں

ابن سعد نے طبقات میں حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ

۵۴ کے نہایت ضعیف روایت۔ "الاصابہ" (ج ۱ ص ۴۲۷-۴۲۸ رقم: ۲۲۶۰) میں ہے اس کو ابن قانع نے سیف بن عمر از مستنیر بن عبد اللہ بن عدس روایت کیا ہے۔ یحییٰ بن معین نے سیف بن عمر کو ضعیف اور ابن ابی حاتم نے متروک الحدیث کہا ہے (الجرح والتعديل ج ۲ ص ۲۷۸) اور مستنیر بن عبد اللہ بن عدس کا تذکرہ کہیں نہیں ملا۔

۵۵ کے الاصابہ ج ۱ ص ۴۹۹ (رقم: ۲۵۴۷) بحوالہ۔

۵۶ کے الاصابہ ج ۲ ص ۴۹۶ (رقم: ۵۶۳۸) بحوالہ طبری۔

۵۷ کے الاصابہ ج ۳ ص ۳۵۷ (رقم: ۷۶۹۶) ابن سعد از واعدی بہ سند منقطع۔

۵۸ کے الاصابہ ج ۳ ص ۳۶۰ (رقم: ۷۷۱۷) بحوالہ طبری۔

۵۹ کے ضعیف الاسناد۔ ابن شاہین از منذر بن محمد۔۔۔۔۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۴۰۰ رقم: ۷۸۸۸) اس کے اسناد میں مجاہل ہیں۔

۶۰ کے ضعیف روایت۔ الاصابہ ج ۳ ص ۶۱۵ (رقم: ۹۰۲۵) میں اس حدیث کو محمد بن سلام الحنفی اور ابن قانع کے حوالہ سے از طریق عبد القاهر بن السری۔۔۔۔۔ روایت کیا گیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے "الجرح والتعديل" ج ۶ ص ۵۷ میں کہا ہے: عبد القاهر کو یحییٰ بن معین نے صالح الحدیث کہا ہے۔

کا مقرر فرمودہ صدقہ کا عامل آیا، میں نے اس کے ہاتھ سے مکتوب لے کر پڑھا، اس میں لکھا تھا: متفرق جانوروں کو جمع نہ کیا جائے اور جمع کو متفرق نہ کیا جائے (تاکہ صدقہ میں کمی بیشی ہو) ان کے پاس ایک شخص بڑی اونٹنی لے کر آیا (کہ اسے بطور صدقہ لیں) انہوں نے لینے سے انکار کر دیا، پھر دوسرا شخص اس سے کم تر اونٹنی لایا انہوں نے اسے قبول نہ کیا، پھر کہا: مجھے کون سا آسمان سایہ فراہم کرے گا اور کون سی زمین مجھے آرام دے گی، جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حالت میں جاؤں کہ میں نے مسلمان سے اس کا بہترین اونٹ لے لیا ہو۔<sup>۶۱</sup> (دیکھئے تذکرہ حضرت قرۃ بن دعووس النمری رضی اللہ عنہ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۱)

### رسول اللہ ﷺ کے صدقات نگار

ابن حزم نے اپنی کتاب ”جوامع السیرۃ“ میں کہا ہے کہ صدقات لکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے کاتب حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ تھے اگر وہ نہ ہوتے یا معذرت کرتے حضرت جہم بن الصلت اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما یہ خدمت سرانجام دیتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے ”تلخیص الخبیر“ میں قضائی سے نقل کیا ہے کہ حضرت زبیر اور حضرت جہم رضی اللہ عنہما صدقات کے اموال لکھا کرتے تھے۔

”الاصابہ“ میں حافظ ابن حجر نے حضرت جہم بن سعد رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے کہ علامہ قضائی نے ان کا ذکر نبی ﷺ کے کاتبوں میں کیا ہے، حضرت جہم اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما صدقات کے اموال لکھا کرتے تھے۔ اسے علامہ قرطبی نے بھی اپنی تالیف ”المولد النبوی“ (ج ۱ ص ۲۶۶) میں ذکر کیا ہے۔ ابوزید العراقی کی ”اختصار الاصابہ“ میں ہے حضرت جہم بن سعد رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جہم رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صدقات کے اموال لکھتے تھے۔ مؤلف علامہ کتانی کہتے ہیں کہ حضرت جہم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں بھی اسی طرح آیا ہے حافظ ابن حجر نے اسی لیے حضرت جہم کے تذکرہ میں یہ نہیں کہا کہ حضرت جہم رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اسی طرح مروی ہے کیونکہ وہ اس کے قائل نہیں، حافظ نے حضرت جہم بن الصلت رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں تاریخ صمدی کے حوالہ سے ان کا کاتب ہونا نقل کیا ہے۔<sup>۶۲</sup> ظاہر ہے حضرت جہم اور حضرت جہم رضی اللہ عنہ دو مختلف شخصیات ہیں۔

”صبح الاعشی“ (ج ۱ ص ۱۱) میں علامہ قضائی کی کتاب ”عیون المعارف وفنون اخبار الخلائف“ سے منقول ہے کہ حضرت زبیر بن العوام اور حضرت جہم بن الصلت رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے لیے صدقات کے اموال لکھتے تھے اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے لیے کھجوروں کے درختوں پر موجود پھل کے تخمینے لکھتے تھے اگر یہ روایات صحیح ہیں تو پھر یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں یہ دیوان مرتب ہو چکے تھے۔

<sup>۶۱</sup> طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۶۸، اصابہ ج ۱ ص ۲۵۵ (رقم: ۱۲۵۳) بحوالہ قضائی۔

<sup>۶۲</sup> اصابہ ج ۱ ص ۲۵۶ رقم: ۱۲۵۶ بحوالہ مغازی ابن اسحاق۔

## کھجور کے درخت پر پھل کا تخمینہ لگانے والے

”صحیح مسلم“ میں حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ تبوک کے لیے نکلے ہم وادی القرئی میں ایک خاتون کے باغ کے پاس آئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس باغ کے پھل کا تخمینہ لگاؤ ہم نے اس کا تخمینہ لگایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا تخمینہ دس وسق (ایک وسق ساٹھ نبوی صاع کا ہوتا ہے) لگایا۔ اور آپ نے اس کی مالکہ سے فرمایا: اس کو شمار کرنا (کہ کتنے وسق ہوا) یہاں تک کہ ہم انشاء اللہ تیرے پاس واپس آئیں ہم آگے روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم تبوک میں پہنچ گئے۔ الحدیث ۶۳

”صحیح البخاری“ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی ﷺ نے اہل خیبر سے غلہ اور کھجوروں کی نصف پیداوار پر معاملہ فرمایا تھا آپ اپنی ازواج مطہرات کو سو وسق عطا فرماتے تھے اسی وسق کھجوریں اور بیس وسق جو۔ ۶۴

”الموطا“ میں ہے نبی ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجتے وہ اپنے اور اہل خیبر کے حصہ کا تخمینہ لگاتے پھر کہتے: اگر تم چاہو تو تم (چُن) لو اور تم چاہو تو میں (چُن) لوں وہ اپنا پسندیدہ حصہ لے لیتے۔

حضرت سلمان بن یسار سے مروی ہے کہ یہود نے اپنی عورتوں کے زیورات جمع کر کے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھے اور کہا: یہ آپ کے لیے ہیں آپ یہ زیورات لے لیں اور تقسیم میں چشم پوشی سے کام لیں (ہمارا حصہ آدھے سے زائد کر دیں) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے یہودیو! بخدا تم میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی مبغوض ترین مخلوق ہو تمہاری یہ پیش کش مجھے تم پر ظلم کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتی تم نے مجھے جس رشوت کی پیش کش کی ہے یہ حرام ہے ہم اس کو نہیں کھاتے یہودیوں نے کہا: اسی (عدل و انصاف) سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ ۶۵

نبی ﷺ کے عہد مبارک میں تخمینے کھجوروں انگوروں اور غلے کے لگائے جاتے تھے۔ امام ابوداؤد نے ”مسنن“ میں حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ انگوروں کی بیلوں کے پھل کا تخمینہ لگائیں جس طرح کھجوروں کے پھل کا تخمینہ لگاتے ہیں اور یہ کہ انگوروں کی زکوٰۃ (عشر) کشمش کی صورت

۶۳ صحیح حدیث۔ بخاری: ۱۳۸۱-۳۱۶۱ مسلم ج ۴ ص ۸۶ (۱۲) احمد ج ۵ ص ۲۲۴ ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۵۳۹-۵۴۰ ابوداؤد:

۳۰۷۹ ابن حبان: ۳۵۰۳ از ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ یہاں مصنف نے اسے مختصر روایت کیا ہے۔

اطراف حدیث۔ بخاری: ۱۸۷۲-۳۷۹۱-۳۴۲۲ مسلم: ۱۳۹۲ ج ۴ ص ۸۵ (۱۱) بیہقی ج ۳ ص ۱۲۲ از ابو حمید الساعدی رضی اللہ

عنہ (تخمینہ لگانے کے فوائد پر ملاحظہ کیجئے) ”فتح الباری“ ج ۳ ص ۴۰۶

۶۴ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۲۸۵-۲۳۲۸-۲۳۳۱-۲۳۳۸-۲۳۹۹-۲۷۲۰-۳۱۵۲-۳۲۲۸ مسلم: ۱۵۵۱ ابوداؤد: ۳۰۰۸ ابن ماجہ:

۲۴۶۷ ترمذی: ۱۳۸۳ دارمی ج ۲ ص ۲۰ احمد ج ۲ ص ۱۷-۲۲-۳۷ عمر بن شیبہ ”تاریخ المدینہ المنورة“ ۵۲۱ شرح معانی الآثار

ج ۲ ص ۲۶۰-۲۶۱ بیہقی ”السنن“ ج ۶ ص ۱۱۳ از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

۶۵ مرسل حدیث۔ مالک ”الموطا“ ج ۲ ص ۷۰۳-۷۰۴ از مر ایل سلیمان بن یسار۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

میں لیں جیسے ترکجوروں کی زکوٰۃ (عشر) خشک کھجوروں میں لیتے ہیں۔<sup>۶۶</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت زیاد بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ ابن مندہ نے زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اہل خیبر کے پاس پیداوار کے تخمینے لگانے کے لیے بھیجا تو انہوں نے کبھی ایک ڈنٹھل کی بھی غلطی نہیں کی۔<sup>۶۷</sup> ابن مندہ نے کہا: اس روایت میں عبید بن اسحاق قیس سے روایت میں تنہا ہیں۔

”الاصابہ“ ہی میں حضرت سہل بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: نبی ﷺ نے ان کو تخمینہ لگانے کے لیے بھیجا تھا۔<sup>۶۸</sup>

حضرت صلت بن معد کرب الکندی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے حضور ﷺ نے ان کو تخمینے لگانے پر عامل مقرر فرمایا تھا۔<sup>۶۹</sup>

حضرت فروہ بن عمرو بن ودقہ الانصاری البیاضی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ عبد الرزاق نے ”مصنف“ میں رکاز کے عنوان میں از معمر از حرام بن عثمان از فرزند ان جابر از جابر رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ انصار بنو بیاضہ سے فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو اہل مدینہ کی کھجوروں کے پھلوں کا تخمینہ لگانے کے لیے بھیجتے تھے۔<sup>۷۰</sup> دوسری سند سے روایت میں ہے کہ جب وہ باغ میں داخل ہوتے تو درختوں کے خوشوں کو گنتے پھر ان کو ایک دوسرے سے ضرب دیتے اور تخمینے میں غلطی نہ کرتے۔<sup>۷۱</sup>

(بقیہ حاشیہ: ۶۵) موصولاً از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ ابوداؤد: ۳۴۱۰-۳۴۱۱ ابن ماجہ: ۱۸۲۰-۲۳۶۸ احمد ج ۱ ص ۲۵۰ ابویعلیٰ: ۱۳۴۱ دارقطنی ج ۳ ص ۳۷-۳۸ طحاوی: ”شرح معانی الآثار“ ج ۳ ص ۱۱۳-۱۲۶ شرح مشکل الآثار: ۲۶۷ طبرانی ”المکبیر“: ۱۲۰۶۲ ابوعبیدہ ”الموال“: ۱۹۱ بیہقی ”السنن“ ج ۶ ص ۱۱۵ ابویوسف ”الخراج“ ص ۵۱۔

<sup>۶۶</sup> ضعیف حدیث۔ ابوداؤد: ۱۶۰۳ ترمذی: ۶۴۴ دارقطنی: ۲۱۷ بیہقی ”السنن“ ج ۴ ص ۱۲۲ از طریق محمد بن صالح التمار از ابن شہاب از سعید بن المسیب از عتاب رضی اللہ عنہ۔ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ میں کہتا ہوں: التمار کے سوا اس کے راوی ثقہ ہیں حافظ ابن حجر نے ”التقریب“ میں اسے صدوق اور خطا کار کہا ہے۔ ابوداؤد نے کہا ہے: سعید بن المسیب کا عتاب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ امام مالک، معمر اور عقیل نے اسے زہری سے مرسل روایت کیا ہے۔ الخ واللہ اعلم۔

<sup>۶۷</sup> ضعیف حدیث۔ ابن مندہ از قیس بن ربیع از فراس از ضعی از زیاد بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ۔ الاصابہ ج ۱ ص ۵۵۸ (رقم: ۲۸۵۷) ابن مندہ نے کہا: عبید بن اسحاق قیس سے روایت میں مفرد ہے۔

<sup>۶۸</sup> الاصابہ ج ۲ ص ۸۶ (رقم: ۳۵۲۳) بلا اسناد۔

<sup>۶۹</sup> ضعیف حدیث۔ ابن مندہ از صلت بن زبید بن الصلت المدنی۔۔۔۔۔ ابن ابی حاتم نے ”الجرح والتعديل“ (ج ۴ ص ۲۳۹) میں صلت بن زبید کو جرح و تعديل کے بغیر ذکر کیا ہے۔ اس کا شمار مجاہل میں ہے۔

<sup>۷۰</sup> نہایت ضعیف حدیث۔ ”مصنف“ عبد الرزاق از معمر از حرام بن عثمان از ابن جابر از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ الاصابہ ج ۳ ص ۲۰۴ (رقم: ۲۹۷۷) ابن ابی حاتم نے ”الجرح والتعديل“ (ج ۳ ص ۲۸۲) میں کہا ہے: امام مالک نے حرام بن عثمان کو غیر ثقہ کہا ہے اور امام شافعی نے کہا ہے: حرام بن عثمان سے حدیث روایت کرنا حرام ہے۔

<sup>۷۱</sup> ضعیف حدیث۔ ”مصنف“ عبد الرزاق از سلیمان بن شبل از رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

”الاستبصار“ میں حضرت ابو خثیمہ عامر بن ساعدہ رضی اللہ عنہ (آپ سہیل بن ابی خثمہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں) کے تذکرہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خیبر کی طرف پیداوار کا تخمینہ لگانے کے لیے بھیجا۔

## اوقاف

”التنبیہ“ میں ہے ”وقف“ مصدر ہے زمین وغیرہ کو وقف کرنے کا معنی ہے: اسے روک لینا یہ مشہور لغت ہے۔ اسے جس سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس طرح موقوفہ چیز کو خاص مقاصد کے لیے روک لیا جاتا ہے اور اس کی منفعت کو اجرت یا غلہ دے کر ان مقاصد میں استعمال کرنے کے لیے مخصوص کر لیا جاتا ہے جن کے لیے اسے وقف کیا گیا ہے۔ اس میں واقف کے قول کا اعتبار ہوگا کہ اس نے اسے کتنی مدت کے لیے اور کن مقاصد کے لیے وقف کیا ہے سو اس میں ہمیشہ ہمیشہ کی شرط نہ ہوگی۔

وقف کرنا مندوب ہے اور عمل خیر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَفَعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۷۷﴾  
(الحج: ۷۷) کر لو ○ اور نیک کام کرتے رہو تا کہ تم کامیابی حاصل

نبی ﷺ اور آپ کے بعد مسلمانوں نے وقف کیے ہیں یہاں تک کہ اوقاف مستحق افراد کے مفاد کے لیے اسلام میں عظیم ترین سرچشمہ بن گئے اور یہ ذرائع آج بھی عالم اسلام کے ہر شہر میں آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ امام شافعی نے ”الام“ میں کہا ہے مہاجرین اور انصار کی بھاری تعداد کے صدقات ہمیں یاد ہیں ان کی اولاد اور اہل خانہ کی کثیر تعداد نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ تاحیات ان صدقات سے کھاتے رہے اسے عوام کی ایک جماعت نے دوسری جماعت سے نقل کیا ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں اکثر جائیدادیں وقف سے تعلق رکھتی ہیں جسے گزشتہ دور کے مسلمانوں نے وقف کیا ہے۔ (الام ج ۳ ص ۲۷۶)

”جامع ابن یونس“ میں ہے نبی ﷺ نے نو کھجوروں کے باغات اپنے پاس رکھے حضرت مخیریق رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں شرکت اور شہادت کے وقت ان کی رسول اللہ ﷺ کے لیے وصیت کی تھی کہ حضور ﷺ ان کو جہاں مناسب خیال فرمائیں خرچ کریں آپ نے بنو نضیر کے اموال میں سے ان کو وقف فرمادیا تھا۔ سہیلی کہتے ہیں: یہ اسلام میں پہلا وقف تھا اور رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ کیا جائے گا۔

عمر بن شبہ نے ”اخبار المدینہ“ میں ابن شہاب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صدقات حضرت مخیریق رضی اللہ عنہ کے وہ اموال تھے جن اموال کی اس نے رسول اللہ ﷺ کے لیے وصیت کی تھی۔ ۷۷۳ تفصیل کے لیے ”الاصابہ“ میں حضرت مخیریق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ دیکھیں علامہ سید سمہودی نے ”الوفاء“ (ص ۱۵۲)

(الاصابہ ج ۳ ص ۲۰۲ رقم: ۶۹۷۷) سلیمان بن شبل مجہول راوی ہے مجھے اس کا تذکرہ نہیں ملا۔ واللہ اعلم۔

۷۷۲ الاصابہ ج ۲ ص ۳۹۳ رقم: ۸۵۰ بحوالہ واقدی بلاذری۔

۷۷۳ مرسل ضعیف حدیث۔ عمر بن شبہ ”تاریخ المدینہ النورۃ“ ج ۱ ص ۱۱۰ (رقم: ۵۰۳) اس کے اسناد میں عبد العزیز بن عمران ضعیف ہے نیز یہ حدیث زہری کی مراسیل میں سے ہے۔



میں نبی ﷺ کے صدقات پر عنوان قائم کیا ہے اور اس میں حضرت مخیرق رضی اللہ عنہ کے مذکورہ اموال کا تذکرہ کیا ہے اور واقدی سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے الاعواف، برقہ، میثب، الدلال، حسنی، الصافیہ اور مشربہ ام ابراہیم ۷۷ھ میں وقف فرمایا تھا۔ ۷۷ھ

واقدی نے اپنی سند سے از عثمان بن کعب بن محمد بن کعب بن مالک روایت کیا ہے کہ احد کے دن حضرت مخیرق رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں مارا جاؤں تو میرے اموال محمد ﷺ کے لیے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کو جہاں چاہیں خرچ کریں، یہ رسول اللہ ﷺ کے عام صدقات تھے۔ ۷۷ھ (الوفاء)

صحیح البخاری میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے صدقہ کو حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے حوالہ کر دیا تھا، ۷۶ھ یہ حضرت مخیرق رضی اللہ عنہ کے باغات، بنو نضیر کے کھجوروں کے درخت اور آپ کے لیے انصار کے عطیات تھے، خیبر اور فدک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہے جیسا کہ صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر اور فدک کسی دوسرے کے حوالے نہیں کیا۔ ۷۷ھ پھر یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تصرف میں رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان نے بطور جاگیر مروان کو دے دیے اور یہ اس کی اولاد کے قبضہ میں باقی رہے۔

علامہ قرطبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مذکور الصدر باغات اس شرط پر حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے حوالہ کیے تھے کہ دونوں حضرات مل کا باہمی مشورہ سے اس میں تصرف کریں گے معاملہ ان پر دشوار ہو گیا تو انہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ ان اموال کو تقسیم کر دیا جائے تاکہ ہر ایک اپنے اپنے حصہ میں حسب منشاء تصرف کر سکے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز نہ مانی، ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو کوئی گمان کرنے والا یہ گمان کرے گا کہ یہ میراث کی تقسیم ہے کیونکہ میراث میں چچا اور چچا زاد کا حصہ برابر ہوتا ہے۔

۷۷ھ عمر بن شبہ "تاریخ المدینۃ المنورۃ" ج ۱ ص ۱۱۱ (رقم: ۵۰۵)

۷۷ھ نہایت ضعیف روایت۔ اسے واقدی نے روایت کیا ہے۔ زبیر بن بکار نے "اخبار المدینہ" میں یہ روایت عثمان بن کعب سے روایت کی ہے۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۳۹۳ رقم: ۷۸۴۹) واقدی متہم بالکذب ہے اور زبیر بن بکار کے اسناد میں محمد بن زبالہ جیسا شخص موجود ہے۔

۷۷ھ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۹۰۳، ۳۰۹۳، ۴۰۳۳، ۴۸۸۵، ۵۳۵۷، ۵۳۵۸، ۵۳۵۹، ۵۴۳۸، ۵۴۳۹، ۵۴۴۰، ۵۴۴۱، ۵۴۴۲، ۵۴۴۳، ۵۴۴۴، ۵۴۴۵، ۵۴۴۶، ۵۴۴۷، ۵۴۴۸، ۵۴۴۹، ۵۴۵۰، ۵۴۵۱، ۵۴۵۲، ۵۴۵۳، ۵۴۵۴، ۵۴۵۵، ۵۴۵۶، ۵۴۵۷، ۵۴۵۸، ۵۴۵۹، ۵۴۶۰، ۵۴۶۱، ۵۴۶۲، ۵۴۶۳، ۵۴۶۴، ۵۴۶۵، ۵۴۶۶، ۵۴۶۷، ۵۴۶۸، ۵۴۶۹، ۵۴۷۰، ۵۴۷۱، ۵۴۷۲، ۵۴۷۳، ۵۴۷۴، ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، ۵۴۷۷، ۵۴۷۸، ۵۴۷۹، ۵۴۸۰، ۵۴۸۱، ۵۴۸۲، ۵۴۸۳، ۵۴۸۴، ۵۴۸۵، ۵۴۸۶، ۵۴۸۷، ۵۴۸۸، ۵۴۸۹، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۴۹۲، ۵۴۹۳، ۵۴۹۴، ۵۴۹۵، ۵۴۹۶، ۵۴۹۷، ۵۴۹۸، ۵۴۹۹، ۵۵۰۰، ۵۵۰۱، ۵۵۰۲، ۵۵۰۳، ۵۵۰۴، ۵۵۰۵، ۵۵۰۶، ۵۵۰۷، ۵۵۰۸، ۵۵۰۹، ۵۵۱۰، ۵۵۱۱، ۵۵۱۲، ۵۵۱۳، ۵۵۱۴، ۵۵۱۵، ۵۵۱۶، ۵۵۱۷، ۵۵۱۸، ۵۵۱۹، ۵۵۲۰، ۵۵۲۱، ۵۵۲۲، ۵۵۲۳، ۵۵۲۴، ۵۵۲۵، ۵۵۲۶، ۵۵۲۷، ۵۵۲۸، ۵۵۲۹، ۵۵۳۰، ۵۵۳۱، ۵۵۳۲، ۵۵۳۳، ۵۵۳۴، ۵۵۳۵، ۵۵۳۶، ۵۵۳۷، ۵۵۳۸، ۵۵۳۹، ۵۵۴۰، ۵۵۴۱، ۵۵۴۲، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴، ۵۵۴۵، ۵۵۴۶، ۵۵۴۷، ۵۵۴۸، ۵۵۴۹، ۵۵۵۰، ۵۵۵۱، ۵۵۵۲، ۵۵۵۳، ۵۵۵۴، ۵۵۵۵، ۵۵۵۶، ۵۵۵۷، ۵۵۵۸، ۵۵۵۹، ۵۵۶۰، ۵۵۶۱، ۵۵۶۲، ۵۵۶۳، ۵۵۶۴، ۵۵۶۵، ۵۵۶۶، ۵۵۶۷، ۵۵۶۸، ۵۵۶۹، ۵۵۷۰، ۵۵۷۱، ۵۵۷۲، ۵۵۷۳، ۵۵۷۴، ۵۵۷۵، ۵۵۷۶، ۵۵۷۷، ۵۵۷۸، ۵۵۷۹، ۵۵۸۰، ۵۵۸۱، ۵۵۸۲، ۵۵۸۳، ۵۵۸۴، ۵۵۸۵، ۵۵۸۶، ۵۵۸۷، ۵۵۸۸، ۵۵۸۹، ۵۵۹۰، ۵۵۹۱، ۵۵۹۲، ۵۵۹۳، ۵۵۹۴، ۵۵۹۵، ۵۵۹۶، ۵۵۹۷، ۵۵۹۸، ۵۵۹۹، ۵۶۰۰، ۵۶۰۱، ۵۶۰۲، ۵۶۰۳، ۵۶۰۴، ۵۶۰۵، ۵۶۰۶، ۵۶۰۷، ۵۶۰۸، ۵۶۰۹، ۵۶۱۰، ۵۶۱۱، ۵۶۱۲، ۵۶۱۳، ۵۶۱۴، ۵۶۱۵، ۵۶۱۶، ۵۶۱۷، ۵۶۱۸، ۵۶۱۹، ۵۶۲۰، ۵۶۲۱، ۵۶۲۲، ۵۶۲۳، ۵۶۲۴، ۵۶۲۵، ۵۶۲۶، ۵۶۲۷، ۵۶۲۸، ۵۶۲۹، ۵۶۳۰، ۵۶۳۱، ۵۶۳۲، ۵۶۳۳، ۵۶۳۴، ۵۶۳۵، ۵۶۳۶، ۵۶۳۷، ۵۶۳۸، ۵۶۳۹، ۵۶۴۰، ۵۶۴۱، ۵۶۴۲، ۵۶۴۳، ۵۶۴۴، ۵۶۴۵، ۵۶۴۶، ۵۶۴۷، ۵۶۴۸، ۵۶۴۹، ۵۶۵۰، ۵۶۵۱، ۵۶۵۲، ۵۶۵۳، ۵۶۵۴، ۵۶۵۵، ۵۶۵۶، ۵۶۵۷، ۵۶۵۸، ۵۶۵۹، ۵۶۶۰، ۵۶۶۱، ۵۶۶۲، ۵۶۶۳، ۵۶۶۴، ۵۶۶۵، ۵۶۶۶، ۵۶۶۷، ۵۶۶۸، ۵۶۶۹، ۵۶۷۰، ۵۶۷۱، ۵۶۷۲، ۵۶۷۳، ۵۶۷۴، ۵۶۷۵، ۵۶۷۶، ۵۶۷۷، ۵۶۷۸، ۵۶۷۹، ۵۶۸۰، ۵۶۸۱، ۵۶۸۲، ۵۶۸۳، ۵۶۸۴، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۶۸۷، ۵۶۸۸، ۵۶۸۹، ۵۶۹۰، ۵۶۹۱، ۵۶۹۲، ۵۶۹۳، ۵۶۹۴، ۵۶۹۵، ۵۶۹۶، ۵۶۹۷، ۵۶۹۸، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱، ۵۷۰۲، ۵۷۰۳، ۵۷۰۴، ۵۷۰۵، ۵۷۰۶، ۵۷۰۷، ۵۷۰۸، ۵۷۰۹، ۵۷۱۰، ۵۷۱۱، ۵۷۱۲، ۵۷۱۳، ۵۷۱۴، ۵۷۱۵، ۵۷۱۶، ۵۷۱۷، ۵۷۱۸، ۵۷۱۹، ۵۷۲۰، ۵۷۲۱، ۵۷۲۲، ۵۷۲۳، ۵۷۲۴، ۵۷۲۵، ۵۷۲۶، ۵۷۲۷، ۵۷۲۸، ۵۷۲۹، ۵۷۳۰، ۵۷۳۱، ۵۷۳۲، ۵۷۳۳، ۵۷۳۴، ۵۷۳۵، ۵۷۳۶، ۵۷۳۷، ۵۷۳۸، ۵۷۳۹، ۵۷۴۰، ۵۷۴۱، ۵۷۴۲، ۵۷۴۳، ۵۷۴۴، ۵۷۴۵، ۵۷۴۶، ۵۷۴۷، ۵۷۴۸، ۵۷۴۹، ۵۷۵۰، ۵۷۵۱، ۵۷۵۲، ۵۷۵۳، ۵۷۵۴، ۵۷۵۵، ۵۷۵۶، ۵۷۵۷، ۵۷۵۸، ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۵۷۶۱، ۵۷۶۲، ۵۷۶۳، ۵۷۶۴، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۵۷۶۷، ۵۷۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۰، ۵۷۷۱، ۵۷۷۲، ۵۷۷۳، ۵۷۷۴، ۵۷۷۵، ۵۷۷۶، ۵۷۷۷، ۵۷۷۸، ۵۷۷۹، ۵۷۸۰، ۵۷۸۱، ۵۷۸۲، ۵۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۸۵، ۵۷۸۶، ۵۷۸۷، ۵۷۸۸، ۵۷۸۹، ۵۷۹۰، ۵۷۹۱، ۵۷۹۲، ۵۷۹۳، ۵۷۹۴، ۵۷۹۵، ۵۷۹۶، ۵۷۹۷، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹، ۵۸۰۰، ۵۸۰۱، ۵۸۰۲، ۵۸۰۳، ۵۸۰۴، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۰۷، ۵۸۰۸، ۵۸۰۹، ۵۸۱۰، ۵۸۱۱، ۵۸۱۲، ۵۸۱۳، ۵۸۱۴، ۵۸۱۵، ۵۸۱۶، ۵۸۱۷، ۵۸۱۸، ۵۸۱۹، ۵۸۲۰، ۵۸۲۱، ۵۸۲۲، ۵۸۲۳، ۵۸۲۴، ۵۸۲۵، ۵۸۲۶، ۵۸۲۷، ۵۸۲۸، ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۱، ۵۸۳۲، ۵۸۳۳، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵، ۵۸۳۶، ۵۸۳۷، ۵۸۳۸، ۵۸۳۹، ۵۸۴۰، ۵۸۴۱، ۵۸۴۲، ۵۸۴۳، ۵۸۴۴، ۵۸۴۵، ۵۸۴۶، ۵۸۴۷، ۵۸۴۸، ۵۸۴۹، ۵۸۵۰، ۵۸۵۱، ۵۸۵۲، ۵۸۵۳، ۵۸۵۴، ۵۸۵۵، ۵۸۵۶، ۵۸۵۷، ۵۸۵۸، ۵۸۵۹، ۵۸۶۰، ۵۸۶۱، ۵۸۶۲، ۵۸۶۳، ۵۸۶۴، ۵۸۶۵، ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۶۸، ۵۸۶۹، ۵۸۷۰، ۵۸۷۱، ۵۸۷۲، ۵۸۷۳، ۵۸۷۴، ۵۸۷۵، ۵۸۷۶، ۵۸۷۷، ۵۸۷۸، ۵۸۷۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۲، ۵۸۸۳، ۵۸۸۴، ۵۸۸۵، ۵۸۸۶، ۵۸۸۷، ۵۸۸۸، ۵۸۸۹، ۵۸۹۰، ۵۸۹۱، ۵۸۹۲، ۵۸۹۳، ۵۸۹۴، ۵۸۹۵، ۵۸۹۶، ۵۸۹۷، ۵۸۹۸، ۵۸۹۹، ۵۹۰۰، ۵۹۰۱، ۵۹۰۲، ۵۹۰۳، ۵۹۰۴، ۵۹۰۵، ۵۹۰۶، ۵۹۰۷، ۵۹۰۸، ۵۹۰۹، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، ۵۹۱۲، ۵۹۱۳، ۵۹۱۴، ۵۹۱۵، ۵۹۱۶، ۵۹۱۷، ۵۹۱۸، ۵۹۱۹، ۵۹۲۰، ۵۹۲۱، ۵۹۲۲، ۵۹۲۳، ۵۹۲۴، ۵۹۲۵، ۵۹۲۶، ۵۹۲۷، ۵۹۲۸، ۵۹۲۹، ۵۹۳۰، ۵۹۳۱، ۵۹۳۲، ۵۹۳۳، ۵۹۳۴، ۵۹۳۵، ۵۹۳۶، ۵۹۳۷، ۵۹۳۸، ۵۹۳۹، ۵۹۴۰، ۵۹۴۱، ۵۹۴۲، ۵۹۴۳، ۵۹۴۴، ۵۹۴۵، ۵۹۴۶، ۵۹۴۷، ۵۹۴۸، ۵۹۴۹، ۵۹۵۰، ۵۹۵۱، ۵۹۵۲، ۵۹۵۳، ۵۹۵۴، ۵۹۵۵، ۵۹۵۶، ۵۹۵۷، ۵۹۵۸، ۵۹۵۹، ۵۹۶۰، ۵۹۶۱، ۵۹۶۲، ۵۹۶۳، ۵۹۶۴، ۵۹۶۵، ۵۹۶۶، ۵۹۶۷، ۵۹۶۸، ۵۹۶۹، ۵۹۷۰، ۵۹۷۱، ۵۹۷۲، ۵۹۷۳، ۵۹۷۴، ۵۹۷۵، ۵۹۷۶، ۵۹۷۷، ۵۹۷۸، ۵۹۷۹، ۵۹۸۰، ۵۹۸۱، ۵۹۸۲، ۵۹۸۳، ۵۹۸۴، ۵۹۸۵، ۵۹۸۶، ۵۹۸۷، ۵۹۸۸، ۵۹۸۹، ۵۹۹۰، ۵۹۹۱، ۵۹۹۲، ۵۹۹۳، ۵۹۹۴، ۵۹۹۵، ۵۹۹۶، ۵۹۹۷، ۵۹۹۸، ۵۹۹۹، ۶۰۰۰، ۶۰۰۱، ۶۰۰۲، ۶۰۰۳، ۶۰۰۴، ۶۰۰۵، ۶۰۰۶، ۶۰۰۷، ۶۰۰۸، ۶۰۰۹، ۶۰۱۰، ۶۰۱۱، ۶۰۱۲، ۶۰۱۳، ۶۰۱۴، ۶۰۱۵، ۶۰۱۶، ۶۰۱۷، ۶۰۱۸، ۶۰۱۹، ۶۰۲۰، ۶۰۲۱، ۶۰۲۲، ۶۰۲۳، ۶۰۲۴، ۶۰۲۵، ۶۰۲۶، ۶۰۲۷، ۶۰۲۸، ۶۰۲۹، ۶۰۳۰، ۶۰۳۱، ۶۰۳۲، ۶۰۳۳، ۶۰۳۴، ۶۰۳۵، ۶۰۳۶، ۶۰۳۷، ۶۰۳۸، ۶۰۳۹، ۶۰۴۰، ۶۰۴۱، ۶۰۴۲، ۶۰۴۳، ۶۰۴۴، ۶۰۴۵، ۶۰۴۶، ۶۰۴۷، ۶۰۴۸، ۶۰۴۹، ۶۰۵۰، ۶۰۵۱، ۶۰۵۲، ۶۰۵۳، ۶۰۵۴، ۶۰۵۵، ۶۰۵۶، ۶۰۵۷، ۶۰۵۸، ۶۰۵۹، ۶۰۶۰، ۶۰۶۱، ۶۰۶۲، ۶۰۶۳، ۶۰۶۴، ۶۰۶۵، ۶۰۶۶، ۶۰۶۷، ۶۰۶۸، ۶۰۶۹، ۶۰۷۰، ۶۰۷۱، ۶۰۷۲، ۶۰۷۳، ۶۰۷۴، ۶۰۷۵، ۶۰۷۶، ۶۰۷۷، ۶۰۷۸، ۶۰۷۹، ۶۰۸۰، ۶۰۸۱، ۶۰۸۲، ۶۰۸۳، ۶۰۸۴، ۶۰۸۵، ۶۰۸۶، ۶۰۸۷، ۶۰۸۸، ۶۰۸۹، ۶۰۹۰، ۶۰۹۱، ۶۰۹۲، ۶۰۹۳، ۶۰۹۴، ۶۰۹۵، ۶۰۹۶، ۶۰۹۷، ۶۰۹۸، ۶۰۹۹، ۶۱۰۰، ۶۱۰۱، ۶۱۰۲، ۶۱۰۳، ۶۱۰۴، ۶۱۰۵، ۶۱۰۶، ۶۱۰۷، ۶۱۰۸، ۶۱۰۹، ۶۱۱۰، ۶۱۱۱، ۶۱۱۲، ۶۱۱۳، ۶۱۱۴، ۶۱۱۵، ۶۱۱۶، ۶۱۱۷، ۶۱۱۸، ۶۱۱۹، ۶۱۲۰، ۶۱۲۱، ۶۱۲۲، ۶۱۲۳، ۶۱۲۴، ۶۱۲۵، ۶۱۲۶، ۶۱۲۷، ۶۱۲۸، ۶۱۲۹، ۶۱۳۰، ۶۱۳۱، ۶۱۳۲، ۶۱۳۳، ۶۱۳۴، ۶۱۳۵، ۶۱۳۶، ۶۱۳۷، ۶۱۳۸، ۶۱۳۹، ۶۱۴۰، ۶۱۴۱، ۶۱۴۲، ۶۱۴۳، ۶۱۴۴، ۶۱۴۵، ۶۱۴۶، ۶۱۴۷، ۶۱۴۸، ۶۱۴۹، ۶۱۵۰، ۶۱۵۱، ۶۱۵۲، ۶۱۵۳، ۶۱۵۴، ۶۱۵۵، ۶۱۵۶، ۶۱۵۷، ۶۱۵۸، ۶۱۵۹، ۶۱۶۰، ۶۱۶۱، ۶۱۶۲، ۶۱۶۳، ۶۱۶۴، ۶۱۶۵، ۶۱۶۶، ۶۱۶۷، ۶۱۶۸، ۶۱۶۹، ۶۱۷۰، ۶۱۷۱، ۶۱۷۲، ۶۱۷۳، ۶۱۷۴، ۶۱۷۵، ۶۱۷۶، ۶۱۷۷، ۶۱۷۸، ۶۱۷۹، ۶۱۸۰، ۶۱۸۱، ۶۱۸۲، ۶۱۸۳، ۶۱۸۴، ۶۱۸۵، ۶۱۸۶، ۶۱۸۷، ۶۱۸۸، ۶۱۸۹، ۶۱۹۰، ۶۱۹۱، ۶۱۹۲، ۶۱۹۳، ۶۱۹۴، ۶۱۹۵، ۶۱۹۶، ۶۱۹۷، ۶۱۹۸، ۶۱۹۹، ۶۲۰۰، ۶۲۰۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۳، ۶۲۰۴، ۶۲۰۵، ۶۲۰۶، ۶۲۰۷، ۶۲۰۸، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، ۶۲۱۲، ۶۲۱۳، ۶۲۱۴، ۶۲۱۵، ۶۲۱۶، ۶۲۱۷، ۶۲۱۸، ۶۲۱۹، ۶۲۲۰، ۶۲۲۱، ۶۲۲۲، ۶۲۲۳، ۶۲۲۴، ۶۲۲۵، ۶۲۲۶، ۶۲۲۷، ۶۲۲۸، ۶۲۲۹، ۶۲۳۰، ۶۲۳۱، ۶۲۳۲، ۶۲۳۳، ۶۲۳۴، ۶۲۳۵، ۶۲۳۶، ۶۲۳۷، ۶۲۳۸، ۶۲۳۹، ۶۲۴۰، ۶۲۴۱، ۶۲۴۲، ۶۲۴۳، ۶۲۴۴، ۶۲۴۵، ۶۲۴۶، ۶۲۴۷، ۶۲۴۸، ۶۲۴۹، ۶۲۵۰، ۶۲۵۱، ۶۲۵۲، ۶۲۵۳، ۶۲۵۴، ۶۲۵۵، ۶۲۵۶، ۶۲۵۷، ۶۲۵۸، ۶۲۵۹، ۶۲۶۰، ۶۲۶۱، ۶۲۶۲، ۶۲۶۳، ۶۲۶۴، ۶۲۶۵، ۶۲۶۶، ۶۲۶۷، ۶۲۶۸، ۶۲۶۹، ۶۲۷۰، ۶۲۷۱، ۶۲۷۲، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۲۷۵، ۶۲۷۶، ۶۲۷۷، ۶۲۷۸، ۶۲۷۹، ۶۲۸۰، ۶۲۸۱، ۶۲۸۲، ۶۲۸۳، ۶۲۸۴، ۶۲۸۵، ۶۲۸۶، ۶۲۸۷، ۶۲۸۸، ۶۲۸۹، ۶۲۹۰، ۶۲۹۱، ۶۲۹۲، ۶۲۹۳، ۶۲۹۴، ۶۲۹۵، ۶۲۹۶، ۶۲۹۷، ۶۲۹۸، ۶۲۹۹، ۶۳۰۰، ۶۳۰۱، ۶۳۰۲، ۶۳۰۳، ۶۳۰۴، ۶۳۰۵، ۶۳۰۶، ۶۳۰۷، ۶۳۰۸، ۶۳۰۹، ۶۳۱۰، ۶۳۱۱، ۶۳۱۲، ۶۳۱۳، ۶۳۱۴، ۶۳۱۵، ۶۳۱۶، ۶۳۱۷، ۶۳۱۸، ۶۳۱۹، ۶۳۲۰، ۶۳۲۱، ۶۳۲۲، ۶۳۲۳، ۶۳۲۴، ۶۳۲۵، ۶۳۲۶، ۶۳۲۷، ۶۳۲۸، ۶۳۲۹، ۶۳۳۰، ۶۳۳۱، ۶۳۳۲، ۶۳۳۳، ۶۳۳۴، ۶۳۳۵، ۶۳۳۶، ۶۳۳۷، ۶۳۳۸، ۶۳۳۹، ۶۳۴۰، ۶۳۴۱، ۶۳۴۲، ۶۳۴۳، ۶۳۴۴، ۶۳۴۵، ۶۳۴۶، ۶۳۴۷، ۶۳۴۸، ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۳۵۱، ۶۳۵۲، ۶۳۵۳، ۶۳۵۴، ۶۳۵۵، ۶۳۵۶، ۶۳۵۷، ۶۳۵۸، ۶۳۵۹، ۶۳۶۰، ۶۳۶۱، ۶۳۶۲، ۶۳۶۳، ۶۳۶۴، ۶۳۶۵، ۶۳۶۶، ۶۳۶۷، ۶۳۶۸، ۶۳۶۹، ۶۳۷۰، ۶۳۷۱، ۶۳۷۲، ۶۳۷۳، ۶۳۷۴، ۶۳۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۶۳۷۸، ۶۳۷۹، ۶۳۸۰، ۶۳۸۱، ۶۳۸۲، ۶۳۸۳، ۶۳۸۴، ۶۳۸۵، ۶۳۸۶، ۶۳۸۷، ۶۳۸۸، ۶۳۸۹، ۶۳۹۰، ۶۳۹۱، ۶۳۹۲، ۶۳۹۳، ۶۳۹۴، ۶۳۹۵، ۶۳۹۶، ۶۳۹۷، ۶۳۹۸، ۶۳۹۹، ۶۴۰۰، ۶۴۰۱، ۶۴۰۲، ۶۴۰۳، ۶۴۰۴، ۶۴۰۵، ۶۴۰۶، ۶۴۰۷، ۶۴۰۸، ۶۴۰۹، ۶۴۱۰، ۶۴۱۱، ۶۴۱۲، ۶۴۱۳، ۶۴۱۴، ۶۴۱۵، ۶۴۱۶، ۶۴۱۷، ۶۴۱۸، ۶۴۱۹، ۶۴۲۰، ۶۴۲۱، ۶۴۲۲، ۶۴۲۳، ۶۴۲۴، ۶۴۲۵، ۶۴۲۶، ۶۴۲۷، ۶۴۲۸، ۶۴۲۹، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۶۴۳۲، ۶۴۳۳، ۶۴۳۴، ۶۴۳۵، ۶۴۳۶، ۶۴۳۷، ۶۴۳۸، ۶۴۳۹، ۶۴۴۰، ۶۴۴۱، ۶۴۴۲، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۶۴۴۵، ۶۴۴۶، ۶۴۴۷، ۶۴۴۸، ۶۴۴۹، ۶۴۵۰، ۶۴۵۱، ۶۴۵۲، ۶۴۵۳، ۶۴۵۴، ۶۴۵۵، ۶۴۵۶، ۶۴۵۷، ۶۴۵۸، ۶۴۵۹، ۶۴۶۰، ۶۴۶۱، ۶۴۶۲، ۶۴۶۳، ۶۴۶۴، ۶۴۶۵، ۶۴۶۶، ۶۴۶۷، ۶۴۶۸، ۶۴۶۹، ۶۴۷۰، ۶۴۷۱، ۶۴۷۲، ۶۴۷۳، ۶۴۷۴، ۶۴۷۵، ۶۴۷۶، ۶۴۷۷، ۶۴۷۸، ۶۴۷۹، ۶۴۸۰، ۶۴۸۱، ۶۴۸۲، ۶۴۸۳، ۶۴۸۴، ۶۴۸۵، ۶۴۸۶، ۶۴۸۷، ۶۴۸۸، ۶۴۸۹، ۶۴۹۰، ۶۴۹۱، ۶۴۹۲، ۶۴۹۳، ۶۴۹۴، ۶۴۹۵، ۶۴۹۶، ۶۴۹۷، ۶۴۹۸، ۶۴۹۹، ۶۵۰۰، ۶۵۰۱، ۶۵۰۲، ۶۵۰۳، ۶۵۰۴، ۶۵۰۵، ۶۵۰۶، ۶۵۰۷، ۶۵۰۸، ۶۵۰۹، ۶۵۱۰، ۶۵۱۱، ۶۵۱۲، ۶۵۱۳، ۶۵۱۴، ۶۵۱۵، ۶۵۱۶، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸، ۶۵۱۹، ۶۵۲۰، ۶۵۲۱، ۶۵۲۲، ۶۵۲۳، ۶۵۲۴، ۶۵۲۵، ۶۵۲۶، ۶۵۲۷، ۶۵۲۸، ۶۵۲۹، ۶۵۳۰، ۶۵۳۱، ۶۵۳۲، ۶۵۳۳، ۶۵۳۴، ۶۵۳۵، ۶۵۳۶، ۶۵۳۷، ۶۵۳۸، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۴۱، ۶۵۴۲، ۶۵۴۳، ۶۵۴۴، ۶۵۴۵، ۶۵۴۶، ۶۵۴۷، ۶۵۴۸، ۶۵۴۹، ۶۵۵۰، ۶۵۵۱، ۶۵



انہوں نے اس خدشہ کے پیش نظر ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

قاضی عیاض نے ”الا کمال“ میں کہا ہے: ابو بکر البرقانی نے ”صحیح“ میں حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے نزاع کا واقعہ ذکر کیا ہے پھر کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر غالب آ گئے یہ اموال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں رہے پھر بالترتیب حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت علی بن الحسین، حضرت حسین بن حسن، حضرت زید بن حسن اور حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہم کے قبضہ میں رہے پھر بنو عباس اس کے متولی بن گئے۔

صحیح البخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ انصار میں سب سے زیادہ مال دار شخص تھے اور ان کا پسندیدہ مال بُیرحاء تھا یہ مسجد نبوی کے سامنے واقع تھا رسول اللہ ﷺ اس باغ میں تشریف لاتے اور یہاں کا میٹھا پانی نوش فرمایا کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۖ تم ہرگز نہ پاسکو گے نیکی یہاں تک کہ خرچ کرو

(آل عمران: ۹۲) اس چیز سے جسے تم پسند کرتے ہو۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۖ تم ہرگز نہ پاسکو گے نیکی یہاں تک کہ خرچ کرو (آل عمران: ۹۲) اس چیز سے جسے تم پسند کرتے ہو۔

اور میرا سب سے محبوب مال بیرحاء ہے یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے اور میں اللہ کے نزدیک اس کی نیکی اور آخرت میں اس کے اجر کی توقع رکھتا ہوں یا رسول اللہ! آپ جہاں مناسب سمجھیں اللہ کی توفیق سے اس کو رکھیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واہ وا! یہ نفع بخش مال ہے تم نے جو کہا ہے میں نے سن لیا ہے میری رائے یہ ہے کہ تم یہ مال اپنے رشتہ داروں کو دے دو حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا پھر حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے یہ مال اپنے رشتہ داروں اور چچا زادوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک روایت میں ہے حضرت ابوطالب نے یہ باغ حضرت ابی اور حضرت حسان رضی اللہ عنہما کو دے دیا وہ حضرت ابوطالب کے مجھ (انس رضی اللہ عنہ) سے زیادہ قریبی رشتہ دار تھے۔ ۷۷

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک اور روایت میں اس جملہ کے بعد ”کہ میرا محبوب ترین مال بیرحاء ہے“ مذکور ہے کہ یہ کھجوروں کا باغ تھا رسول اللہ ﷺ اس باغ میں تشریف لاتے سایہ میں آرام فرماتے اور اس کا پانی نوش فرماتے تھے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے میں اس کی نیکی اور آخرت میں اس کے اجر کی توقع رکھتا ہوں یا رسول اللہ! آپ اللہ کی توفیق سے اسے جہاں چاہیں رکھ دیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واہ وا! ابوطالب یہ نفع بخش مال ہے ہم نے اسے تمہاری طرف سے قبول کر لیا ہے اور یہ تم کو لوٹا دیا ہے اسے اپنے

۷۷ صحیح حدیث۔ مالک ”الموطا“ ج ۲ ص ۵۹۵-۵۹۶ بخاری: ۱۳۶۱-۲۳۱۸-۲۴۵۲-۲۴۵۸-۲۴۶۹-۳۵۵۳-۳۵۵۵-۵۶۱۱

مسلم: ۹۹۸ احمد ج ۳ ص ۱۴۱-۲۵۶ دارمی ج ۲ ص ۳۹۰ ترمذی: ۲۹۹۷ ابن خزیمہ ”صحیح“ ۲/۲۴۵۵ ابن حبان: ۳۳۴۰ بیہقی ج ۶

س ۱۶۳-۱۶۵-۲۷۵ بغوی ”شرح السنۃ“ ۱/۶۸۳ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

رشتہ داروں میں تقسیم کر دو پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ذوی الارحام رشتہ داروں میں صدقہ کر دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابی اور حضرت حسان رضی اللہ عنہما بھی ان میں سے تھے حضرت حسان نے اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فروخت کر دیا ان سے کہا گیا: آپ حضرت ابو طلحہ کا صدقہ بیچ رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: کیا میں ایک صاع کھجوریں ایک صاع دراہم کے عوض نہ بیچوں۔ یہ باغ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعمیر کردہ قصر بنو جدیلہ کی جگہ تھا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فروخت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اس باغ کا مالک بنا دیا تھا یہ ان پر وقف نہ تھا یہ بھی ممکن ہے کہ وقف ہو اور بوقت ضرورت ان کو اپنا حصہ فروخت کرنے کی اجازت ہو۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس کے جواز کا قول کیا ہے۔

بیرحاء کی تعین اور اعراب میں محدثین کا اختلاف ہے بعض حضرات نے اس کی فضیلت کے پیش نظر اس پر مستقل کتاب لکھی ہے علامہ سمودی نے ”تاریخ المدینہ“ میں اس پر الگ عنوان قائم کیا ہے۔

ابن رشد نے ”المقدمات“ میں کہا ہے: رسول اللہ ﷺ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم نے (اپنی املاک کو) وقف فرمایا ہے۔

امام مالک سے کہا گیا کہ شریعت وقف کو نہیں مانتے انہوں نے فرمایا: شریعت نے اپنے علاقوں کے مطابق بات کی ہے اس نے مدینہ طیبہ کو نہیں دیکھا وہ یہاں رسول اللہ ﷺ کی ازواج، اصحاب اور عظیم القدر تابعین کے آثار دیکھتے یہ سات باغات نبی ﷺ کے اوقاف ہیں آدمی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ مکمل معلومات کے بغیر کسی موضوع پر بات نہ کرے۔

ہارون الرشید کے دربار میں امام ابو یوسف سے مناظرہ کے دوران امام مالک نے اسی دلیل کا سہارا لیا اور کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کے اوقاف اور صدقات ہیں جو ہر دور میں سلف سے خلف میں (نسل در نسل) منتقل ہوتے آ رہے ہیں۔

امام ابو داؤد نے ”سنن“ میں ”باب فی الرجل یوقف الوقف“ کے تحت از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: مجھے زمین ملی ہے مجھے کبھی اس سے نفیس ترین مال نہیں ملا آپ مجھے اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کی اصل رو کے رکھو اور اس کی پیداوار کا صدقہ کر دو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو اس شرط پر وقف کر دیا کہ اس کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا نہ ہی اس میں میراث جاری ہوگی اس کی آمدنی فقراء، رشتہ داروں، غلاموں کی آزادی، راہ خدا میں اور مسافروں کے لیے ہوگی۔ بشر کی روایت میں مہمان کا لفظ بھی آیا ہے۔ پھر اس پر سب کا اتفاق رہا کہ وقف کے متولی کے لیے اس میں سے معروف طریقہ سے کھانے میں کوئی

خرج نہیں ہے اور وہ اپنے دوست احباب کو بھی اس میں سے کھلا سکتا ہے، لیکن جمع نہ کرے۔ بشر کی روایت میں یہ جملہ زائد ہے کہ امام محمد نے کہا: جبکہ متولی اپنا مال بڑھانے والا نہ ہو۔<sup>۷۹</sup>

پھر امام ابو داؤد نے از طریق لیث از یحییٰ بن سعید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ میرے لیے عبد الحمید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا: بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ تحریر اللہ کے بندے عمر نے ثمنغ کے متعلق قلم بند کی ہے، پھر نافع کی حدیث جیسا واقعہ لکھا جس میں ہے: جبکہ متولی اپنا مال بڑھانے کے لیے جمع کرنے والا نہ ہو اس کے بعد اس کا جو پھل بچے وہ سوا لی اور محروم کے لیے ہے۔ آگے یہ قول ہے کہ ثمنغ کا متولی اگر چاہے تو اس کے پھلوں سے کام کاج کرنے والا غلام خریدے۔ اسے معقیب نے لکھا اور عبد اللہ بن الارقم اس کے گواہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ اللہ کے بندے عمر بن الخطاب امیر المؤمنین کی وصیت ہے اگر ان کو کوئی حادثہ پیش آ جائے ثمنغ اور صرمہ بن الاکوع کا مال اس میں موجود غلام خیر کے سو حصے اس میں موجود غلام اور حضور ﷺ کی طرف سے عطا فرمودہ وادی کے سو حصے تاحیات حصہ (رضی اللہ عنہا) کے لیے ہیں پھر ان کے گھرانے کے عقل مندوں کے ہیں اسے بیچا جائے نہ خریدا جائے اسے حسب ضرورت سائل محروم اور رشتہ داروں پر خرچ کیا جائے اس کے متولی کے لیے اس میں خرج نہیں ہے کہ وہ کھائے یا کھلائے یا اس سے غلام خریدے۔<sup>۸۰</sup>

امام ابو داؤد نے وقف کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وثیقہ (دستاویز) ذکر کیا ہے یہ دو وثیقے ہیں عمر بن شبہ نے بھی ان کو ذکر کیا ہے عبد الحمید نے یحییٰ بن سعد کے لیے دونوں وثیقے تحریر کیے۔ عمر بن شبہ نے ابو عثمان المدنی کا یہ قول بیان کیا ہے: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صدقہ کے متعلق تحریر ہے جسے میں نے آل عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی کتاب سے نقل کیا ہے میں نے اسے حرف بحرف لکھا ہے۔ دوسری دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کے دور خلافت میں تحریر کی گئی وقف کے اس وثیقے کی کتابت معقیب رضی اللہ عنہ نے کی وہ آپ کے دور خلافت میں آپ کے کاتب تھے اس وثیقہ میں امیر المؤمنین کا جملہ بھی موجود ہے ممکن ہے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں پہلے انہوں نے زبانی وقف کیا ہو اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس کو تحریر میں لانا مناسب سمجھا ہو۔ ثمنغ یا بروایت نووی ثمنغ ابو عبید البکری کے بقول مدینہ طیبہ کی جانب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زمین تھی۔

۷۹ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۷۳۷-۲۷۳۸-۲۷۳۹-۲۷۴۰ مسلم: ۱۶۳۲ ابو داؤد: ۲۸۷۸ ترمذی: ۱۳۷۵ نسائی ج ۶ ص ۲۳۰-۲۳۱ ابن ماجہ:

۲۹۶ احمد ج ۲ ص ۱۲-۱۳-۱۵۵ ابو عبیدہ غریب الحدیث ج ۱ ص ۱۹۳ طحاوی ج ۴ ص ۹۵ دارقطنی ج ۴ ص ۱۸۷-۱۹۰ ابن حبان:

۴۹۰ بیہقی السنن ج ۶ ص ۱۵۸-۱۵۹ بغوی شرح السنن ج ۲ ص ۲۱۹۵ از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حافظ ابن حجر نے فتح الباری:

(ج ۵ ص ۴۷۲) میں کہا: امام ترمذی نے کہا ہے: صحابہ کرام اور متقدمین اہل علم میں سے زمین وقف کرنے کے جواز میں کسی:

اینتاف نہیں ہے۔ (اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے عمدة القاری ج ۱ ص ۲۴-۲۵ ملاحظہ کیجئے)

۸۰ صحیح حدیث۔ ابو داؤد: ۲۸۷۹-۲۸۸۰ اسناد سابق۔

مراسد الاطلاع میں ہے ثمن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جاگیر تھی جسے آپ نے وقف کر دیا تھا۔ بعض مغربی علماء نے اسے ثمن کہا ہے۔ ”النہایہ“ میں ہے ثمن اور صرمہ بن الاکوع مدینہ طیبہ کی دو مشہور جائیدادیں تھیں یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھیں آپ نے ان کو وقف کر دیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور الصرمہ سے کھجوروں کا معمولی ٹکڑا اور اونٹ مراد ہیں۔

اس وقف کے وثیقہ کی عبارت احسان پر مبنی ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس کی وصیت کرنا ہے۔ عمر بن شبہ کے ہاں از یزید بن ہارون از ابن عون روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقف کی حضرت حفصہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے لیے وصیت کی تھی ان کے بعد آل عمر کے اکابرین کو اس وصیت میں داخل کیا تھا۔ دارقطنی کی عبید اللہ بن عمر سے روایت میں بھی اسی طرح مروی ہے امام احمد کے ہاں از ایوب از نافع کی روایت میں آل عمر کے صاحب رائے کے الفاظ ہیں گویا کہ انہوں نے پہلے اسے اپنے اہل خاندان میں سے صاحب رائے لوگوں کی نگرانی سے مشروط کیا پھر بوقت وصیت اسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے معین کر دیا (کہ وہی اس کی نگران ہوں گی) اسے عمر بن شبہ نے ابو غسان المدنی کے الفاظ میں اس طرح روایت کیا ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کے وثیقہ کی بعینہ نقل ہے جو میں نے آل عمر کے پاس موجود آپ کے مکتوب سے لی ہے اور میں نے اسے حرف بحرف نقل کیا ہے: یہ تحریر ہے جو اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین نے ثمن کے متعلق رقم کی ہے کہ تاحیات یہ حفصہ کے لیے ہے وہ اللہ کی ہدایت کے مطابق اس کا پھل خرچ کریں اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمر کے گھر والوں میں صاحب رائے لوگ اس کی نگرانی کریں گے۔

مؤلف کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس وصیت اور اس وقف میں اپنے اہل و عیال میں سے اقرب فالاقرب کی نگرانی کی وصیت نے مجھے عالم دنیا امام ابو عبد اللہ محمد بن مرزوق التلمسانی شارح بردہ کی یاد دلا دی ہے۔ میں نے حافظ ابوالعباس احمد الوثری کے خط میں ان کی اس وصیت کے بعض نقل کردہ حصوں کا مطالعہ کیا ہے اس میں ابن مرزوق نے اپنی کتب کو اپنی اولاد پر وقف کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ہر وہ چیز جو میرے اس کمرے میں موجود ہے جسے میں نے تین دن سے زیادہ نہیں چھوڑا اور جن چیزوں پر میری رہائش گاہ اب مشتمل ہے یعنی کتب رسائل تمام تالیفات کتب کے اجزاء لوگوں کو عاریہ دی گئی کتب وغیرہ یہ سب کی سب اشیاء جو میرے کنٹرول میں ہیں میری اولاد کے ان افراد کے لیے وقف ہیں جو علم کے حصول اور علمی مشاغل میں مصروف عمل ہوں خواہ ان کی علمی مشغولیت کسی بھی نوع کی ہو وہ ان تمام کتب کے مطالعہ سے نفع اندوز ہوں گے جو ان کی ضروریات کی تکمیل کرتی ہوں۔ البتہ ایسے صاحب علم لوگوں کے اثر دہام کے وقت میری مذکور اولاد اور ان کی اولاد مقدم ہوگی انہیں پہلے مطالعہ کا حق حاصل ہوگا میری ذکور اولاد میں الاولیٰ فالاولیٰ الاعلیٰ فالاعلیٰ کا اصول رہے گا اور میری کتب کی نگرانی کے فرائض الاقرب فالاقرب اور اعلم اور ادین فرد کی ذمہ داری ہوگی (یعنی جس کا رشتہ قریب ترین ہو اور جو سب سے زیادہ صاحب علم اور دین دار ہوگا وہی نگران اور متولی ہوگا) اگر کسی میں دونوں صفات یکجانہ ہوں تو پھر



جب یہ آیت نازل ہوئی:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعَّهُ  
لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۖ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ ۚ وَإِلَيْهِ

کون ہے وہ شخص جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ  
اسے بڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تنگی اور  
فراخی فرماتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○

تُرْجَعُونَ ○ (البقرہ: ۲۴۵)

حضرت ابوالدحداد رضی اللہ عنہ خود اور ان کے اہل خانہ اپنے باغ میں رہائش پذیر تھے وہ اپنی اہلیہ کے پاس  
آئے اور اس سے کہا: اس باغ سے باہر نکل آؤ اسے میں نے اپنے رب کو بطور قرض دے دیا ہے اور انہوں نے اپنا  
باغ فقراء پر صدقہ کر دیا۔<sup>۸۲</sup>

ساتویں مسلمان حضرت ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی وقف کرنے والے کبار صحابہ میں شامل ہیں۔ ”طبقات  
ابن سعد“ میں ہے آپ کا گھر مکہ میں کوہ صفا پر تھا ابتداءً اسلام میں نبی ﷺ کی دعوت کا مرکز یہی مکان تھا  
اسے دارالاسلام کہا جاتا تھا آپ نے اسے اپنی اولاد پر وقف کر دیا اور یہ وثیقہ تحریر کیا:

بسم الله الرحمن الرحيم

یہ وثیقہ ہے جس کا ارقم نے فیصلہ کیا ہے کہ حرم محترم کے بلند حصہ صفا کا مکان بیچا جائے گا نہ اس

میں میراث ہوگی (یہ وقف ہے)۔ ہشام بن عاص اور ہشام بن العاص کا فلاں غلام اس پر گواہ ہیں۔

یہ مکان آپ کی اولاد کے قبضہ میں رہا وہ اس وقف کے نگران اور متولی رہے وہ اس میں رہتے اور اس کا کرایہ  
لیتے تھے۔ جب ابو جعفر المنصور عباسی خلیفہ بنا اس نے یہ مکان ان سے چھین لیا اور جبر و ظلم سے کام لیتے ہوئے ان  
سے خرید لیا کیونکہ انہوں نے منصور کے مقابلہ میں محمد نفس الزکیہ کا ساتھ دیا تھا۔<sup>۸۳</sup>

کبار صحابہ اور سادات اہل بیت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے دیگر وقف کرنے والوں میں حضرت فاطمہ اور  
حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ امام شافعی نے ”الام“ میں روایت کیا ہے کہ مجھے محمد بن علی بن شافع نے خبر  
دی کہ: مجھے عبد اللہ بن حسن بن حسین نے اہل بیت کے متعدد افراد سے خبر دی میرا خیال ہے اس نے زید بن علی کا  
نام لیا تھا کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ نے اپنا مال بنو ہاشم اور بنو المطلب پر صدقہ کر دیا تھا اور حضرت علی  
رضی اللہ عنہ نے مذکورہ خاندانوں پر اپنا مال صدقہ کیا اور اس میں دوسروں کو بھی شامل کر دیا۔<sup>۸۴</sup>

انتباہ

علامہ سیوطی نے ”التوشیح“ میں لکھا ہے کہ امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

۸۲ صحیح حدیث۔ احمد ج ۳ ص ۱۴۶ طبرانی ج ۲۲ ص ۶۳ ابن حبان ۱۵۹ حاکم ج ۲ ص ۲۰ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ حاکم اور  
ذہبی نے اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۹ ص ۳۲۳-۳۲۴) میں کہا ہے: اس حدیث کو احمد اور طبرانی  
نے روایت کیا ہے اور ان کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ (واقعہ کی تفصیل مذکور الصدر کتب میں ملاحظہ کریں)

۸۳ نہایت ضعیف روایت۔ حاکم ج ۳ ص ۵۰۲-۵۰۳ از ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ اس کے اسناد میں واقعی ہے جو محدثین کے نزدیک  
متہم بالکذب ہے۔

۸۴ ضعیف منقطع الاسناد۔ اس کے اسناد میں مجاہیل ہیں۔



اسلام میں سب سے پہلا وقف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔<sup>۸۵</sup> عمر بن شبہ نے عمر بن سعید بن معاذ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے اسلام میں پہلے وقف کے متعلق سوال کیا تو مہاجرین نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وقف اور انصار نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا وقف۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ وقف اسلام کے خصائص میں سے ہے، دورِ جاہلیت میں اوقاف نہ تھے۔ مؤلف کہتے ہیں: اس کی اصل امام شافعی کا یہ قول ہے: وقف اسلام کے ساتھ مختص امور میں سے ہے، مجھے یہ خبر نہیں ملی کہ جاہلیت میں کسی نے گھریا زمین وقف کی ہو، کعبہ کی تعمیر اور زمزم کی کھدائی سے اس پر اعتراض نہ ہوگا، کیونکہ ان کا یہ عمل اظہارِ فخر کے لیے تھانیکی کے حصول کے لیے نہ تھا۔ اسے نووی نے ”ضوء الشموع“ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ضوء الشموع کے مؤلف نے اپنے شیخ البلیدی سے زرقانی پر ان کے حواشی سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی کا یہ قول محلِ نظر ہے کیونکہ حضرت خلیل علیہ السلام کا وقف ابھی تک باقی ہے، مصر اور اس کی جاگیریں رومی کنیہ کے لیے وقف تھیں، شیخ امیر (مؤلف ضوء الشموع) نے اس کے بعد کہا ہے کہ امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں اوقاف کا ثبوت نہیں ہے، انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام اور گذشتہ اہل کتاب سے اوقاف کی نفی کا دعویٰ نہیں کیا۔

### فائدہ

”مختصر خلیل“ (ج ۳ ص ۶۹) پر شہاب الدردیری کی شرح کے حواشی میں علامہ شمس محمد بن عرفہ الدسوقی المالکی المصری، شیخ المشائخ علامہ شمس محمد البلیدی المصری کے مختصر پر حاشیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ قیساریہ فاس میں ہزار اوقیہ سونا قرض کے لیے وقف تھا، لوگ اس میں برابر تانبے کی ملاوٹ کرتے رہے اور یہ ناکارہ ہو گیا۔ فاس کے فقہاء میں سے شیخ ابو عبد اللہ التاودی بن سودہ، شرح التھمہ میں ”اصول میں وقف جائز ہے“ کے تحت لکھتے ہیں: قیساریہ فاس میں قرض کے لیے دراہم وقف تھے، لوگ بطور قرض دراہم لے جاتے اور ان میں تانبا ملا کر واپس کر دیتے یہاں تک کہ یہ دراہم ضائع ہو گئے۔

یہ روایات زمانہ قدیم میں ترقی کی دلیل ہیں، اس سے کاشت کار اور تاجر فائدہ اٹھاتے تھے، فقیر کی مدد کی جاتی اور صنعت کار کو تعاون فراہم کیا جاتا تھا، اس معاملہ میں ہم یورپ سے صدیوں تک آگے رہے، اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ اپنی کس مخلوق سے کیا کام لے گا۔

## عمال سے جمع کردہ مال وصول کر کے بیت المال میں لانے والے

صحیح البخاری میں حضرت پریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے خمس وصول کریں۔<sup>۸۶</sup> ابن اسحاق نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی

<sup>۸۵</sup> صحیح حدیث۔ احمد ج ۲ ص ۱۱۴۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ بخاری: ۲۷۶۳۔ ۲۷۷۷۔ دارقطنی ج ۳ ص ۱۸۷ ابن حبان: ۴۸۹۹ بیہقی ”السنن“ ج ۶

ص ۱۵۹ از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ مسلم: ۱۶۳۳ ابن ماجہ: ۲۳۹۷ از عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

<sup>۸۶</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۳۵۰ از پریدہ رضی اللہ عنہ۔



رضی اللہ عنہ کو اہل نجران کے صدقات جمع کرنے کے لیے بھیجا اور ان سے جزیہ لانے کا حکم دیا۔ ”الکامل“ کی تصریح کے مطابق یہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے۔<sup>۸۷</sup> حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ ذمہ داری نبھا کر واپس آئے اور حجۃ الوداع میں مکہ مکرمہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

”الاصابہ“ (ج ۱ ص ۲۸۸) میں حضرت حاجب بن زرارہ الدارمی لتمیمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: نبی ﷺ نے ان کو بنو تمیم کے صدقات کے لیے بھیجا تھا۔<sup>۸۸</sup>

انتباہ

صحیح مسلم میں حجۃ الوداع کے قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صدقات کی وصولی کے بعد آنا مذکور ہے۔<sup>۸۹</sup> مسلم کے علاوہ بعض محدثین نے کہا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صدقات کا عامل بنا کر نہیں بھیجا تھا بلکہ ان کو وہاں کا امیر بنا کر بھیجا تھا کیونکہ بنو ہاشم کو صدقات پر عامل بنانا جائز نہیں ہے۔ نسائی میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں علی کے ساتھ تھا جب نبی ﷺ نے ان کو صدقات پر امیر مقرر فرمایا تھا۔<sup>۹۰</sup> اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ کو امیر مقرر کیا گیا تھا عامل نہیں بنایا گیا تھا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں: ممکن ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صدقات کے احتساب کا والی مقرر فرمایا ہو یا حضور ﷺ نے ان کو صدقات کے مال سے وظیفہ نہ دیا ہو۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ حدیث میں ”سعیہ“ کا لفظ ہے یہ لفظ مطلق ولایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے سو اس سے خصوصاً صدقات کی ولایت مراد لینا بلا دلیل ہے۔

### رسول اللہ ﷺ کا بہ نفس نفیس جنگل میں صدقہ کے اونٹوں کو ملاحظہ فرمانا

مسند احمد (ج ۶ ص ۱۱۲) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگل کی طرف صدقہ کے اونٹوں میں تشریف لے گئے آپ نے میرے سوا اپنی ازواج کو ایک ایک اونٹ عطا فرمایا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے میرے علاوہ سب کو ایک ایک اونٹ عطا فرمایا ہے آپ نے مجھے مشکل اونٹ عطا فرمایا جس پر سواری چھوڑ دی گئی تھی آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اس سے نرمی کرنا کیونکہ نرمی جب کسی چیز سے ملتی ہے اسے آراستہ کر دیتی ہے اور جب کسی چیز سے جدا ہوتی ہے اسے بدزیب کر دیتی ہے۔<sup>۹۱</sup>

<sup>۸۷</sup> السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۶۰۰ بلا اسناد۔

<sup>۸۸</sup> الاصابہ ج ۲ ص ۱۸۷ (رقم: ۴۰۷۲) بحوالہ ابن حبان ”المعمرین“ تذکرہ صفوان بن اسید لتمیمی۔ الاصابہ ج ۱ ص ۲۷۳ (رقم: ۱۳۵۸) تذکرہ حاجب بن زرارہ الدارمی رضی اللہ عنہ۔

<sup>۸۹</sup> صحیح حدیث۔ مسلم: ۱۲۱۸ از جابر رضی اللہ عنہ۔ مفصل تخریج کے لیے دیکھئے ”صحیح السیرۃ النبویہ“ ص ۵۳۰ حدیث: ۸۱۲ شیخ ابراہیم اعلیٰ۔

<sup>۹۰</sup> صحیح حدیث۔ ابوداؤد: ۷۹۷ نسائی ج ۵ ص ۱۳۹۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸ از براء بن عازب رضی اللہ عنہ۔

<sup>۹۱</sup> صحیح حدیث۔ احمد ج ۶ ص ۱۱۲۔ ۱۲۵۔ ۱۷۱ ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۱۰ مسلم: ۲۵۹۳ (۷۸)۔ (۷۹) بخاری ”الادب المفرد“: ۳۶۹۔

۴۷۵ ابوداؤد: ۲۳۷۸۔ ۲۸۰۸ بزار: ۱۹۶۶ ابن حبان: ۵۵۰ بغوی ”شرح السنہ“: ۳۴۹۳ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

## فطرہ رمضان پر نگہبان کا تقرر

”سمط الجوهر الفاخر“ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مقرر فرمایا تھا۔

## غنائم کو قبضہ میں لینے پر رسول اللہ ﷺ کے عامل

”سمط الجوهر الفاخر“ میں ہے نبی ﷺ غنائم کو اپنے قبضہ میں لینے پر حضرت خزاعہ<sup>۹۲</sup> کے بن عبدنہم المزنی رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا تھا۔

## رسول اللہ ﷺ کے خمس کے نگران

”سمط الجوهر الفاخر“ میں ہے حضرت عبد اللہ بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ جن کا تعلق بنو النجار کی شاخ بنو مازن سے تھا، خمس کے نگران تھے۔ ”الاستبصار“ میں آپ کے تذکرہ میں ہے کہ آپ غزوہ بدر میں شریک تھے اور اس غزوہ میں غنائم کے نگران تھے آپ تمام غزوات میں شریک رہے اور نبی ﷺ کے خمس پر نگران ہوتے تھے۔



۹۲۔ الاصابہ ج ۱ ص ۴۴۴ (رقم: ۲۴۳۸) میں خزاعی مرقوم ہے۔

## القسم السابع

ماپ تول کرنے والے عامل اور ان سے متعلقہ امور

## ماپ تول کرنے والے عامل

”صحیح مسلم“ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے دو اوقیہ اور ایک یا دو درہم چاندی پر مجھ سے اونٹ خریدا جب آپ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت تول کر دی اور جھکتا ہوا تولاً ۹۳ کے

”سنن النسائی“ میں ہے آپ نے ترازو منگوائی میرے لیے وزن فرمایا اور زیادہ عطا فرمایا۔ ابو داؤد میں ہے آپ نے وزن کرنے والے سے فرمایا: وزن کر اور جھکتا ہوا تول۔ ۹۴ کے ”الاستیعاب“ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین کے مال غنیمت سے حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو جو آپ کے ساتھ اس غزوہ میں شریک تھے سواونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی چاندی کا وزن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ ۹۵ کے

## اشیائے خوردنی کے خازن

”صحیح البخاری“ میں ہے نبی ﷺ بنو نضیر کے کھجوروں کے باغات (کا پھل) بیچتے اور اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال کی خوراک رکھ لیتے۔ جامع الترمذی میں ہے آپ اپنے اہل کے لیے سال بھر کا نفقہ الگ کر لیتے تھے۔ ۹۶ کے

مشہور روایت ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے یاد ہے نبی ﷺ نے مجھے اپنے کندھے پر بٹھایا اور صدقات کے کمرے میں داخل ہوئے میں نے وہاں کی ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی آپ نے ارشاد فرمایا: اسے پھینک دو تجھے معلوم نہیں کہ محمد اور آل محمد ﷺ پر صدقہ حلال نہیں ہے میں نے اسے اپنے منہ سے نکال دیا۔ ۹۷ کے

یہ حدیث صحیح مسلم کی کتاب الزکوٰۃ میں ”باب تحريم الزکوٰۃ علی رسول اللہ ﷺ“ میں موجود ہے۔

۹۳ کے صحیح حدیث۔ مسلم: ۱۵ (۱۱۱) احمد ج ۳ ص ۳۱۴ نسائی ج ۷ ص ۲۹۸ ابن حبان: ۴۹۱۱ از جابر رضی اللہ عنہ۔ بخاری: تعلیقاً ۲۷۱۸۔  
۹۴ کے حسن حدیث۔ احمد ج ۴ ص ۳۵۲ طیبی: ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳ ابو داؤد: ۳۳۳۶۔ ۳۳۳۷ داری ج ۲ ص ۲۶۰ ترمذی: ۱۳۰۵ نسائی ج ۷ ص ۲۸۴ ابن ماجہ: ۲۲۲۰۔ ۲۲۲۱ ابن الجارود: ۵۵۹ ابن حبان: ۵۱۴۷ حاکم ج ۲ ص ۳۰ طبرانی: ۶۳۶۶۔ ۶۳۶۷ بیہقی ج ۶ ص ۳۲۔ ۳۳ از سوید بن قیس رضی اللہ عنہ۔

۹۵ کے ”الاستیعاب“ علی ہاشم ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۱۹۰۔

۹۶ کے صحیح حدیث۔ بخاری: ۵۳۵۷ از عمر رضی اللہ عنہ تخریج گزر چکی ہے۔

۹۷ کے صحیح حدیث۔ بخاری: ۱۳۹۱۔ ۳۰۷۲ مسلم: ۱۰۶۹ عبد الرزاق: ۶۹۳۰ احمد ج ۲ ص ۴۴۳۔ ۴۷۶ طیبی: ۲۳۸۲ داری ج ۱ ص ۳۸۶۔

۳۸۷ علی بن الجعد ”مسند“: ۱۱۵۸ ابن حبان: ۳۲۹۳ بیہقی ج ۷ ص ۲۹ بغوی: ۱۶۰۵ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

## ماپنے والے

صحیح البخاری میں حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: اپنی خوردنی اشیاء (طعام) کو ماپ لیا کرو اس میں تمہارے لیے برکت دی جائے گی۔<sup>۹۸</sup>

صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین نصف پھل اور غلہ پر بٹائی پردی تھی، آپ اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کو ہر سال سو وسق نفقہ عطا فرماتے۔ اسی (۸۰) وسق کھجوریں اور بیس وسق جو۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص طعام (غلہ وغیرہ) خرید لے اسے ماپے بغیر نہ بیچے۔<sup>۹۹</sup>

امام بخاری نے کتاب البیوع کے ”باب ما يستحب من الكيل“ میں مذکورہ بالا حدیث ذکر کی ہے۔ ”الفجر الساطع“ میں کہا ہے: اس سے مراد ماپا ہوا طعام ہے وزن کردہ اور شمار کردہ اشیاء خوردنی بھی اسی پر قیاس کی جائیں گی۔ اور ارشاد گرامی: تمہارے لیے برکت دی جائے گی۔<sup>۱۰۰</sup> پر کہا ہے کہ اس طعام میں برکت ہوگی، حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ حدیث خریدے گئے طعام پر محمول ہے اور اس کے ماپنے میں برکت کا حصول شارع علیہ السلام کے حکم پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہے۔

اس میں برکت کا حصول اندازے اور تخمینے سے سلامتی کی وجہ سے ہے، یا بسم اللہ پڑھنے سے یا شارع علیہ السلام کی فرمانبرداری اس برکت کا سبب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کہ انہوں نے طعام کو ماپ لیا تو وہ ختم ہو گیا۔<sup>۱۰۱</sup> بقول ابن منیر اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ آپ نے اپنے نفقہ کے لیے باقی ماندہ طعام کو ماپا تھا اور اس کی جانچ پڑتال کی تھی اور خرچ شدہ کو بہت سمجھا تھا تو برکت اٹھ گئی۔<sup>۱۰۲</sup>

<sup>۹۸</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۱۲۸، احمد ج ۲ ص ۱۳۱۔ ج ۵ ص ۴۱۴، ابن ماجہ: ۲۲۳۲، طبرانی ”الکبیر“ ج ۲ ص ۶۴۳۔ ۳۸۵۹، قضاوی ”مسند

الشہاب“: ۶۹۸، ابوالعین ”الحلیہ“ ج ۵ ص ۲۱۷، ابن حبان: ۴۹۱۸، بیہقی ج ۶ ص ۳۲، بغوی: ۳۰۰۰، از مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ۔

<sup>۹۹</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۱۳۲۔ ۲۱۳۵، مسلم: ۱۵۲۵، شافعی ج ۲ ص ۱۴۲، طحاوی: ۲۶۰۲، احمد ج ۲ ص ۲۷۰۔ ۳۵۶۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹،

عبدالرزاق: ۱۴۲۱، ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۳۶۸۔ ۳۶۹، ابوداؤد: ۳۴۹۷، نسائی ج ۷ ص ۲۸۵، ترمذی: ۱۲۹۱، ابن ماجہ: ۲۲۲۷، ابن

حبان: ۴۹۸۰، از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

<sup>۱۰۰</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۱۲۸، از مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، خرچ گزر چکی ہے۔

<sup>۱۰۱</sup> بخاری: ۶۳۵۱، از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

<sup>۱۰۲</sup> فتح الباری ج ۳ ص ۴۰۶۔

## رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں زیر استعمال اوزان شرعیہ کے نام

حضور ﷺ کے عہد مبارک میں ماپ تول کے لیے دس اوزان اور پیمانے استعمال ہوتے تھے: درہم، دینار، مثقال، دانق، قیراط، اوقیہ، نش، نواۃ، رطل، اور قنطار۔<sup>۸۰۹</sup>

### درہم اور اس کا استعمال

مشہور مفسر و فقیہ ابو محمد عبد الرحمن ابن عطیہ<sup>۸۱۰</sup> ۶۱۶ھ میں دریافت کردہ سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ ابو عبید القاسم بن سلام اپنے بعض شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں دو قسم کے درہم رائج تھے: السوداء الوافیہ اس درہم کا وزن آٹھ دانق تھا اور الطبریہ اس کا وزن چار دانق تھا۔ اور لوگ چھوٹے اور بڑے دونوں درہم کے اوسط کے اعتبار سے زکوٰۃ دیتے تھے۔

ابو العباس العزفی نے کہا ہے: ابو جعفر الداودی کہتے ہیں بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں مقررہ (نشان زدہ) درہم نہ تھا، فاسد قول ہے، کیا اس محترم دور کے لوگ اصول دین کی ایک اصل سے ناواقف تھے اور ان کو اس کے بارے میں حکم معلوم نہ تھا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ صدقات اور جزیہ وصول کرنے والوں کو روانہ فرماتے تھے تو کیا عالمین صدقات و جزیہ مقررہ درہم کے بغیر وصول کرتے تھے، سو قائل کا یہ قول ان کے گمان پر مبنی ہے اور اس پر کوئی نص نہیں ہے۔

علامہ ابو عمر عبد البر اور قاضی عیاض نے کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اوقیہ کا درہم سے وزن نامعلوم ہو اور پھر اس پر زکوٰۃ واجب ہو، جب سونے اور چاندی کے وزن کا تعین نہیں ہوگا، زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے گی اور بیوع اور نکاح وغیرہ کا انعقاد کیسے ہوگا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قائل کا یہ قول وہم پر مبنی ہے کہ عبد الملک کے دور حکومت تک مقررہ درہم نہ تھا، حتیٰ کہ اس نے فقہاء کی رائے سے درہم کا تعین و تقرر کیا۔

۸۰۳ دانق درہم کا چھٹا حصہ (القاموس ص ۱۳۱۱-۱۱۳۲)

۸۰۴ قاموس (ص ۸۸) میں ہے 'مختلف شہروں میں اس کا وزن مختلف تھا' مکہ مکرمہ میں قیراط دینار کا ۲۳/۱ ہوتا تھا۔

۸۰۵ اوقیہ سات مثقال یا چالیس درہم کا ہم وزن۔ (قاموس ص ۱۷۳۱-۱۷۳۲)

۸۰۶ نش نصف اوقیہ بیس درہم۔ (القاموس ص ۷۸۳)

۸۰۷ نواۃ عدد میں دس یا بیس یا ایک اوقیہ سونا یا چار دینار یا پانچ درہم یا ساڑھے تین درہم کے ہم وزن۔ (قاموس ص ۱۷۲۸)

۸۰۸ رطل بارہ اوقیہ ایک اوقیہ چالیس درہم۔ (قاموس ص ۱۳۰۰-۱۳۰۱)

۸۰۹ قنطار چالیس اوقیہ سونا یا بارہ سود دینار یا بارہ سو اوقیہ یا ستر ہزار اوقیہ یا اسی ہزار درہم یا سونے یا چاندی کے سو رطل یا ہزار دینار کے ہم

وزن۔ (قاموس ص ۶۰۰)

۸۱۰ ابو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن بن عطیہ الحاربی الغرناطی۔ احکام اور حدیث کے عالم، مشہور تصنیف "المحرد الوجیز فی

تفسیر الكتاب العزیز" وغیرہ۔ (الاعلام ج ۳ ص ۲۸۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ عبد الملک کے دور حکومت تک مسلمانوں نے اپنا سکہ نہیں ڈھالا تھا بلکہ مختلف قسم کے دراہم مروج تھے ان میں فارسی، رومی، چھوٹے، بڑے، چاندی کے معین ٹکڑے جن پر نقش نہ تھے، یمنی اور مغربی ہر قسم کے دراہم مروج تھے عبد الملک کے دور میں مسلمانوں نے رومی دراہم کے بجائے اپنے سکے جاری کر دیئے جن کو اسلامی سکوں کا نام دیا گیا۔

علامہ نووی نے ”شرح المہذب“ میں کہا ہے کہ قابل اعتماد و اعتقاد یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں رائج دراہم کا وزن اور مقدار معلوم اور معروف تھے کیونکہ زکوٰۃ، صدقات وغیرہ حقوق اور مقادیر شرعیہ کا اس سے تعلق تھا البتہ اس دور میں ایسے دیگر دراہم کا رائج ہونا جو وزن اور مقدار میں مقررہ درہم سے کم ہوں، بعید از قیاس اور ممنوع نہیں ہے۔ نبی ﷺ کے مقرر فرمودہ درہم ہی تمام شرعی مقادیر میں مستعمل تھا۔ یہ درہم چھ دو اوقیہ کا تھا اور دس درہم کے سات مثقال ہوتے تھے۔ صدر اول سے آج تک تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے، یہ جائز نہیں ہے کہ اہل علم کا رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے دور کے کسی معمول کے خلاف اجماع ہو۔

درہم اور دینار کی مقدار کے متعلق حافظ ابو محمد عبد الحق بن عطیہ ”کتاب الاحکام“ میں کہتے ہیں: ابن حزم نے کہا ہے: میں نے اس معاملہ میں پوری چھان بین کی ہے اور تمام قابل اعتماد مآخذ سے رجوع کیا ہے سب کا اتفاق ہے کہ مکی سونے کا دینار مذکور الصدر درہم سے دو سواٹھائیس درہم کے برابر تھا۔

علامہ نووی ”شرح المہذب“ میں ابن حزم کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ابن حزم کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے: بغدادی رطل کا وزن ایک سواٹھائیس درہم سے قدرے زائد ہے اور وہ نوے مثقال کا ہے۔

(بحوالہ سبل الہدی والرشاد)

ابوسعود القاسمی صحیح بخاری کی کتاب النکاح میں ارشاد نبوی: ”سونے کی نواۃ (گٹھلی) کے ہم وزن“<sup>۸۱۱</sup> پر لکھتے ہیں: کہا گیا ہے نواۃ سے مراد کھجور کی گٹھلی ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کے ہاں وزن کی ایک مقدار کا نام تھا جس طرح دیگر اقوام کے پاس اوزان ہوتے ہیں۔

نبی ﷺ کے عہد مبارک اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں سکے نہیں ڈھالے گئے اسلام میں سب سے پہلے عبد الملک نے سکے ڈھلوائے اس سے پہلے فارس اور روم کے سکے رائج تھے اور درہم چلتے تھے عبد الملک نے فارس اور روم کے سکوں کا نصف نصف لے کر اس کے ہم وزن درہم تیار کیا۔

حافظ سیوطی نے اپنے رسالہ ”قطع المجادلة فی تغیر المعاملة“ میں کہا ہے خطاب نے کہا: نبی ﷺ کی تشریف آوری کے وقت اہل مدینہ درہم میں معاملات کرتے تھے اس کی دلیل بریرہ کی خریداری کے واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے: ”اگر تیرے مالک چاہیں تو میں ان کو یک مشت گن دوں (اور تمہیں آزاد کر دوں)“<sup>۸۱۲</sup>

۸۱۱ بخاری: ۵۰۷۲ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۸۱۲ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۱۵۵-۲۵۶۰-۲۵۷۱-۲۷۱۷ مسلم: ۱۵۰۳ (۶)۔ (۷) احمد ج ۶ ص ۸۱-۸۲-۲۸۲ ابوداؤد: ۳۹۲۹ بیہقی ج ۱ ص ۲۹۹-۳۰۰-۳۳۸ از زہری از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔



نبی ﷺ نے ان کی وزن کی طرف رہنمائی فرمائی اور اہل مکہ کے وزن کو سرکاری کسوٹی بنادیا، اہل مکہ کے درمیان رائج درہم کا وزن چھ دوانق تھا وہ اسی سے لین دین کرتے تھے اور تمام علاقوں میں یہی اسلامی درہم تھا، البتہ دینار اہل روم کے علاقوں سے لائے جاتے تھے۔ ابن عبد البر نے ”التمہید“ میں کہا ہے: دور جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں دینار شام کے ہوتے تھے۔ حجازی عربوں میں رومی دینار رائج تھے، ان کو بلا دروم کی نکسال میں ڈھالا جاتا تھا، ان پر بادشاہ کی صورت اور رومی زبان میں اس بادشاہ کا نام ہوتا تھا جس کے دور حکمرانی میں یہ دینار ڈھالے گئے تھے، درہم سرزمین عراق کے ہوتے تھے، تمام مشرقی علاقے کسریٰ کے کنٹرول میں تھے، ان پر کسریٰ کی تصویر اور فارسی میں اس کا نام ہوتا تھا۔

عزنی لکھتے ہیں خطابی نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں دینار بلا دروم سے لائے جاتے تھے اس لیے عرب ان کو ہرقلیہ کہتے تھے۔

ہر چند کہ درہم و دینار پر بادشاہوں کی تصویریں ہوتیں، ابتدائے اسلام میں مسلمان ان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، درہم و دینار ان کی جیب یا کپڑوں میں ہوتے اور وہ ان کپڑوں میں نماز پڑھنے سے احتراز نہیں کرتے تھے۔ مؤلف کہتے ہیں: میں نے ۱۳۴۱ھ میں تطوان کی طرف اپنے سفر کے دوران ان میں سے ایک درہم دیکھا ہے اس پر ہرقل کی صورت نقش تھی، بعد ازاں میں نے ایک اور درہم خریدا جس پر قیصر کا نام اور اس کی صورت نقش تھی۔ شاید یہ ابتدائے اسلام کے دور کا کوئی قیصر ہو۔ ”فتاویٰ الشہاب الفقیہ احمد بن حجر الہیتمی“ میں ہے فقہاء کی ایک جماعت نے فرنگیوں کے ملک سے لائے گئے دینار پاس رکھنے کا جواز ذکر کیا ہے، حالانکہ ان پر حقیقتاً یقیناً حیوان کی صورت نقش ہوتی ہے، ان کا استدلال یہ ہے کہ سلف صالحین کے دور میں یہ دینار لائے جاتے تھے اور عمامہ وغیرہ میں ان کو رکھنے سے منع نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ ان سے مقصود صورت نہیں نقدی ہوتی تھی اور ان سے صورت کا مٹانا مشکل یا ناممکن تھا۔

جب دیناروں پر صورت نقش ہونے کے باوجود ان کو پاس رکھنا جائز ہے تو پھر ایسے انگریزی کاغذ کا استعمال بھی بطریق اولیٰ جائز ہے، جس پر کسی حیوان کی صورت نقش ہو۔

”فتاویٰ الشہاب احمد الرملی الشافعی المصری“ میں ہے ان سے ایسے دیناروں کے متعلق سوال کیا گیا جن پر حیوان کی مکمل تصویر ہو، کیا تصویروں والے کپڑے کی طرح انہیں پاس رکھنا حرام ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں ان کا پاس رکھنا حرام نہیں۔

ابن العراقی نے کہا: میرے نزدیک مصوّر رومی درہم کے استعمال سے نہیں روکا جائے گا کیونکہ خرچ کرنے اور لین دین میں اسے معمولی حیثیت حاصل ہوتی ہے، اس کی تکریم نہیں کی جاتی۔ سلف صالحین بغیر انکار اور ناگواری کے اس میں معاملات کرتے تھے۔ اسلامی درہم تو معروف قول کے مطابق عبد الملک بن مروان کے دور میں رائج ہوئے۔



اور مستعمل تھا وہ اقوال جن میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ مسلمانوں کا سکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ڈھالا گیا یا اس کے بعد کے ادوار میں ڈھالا گیا قابل قبول ہو سکتے ہیں بشرطیکہ کوئی مرخ موجود ہو لیکن ایسا مرخ کہاں ہے؟ جرجی زیدان کی "تاریخ مصر الحديث" کے ص ۱۳۸ پر ہے خلفاء راشدین کے دور میں ڈھالے گئے سکے تانبے کے تھے اور خاصے بڑے تھے ان پر خط کوئی میں کلمہ شہادت نقش تھا اسلام میں چاندی کے سکے سب سے پہلے خلیفہ عبد الملک کے دور میں ڈھالے گئے پھر ان پر نقش کیا گیا۔

شیخ محمد امین بن شیخ حسن الحلواتی المدنی اپنے رسالہ "نشر الہدیان من تاریخ جرجی زیدان" میں اس پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے کہتے ہیں: کسی صحیح روایت میں ثابت نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ خلفاء راشدین میں سے کسی نے سکے تیار کروائے ہوں۔ صبحی پاشا المورہ کی نقل کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سکے ڈھلوائے تھے۔ صبحی پاشا نے اس موضوع پر مجھے خط بھیجا جس میں اس درہم کی صورت نقش تھی اور اس کو لسان الدین بن الخطیب کی "الاحاطة" سے منسوب کیا۔ لیکن جرجی زیدان کے مصوّر تینوں سکوں کا وجود اگر فرض کر لیں تب بھی ثابت نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ان پر تاریخ نہیں ہے جو ان کی قدامت پر دلالت کرے اور ان کے جھوٹے ہونے پر سب سے بڑی دلالت یہ ہے کہ ان میں سے ایک سکے پر انسان کی تصویر ہے اسلامی دیانت اس کے حرام ہونے پر شاہد ہے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے بارہ میں یہ سوچنا بھی سب سے بڑا کذب ہے کہ وہ سکے پر انسانی شکل بنوائیں گے۔ مزید براں یہ سکے انگریزی سکوں سے عمدہ اور خوبصورت ہیں۔

جرجی زیدان کے جواب کی غایت یہ ہے کہ اس نے یہ نقش افرسی کی تالیف سے لیے ہیں اور تاریخ مصر کے ص ۲۶ پر اس پر گفتگو کی ہے۔ (دیکھئے "رد رینان علی نشر الہدیان") گویا انہوں نے وہ روایت نہیں دیکھی جو شیخ حمزہ فتح اللہ المصری نے "المواہب الفتحیة فی علوم اللغة العربیة" (ج ۱ ص ۱۵۲) میں "شرح العینی علی البخاری" کے حوالہ سے المرغینانی سے نقل کی ہے کہ دراہم گٹھلی کی طرح ہوتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کو گول بنایا گیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور وہ نہر کھدوائی جس کے بارے میں کہا گیا: جب اللہ کی نہر آئی معقل کی نہر باطل ہو گئی۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسرویہ طرز کے دراہم ڈھلوائے۔ البتہ بعض میں آپ نے الحمد للہ بعض میں محمد رسول اللہ اور بعض میں ایک طرف لا الہ الا اللہ وحدہ زیادہ کیا اور دوسری طرف عمر نقش کرایا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی آپ نے دراہم پر اللہ اکبر نقش کرایا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران ہوئے انہوں نے ایسے دینار ڈھلوائے جن پر ان کی شبیہ تھی جس میں وہ گلے میں تلوار حمائل کیے ہوئے تھے جب مکہ مکرمہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حکومت بن گئی انہوں نے گول دراہم ڈھلوائے پھر حجاج نے ان کو تبدیل کر دیا۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے بعد جب حکمرانی عبد الملک کے قبضہ میں آئی اس نے ۷۶ھ میں دراہم اور دینار ڈھلوائے نیز ان کی نگاہ مشہور مورخ تقی الدین المقریزی کی تالیف "رسالة النقود الاسلامیة" پر نہیں گئی انہوں نے "المواہب الفتحیة" کی عبارت ذکر کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے

ایسے دینار ڈھلوائے جن پر گلے میں تلوار جھانک کیے ان کی شبیہ نقش تھی اور یہ ذکر کیا ہے کہ عبد الملک بن مروان نے جب حجاج کو سکے ڈھالنے کا حکم دیا اس نے سکے ڈھالے اور مدینۃ الرسول ﷺ میں بھیجے وہاں بعض صحابہ بقیہ حیات تھے انہوں نے کسی چیز کا انکار نہ کیا سوائے اس پر نقش صورت کے حضرت سعید بن المسیب ان دیناروں سے خرید و فروخت کرتے تھے اور کسی چیز کو معیوب نہیں جانتے تھے۔ (ص ۵)

مصر کے وزیر المعارف شیخ علی بن مبارک پاشا کی تالیف ”خطط مصر“ میں اسی طرح مذکور ہے۔

(ج ۲۰ ص ۶)

شیخ عبد الغنی النابلسی نے ”الطریقة المحمدیہ“ پر اپنی شرح میں المقریزی کا مذکورہ پورا کلام نقل کیا ہے اور اسے بطور دلیل ذکر کیا ہے۔ (ج ۲ ص ۲۹۹) ”وفیات الاسلاف“ (ص ۳۶۱) میں ہے اسلام میں ڈھالا گیا پہلا سکہ ج دریافت ہوا ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۲۸ھ میں بلادِ طبرستان کے قصبہ ہر تک میں ڈھالا گیا اور اس میں خط کوئی ”بسم اللہ ربی“ لکھا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۳۷ھ میں اس پر ”ولس اللہ“ اور ۳۸ھ ۳۹ھ میں ”بسم اللہ ربی“ لکھا گیا درہم میں ایک طرف خط کوئی ”اللہ احد اللہ الصمد اللہ یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد“ سورة اخلاص تھی اور درہم کے دائرے میں محمد رسول اللہ ارسلہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون نقش تھا دوسری طرف لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ نقش تھا اور دائرے میں ”یہ درہم ۴۰ھ میں بصرہ میں ڈھالا گیا“ مرقوم تھا۔ بعض درہموں پر نکسال کا نام دارا بجز اور ۷۰ھ نقش تھا بعض میں یزدا ۷۰ھ نقش ہے اور خط کوئی ”بسم اللہ“ درج ہے دوسری طرف فارسی خط میں عبد اللہ بن الزبیر امیر المؤمنین نقش ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے مصعب بن الزبیر نے اپنے بھائی عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے حکم سے نقدی تیار کرائی۔ سعید بن المسیب اور ابوالزناد نے نقل کیا ہے کہ عبد الملک نے ۷۴ھ میں حجاج کو درہم ڈھلوانے اور ملاوٹ شدہ سے خالص کو الگ کرنے کا حکم دیا۔ المدائنی نے ۷۵ھ کہا ہے پھر نواح میں ۷۶ھ میں اسے ڈھالنے کا حکم دیا۔ میں نے اس درہم کو نہیں دیکھا میں نے ثقہ لوگوں کی نقل کے مطابق اس کے اوصاف بیان کیے ہیں۔

پھر میں نے اس کا ماخذ مشہور کتاب ”تاریخ الوزیر جودت پاشا ترکی“ میں پایا انہوں نے اسے ”تاریخ واصف آفندی“ سے اور واصف آفندی سے اسے سلاطین عرب کے حالات پر مشتمل تواریخ سے نقل کیا ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۸ھ میں بڑے نقش والے سکے ڈھلوائے۔ بعض پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور بعض پر لا الہ الا اللہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام کندہ تھا۔ پھر کہا: بطور نقل ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے نام کا سکہ نہیں ڈھلویا۔ احتمال ہے کہ یہ روایت غلط ہو اسے طبرستان کے عمر نامی ترک حکمران نے اس نہج پر ڈھلویا ہو۔ اس پر تاریخ فارسی میں لکھی ہوئی ہے جسے پڑھنا نہیں جاسکا اور ہم نامی کی وجہ سے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب سکے سے اہل علم حضرات میں سے کوئی مطلع نہیں ہوا۔

اہل علم کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ عربی سکھ سب سے پہلے حجاج نے ڈھلوا یا، لیکن ۱۲۷۶ھ میں اس فن پر جدید انکشاف نے اس کے خلاف ثابت کر دیا ہے اس کا قصہ یہ ہے کہ جواد نام کا ایک ایرانی دارالسعادة میں چاندی کا عربی سکھ لایا جو ۴۰ھ میں ڈھالا گیا تھا، میں نے صبحی پاشا آفندی کے پاس موجود قدیم اسلامی سکوں میں اسے دیکھا ہے اس کی ایک جانب خط کوفی میں ”اللہ الصمد ۵ لم یلد ولم یولد ۵ ولم یکن له کفو احد ۵“ مکتوب ہے اور اوپر دائرے میں ”محمد رسول اللہ ارسلہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون“ اور دوسری جانب ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ“ اور دائرے میں ”یہ درہم بصرہ میں ۴۰ھ میں ڈھالا گیا“ مکتوب ہے۔

بعض مؤرخین سے نقل کیا گیا ہے کہ سکے پر حضرت معاویہ اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہما کی اپنے تلواریں حائل کیے ہوئیں شیمیں تھیں، واصف آفندی نے بھی اسے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے، لیکن اس روایت کی نقل درجہ صحت اور ثبوت کو نہیں پہنچی۔

لیکن میں نے ترتیب کے مطابق اموی دور میں ڈھالے گئے سونے اور چاندی کے تمام سکے دیکھے ہیں جو سال بسال ۷۲ھ سے ان کے حکومت کے خاتمہ کے سال ۱۳۲ھ تک ہیں ان میں کسی پر خلیفہ کا نام نہیں ہے۔ (مقدمہ تاریخ مذکور ص ۲۷۴)

ہمارے دوست کاتب کبیر جناب توفیق البکری الصدیقی المصری نے یورپی اور عربی مروجہ طریقہ کاروں کے بارے میں اپنی کتاب ”صہار یج اللؤلؤ“ (ص ۱۹۰) میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نقدی کی جگہ بوقت ضرورت چاندی اور چمڑوں کو بطور مبادلہ استعمال کرتے تھے۔ اس بارے میں ابو تمام کا ایک شعر بھی ہے۔

ہماری لائبریری میں کرنسی والے شعبہ میں ایسے دراہم موجود ہیں جن میں خط کوفی میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام مکتوب ہے، گہری نظر اور غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتابت کا انداز اور قدیم نقش و اقتضا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے ہیں اور یہ ان کا ڈھلوا یا ہوا سکھ ہے۔

### تکمیلی ابحاث

(۱) حافظ سیوطی کی ”اوائل“ میں ہے کہ بلا مغرب میں سب سے پہلے عبدالرحمن بن الحکم اموی نے تیسری صدی میں اندلس میں دراہم ڈھلوائے اس سے پہلے وہ کھوٹ ملے دراہم سے لین دین کیا کرتے تھے اسے ذہبی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے اور معروف سیرت نگار شامی نے ”سبل الرشاد“ میں نقل کیا ہے۔

عبدالرحمن بن الحکم سے مراد عبدالرحمن ثانی بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمن اموی ہے۔ عبدالرحمن اول ۱۳۸ھ میں اندلس کے حکمران بنے تھے بہر صورت اگر مغرب سے حافظ سیوطی کی مراد صرف اندلس ہے تو یہ درست ہے اور اگر ان کی مراد مغرب اقصیٰ یا افریقی ممالک ہیں تو یہ بات محل نظر ہے کیونکہ امام ادریس بن ادریس رضی اللہ عنہما نے اپنے دور خلافت میں سکے ڈھلوائے تھے اور یہ دوسری صدی ہجری کے آخر کی بات ہے۔ اس وقت تک عبدالرحمن بن الحکم حکمران نہیں بنے تھے۔ ہمارے نانا احمد بن عبدالحی الحکسی الفاسی نے اپنی کتاب ”الدر النفیس“ کی فصل

۳۴ میں اس پر بحث کی ہے اور کہا ہے کہ امام ادریس بن ادریس کے درہم کے دائرہ میں ”محمد رسول اللہ ارسلہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کمرہ المشرکون“ اور دائرہ میں محمد رسول اللہ کے نیچے دائرہ کے درمیان ادریس ایک سطر میں محمد اور دوسری سطر میں رسول اللہ خط کوئی میں مکتوب ہے دوسری جانب دائرہ میں بسم اللہ یہ درہم ۱۹۸ھ میں ڈھلا مکتوب ہے۔ (الدر النقیس ص ۲۲۱ مطبوعہ قاس ۱۳۱۴ھ)

بعد ازاں میں نے ”تاریخ الخلفاء“ میں دیکھا حافظ سیوطی عبدالرحمن مذکور متوفی ۲۳۹ھ کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ پہلا اموی حکمران ہے جس نے اندلس میں شاندار اور باوقار حکومت قائم کی اور اسے خلافت و جلالت کی شان دی اور اس نے اپنے دور حکمرانی میں اندلس میں اپنی کرنسی جاری کی اس سے پہلے یہاں نکسال نہیں تھی۔ اہل عرب اپنے مفتوحات میں اب تک مشرق سے لے جائے جانے والے درہم سے لین دین کرتے تھے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حافظ سیوطی اندلس کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں اور حضرت ادریس کا معاملہ افریقہ سے متعلق ہے۔

(۲) شیخ ابوسالم العیاشی اپنی کتاب ”ارشاد المتسبب الی فہم معونة المکتسب“ میں کہتے ہیں کہ سنی درہم میں نے اپنے شیخ سیدی عبدالواہب الفاسی کے پاس پایا ان کو یہ درہم اپنے والد کے ورثہ میں ملا اس پر خط کوئی میں لکھا ہے: اسے واسط میں ۱۰۹ھ میں ڈھالا گیا یہ ہشام بن عبدالملک کا دور خلافت تھا۔ مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا سکہ عبدالملک بن مروان نے ڈھالا اس کے بیٹے ہشام کے دور خلافت میں اس کی تحریر اور تحقیق میں پوری کوشش کی گئی اس طرح یہ درہم اس دور کا ہو گا جب سکہ بہت عمدہ اور بہترین ہو چکا تھا۔ محترم العربی الفاسی نے ذکر کیا ہے اور وہ قابل اعتماد بزرگوں میں سے ہیں کہ انہوں نے فقہاء کے بیان کردہ درہم کی جانچ پڑتال کی تو اسے پچپن رتی کے برابر پایا۔ میں نے بھی پیتل سے اس کا ہم وزن درہم بنا کر اس کا موازنہ کیا ہے۔

ہمارے شیخ محترم عبدالواہب نے میرے لیے درہم سے دینار شرعی کا وزن نکالا ہے آپ اس معاملہ میں صاحب علم لوگوں کا مرجع ہیں۔

ابوالحسن بن باق الاندلسی نے اپنی تالیف میں ایسا طریق کار ذکر کیا ہے جس سے بآسانی شرعی اوزان کی تحقیق کی جاسکتی ہے اور اختلاف کی رعایت کرتے ہوئے بھی کوئی قباحت نہیں لازم آتی۔

(۳) ہماری لائبریری میں اس موضوع پر نہایت نادر کتاب بنام ”الدوحة المشتبكة فی ضوابط دار السكة“ موجود ہے میں اس کے مؤلف سے واقف نہ تھا یہاں تک کہ مجھے دوسری بار ۱۳۳۷ھ میں وہاں ابوالجعد کا مجموعہ ملا جس میں ”العمل“ کے شارح ابن ابی القاسم الرباطی کے خط میں مرقوم تھا کہ مذکور الصدر کتاب کے مؤلف امام ابوالحسن علی بن یوسف الحکیم ہیں۔

اس کتاب کے متعدد ابواب ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

تیسرا باب: معدنیات اور ان کی تخلیق کی کیفیت معدنیات کا اخراج حصول اور ان کے فوائد۔



چوتھا باب: (معدنیات میں) نفیس اور قیمتی پتھر اور ان کی خوبصورتی و رعنائی سے تیاری۔

پانچواں باب: درہم اور دینار ڈھالنے والا پہلا فرد نکسال کے مقامات اور سکہ سازی کے ضوابط۔

چھٹا باب: خصوصاً ہمارے (مغربی افریقی ممالک کے) درہم و دینار کی مقدار۔

ساتواں باب: درہم و دینار سے باہمی لین دین اور ناپ تول۔

آٹھواں باب: درہم و دینار ساتھ رکھنے کا جواز۔

نواں باب: درہم و دینار راہِ خدا میں خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کا وعدہ۔

دسواں باب: مفسدوں کی جانب سے ملاوٹ شدہ سکوں کی اقسام اور نام۔

چھٹے باب کی آخری فصل سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کے دادا علی بن محمد الکومی الحکیم المدلونی سلطان ابویعقوب یوسف بن عبدالحق المرینی کے دورِ حکومت میں فاس کے نکسال کے ڈائریکٹر اور نگران تھے۔

پانچویں باب کی دوسری فصل میں اس پر بحث کی ہے کہ سب سے پہلے کس نے سکے ڈھالے اور سب سے پہلے فاس میں نکسال کس نے قائم کی۔ یہ صاحب ابوعبد اللہ المہدی تھے جن کا موحّدین سے تعلق تھا۔ پھر بیان کرتے ہیں کہ فاس کے شہر میں ایک جانب اہل مغرب (افریقہ) اور اندلس (یورپ) کے لیے نکسال تھی جسے خلیفہ ابوعبد اللہ الناصر بن منصور الموحّدی نے نکسال کے لیے مخصوص قصبہ میں ۶۰۰ھ میں منتقل کر دیا وہاں اس نے سکہ سازی کا خام مال اور تیار شدہ سکوں کے لیے بینک تیار کیا۔

(۴) حافظ سیوطی نے اس موضوع پر ”قطع المجادلة في تغيير المعاملة“ کے نام سے ایک جزء کے برابر رسالہ تالیف کیا ہے اس کے شروع میں یہ ذکر کیا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے ”مصنف“ میں کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے درہم اور دینار حضرت آدم علیہ السلام نے تیار کیے<sup>۱۵</sup> اور اس کے آخر میں بطور سکہ رائج نقود کو کاٹنے کی ممانعت پر یہ اثر ذکر کیا ہے: ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن المسیب کا یہ قول روایت کیا ہے کہ درہم اور دینار کا کاٹنا زمین میں فساد پھیلانا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: یہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی تفسیر ہے یہ اثر ”موطا محمد بن الحسن“ میں اس عنوان کے تحت موجود ہے ”باب ما یکرہ من قطع الدرہم والدینار“ روایت یہ ہے ہمیں مالک نے خبر دی ان کو یحییٰ بن سعید نے سعید بن المسیب سے خبر دی کہ سعید بن المسیب نے فرمایا: چاندی اور سونے کا کاٹنا (بطور سکہ رائج) اشرفی اور درہم کی کتر بیونت (زمین میں فساد پھیلانا ہے)<sup>۱۶</sup> امام محمد نے کہا: اس کا مطلب ہے بغیر کسی خاص منفعت کے لیے درہم و دینار کا کاٹنا۔

علامہ تقی المقریزی نے اپنے رسالہ ”النقود الاسلامیہ“ (ج ۵ ص ۱۰۰) میں ابن المسیب کے اس قول کو مسدود سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: ہم سے خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہا: ہم سے مالک نے از ابن سعید بیان

<sup>۱۵</sup> یہ روایت کعب الاحبار کی اسرائیلیات میں سے ہے۔ ناقابل التفات۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں ”الاسرائیلیات فی الحدیث

والتفسیر“ از ڈاکٹر ذہبی۔

<sup>۱۶</sup> صحیح الاسناد۔



کیا پھر یہ قول ذکر کیا۔ ”طبقات ابن سعد“ میں یہ الفاظ ہیں: ان سے درہموں کو کاٹنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: یہ زمین میں فساد پھیلانا ہے۔

حضرت سعید بن المسیب کے اس قول کے معنی میں اختلاف ہے، ابوالحسنات لکھنوی کے حاشیہ میں ہے کاٹنے سے امام محمد کی مراد درہم و دینار کا توڑنا، اس کے نقش کا باطل کرنا اور اس میں ملاوٹ کرنا ہے۔ مؤطا کی شرح میں ملا علی القاری کا میلان بھی اسی طرف ہے، علامہ تقی المقریزی نے اثر مذکور کے بعد کہا ہے: اس سے درہم و دینار کا توڑنا مراد ہے۔

بیری زادہ نے شرح المؤطا میں کہا ہے کہ ابتدائے اسلام میں لین دین درہم و دینار کے وزن سے نہیں بلکہ ان کی گنتی سے ہوتا تھا، بعض لوگ سونے چاندی کے ان سکوں کے کوٹنے کاٹ لیتے تھے (اس طرح ان کے وزن میں کمی آ جاتی تھی) اس سے منع کر دیا گیا۔

”النهاية“ میں ابن الاثیر نے سنن ابی داؤد کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں رائج سکے کو بلا ضرورت توڑنے سے منع فرمایا ہے“۔ ابن الاثیر اس پر لکھتے ہیں: یعنی مروج درہم اور دینار کو بلا وجہ نہ توڑا جائے البتہ وہ ناکارہ ہو چکا ہو یا اس کی صحت مشکوک ہو چکی ہو (تو اس کی اجازت ہے)۔ اس کی کراہت اس لیے ہے کہ اس میں اللہ کا اسم گرامی نقش ہوتا ہے اور یہ مال کا ضیاع ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے دوبارہ سونے میں تبدیل کرنا ممنوع ہے، خرچ کے لیے ممانعت نہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ ابتدائے اسلام میں لین دین وزن کے اعتبار سے نہیں، گنتی کے اعتبار سے تھا، بعض لوگ درہم یا دینار کے گوشوں کو کتر لیتے تھے اس لیے اس سے منع کیا گیا۔

نقدی کو کاٹنے سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اس کو اپنے پاس روک لیا جائے اور کاروبار میں نہ لگایا جائے، دولت کا ارتکاز ہونے لگے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں جنگ عظیم کے بعد دنیا بھر میں اس کی مثالیں سامنے آرہی ہیں۔ واللہ اعلم

(۵) حافظ سیوطی نے ”قطع المجادلہ“ میں جس طرح ذکر کیا ہے کہ پہلا درہم اور دینار حضرت آدم علیہ السلام نے تیار کیا تھا۔ ”الطريقة المحمدية“ پر امام نابلسی کی شرح ”المواهب الفتحية“ میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ سب سے پہلا درہم اور دینار حضرت آدم علیہ السلام نے تیار فرمایا تھا، اور یہ بھی کہا ہے کہ درہم اور دینار کے بغیر معیشت درست نہیں ہوتی۔ ابو نعیم کی ”الحلیة“ میں از معاویہ بن عبد اللہ الجبیری از کعب الاحبار اسی طرح منقول ہے، اسے الحلی نے ”الدر النقیس“ میں ذکر کیا ہے، پھر میں نے الحلی کی روایت میں ”مسند ابو حنیفہ“ میں یہ دیکھا امام ابو حنیفہ نے ابوسلیمان سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے سونے کے دینار تنج نے ڈھلوائے اور چاندی کے درہم تنج الاصغر کے تیار کروائے اور سب سے پہلے عمرو بن کنعان نے سکے ڈھلوائے اور لوگوں کو استعمال کے لیے دیے۔ ۱۸

۱۸۷ ضعیف حدیث، تخریج گزر چکی ہے۔

۱۸۸ سب اندازے ہیں اسناد صحیح سے ثابت نہیں، غالباً اسرائیلیات میں سے ہیں۔

القاموس میں ہے: تابعہ (جمع تبع) یمن کے ان بادشاہوں کو کہتے ہیں: جو خیر اور حضرموت پر حکمران رہے مکہ مکرمہ میں دارالتبایعہ وہ مقام ہے جہاں نبی ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (شرح المسند لابن سلطان ص ۲۷۸)

شرعی اوزان ناپنے کے آلات اور نقود کے موضوع پر عظیم المرتبت علماء کی ایک جماعت نے الگ الگ کتب تالیف کی ہیں ابو محمد الحسن بن ابی الحسن علی بن محمد بن عبد الملک بن القطان نے ۶۴۷ھ میں اس موضوع پر مقالہ لکھا۔ ابو محمد عبد الحق بن عطیہ ابن المواق ابو بکر بن خلف الانصاری ابو العباس بن البنا ابو العباس العزفی (ان کی کتاب کا نام ہے "اثبات مالابد للمريد الوقوف على حقيقة الدينار والدرهم والصاع والمد") علامہ تقی المقریزی (ان کا رسالہ شائع ہو چکا ہے) شیخ عبد الرؤف المناوی ہمارے بعض مصری شیوخ کے استاذ شیخ مصطفیٰ الذہبی المصری اور شیخ عبد القادر الخطیب الطرابلسی المدنی ان علماء میں شامل ہیں مؤخر الذکر دو مشائخ کے رسائل بھی طبع ہو چکے ہیں۔

## رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارکہ میں زیر استعمال ناپنے کے پیمانوں کے نام

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ناپنے کے لیے مندرجہ ذیل پیمانے استعمال ہوتے تھے: مد صاع فرق عرق اور وسق۔ "مد" پر امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے: "باب صاع المدينة ومد النبي ﷺ وبركته وما توارثه اهل المدينة من ذلك قرنا بعد قرن"۔

"صاع" کے متعلق مؤطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں فطر کی زکوٰۃ ہر مسلمان مرد عورت آزاد اور غلام پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مقرر فرمائی۔<sup>۸۱۹</sup> "المشارك" میں ہے صاع اہل مدینہ کا مشہور پیمانہ ہے اس میں نبی ﷺ کے مد سے چار مد ہوتے ہیں۔

"القاموس" میں الداؤدی سے اس کا یہ متفق علیہ معیار نقل کیا ہے کہ اوسط درجہ کے ہاتھ رکھنے والے آدمی کے دونوں ہاتھوں سے چار لپ ہوں۔ کیونکہ ہر مقام پر نبی ﷺ کا صاع دستیاب نہیں ہوتا۔

فیروز آبادی نے کہا ہے: میں نے اس کا تجربہ کیا اور اسے صحیح پایا "لسان العرب" میں ہے نبی ﷺ کا صاع اہل مدینہ کے ہاں معروف مد سے چار مد کے برابر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے دور میں صاع نبوی موجود تھا اگر یہ صاع اس عہد مبارک کا نہ تھا تاہم اسی پیمانہ کے مطابق تھا۔

ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن مسعود التفرجونی کی "تنبیہ الغافل" میں ہے صاع نبوی نبی ﷺ کے مد سے چار مد کے برابر ہے۔ ہمارے دور میں فاس شہر میں قباب صاع ہے۔ اور یہی اہل شہر کا پیمانہ ہے۔ شیخ ابو القاسم الشاطبی کہتے ہیں: صاع ایک پیمانہ ہے انسان چار مرتبہ دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر ڈالے تو مد ہوگا مد کا ماخذ غرناطہ کے مد ہیں۔

<sup>۸۱۹</sup> صحیح حدیث۔ مالک "الموطا" ج ۱ ص ۲۴۸ از طریق مالک شافعی ج ۱ ص ۲۵۰۔ دارمی ج ۱ ص ۳۹۲ احمد ج ۲ ص ۶۳ بخاری

۱۵۰۳ مسلم ۹۸۳ ابو داؤد ۱۶۱۱ ترمذی ۶۷۶ نسائی ج ۵ ص ۴۸ ابن ماجہ ۱۸۲۶ ابن خزیمہ ۲۳۹۹۔ ۲۴۰۰ ابن حبان ۳۳۰۱

طحاوی ج ۲ ص ۴۴ بیہقی ج ۲ ص ۱۶۱ تا ۱۶۳ بغوی ۱۵۹۳ از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

”المدونہ“ کے شارح الرجراجی نقل کرتے ہیں کہ ابو محمد بن ابی زید نے کہا کہ مشائخ سے اخذ کردہ بہترین تعریف یہ ہے کہ نبی ﷺ کے مد کی مقدار جس میں کسی کا اختلاف نہیں اور تمام شہروں میں دستیاب ہے وہ اوسط قد و قامت کے انسان کے دونوں ہاتھوں سے چار لپ ہیں انگلیاں زیادہ کھلی ہوں نہ زیادہ ملی ہوئی۔ اہل ہند کے اہل حدیث مرینیہ کے مد اور صاع کے ہم مقدار پیمانہ کو اپنا پیمانہ قرار دیتے ہیں۔

میں نے ابوالعباس احمد بن عاشر السلوی الحافی کی نوٹ بک میں مد کے متعلق یہ ابیات پائے ہیں:

نبی ﷺ کے مد کے فضائل کسی ذہین کی فہم و فراست پر مخفی نہیں۔

وہ نبی جس کا چہرہ روشن چاند تھا جو ظلم اور سخت گمراہی کے دور میں لوگوں کے لیے ظاہر ہوا۔

آپ نے ہماری فضیلت اور پسندیدہ دین کی راہوں کی طرف رہنمائی فرمائی۔

ہم نے بلند کردار ہادی سے منقول جس علم سے پہلے استفادہ کیا ہے

وہ یہ ہے کہ یہ مد یعنی زمزم والے نبی ﷺ کا مد

صدقہ فطر میں نص جلی کے مطابق ایسے چار مد کفایت کریں گے۔

اور جب اللہ کے نام کی قسم کھا لو تو کفارہ قسم میں دس مد ہوں گے۔

عظیم القدر نبی ﷺ کے پیمانہ سے یہی علم مستفاد ہے۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ مکیاں، اوزان، درہم اور دینار کے متعلق علامہ الخزاعی کی کتاب میں مذکور مباحث سے زیادہ جامع اور سیر حاصل مباحث میں نے مشرق و مغرب میں اس موضوع پر تالیف کردہ کتب و رسائل میں نہیں دیکھیں۔ اگر ان کی کتاب میں صرف یہی اباحت ہوتیں تو بھی یہ کتاب قابل اعتماد کتاب ہوتی۔ انہوں نے شرعی اوزان اور پیمانوں کے ناموں کے ذکر پر مشتمل باب میں متعدد فصول ذکر کی ہیں:

(۱) نبی ﷺ کا ارشاد: ”وزن اہل مکہ کا وزن ہے اور پیمانہ اہل مدینہ کا پیمانہ ہے“۔<sup>۵۲۰</sup>

(۲) نبی ﷺ کے عہد مبارک کے اوزان کی معرفت ان کی مقدار اور یہ دس مقداریں ہیں۔

پھر درہم کے متعلق ان سات مسائل کا تذکرہ ہے:

(۱) درہم کے استعمال کا ذکر (۲) کیا درہم کی مقدار اور اندازہ معلوم تھا یا نہیں؟

(۳) درہم کی مقدار کی معرفت (۴) درہم میں رتیوں کی تعداد سے ان دو میں سے قابل ترجیح قول

(۵) دور جاہلیت اور اسلام میں اپنے اوزان میں جو کے دانوں کے استعمال پر دلیل۔

۵۲۰ صحیح حدیث۔ ابوداؤد: ۳۳۴۰ نسائی ج ۵ ص ۵۴۔ ج ۷ ص ۲۸۴ طبرانی ”الکبیر“: ۱۳۳۴۹ ابونعیم ”الحلیہ“ ج ۳ ص ۲۰ بزار: ۱۲۶۲

ابن حبان: ۳۲۸۳ بیہقی ”السنن“ ج ۶ ص ۳۱ ابوعبید ”الاسمال“: ۱۶۰۷ بغوی ”شرح السنۃ“: ۲۰۶۳ طحاوی ”مشکل الآثار“ ج ۲ ص ۹۹ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

امام بغوی نے ”شرح السنۃ“ میں کہا ہے: حقوق اللہ جیسے زکوٰۃ کفارات وغیرہ کی ادائیگی کے لیے مکی اوزان اور مدنی صاع کا اعتبار

ہوگا۔ باقی معاملات میں کسی بھی شہر کے مقررہ وزن اور ماپنے کے پیمانے درست ہیں البتہ معاملہ کرتے وقت وزن اور ماپ کا تعین

لازم ہے۔ تاکہ فساد کا اندیشہ اور ہا کا خدشہ نہ رہے۔

(۶) درہم شرعی کہنے کی وجہ تسمیہ۔

اس کے بعد علامہ خزاعی نے درہم اور مثقال کا ذکر کیا ہے اس کی مقدار بیان کی ہے قیراط اس کا استعمال اور اس کی مقدار نواۃ اس کا استعمال اس کی مقدار رطل اس کا استعمال اس کی مقدار قطار اس کا استعمال اور اس کی مقدار بیان کی ہے۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں استعمال ہونے والے پیمانے: مذ صاع، فرق، عرق اور وسق کا تذکرہ کیا ہے اور ان کا استعمال اور مقادیر بیان کی ہیں اس کتاب کا یا اس کے اختصار کا مطالعہ کیجئے ان میں سے ہر عنوان ایک مستقل تالیف کا تقاضا کرتا ہے۔

### اونٹ اور بکریاں لینا

ابن جماعہ نے "مختصر السیرۃ" میں ذکر کیا ہے کہ چوپایوں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اونٹنی تھی، جس پر آپ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی یہ اونٹنی آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے چار سو درہم میں خریدی۔ آپ کے پاس ثعلب نام کا ایک اونٹ تھا غزوہ بدر کے مال غنیمت سے آپ کو ابو جہل کا مہری اونٹ (سبک رفتار اونٹ جس کی تیز رفتاری کا کوئی اونٹ مقابلہ نہ کر پائے) ملا۔ مدینہ طیبہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر شام کے راستہ پر غابہ میں آپ کی بیس اونٹنیاں تھیں ہر رات کو آپ کے لیے وہاں سے دو مشکیزے دودھ لایا جاتا تھا آپ کی پندرہ دودھیل اونٹنیاں تھیں جن کو آپ کے غلام یسار رضی اللہ عنہ چرایا کرتے تھے۔ سات اونٹ تھے آپ کے پاس متعدد بکریاں تھیں ان میں سے سات بکریاں ام ایمن رضی اللہ عنہا چراتی تھیں اور باقی دوسروں کے پاس تھیں۔

### چوپایوں پر نشان لگانے والے

امام بخاری نے "باب وسم الامام ابل الصدقة بیدہ" کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں صبح کو عبد اللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہما کو گھٹی ڈلوانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا میں نے آپ کے ہاتھ میں داغ لگانے والا آلہ دیکھا آپ اس سے صدقہ کے اونٹوں کو داغ (امتیازی نشان) لگا رہے تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ان کی والدہ کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی میں بچے کو گھٹی ڈلوانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا نبی ﷺ بکریوں کے بازوے میں تھے ان کو داغ لگا رہے تھے یہ سات یا اس سے زائد بکریاں تھیں راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کے کانوں پر داغ لگانے کا کہا تھا۔<sup>۸۲۱</sup>

مؤلف کہتے ہیں: "طبقات ابن سعد" (ج ۷ ص ۵۲) میں حضرت عکراش بن ذویب التمیمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے میں نبی ﷺ کے پاس صدقہ کے اونٹ لے کر حاضر ہوا آپ نے اونٹوں پر صدقہ کے اونٹوں

۸۲۱ صحیح حدیث۔ بخاری: ۱۵۰۲-۵۵۳۲-۵۸۳۳ مسلم: ۲۱۱۹/۱ بوداؤد: ۲۵۶۳ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

والاداغ لگا کر انہیں صدقہ کے اونٹوں میں شامل کرنے کا حکم فرمایا۔<sup>۸۲۲</sup>

## امام (حکمران) کی مختص سرکاری چراگاہ

صحیح البخاری میں ہے: نبی ﷺ نے نقیع کو چراگاہ قرار دیا تھا۔<sup>۸۲۳</sup> ابو عبیدہ القاسم بن سلام نے ”کتاب الاموال“ میں یہ اضافہ روایت کیا ہے: مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے: یہ چراگاہ مدینہ طیبہ سے بیس فرسخ کے فاصلہ پر وادی العقیق کے شروع میں ہے یہ وہاں کی سب سے سرسبز وادی ہے۔ یہ ایک میل چوڑی ہے اس میں اس قدر گھنے درخت ہیں کہ سوار چھپ جاتا ہے۔ جب بغیر اضافت کے نقیع کہا جائے تب بھی یہی وادی مراد ہوتی ہے، بعض محدثین نے نقیع کہا ہے، نقیع ایک مقام ہے جہاں پانی جمع رہتا تھا اس لیے اسے نقیع کا نام دیا گیا۔ ”الاصابہ“ میں حضرت عیاض بن عبد اللہ النخعی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ بخاری اور ابن مندہ نے عبد اللہ بن عیاض کی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کے پاس بہر کا ایک شخص شہد لایا، آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ وہ عرض گزار ہوا: یہ میں آپ کے لیے تحفہ لایا ہوں، آپ نے اس کا تحفہ قبول فرمایا، اس نے عرض کیا: میرے لیے میرے خط زمین کو چراگاہ مقرر فرمادیں، آپ نے اس کے لیے اسے چراگاہ قرار دیا اور تحریر عطا فرمائی۔<sup>۸۲۴</sup>

دیار بکری کی ”تاریخ الخمیس“ میں ہے جب طعنہ زنی کرنے والوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیے، ان کا پانچواں اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے مدینہ کے بازار کا ایک حصہ دوسروں کے لین دین کے لیے ممنوعہ علاقہ قرار دے دیا ہے، لوگوں کو وہاں سے خریداری کی اجازت نہیں ہوتی، تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نمائندہ وہاں سے ان کے اونٹوں کے لیے چارہ نہ خرید لے۔ بر تقدیر صحت یہ اس پر محمول ہے کہ آپ نے صدقہ کے اونٹوں کے لیے ایسا کیا تھا اور اسے چراگاہ کے حکم میں لے لیا تھا۔



<sup>۸۲۲</sup> طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۵۲ از عکراش۔

<sup>۸۲۳</sup> بخاری: ۲۳۷۰-۳۰۱۳ از ابن عباس از مصعب بن جشامہ رضی اللہ عنہما۔

<sup>۸۲۴</sup> حسن الاسناد کے مشابہ۔ اس حدیث کو بخاری نے ”الادب المفرد“ میں اور مسلم نے روایت کیا۔ ابن مندہ اور مطین نے بھی اسے از عبد اللہ بن عیاض النخعی از والد خود روایت کیا ہے۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۳۹ رقم ۶۱۳۶) مصنف کی عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ”صحیح البخاری“ میں موجود ہے حالانکہ ایسا نہیں۔

القسم الثامن

دیگر تمام عمال

## رسول اللہ ﷺ کے اخراجات کے نگران

ابن جماعہ کی ”مختصر السیرۃ“ میں ہے حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے اخراجات پر مقرر تھے۔

”سنن ابی داؤد“ اور ”بیہقی“ میں عبد اللہ الہوزنی سے مروی ہے میری حلب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میں نے کہا: بلال! مجھے یہ بتاؤ رسول اللہ ﷺ کا خرچ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ کے پاس کوئی چیز نہ تھی آپ کی بعثت سے آپ کے وصال تک میں ہی آپ کے نفقہ کا نگران رہا۔ نبی ﷺ کے پاس جب کوئی لباس کا محتاج مسلمان آتا آپ مجھ کو حکم فرماتے میں کسی سے قرض لے کر اس کے لیے چادریں خرید کر اسے پہناتا اور اسے کھانا کھلاتا تھا۔<sup>۵۲۵</sup>

”الاشراف“ کی کتاب النفقات میں ابن المذہب نے اپنی سند سے از مسروق از عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے بلال! خرچ کر اور صاحب عرش سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔<sup>۵۲۶</sup>

حضرت مروان بن قیس الدوسی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں اپنے دو غلاموں کے متعلق ان کی تقصیر اور ان غلاموں کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کے ذکر میں ہے نبی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کا خرچ مقرر کرنے کا حکم دیا۔<sup>۵۲۷</sup>

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: میں تیری زبان ضرور کاٹوں گا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب میں تجھے اس کی زبان کاٹنے کا حکم دوں تم اسے حلہ (صاف اور نئے کپڑوں کا جوڑا عمدہ پوشاک) دے دینا پھر آپ نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! اسے لے جا اور اس کی زبان کاٹ دے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے لے جانے لگے تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میری زبان کاٹی جائے گی؟ اے مہاجرین کے گروہ! کیا میری زبان کاٹی جائے گی؟ اے مہاجرین! میری مدد کو آؤ! کیا میری زبان کاٹی جائے گی؟ اور بلال رضی اللہ عنہ اس کو کھینچ رہے تھے جب ان کی دہائی زیادہ ہو گئی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے میں تجھے حلہ پہنا کر تیری زبان کو کاٹ دوں (تجھے خاموش کر دوں) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسے لے گئے اور حلہ دیا۔<sup>۵۲۸</sup>

<sup>۵۲۵</sup> صحیح حدیث۔ ابوداؤد: ۳۰۵۵، طبرانی ”الکبیر“: ۱۱۱۹، ابن حبان: ۶۳۵۱، بیہقی ”دلائل النبوة“ ج ۱ ص ۳۳۸-۳۵۱ از عبد اللہ بن الحوزنی از بلال رضی اللہ عنہ۔

<sup>۵۲۶</sup> ضعیف روایت۔ طبرانی ”الکبیر“: ۱۰۲۰ از طریق مسروق از عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۳ ص ۱۲۶) میں اس حدیث کو ذکر کر کے کہا ہے: اس میں قیس بن رقیع ہے جسے شعبہ اور ثوری نے ثقہ کیا ہے اس میں کلام ہے باقی راوی ثقہ ہیں۔

<sup>۵۲۷</sup> نہایت ضعیف قریب الوضع۔ ابوبکر بن درید ”الاخبار المصنوعة“ از محمد بن عبد از ابن الکھی از والد خود۔ (۱۱ ص ۳ ص ۳۰۴ رقم: ۷۹۱۷) ابن الکھی کا شمار کاذبوں میں ہے۔

<sup>۵۲۸</sup> مرسل حدیث۔ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۰۶ اس کے رجال مسلم کی شرط پر صحیح ہیں۔



”السيرة الشامية“ میں ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے اہل و عیال کے نفقہ کے ذمہ دار تھے اور بیت المال کے نگران تھے۔ المواہب پر شہر املسی کے حاشیہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

”الاصابه“ میں شاہ حبشہ نجاشی کے بیٹے ابونیز رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے وہ آئے مسلمان ہوئے نبی ﷺ ان کے اخراجات کے کفیل تھے آپ کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد کی کفالت میں رہے۔<sup>۸۲۹</sup>

## امورِ مالیہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ وکیل

”سنن ابی داؤد“ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے میں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا: جب تم میرے وکیل کے پاس آؤ اس سے پندرہ وسق لے لو اگر وہ تم سے نشانی مانگے تو اس کی ہنسی پر ہاتھ رکھ دینا۔<sup>۸۳۰</sup>

ابن فتحون نے ”الذیل“ میں حضرت مروان بن الحجاج الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے: آپ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے دو حصوں پر امین تھے۔ ”الاصابه“ میں آپ کے تذکرہ میں یہ روایت ابن الکلی سے منقول ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قیدیوں اور مالِ غنیمت کو روکے رکھنے کا حکم

”الاصابه“ میں حضرت مسعود القاری رضی اللہ عنہ (منسوب بہ قارہ) کے تذکرہ میں ہے کہ آپ حنین کے دن اموالِ غنیمت کے نگران تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ قیدیوں اور مالِ غنیمت کو جہرا نہ میں روکے رکھیں اور یہ کہا ہے: اسے ابو عمر نے مختصر اذکر کیا ہے ابن الکلی کے ”جمہرۃ“ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے عمر بن القاری رضی اللہ عنہ کو غزوہ حنین میں مالِ غنیمت پر نگران مقرر فرمایا تھا۔<sup>۸۳۱</sup>

## رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق آپ کی

### غیر موجودگی میں مال خرچ کرنے والے

”سیرت ابن اسحاق“ میں فتح مکہ کے بعد نبی ﷺ کے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجنے وہاں لوگوں کی ہلاکت اس پر حضور ﷺ کے دکھ کا اظہار کرنے کے بعد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

۸۲۹۔ ناقابل اعتماد روایت۔ عباس البرزؤی الکامل از ابو محمّد محمد بن ہشام (الاصابه ج ۳ ص ۱۹۹ رقم: ۱۱۷۰) ناقابل اعتبار طویل قصہ۔

۸۳۰۔ ضعیف حدیث۔ ابو داؤد: ۳۶۳۲ از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما (ضعیف سنن ابی داؤد: ۷۸۴) از البانی۔

۸۳۱۔ الاصابه ج ۳ ص ۴۱۲ رقم: ۷۹۵۴۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: اے علی! ان لوگوں کی طرف جاؤ، ان کا معاملہ معلوم کرو اور جاہلیت کی تمام چیزیں اپنے پیروں سے روند ڈالو، حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا مال لے کر وہاں پہنچ گئے، انہوں نے ان کے مقتولین کا خون بہا ادا کیا، ان کے جو اموال لے لیے گئے وہ ان کو واپس کیے، یہاں تک کہ ان کے کتے کے کھانے کے برتن کا بدل بھی دیا، ان کے خون اور مال سب کا معاوضہ دیا، پھر بھی ان کے پاس مال بچ گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فارغ ہو کر ان سے دریافت کیا: کیا تمہارا کوئی خون یا مال ایسا ہے جس کا معاوضہ نہ ملا ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں، فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کا بھیجا ہوا باقی ماندہ احتیاطاً تمہیں دیتا ہوں، تاکہ یہ اس نقصان کا معاوضہ ہو جو آپ کو اور تمہیں معلوم نہیں ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس آئے اور سارا واقعہ سنایا، آپ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا، اچھا کیا۔<sup>۸۳۲</sup>

سنن ابی داؤد میں عبد اللہ بن عمرو الخزامی کی اپنے والد سے روایت میں ہے ان کے والد نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے طلب فرمایا، آپ کا فتح مکہ سے قبل ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال بھیجنے کا ارادہ تھا، آپ نے مجھ سے فرمایا: ساتھی تلاش کرو۔<sup>۸۳۳</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: ”الاصابہ“ میں حضرت سعد بن زید بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو بنو قریظہ کے چند قیدیوں کے ساتھ روانہ کیا وہ ان کے بدلے میں نجد سے گھوڑے اور ہتھیار خرید کر لائے۔<sup>۸۳۴</sup>

### وفود کی آمد ان کی رہائش گاہیں اور ان سے متعلقہ امور

سیرت ابن ہشام میں ہے ابن اسحاق نے کہا ہے: جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا اور غزوہ تبوک سے واپس تشریف لے آئے، ثقیف مسلمان ہو گئے اور بیعت کر لی، جزیرۃ العرب کے ہر حصہ سے آپ کے پاس وفود آنے لگے۔<sup>۸۳۵</sup>

مجھ سے ابوسعیدہ نے بیان کیا یہ ۹ھ کا واقعہ ہے، اس سال کو وفود کا سال کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق نے کہا: اہل عرب اسلام قبول کرنے کے معاملہ میں قریش اور رسول اللہ ﷺ کے مابین جنگوں کے فیصلہ کے منتظر تھے، کیونکہ قریش لوگوں کے امام، ہادی، حرم کے رہائشی اور حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی خالص نسل تھے، عرب کے

<sup>۸۳۲</sup> معطل ضعیف روایت۔ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۳۳۰ از حکیم بن حکیم از ابو جعفر محمد بن علی۔

<sup>۸۳۳</sup> ضعیف روایت۔ بخاری ”التاریخ“ ۳۹/۱/۴۸۶۱ احمد ج ۵ ص ۲۸۹ ابن سعد ج ۲ ص ۲۹۶ از ابن اسحاق از عیسیٰ بن معمر از عبد اللہ بن عمرو بن الفجاء الخزامی از والد خود۔ ”سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ“ (۱۲۰۵) میں البانی کہتے ہیں: یہ اسناد دو وجہ سے ضعیف ہے۔ (۱) جہالت۔ ذہبی نے ”المیزان“ میں کہا ہے: عبد اللہ بن الفجاء مجہول ہے اور حافظ نے ”التقریب“ میں اس کو مستور الحال کہا ہے۔ (۲) ابن اسحاق کا عنعنہ۔

<sup>۸۳۴</sup> الاصابہ ج ۱ ص ۲۸ (رقم: ۳۱۵۸) بحوالہ سیرت ابن اسحاق (ج ۲ ص ۲۳۵) بلا اسناد۔

<sup>۸۳۵</sup> السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۵۵۹ بلا اسناد۔

قائدین ان کی ان خصوصیات کے معترف تھے، انجام کار جب مکہ فتح ہو گیا، قریش آپ کے قریب ہو گئے اور اسلام پھیل گیا، اہل عرب جان گئے ان میں رسول اللہ ﷺ سے عداوت رکھنے اور جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے، وہ ہر طرف سے فوج در فوج آپ کے پاس حاضر ہو کر اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔ ۵۳۶

## رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں وفود کی رہائش گاہیں

السمودی کی ”الوفاء“ (ج ۱ ص ۵۵۵) میں ہے ابن شہب نے بنو زہرہ کی حویلیوں کے ذکر میں کہا ہے: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حویلیوں میں سے سب سے بڑی حویلی حمید بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کی تھی، اسے دار کبریٰ (بڑی حویلی) کہا جاتا تھا، ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں یہ مہاجرین کی پہلی حویلی تھی، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مہمانوں کو اسی حویلی میں ٹھہراتے تھے، اسے دار الضیفان (مہمان خانہ) بھی کہا جاتا تھا۔ بعض مہمانوں نے اس میں چوری کر لی، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی، اعرج کے خیال کے مطابق نبی ﷺ نے بہ نفس نفیس اس کی بعض تعمیرات میں حصہ لیا تھا۔ ۵۳۷

(خلاصۃ الوفاء ص ۱۸۲)

ابو الریح الکلاعی نے ”الاكتفاء“ میں واقدی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، حبیب بن عمرو ہم سے حدیث بیان کرتے تھے کہ ہم وفد سلمان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، ہم سات افراد تھے، ہم مسجد کے دروازہ پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ مسجد سے کسی کے جنازہ کے لیے باہر تشریف لا رہے تھے، ہم نے آپ کو دیکھ کر کہا: یا رسول اللہ! سلام، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علیکم السلام، تم کون ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم سلمان کی قوم ہیں، ہم آپ کے پاس اسلام پر بیعت کرنے حاضر ہوئے ہیں اور ہم اپنی پیچھے رہنے والی قوم کے نمائندے ہیں، رسول اللہ ﷺ اپنے غلام ثوبان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ان کو وفود کی رہائش گاہ میں ٹھہراؤ، ثوبان رضی اللہ عنہ ہمیں بڑی سی حویلی میں لے گئے، جس میں کھجور کے درخت تھے، وہاں عرب کے دوسرے وفود بھی ٹھہرے ہوئے تھے، یہ حضرت رملہ بنت الحارث النجاریہ رضی اللہ عنہا کی حویلی تھی۔ ۵۳۸

”الاصابہ“ میں حضرت حبیب بن عمرو رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں واقدی کی سند سے یہ قصہ مذکور ہے، اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ یہ واقعہ شوال ۱۰ھ کا ہے۔

ابن اسحاق نے بنو قریظہ کے واقعہ میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف فیصلہ دیا ان کو رملہ بنت الحارث النجاریہ رضی اللہ عنہا کی حویلی میں قید کیا گیا۔

ابن فتنون نے ذکر کیا ہے کہ عیینہ بن حصن اور ان کے ساتھیوں پر مشتمل بنو تمیم کا وفد اسی حویلی میں ٹھہرا تھا۔

۵۳۶ السیۃ النبیۃ ج ۲ ص ۵۶۰ با اسناد۔

۵۳۷ عمر بن شہب ”تاریخ المدینہ“ ج ۱ ص ۱۴۵ (رقم ۵۹۳) با اسناد۔

۵۳۸ ناقابل اعتماد روایت۔ واقدی از محمد بن یحییٰ بن سہیل۔ الخ (الاصابہ ج ۱ ص ۳۰۸ رقم ۱۵۹۲) واقدی مجہم بالکذب ہے اور اس کے اسناد میں محمد بن یحییٰ بن سہیل کے آباء سے روایت ہے جو مجہول الاسم ہیں۔

الطبری نے ذکر کیا ہے کہ بنو کلاب کا تیرہ افراد پر مشتمل وفد بھی اسی حویلی میں اتر اٹھا۔

”الاصابہ“ میں دور جاہلیت کے مشہور شہسوار حضرت حارث بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں واقدی سے از عبد الرحمن بن ابراہیم المدنی از شیوخ خود منقول ہے کہ بنو مرہ کا تیرہ رکنی وفد حضرت حارث بن عوف کی قیادت میں آیا اس وقت رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس آچکے تھے یہ لوگ بنت الحارث کی حویلی میں ٹھہرے۔<sup>۸۳۹</sup>

”طبقات ابن سعد“ میں بنو حنیفہ کے وفد کے سلسلہ میں مذکور ہے یہ لوگ رملہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی حویلی میں اترے ان کی ضیافت میں صبح و شام ایک بار روٹی اور گوشت ایک بار روٹی اور دودھ اور ایک بار روٹی اور گھی لایا جاتا تھا۔

”المواہب“ میں بنو حنیفہ کے وفد میں مسلمانہ کذاب کی آمد بھی مذکور ہے۔<sup>۸۴۰</sup> اس کی رہائش بنو النجار کی ایک انصاری خاتون کی حویلی میں تھی زرقانی کہتے ہیں کہ منزل بطور مصدر میمی اور منزل دونوں طرح جائز ہے۔ پہلی صورت میں مصدر فاعل کی طرف مضاف ہوگا اور دوسری صورت میں مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہوگا یعنی نبی ﷺ یا آپ کے کسی صحابی نے ان کے اترنے کا حکم دیا۔ برہان نے اس لفظ کو زاء کے فتح کے ساتھ ضبط کیا ہے اور میم کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے۔ اگر اس کو منزل پڑھیں گے تو اس سے جگہ مراد ہوگی۔ الخ

حافظ ابن حجر نے کہا ہے: بنو النجار کی انصاری خاتون رملہ بنت الحدث ہیں جیسا کہ ابن سعد وغیرہ کے ہاں ہے۔ حدیث کا نسب یہ ہے: حدیث بن ثعلبہ بن حدیث بن زید الانصاری حضرت رملہ رضی اللہ عنہا کی حویلی وفود کے ٹھہرنے کی جگہ تھی آپ صحابیہ ہیں اور حضرت معاذ بن عفرہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ (فتح الباری مقدمہ) اس میں سہیلی کا رد ہے کیونکہ وہ اس کے برخلاف کہتے ہیں زرقانی کا یہ کہنا کہ آپ کا نام رملہ بنت الحدث ہے گزشتہ روایات کے خلاف ہے وہاں آپ کے والد کا نام الحارث ہے۔ ”الاصابہ“ (ص ۸۴) میں خواتین کے تذکروں میں ہے کہ آپ کے والد کا نام دونوں طرح مروی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مہمان خانے تیار کروائے اور ان کے لیے راشن مقرر کیا وہاں آٹا، ستو، کھجوریں اور ضرورت کی دوسری چیزیں موجود رہتیں جن سے تنگ دست اور زائر راہ سے محروم مسافروں کی مدد کی جاتی، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ میں اسی طرح شام اور حجاز کے درمیانی راستہ میں ایسے مہمان خانے بنادیئے گئے تھے جن سے خالی ہاتھ رہ جانے والے مسافروں کو زائر راہ فراہم کیا جاتا تھا۔ تفصیلات کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت ملاحظہ کریں۔

۸۳۹ ناقابل اعتماد منقطع الاسناد روایت۔ الاصابہ ج ۱ ص ۲۸۶ (رقم: ۱۳۶۰) میں ہے از واقدی نے از عبد الرحمن بن ابراہیم المدنی از

شیوخ خود روایت کیا ہے اور ابراہیم کے شیوخ مجہول ہیں سو یہ اسناد معطل ہے۔

۸۴۰ تاریخ المدینہ المنورہ ج ۱ ص ۳۰۴-۳۰۵۔

## رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں وفد کے لیے خیمہ کی رہائش گاہ

ابن اسحاق نے سیرت میں کہا ہے: رسول اللہ ﷺ رمضان کے مہینہ میں تبوک سے واپس تشریف لائے اسی مہینہ میں ثقیف کا وفد حاضر ہوا ان کی آمد کی حدیث میں یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ان کے لیے مسجد کے ایک گوشے میں خیمہ لگا دیا گیا جیسا کہ ان کا گمان ہے حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان رابطے کا ذریعہ تھے۔<sup>۸۴۱</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت سعید بن ربیعہ الثقفی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں یہ واقعہ بیان کیا ہے اور اسے ابن مندہ سے منسوب کیا ہے۔<sup>۸۴۲</sup> اصابہ ہی میں حضرت علقمہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں یونس بن بکیر کی تخریج سے زیادات المغازی میں علقمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں ثقیف کے وفد میں تھا ہمارے لیے خیمہ لگایا گیا بلال رضی اللہ عنہ ہمارے لیے نبی ﷺ کے پاس سے کھانا لاتے تھے۔<sup>۸۴۳</sup> اور کہا ہے: اسے بغوی اور طبرانی نے یونس کے طریق سے روایت کیا ہے۔ المواہب کی شرح میں ”باب الوفود“ میں علامہ زرقانی نے کہا ہے: ان کے لیے مسجد کے ایک گوشہ میں خیمہ اس لیے لگایا گیا تاکہ وہ قرآن سنیں اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں۔

## بعض صحابہ کے ہاں وفد کا قیام

”الدلائل“ میں قاسم بن ثابت السرقسطی حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ثقیف کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے احوال کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرایا اور بنو مالک کو آپ نے ایک خیمہ میں ٹھہرایا آپ ہر رات ہمارے پاس تشریف لاتے تھے۔<sup>۸۴۴</sup> سنن ابی داؤد میں بھی اسی طرح مروی ہے۔

۸۴۱۔ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۵۳۹-۵۴۰ بلا اسناد۔

۸۴۲۔ ضعیف روایت۔ ابن مندہ ج ۲ ص ۴۵-۴۶ (رقم: ۳۲۵۸) از طریق ابراہیم البخاری ابن اسحاق از عیسیٰ بن عبد اللہ از سعید بن ربیعہ۔ اس میں ابن اسحاق مدلس ہے۔

۸۴۳۔ ضعیف روایت۔ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۵۰۲ (رقم: ۵۶۷۱) میں ہے اس روایت کو یونس بن بکیر نے ”زیادات المغازی“ میں از اسماعیل بن ابراہیم انصاری عبد الکریم علقمہ بن سفیان کی سند سے روایت کیا ہے۔

طہانی نے ”الاصابہ“ (۱۳۲ مجمع البحرین) اور ”الکبیر“ (ج ۷ ص ۶۷۰) میں از علقمہ بن سفیان بن عبد اللہ ثقفی از والد خود روایت کیا ہے۔ طہانی نے ”الکبیر“ (ج ۸ ص ۹) میں اسے علقمہ بن سفیان سے روایت کیا ہے نیز بزار نے ”کشف الاستار“ (رقم: ۹۸۱) میں اور ”زوائد البزازی“ (۸۳) میں اس کو روایت کیا ہے۔ مگر وہاں علقمہ بن سفیان ثقفی مذکور ہے۔ ”مجمع الزوائد“ (ج ۳ ص ۱۵۲) میں ہے مجھے کسی عبد الکریم نامی شخص کا سحابی سے سماع نہیں ملا اور اس کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ (تخریج نے حافظ ابن حجر ابن عبد البر لی جرن نقل کرنے کے بعد اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مترجم)

۸۴۴۔ ضعیف روایت۔ ابوداؤد ۱۳۹۳ ابن ماجہ ۱۳۴۵ احمد ج ۳ ص ۶۳۳ طبرانی ”الکبیر“ ج ۱ ص ۵۹۹ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حافظ شامی نے اپنی سیرت کی کتاب میں اس کو ابن ابی خیشمہ از یحییٰ بن عبد اللہ بن اوس از اوس رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔

”طبقات ابن سعد“ میں ہے ثقیف کے وفد میں شامل احلاف حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے، حضرت مغیرہ نے ان کا اکرام کیا اور وفد میں شامل بنو مالک کے افراد کے لیے نبی ﷺ نے مسجد میں خیمہ لگوایا، رسول اللہ ﷺ ہر رات کو نماز عشاء کے بعد ان کے ہاں تشریف لاتے، ان کے پاس کھڑے ہو کر ان سے باتیں کرتے بار بار اپنے پیر بدلتے (کبھی ایک پیر پر اور کبھی دوسرے پیر پر کھڑے ہوتے تھے) اور قریش کا شکوہ کرتے اور اس جنگ کا ذکر فرماتے جو آپ کے اور قریش کے درمیان تھی۔<sup>۵۴۵</sup>

”طبقات ابن سعد“ میں عبد القیس کے تذکرہ میں ہے کہ عبد القیس کے وفد نے اپنی سواریاں حضرت رملہ بنت الحداد رضی اللہ عنہا کی حویلی کے ساتھ سامنے بٹھائیں، وفد ایسا ہی کرتے تھے رسول اللہ ﷺ دس روز تک ان کی ضیافت فرماتے تھے۔ ”الاصابہ“ میں وفد نجران کی آمد کا ذکر ہے جو نصاریٰ کے معزز افراد پر مشتمل چودہ رکنی وفد تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حویلی میں ٹھہرایا۔

”الاصابہ“ میں حضرت عبد الرحمن بن ابی مالک البمذانی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے وہ نبی ﷺ کے پاس آئے، آپ نے ان کو حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرایا۔<sup>۵۴۶</sup>

”الاصابہ“ ہی میں عرب کے ایک دانش ور حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ان کے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہونے اور اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے، حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت مرحمت فرمائیں یہ میری والدہ کے ہاں ٹھہریں، آپ نے فرمایا: ہاں۔<sup>۵۴۷</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت یزید بن عبید السلمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن شاپین سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس آئے، آپ کے پاس بنو فزارہ کا وفد آیا، ان میں خارجہ بن حصین اور حارث بن قیس بھی شامل تھے، حارث وفد کے سب سے کم سن فرد تھے، یہ لوگ حضرت رملہ بنت الحداد رضی اللہ عنہا کی حویلی میں ٹھہرے، یہ حدیث مرسل ہے۔<sup>۵۴۸</sup>

(بقیہ حاشیہ: ۸۴۴) عمر بن شبہ ”تاریخ المدینہ“ (رقم: ۸۷۸-۸۷۹) از اوس بن حذیفہ، عبد اللہ بن عبد الرحمن کی وجہ سے یہ روایت ضعیف الاسناد ہے اور عثمان بن عبد اللہ کو صرف ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ (ضعیف ابی داؤد: ۴۹۷)

<sup>۵۴۵</sup> ضعیف روایت۔ عمر بن شبہ ”تاریخ المدینہ“: ۸۷۴ از مرسل زہری۔ سیرت ابن اسحاق ج ۲ ص ۵۳۷-۵۳۳ و القدی ”المغازی“ ج ۳ ص ۹۶۲-۹۷۳ (بلا اسناد) ابن سید الناس ”عیون الاثر“ ج ۲ ص ۲۲۸ ابن کثیر ”السیرۃ النبویہ“ ج ۳ ص ۶۵۲-۶۶۶ ابن القیم ”زاد المعاد“ ج ۳ ص ۴۹۸-۵۰۱ طویل روایت۔

<sup>۵۴۶</sup> ضعیف روایت۔ ابن السکن از طریق سلیمان بن عبد الرحمن از خالد بن یزید از والد خود از جد خود عبد الرحمن۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۴۲۱ رقم: ۵۱۹۵)

<sup>۵۴۷</sup> ضعیف منقطع الاسناد۔ ابن شاپین از طریق المدائنی از ابی معشر (الاصابہ ج ۳ ص ۲۵۴ رقم: ۷۱۹۴)

<sup>۵۴۸</sup> ضعیف مرسل روایت۔ ابن شاپین ”الصحابہ“ از مرسل یزید بن عبید السلمی ابو جزمہ (الاصابہ ج ۳ ص ۶۸۲ رقم: ۹۴۴۸)

”الاصابہ“ میں حضرت ابوصفرہ الازدی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں منقول روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اپنے ایام خلافت میں وفود کو اسی حویلی میں ٹھہراتے تھے۔<sup>۵۴۹</sup>

الاصابہ میں حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ صحیح مسلم میں ہے حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا انصار کی دولت مند اور نہایت سخی خاتون تھیں، راہِ خدا میں بہت خرچ کرتیں، مہمان انہی کے ہاں ٹھہرتے تھے۔<sup>۵۵۰</sup>

”طبقات ابن سعد“ میں ہے ایلہ کا حکمران یحٰیہ بن رؤبہ جب اہل شام، یمن اور بحرین کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ نے اسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرانے کا حکم فرمایا۔<sup>۵۵۱</sup>

”در السحابہ“ میں حضرت عثمان بن قیس بن ابی العاص انصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے: آپ مصر کے پہلے قاضی تھے، آپ معزز فرد اور سخی تھے۔ ”مرآۃ الزمان“ میں ہے آپ ہی نے سب سے پہلے مصر میں لوگوں کی ضیافت کے لیے حویلی بنوائی۔

## رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں وفود کے امور کے نگران

قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور ثقیف کے وفد کے درمیان رابطہ افرہ تھے۔

مؤلف کہتے ہیں: وفد کے ارکان رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آنے والا کھانا اس وقت تک نہ کھاتے جب تک حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس میں سے تناول نہ کرتے۔ اسے زرقانی نے المواہب اللدنیہ کی شرح میں نقل کیا ہے، اس میں ابن اسحاق کے حوالہ سے یہ بھی منقول ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان کے لیے رمضان کے دنوں میں سحری اور افطاری کا انتظام کرتے تھے، جن ایام میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزہ رکھا کرتے تھے اور نبی ﷺ نے اپنے غلام ثوبان رضی اللہ عنہ کو بنو سلامان کے وفد کو اس حویلی میں ٹھہرانے کا حکم فرمایا جس میں وفود ٹھہرا کرتے تھے۔

”طبقات ابن سعد“ میں وفد تجیب کے تذکرہ میں ہے نبی ﷺ نے ان کو خوش آمدید کہا، ان کو بہترین رہائش دی، ان سے اظہارِ محبت فرمایا اور بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا ان کی بہترین ضیافت کریں اور ان کو عطیے دیں اور آپ نے ان کو دیگر وفود کے عطایا کے مقابلہ میں زیادہ عطیے مرحمت فرمائے۔<sup>۵۵۲</sup>

”طبقات ابن سعد“ ہی میں ہے یمن کے ایک بادشاہ وائل بن حجر القیل (حمیر کے بادشاہوں کا لقب) رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہو کر نبی ﷺ کی خدمت میں آئے، آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے

۵۴۹ الاصابہ ج ۴ ص ۱۰۸-۱۰۹ رقم: ۲۵۲۔

۵۵۰ صحیح حدیث۔ مسلم ۲۹۴۲ از فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا۔ (الاصابہ ج ۴ ص ۶۵ رقم: ۱۳۳۵)

۵۵۱ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۵۲۵ بلا سند۔

۵۵۲ ابن ہبہ التبرکات، بیون ۱۱۳ ج ۲ ص ۲۳۶-۲۳۸ بالحوالہ۔ شرح المواہب ج ۲ ص ۵۰-۵۱ ابن سعد ج ۱ ص ۳۲۳۔



وائل رضی اللہ عنہ کو حیرہ کی ایک حویلی میں ٹھہرایا۔<sup>۵۵۳</sup> یہاں دونوں کے درمیان عجیب واقعہ ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ”طبقات ابن سعد“۔

## رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وفود کو زاوراہ کی فراہمی کا حکم

نبیؐ نے حضرت نعمان بن مقرن المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے بتایا: ہم چار سو افراد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عمر! قوم کو زاوراہ دو انہوں نے عرض کیا: میرے پاس تھوڑی سی کھجوریں ہیں میرا خیال ہے ان لوگوں کو کفایت نہیں کریں گی آپ نے فرمایا: جاؤ ان کو زاوراہ دو وہ لوگوں کے ساتھ گئے ان کو ایک گھر میں داخل کیا پھر ان کو بالا خانے میں لے گئے جب ہم وہاں داخل ہوئے وہاں ہم نے سفید مائل بہ سیاہی اونٹ جیسی کھجوریں دیکھیں قوم نے حسب ضرورت کھجوریں لے لیں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اس بالا خانہ سے باہر نکلنے والا آخری فرد تھا میں نے دیکھا کھجوروں کا ایک دانہ بھی کم نہ ہوا تھا۔<sup>۵۵۴</sup>

(تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں شرح المواہب ص ۴۳ وفود کا سفر)

## وفود کے لیے رسول اللہ ﷺ کے عطایا

امام بخاری نے کتاب الجہاد میں ”جوائز الوفود“ کے زیر عنوان حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے وصال کے وقت تین باتوں کی وصیت فرمائی ان میں یہ بھی فرمایا کہ وفد کو عطیہ دو جیسے میں ان کو عطیہ دیتا تھا۔<sup>۵۵۵</sup>

”طبقات ابن سعد“ (القسم الثانی ج ۱ ص ۱۸) میں ہے رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کی طرف سے عمان کے گورنر حضرت فروہ بن عمرو الجذامی رضی اللہ عنہ کو بارہ اوقیہ اور نش چاندی عطیہ فرمائی۔ یہ پانچ سو درہم بنتے ہیں۔<sup>۵۵۶</sup> طبقات ہی میں ہے جب بنو تمیم کا وفد حاضر خدمت ہوا رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسی طرح عطیات دینے کا حکم فرمایا جس طرح آپ وفد کو عطیات سے نوازتے تھے۔ اور یہ ذکر کیا ہے کہ بنو نجار کی ایک خاتون نے کہا: میں اس روز وفد کو دیکھ رہی تھی وہ بلال رضی اللہ عنہ سے بارہ اوقیہ اور نش چاندی حاصل کر رہے تھے میں نے ان کے سب سے چھوٹے لڑکے یعنی عمرو بن الہتم رضی اللہ عنہ کو پانچ اوقیہ چاندی بطور عطیہ لیتے ہوئے دیکھا۔<sup>۵۵۷</sup>

۵۵۳ الاصابہ ج ۳ ص ۶۲۸-۶۲۹ رقم: ۹۱۰۰

۵۵۴ صحیح حدیث۔ احمد ج ۵ ص ۴۴۵ طبرانی ”معجم الزوائد“ ج ۸ ص ۳۰۴ میں ہے اس حدیث کو احمد اور طبرانی نے نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

۵۵۵ صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۰۵۳ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

۵۵۶ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۵۹۲ ابن سید الناس ”عیون الاثر“ ج ۲ ص ۲۴۴ ابن القیم الجوزی ”زاد المعاد“ ج ۳ ص ۶۳۶۔

۵۵۷ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۵۶۲-۵۶۳ زاد المعاد ج ۳ ص ۵۱۲-۵۱۳ ”صحیح السیرۃ النبویہ“ شیخ ابراہیم العلی ص ۵۰۰۔

”طبقات ابن سعد“ ہی میں وفد عبد القیس کے بارے میں ہے جب یہ وفد نبی ﷺ کی خدمت میں آیا، آپ نے ان کو عطیات دینے کا حکم دیا اور عبد اللہ الاشج رضی اللہ عنہ کو ان پر فضیلت دی اور ان کو بارہ اوقیہ اور نش چاندی عطا فرمائی۔<sup>۵۵۸</sup>

”المواہب“ میں ہے وفد بھراء (یہ قضاہ کا ایک قبیلہ ہے) تیرہ افراد پر مشتمل تھا، یہ کئی روز اقامت پذیر رہے، پھر یہ رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہوئے تو آپ نے ان کو عطیات دینے کا حکم فرمایا۔<sup>۵۵۹</sup> زرقانی کہتے ہیں: اس کی مقدار نہیں بتائی گئی۔

”المواہب“ ہی میں تیرہ رکنی وفد غسان کا ذکر ہے، یہ لوگ مسلمان ہو گئے، نبی ﷺ نے ان کو عطیات مرحمت فرمائے اور یہ لوگ واپس چلے گئے۔<sup>۵۶۰</sup> قضاہ کی ایک شاخ سلامان کا وفد سات افراد پر مشتمل تھا، حضور ﷺ نے ان کو عطیات دینے کا حکم دیا۔<sup>۵۶۱</sup> زرقانی ذکر کرتے ہیں ان میں سے ہر فرد کو پانچ اوقیہ چاندی دی گئی اور بلال رضی اللہ عنہ نے معذرت کی کہ آج ان کے پاس مال نہیں ہے، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے کہا: یہ کس قدر زیادہ اور کتنا پاکیزہ مال ہے۔

یمن کے قبیلہ ازد کی شاخ غامد کے وفد میں دس افراد تھے، انہوں نے اسلام کا اقرار کیا، آپ نے ان کو شرائع اسلام پر مبنی مکتوب عنایت فرمایا، حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا ان کو قرآن کی تعلیم دیں اور ان کو عطیات دیئے۔<sup>۵۶۲</sup> علامہ زرقانی نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ وفد کو عطیات سے نوازتے تھے، ان کی مقدار مخصوص نہ تھی، حسب حالت یہ عطیہ کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا تھا، جتنا مال زیادہ ہوتا اس کے اعتبار سے عطیہ ہوتا، آپ نے پانچ دس بارہ اوقیہ اور اس سے زائد بھی عطیات دیئے ہیں۔

”طبقات ابن سعد“ میں بنو حنیفہ کے وفد کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: جب انہوں نے اپنے علاقوں کو واپس جانے کا ارادہ کیا، نبی ﷺ نے ان کے ہر رکن کو پانچ اوقیہ چاندی دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارا ایک ساتھی ہماری سواریوں کی نگہداشت اور ہمارے سامان کی حفاظت کے لیے پیچھے بھی موجود ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے لیے بھی ان لوگوں کے برابر عطیہ کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: تمہاری سواریوں اور سامان کا محافظ بھی تم سے بڑے مقام کا مالک نہیں، یہ آدمی مسلمان کذاب تھا۔<sup>۵۶۳</sup>

”الطبقات“ میں اشج عبد القیس رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے عطیات کا

۵۵۸ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۵۷۵ زاد المعاد ج ۳ ص ۶۰۵-۶۰۶، صحیح السیرۃ النبویہ ص ۵۰۴۔

۵۵۹ زاد المعاد ج ۳ ص ۶۵۵-۶۵۶ از واقدی۔ ابن سید الناس ”عیون الاثر“ ج ۲ ص ۲۵۱، شرح المواہب ج ۳ ص ۵۶ ابن سعد ج ۱ ص ۳۳۱۔

۵۶۰ شرح المواہب ج ۳ ص ۶۱ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۳۰ ابن سید الناس ج ۲ ص ۲۵۶-۲۵۷ زاد المعاد ج ۳ ص ۶۱۹۔

۵۶۱ عیون الاثر ج ۲ ص ۲۵۷ شرح المواہب ج ۳ ص ۶۱-۶۲ ابن سعد ج ۱ ص ۳۳۲ زاد المعاد ج ۳ ص ۶۱۹-۶۲۰۔

۵۶۲ ابن سید الناس ج ۲ ص ۲۵۷-۲۵۸ شرح المواہب ج ۳ ص ۶۳ ابن سعد ج ۱ ص ۳۳۵ زاد المعاد ج ۳ ص ۶۲۱۔

۵۶۳ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۱۶ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۵۷۶-۵۷۷ زاد المعاد ج ۳ ص ۶۱۰-۶۱۱۔

حکم دیا اور حضرت عبداللہ الحاج کو ان پر فضیلت دی، ان کو بارہ اوقیہ اور نش عطا فرمایا، یہ رسول اللہ ﷺ کا کسی وفد کے لیے سب سے زیادہ عطیہ تھا۔<sup>۵۶۴</sup> (سبل الہدی والرشاد)

## وفود سے ملاقات کے وقت رسول اللہ ﷺ کا عمدہ لباس زیب تن فرمانا

ابو نعیم اور واقدی نے حضرت جندب بن مکیث الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی وفد آتا، آپ اپنا بہترین لباس زیب تن فرماتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے تھے، میں نے دیکھا آپ کے پاس کندہ کا وفد آیا، آپ نے یمنی حلہ زیب تن فرمایا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایسے حلے پہنے ہوئے تھے۔<sup>۵۶۵</sup> کنز العمال میں وفود کے بیان میں یہ روایت موجود ہے، طبقات ابن سعد میں حضرت جندب بن مکیث رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں بھی یہ روایت مذکور ہے، ابن سعد کے شیخ، محمد بن عمر سلمیٰ، کتاب الوفود میں اسے لائے ہیں۔ ”سبل الہدی والرشاد“ میں حافظ شامی کہتے ہیں: ابن سعد نے اس حدیث کے فوائد کو جمع نہیں کیا۔ ”الاصابہ“ میں حضرت علقمہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

## مسافروں کے لیے سرائیں اور ہوٹل

بعض اہل علم نے اس ارشاد ربانی سے سرائے اور ہوٹل کا ذکر مستنبط کیا ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ. ایسے گھروں میں جانا تم پر کچھ گناہ نہیں جو رہائشی (النور: ۲۹) نہ ہوں۔

اسے الرضی نے ”شرح الانموذج“ میں اور دیگر متعدد حضرات نے ذکر کیا ہے۔

”طبقات ابن سعد“ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دار الرقیق اور بقول بعض دار الدقیق بنائی تھی، اس میں آٹا، ستو، کھجور، کشمش اور ضرورت کی دیگر اشیاء موجود ہوتیں، ان سے زادہ راہ سے محروم کی مدد کی جاتی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مہمان بھی اسی جگہ ٹھہرائے جاتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ میں ایسا انتظام فرمادیا تھا جس سے مسافروں کی مدد کی جاتی، ان کو زادہ راہ فراہم کیا جاتا اور ایک منزل سے دوسری منزل تک سواری اور پانی کا بندوبست ہوتا۔ (ج ۳ ص ۲۰۳)

طبقات ابن سعد میں ہے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیانی راستہ کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عمارتیں بنانے کی اجازت طلب کی گئی، آپ نے ان لوگوں کو اجازت دی اور فرمایا: مسافر پانی اور سایہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (ج ۳ ص ۲۰۰)

<sup>۵۶۴</sup> صحیح السیرۃ النبویہ ص ۵۰۷ تا ۵۰۴

<sup>۵۶۵</sup> ضعیف روایت واقدی متہم بالکذب ہے۔

## رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہسپتال اور خواتین نرسیں

”الصباح“ میں کہا ہے: ”المارستان“ ہسپتال کو کہتے ہیں یہ لفظ معرب ہے۔ زاہد العلماء ابو سعید نصر بن عیسیٰ نے کہا: سب سے پہلا ہسپتال بقراط نے قائم کیا اس نے گھر کے قریب باغ میں مریضوں کے لیے ایک جگہ مختص کی ہوئی تھی جس میں اس کے خادم مریضوں کی دیکھ بھال اور علاج معالجہ کرتے تھے۔

”صحیح مسلم“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے غزوہ خندق میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قریش کے ایک شخص کا تیر لگا رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوا دیا آپ قریب رہ کر ان کی عیادت کرتے تھے۔<sup>۸۶۶</sup> ابن اسحاق نے سیرت میں کہا ہے: رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں بنو اسلم کی خاتون رفیدہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو رکھا۔ رفیدہ رضی اللہ عنہا زخمیوں کا علاج کرتی تھیں انہوں نے اپنی خدمات بیمار اور زخمی مسلمانوں کے لیے وقف کی ہوئی تھیں۔<sup>۸۶۷</sup>

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہسپتالوں کے قیام پر ہمارے علم میں وسعت پیدا کرتی ہے مسلمان حکمرانوں میں سب سے پہلا ہسپتال ۸۸ھ میں ولید بن عبد الملک نے بنایا اس میں طبیب مقرر کیے اور ہسپتال کے اخراجات کے لیے رقم مختص کی کوڑھیوں کو وہاں رکھنے کا حکم دیا اور وہاں سے جانے کی ممانعت کر دی ان کے لیے اور نابینا افراد کے لیے روزینے مقرر کر دیئے۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں: یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ ولید نے سب سے پہلے شفا خانے قائم کرنے کی کوشش کی اور اسے جدید انداز اور وسعت دی اور اپنی شاہانہ حیثیت کے مطابق اس کے لیے دولت خرچ کی ورنہ ”الاصابہ“ کی روایت کے مطابق حضرت رفیدہ انصاریہ یا اسطیہ نے ابن اسحاق کی روایت کے مطابق غزوہ خندق میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے پر ان کا علاج کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے رفیدہ کے خیمہ میں رکھو جو مسجد میں تھا تاکہ میں قریب رہ کر اس کی عیادت کروں یہ خاتون زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور اس نے خود کو زخمی اور بیمار مسلمانوں کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔<sup>۸۶۸</sup>

امام بخاری نے ”الادب المفرد“ میں کہا ہے: ہم سے ابو نعیم نے از ابن الغسل از عاصم بن عمر بن قتادہ از محمود بن لبید حدیث بیان کی انہوں نے کہا: غزوہ خندق میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اکھل (بازو کی ایک رگ) میں زخم لگا کہا گیا: اسے رفیدہ کے پاس منتقل کر دو یہ خاتون زخمیوں کا علاج کرتی تھیں رسول اللہ ﷺ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرتے تو دریافت فرماتے: تم نے کیسے صبح کی تم نے کیسے شام کی (ان کی

<sup>۸۶۶</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۶۳-۲۸۱۳-۳۹۰۱-۳۱۱۷-۳۱۲۲ مسلم: ۶۹۱۷ ابو داؤد: ۳۱۰۱ نسائی ج ۲ ص ۳۵ ترمذی: ۷۹۱ ابن ماجہ: ۱۷۷۱ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

<sup>۸۶۷</sup> السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۳۹ بلائناد۔

<sup>۸۶۸</sup> تخریج بزرگلی ہے۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۳۰۲ رقم: ۴۲۴)

تکلیف کے متعلق سوال فرماتے) حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ کو اپنی کیفیت بتاتے۔<sup>۵۶۹</sup>

امام بخاری نے ”تاریخ“ میں اس روایت کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات کے واقعہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے المستغفری نے اسے امام بخاری کی روایت سے اور ابو موسیٰ نے اس حدیث کو المستغفری کے طریق سے روایت کیا ہے۔<sup>۵۷۰</sup>

”الاصابہ“ میں حرف الکاف میں حضرت کعبہ بنت سعید اسمیہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے آپ حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔<sup>۵۷۱</sup>

## معالج، حکیم، ڈاکٹر (طیب)

ابن الجوزی نے ”صفوة الصفوة“ میں ہشام بن عروہ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے امی! شعر کے بارے میں آپ کا علم میرے لیے باعث تعجب نہیں کہ آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں جو لوگوں میں شعر کے سب سے بڑے عالم تھے مجھے طب (علاج معالجہ دوا دارو) کے متعلق آپ کے علم پر تعجب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا: رسول اللہ ﷺ اپنی آخری عمر میں بیمار ہوتے اور آپ کے پاس عرب کے تمام اطراف سے وفود آتے تھے وہ آپ کو مختلف علاج بتاتے تھے میں ان طریقوں سے آپ کا علاج کرتی تھی اس طرح مجھے مہارت حاصل ہوئی۔<sup>۵۷۲</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہشام بن عروہ کی اپنے والد سے روایت میں ہے کہ میں نے فقہ طب اور شعر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔<sup>۵۷۳</sup>

ابو الحسن بن طرخان الحموی کی کتاب ”الاحکام النبویہ“ میں ہے نبی ﷺ صحت اور مرض ہر حالت میں اپنا علاج جاری رکھتے تھے حالت صحت میں احتیاطی تدابیر اختیار فرماتے جیسے ورزش، کم کھانا، تازہ کھجور کو کھیرے، ککڑی یا خربوزے کے ساتھ ملا کر کھاتے۔<sup>۵۷۴</sup> اور یہ فرماتے کہ اس کی حرارت اس کی برودت کو اور اس کی برودت اس کی حرارت کا دفعیہ کرے گی۔<sup>۵۷۵</sup> ہر رات کو سوتے وقت اٹھ سرمہ لگاتے۔<sup>۵۷۶</sup> شدید گرمی کے موسم میں نماز

<sup>۵۶۹</sup> صحیح حدیث۔ بخاری ”الادب المفرد“ از محمود بن لبید رضی اللہ عنہ۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۳۰۲ رقم: ۴۲۴)

<sup>۵۷۰</sup> الاصابہ ج ۳ ص ۳۰۲ رقم: ۴۲۴۔

<sup>۵۷۱</sup> الاصابہ ج ۳ ص ۳۹۶ رقم: ۹۲۹۔

<sup>۵۷۲</sup> ”الاستیعاب“ علی ہامش ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۳۵۸ احمد ج ۶ ص ۶۷ از ہشام بن عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ مقبول

الاسناد حدیث۔ (البحر والاعتدیل ج ۵ ص ۱۷۸)

<sup>۵۷۳</sup> الاصابہ ج ۳ ص ۳۵۹ رقم: ۴۰۳۔

<sup>۵۷۴</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۵۴۳۹، مسلم: ۲۰۴۳، ابوداؤد: ۳۸۳۵، ترمذی: ۱۸۳۵، ابن ماجہ: ۳۳۲۵، از عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ۔

<sup>۵۷۵</sup> صحیح حدیث۔ ابوداؤد: ۳۸۳۶، ترمذی: ۱۸۳۳، الشیخ ج ۱ ص ۲۹۶ از عائشہ رضی اللہ عنہا

<sup>۵۷۶</sup> ضعیف روایت۔ ابوداؤد: ۲۳۷۷، نعمان بن معبد بن ہوذہ راوی مجہول ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں: مجھ سے یحییٰ بن معین نے کہا: یہ منکر

الحدیث ہے۔

ظہر میں تاخیر کرتے اور فرماتے: اسے ٹھنڈا کرو۔<sup>۸۷</sup>

حالت بیماری میں آپ کا علاج کرنا بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، ان میں حضرت عروہ کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماریاں بڑھ گئیں، آپ کے پاس عرب و عجم کے معالج حاضر ہوتے، مختلف اشیاء کی خصوصیات بیان کرتے، ہم اس سے رسول اللہ ﷺ کا علاج کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں بیمار رہتے تھے، آپ کے پاس عرب کے ہر گوشے سے وفود آتے، وہ آپ کو مختلف چیزوں سے علاج بتاتے تھے، میں ان چیزوں سے آپ کا علاج کرتی تھی۔ اس سے ہمارا یہ مدعا ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ صحت اور مرض ہر حالت میں اپنا علاج معالجہ جاری رکھتے تھے، آپ نے خود اپنا علاج کیا اور متعدد احادیث صحیحہ کے مطابق علاج کرانے کا حکم دیا۔

”المواہب“ میں ہے رسول اللہ ﷺ غذاؤں اور ان کے طبعی اثرات کا خیال رکھتے اور طب کے قاعدہ کے مطابق ان کو استعمال فرماتے تھے، جب کسی غذائی چیز کی حرارت یا برودت درستی اور اعتدال کی محتاج ہوتی، آپ اس کو اعتدال پر لانے اور اس کے مزاج کو قابل قبول بنانے کے لیے اس کا توڑ اور بدرقہ فرماتے تھے۔ مرکبات اور ادویات میں یہ عظیم بنیادی چیز ہے۔ ورنہ آپ بقدر ضرورت غذائی اشیاء استعمال فرماتے ان میں اسراف نہ کرتے (حد سے نہ بڑھتے)۔

ابو عبد اللہ کنسوس المراكشي کی تالیف ”الجیش العروم الخماسی“ کے آخر میں ہے سید المتوکلین ﷺ نے علاج معالجہ کو مشروع فرمایا ہے، آپ خود بھی علاج کرتے اور دوسروں کو بھی علاج کرانے کا حکم فرماتے، یہاں تک کہا گیا ہے: آپ کی وہ ہنڈیا جس میں آپ کی دوائیاں تیار کی جاتی تھیں، آگ سے نہ اترتی تھی۔

”سنن ابی داؤد“ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہوا، نبی ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے، آپ نے میرے دو پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھا، جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل میں پائی اور فرمایا: تمہیں دل کی تکلیف ہے، ثقیف کے بھائی حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ وہ معالج آدمی ہے۔<sup>۸۸</sup> سنن ابی داؤد کے شارح کہتے ہیں: یعنی وہ ہر مرض کا معالج ہے یا خاص اس مرض کے علاج کا ماہر ہے۔

حافظ ذہبی نے ”التجريد“ میں حارث کے تذکرہ میں کہا ہے: کہا گیا ہے حارث نے حجة الوداع میں سعد رضی اللہ عنہ کا علاج کیا تھا، ابن سعد کی بلا سند روایت میں ہے کہ حارث ہر بیمار کو اپنے پاس آنے کو کہتے اور اس سے اس کی بیماری دریافت کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۷۲)

ابن طرخان نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حارث بن کلدہ کے کھانا کھانے کا واقعہ بیان کرنے کے

<sup>۸۷</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۵۳۳-۵۳۴-۵۳۶، مسلم: ۶۱۵، ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۳-۳۲۵، احمد ج ۲ ص ۲۵۶-۲۹۹، مالک ج ۱ ص ۱۶

عبدالرزاق: ۲۰۵۱، حمیدی: ۹۴۲، شافعی ج ۱ ص ۲۸، ابن ماجہ: ۶۷۷، ابن خزیمہ: ۳۲۹، ابن حبان: ۱۵۰۶، از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

<sup>۸۸</sup> ابو داؤد: ۳۸۷۵، ہ اسناد جید۔ حدیث کے آخر میں ہے: حضور ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کی سات مجوہ کجوریں ٹھیلیوں

سمیت پیش کر ان کا لپ لگانے کو فرمایا۔



بعد اور ان کا یہ قول ذکر کرنے کے بعد کہ ہم نے ایسا زہر کھایا ہے جو سال میں اثر کرے گا اور پھر دونوں کا ایک ہی دن میں انتقال ہوا۔ کہا ہے کہ حارث بن کلدہ طائف کے رہنے والے تھے عرب کے فاضل اطباء میں شامل تھے۔ انہوں نے دور جاہلیت میں فارس کا سفر کیا وہاں سے طب کی تعلیم حاصل کی اور اہل جندی ساہور وغیرہ سے یہ علم حاصل کیا انہوں نے اس پیشہ میں مہارت حاصل کی اور اہل فارس کے علاج سے کثیر دولت کمائی لوگ ان کے علم اور مہارت کے معترف تھے اور بہ حیثیت معالج ان کو بڑی شہرت حاصل ہوئی پھر اپنے وطن کو لوٹ آئے اور عربوں میں ان کا چرچا ہوا حارث نے اسلام کا زمانہ پایا رسول اللہ ﷺ بیماروں کو ان کے پاس جانے کا فرماتے وہ ان سے بیماری کے متعلق دریافت کرتے تھے۔

ابن القیم نے ”الہدی النبوی“ میں کہا ہے: حارث عرب کے معالج بلکہ سب سے بڑے طبیب تھے وہ اپنی قوم کے بقراط تھے۔

ابن مندہ نے از طریق اسماعیل بن محمد بن سعد ان کے والد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے نبی ﷺ نے ان کی عیادت کی اور فرمایا: مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ تجھے شفاء عطا فرمائے گا پھر حارث بن کلدہ سے فرمایا: سعد کا علاج کرو۔<sup>۵۷۹</sup>

ابن ابی حاتم نے کہا: حارث کا مسلمان ہونا صحیح نہیں۔ ابن عبد البر نے ”الاستیعاب“ میں کہا ہے: اس میں یہ دلیل ہے کہ ماہر کافر ڈاکٹر اور معالج سے علاج کے سلسلہ میں مشورہ لینا جائز ہے۔

حافظ المندری نے ”اختصار السنن“ میں وزیر ابو الحسن بن یوسف القفطی نے ”اخبار الحکماء“ میں ابن خلکان نے ”وفیات الاعیان“ میں ابن بادیس نے ”شرح المختصر“ میں علامہ خزاہی نے یہاں اور ائمہ کی جماعت نے اسے نقل کیا ہے اور اسے برقرار رکھا ہے۔

”الاصابہ“ میں حافظ ابن حجر کہتے ہیں: اس میں ذمیوں سے علاج معالجہ میں مدد طلب کرنے پر دلالت ہے۔<sup>۵۸۰</sup> اصابہ کی یہ عبارت ”حواشی المواہب“ میں نور علی الشہر ملسی میں ان کے شیخ شمس الشوبری الشافعی کے واسطہ سے منقول ہے وہ اس کے بعد لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں یہ قول ائمہ کی اس نص کے منافی ہے جس میں انہوں نے ذمی سے علاج کرانے کو ناجائز کہا ہے البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دواء اور اس کے استعمال میں ذمیوں کی تقلید ممنوع ہے یہاں مرض کی تشخیص نبی ﷺ نے خود فرمائی صرف دوا کی تیاری میں ان سے مدد طلب کی۔

”مسند احمد“ میں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت اس بارے میں صراحت کے درجہ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی ﷺ کی بیماریاں زیادہ ہو گئیں آپ کے پاس عرب اور عجم کے اطباء آتے اور آپ کو ان بیماریوں کے علاج بتاتے پھر ہم ان چیزوں سے آپ کا علاج کرتے تھے۔ شمس السفارینی نے ”غذاء الالباب“ (ج ۱ ص ۳۹۲) میں امام احمد کے حوالہ سے اسے اسی طرح ذکر

۵۷۹ صحیح حدیث۔ ابن مندہ از سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۲۸۸ رقم: ۱۳۷۵)

۵۸۰ الاصابہ ج ۱ ص ۲۸۸ رقم: ۱۳۷۵۔



کیا ہے۔

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار رہتے تھے اہل عرب آپ کے لیے علاج تجویز کرتے پھر آپ کا ان کی تجویز کردہ اشیاء سے علاج کیا جاتا اہل عجم بھی آپ کے لیے دوائیاں تجویز کرتے تھے پھر ان اشیاء سے آپ علاج کرتے تھے۔<sup>۵۸۱</sup> (القسم الثانی ج ۱ ص ۱۱۶)

ابن طرخان کی ”الاحکام النبویہ“ کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اسانید صحیحہ سے مروی ہے دوسرے مقام پر ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ ہمیشہ علاج جاری رکھتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ اس وقت اہل عجم کی اکثریت کافر تھی اس کے باوجود نبی ﷺ ان کے بااعتماد آدمیوں پر بھروسہ فرماتے تھے اس حدیث سے ہمیں یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ عجمی اطباء حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

اہل عجم خود بخود آتے تھے کسی ضرورت کے تحت آتے تھے کسی مطلب کے لیے آتے تھے یا سفیر بن کر آتے تھے اس عبارت میں سب کے لیے گنجائش ہے۔

”المدارک“ میں قاضی عیاض نے شیخ ابواسحاق الجنبیانی کے تعارف میں کہا ہے کہ ابو یحییٰ القاسمی نے کہا: جب ہم ان کے ہاں سے باہر نکلے ایک بچے کے ہاتھ سے جانور بھاگ نکلا اس جانور کو اس نے ہمارے لیے پکڑا ہوا تھا میں نے کہا: تم نے یہ جانور ایسے بچے کے حوالہ کر دیا جو اسے سنبھال نہیں سکتا تھا اس طرح جانور ضائع ہو گیا۔ ابواسحاق نے مجھ سے کہا: تو نے بچے کی غیبت کی ہے میں نے کہا: یہ غیبت نہیں بلکہ حقیقت حال کا اظہار ہے سنت میں اس کی اباحت کی دلیل ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے ایک خاتون نے نکاح کے بارے میں مشورہ لیا اور اس سلسلہ میں دو آدمیوں کے پیغام کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: رہے ابو جہم تو وہ اپنی گردن سے لٹھی نہیں اتارتے (بہت پیٹتے ہیں) اور رہے معاویہ تو وہ مفلس شخص ہے اس کے پاس مال نہیں<sup>۵۸۲</sup> انہوں نے مجھ سے کہا: یہ دلیل درست نہیں کیونکہ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے نیز اس خاتون نے آپ سے نکاح کرنے یا نہ کرنے کا مشورہ لیا تھا ہمارا مسئلہ یہ نہیں ہے بلکہ سنت میں یہ ہے کہ نبی ﷺ کے پاس دو نصرانی آئے جب وہ باہر نکلے تو آپ نے فرمایا: اگر یہ غیبت نہ ہوتی تو میں تم کو بتاتا ان میں سے زیادہ ماہر طبیب کون سا ہے؟<sup>۵۸۳</sup> ابوالحسن کہتے ہیں: مجھے اس سے پہلے ان کا نصرانی ہونا معلوم نہ تھا۔

ابن عرفہ نے اپنی تفسیر میں ارشادِ ربانی ”وَلَا تَجَسَّسُوا“ (الحجرات: ۱۲) کے تحت اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: یہ احتمال ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہو دونوں طبیب مطلوبہ غرض کے متعلق برابر علم رکھتے ہیں البتہ ان میں سے ایک بعض امراض اور ان کے علاج میں تخصص رکھتا ہے (اسپیشلسٹ ہے) اس تخصص کا نہ ہونا کسی معالج

۵۸۱ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۱۶ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

۵۸۲ صحیح حدیث - مسلم ۱۲۸۰ مالک ج ۲ ص ۵۸۰ شافعی ”الرسالہ“ ۸۵۶ از فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا۔

۵۸۳ غیر صحیح روایت - مجھے یہ حدیث کہیں نہیں ملی - واللہ اعلم

کے لیے باعث ضرر نہیں اور اس سے اس کی علاج معالجہ کی صلاحیت میں نقص نہیں آتا دوسرے کا تخصص ذکر کر کے کسی معالج کا ذکر کرنا البتہ غیبت ہو سکتا ہے اور اگر کسی اسپیشلسٹ کا اس کے تخصص اور مہارت کے حوالہ سے ذکر کیا جائے تو ظاہر ہے یہ اس کی تعریف ہے غیبت نہیں ہے۔

قاضی عیاض کے قابی سے منقول قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے پاس دو نصرانی معالج حاضر ہوئے تھے۔

ابن سعد نے طبقات میں حضرت معقیب الدوسی کے تذکرہ میں محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے کوڑھی کے ساتھ کھانا کھانا روایت کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر معالج سے علاج دریافت فرماتے تھے۔<sup>۵۸۴</sup> یہ قصہ بالتفصیل کنز العمال ج ۵ ص ۱۹۱ میں موجود ہے۔

امام مالک ابن ابی شیبہ ابن جریر الخراطی نے ”مکرم الاخلاق“ میں اور بیہقی نے حضرت عمرہ بنت عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئے وہ بیمار تھیں اور ایک یہودی عورت ان پر دم کر رہی تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس پر اللہ عزوجل کی کتاب سے دم کرو۔

ابن جریر نے حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر دم کر رہی تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے آپ دم کرنے کو ناپسند کرتے تھے آپ نے فرمایا: اس پر کتاب اللہ سے دم کرو۔

امام ابن مفلح الحسلبی نے اپنی کتاب ”الآداب الشرعیۃ للکبریٰ“ میں کافر اور ذمی سے علاج کرانے پر قائم کردہ فصل میں ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے اگر نصرانی یا ذمی معالج ماہر قابل اعتماد اور عادل ہو تو اس سے علاج کرنا جائز ہے جس طرح اسے مال کا امین بنانا اور اس سے لین دین کرنا جائز ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ. (آل عمران: ۷۵)

اور (اے مخاطب!) اہل کتاب سے کوئی وہ ہے اگر تو اس کے پاس مال کا ڈھیر امانت رکھ دے تو وہ تجھے ادا کر دے گا۔

صحیح البخاری میں ہے ہجرت کے موقع پر نبی ﷺ نے ایک یہودی<sup>۵۸۵</sup> کو بطور ماہر راہبر اجرت پر رکھا تھا<sup>۵۸۶</sup> آپ نے اسے اپنی جان اور مال پر امین بنایا تھا خزانہ کے مسلم اور کافر سب رسول اللہ ﷺ کے رازدار تھے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حارث بن کلدہ سے علاج کرایا حالانکہ وہ کافر تھا۔

جب کسی کے لیے مسلمان معالج سے علاج کرنا ممکن ہو یا کسی مسلمان کو امین بنانا اور اس سے لین دین ممکن ہو تو پھر مسلمان کو چھوڑ کر غیر مسلم سے رجوع کرنا مناسب نہیں ہے لیکن بوقت ضرورت ایسا کرنا جائز ہے اور یہ

۵۸۴ ”الاستیعاب“ علی ہاشم ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۲۴۷ الاصابہ ج ۳ ص ۵۴۱ رقم: ۸۱۶۳۔

۵۸۵ صحیح البخاری: ۳۹۰۵ میں کفار کے دین پر ہونا مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔

۵۸۶ صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۹۰۵ عبد الرزاق ”المصنف“ ۹۷۳۳ احمد ج ۶ ص ۳۲۶ طبری ”تاریخ“ ج ۲ ص ۳۷۵۔ ۳۷۸ ابن سعد

”طبقات“ ج ۸ ص ۲۵۰ بیہقی ”الدلائل“ ج ۲ ص ۳۷۱۔ ۳۷۲ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

یہودی اور عیسائی کی ممنوعہ دوستی میں داخل نہیں ہے ان سے علاج کرانا اور اچھی طرح گفتگو کرنا بہتر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ  
الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ (العنکبوت: ۴۶)  
اور (اے مسلمانو!) اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر  
اسی طریقہ سے جو بہتر ہو سوائے ان لوگوں کے جنہوں  
نے ان میں سے ظلم کیا۔

علامہ خطابی نے صلح حدیبیہ کے واقعہ میں کہا ہے: رسول اللہ ﷺ نے خزاعہ کے ایک شخص کو بطور جاسوس روانہ فرمایا اور اس کی خبر کو قبول کیا۔<sup>۸۸</sup> اس میں کافر ڈاکٹر کی طرف سے تشخیص کردہ بیماری کو قبول کرنے کے جواز کی دلیل ہے اور قابل اعتماد دیانت دار غیر مسلم ڈاکٹر سے علاج کرانے کا جواز ہے۔

حافظ ابن القیم کی ”بدائع الفوائد“ میں ہے نبی ﷺ نے سفر ہجرت میں عبد اللہ بن ارقطہ الدؤلی کو اجرت پر رہبر مقرر کیا حالانکہ وہ کافر تھا اس میں یہ دلیل ہے کہ علاج آنکھ میں دوائی ڈالوانے، تحریر، حساب اور عیوب کی نشاندہی میں کافر کی طرف رجوع جائز ہے جبکہ اس کی دوستی برابری کی بنیاد پر نہ ہو اس کا کافر ہونا اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ اس پر کسی معاملہ میں بالکل بھروسہ نہ کیا جائے کیونکہ راستہ کی رہنمائی سے زیادہ پر خطر کوئی چیز نہیں خصوصاً ہجرت جیسے سفر میں۔

ابن مفلح نے بطور مثال المروزی سے نقل کیا ہے کہ میں (المروزی) ابو عبد اللہ احمد بن ضہیل کے پاس ایک نصرانی کو لے گیا وہ مختلف کتب کی خصوصیات بتانے لگے آپ نے عبد اللہ کو ان کتب کا نام لکھنے کو کہا پھر مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے لیے وہ کتب خرید لوں۔

ابن ابی اصیبعہ نے ”طبقات الاطباء“ میں پہلی صدی ہجری کے عیسائی معالجوں کی ایک جماعت کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد آنے والے مسلمان بادشاہ ان سے علاج کراتے تھے۔ ایک عیسائی طبیب ابو الحکم کے تذکرہ میں کہا ہے: یہ نصرانی معالج تھا علاج کی متعدد اقسام کا عالم تھا حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اس سے علاج کراتے تھے اور اس سے اپنی مطلوبہ ادویات کی تیاری میں اعتماد کرتے تھے۔

اسی کتاب میں ابن اثال کے تذکرہ میں ہے یہ دمشق کے ممتاز اطباء میں سے تھا یہ عیسائی تھا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق کے حکمران بنے اسے اپنے علاج معالجہ کے لیے مقرر کر لیا اس سے حسن سلوک کیا وہ اس پر بہت بھروسہ اور اعتماد کرتے تھے اور رات دن اس کے ساتھ بات چیت کرتے رہتے تھے۔ ابن اثال مفرد اور مرکب ادویہ اور ان کی تاثیر سے واقف تھا اور ان کے زیریے اثرات سے باخبر تھا اسی لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنا مقرب بنایا ہوا تھا۔ (میں انباء)

امام محمد بن عبد القوی المروزی الحنفی نے اپنی منظوم کتاب ”فی الاداب“ میں اسی مسئلہ کی طرف اشارہ

۸۸۷ ہجری ۸۱۸ تا ۸۲۰ قمری ۱۴۲۰ھ احمد ج ۳ ص ۳۲۸-۳۳۱-۳۳۲ ابو داؤد ۲۷۹۵ طبری ”تفسیر“ ج ۳ ص ۷۷-۷۸-۷۹۔

۱۰۱ ہجری ”سنن“ ج ۵ ص ۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷ ج ۱۰ ص ۱۰۹ ”الذائل“ ج ۳ ص ۹۹-۱۰۸ طبرانی ”المکبیر“

ج ۲۰ ص ۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴

رتے ہوئے کہا ہے:

ذمی کو اپنے مال کی نگرانی پر امین بنانا یا تقسیم کی ذمہ داری سونپنا مکروہ ہے۔

اور بلا ضرورت ان سے علاج کرانا اور ان کی تیار کردہ دوائیوں کا استعمال مکروہ ہے۔

المسفرینی اس کی تشریح میں کہتے ہیں کہ بوقت ضرورت ذمی سے علاج کرانا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ ضرورت اس کی داعی ہے اور ان کے علاج میں ضرر کا اندیشہ وہی ہے، چونکہ علت اور سبب معلوم ہے اس لیے ضرر کے اندیشہ سے اس ضرر سے چشم پوشی نہیں کی جائے گی جو عیاں ہے۔ (اور وہ بیماری ہے، جبکہ غیر مسلم سے علاج کرانے میں قصان یقینی نہیں بلکہ وہی ہے) بعد ازاں انہوں نے ابن سراج کے حوالہ سے شیخ ابن تیمیہ کی گذشتہ تقریر نقل کی ہے۔

(شرح العارف النابلسی علی الطريقة الحمدیہ ج ۱ ص ۲۳۶)

طبقات ابن جلیجل میں ابورمہ رفاعہ کے بارے میں ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں طبیب تھا اور ماہر دست کار تھا۔<sup>۸۸۸</sup> "سنن ابی داؤد" میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف طبیب کو بھیجا جس نے ان کی ایک رگ کاٹی۔<sup>۸۸۹</sup> ابن اسحاق کا قول گزر چکا ہے کہ حضرت رفیدہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور انہوں نے اپنی زندگی مسلمان مریضوں اور زخمیوں کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔

"الاصابہ" میں شمر دل بن قباب الکعبی النجرائی کے تذکرہ میں خطیب سے بحوالہ "المتفق" ذکر کیا ہے کہ شمر دل معالج تھے رسول اللہ ﷺ طبی مسائل میں ان سے مذاکرہ فرماتے تھے آخر میں ہے شمر دل نے نبی ﷺ کے گھٹنے کو بوسہ دیا اور کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، آپ مجھ سے زیادہ طب جانتے ہیں۔<sup>۸۹۰</sup>

خطیب نے کہا اس کا اسناد محل نظر ہے، ابن الجوزی نے کہا اس کے راویوں میں مجاہیل ہیں۔

"الاصابہ" میں ضہاد بن ثعلبہ الازدی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ نبی ﷺ کے دوست تھے عقل مند انسان تھے علاج اور دم کرتے تھے۔<sup>۸۹۱</sup> علامہ ابن عبد البر نے بھی "الاستیعاب" میں یہی بیان کیا ہے۔<sup>۸۹۲</sup>

ابن ابی اصیبعہ نے "طبقات الاطباء" کا ساتواں باب ان لوگوں کے ذکر کے لیے مختص کیا ہے جو ظہور اسلام کے وقت عرب وغیرہ میں بطور طبیب معروف تھے۔ اس میں انہوں نے حرث بن کلدہ اس کے بیٹے نصر بن الحرث اور ابن ابی رمثہ اسمی کا تذکرہ کیا ہے، ابورمہ کے متعلق کہا ہے: وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں طبیب تھے ہاتھ سے (نبض دیکھ کر) امراض کا کھوج لگاتے تھے ابورمہ بیان کرتے ہیں میں نبی ﷺ کی خدمت

<sup>۸۸۸</sup> "الاستیعاب" علی حاشیہ "الاصابہ" ج ۳ ص ۷۰ رقم: ۴۱۳۔

<sup>۸۸۹</sup> صحیح الاسناد حدیث۔ ابوداؤد: ۳۸۶۳ از جابر رضی اللہ عنہ۔

<sup>۸۹۰</sup> ناقابل اعتماد روایت۔ "الاصابہ" (ج ۲ ص ۱۵۵-۱۵۶ رقم: ۳۹۲۰)

<sup>۸۹۱</sup> "مسند مسند" بلا اسناد۔ "الاصابہ" ج ۲ ص ۲۱۰ رقم: ۴۱۷۔

<sup>۸۹۲</sup> "الاستیعاب" علی حاشیہ "الاصابہ" ج ۲ ص ۲۱۷۔

میں آیا میں نے آپ کے دو شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی اور یہ بھی ذکر کیا کہ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: ختم رفیق ہو طبیب اللہ ہے۔<sup>۸۹۳</sup> سلمان بن حسان نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا یہ ہاتھ کا ساتھی ہے علم میں فائق اور برتر نہیں ہے آپ کے ارشاد ”طبیب اللہ ہے“ سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔

### فائدہ

صدر اول میں حقنہ معروف تھا ابو نعیم نے سعید بن ایمن سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کو درد تھا لوگوں نے اسے حقنہ کرانے کا مشورہ دیا اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو آپ نے اسے ڈانٹ دیا جب اس کا درد بڑھ گیا اس نے حقنہ کرا لیا اور اس کو درد سے نجات مل گئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے تندرست دیکھا پوچھا: کیسے صحیح ہوئے؟ اس نے حقنہ کا بتایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر دوبارہ درد ہو تو پھر حقنہ کرا لینا۔<sup>۸۹۴</sup> اسے علی متقی ہندی نے ”کنز العمال“ کی کتاب الطب میں بیان کیا ہے اسے حقنہ کے زیر عنوان ذکر کیا ہے اور استدلال کیا ہے کہ اہل عرب کے ہاں حقنہ جانا پہچانا تھا۔

ابن اصیبعہ کی ”طبقات الاطباء“ (ج ۱ ص ۱۱۱) میں ہے کسریٰ نے عرب طبیب حارث بن کلدہ سے پوچھا کیا تم مجھے حقنہ کا کہتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں میں نے حکماء کی بعض کتب میں پڑھا ہے حقنہ پیٹ کو صاف کرتا ہے اور اندرونی بیماریوں سے بچاتا ہے تعجب ہے حقنہ لینے والا کمزور کیوں ہوتا ہے۔

اس سے آپ کو خطاب سے منقول شیخ علیش کے فتاویٰ (ج ۱ ص ۲۴۶) میں مذکور اس قول کی حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ اہل عرب حقنہ سے واقف نہ تھے یہ اہل عجم کا طریقہ تھا۔ مختصر ابن عبد الحکم میں ہے امام مالک سے حقنہ کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرر نہیں۔

الابہری کہتے ہیں: امام مالک نے یہ جواب اس لیے دیا کہ یہ بھی علاج کی ایک قسم ہے اور اس میں لوگوں کو فائدہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ علیہ وسلم نے علاج کو مباح فرمایا ہے۔ (التوضیح)

دیار بکری کی ”تاریخ الخمیس“ میں ہے کٹ اور زخم کی وجہ سے جس نے سب سے پہلے انڈرویر استعمال کیا وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں ان کو کٹ لگا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ کٹ شگاف اور پھرن جیسے زخم صحابہ کرام کے دور میں جانے پہچانے تھے۔

صحابہ کرام طب اور علاج کا کس قدر اہتمام کرتے تھے اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے جسے ابن جریر نے ام جمیلہ سے بایں الفاظ نقل کیا ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی میں نے ان سے کہا: میرے چہرے کی جھائیوں کا علاج کر رہی ہوں اب مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے میں چاہتی ہوں یہ علاج چھوڑ دوں آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہماری نبی ﷺ کے عہد مبارک میں یہ حالت تھی کہ کسی کی<sup>۸۹۳</sup> مجھے یہ حدیث کہیں نہیں ملی ہے اصل روایت۔

<sup>۸۹۴</sup> ضعیف روایت۔ سعید بن ایمن نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

ایک آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ حسین ہوتی، اسے کہا جاتا اسے نکال دو اور اس کی جگہ دوسری (مصنوعی) آنکھ لگا لو اور دوسری کی جگہ پہلی کو لگا دو، اگر اس کو اس میں آسانی نظر آتی تو ہم اس میں حرج نہیں سمجھتے تھے، اگر یہ جھانپاں پھر پلٹ آئیں، تم بھی دوبارہ علاج کر لو، یہ مکمل ٹھیک نہیں ہوں گی۔<sup>۹۵</sup> (کنز العمال: کتاب الطب)

## شریانوں کی جراحی کرنے والے

قبل ازیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس طبیب کو بھیجا، جس نے ان کی شریان (نس) کی جراحی کی۔ اور ابن جابل سے نقل ہو چکا ہے کہ ابو رمثہ ہاتھ سے مرض کی تشخیص کرتے تھے۔ ”النهاہ“ میں ہے ”عرق“ شریان یا ورید ہے اور ”عصب“ پٹھے کو کہتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ معالج اپنی صواب دید کے مطابق علاج کرے۔

## زخم پر داغ لگانے والے

”صحیح مسلم“ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف طبیب کو بھیجا جس نے ان کی نس کو کاٹا پھر اس پر داغ دیا۔<sup>۹۶</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں مصنف عبدالرزاق کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ لیلۃ العقبہ میں انصار کے نقیب حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے، ان کو پھوڑا تھا، آپ نے اس کو داغا۔<sup>۹۷</sup>

”سنن ابی داؤد“ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے (دشمن کا) تیر لگنے کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم پر داغ دیا۔<sup>۹۸</sup>

صحیح مسلم میں ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ہاتھ کی نس میں تیر لگا تو نبی ﷺ نے ان کو تیر کے پھل سے داغ دیا، زخم پر ورم آ گیا تو آپ نے دوبارہ اس کو داغ دیا۔<sup>۹۹</sup>

ابن ماجہ کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رگ کو دو مرتبہ داغا۔<sup>۱۰۰</sup>

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے داغ لگوا دیا۔

۹۵ مجھے اس حدیث کی سند نہیں ملی یقیناً یہ ضعیف روایت ہے۔

۹۶ صحیح حدیث۔ مسلم: ۲۲۰۷ (۷۳) از جابر رضی اللہ عنہ۔

۹۷ مرسل حدیث۔ عبد الرزاق از ابی امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۳۲ رقم: ۱۱۱) حاکم نے اسے انس رضی اللہ عنہ سے موصولاً روایت کیا ہے۔ ج ۲ ص ۲۱۷ یہ صحیح حدیث ہے۔

۹۸ صحیح حدیث۔ ابو داؤد: ۳۸۶۶ از جابر رضی اللہ عنہ۔

۹۹ صحیح حدیث۔ مسلم: ۲۲۰۸ (۷۰) از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔

۱۰۰ صحیح حدیث۔ ابن ماجہ: ۳۴۹۳ از جابر رضی اللہ عنہ۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لقوہ کی وجہ سے داغ لگایا گیا۔

حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: حضور ﷺ کے عہد مبارک میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے داغاً<sup>۹۰۱</sup> اس کی اصل صحیح البخاری میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نمونیہ کی وجہ سے داغاً گیا<sup>۹۰۲</sup> ترمذی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو پھوڑے کے وجہ سے داغ دیا<sup>۹۰۳</sup>۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے: میں نے کسی صحیح اثر میں نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے داغ لگوا یا ہو، صرف علامہ قرطبی نے طبری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے داغ لگوا یا۔

اکھیمی نے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں: مروی ہے: حضور ﷺ نے زخم کی وجہ سے داغ لگوا یا۔

صحیح البخاری میں یہ ثابت ہے کہ غزوہ احد میں جب حضور ﷺ زخمی ہوئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ سے آپ کے زخم کو خشک کیا<sup>۹۰۴</sup> یہ معروف داغنا نہیں ہے۔ ابن التین نے آپ کے داغ لگوانے پر اور ابن القیم نے ”الہدی“ میں داغ نہ لگوانے پر جزم کیا ہے۔

خطابی کہتے ہیں: نبی ﷺ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اس لیے داغنا کہ ان کے زخم سے خون بہنا بند ہو جائے، آپ کو اندیشہ ہوا کہ زیادہ خون نکل جانے سے کہیں سعد کی موت نہ واقع ہو جائے۔

داغ سے علاج خاص و عام میں جانا پہچانا ہے، اہل عرب بہت سی بیماریوں کا علاج داغنے سے کرتے ہیں، اسی لیے کہا جاتا ہے آخری علاج داغنا ہے، داغ دینا بھی علاج میں داخل ہے۔

## زخم پر اللہ کا نام لینا اور لعابِ دہن لگانا

”الاصابہ“ میں کہیل الازدی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ صحابی تھے، انہوں نے بیان کیا: لوگوں کو غزوہ احد میں بکثرت زخم لگے، ایک آدمی نے نبی ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم راستے میں کھڑے ہو جاؤ، جب بھی تمہارے پاس سے کوئی زخمی گزرے تم کہو: بسم اللہ، پھر اس کے زخم پر تھوک دو<sup>۹۰۵</sup> الحدیث اسے حسن بن سفیان نے اپنے مسند میں بروایت علقمہ بن عبد اللہ از قاسم بن محمد نقل کیا ہے۔

۹۰۱ صحیح حدیث۔ مستدرک ج ۴ ص ۴۱۷ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ حاکم اور ذہبی دونوں نے اسے صحیح الاسناد حدیث کہا ہے۔

۹۰۲ صحیح حدیث۔ بخاری: ۵۷۱۹، ۵۷۲۱، ۵۷۲۲۔

۹۰۳ ترمذی: ۳۰۵۱، طحاوی ج ۲ ص ۳۸۵ از انس رضی اللہ عنہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

۹۰۴ صحیح حدیث۔ بخاری: ۵۷۱۹، ۵۷۲۰، ۵۷۲۱، ۵۷۲۲، ۵۷۲۳، ۵۷۲۴، ۵۷۲۵، ۵۷۲۶، ۵۷۲۷، ۵۷۲۸، ۵۷۲۹، ۵۷۳۰، ۵۷۳۱، ۵۷۳۲، ۵۷۳۳، ۵۷۳۴، ۵۷۳۵، ۵۷۳۶، ۵۷۳۷، ۵۷۳۸، ۵۷۳۹، ۵۷۴۰، ۵۷۴۱، ۵۷۴۲، ۵۷۴۳، ۵۷۴۴، ۵۷۴۵، ۵۷۴۶، ۵۷۴۷، ۵۷۴۸، ۵۷۴۹، ۵۷۵۰، ۵۷۵۱، ۵۷۵۲، ۵۷۵۳، ۵۷۵۴، ۵۷۵۵، ۵۷۵۶، ۵۷۵۷، ۵۷۵۸، ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۵۷۶۱، ۵۷۶۲، ۵۷۶۳، ۵۷۶۴، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۵۷۶۷، ۵۷۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۰، ۵۷۷۱، ۵۷۷۲، ۵۷۷۳، ۵۷۷۴، ۵۷۷۵، ۵۷۷۶، ۵۷۷۷، ۵۷۷۸، ۵۷۷۹، ۵۷۸۰، ۵۷۸۱، ۵۷۸۲، ۵۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۸۵، ۵۷۸۶، ۵۷۸۷، ۵۷۸۸، ۵۷۸۹، ۵۷۹۰، ۵۷۹۱، ۵۷۹۲، ۵۷۹۳، ۵۷۹۴، ۵۷۹۵، ۵۷۹۶، ۵۷۹۷، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹، ۵۸۰۰، ۵۸۰۱، ۵۸۰۲، ۵۸۰۳، ۵۸۰۴، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۰۷، ۵۸۰۸، ۵۸۰۹، ۵۸۱۰، ۵۸۱۱، ۵۸۱۲، ۵۸۱۳، ۵۸۱۴، ۵۸۱۵، ۵۸۱۶، ۵۸۱۷، ۵۸۱۸، ۵۸۱۹، ۵۸۲۰، ۵۸۲۱، ۵۸۲۲، ۵۸۲۳، ۵۸۲۴، ۵۸۲۵، ۵۸۲۶، ۵۸۲۷، ۵۸۲۸، ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۱، ۵۸۳۲، ۵۸۳۳، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵، ۵۸۳۶، ۵۸۳۷، ۵۸۳۸، ۵۸۳۹، ۵۸۴۰، ۵۸۴۱، ۵۸۴۲، ۵۸۴۳، ۵۸۴۴، ۵۸۴۵، ۵۸۴۶، ۵۸۴۷، ۵۸۴۸، ۵۸۴۹، ۵۸۵۰، ۵۸۵۱، ۵۸۵۲، ۵۸۵۳، ۵۸۵۴، ۵۸۵۵، ۵۸۵۶، ۵۸۵۷، ۵۸۵۸، ۵۸۵۹، ۵۸۶۰، ۵۸۶۱، ۵۸۶۲، ۵۸۶۳، ۵۸۶۴، ۵۸۶۵، ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۶۸، ۵۸۶۹، ۵۸۷۰، ۵۸۷۱، ۵۸۷۲، ۵۸۷۳، ۵۸۷۴، ۵۸۷۵، ۵۸۷۶، ۵۸۷۷، ۵۸۷۸، ۵۸۷۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۲، ۵۸۸۳، ۵۸۸۴، ۵۸۸۵، ۵۸۸۶، ۵۸۸۷، ۵۸۸۸، ۵۸۸۹، ۵۸۹۰، ۵۸۹۱، ۵۸۹۲، ۵۸۹۳، ۵۸۹۴، ۵۸۹۵، ۵۸۹۶، ۵۸۹۷، ۵۸۹۸، ۵۸۹۹، ۵۹۰۰، ۵۹۰۱، ۵۹۰۲، ۵۹۰۳، ۵۹۰۴، ۵۹۰۵، ۵۹۰۶، ۵۹۰۷، ۵۹۰۸، ۵۹۰۹، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، ۵۹۱۲، ۵۹۱۳، ۵۹۱۴، ۵۹۱۵، ۵۹۱۶، ۵۹۱۷، ۵۹۱۸، ۵۹۱۹، ۵۹۲۰، ۵۹۲۱، ۵۹۲۲، ۵۹۲۳، ۵۹۲۴، ۵۹۲۵، ۵۹۲۶، ۵۹۲۷، ۵۹۲۸، ۵۹۲۹، ۵۹۳۰، ۵۹۳۱، ۵۹۳۲، ۵۹۳۳، ۵۹۳۴، ۵۹۳۵، ۵۹۳۶، ۵۹۳۷، ۵۹۳۸، ۵۹۳۹، ۵۹۴۰، ۵۹۴۱، ۵۹۴۲، ۵۹۴۳، ۵۹۴۴، ۵۹۴۵، ۵۹۴۶، ۵۹۴۷، ۵۹۴۸، ۵۹۴۹، ۵۹۵۰، ۵۹۵۱، ۵۹۵۲، ۵۹۵۳، ۵۹۵۴، ۵۹۵۵، ۵۹۵۶، ۵۹۵۷، ۵۹۵۸، ۵۹۵۹، ۵۹۶۰، ۵۹۶۱، ۵۹۶۲، ۵۹۶۳، ۵۹۶۴، ۵۹۶۵، ۵۹۶۶، ۵۹۶۷، ۵۹۶۸، ۵۹۶۹، ۵۹۷۰، ۵۹۷۱، ۵۹۷۲، ۵۹۷۳، ۵۹۷۴، ۵۹۷۵، ۵۹۷۶، ۵۹۷۷، ۵۹۷۸، ۵۹۷۹، ۵۹۸۰، ۵۹۸۱، ۵۹۸۲، ۵۹۸۳، ۵۹۸۴، ۵۹۸۵، ۵۹۸۶، ۵۹۸۷، ۵۹۸۸، ۵۹۸۹، ۵۹۹۰، ۵۹۹۱، ۵۹۹۲، ۵۹۹۳، ۵۹۹۴، ۵۹۹۵، ۵۹۹۶، ۵۹۹۷، ۵۹۹۸، ۵۹۹۹، ۶۰۰۰، ۶۰۰۱، ۶۰۰۲، ۶۰۰۳، ۶۰۰۴، ۶۰۰۵، ۶۰۰۶، ۶۰۰۷، ۶۰۰۸، ۶۰۰۹، ۶۰۱۰، ۶۰۱۱، ۶۰۱۲، ۶۰۱۳، ۶۰۱۴، ۶۰۱۵، ۶۰۱۶، ۶۰۱۷، ۶۰۱۸، ۶۰۱۹، ۶۰۲۰، ۶۰۲۱، ۶۰۲۲، ۶۰۲۳، ۶۰۲۴، ۶۰۲۵، ۶۰۲۶، ۶۰۲۷، ۶۰۲۸، ۶۰۲۹، ۶۰۳۰، ۶۰۳۱، ۶۰۳۲، ۶۰۳۳، ۶۰۳۴، ۶۰۳۵، ۶۰۳۶، ۶۰۳۷، ۶۰۳۸، ۶۰۳۹، ۶۰۴۰، ۶۰۴۱، ۶۰۴۲، ۶۰۴۳، ۶۰۴۴، ۶۰۴۵، ۶۰۴۶، ۶۰۴۷، ۶۰۴۸، ۶۰۴۹، ۶۰۵۰، ۶۰۵۱، ۶۰۵۲، ۶۰۵۳، ۶۰۵۴، ۶۰۵۵، ۶۰۵۶، ۶۰۵۷، ۶۰۵۸، ۶۰۵۹، ۶۰۶۰، ۶۰۶۱، ۶۰۶۲، ۶۰۶۳، ۶۰۶۴، ۶۰۶۵، ۶۰۶۶، ۶۰۶۷، ۶۰۶۸، ۶۰۶۹، ۶۰۷۰، ۶۰۷۱، ۶۰۷۲، ۶۰۷۳، ۶۰۷۴، ۶۰۷۵، ۶۰۷۶، ۶۰۷۷، ۶۰۷۸، ۶۰۷۹، ۶۰۸۰، ۶۰۸۱، ۶۰۸۲، ۶۰۸۳، ۶۰۸۴، ۶۰۸۵، ۶۰۸۶، ۶۰۸۷، ۶۰۸۸، ۶۰۸۹، ۶۰۹۰، ۶۰۹۱، ۶۰۹۲، ۶۰۹۳، ۶۰۹۴، ۶۰۹۵، ۶۰۹۶، ۶۰۹۷، ۶۰۹۸، ۶۰۹۹، ۶۱۰۰، ۶۱۰۱، ۶۱۰۲، ۶۱۰۳، ۶۱۰۴، ۶۱۰۵، ۶۱۰۶، ۶۱۰۷، ۶۱۰۸، ۶۱۰۹، ۶۱۱۰، ۶۱۱۱، ۶۱۱۲، ۶۱۱۳، ۶۱۱۴، ۶۱۱۵، ۶۱۱۶، ۶۱۱۷، ۶۱۱۸، ۶۱۱۹، ۶۱۲۰، ۶۱۲۱، ۶۱۲۲، ۶۱۲۳، ۶۱۲۴، ۶۱۲۵، ۶۱۲۶، ۶۱۲۷، ۶۱۲۸، ۶۱۲۹، ۶۱۳۰، ۶۱۳۱، ۶۱۳۲، ۶۱۳۳، ۶۱۳۴، ۶۱۳۵، ۶۱۳۶، ۶۱۳۷، ۶۱۳۸، ۶۱۳۹، ۶۱۴۰، ۶۱۴۱، ۶۱۴۲، ۶۱۴۳، ۶۱۴۴، ۶۱۴۵، ۶۱۴۶، ۶۱۴۷، ۶۱۴۸، ۶۱۴۹، ۶۱۵۰، ۶۱۵۱، ۶۱۵۲، ۶۱۵۳، ۶۱۵۴، ۶۱۵۵، ۶۱۵۶، ۶۱۵۷، ۶۱۵۸، ۶۱۵۹، ۶۱۶۰، ۶۱۶۱، ۶۱۶۲، ۶۱۶۳، ۶۱۶۴، ۶۱۶۵، ۶۱۶۶، ۶۱۶۷، ۶۱۶۸، ۶۱۶۹، ۶۱۷۰، ۶۱۷۱، ۶۱۷۲، ۶۱۷۳، ۶۱۷۴، ۶۱۷۵، ۶۱۷۶، ۶۱۷۷، ۶۱۷۸، ۶۱۷۹، ۶۱۸۰، ۶۱۸۱، ۶۱۸۲، ۶۱۸۳، ۶۱۸۴، ۶۱۸۵، ۶۱۸۶، ۶۱۸۷، ۶۱۸۸، ۶۱۸۹، ۶۱۹۰، ۶۱۹۱، ۶۱۹۲، ۶۱۹۳، ۶۱۹۴، ۶۱۹۵، ۶۱۹۶، ۶۱۹۷، ۶۱۹۸، ۶۱۹۹، ۶۲۰۰، ۶۲۰۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۳، ۶۲۰۴، ۶۲۰۵، ۶۲۰۶، ۶۲۰۷، ۶۲۰۸، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، ۶۲۱۲، ۶۲۱۳، ۶۲۱۴، ۶۲۱۵، ۶۲۱۶، ۶۲۱۷، ۶۲۱۸، ۶۲۱۹، ۶۲۲۰، ۶۲۲۱، ۶۲۲۲، ۶۲۲۳، ۶۲۲۴، ۶۲۲۵، ۶۲۲۶، ۶۲۲۷، ۶۲۲۸، ۶۲۲۹، ۶۲۳۰، ۶۲۳۱، ۶۲۳۲، ۶۲۳۳، ۶۲۳۴، ۶۲۳۵، ۶۲۳۶، ۶۲۳۷، ۶۲۳۸، ۶۲۳۹، ۶۲۴۰، ۶۲۴۱، ۶۲۴۲، ۶۲۴۳، ۶۲۴۴، ۶۲۴۵، ۶۲۴۶، ۶۲۴۷، ۶۲۴۸، ۶۲۴۹، ۶۲۵۰، ۶۲۵۱، ۶۲۵۲، ۶۲۵۳، ۶۲۵۴، ۶۲۵۵، ۶۲۵۶، ۶۲۵۷، ۶۲۵۸، ۶۲۵۹، ۶۲۶۰، ۶۲۶۱، ۶۲۶۲، ۶۲۶۳، ۶۲۶۴، ۶۲۶۵، ۶۲۶۶، ۶۲۶۷، ۶۲۶۸، ۶۲۶۹، ۶۲۷۰، ۶۲۷۱، ۶۲۷۲، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۲۷۵، ۶۲۷۶، ۶۲۷۷، ۶۲۷۸، ۶۲۷۹، ۶۲۸۰، ۶۲۸۱، ۶۲۸۲، ۶۲۸۳، ۶۲۸۴، ۶۲۸۵، ۶۲۸۶، ۶۲۸۷، ۶۲۸۸، ۶۲۸۹، ۶۲۹۰، ۶۲۹۱، ۶۲۹۲، ۶۲۹۳، ۶۲۹۴، ۶۲۹۵، ۶۲۹۶، ۶۲۹۷، ۶۲۹۸، ۶۲۹۹، ۶۳۰۰، ۶۳۰۱، ۶۳۰۲، ۶۳۰۳، ۶۳۰۴، ۶۳۰۵، ۶۳۰۶، ۶۳۰۷، ۶۳۰۸، ۶۳۰۹، ۶۳۱۰، ۶۳۱۱، ۶۳۱۲، ۶۳۱۳، ۶۳۱۴، ۶۳۱۵، ۶۳۱۶، ۶۳۱۷، ۶۳۱۸، ۶۳۱۹، ۶۳۲۰، ۶۳۲۱، ۶۳۲۲، ۶۳۲۳، ۶۳۲۴، ۶۳۲۵، ۶۳۲۶، ۶۳۲۷، ۶۳۲۸، ۶۳۲۹، ۶۳۳۰، ۶۳۳۱، ۶۳۳۲، ۶۳۳۳، ۶۳۳۴، ۶۳۳۵، ۶۳۳۶، ۶۳۳۷، ۶۳۳۸، ۶۳۳۹، ۶۳۴۰، ۶۳۴۱، ۶۳۴۲، ۶۳۴۳، ۶۳۴۴، ۶۳۴۵، ۶۳۴۶، ۶۳۴۷، ۶۳۴۸، ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۳۵۱، ۶۳۵۲، ۶۳۵۳، ۶۳۵۴، ۶۳۵۵، ۶۳۵۶، ۶۳۵۷، ۶۳۵۸، ۶۳۵۹، ۶۳۶۰، ۶۳۶۱، ۶۳۶۲، ۶۳۶۳، ۶۳۶۴، ۶۳۶۵، ۶۳۶۶، ۶۳۶۷، ۶۳۶۸، ۶۳۶۹، ۶۳۷۰، ۶۳۷۱، ۶۳۷۲، ۶۳۷۳، ۶۳۷۴، ۶۳۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۶۳۷۸، ۶۳۷۹، ۶۳۸۰، ۶۳۸۱، ۶۳۸۲، ۶۳۸۳، ۶۳۸۴، ۶۳۸۵، ۶۳۸۶، ۶۳۸۷، ۶۳۸۸، ۶۳۸۹، ۶۳۹۰، ۶۳۹۱، ۶۳۹۲، ۶۳۹۳، ۶۳۹۴، ۶۳۹۵، ۶۳۹۶، ۶۳۹۷، ۶۳۹۸، ۶۳۹۹، ۶۴۰۰، ۶۴۰۱، ۶۴۰۲، ۶۴۰۳، ۶۴۰۴، ۶۴۰۵، ۶۴۰۶، ۶۴۰۷، ۶۴۰۸، ۶۴۰۹، ۶۴۱۰، ۶۴۱۱، ۶۴۱۲، ۶۴۱۳، ۶۴۱۴، ۶۴۱۵، ۶۴۱۶، ۶۴۱۷، ۶۴۱۸، ۶۴۱۹، ۶۴۲۰، ۶۴۲۱، ۶۴۲۲، ۶۴۲۳، ۶۴۲۴، ۶۴۲۵، ۶۴۲۶، ۶۴۲۷، ۶۴۲۸، ۶۴۲۹، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۶۴۳۲، ۶۴۳۳، ۶۴۳۴، ۶۴۳۵، ۶۴۳۶، ۶۴۳۷، ۶۴۳۸، ۶۴۳۹، ۶۴۴۰، ۶۴۴۱، ۶۴۴۲، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۶۴۴۵، ۶۴۴۶، ۶۴۴۷، ۶۴۴۸، ۶۴۴۹، ۶۴۵۰، ۶۴۵۱، ۶۴۵۲، ۶۴۵۳، ۶۴۵۴، ۶۴۵۵، ۶۴۵۶، ۶۴۵۷، ۶۴۵۸، ۶۴۵۹، ۶۴۶۰، ۶۴۶۱، ۶۴۶۲، ۶۴۶۳، ۶۴۶۴، ۶۴۶۵، ۶۴۶۶، ۶۴۶۷، ۶۴۶۸، ۶۴۶۹، ۶۴۷۰، ۶۴۷۱، ۶۴۷۲، ۶۴۷۳، ۶۴۷۴، ۶۴۷۵، ۶۴۷۶، ۶۴۷۷، ۶۴۷۸، ۶۴۷۹، ۶۴۸۰، ۶۴۸۱، ۶۴۸۲، ۶۴۸۳، ۶۴۸۴، ۶۴۸۵، ۶۴۸۶، ۶۴۸۷، ۶۴۸۸، ۶۴۸۹، ۶۴۹۰، ۶۴۹۱، ۶۴۹۲، ۶۴۹۳، ۶۴۹۴، ۶۴۹۵، ۶۴۹۶، ۶۴۹۷، ۶۴۹۸، ۶۴۹۹، ۶۵۰۰، ۶۵۰۱، ۶۵۰۲، ۶۵۰۳، ۶۵۰۴، ۶۵۰۵، ۶۵۰۶، ۶۵۰۷، ۶۵۰۸، ۶۵۰۹، ۶۵۱۰، ۶۵۱۱، ۶۵۱۲، ۶۵۱۳، ۶۵۱۴، ۶۵۱۵، ۶۵۱۶، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸، ۶۵۱۹، ۶۵۲۰، ۶۵۲۱، ۶۵۲۲، ۶۵۲۳، ۶۵۲۴، ۶۵۲۵، ۶۵۲۶، ۶۵۲۷، ۶۵۲۸، ۶۵۲۹، ۶۵۳۰، ۶۵۳۱، ۶۵۳۲، ۶۵۳۳، ۶۵۳۴، ۶۵۳۵، ۶۵۳۶، ۶۵۳۷، ۶۵۳۸، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۴۱، ۶۵۴۲، ۶۵۴۳، ۶۵۴۴، ۶۵۴۵، ۶۵۴۶، ۶۵۴۷، ۶۵۴۸، ۶۵۴۹، ۶۵۵۰، ۶۵۵۱، ۶۵۵۲، ۶۵۵۳، ۶۵۵۴، ۶۵۵۵، ۶۵۵۶، ۶۵۵۷، ۶۵۵۸، ۶۵۵۹، ۶۵۶۰، ۶۵۶۱، ۶۵۶۲، ۶۵۶۳، ۶۵۶۴، ۶۵۶۵، ۶۵۶۶، ۶۵۶۷، ۶۵۶۸، ۶۵۶۹، ۶۵۷۰، ۶۵۷۱، ۶۵۷۲، ۶۵۷۳، ۶۵۷۴، ۶۵۷۵، ۶۵۷۶، ۶۵۷۷، ۶۵۷۸، ۶۵۷۹، ۶۵۸۰، ۶۵۸۱، ۶۵۸۲، ۶۵۸۳، ۶۵۸۴، ۶۵۸۵، ۶۵۸۶، ۶۵۸۷، ۶۵۸۸، ۶۵۸۹، ۶۵۹۰، ۶۵۹۱، ۶۵۹۲، ۶۵۹۳، ۶۵۹۴، ۶۵۹۵، ۶۵۹۶، ۶۵۹۷، ۶۵۹۸، ۶۵۹۹، ۶۶۰۰، ۶۶۰۱، ۶۶۰۲، ۶۶۰۳، ۶۶۰۴، ۶۶۰۵، ۶۶۰۶، ۶۶۰۷، ۶۶۰۸، ۶۶۰۹، ۶۶۱۰، ۶۶۱۱، ۶۶۱۲، ۶۶۱۳، ۶۶۱۴، ۶۶۱۵، ۶۶۱۶، ۶۶۱۷، ۶۶۱۸، ۶۶۱۹، ۶۶۲۰، ۶۶۲۱، ۶۶۲۲، ۶۶۲۳، ۶۶۲۴، ۶۶۲۵، ۶۶۲۶، ۶۶۲۷، ۶۶۲۸، ۶۶۲۹، ۶۶۳۰، ۶۶۳۱، ۶۶۳۲، ۶۶۳۳، ۶۶۳۴، ۶۶۳۵، ۶۶۳۶، ۶۶۳۷، ۶۶۳۸، ۶۶۳۹، ۶۶۴۰، ۶۶۴۱، ۶۶۴۲، ۶۶۴۳، ۶۶۴۴، ۶۶۴۵، ۶۶۴۶، ۶۶۴۷، ۶۶۴۸، ۶۶۴۹، ۶۶۵۰، ۶۶۵۱، ۶۶۵۲، ۶۶۵۳، ۶۶۵۴، ۶۶۵۵، ۶۶۵۶، ۶۶۵۷، ۶۶۵۸، ۶۶۵۹، ۶۶۶۰، ۶۶۶۱، ۶۶۶۲، ۶۶۶۳، ۶۶۶۴، ۶۶۶۵، ۶۶۶۶، ۶۶۶۷، ۶۶۶۸، ۶۶۶۹، ۶۶۷۰، ۶۶۷۱، ۶۶۷۲، ۶۶۷۳، ۶۶۷۴، ۶۶۷۵، ۶۶۷۶، ۶۶۷۷، ۶۶۷۸، ۶۶۷۹، ۶۶۸۰، ۶۶۸۱، ۶۶۸۲، ۶۶۸۳، ۶۶۸۴، ۶۶۸۵، ۶۶۸۶، ۶۶۸۷، ۶۶۸۸، ۶۶۸۹، ۶۶۹۰، ۶۶۹۱، ۶۶۹۲، ۶۶۹۳، ۶۶۹۴، ۶۶۹۵، ۶۶۹۶، ۶۶۹۷، ۶۶۹۸، ۶۶۹۹، ۶۷۰۰، ۶۷۰۱، ۶۷۰۲، ۶۷۰۳، ۶۷۰۴، ۶۷۰۵، ۶۷۰۶، ۶۷۰۷، ۶۷۰۸، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۷۱۲، ۶۷۱۳، ۶۷۱۴، ۶۷۱۵، ۶۷۱۶، ۶۷۱۷، ۶۷۱۸، ۶۷۱۹، ۶۷۲۰، ۶۷۲۱، ۶۷۲۲، ۶۷۲۳، ۶۷۲۴، ۶۷۲۵، ۶۷۲۶، ۶۷۲۷، ۶۷۲۸، ۶۷۲۹، ۶۷۳۰، ۶۷۳۱، ۶۷۳۲، ۶۷۳۳، ۶۷۳۴، ۶۷۳۵، ۶۷۳۶، ۶۷۳۷، ۶۷۳۸، ۶۷۳۹، ۶۷۴۰، ۶۷۴۱، ۶۷۴۲، ۶۷۴۳، ۶۷۴۴، ۶۷۴۵، ۶۷۴۶، ۶۷۴۷، ۶۷۴۸، ۶۷۴۹، ۶۷۵۰، ۶۷۵۱، ۶۷۵۲، ۶۷۵۳، ۶۷۵۴، ۶۷۵۵، ۶۷۵۶، ۶۷۵۷، ۶۷۵۸، ۶۷۵۹، ۶۷۶۰، ۶۷۶۱، ۶۷۶۲، ۶۷۶۳، ۶۷۶۴، ۶۷۶۵، ۶۷۶۶، ۶۷۶۷، ۶۷۶۸، ۶۷۶۹، ۶۷۷۰، ۶۷۷۱، ۶۷۷۲، ۶۷۷۳، ۶۷۷۴، ۶۷۷۵، ۶۷۷۶، ۶۷۷۷، ۶۷۷۸، ۶۷۷۹، ۶۷۸۰، ۶۷۸۱، ۶۷۸۲، ۶۷۸۳، ۶۷۸۴، ۶۷۸۵، ۶۷۸۶، ۶۷۸۷، ۶۷۸۸، ۶۷۸۹، ۶۷۹۰، ۶۷۹۱، ۶۷۹۲، ۶۷۹۳، ۶۷۹۴، ۶۷۹۵، ۶۷۹۶، ۶۷۹۷، ۶۷۹۸، ۶۷۹۹، ۶۸۰۰، ۶۸۰۱، ۶۸۰۲، ۶۸۰۳، ۶۸۰۴، ۶۸۰۵، ۶۸۰۶، ۶۸۰۷، ۶۸۰۸، ۶۸۰۹،



## طب سے ناواقف شخص کے لیے لوگوں کا علاج کرنا مباح نہیں

ابوداؤد نسائی اور دارقطنی نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود مرفوعاً روایت کیا ہے: جس شخص نے طب کا علم حاصل کیے بغیر علاج کیا وہ ضامن ہے۔ ابو نعیم کی روایت میں ہے جس نے علاج کیا حالانکہ وہ اس کا ماہر نہیں پھر کوئی جان چلی گئی یا اس سے کم نقصان ہوا تو وہ ضامن ہے۔<sup>۹۰۶</sup>

ابن طرحان نے کہا ہے: اس حدیث میں احتیاط اور لوگوں کی جانوں کی حفاظت ہے اور یہ حدیث شرعی حکم کے ساتھ سیاسی حکم پر مبنی ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص علاج معالجہ کا ماہر نہ ہو اس کی پریکٹس نہ رکھتا ہو ماہرین طب کے ساتھ مشاورت نہ کرتا ہو اگر اس کے علاج سے کوئی شخص مر جائے تو معالج ضامن ہوگا۔

## دورِ حاضر میں محکمہ صحت کی طرف سے احتیاطی تدابیر

صحیحین وغیرہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب کسی علاقہ میں وبا ہو اور تم وہیں ہو تو اس علاقہ سے فرار نہ اختیار کرو اور جب تم سنو کہ فلاں علاقہ میں وبا ہے تو وہاں نہ جاؤ۔<sup>۹۰۷</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حدیث کی وجہ سے شام کی طرف اپنے سفر سے واپس آ گئے تھے آپ کو وہاں وبا کے متعلق بتایا گیا آپ نے اللہ کی حمد کی اور واپس آ گئے۔

ابن طرحان نے کہا ہے: طاعون والی زمین میں جانے سے رسول اللہ ﷺ کی ممانعت میں دو فائدے ہیں:

(۱) تاکہ تندرست آدمی بیماری کے جراثیم سے آلودہ فضا سے دور رہے اور بیماری سے محفوظ رہے۔

(۲) اس مرض میں مبتلا لوگوں سے دور رہے تاکہ ان کے لیے مزید مصیبت کا باعث نہ بنے۔

نبی ﷺ نے مروی ہے آپ نے فرمایا: متعدی امراض والے مریض کے ساتھ رہنے میں ہلاکت ہے۔<sup>۹۰۸</sup> حدیث مبارکہ میں ”قرف“ کا لفظ آیا ہے اس کی تفسیر بیمار سے زیادہ میل جول اور اس کے قرب سے کی گئی ہے۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ ”وبا والے علاقہ میں نہ جاؤ“ ہلاکت میں پڑنے کی ممانعت کو ثابت کرتا ہے۔

ابوداؤد میں حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے قریب سرزمین ابنین ہے (یعنی کے نواح میں ساحل سمندر کی طرف ایک بستی ہے) یہ ہماری کاشت کاری اور کھجوروں کی زمین ہے اور ہمارے غلہ کی تجارت کا مرکز ہے اور یہ کثیر الوبا جگہ ہے یا کہا: اس کی وبا شدید

<sup>۹۰۶</sup> حسن حدیث۔ ابوداؤد: ۳۵۸۶، نسائی ج ۸ ص ۵۲-۵۳، ابن ماجہ: ۳۳۶۶، دارقطنی ج ۳ ص ۲۱۶، از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود۔

<sup>۹۰۷</sup> بخاری: ۵۷۲۹، مسلم: ۲۲۱۹، از عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔

<sup>۹۰۸</sup> ضعیف الاسناد۔ ابوداؤد: ۳۹۲۳، از طریق یحییٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ، اس میں یحییٰ بن عبد اللہ اور فروہ بن مسیک کے درمیان مجہول راوی ہے۔ (ضعیف سنن ابی داؤد: ۸۴۶) از البانی۔

ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ بیماری کو گلے سے لگانا اور خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

علامہ خطابی اور ابن اثیر کہتے ہیں: اس کا تعلق بدقالی اور چھوت چھات سے نہیں بلکہ اس کا تعلق طب سے ہے کیونکہ پاکیزہ فضا اور ہوا جسم کی صحت و تندرستی کے لیے سب سے زیادہ مددگار ہوتی ہے اور آب و ہوا کا فساد اطباء کے نزدیک جسم کے لیے سب سے زائد اور جلد ضرر رساں ہے اور یہ سب اللہ کی مشیت اور اس کے اذن پر مبنی ہے۔

ابونعیم نے طب نبوی میں اسی سے متعلق ایک حدیث روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ کی کسی زوجہ محترمہ کی آنکھیں دکھتیں آپ اس کے پاس تشریف نہ لاتے تا آنکہ ان کی آنکھیں صحیح ہو جاتیں۔<sup>۹۰۹</sup>

اس سلسلہ میں سلطان ابوالعباس المنصور کا اپنے بیٹے کے نام مکتوب بہت عجیب ہے سلطان نے اپنے بیٹے ابوفارس کو ۱۰۱۱ھ میں خط بھیجا ان کا بیٹا مراکش میں ان کا نائب تھا اس دوران سوس میں وبا پھیل گئی تھی کہ جب تمہارے پاس سوس کے حاکم یا تمہارے خالہ زاد وغیرہ کی طرف سے مکتوب آئے۔ اسے مت پڑھو اور گھر میں نہ لے جاؤ بلکہ اسے اپنے کاتب کے حوالہ کرو وہ اسے پڑھے اور اس کے مضمون سے تمہیں آگاہ کرے چونکہ تمہارا کاتب تمہاری مجلس میں آتا ہے تمہارے ساتھ میل ملاقات رکھتا ہے اس لیے اسے کہو کہ وہ مکتوب کو کھولنے سے پہلے اسے تیز سرکہ میں ڈبوئے پھر اس کو پھیلا کر خشک کرے تب اسے پڑھے اور اس کے مندرجات سے تمہیں آگاہ کرے کیونکہ سوس سے تمہارے نام آنے والے خطوط اس قدر خفیہ نہیں ہوتے کہ ان کو تمہارے کاتب جیسے افراد سے چھپانا ضروری ہو۔

اہل یورپ کا وبا سے تحفظ کے لیے اب یہی معمول ہے وہ اس کو قرنطینہ کہتے ہیں اس کا مقصد بیماریوں سے بچاؤ اور صحت کی حفاظت ہے تونس کے دو علماء ابو عبد اللہ محمد المناعی المالکی اور شیخ ابو عبد اللہ محمد بیرم الحنفی کے درمیان اس کی اباحت اور حصر کے بارے میں مباحثہ ہوا۔ اول الذکر نے اس کی حرمت میں اور موخر الذکر نے اس کے جواز میں کتاب لکھی علامہ محمد بیرم نے اس پر کتاب و سنت کی نصوص سے استدلال کیا ہے۔

(رحلۃ الشیخ رفاعۃ الطھطاوی لہاریز)

”ارشاد الساری“ میں سورۃ النساء کی آیت کریمہ ”حُذُوا جُنُوحَكُمْ“ (النساء: ۱۷) کی تفسیر میں لکھا ہے: یہ آیت کریمہ ایسی تمام اشیاء سے پرہیز پر دلالت کرتی ہے جن میں نقصان کا خدشہ ہو۔<sup>۹۱۰</sup> اس سے معلوم ہوا کہ دواء سے علاج و با سے احتراز اور گرنے پر مائل دیوار کے نیچے بیٹھنے سے پرہیز لازم ہے۔

”الاستقصاء فی النازلۃ“ کے مؤلف نے اس احتیاط اور پرہیز کو اس امر سے مقید کیا ہے کہ جب ان میں شرعی طور پر خرابی لازم نہ آتی ہو۔ واللہ اعلم

نوٹ: خواتین نرسوں کے بارے میں آنکھوں قسم کے آخر میں نفیس روایات ملاحظہ کریں۔

۹۰۹ مجھے اس حدیث کی سند نہیں ملی ابونعیم کی ”الطب النبوی“ پھر شائع نہیں ہوئی۔

۹۱۰ اس آیت میں صاحب ارشاد الساری کی دلیل نہیں حافظ ابن کثیر نے ”تفسیر“ ج ۱ ص ۴۶۵ میں کہا ہے: اس میں اسلحہ سازی اور راہ خدا میں جہاد کے ذریعہ دشمنوں کو خوف زدہ کرنا مراد ہے۔

## دانش ور، طبیب، فلسفی

”الاصابہ“ میں ابرہہ بن شریل بن ابرہہ بن صباح الاصبیحی الحمری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں الرشاطی کی ”الانساب“ سے نقل کیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھا دی یہ شام کے دانشوروں میں شمار ہوتے تھے<sup>۹۱۱</sup>

الہمدانی نے اسے ”النسب“ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی احادیث روایت کرتے تھے۔ حافظ ذہبی نے بھی ”التجريد“ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ حافظ قطب الدین نے یہ زیادہ کیا ہے کہ آپ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ حافظ ابن حجر نے مشہور دانش ور انثم بن صفی التمیمی کا تذکرہ لکھا ہے اور ابن عبد البر کے ان کا ذکر نہ کرنے پر رد کیا ہے<sup>۹۱۲</sup>۔

اور رسول اللہ ﷺ کی ان سے خط و کتابت ذکر کی ہے اور خطیب سے نقل کیا ہے کہ وہ حکمت اور بلاغت سے متصف تھے۔

”الاصابہ“ میں الحکم بن سعید بن العاص کے تذکرہ میں مسند سراج سے منقول ہے کہ حکم حکمت کی تعلیم دیتے تھے<sup>۹۱۳</sup>۔ نیز ”الاصابہ“ میں عرب کے دانش ور غیلان بن سلمہ النقفی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ملاحظہ کریں۔

”الشفاء“ پر ابن التلمسانی کے حواشی میں ہے کہ غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ کسریٰ کے پاس گئے اور وہاں عجیب و غریب واقعہ ہوا ایک روز کسریٰ نے ان سے پوچھا: تجھے اپنا کون سا بچہ زیادہ محبوب ہے؟ غیلان نے جواب دیا: کم سن یہاں تک کہ بڑا ہو جائے اور بیمار حتیٰ کہ تندرست ہو جائے اور غائب تا آنکہ وہ واپس لوٹ آئے۔ کسریٰ نے اس سے کہا: تم اور اس قسم کی گفتگو یہ تو دانش وروں کی گفتگو ہے اور تم گنوار اکھڑ تند مزاج قوم کے فرد ہو جن میں دانش وری نہیں ہے تم کیا کھاتے ہو؟ کہا: گندم کی روٹی، کسریٰ نے کہا: یہ عقل گندم کی روٹی کا عطیہ ہے دودھ اور کھجور کا شہرہ نہیں۔ آپ شاعر بھی تھے غزوہ طائف کے موقع پر مسلمان ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔

حافظ برہان الدین الحلی نے ”نور النبراس“ میں خطیب سے مرفوعاً روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات تمہارے پاس دانش مند آدمی آئے گا پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آ گئے۔ یہ روایت ”مسند احمد“ میں ہے<sup>۹۱۴</sup>۔

۹۱۱ الاصابہ ج ۱ ص ۱۶ رقم ۱۳۔ بحوالہ الرشاطی بلا اسناد۔

۹۱۲ اسوی ”المغازی“ از عم خود از عبد اللہ بن زیاد۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۱۱۱ رقم ۳۸۵) حافظ ابن حجر نے کہا: عبد اللہ بن زیاد کا شمار متروکین میں ہوتا ہے۔

۹۱۳ بہ سبب مجاہل ضعیف روایت۔ سراج ”مسند“ از ابوالسائب۔۔۔۔۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۳۳۵ رقم ۱۷۷۷)۔

۹۱۴ بڑی تلاش کے باوجود مجھے مسند احمد میں یہ حدیث نہیں ملی۔ بیٹھی نے بھی ”مجمع الزوائد“ میں اسے ذکر نہیں کیا۔

ابونعیم نے کتاب معرفۃ الصحابہ میں اور ابو موسیٰ المدینی نے احمد بن ابی الحواری کی حدیث میں ذکر کیا ہے انہوں نے کہا: مجھ سے علقمہ بن یزید بن سوید الازدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھ سے میرے والد نے میرے والد سے سوید بن الحارث رضی اللہ عنہ نے روایت کیا انہوں نے بیان کیا: میرے سمیت میری قوم کا سات رکنی وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ہماری ہیئت اور وقار و تمکنت پسند فرمایا آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ ہم نے کہا: ہم مؤمن ہیں نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ہر قول کی حقیقت ہو ہے تمہارے قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ ہم نے کہا: ہم میں پندرہ خصلتیں ہیں پانچ وہ ہیں جن پر آپ قاصدوں نے ہمیں ایمان لانے کا حکم دیا ہے پانچ وہ ہیں جن پر آپ نے ہمیں عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے اور پانچ وہ ہیں جن پر ہم دور جاہلیت سے کاربند ہیں ہم ان پر عمل پیرا رہیں گے اگر آپ ان کو ناپسند نہ فرمائیں۔ نبی ﷺ۔ ان سے دریافت فرمایا: وہ کون سے پانچ امور ہیں جن کا میرے قاصدوں نے تمہیں حکم دیا ہے؟ انہوں نے ایمان اسلام کے قواعد بیان کیے آپ نے فرمایا: وہ کون سی پانچ خصلتیں ہیں جن پر تم دور جاہلیت سے کاربند ہو؟ ہم عرض کیا: (۱) راحت میں شکر (۲) مصیبت میں صبر (۳) قضاء پر رضا (۴) بوقت مقابلہ ثابت قدمی (۵) دشمنوں کے مصائب پر خوش نہ ہونا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: دانا ہو عالم ہو اپنے عقل سلیم کی وجہ سے مقام نبوت کو سمجھ ہو پھر ارشاد فرمایا: میں تمہیں مزید پانچ باتیں بتاتا ہوں تاکہ تمہارے بیس خصائل مکمل ہوں اگر تم اپنے بیان کے خصائل پر کاربند ہو تو (۱) جس چیز کو کھانا نہ ہو اس کو جمع نہ کرو (۲) جس میں رہائش نہ رکھنی ہو اس کی تعمیر نہ کرو (۳) جس چیز کو کل چھوڑ کر جانے والے ہو اس پر حسد نہ کرو (۴) اس اللہ سے ڈرو جس کی طرف لوٹ کر جانا جس کے سامنے پیش ہونا ہے (۵) اور اس چیز کی طرف رغبت کرو جس کی طرف جانا اور جس میں ہمیشہ رہنا ہے۔ یہ لوگ واپس چلے گئے آپ کی وصیت کو محفوظ رکھا اور اس پر عمل پیرا رہے۔<sup>۹۱۵</sup>

”المغنی“ میں العراقی نے کہا ہے: اسے ابونعیم نے الحلیہ میں بیہقی نے الزہد میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اسناد ضعیف کے ساتھ حضرت سوید بن الحارث رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

”مشیحۃ الانصاری“ میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ادباء علماء اور حکماء اپنے صدق کی وجہ سے مقام نبوت کے قریب ہیں۔<sup>۹۱۶</sup>

۹۱۵ موضوع روایت۔ کیونکہ علقمہ بن یزید بن سوید کے متعلق ”المیزان“ (ج ۳ ص ۱۰۸ رقم ۵۷۶۲) میں علامہ ذہبی نے کہا ہے: مجھ سے ہے منکر روایات لاتا ہے جن سے استدلال نہیں ہوتا۔

حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ (ج ۲ ص ۹۸ رقم ۳۵۹۵) میں سوید بن الحارث کے تذکرہ میں ابو احمد العسکری کی نسبت سے یہ روایت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ رشاطی اور ابن عساکر نے دو اور طرق سے اسے احمد بن ابی الحواری سے نقل کیا ہے اسے ابوسعید خدری نے بھی ”شرف المصطفیٰ“ میں ایک اور طریق سے احمد بن عبد الحواری سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں اس روایت کو ابن القیم نے ”زاد المعاد“ (ج ۳ ص ۶۷۲) میں ابونعیم کی ”کتاب معرفۃ الصحابہ“ اور حافظ ابو موسیٰ المدینی کے حوالہ سے مصنف کے بیان کردہ اسناد سے ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: یہ حدیث ابو نعیم کی ”کتاب المعرفة“ میں ابوسلیمان الدارانی کے طریق سے شام کے ایک زاہد سے جس کا انہوں نے نام لیا تھا از والد خود از جد خود سوید مروی ہے۔

ذہبی نے ”المیزان“ میں کہا ہے: علقمہ بن یزید بن سوید از والد خود از جد خود غیر معروف ہے اس کی خبر منکر ہے اس سے روایت نہیں کی جاتی۔

مؤلف کہتے ہیں: اگرچہ الاحیاء کے شارح نے اسے برقرار رکھا ہے اس میں افراط ہے۔ صواب ”المغنی“ میں عراقی کا قول ہے۔ الحلیہ میں یہ حدیث ابوسلیمان الدارانی کے تذکرہ میں ہے۔ زرقانی نے ”شرح المواہب“ میں ارشاد گرامی ”دانا ہو عالم ہو“ پر کہا ہے: حضور ﷺ نے حکمت و دانائی کو علم پر مقدم کیا ہے کیونکہ حکمت و دانائی کا تعلق ان کے کمال عقل سے ہے اور علم حسن کی قبیح سے معرفت کا ذریعہ ہے۔

طبرانی نے اوسط میں شرح بن عبید الحضری سے مرسل روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کا دانا (حکیم) عویر (رضی اللہ عنہ) ہے۔<sup>۹۱۷</sup> یہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ ان کے بارے میں ایک اور روایت میں ہے ”ہر امت کا حکیم ہے اور اس امت کا حکیم (دانش ور) ابوالدرداء ہے۔“ القادوسی نے ”الذهب الابریز“ میں کہا ہے: اس کا مطلب ہے حکمت کا عالم۔<sup>۹۱۸</sup>

”الاستبصار فی انساب الانصار“ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں آپ کے پُر از حکمت مشہور اقوال ذکر کیے ہیں: دنیا گدلی ہے اس سے ڈرنے والے ہی نجات پاتے ہیں اس میں اللہ کی قدرت کی علامات ہیں جاہل دنیا کے پیچھے لگتے ہیں اور صاحب علم اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں اس کی علامات یہ ہیں کہ یہ مشتمہات سے ڈھانپی گئی ہے حرص و ہوس کے پجاری اس میں دھنس اور پھنس جاتے ہیں پھر آفات و مصائب کا سامنا کرتے ہیں نصیحت حاصل کرنے والے اس سے نفع اندوز ہوتے ہیں اس کے حلال میں بیماریوں کی آمیزش ہے اور اس کے حرام کے ساتھ بد انجامی منسلک ہے دنیا دار مشقت میں اور مفلس تھکاوٹ میں مبتلا ہوتا ہے۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: ہمیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی ملا ہے کہ: مسکین دنیا دار کھاتے ہیں ہم بھی کھاتے ہیں وہ پیتے ہیں ہم بھی پیتے ہیں ان کے پاس زائد اموال ہوتے ہیں وہ ان کی نگرانی کرتے ہیں ہم بھی ان کے ساتھ دیکھتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا ان پر اس کا حساب ہوگا اور ہم اس سے بری الذمہ ہوں گے۔

”المواہب الفتحیة فی علوم اللغة العربیة“ (ج ۱ ص ۱۹۲) میں ہے جو شخص اہل عرب کے احوال اور اخلاق میں غور کرے گا اس کی سمجھ میں یہ بات یقیناً آ جائے گی اہل عرب میں سید الانبیاء ﷺ کا ان کے سوا میں مبعوث نہ ہونا انوکھی چیز نہیں ایسے ہی اس پر یہ واضح ہوگا کہ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اہل عرب دور جاہلیت میں فلسفہ سے ناواقف تھے باطل قول ہے۔ کیونکہ ان کے اقوال اور احوال کی تلاش اور کھوج کے دوران ان کے ایسے پر حکمت اقوال ملتے ہیں جن سے حکماء کی عقلیں حواس باختہ ہو جاتی ہیں۔

<sup>۹۱۷</sup> مرسل ضعیف روایت۔ طبرانی ”الاوسط“ مجھے ”الاوسط“ اور ”مجمع الزوائد“ میں یہ حدیث نہیں ملی۔ بسوی فی زغلول نے ”موسوعة اطراف

الحديث“ میں اسے ”کنز العمال“ (حدیث: ۳۳۵۰۸) کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

<sup>۹۱۸</sup> بسوی فی زغلول ”موسوعة اطراف الحديث“ بحوالہ ”کنز العمال“: ۳۳۵۰۷۔

صدر الشیرازی وغیرہ محققین نے ثابت کیا ہے کہ علوم عقلیہ یا سیاسیہ عمرانیہ کا صحیح فلسفہ کتاب و سنت کے خلاف نہیں، ابتدائی دور میں اس کو مخالف قرار دینے کی وجہ یہ تھی کہ اس کو غلط سمجھا گیا اور اس کا غلط ترجمہ کیا گیا، جو نہی اس کی صحیح ترجمانی ہوئی، دونوں میں موافقت پائی گئی۔

## نجومیوں کا بیان

”الاصابہ“ میں ربیع بن زیاد الحارثی کے تذکرہ میں ہے جناب حسن بصری ان کے کاتب (محرر، کلرک) تھے انہوں نے کہا: ان کے دور میں علم نجوم میں عرب و عجم میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا، ان سے فیصلہ کرنے پر اصرار کیا جاتا تو وہ ستاروں سے حساب لگا کر فیصلہ کرتے تھے۔<sup>۹۱۹</sup>

تونس میں محکمہ خط و کتابت (دیوان انشاء) کے ڈائریکٹر شیخ حسین خوجہ نے اپنی کتاب ”بشائر الایمان فی فتوحات آل عثمان“ کے تتمہ میں تونس کے علامہ شیخ قوسم بن علی مؤلف ”سمط اللالی“ کے تذکرہ میں کہا ہے: ان کے ایک رسالہ کا نام ہے: ”اصابة الغرض فی الرد علی من اعترض“ اس کا موضوع وقت اور ستارے ہیں اور یہ بیان کیا ہے کہ اس کی سنت میں اصل ہے، پھر اس میں ان آثار کو ذکر کیا ہے۔<sup>۹۲۰</sup> (ص ۱۰۳)

## قیافہ شناس

”الاصابہ“ میں مجرز المدلجی الکلتانی کے تذکرہ میں ہے کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں: نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں نے آپ کو بہت خوش دیکھا، آپ کا چہرہ چمک رہا تھا، آپ نے فرمایا: مجرز المدلجی نے ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید کو دیکھ کر کہا: یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں۔<sup>۹۲۱</sup>

ابن قتیبہ کی روایت میں ہے مجرز حضرت زید اور اسامہ کے پاس سے گزرا، انہوں نے اپنے سروں کو چھپایا ہوا تھا اور ان کے پاؤں ظاہر تھے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: اگر مجرز کافر ہوتے حضور ﷺ شرعی حکم میں اس پر اعتماد نہ کرتے۔

اہل عرب میں علم قیافہ کی دو قسمیں تھیں: (۱) چلنے والے کے قدموں کے نشانات سے استدلال کرنے والے۔ (۲) نسب کی صحت اور بطلان کے لیے جسمانی وضع قطع سے استدلال کرنے والے۔

عربوں میں بعض قبائل اس فن میں بہت مشہور تھے، نشانات قدم اور انسان کے نسب کے بارے میں ان کے

۹۱۹ ۱۱ ص ۵۰۵، ج ۱ ص ۲۵۷، بلا حوالہ۔

۹۲۰ اسلام جادوگری اور نجومی بننے کی نفی کرتا ہے، احادیث صحیحہ میں اس کے جواز کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ احادیث میں جادوگروں اور منجمین کی مذمت کی گئی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ”فتح المجید فی شرح کتاب التوحید“ تالیف علامہ حسن عبد الرحمن، مطبوعہ دار الکتاب العربی۔

۹۲۱ صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۵۵۵-۳۷۳۱-۶۷۷۰، مسلم: ۱۳۵۹، ابوداؤد: ۲۲۶۸، ترمذی: ۲۱۲۹، نسائی: ج ۶ ص ۱۸۳، عبد الرزاق: ۱۳۸۳۶-۱۳۸۳۷، احمد: ج ۶ ص ۸۲-۲۲۶، دار قطنی: ج ۲ ص ۲۴۰، ابن حبان: ۴۱۰۲-۴۱۰۳، از ما نشرہ رضی اللہ عنہا۔



کسی فرد کا قول فیصلہ کن ہوتا تھا، بنو مدج حضرت مجرز کا قبیلہ بھی ان قبائل میں سے تھا۔ علم قیافہ کی دوسری قسم میں بھی وہ قسم اول سے کم نہ تھے ان کے پاس کسی آدمی اور بچے کو اس حال میں لایا جاتا کہ پیروں کے علاوہ ان کا پورا جسم ڈھکا ہوتا اور وہ نسب کا فیصلہ کرتے تھے جیسا کہ مذکورہ بالا قصہ میں ہے۔ شریعت میں قیافہ شناسوں کے فیصلہ کو لغو قرار نہیں دیا، بلکہ نبی ﷺ اس سے راضی ہوئے اور اس کی بات کا اعتبار کر کے بہت خوش ہوئے۔

## مفلوک الحال غیر متاھل فقراء کے لیے رہائش گاہیں اور موجودہ دور کی خانقاہیں

زواہد، زاویہ کی جمع ہے، یہ انزواء یعنی انقباض سے ماخوذ ہے، لوگوں سے الگ گوشہ نشینی اختیار کرنا، یا یہ زاویۃ البیت سے ماخوذ ہے یعنی گھر کا ایسا گوشہ جس میں وہ لوگوں سے دور اور چھپ کر رہے۔ اس کی ابتداء تیسری صدی کے صوفیاء نے کی، تابعین کے دور میں ان کو عباد کہتے تھے۔ گویا یہ اہل صفہ سے منسوب ہیں۔ اصحاب صفہ نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں خود کو عبادات کے لیے وقف کر لیا تھا وہ اہل یا مال کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے ان کو اللہ کے اور مسلمانوں کے مہمان کہا گیا ہے۔ وہ صفہ میں رہتے تاکہ اس کے اوقاف سے رزق پائیں۔ یہ ”بذل الکرامۃ لفقراء المقامۃ“ کے مؤلف کا قول ہے۔

”الخطط“ (ج ۴ ص ۲۹۳) میں تقی المقریزی رقم طراز ہیں کہ زاویوں اور صوفیاء کی قیام گاہوں (رباط) کی اصل سنت میں ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ان فقراء صحابہ کے لیے جو غیر متاھل (غیر شادی شدہ) اور مفلوک الحال مفلس تھے مسجد میں ایک مقام مختص فرمایا تھا جہاں یہ حضرات قیام پذیر ہوتے اور اہل صفہ کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔

صحیح البخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ابتدائے اسلام میں تنگ دستی اور سختی کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ان سے فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلاؤ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں: اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے ان کا گھر بار اور مال متاع نہ تھا نہ وہ کسی کے پاس جاتے تھے جب آپ کے پاس کہیں سے صدقہ آتا وہ ان کی طرف بھیج دیا جاتا، حضور ﷺ اس میں سے خود تناول نہ فرماتے اور جب آپ کے پاس کہیں سے ہدیہ آتا آپ وہ ہدیہ ان کے پاس بھیجتے، آپ خود بھی اس میں سے کچھ لیتے اور ان کو بھی اس میں شریک فرماتے تھے۔<sup>۹۲۲</sup>

مؤلف کہتے ہیں: علامہ الخزاعی نے مختصر سا تذکرہ کیا ہے، میں چاہتا ہوں اصحاب صفہ کے احوال، ان کی تعداد اور ان کے طعام وغیرہ کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کروں، قاضی عیاض نے کہا ہے: صفہ رسول اللہ ﷺ کی

<sup>۹۲۲</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۶۲۳۶-۶۲۵۲، احمد ج ۲ ص ۵۱۵، ترمذی: ۲۴۷۷، ہناد بن السری: ”الزهد“: ۶۳، الفریابی: ”دلائل النبوة“:

۱۶، ابو نعیم: ”الحلیۃ“ ج ۱ ص ۳۳۸-۳۳۹، ابن حبان: ۶۵۳۵، حاکم ج ۳ ص ۱۵-۱۶، بیہقی: ”الدلائل“ ج ۶ ص ۱۰۱-۱۰۲،

ابو الشیخ: ”اخلاق النبی ﷺ“ ص ۷۷-۷۸، بغوی: ۳۳۲۱، ابن حجر: ”تغلیق التعلیق“ ج ۵ ص ۱۶۹-۱۷۰، از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔



مسجد کے پچھلی جانب ایک سائبان تھا، مشہور قول کے مطابق اہل صفہ اسی سے منسوب ہیں۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں: تحویل قبلہ سے پہلے صفہ مسجد کی شمالی جانب تھا، جب تحویل قبلہ ہوئی اہل صفہ کے مقام کی جانب قبلہ کی سمت اونچی دیوار برقرار رہی، حافظ ابن حجر نے کہا ہے: صفہ مسجد نبوی کے آخر میں سائبان تھا، اسے ایسے مسافروں، اجنبیوں کے لیے تیار کیا گیا تھا جن کا کوئی ٹھکانہ ہوتا نہ اہل و عیال، اصحاب صفہ کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی، کوئی شادی کر لیتا یا سفر پر نکل جاتا۔ الحمد، دارقطنی سے نقل کرتے ہیں صفہ مسجد کے پیچھے سائبان تھا۔ ”التوشیح“ میں ہے صفہ نبی ﷺ کے حجروں کے پیچھے ایک سایہ دار جگہ تھی، یہ ان اجنبیوں کی منزل تھی جن کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا نہ اہل و عیال، یہ جگہ مسجد کے آخر میں تھی، اب یہ جگہ مسجد اور حجرہ منیفہ کے مقابل ہے اور صفہ اور حجرہ مبارکہ دونوں مسجد کے اندر ہیں۔

نیز الحمد نے کہا ہے: ابن جبیر نے اپنے سفر نامے میں قباء کے ذکر میں کہا ہے: کمرے کے آخر میں بلند جگہ ہے جسے عرفات کہتے ہیں اس سے صفہ میں داخل ہوتے ہیں، حضرت عمار اور سلمان اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم اصحاب صفہ میں سے ہیں، گویا یہ وہم ہے۔ واللہ اعلم (یعنی صفہ قباء میں نہیں بلکہ مسجد نبوی کے پاس ہے، اسے قباء میں ذکر کرنا وہم ہے)

علامہ سمہودی نے ”الوفاء“ میں کہا ہے: میرا خیال ہے قاضی عیاض کا مذکورہ بالا قول مشہور ترین اور یقینی قول ہے اور ابن جبیر نے ایک مرجوح یا مؤول قول نقل کیا ہے، ممکن ہے بعد ازاں اہل صفہ نے قباء کے علاقہ میں گھر بنا لیے ہوں اور وہ علاقہ دارالصفہ کے نام سے مشہور ہو گیا ہو۔

ابن الجوزی کی ”تلبیس ابلیس“ میں ہے اصحاب صفہ فقراء تھے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے، ان کا گھریار اور مال متاع نہ ہوتا، ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں سائبان بنایا گیا تھا۔

ابونعیم نے ”الحلیۃ“ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں اہل صفہ میں سے تھا جب شام ہوتی ہم رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر حاضر ہوتے تھے، آپ ہر آدمی کو حکم فرماتے، وہ اصحاب صفہ میں سے ایک یا زائد افراد کو اپنے ساتھ (کھانا کھلانے کے لیے) لے جاتا، پھر اصحاب صفہ میں سے دس یا اس سے کم و بیش لوگ باقی رہتے، رسول اللہ ﷺ اپنا رات کو کھانا لاتے اور ان کے ساتھ مل کر تناول فرماتے تھے، جب ہم فارغ ہو جاتے، آپ فرماتے: مسجد میں سو جاؤ۔<sup>۹۲۳</sup>

ابن شبہ نے روایت کیا ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص مدینہ طیبہ میں آتا اگر اس کا کوئی واقف کار اور شناسا ہوتا تو وہ اس کے ہاں ٹھہرتا، جس کا کوئی واقف کار اور شناسا نہ ہوتا، وہ صفہ میں ٹھہرتا تھا۔ میں صفہ میں ٹھہرنے والوں میں سے تھا، میں ایسے دو اشخاص کا ساتھی تھا جن کو ہر روز رسول اللہ ﷺ کی کھجوروں سے دو منہ ملا کرتے تھے۔

۹۲۳ ضعیف روایت۔ ابونعیم ”الحلیۃ“ ج ۱ ص ۳۵۲ از ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ اس کے اسناد میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ضعیف راوی

ابن النجار نے کہا ہے: سیرت نگاروں نے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں نبی ﷺ کے مہمان دیکھے تو کہا: ہم ان مہمانوں کو انصار کے گھرانوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اور ہم آپ کے لیے ہر باغ سے کھجوروں کا خوشہ مقرر کر دیتے ہیں تاکہ آپ کے پاس آنے والے لوگوں کی خوراک کا مسئلہ حل ہو جائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درست ہے جب آپ کے پاس خوشے لائے جاتے آپ ان کو مسجد کے دوستوں کے درمیان بندھی رسی پر لٹکا دیتے اور بیس یا اس سے زائد اصحاب صفہ ان میں سے کھا کر واپس جاتے پھر اور آ جاتے اور اسی طرح کھا کر واپس چلے جاتے جب رات ہوتی تو آپ ان کے لیے اسی طرح خوشے لٹکا دیتے تھے۔<sup>۹۲۳</sup>

امام بخاری نے تقسیم اور مسجد میں خوشے لٹکانے کا عنوان رقم کیا ہے اور اس بارہ میں صریح حدیث ذکر نہیں اور اس حدیث کی طرح اشارہ کیا ہے جسے نسائی نے حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا مسجد میں ردی کھجوروں کا خوشہ لٹکایا گیا تھا آپ اس خوشہ سے تناول فرمانے لگے اور فرمایا: اگر اس صدقہ کا مالک چاہتا تو اس سے اچھا اور بہتر صدقہ کرتا (یہاں معروف صدقہ مراد نہیں کیونکہ صدقہ آپ پر حلال نہ تھا)۔<sup>۹۲۵</sup>

ابونعیم نے ”الدلائل“ میں نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے مساکین کے لیے ہر باغ سے مسجد میں خوشہ لٹکانے کا حکم فرمایا ایک اور روایت میں ہے اس کی حفاظت یا تقسیم پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مقرر تھے۔

(الوفاء ص ۳۲۳)

”الاصابہ“ میں حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کے والد کے تذکرہ میں ہے ابونعیم نے ”الدلائل“ میں نقل کیا ہے انہوں نے بیان کیا: ہم صفہ میں تھے ہم بیس افراد تھے ہم کو بھوک لگی اور میں اپنے ساتھیوں میں سب سے کم سن تھا انہوں نے مجھے نبی ﷺ کے پاس بھیجا میں ان کی طرف سے بھوک کی شکایت لے کر گیا۔

”المواہب“ میں ہے نبی ﷺ اصحاب صفہ کو رات کو بلاتے اور ان کو اپنے صحابہ پر بانٹ دیتے (کہ وہ ان کو ساتھ لے جائیں اور کھانا کھلائیں) ایک گروہ آپ کے پاس باقی رہتا تھا۔<sup>۹۲۶</sup> زرقانی کہتے ہیں: آپ مواسات اور مہربانی کے طور پر ایسا کرتے تھے۔

حدیث میں ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے خادم طلب کیا تو آپ نے فرمایا: میں تم کو خادم نہیں دوں گا در انحالیکہ میں اہل صفہ کو چھوڑ دوں جن کے پیٹ (بھوک کی وجہ سے) کمر سے لگ چکے ہیں۔<sup>۹۲۷</sup>

العقبانی کی ”تحفة الناظر“ میں ہے عزالدین نے کہا ہے: مسجد میں ان ضعفاء کو رات گزارنے کی اجازت دی گئی جو اس کی حرمت کو پائمال نہ کریں اصحاب صفہ مسجد کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے وہاں رات گزارتے تھے۔

۹۲۳ ابن النجار اسنادنا معلوم۔

۹۲۵ صحیح حدیث۔ ابوداؤد: ۱۶۰۸ نسائی ج ۵ ص ۳۳-۳۴ ابن ماجہ: ۱۸۲۱ از عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ۔

۹۲۶ ابونعیم ”الحلیۃ“ ج ۱ ص ۳۵۲ از ابوذر رضی اللہ عنہ ضعیف روایت۔

۹۲۷ صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۷۰۵ مسلم: ۴۷۲۷ (۸۰) احمد ج ۱ ص ۱۳۶ ترمذی: ۳۴۰۸-۳۴۰۹ نسائی ”عشرة النساء“: ۲۹۰ عبد اللہ بن احمد ”زوائد المسند“ ج ۱ ص ۱۲۳ ابن حبان: ۶۹۲۱-۶۹۲۲ از علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

ابن التمسانی نے ”الشفاء“ پر ”الكشاف“ سے نقل کیا ہے اصحاب صفہ تقریباً چار سو قریشی مہاجرین تھے ان کا مدینہ طیبہ میں مسکن اور خاندان نہ تھا۔ وہ مسجد نبوی کے صفہ میں رہتے رات کو قرآن کی تعلیم حاصل کرتے اور دن میں گٹھلیاں کوٹتے تھے یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے روانہ کردہ ہر سریہ میں شامل ہوتے شام کو جس مسلمان کے پاس فاضل خوراک ہوتی وہ ان کے پاس لے آتا تھا۔

حافظ ابن الجوزی ”تلبیس ابلیس“ میں کہتے ہیں: یہ حضرات ضرورت کے تحت مسجد میں بیٹھتے تھے اور ضرورت ہی کے تحت صدقہ کھاتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فراخی عطا فرمائی یہ اس ضرورت سے مستغنی ہو گئے اور مسجد کے صفہ سے نکل گئے۔

امام احمد بن قاسم الصومعی التادلی اپنی کتاب ”اللباب فی معاملة الملك الوهاب“ میں اصحاب صفہ کے بارے میں بحث کرتے ہوئے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ نے نبی ﷺ کے ساتھ رہنے کو لازم کر لیا وہ تجارت، زراعت اور مال و متاع کی طرف دھیان نہیں دیتے تھے وہ نماز پڑھتے پھر دوسری نماز کا انتظار کرتے تھے۔

طبقات ابن سعد (ج ۳ ص ۷۱) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں قراء قرآن مجید پڑھتے اور رات کو اس کا تکرار کرتے (دُہراتے) دن کے وقت پانی بھر کر لاتے اور اسے مسجد میں رکھتے ایندھن کی لکڑیاں لاتے ان کو فروخت کر کے اہل صفہ اور فقراء کے لیے کھانا خریدتے تھے۔

استاذ صالح ابو عثمان سعید بن ابی جعفر احمد بن ابراہیم بن لیون التجیبی اپنے رسالہ ”الانالة العلمية“ میں کہتے ہیں: صوفیہ میں غیر متاھل فقراء نے اہل صفہ ہی سے مساجد اور خانقاہوں میں تجرد اور قلت ذرائع معاش کی وراثت پائی ہے لوگ فقراء کی اس صفت پر معترض ہوتے ہیں حالانکہ یہ سنت ہے۔ کیونکہ عرف شرع میں سنت وہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا یا اس پر عمل فرمایا یا اس کی تعلیم دی۔ حضور ﷺ اصحاب صفہ کے ساتھ احسان فرماتے ان سے انس فرماتے اور ان کو کمائی کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔<sup>۹۲۸</sup>

”صحیح مسلم“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ان کے ہمراہ ایسے اشخاص کو روانہ فرمائیں جو ان کو قرآن و سنت کی تعلیم دیں آپ نے ان کے ساتھ ستر (۷۰) انصاری صحابہ کو روانہ فرمایا جن کو قراء کہا جاتا تھا ان میں میرے ماموں حرام رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ لوگ قرآن پڑھتے اور اس کا تکرار کرتے تھے رات کے وقت یہ حضرات علم حاصل کرتے اور دن کو پانی لا کر مسجد میں رکھتے تھے ایندھن کی لکڑیاں لاتے اور ان کو بیچ کر اہل صفہ اور فقراء کے لیے طعام خریدتے تھے۔ آپ نے ان ستر قراء کو ان لوگوں کے ساتھ بھیجا ان لوگوں نے ان قراء کو راستہ ہی میں شہید کر دیا۔<sup>۹۲۹</sup>

۹۲۸ حافظ ابن الجوزی نے ”تلبیس ابلیس“ (ص ۱۸۳) میں لکھا ہے: یہ حضرات ضرورتاً مسجد میں بیٹھتے اور صدقہ کھاتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتوحات سے نوازا وہ اس حالت سے نکل گئے۔

۹۲۹ صحیح حدیث۔ بخاری: ۴۰۹۰، مسلم: ۱۶۷، احمد: ۱۶۷، ابن سعد: ”الطبقات“ ج ۲ ص ۵۱-۵۲، بیہقی: ”الدلائل“ ج ۳ ص ۳۳۸-۳۳۹، طبرانی (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۲۶-۱۲۷) از انس رضی اللہ عنہ۔

نبی ﷺ نے اصحاب صفہ کو صفہ میں رہنے سے منع نہیں فرمایا اور قراء کو ان کی خدمت سے نہیں روکا۔ بعد ازاں استاذ ابو عثمان نے صحیح البخاری کی سابقہ حدیث ذکر کی اور اس کے آخر میں کہا: صحیح یہ ہے کہ وہ فقراء اور غیر متاھل دنیا داری سے لاتعلقی تھے وہ ذرائع معاش سے بے نیاز مسجد میں قرآن کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ آج بھی دنیا داری سے لاتعلقی فقراء کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔<sup>۹۳۰</sup>

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم مدینہ طیبہ میں آتے جس کا کوئی شناسا ہوتا وہ اس کے ہاں ٹھہرتا، ورنہ صفہ میں رہتا تھا، اصحاب صفہ میں چار سو کے قریب حضرات صحابہ رہتے تھے جن میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن ام مکتوم، حضرت صہیب، حضرت سلمان، حضرت خباب، حضرت بلال رضی اللہ عنہم اور دیگر اہل ایمان شامل ہیں۔ ان میں سے بعض حضرات قرأت میں مصروف رہتے بلکہ عبادت کی طرف مائل رہتے تھے۔ یہ سب حضرات اصحاب صفہ میں سے تھے اور سب کے سب عبادت اور سنت (کی پیروی) میں تھے۔

مہاجرین اور انصار قبائل اور خاندانوں سے منسلک تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ وابستہ کر دیا اصحاب صفہ کو رسول اللہ ﷺ نے صفہ سے منسلک کر دیا اور اس سے ان کو مربوط کر دیا، کیونکہ ان کی ملکیت میں کچھ نہ تھا، نہ ان کے رہائش کے لیے گھر تھے نہ ان کی قبائل سے وابستگی تھی، سو وہ ایک قبیلہ کی طرح ہو گئے، یہی کیفیت آج کل کے فقراء کی ہے۔<sup>۹۳۱</sup>

انہی اصحاب صفہ اور فقراء میں سے بعض حضرات کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

تَوَكَّلُوا ذَا عَيْنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّامِعِ حَزَنًا اَلَا  
يَجِدُوا مَا يَنْفِقُونَ ﴿۹۲﴾ (التوبہ: ۹۲)

وہ اس حال میں لوٹے کہ ان کی آنکھیں اشک  
بارتھیں اس غم میں کہ وہ نہیں پاتے اس چیز کو جسے خرچ  
کریں ○

یہ حضرات جہاد میں شرکت سے بوجہ ضعف قاصر تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ  
(الانعام: ۵۲) رب کو پکارتے ہیں۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ وحی نازل ہوئی:

عَبَسَ وَتَوَلَّى اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی  
چیں بہ جبیں ہوئے اور (انہوں نے) منہ پھیرا ○

(عبس: ۲-۱) اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا ○

ان آیات سے اصحاب صفہ کے اوصاف معلوم ہوئے، جن کی دور حاضر کے فقراء پیروی کرتے ہیں۔ بقول شاعر:

۹۳۰ کہاں حضرات اصحاب صفہ اور کہاں نام نہاد متوکل اور اسلامی معاشرہ پر بوجھ واصل الی اللہ ہونے کے دعویٰ دار زہد و کرامات کے مدعی۔

۹۳ شیخ دور کی کوڑی لائے ہیں۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ وہ مجاہد فی سبیل اللہ رسول اللہ ﷺ کے ناصر و مددگار اور یہ

حضرات -----

اے اللہ کے قرب کے متلاشی! اہل صفہ کے علاوہ دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہو  
ان کے متعلق نرم اور شفقت بھری بات کر کیونکہ وہ تقویٰ اور الفتِ باری تعالیٰ والے تھے  
الحملی کی تفسیر کے تکرار میں آیت کریمہ:  
الَّذِينَ أَحْصَوْا فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
جو اللہ کی راہ میں روکے گئے۔

(البقرہ: ۲۷۳)

کے تحت علامہ سیوطی کہتے ہیں: یہ آیت کریمہ اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔<sup>۹۳۲</sup> یہ چار سو مہاجرین تھے جو تعلیم قرآن اور لشکروں کے ساتھ جہاد میں جانے کے لیے تیار رہتے تھے "احصوا فی سبیل اللہ" کا مطلب ہے انہوں نے اپنی جانوں کو جہاد کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ "لا یستطیعون ضرباً فی الارض" یعنی جہاد میں مصروفیت کی وجہ سے وہ تجارت اور دیگر معاشی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے سکتے۔

ابن لیون الجیحی نے اپنے رسالہ میں دوسرے مقام پر کہا ہے: "صحیح" میں ہے اصحاب صفہ نے ذرائع معاش نہیں اپنائے اور ذکر و فکر اور مسجد میں رہنے کے سوا کسی چیز میں مشغول نہیں ہوئے، قراءان کی خدمت کرتے تھے اور نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور آپ نے ان سے فرمایا: اے اہل صفہ! تمہیں بشارت ہو۔ سو ذرائع معاش کا ترک ایسا طریقہ ہے جسے نبی ﷺ نے برقرار رکھا اور آپ نے ان کو ذرائع معاش اختیار کرنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ ان کو توکل کرنے کا حکم فرمایا۔<sup>۹۳۳</sup>

حافظ ابن حجر اہمیتی نے "شرح الہمزیۃ" میں صحابہ کرام کے حق میں کہا ہے:

"صحابہ دنیا سے دست بردار ہو گئے انہوں نے دنیا کی طرف میلان اور رغبت نہیں کی۔"

زہد میں صحابہ کرام کی دو قسمیں ہیں: (۱) اکثریت نے دنیا کے حصول میں بالکل کوشش نہیں کی وہ صرف علوم و معارف کی تحصیل اور ان کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔ عبادات میں لگن رہے انہوں نے اپنے وقت کا ہر لمحہ انہی کاموں میں لگا دیا (۲) باقی حضرات نے دنیا کو حاصل کیا لیکن وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خزانچی رہے اور اپنے مال و دولت کو راہِ خدا میں لٹاتے رہے۔

ابن لیون کی اس تقریر کو ابو عبد اللہ زبیر السلووی اور الصاوی وغیرہ نے اپنے حواشی اور تقاریر میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر ذرائع معاش کو ترک کرنے والے صحابہ کو اصحاب صفہ تک محدود کر دیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا کیونکہ اصحاب صفہ کے علاوہ صحابہ کرام کی اکثریت نے ذرائع معاش کو اپنایا اور سعی و عمل کے ذریعے دنیا کو حاصل کیا۔<sup>۹۳۴</sup> واللہ اعلم

<sup>۹۳۲</sup> کسی مفسر نے یہ تصریح نہیں کی کہ یہ آیت اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے بلکہ حافظ ابن کثیر نے "تفسیر" ج ۱ ص ۲۸۴ میں کہا ہے: یہ آیت کریمہ ان مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر ہوئے اور ان کے پاس ذرائع آمدنی نہ تھے۔ نیز دیکھئے "جامع البیان" ابن جریر طبری ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔

<sup>۹۳۳</sup> آج کل کے صوفیہ کا اس سے استدلال درست نہیں حقیقی توکل یہ ہے کہ معاش کے اسباب اور ذرائع کو اختیار کر کے اس کا انجام اللہ کے حوالہ کر دیا جائے۔ اسلام دین عمل ہے ہر مسلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی معاشرہ کا فعال اور نافع فرد بنے۔

<sup>۹۳۴</sup> یہ صحیح رائے ہے کیونکہ صحابہ کرام نے عمل اور ذریعہ معاش کو ترک نہیں کیا۔

بعد ازاں میں نے شیخ سلیمان الجمل کی اس مسئلہ میں ”الہمزیۃ“ پر بہترین تعبیر دیکھی، وہ اس مقام پر کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی اس بارے میں دو قسمیں تھیں، اکثر اہل صفہ کی طرح حصول دنیا کے ذرائع سے بالکل لاتعلق رہ کر علوم و معارف کے حصول اور عبادات میں مصروف رہے اور ان کی کثیر تعداد نے اسباب کو حاصل کیا اور ان اسباب و ذرائع سے مال و دولت کو حاصل کیا۔

شیخ محمد بن عبدالرحمن الصومعی التادلی نے ”الہمزیۃ“ پر اپنی شرح میں لکھا ہے: بعض صحابہ نے اس سے بالکلہ اعراض کیا اور علوم و معارف کی تحصیل میں مشغول رہے، اور بعض نے اس کی تحصیل میں کوشش کی اور بقدر نفع اس کو حاصل کیا تاکہ اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچائیں۔

میں نے اصحاب صفہ کے ذرائع معاش نہ اپنانے پر اس قدر نقول اس لیے ذکر کی ہیں کہ ان پر اس سلسلہ میں زبردست اعتراض کیا جاتا ہے اور یہ کہ بعض صحابہ دنیا کے حصول کے لیے سرگرداں رہے یہ دونوں قول نص قرآن کی رو سے غلط ہیں اور ایسا معترض فی الواقع قرآن مجید کی تفہیم سے غافل ہے۔ قرآن مجید میں اصحاب صفہ کے بارہ میں ہے:

لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ (البقرہ: ۲۷۳) وہ طاقت نہیں رکھتے زمین میں چلنے کی۔

”الدر المختار“ پر شمس الدین ابن عابدین الحنفی الدمشقی کے حواشی میں المصنفی سے منقول ہے کہ مسجد میں باتیں کرنے کے لیے بیٹھنے کی شرعاً اجازت ہے، کیونکہ اصحاب صفہ ہمیشہ مسجد میں رہتے تھے وہیں سوتے تھے اور باہم باتیں کرتے تھے۔ سو کسی کے لیے اس سے منع کرنا جائز نہیں۔ (الجامع البرہانی) ممنوع یہ ہے کہ آدمی عبادت کی غرض سے نہیں بلکہ اپنے کسی مطلب کے حصول کے لیے مسجد میں داخل ہو اور وہاں باتوں میں مشغول رہے۔

علامہ علوان بن عطیہ الحموی کی کتاب ”أس المقاصد فی تعظیم المساجد“ میں ہے کہ بعض لوگوں نے نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اصحاب صفہ کے مسجد میں باہم گفتگو کرنے سے مساجد میں بات چیت کرنے کی دلیل دی ہے، غور فرمائیے انہوں نے ان عظیم صحابہ کرام پر ان لوگوں کو قیاس کیا ہے جو اشرار سے تعلق رکھتے اور نہایت ردی خیالات کے حامل ہیں، کیا اصحاب صفہ کا مسجد نبوی میں اجتماع نفسانی خواہشات کی تکمیل اور شیطانی اخلاق، لہو و لعب، ہنسی مذاق اور دنیاوی گفتگو کے لیے ہوتا تھا؟

اصحاب صفہ کے اسماء گرامی ان کے مناقب اور احوال پر ابن الاعرابی نے کام کیا ہے۔ السلسی نے اس موضوع پر ”تاریخ اہل الصفہ“ کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ الحاکم نے ”الاسکلیل“ میں اور ابو نعیم نے ”الحلیۃ“ میں سو اصحاب صفہ کا ذکر کیا ہے، ان میں سے ہر ایک نے ان اصحاب صفہ کا ذکر کیا ہے جن کا دوسروں نے ذکر نہیں کیا۔

حافظ ابن تیمیہ نے کہا اصحاب صفہ کی مجموعی تعداد ایک قول کے مطابق چار سو ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چار سو سے زیادہ ہے۔ حافظ سیوطی نے چار سو اصحاب شمار کیے ہیں، تفسیر ”الدر المنثور“ میں بھی اسی طرح ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے ”عوارف المعارف“ میں اور الزمخشری نے ”الکشاف“ میں یہی بیان کیا ہے۔

علامہ شہاب خفاجی نے ”شرح الشفاء“ میں کہا ہے کہ یہ قول اس روایت کے منافی نہیں کہ انہوں نے تمیں



کے قریب ایسے اصحاب صفہ کو نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جن کے پاس چادریں نہ تھیں (صرف تہبند تھے)۔

امام ابو العباس احمد بن قاسم الصومعی التادلی "لب اللباب فی معاملۃ الملک الوہاب" میں اصحاب صفہ کے ذکر میں لکھتے ہیں: شروع میں اصحاب صفہ چالیس تھے پھر ان کی تعداد چار سو ہو گئی قتادہ نے کہا: اصحاب صفہ نو سو آدمی تھے۔ "سمط الجوہر الفاخر" میں ابو نعیم کی "الحلیۃ" کے حوالہ سے ایک سو سے زائد اصحاب صفہ کے نام مذکور ہیں انہوں نے تین ناموں کا اور اضافہ کیا ہے۔

علامہ خفاجی نے اصحاب صفہ کے تذکرہ کے آخر میں کہا ہے: اصحاب صفہ اللہ تعالیٰ کے منتخب اور پسندیدہ افراد ہیں ان کو یہ مرتبہ مبارک ہو ہم ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے سوالی ہیں کہ وہ ہمیں ان کی برکات میں شامل فرما دے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے میری زندگی کو دراز فرمادیا تو میں اصحاب صفہ کے تذکرہ پر کتاب لکھوں گا۔

وما ذلک علی اللہ بعظیم

اہم معاملات میں رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ

امام نسائی اور ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ مسلمانوں کے معاملات میں رات کے وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرماتے تھے۔ ۹۳۵

حافظ ابن حجر نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔



۹۳۵ صحیح ۱۱ اسناد حدیث۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۰۔ ج ۱۰ ص ۵۲۰ احمد: ۱۷۵۔ ۱۷۸۔ ۲۲۸۔ ۲۶۵۔ ۲۶۷ (ترقیم شعیب الارناؤوط)  
ترمذی ۱۶۹ نسائی "الکلبی" ۸۲۵۲ ابو یعلیٰ ۱۹۴۔ ۱۹۵ ابن خزیمہ "صحیح" ۱۱۵۶ ابن حبان "الاحسان" ۲۰۳۳ محمد بن نصر  
"قیام اللیل" ص ۵۰ از عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔



## القسم التاسع

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں صنعت و حرفت  
اور ان سے منسلک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

## مقدمات

پہلا مقدمہ

حافظ ابن القیم نے ”الہدی النبوی“ میں کہا ہے: نبی ﷺ نے بیچا بھی ہے اور خریدا بھی اور آپ کی خریداری زیادہ ہے آپ نے اجرت پر کام لیا ہے اور اجرت پر کام کیا ہے اور آپ کا اجرت پر کام لینا زیادہ ہے۔ آپ نے مضاربیت کی، مشارکت کی، وکیل بنایا اور وکیل بنے اور آپ کا وکیل بننا زیادہ ہے آپ نے ہدیہ دیا اور آپ کو ہدیہ پیش کیا گیا، آپ نے ہبہ فرمایا اور آپ کو ہبہ کیا گیا، آپ نے قرض لیا، عاریہ لیا، عام اور خاص کے ضامن بنے، وقف فرمایا اور سفارش کی، کبھی آپ کی سفارش مان لی گئی اور کبھی نہ مانی گئی، اس پر آپ ناراض ہوئے نہ غصے کا اظہار کیا، آپ نے قسم کھائی اور قسم طلب فرمائی، بعض قسموں کا آپ نے کفارہ نہیں دیا اور بعض کا کفارہ ادا فرمایا، آپ نے مزاح کیا، تو یہ فرمایا لیکن ہر حال میں حق فرمایا، یہی آپ کا اسوہ اور قابل اتباع نمونہ ہے۔

دوسرا مقدمہ

المواق نے ”سنن المہتدین“ میں کہا ہے: فقہ سے واضح ہوتا ہے کہ صنعت، تجارت اور فرض عین علم کے حصول سے زائد علم میں مشغول ہونا، علم طب حاصل کرنا سب شرعی اسباب میں سے ہیں، اس لیے جو شخص ان میں اخلاص نیت کے بغیر مشغول ہو، وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے، اگرچہ اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے تاہم اس کا اجر ختم ہو گیا، اگر ایسا کے حصول سے اس نے فرض کفایہ کی نیت کر لی تو وہ خیر کی طرف سبقت کرنے والا ہے اور اگر اس علم کے حصول سے اس کی نیت یہ ہے کہ وہ سوال کرنے سے بچ جائے گا تو پھر ایسا شخص میانہ روی اور اعتدال پر ہے۔

دوسرے مقام پر کہا ہے: میانہ رو وہ شخص ہے جس نے صنعت، تجارت، طب وغیرہ کا فرض عین سے زائد علم اس لیے حاصل کیا تا کہ حلال طریقہ سے ضرورت کے مطابق متاع دنیا حاصل کرے، بعض حضرات نے اسے بہترین سبب کہا ہے، بعض کا کہنا ہے کہ دف اور گانے بجانے سے دنیا کو حاصل کرنا میرے نزدیک علم اور دین کے ذریعہ دنیا کو حاصل کرنے سے پسندیدہ ہے۔<sup>۹۳۶</sup> (بحوالہ مختصر الرحوٰنی)

”عملة المطالب“ میں ہے جس طرح علم کا طلب کرنا فرض ہے اسی طرح کسب کرنے کو طلب کرنا بھی لازم ہے، کسب کی دو قسمیں ہیں: (۱) فرض (۲) مستحب، اپنی ذات، اہل و عیال اور قرض ادا کرنے کے لیے بقدر کفایت کسب کرنا فرض ہے اس سے زائد کمائی کرنا تا کہ فقراء کی مدد کر سکے اور عزیز و قریب کو فائدہ پہنچائے ایسا کسب مستحب ہے۔ یہ نقل عبادت کے لیے فارغ ہونے سے بھی افضل ہے۔ سب سے افضل کسب تجارت ہے، پھر صنعت و حرفت ہے، پھر طلب علم ہے۔ مزید کہا: اگر علماء ہنر سیکھ لیتے، فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہوتے نہ وہ لوگوں کے مال کو لالچ بھری نگاہوں سے دیکھتے۔ (بحوالہ ”ہدایۃ الضال المشتغل بالقیل والقال“)

۹۳۶ منافقانہ اور گمراہانہ قول۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کینہ توڑی کا شاخسانہ۔

بھوکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

”شرح الزرقانی علی المؤطا“ میں حدیث مبارکہ ”کوئی شخص اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گا یہاں تک کہ اپنا رزق پورا نہ کر لے“ سوا سے اچھے طریقہ سے طلب کرو“ ۹۳۷ کے تحت لکھا ہے کہ رزق کی طلب توکل کے منافی نہیں ہے۔

ترمذی اور حاکم کی صحیح قرار دادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ مرفوع حدیث میں ہے: اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے، وہ صبح کو خالی پیٹ ہوتے ہیں اور شام کو شکم سیر ۹۳۸ امام احمد نے کہا: یہ حدیث رزق کی تلاش میں دوڑ دھوپ کرنے پر دلالت کرتی ہے، بیٹھے رہنے پر نہیں۔

امام احمد نے اس شخص کے بارے میں کہا جس نے کہا تھا: میں کوئی کام نہیں کروں گا، میرا رزق میرے پاس خود آئے گا۔ یہ شخص علم سے ناواقف اور جاہل ہے۔ کیا اس نے نبی ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ میں رکھا ہے۔ ۹۳۹ اور آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ پرندے صبح کو خالی پیٹ ہوتے ہیں اور شام کو شکم سیر آتے ہیں (پورا دن رزق کی تلاش میں رہتے ہیں)۔ اور صحابہ کرام بحر میں تجارت کرتے تھے اپنے باغات اور کھیتوں میں کام کرتے تھے ان کی زندگی ہمارے لیے قابل اتباع نمونہ ہے۔

### تیسرا مقدمہ

العہد نے ”صدر المواقف“ میں کہا ہے: بعض اکابرین امت اور اختیار امت نے خبر مشہور ”میری امت کا اختلاف رحمت ہے“ ۹۴۰ کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے علوم کے حصول میں ان کی ہمتوں کا صحیح حدیث۔ ابو نعیم ”الحلیۃ“ ج ۱۰ ص ۲۷۷ از ابو امامہ رضی اللہ عنہ۔ اس باب میں حاکم ابن حبان اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بزار نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ابن حبان بزار اور طبرانی نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ابو یعلیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ نے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مختصر اور مطول احادیث روایت کی ہیں۔

(جامع الاصول: ۵۸۶)

۹۳۸ جید الاسناد حدیث۔ احمد ج ۱ ص ۳۰ ابن المبارک ”الترہد“ ۵۵۹: ترمذی: ۲۳۳۳ ابو نعیم ”الحلیۃ“ ج ۱ ص ۶۹ ابن حبان ”الاحسان“ ۷۳۰: حاکم ج ۲ ص ۳۱۸ بغوی ”شرح السنۃ“ ۳۱۰۸: قضاوی ”مسند الشہاب“ ۱۴۴۳: از حیوۃ بن شریح از بکر بن عمرو از عبد اللہ بن ہبیرہ از ابی نسیم الحوشانی از عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ احمد ج ۱ ص ۵۲ ابن ماجہ: ۴۱۶۴ از طریق ابن وہب از ابن لہیعہ از ابن ہبیرہ۔۔۔۔۔

۹۳۹ حسن حدیث۔ احمد ج ۱ ص ۵۰۔ ۹۲ دیلمی: ۲۰۹۹ بخاری: تعلیق ج ۶ ص ۹۸ بہ صیغہ ترمیض از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ ج ۶ ص ۹۸ میں اس کے دو راویوں پر جرح کی ہے لیکن اسناد حسن کے ساتھ اس کے مرسل شاہد کا ذکر کیا ہے عراقی نے ”الاحیاء“ میں اسے صحیح ابن حجر نے حسن اور ابن تیمیہ نے اجود کہا ہے۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۲۵ بہ تحقیق الارناؤوط)

۹۴۰ بے اصل روایت۔ البانی نے ”سلسلة الاحادیث الضعیفہ“ (حدیث: ۵۷) میں کہا ہے: محدثین کو تمام تر کوشش کے باوجود اس کی سند نہیں ملی۔ حافظ سیوطی نے ”الجامع الصغیر“ میں یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ شاید ہمیں وہ کتاب نہیں ملی جس میں یہ حدیث درج تھی۔ لیکن یہ غدرنگ ہے۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ امت رسول اللہ ﷺ کی بعض احادیث کو ضائع (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اختلاف مراد ہے، کوئی فقہ کے حصول میں مگن ہے، دوسرا علم کلام کے حصول میں مصروف ہے۔ جیسے مختلف پیشوں کے لوگ ہیں تاکہ ہر ہنر اور پیشہ برقرار رہے اور دنیا کا نظام چلتا رہے۔

سید نے اس کی شرح میں کہا ہے: پیشوں کا یہ اختلاف بھی رحمت ہے، لیکن یہاں اس کو بطور دلیل ذکر کیا گیا ہے۔

### چوتھا مقدمہ

صحیح بخاری میں امام بخاری نے کتاب البیوع میں یہ عنوان ذکر کیا ہے: ”باب ما ذکر فی الاسواق“ فتح الباری میں اس عنوان کے تحت مذکور ہے ابن بطلال نے کہا: اس عنوان کے ذکر سے امام بخاری کا ارادہ مارکیٹوں کی اباحت اور بازاروں میں شرفاء اور معززین کے داخل ہونے کے مباح ہونے کو بیان کرنا ہے۔ گویا امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو ان کی شرط پر ثابت نہیں کہ بازار زمین کے بُرے ٹکڑے ہیں۔ اس حدیث کو احمد اور بزار نے اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ہاں پسندیدہ ترین قطعات زمین مساجد ہیں اور مبغوض ترین قطعات زمین بازار ہیں۔<sup>۹۴۱</sup> اس کا اسناد حسن ہے اسے ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے۔<sup>۹۴۲</sup> ابن بطلال نے کہا یہ عمومی طور پر بازاروں کا حال ہے ورنہ بعض بازار ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں مساجد سے زائد اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مؤلف علامہ کتانی کہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس سے غافل رہے کہ یہ حدیث ”صحیح مسلم“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے اللہ کے ہاں محبوب ترین خطہ زمین مساجد ہیں اور ناپسندیدہ (سابقہ حاشیہ: ۹۴۰) کرچکی ہے حالانکہ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے۔

علامہ مناوی علامہ سبکی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث محدثین کے ہاں معروف نہیں اور میں اس کی کسی صحیح، ضعیف اور موضوع سند سے واقف نہیں۔ شیخ زکریا انصاری نے ”تفسیر البیہاوی“ پر اپنے حواشی میں اس روایت کے مفہوم کو محققین علماء کے نزدیک ناقابل اعتبار کہا ہے۔ علامہ ابن حزم نے ”الاحکام فی اصول الاحکام“ (حدیث: ۶۴۱۵) میں اس کے حدیث نہ ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ قول قاسد ہے کیونکہ اگر اختلاف رحمت ہو تو اتفاق اس کے برعکس ہوگا اور اس کا کوئی مسلمان قائل نہیں دوسرے مقام پر اس قول کو باطل مکذوب کہا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ”سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ“ ج ۱ ص ۱۴۲-۱۴۳ ملاحظہ کریں۔

<sup>۹۴۱</sup> حسن حدیث۔ احمد ج ۴ ص ۸۱ حاکم ج ۱ ص ۸۹-۹۰ از جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ۔ ذہبی نے تلخیص میں ابن المبارک از عمرو بن ثابت از عبد اللہ بن محمد بن عقیل از محمد بن جبیر از والد خود اس کا شاہد ذکر کیا ہے۔ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی آئندہ احادیث بھی اس کی شاہد ہیں۔

<sup>۹۴۲</sup> حسن حدیث۔ ابن حبان ”الاحسان“: ۱۵۹۹ حاکم ج ۱ ص ۹۰ بیہقی ”السنن“ ج ۳ ص ۶۵ طبرانی ”المکبیر“ از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ علامہ بیہقی نے کہا: اس میں عطاء بن السائب ہے یہ ثقہ ہے لیکن آخری عمر میں غلط ہو گیا تھا۔ باقی راوی ثقہ ہیں۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی آئندہ حدیث اس کو تقویت فراہم کرتی ہیں۔

ترین خطہ ہائے زمین بازار ہیں۔<sup>۹۳۳</sup> یہ حدیث امام مسلم کی افراد سے ہے، اسے امام بخاری نے روایت نہیں کیا ہے جن حضرات نے اس کے خلاف کہا ہے وہ صحیح نہیں۔

امام بخاری نے اس عنوان کے تحت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کے بعد یہ قول نقل کیا ہے: کیا یہاں تجارت کے لیے بازار ہے؟ ان کو بتایا گیا: قینقار کا بازار ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بازاروں میں خرید و فروخت نے مشغول رکھا۔<sup>۹۳۴</sup> حافظ ابن حجر نے کہا ہے: امام بخاری کی مراد فقط بازاروں کا ذکر ہے اور یہ کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں بازار موجود تھے اور صاحب فضل و کمال صحابہ کرام روزگار کے حصول بقدر کفایت روزی کی طلب اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچنے کے لیے بازاروں میں آتے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْتَهُمْ  
لِيَأْكُلُوا الطَّعَامَ وَيَشْتَروا فِي الْأَسْوَاقِ \*  
اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر یقیناً  
وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

(الفرقان: ۲۰)

ابن رشد نے ”جامع البیان والتحصيل“ میں صاحب فضل و کمال لوگوں کے بازاروں میں جانے اور خرید و فروخت کرنے پر عنوان رقم کیا ہے اور اس میں امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایسے صاحب فضل و کمال شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنی ذاتی ضروریات کی خریداری کے لیے بازار میں جاتا ہے کیا یہ چیز اس کے شایان شان ہے؟ امام مالک نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں تشریف لے جاتے تھے، حضرت سالم بن عبد اللہ (حضرت عمر کے پوتے) رات کے بازار (سوق اللیل) میں ساتھیوں کے ساتھ بیٹھتے تھے، پہریداران کے ساتھیوں کے پاس سے گزرتے تو کہتے: اے ابو عمر! اپنے ساتھیوں کا خیال رکھنا، امام مالک سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کا مطلب تھا یہ لوگ کوئی غلط حرکت نہ کریں، بے فائدہ اور لغو کام نہ کریں۔

ابن رشد نے کہا: بازاروں میں آنے جانے کے لیے بطور دلیل اور حجت یہ ارشادِ ربانی کافی ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْتَهُمْ  
لِيَأْكُلُوا الطَّعَامَ وَيَشْتَروا فِي الْأَسْوَاقِ \*  
اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر یقیناً  
وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

(الفرقان: ۲۰)

یہ مشرکین کے اس قول کی تردید ہے کہ:

مَالِي هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَشْتَوِي فِي الْأَسْوَاقِ \*  
اس رسول کو کیا ہوا کہ کھانا کھاتے اور بازاروں  
میں چلتے ہیں۔ (الفرقان: ۷)

<sup>۹۳۳</sup> صحیح حدیث۔ مسلم: ۶۷۱، ابوعوانہ ج ۱ ص ۳۹۰، ابن حبان: ۱۶۰۰، بزار: ۳۰۸، بیہقی ”السنن“ ج ۳ ص ۶۵، بغوی: ۴۶۰، از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (رقم الحدیث: ۱۲۹۳)

<sup>۹۳۴</sup> بخاری ج ۳ ص ۹۷، باب: ۳۹، قبل از حدیث: ۲۱۱۸۔

بعض کتب میں پہرے داروں کے کلام کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ وہ حضرت سالم کے ساتھیوں کو ان کا احترام ملحوظ رکھنے اور ان کو تحفظ فراہم کرنے پر متوجہ کرتے تھے یا اس کا یہ مطلب ہے کہ پہرے دار حضرت سالم سے کسی کے بارے میں دریافت کرتے، کیا یہ شخص بھی آپ کے ساتھیوں میں سے ہے؟ تاکہ وہ اس کی بھی لپے لفنگوں سے اسی طرح حفاظت کریں جس طرح آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔

پھر امام بخاری نے ”بازاروں میں چیخ و پکار کی کراہیت“ کا عنوان ذکر کیا ہے الدماینی نے اس عنوان پر ابن المنیر نے نقل کیا ہے کہ بخاری نے بازار کی اباحت پر کثیر عنوانات ذکر کیے ہیں مذکورہ عنوان کے تحت ابن المنیر نے کہا ہے: امام بخاری تاجر اور کاشتکار تھے مروی ہے ایک مرتبہ انہوں نے اپنا سامان پانچ ہزار پر بیچنے کا ارادہ کیا اور زبان سے اس کا اظہار نہ کیا اس کے بعد ان کو کئی گنا زیادہ کی پیش کی گئی انہوں نے کہا: نہیں میں پہلی پیش کش پر مطمئن ہوں گویا انہوں نے دل میں پیدا ہونے والے دوسے پر بھی اپنے نفس کا محاسبہ کیا۔

علامہ کتانی (مؤلف کتاب) کہتے ہیں: اس پوری بحث سے جو مذکور ہوئی یا آئندہ سطور میں مذکور ہوگی آپ کو ”قانون“ میں ابوعلی ایوسی کے اس قول کی حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہزاروں صحابہ چھوڑے ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو بازار سے ایک قیراط کے عوض اپنی ضرورت کی چیز خرید سکتا حالانکہ وہ اللہ کے دین کے فقیہ تھے مطلقاً ایسا کہنا اور سب صحابہ کرام کو اس میں شامل کرنا اور وہ ایسے عالم کی طرف سے نہایت عجیب و غریب چیز ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس سے ان کی مراد اصحاب صفہ ہوں جنہوں نے اپنے نفوس کو عبادت اور تعلیم و تعلم کے لیے وقف کر دیا تھا۔ لیکن ان کی تعداد بھی ہزاروں میں نہ تھی اور اس کا سبب بیع و شراء سے ان کی جہالت اور عدم واقفیت نہ تھی بلکہ انہوں نے باقی (آخرت) کو فانی (دنیا) پر ترجیح دی تھی۔

”المدخل“ میں ابن الحاج نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ کے اصحاب بازاروں میں تجارت کرتے اور باغات میں کام کرتے تھے امام بخاری نے باب ”کسب الرجل وعمله بیدہ“ کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر کیے گئے انہوں نے فرمایا: میری قوم جانتی ہے میری کمائی میرے اہل و عیال کی کفالت کے لیے ناکافی نہیں ہے میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہو گیا ہوں اب آل ابوبکر اس مال (بیت المال) سے کھائیں گے اور میں مسلمانوں کے کام پٹناؤں گا۔<sup>۹۳۵</sup>

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اگرچہ بظاہر موقوف ہے لیکن اس اعتبار سے کہ آپ خلیفہ بنائے جانے سے پہلے اپنے اہل و عیال کے لیے کمائی کرتے تھے یہ حدیث مرفوع ہوگی۔ اور اس کی مثال ایسے ہوگی جیسے کوئی صحابی کہے: ہم نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اسی طرح کرتے تھے۔

ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے زمانہ مبارک میں بصری کی طرف تجارت کے لیے گئے۔

صحیح البخاری کی کتاب البیوع کے شروع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ میرے

مہاجرین بھائیوں کو بازاروں میں خرید و فروخت مشغول رکھتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث آئندہ سطور میں آ رہی ہے کہ صحابہ کرام اپنی ضروریات کے لیے کام کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۵۷ مطبوعہ دارالریان)

امام بخاری نے ”باب التجارة فی البر و غیرہ“ میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ذکر کیا ہے:

رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ. وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں

کرتی اللہ کی یاد سے۔ (النور: ۳۷)

پھر قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام خرید و فروخت کرتے تجارت میں مشغول رہتے لیکن جب اللہ کے حقوق میں سے کسی حق کی آمد ہوتی تو تجارت اور خرید و فروخت ان کو ذکر الہی سے نہ روکتی یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس حق کو ادا کرتے۔ ”العمدة“ میں علامہ عینی نے کہا ہے: صحابہ کرام کا بیع و شراء میں یہی معمول تھا جو نبی نماز کی اقامت ہوتی فوراً سب کام کاج چھوڑ کر نماز کے لیے چلے آتے تھے۔

اس کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس کلام سے ہوتی ہے جسے عبدالرزاق نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بازار میں تھے نماز کے لیے اقامت ہوئی تو لوگوں نے اپنی دکانیں بند کر دیں اور مسجد میں داخل ہو گئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر مذکور الصدر آیت تلاوت کی۔

ابن بطلال نے کہا: میں نے اس کی تفسیر میں دیکھا کہ وہ لوگ لوہار اور موچی وغیرہ تھے ان میں کوئی ہتھوڑا اٹھاتا یا ستالی جوتے میں داخل کرتا اتنے میں اذان کی آواز سنتا تو ستالی کو چمڑے سے نہ نکالتا اور ہتھوڑا نہ مارتا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نماز کے لیے اٹھ جاتا تھا۔

حافظ ابن حجر نے قتادہ کا مذکورہ بالا کلام ذکر کرنے کے بعد کہا: مجھے یہ روایت موصول نہیں ملی البتہ عبدالرزاق کے حوالہ سے مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی موصولہ روایت ملی ہے پھر عینی کی مذکور الصدر عبارت ہے۔

علامہ قسطلانی نے ”الارشاد“ میں کہا ہے: اسے تفسیر ابن کثیر کے مطابق ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ”الحلیۃ“ میں سفیان ثوری سے منقول ہے کہ وہ حضرات خرید و فروخت کرتے تھے لیکن باجماعت نماز نہیں چھوڑتے تھے۔

امام بخاری نے ”باب الخروج فی التجارة“ میں یہ آیت کریمہ درج کی ہے:

فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ. تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش

کرو۔ (الحجۃ: ۱۰)

اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ مجھے بازاروں میں خرید و فروخت نے مشغول رکھا۔ علامہ قسطلانی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ ضرورت اس لیے پیش آئی تاکہ وہ اپنے اہل و عیال کے لیے روزی کمائیں اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچیں اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو غلو اور تکلف سے کام لیتے ہیں اور



تجارت کے لیے بازاروں میں نہیں جاتے اور اسے ممنوع قرار دیتے ہیں، البتہ ان کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ صدر اسلام کے برعکس آج کل چونکہ بازاروں میں منکرات کا غلبہ ہے اس لیے احتیاط لازم ہے۔

امام بخاری کے ایک باب کا عنوان اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ. (البقرہ: ۲۶۷)

اپنی کمائی ہوئی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کرو۔

علامہ قسطلانی نے مجاہد سے نقل کیا ہے اس سے مراد تجارت ہے۔

امام بخاری نے کتاب البیوع میں مندرجہ ذیل عنوانات قائم کیے ہیں: سنار کا ذکر، لوہار کا ذکر، درزی کا ذکر، پارچہ باف کا ذکر، بڑھئی کا ذکر، فتنہ وغیرہ میں ہتھیاروں کی بیع، عطر فروش اور مشک کی بیع، حجام کا ذکر، ایسے لباس کی بیع جس کا استعمال عورتوں اور مردوں کے لیے مکروہ ہے۔

ابن المنیر، ابن حجر الدماینی، العینی اور قسطلانی وغیرہ نے کہا ہے: ان عنوانات کو ذکر کرنے کا فائدہ اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں یہ پیشے موجود تھے اور آپ نے علم کے باوجود ان کو برقرار رکھا سو یہ ان پیشوں کے جواز پر گویا نص ہے، باقی ماندہ پیشے بھی ان پیشوں پر قیاس کیے جائیں گے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۷، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۴۱، القسطلانی ج ۴ ص ۳۱)

### پانچواں مقدمہ

امام بخاری نے ”باب کسب الرجل وعملہ بیدہ“ کا عنوان قائم کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سب سے افضل کسب کون سا ہے؟ الماوردی نے کہا: ذرائع آمدنی کے اصول تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت ہیں، امام شافعی کے مذہب میں تجارت کو اطیب قرار دیا گیا ہے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں: میرے نزدیک رائج یہ ہے کہ زراعت اطیب (پاکیزہ ترین) ہے، کیونکہ یہ توکل سے قریب تر ہے، امام نووی نے حضرت مقدم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس پر اعتراض کیا ہے، اس حدیث کو امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے: کسی نے ہرگز ایسا طعام نہیں کھایا جو ہاتھ کی کمائی کے طعام سے بہتر ہو۔<sup>۹۳۶</sup> پھر امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حضرت داؤد (علیہ السلام) صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔<sup>۹۳۷</sup>

علامہ نووی کہتے ہیں: حق یہ ہے کہ سب سے پاکیزہ ترین روزی کا ذریعہ ہاتھ سے کمائی ہے، کیونکہ اس میں انسانوں اور جانوروں سب کا فائدہ ہوتا ہے، اور عادتاً اس میں بغیر عوض کے کھایا جاتا ہے۔ جو ہاتھ سے کام نہیں کرتا اس کے لیے زراعت افضل ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: حق یہ ہے کہ کام کاج اور روزی کمانے کے ذرائع کے مختلف مراتب ہیں، حالات اور افراد کے اعتبار سے فضیلت بدلتی ہے۔<sup>۹۳۸</sup> یعنی کسی کے

۹۳۶ بخاری: ۲۰۷۲، از مقدم رضی اللہ عنہ۔

۹۳۷ بخاری: ۲۰۷۳-۳۳۱۷-۴۷۱۳، از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۹۳۸ فتح الباری ج ۴ ص ۳۵۶۔

لیے تجارت افضل ہے کسی کے لیے زراعت اور صنعت و حرفت افضل ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ہنر کی فضیلت اس وقت ہے جب وہ امر مباح ہو، لہو و لعب اور غلط کام نہ ہو، اس سے کسر نفسی پیدا ہو، آدمی سوال کی ذلت سے بچے اور دوسروں کا دست نگر اور محتاج نہ رہے۔

الشرح الجلی میں ہے تجارت کو افضل کہا گیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تجارت کی ہے، زراعت نہیں کی، لیکن یہ بات محل نظر ہے، تفصیل آگے آرہی ہے۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کون سا کسب افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام اور ہر مہرور بیع۔<sup>۹۴۹</sup> اس روایت کو علامہ تبریزی نے مشکوٰۃ میں مسند احمد کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ ملا علی قاری نے اسے بزار کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور ”ہاتھ کے کام“ کی تشریح میں زراعت یا تجارت یا کتابت یا صنعت کو ذکر کیا ہے۔

دوسرے مقام پر کہا ہے: تجارت کی سب سے افضل قسم کپڑے کی تجارت ہے، پھر عطر کی تجارت ہے۔

تجارت اور تاجروں کے متعلق متعدد احادیث مروی ہیں، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سچا امانت دار، مسلمان تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ حاکم نے کہا: یہ روایت صحیح ہے اور اس پر اعتراض کیا گیا ہے۔<sup>۹۵۰</sup>

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: سچا امانت دار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا اور یہ بہترین ساتھی ہیں۔<sup>۹۵۱</sup> امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے، حاکم نے کہا: یہ حسن کی مراحیل میں سے ہے۔

”الترغیب“ میں اصہبانی نے اور ”الفر دوس“ میں دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، سچا تاجر قیامت کے دن عرش کے سائے کے نیچے ہوگا۔<sup>۹۵۲</sup>

۹۴۹ شواہد کے باعث صحیح حدیث۔ ”مجمع الزوائد“ ج ۳ ص ۶۰ میں ہے اس روایت کو احمد ج ۳ ص ۱۳۱ بزار: ۱۲۵۷ اور طبرانی نے ”الکبیر“: ۴۳۱۱ اور ”الاوسط“ میں روایت کیا ہے۔ اس میں مسعودی ثقہ اور غلط کے سوا احمد کے سب رجال صحیح ہیں۔ میں کہتا ہوں: اسے طبرانی نے ”الاوسط“ (ج ۱ ص ۱۳۵) اور حاکم (ج ۲ ص ۱۰) نے بھی روایت کیا ہے، اس روایت کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے، یہ اس روایت کا صحیح شاہد ہے، معجم الطبرانی الکبیر ج ۲ ص ۵۱۹۔

۹۵۰ ضعیف روایت۔ ابن ماجہ: ۲۱۳۹، حاکم ج ۲ ص ۶، از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ ”مجمع الزوائد“ میں ہے اس کے اسناد میں کلثوم بن جوشن القشیری ضعیف ہے۔ اصل حدیث کو ترمذی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ البانی نے ”ضعیف سنن ابن ماجہ“ (حدیث: ۴۶۵) میں اس کو ضعیف کہا ہے۔ تاہم ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے لیے باعث تقویت ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

۹۵۱ ضعیف حدیث۔ ترمذی: ۱۲۰۹، حاکم ج ۲ ص ۶، از ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ اس کے اسناد میں ابو حمزہ عبد اللہ بن جابر کو ابن حبان کے سوا کسی نے ثقہ نہیں قرار دیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی گذشتہ حدیث اس کی شاہد ہے اس لیے ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ (جامع الاصول: ۲۳۹، ضعیف الجامع: ۲۵۰۱)

۹۵۲ موضوع روایت۔ اصہبانی ”الترغیب والترہیب“ (ص ۲۰۲، مصورة الجامعة الاسلامیہ): ۶۷۰، دیلمی ج ۲ ص ۲۸، از ابو جعفر محمد بن محمد بن حفص، یحییٰ بن شیبہ، حمید طویل از انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

البانی ”سلسلة الاحادیث الضعیفة“ (حدیث: ۳۴۰۵) میں کہتے ہیں: یہ اسناد موضوع ہے اس کی آفت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابن النجار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے: سچے تاجر کو جنت کے دروازوں سے نہیں روکا جائے گا۔<sup>۹۵۲</sup>

”التیسر“ میں علامہ مناوی کہتے ہیں: بلکہ وہ جس دروازہ سے چاہے گا داخل ہوگا کیونکہ اس نے تجارت سے اپنی ذات کو دوسرے فریق کو اور عام مخلوق کو نفع پہنچایا۔

القضائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: بزدل تاجر محروم اور باہمت تاجر روزی پاتا ہے۔<sup>۹۵۳</sup> مناوی کہتے ہیں: اس حدیث مرفوع کا اسناد حسن ہے۔

سعید بن منصور نے سنن میں نعیم بن عبد الرحمن الازدی اور یحییٰ بن جابر الطائی سے مرسل روایت کیا ہے ”رزق کے دس میں سے نو حصے تجارت میں ہیں اور دسواں حصہ مویشیوں (یعنی ان کے بچوں) میں ہے۔“<sup>۹۵۴</sup> مناوی کہتے ہیں: اس کے راوی ثقہ ہیں۔

امام ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ اپنے رسالہ ”فی مدح التجار و ذم عمل السلطان“ میں کہتے ہیں: مسلمانوں کو علم ہے اللہ کی مخلوق میں سب سے بہترین اللہ کے بندوں میں سے اس کے پسندیدہ ترین اللہ کی وحی کے امین کا تعلق تاجر گھرانہ سے تھا یہی ان کی گذراوقات کا ذریعہ اور قابل اعتماد کاروبار تھا یہ ان کے بزرگوں کا پیشہ اور بعد میں آنے والوں کا ذریعہ معاش تھا ان کا تعارف تجارت کے حوالہ سے تھا اسی لیے یمن کی کاہنہ نے کہا تھا: ”لله الديار ولقریش التجار“ قریش کا نام تجارت سے مشتق ہے۔ تقریش ان کا معزز نام اور اشرف نسب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں اس نام کو شہرت دوام بخش دی ہے اور ان کو اپنی محکم وحی اور تنزیل میں اسی نام سے مخصوص فرمادیا ہے ان کا عکاظ کا بازار تھا جس کے متعلق ابو ذؤیب کہتا ہے:

جب عکاظ میں خیمے لگائے گئے خرید و فروخت شروع ہوئی اور ہزاروں جمع ہوئے۔

نبی ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کا کچھ حصہ بطور تاجر بسر فرمایا اور خرید و فروخت میں مصروف رہے۔

اللہ اعلم حین یجعل رسالتہ“<sup>۹۵۵</sup> اللہ اپنی رسالت رکھنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔

(الانعام: ۱۲۴)

(بقیہ حاشیہ: ۹۵۲) یحییٰ بن شیبہ ہے حاکم ابو سعید النقاش اور ابو نعیم نے کہا: یہ ثوری وغیرہ سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ خطیب نے کہا: یہ باطل احادیث روایت کرتا ہے منذری نے اس حدیث کو ”الترغیب“ (رقم: ۲۶۵۶) میں ضعف کے اشارہ کے ساتھ اصہبانی وغیرہ سے روایت کیا ہے۔

۹۵۳ ضعیف روایت۔ ابن نجار از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ ”ضعیف الجامع الصغیر“ سیوطی: ۲۵۰۳۔ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

۹۵۴ ناقابل اعتماد۔ قضائی ”مسند الشہاب“ (رقم: ۲۳۳) از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ شیخ حمدی کہتے ہیں: اس کے اسناد میں محمد بن منصور تسری کذاب ہے ایک اور راوی علی بن حسین بن اسماعیل کے حالات نامعلوم ہیں۔ میں کہتا ہوں: اس لیے مناوی کا اسناد حسن کہنا غیر حسن ہے۔ واللہ اعلم۔

۹۵۵ ضعیف روایت۔ سعید بن منصور از نعیم بن عبد الرحمن الازدی اور یحییٰ بن جابر الطائی مرسل۔ ”ضعیف الجامع الصغیر“ ۲۳۳۴ یہ روایت ضعیف ہے۔ البانی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پسندیدہ دین، بہترین خلق اور صالح اعمال سے حظ وافر عطا فرمایا اور تجارت میں خصوصی مہارت عطا فرمائی، آپ کی بیع و شرا میں شہرت کے پیش نظر مشرکوں نے کہا:

مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْسُكُ فِي الْأَسْوَاقِ. اس رسول کو کیا ہوا کہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے ہیں۔ (الفرقان: ۷)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الرُّسُلِينَ إِلَّا أَنْهَهُ لِيَأْكُلُوا الطَّعَامَ وَيَمْسُكُونَ فِي الْأَسْوَاقِ. اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر یقیناً وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

(الفرقان: ۲۸)

اور یہ خبر دی کہ آپ سے پہلے تشریف لانے والے انبیاء علیہم السلام صنعت و تجارت سے وابستہ تھے۔ مزید تفصیل کے لیے مجموعہ رسائل الجاحظ مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ کا مطالعہ کریں۔

دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: میں تم کو تاجروں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ آفاق میں ٹھنڈک پہنچانے والے ہیں اور زمین میں اللہ کے امین ہیں۔<sup>۹۵۶</sup> یہ روایت دیگر کسبوں پر تجارت کی فضیلت میں صراحت ہے۔

امام حافظ ابوبکر احمد بن محمد الخلال نے اس موضوع ”الحث على التجارة“ کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ اسے ابن سلیمان الردانی نے ”صلة“ میں حرف جیم میں ذکر کیا ہے۔

کثیر علماء نے اس حدیث صحیح سے استدلال کیا ہے: کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے یا کھیتی، پھر اس میں سے پرندہ یا انسان یا جانور کھاتا ہے تو یہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔<sup>۹۵۷</sup> زراعت اس لیے سب سے افضل کسب ہے کہ اس کا فائدہ متعدی ہوتا ہے (مثلاً درخت لگایا ہے تو بڑے عرصہ تک اس کا پھل یا سایہ ملتا رہتا ہے) اور متعدی فائدہ محدود فائدہ سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے: حق یہ ہے کہ حالات اور اشخاص کے اعتبار سے فضیلت تبدیل ہوتی ہے۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ تجارت، زراعت اور صنعت کی ایک دوسرے پر فضیلت حالات کے تقاضوں پر مبنی ہے، اگر غذائی اجناس کی زیادہ ضرورت ہو تو زراعت افضل ہے، اگر راستوں کے پرخطر ہونے کے باعث تاجروں کی آمد و رفت محدود ہو جائے تو تجارت افضل ہے اور صنعت و حرفت کے بغیر چارہ کار نہ رہے تو صنعت افضل ہے۔ یہ اختلاف صرف فضیلت میں ہے ورنہ ”الاحیاء“ اور ”جمع الجوامع“ وغیرہ کی تصریح کے مطابق یہ سب فرض کفایہ ہیں۔

امام غزالی لکھتے ہیں: ہر وہ علم جس کے بغیر دنیاوی امور درست نہ ہوں اس کا حصول فرض کفایہ ہے۔ جیسے طب، حساب، تمام پیشے اور سیاست۔

۹۵۶ مجھے یہ روایت کہیں نہیں ملی یقیناً یہ ناقابل اعتماد ہے۔

۹۵۷ صحیح حدیث۔ بخاری: ۶۰۱۲، مسلم: ۱۵۵۳، ترمذی: ۱۳۸۲، ابن ماجہ: ۱۵۵۳، ابن خلیفہ: ۱۵۵۳۔

## چھٹا مقدمہ

علامہ ابو عمر بن عبد البر نے ”الکافی“ میں کہا ہے اجماعی طور پر ممنوعہ کسب یہ ہیں: سود، طوائف کی کمائی، حرام کمائی، رشوت، نوحہ کرنے کی اجرت، کہانت اور غیب دانی کے دعویٰ پر اجرت، آسمانی خبریں بتانے کی اجرت، بانسری اور دیگر سازوں کی اجرت، لہو و لعب پر اجرت اور تمام باطل، غلط اور حرام کاموں کا معاوضہ۔ (تفسیر القرطبی)

## ساتواں مقدمہ

”الشرح الجلی“ میں شہاب البربر دورِ حاضر میں لوگوں کی تجارت پر غالب اشیاء کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

۔ میں تاجروں کو نشہ میں بدست دیکھتا ہوں، وہ اس مستی سے افاقہ نہیں پاتے، ہماری رات ان کی وجہ سے تاریک ہوگئی اور آسمان کے کنارے سرخ ہو گئے، نفع نقصان کا دشمن ہے، نقصان ہی ان کی طرف آ رہا ہے، ان کی تجارت سچائی سے گھانا پاتی ہے اور دوغلی پالیسی سے بڑھتی ہے۔

مزید کہتے ہیں:

۔ میرے دور کے لوگوں نے دوسری چیز کو چھوڑ دیا ہے اور اس پر نادم نہیں ہوئے، جب انہوں نے تجارت یا لہو و لعب کو دیکھا اس کی طرف پلٹ پڑے۔

مزید کہتے ہیں:

۔ اے تاجر! تو ہمیشہ نفع کا امیدوار رہا اور برابر خسارہ پاتا رہا، ہر گھڑی اللہ کی عبادت، لہو و لعب اور تجارت سے بہتر ہے، اس کی عبادت کر جب تک زندہ رہے اور اس آگ سے ڈر جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

شہاب البربر کہتے ہیں: آیت کریمہ:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا

(الحجۃ: ۱۱) دیکھا اس کی طرف تیزی سے چل دیئے۔

ایسی تجارت کی مذمت پر محمول ہے جو انسان کو امورِ دین سے غافل کر دے، اس کی توجہ امورِ آخرت سے پھیر دے اور اسے دنیا کے حصول میں منہمک کر دے جیسا کہ اس آیت کا اگلا جملہ اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا (الحجۃ: ۱۱) اس کی طرف تیزی سے چل دیئے اور آپ کو

(خطبہ میں) کھڑا چھوڑ گئے۔

اگر تجارت ان برائیوں سے مبرا ہو تو پھر تجارت ممدوح ہے مذموم نہیں ہے۔ بخاری کی حدیث ”تاجر فاجر ہیں“ ۹۵۸ء بھی اسی پر محمول ہے۔ اسی طرح یہ احادیث ”جب یہ امت زراعت کرنے لگے گی ان سے نصرت چھین

۹۵۸ء حسن حدیث۔ احمد ج ۳ ص ۲۲۸ طحاوی ”مشکل الآثار“ ج ۳ ص ۱۲ حاکم ج ۲ ص ۶۔ ۷ از طریق ہشام الدستوائی از یحییٰ بن ابی

کثیر۔۔۔۔۔ حاکم نے کہا: صحیح الاسناد ہے ذہبی نے حاکم کی موافقت اور معمر نے مخالفت کی ہے اور یحییٰ بن ابی کثیر از زید بن

سلام۔۔۔۔۔ یہ حدیث نقل کی ہے احمد ج ۳ ص ۲۲۲ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۷۳۔ ج ۸ ص ۳۶ بحوالہ احمد اور طبرانی اور کہا ہے: اس

کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

لی جائے گی“ ۹۵۹ اور ”ذلت گائیوں کے دُموں میں ہے“ ۹۶۰ بظاہر زراعت کی مذمت میں ہیں؛ لیکن یہ ایسی زراعت پر محمول ہیں کہ جس میں مشغولیت مسلمان کو کلیۃً جہاد سے دست بردار کر دے؛ کیونکہ ایسی حالت میں دشمن ان کے علاقوں پر حملہ آور ہوں گے؛ یہ تیاری کے بغیر ہوں گے؛ سو یہ ذلیل و خوار ہوں گے اور فتح و نصرت سے محروم رہیں گے۔ لیکن جب زراعت اور دشمن سے مقابلہ کی تیاری دونوں میں کوتاہی نہیں کریں گے تو سنت کے پیروکار رہیں گے کیونکہ بہترین مومن وہ ہے جو آخرت کے لیے دنیا کو نہ چھوڑے اور نہ آخرت کو دنیا کے لیے چھوڑے؛ بلکہ دونوں سے اپنا حصہ لے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَتَسَنَّسْ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا. (القصاص: ۷۷) اور دنیا (کے رزق) سے اپنا حصہ نہ بھول۔

شیخ رفاعہ طھطاوی نے اپنی کتاب ”مناہج الالباب المصریۃ فی مباحج الآداب العصریہ“ (ص ۵۱) میں دو اشعار لکھتے ہیں:

اگر تم علوم مرتبہ کے خواہش مند ہو تو ہنر سیکھو اس سے تمہاری آبرو محفوظ رہے گی

سائل بن کراپنی آبرو کو مجروح نہ کرو؛ اہل علم کے لیے سوال کرنا عیب ہے۔

اس کی دلیل ”الرحمة فی الطب والحکمة“ میں اخف بن قیس کا یہ قول ہے جسے علی متقی ہندی نے نقل کیا ہے کہ عاقل شخص کے لیے مناسب نہیں ایسے علم کو چھوڑ دے جو اس کے معاد کے لیے نفع بخش ہو؛ نہ ایسے ہنر کو ترک کر دے جو دینی اور دنیاوی امور میں اس کا معاون و مددگار ہو؛ طب ایسا علم ہے جس سے انسان کی اپنی ذات اور جسم سے بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: ”رسالة کشف الزور والبهتان من صناعة بنی ساسان“۔

### آٹھواں مقدمہ

بسا اوقات بعض جاہل عبادت گزار یہ کہہ کر کمائی کرنے سے دست بردار ہو جاتے ہیں کہ حرام کا غلبہ ہو چکا ہے۔ ”المراقبة“ میں ملا علی القاری کہتے ہیں: واضح رہے اس دور میں اکثر حالات میں حلال نہیں پایا جاتا؛ سالک اتنی کمائی کرے جس سے اس کی زندگی محفوظ رہے اور بھوک سے موت کا شکار نہ بنے۔ ایک ظریف شاعر کہتا ہے:

جاہلوں نے بغیر علم کے مجھے کہا: حرام مال چھوڑ دے قناعت کر

جب مجھے حلال مال نہیں ملے گا اور حرام نہیں کھاؤں گا میں تو بھوک سے مر جاؤں گا۔

لیکن انسان کے لیے ضروری ہے کہ حرام اور مشتبہ مال کے درجات کا خیال رکھے؛ جب حلال سے قریب تر

۹۵۹ موضوع۔ بے اصل روایت۔

۹۶۰ حسن حدیث۔ ابوداؤد: ۳۲۶۲، بیہقی ج ۵ ص ۳۱۶، دوالابی: ”الکلی“ ج ۲ ص ۶۵، از اسحاق بن ابی عبد الرحمن از عطاء الخراسانی از نافع

از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ احمد ج ۲ ص ۲۸، طبرانی: ”المکبیر“ ۳/۲۰۷/۱، از ابی بکر بن عیاش از اعمش از عطاء بن ابی رباح از ابن عمر رضی

اللہ عنہما۔ احمد: ۵۰۰۷، از شہر بن حوشب از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ یہ حدیث مبارکہ زراعت کے خلاف نہیں بلکہ زراعت میں حد سے

زیادہ کمن ہونے کے خلاف ہے۔ کیونکہ دیگر احادیث میں زراعت اور شجرکاری کی فضیلت اور ترغیب مروی ہے؛ دیکھئے احمد

ج ۳ ص ۱۸۳-۱۸۴-۱۹۱، طحاوی: ۲۰۶۸، بخاری: ”الادب المفرد“ ۲۷۹ (ملخصاً)۔



مال پالنے، حلال سے بعید تر مال کو نہ کھائے، یہاں تک کہ بعض مشائخ نے کہا ہے: مضطر (بھوک سے جاں بلب) جب مردہ بکری کو پائے تو مردہ گدھے سے نہ کھائے، جب مردہ گدھے کو پائے تو مردہ کتے سے نہ کھائے، جب مردہ کتے کو پائے تو مردہ خنزیر سے نہ کھائے۔ اشیاء کو مساوی قرار نہ دے جیسا کہ بعض احمق فقہاء کا قول ہے: حلال وہ ہے جو ہم نے حلال کیا اور حرام وہ ہے جو ہم سے حرام ہے۔

اگر آپ کمائی کے ذرائع کے بارہ میں تفصیل کے جو یا ہیں تو کتاب ”البرکۃ فی فضل السعی والحركة“ کا مطالعہ کریں، یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے:

باب اول: کھیتی باڑی، زراعت، پھل، شجرکاری اور نہریں کھودنے کی فضیلت اس میں متعدد فصول ہیں۔

باب دوم: دھاگے، سوت کی فضیلت اس باب میں بھی متعدد فصول ہیں۔

باب سوم: (کتاب میں یہ باب مذکور نہیں ہے۔ مترجم)

باب چہارم: طب اور اس کے فوائد میں وارد آثار

باب پنجم: چالیس احادیث ان میں سے ہر حدیث میں برکت کا لفظ آیا ہے اس میں متعدد فصول ہیں۔

باب ششم: اذکار اور دعائیں

باب ہفتم: احوال اور ادوار کے اعتبار سے اذکار اور ادعیہ اس باب میں بھی کئی فصول ہیں۔

یہ بہت عمدہ کتب ہے، میں بڑی شدت سے اس کتاب کے مؤلف کے نام کا متلاشی رہا، یہاں تک کہ ہمارے شیخ ابوعلی حسین بن محمد بن حسین الخبشی الباعلوی نے مکہ مکرمہ میں مجھے بتایا کہ اس کتاب کے مؤلف کا نام محمد بن عبد الرحمن بن عمر الاصابی الخبشی الیمنی ہے، ان کا سن ولادت ۷۱۲ھ اور سن وفات ۷۸۲ھ ہے۔ شیخ نے ہمیں ان کی بہت سی تالیفات کے متعلق بتایا، تفصیل کے لیے ہمارا سفر نامہ حجاز دیکھیں۔

علامہ شہاب البربر نے اپنی کتاب ”الشرح الجلی علی انواع المتاجر والحرف والصنائع“ میں دو مقام پر تفصیلی بحث میں زراعت، تجارت، ٹیلرنگ، پارچہ بانی، رنگریزی، دھلائی، گوشت فروشی اور باورچی وغیرہ پر کلام کیا ہے، یہ لائق مطالعہ اور مفید کتاب ہے، اس موضوع پر شیخ رفاعہ طہطاوی نے اپنی کتاب ”مناہج الالباب المصریۃ فی مباحج الآداب العصریۃ“ میں عمدہ ابحاث رقم کی ہیں، یہ اس موضوع پر بہترین کتاب ہے اور دور حاضر کے افراد کے لیے نہایت مفید ہے۔

اسی طرح ہمارے عم محترم مؤرخ و عالم ابو محمد المامون بن عمر الکتانی نے ابن فارس لغوی کے ان دو بیٹوں کی شرح میں ”ہدایۃ الضال“ لکھی ہے:

جب تم کسی ایسی حاجت کے لیے قاصد بھیجنا چاہو جس میں تم جکڑے جا چکے ہو، تو تمام قاصدوں کو ایک طرف کرو صرف وہی قاصد بھیجو جس کو درہم کہا جاتا ہے۔

نواں مقدمہ

وہ معروف ہنر اور پیشے جن سے اہل اسلام نے کام لیا ہے، علماء کی ایک جماعت نے اس موضوع پر قلم اٹھایا



ہے دورِ صحابہ کے آخر میں قدیم زبانوں میں تحریر کردہ بعض کتب کا خالد بن یزید بن معاویہ الاموی نے ترجمہ کیا۔

(بحوالہ ابن ابی الحدید)

اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب امام ابو عثمان عمرو بن الجاحظ المتوفی ۲۵۵ھ کی کتاب ”الاخطار والمراتب والصناعات“ ہے ان کی ایک اور کتاب ”کتاب غش الصناعات“ ہے۔ ”روضۃ الاعلام“ میں منقول ان کے بعض دشمنوں کے قول کے مطابق اس کتاب نے لوگوں کے اموال کو فاسد کر دیا ہے۔ اور اس کتاب میں جاحظ نے لوگوں کو ملاوٹ، کھوٹ اور خیانت پر برا بیچتہ کیا ہے۔

اس موضوع پر ان کا ایک رسالہ ”فی مدح التجار و ذم عمل السلطان“ مطبوعہ مصر بھی ہے۔

شیخ ابوالفضل جعفر بن علی دمشقی نے اس موضوع پر ”الاشارة الى محاسن التجارة“ لکھی ہے اس کتاب میں انہوں نے کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کا طریقہ اور اس کی پہچان بتائی ہے اور ملاوٹ کرنے والوں کی ملاوٹ سے خبردار کیا ہے۔ یہ رسالہ بھی مصر سے شائع ہو چکا ہے۔

شیخ شہاب الدین محمد بن حسن بن الصالح الدمشقی المتوفی ۷۲۰ھ نے صنائع اور فنون پر ہزار اشعار پر مشتمل قصیدہ میمیہ لکھا ہے۔

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی الخیر الارمیونی الحسینی المالکی کی اس موضوع پر کتاب کا نام ہے ”النجوم الشارقات فی بعض الصنائع المحتاج الیہا فی بعض الاوقات“ یہ کتاب تقریباً پانچ رسائل کی ضخامت میں پچیس ابواب پر مشتمل ہے مجھے یہ کتاب الجزا ئری صحرا میں بوسعادة کے زاویہ میں ملی۔

اس سلسلہ میں ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن سعید بن اسماعیل السعدی الہروی کی کتاب ”الصناع من الفقهاء والمحدثین“ کا ذکر امام حافظ ابوسعید عبد الکریم السمعانی المروزی نے اپنی کتاب ”فی الانساب“ میں حرب سین میں کیا ہے اور کہا ہے: میں نے ان کی بہترین تصنیف بنام ”کتاب الصناع من الفقهاء والمحدثین“ دیکھی ہے میرا خیال ہے اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے۔ (ص ۲۹۸، فوٹو اسٹیٹ) امام ابن الحاج نے ”المدخل“ میں کثیر تعداد میں دستکاریاں اور ہنر بیان کیے ہیں اور ان پر بحث کی ہے۔

فقہ صوفی ابوالعباس احمد بن عجمیہ التطوانی نے اپنی مخصوص تالیف میں کہیں مختصر اور کہیں شرح و بسط کے ساتھ مسلمان کے لیے ان پیشوں کے اپنانے میں نیا ت کا ذکر کیا ہے۔

ابتدائے اسلام میں لوگ بیع و شراء کے احکام اور سود سے

بچنے کے طریقے جانے بغیر تجارت نہیں کرتے تھے

امام شافعی نے ”الرسالۃ“ میں اور امام غزالی نے ”الاحیاء“ میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ مکلف کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کام میں اللہ کا حکم جانے بغیر ہاتھ ڈالے۔ علامہ قرانی نے ”الفروق“ میں کہا ہے: جو شخص

بیع کرے اس پر یہ جاننا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع میں اس کے لیے کس چیز کو معین اور مشروع فرمایا ہے اجارہ اور مضاربہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اجارہ اور مضاربہ سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام سیکھیں۔ نماز پڑھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس نماز کے متعلق اللہ کے حکم کو جانتا ہو۔

اس قاعدہ پر قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے:

إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ \* میں تیری پناہ لیتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز طلب کروں جس کا مجھے علم نہیں۔ (ہود: ۴۷)

مطلب یہ ہے کہ مجھے اس سوال کے جواز کا علم نہ تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام پر اس سوال پر عتاب ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیٹے کو کشتی میں سوار کرنے کا سوال کیا تھا۔ ان کا سوال بیٹے کی حالت سے واقفیت سے قبل تھا، یعنی ایسا سوال کرنا مناسب ہے یا نہیں۔ عتاب اور جواب دونوں اس پر دلالت کرتے ہیں کہ انسان جس کام کو شروع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو پہلے اس کے بارے میں علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ \* (الاسراء: ۳۶) اور (اے مخاطب!) اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو نا معلوم کی اتباع سے منع فرمایا، سو کسی چیز کو بغیر علم کے شروع کرنا جائز نہیں ہے ہر حالت میں علم کا طلب کرنا واجب ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔<sup>۹۶۱</sup>

امام شافعی فرماتے ہیں: طلب علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) فرض عین (۲) فرض کفایہ۔

فرض عین علم آپ کی موجودہ حالت کے بارے میں آپ کا علم ہے (اگر آپ تجارت، زراعت، صنعت سے وابستہ ہیں ان کا علم نماز، روزہ، حج وغیرہ میں ہیں تو ان کا علم) اور فرض کفایہ اس کے ماسوا کا علم ہے۔

ابوالحسن علی بن یوسف الحکیم الفاسی کی کتاب ”الدوحة المشتبكة في ضوابط دارالسكة“ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عجمی لوگ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کیے بغیر ہمارے بازار میں داخل نہ ہوں۔ یعنی ان کو بیوع کے احکام معلوم ہوں اور اپنی ذمہ داری سے آگاہ ہوں اس کی اصل رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے فعل میں ہے کیونکہ آپ ہر شخص کو اس سے متعلق احکام اور ذمہ داریوں کی تعلیم دیتے تھے۔

۹۶۱ ابن الجوزی ”العلل المتناہیہ“ ج ۱ ص ۶۲ قضای ”مسند الشہاب“ ۱۷۳ از ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ اگرچہ اس کے اسناد میں

اسماعیل بن عمر الجلی اور عطیہ العوفی ضعیف راوی ہیں تاہم یہ حدیث متعدد طرق سے حضرت علی بن مسعود ابن عمر ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور بقول عراقی بعض ائمہ نے اس کے بعض طرق کو صحیح کہا ہے۔ حافظ المزنی نے کہا: اس کے طرق اس کو

حسن کے مرتبہ تک پہنچاتے ہیں۔ البتہ لوگوں کے زبان زد ”مسلمہ“ کے لفظ کی کوئی اصل نہیں۔ ابن الجوزی نے ”العلل

المتناہیہ“ ج ۱ ص ۵۷ اور قضای نے حدیث: ۵۷۱ میں اس حدیث کو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کے اسناد میں ثنی بن

دینار ہے عقلی نے اس کی حدیث کو محل نظر کہا ہے۔ ابن الجوزی نے ”العلل المتناہیہ“ ج ۱ ص ۵۷-۶۶ میں انس رضی اللہ عنہ کی یہ

حدیث چودہ طرق سے روایت کی ہے پھر اس پر گفتگو کی ہے۔

المجاہدی نے ”شرح مختصر ابن ابی جمرہ“ میں کہا ہے: ہمارے علماء نے کہا: جب تک کوئی شخص خرید و فروخت کے احکام کا عالم نہ ہو اس کے لیے بیع و شراء کرنا اور بازار میں بیٹھنا جائز نہیں ہے ایسے شخص کو تجارت سے متعلق فرائض و واجبات اور ذمہ داریوں کا علم ہونا ضروری ہے انہوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام مالک نے ”کتاب القراض“ میں یہی کہا ہے۔

”المدونہ“ میں ہے اس کے لیے مضارب کو پسند نہیں کرتا جو حرام کو حلال قرار دے یا جو حرام سے حلال کا امتیاز نہ کر سکے خواہ وہ مسلمان ہو مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ بازار سے ان لوگوں کو نکال دے جو تجارت کے احکام سے ناواقف ہیں۔

ابن رشد کی ”المقدمات“ میں اور ”الشبراخیسی علی المختصر“ میں بھی اسی طرح ہے۔ القبار کہتے ہیں: کسی شخص کے لیے بیع و شراء کے احکام جانے بغیر بازار میں بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و شراء کے احکام سے ناواقف لوگوں کو بازار سے اٹھا دیتے تھے۔

ابو عبد اللہ بن الحاج ”المدخل“ میں لکھتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایسے شخص کو درے سے مارے تھے جو تجارت کے احکام جانے بغیر بازار میں بیٹھتا تھا اور فرماتے: جو شخص سود کے بارے میں نہیں جانتا وہ ہمارے بازار میں نہ بیٹھے۔ امام مالک نے ایسے شخص کو بازار سے نکال دینے کا حکم دیا جو بازار کے احکام سے ناواقف ہو تا کہ لوگوں کو سود نہ کھلائے۔ میں نے سیدی ابو محمد کو یہ ذکر کرتے سنا کہ انہوں نے مختسب کو بازاروں میں گشت کر دیکھا وہ دکان پر کھڑا ہوتا اور دکان دار سے اس کے سامان تجارت کے متعلق احکام دریافت کرتا کہ ان میں سود کس طرح شامل ہو جاتا ہے اور اس سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟ اگر وہ صحیح جواب دیتا تو اسے دکان داری کرنے دیتا و اسے دکان سے نکال دیتا اور کہتا: میں تجھے مسلمانوں کے بازار میں نہیں رہنے دوں گا تو مسلمانوں کو سود اور ناجائز چیزیں کھلائے گا۔

”نہج البلاغہ“ میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے بغیر فقہ کے تجارت کی وہ سود کی مصیبت میں پڑا۔ ابن الحدید نے اس کی شرح میں کہا ہے: کیونکہ بیع کے مسائل اور دین کے مسائل باہم مشتبہ ہیں ان میں صرف فقیہ ہی فرق کر سکتا ہے۔ (ج ۳ ص ۴۷۹)

ابوطالب المکی کی ”قوت القلوب“ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازاروں میں گشت لگاتے تھے بعض تاجر وہ کو درہ سے مارتے اور فرماتے: ہمارے بازاروں میں علم شریعت کا ماہر ہی بیچے ورنہ تو سود ہے خواہ وہ اسے کھا چھوڑ دے۔

بعض متاخرین نے ترمذی کے حوالہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ہمارے بازار میں دین میں مہارت رکھنے والے کے سوا کوئی بیع نہ کرے۔<sup>۹۶۲</sup> میں نے اسے جامع ترمذی اور سیوطی کی جامعین میں نہیں پایا البتہ میں

۹۶۲ مشابہ ہائیں حدیث۔ ترمذی: ۴۸۷ از عمر رضی اللہ عنہ موقوفاً۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس حدیث پر علامہ شاکر نے لکھا ہے: تاکہ تاجر کو حرام حلال اور تجارت سے متعلق دیگر ضروری امور کا علم ہو اور تجارت صحیح اسلامی تجارت ہو مسلم غیر مسلم سب مطمئن ہوں اور اس میں دھوکہ فریب اور ملامت نہ ہو۔

اسے ”کنز العمال“ میں ترمذی کے حوالہ سے پایا۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۲۱۸)

”تنبيه المغتربين“ میں ہے امام مالک امراء کو حکم دیتے وہ تاجروں اور عوام الناس کو ان کے پاس جمع کرتے آپ جب کسی شخص کو معاملات کے احکام اور حلال و حرام کی معرفت سے ناواقف پاتے اسے بازار سے اٹھا دیتے اور اس سے فرماتے: پہلے بیع و شراء کے احکام سیکھو پھر بازار میں بیٹھو اگر تم عالم نہیں ہو گے سود کھاؤ گے۔

علامہ زرقانی نے ”شرح المختصر“ میں حربی زمین میں تجارت کی تشریح میں امام مالک سے نقل کیا ہے کہ جب تک تاجر خرید و فروخت کے احکام نہ سیکھیں ان کی کسی معاملہ میں گواہی جائز نہیں ہے۔

”البريقة المحمودية فی شرح الطريقة المحمدية“ میں شیخ ابوسعید الخادمی الحنفی لکھتے ہیں: تاجر کے لیے لازم ہے کہ وہ بیوع کی صحت، فساد، بطلان، حلال اور حرام اور سود وغیرہ کے احکام سیکھے (اسے معلوم ہو بیع کب صحیح، کب فاسد، کب باطل، کن صورتوں میں حلال، کن صورتوں میں حرام اور کب سود میں شامل ہو جاتی ہے)۔

”التارخانیہ“ ۹۶۳ھ میں ”السراجیہ“ ۹۶۴ھ سے منقول ہے کہ کسی شخص کے لیے مناسب نہیں کہ وہ تجارت میں مشغول ہو جب تک وہ بیع و شراء میں جائز اور ناجائز امور کو نہ جانتا ہو۔

اور ”البرزازیہ“ ۹۶۵ھ سے منقول ہے کہ جب تک کوئی شخص کتاب البیوع کو حفظ نہ کر لے تجارت میں مشغول نہ ہو، گزشتہ دور میں تاجر دوران سفر عالم کو ساتھ رکھتے تھے اور بیع و شراء کے مسائل اور معاملات میں اس سے رجوع کرتے تھے۔ ائمہ خوارزم سے منقول ہے کہ تاجر کے لیے فقیہ دوست ضروری ہے۔

شیخ ابوسالم العیاشی بیوع کے بارے میں اپنی نظم میں لکھتے ہیں:

بازار میں اس وقت تک ہرگز نہ بیٹھو جب تک تم کو بیع میں حلال اور حرام کا علم نہ ہو

اسی طرح خریداری میں ہے ان تمام اشخاص پر لازم ہے جو اس سے منسلک ہوں

اپنے لیے دوسرے کے لیے اتنا علم ہو جس سے بیع و شراء میں تصرف کا حکم معلوم ہو

تمہارا ناواقف کو مال دینا یہ مضاربہ کی ایسی قسم ہے جو حرام ہے۔

ابوزید التلمسانی کے اشعار بیوع ابن جماعة التونسی میں اس طرح مذکور ہیں:

شریعت میں تجارت کے لیے بیٹھنا حلال نہیں جب تک بیع کے احکام کو نہ جانتا ہو

تمام بازاروں کا یہی حال ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے

اسی طرح ہر علم کا معاملہ ہے ناواقفیت سے کوئی کام کرنا حلال نہیں ہے

خصوصاً قاضی کا گواہوں کے ساتھ معاملہ ہے اس میں عموم ہے وعید سے بچو

۹۶۳ھ فتاویٰ تارخانیہ تالیف عالم بن العلاء الحنفی، متوفی ۲۸۶ھ اس کتاب کو ”زاد المسافر فی الفروع“ بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں ”المحیط

البرہانی“، ”الظہیریہ“ اور ”الحانیہ“ وغیرہ کتب سے مسائل جمع کیے گئے ہیں۔

۹۶۴ھ ”السراجیہ“ علم میراث کی کتاب تالیف سراج الدین محمد بن محمد السجد اوندی۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۴ھ نے اس

کی شرح لکھی ہے۔

۹۶۵ھ ”البرزازیہ“ تالیف محمد بن شہاب بن یوسف الکردری مشہور البرزازی متوفی ۸۲۸ھ یہ کتاب مذہب حنفیہ کی معتمد کتاب ہے۔

یہ جائز نہیں کہ آپ ایسے شخص کو مال سپرد کریں جو حلال و حرام سے واقف نہیں  
یہ حکم مضاربہ بیوع اور تمام احکام میں مشروع ہے۔

علامہ کتانی کہتے ہیں کہ تجارت کے بارے میں سمجھ بوجھ اور تجارت کے مسائل سے واقفیت کا حکم آج کے دور  
کے دفاتر اور کامرس کالجوں، یونیورسٹیوں کی اصل اور بنیاد ہے اور ان مدارج کی تکمیل کے بعد ٹریڈ لائسنس کا حصول  
بھی اسی مطلوبہ مہارت کا ثبوت ہوتا ہے۔

## تجارت کو عوام الناس اور مخلوط لوگوں کے لیے چھوڑنے

### پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحابہ پر سختی

”العتبۃ“ میں ہے امام مالک نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجارت کو لازم رکھو یہ غلام تم کو تمہارے  
دنیاوی امور میں آزمائش میں نہ ڈالیں۔ اشہب نے کہا: قریش تجارت کرتے تھے اور عرب تجارت کو حقیر سمجھتے تھے۔  
(از ”البیان والتحصیل“)

ابن الحاج کی ”المدخل“ میں ہے: مروی ہے اپنی خلافت کے ایام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں گئے  
آپ نے وہاں بھٹیوں (غیر عرب مخلوط لوگ) کا غلبہ دیکھا، آپ غمگین ہوئے جب لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے  
آپ نے ان کو یہ بتایا اور تجارت چھوڑنے پر ملامت کی لوگوں نے کہا: فتوحات کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں بازار  
سے مستغنی کر دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا اگر تم اسی روش پر رہے (تجارت سے دست بردار ہو گئے)  
تمہارے مردان کے مردوں کے اور تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کی محتاج ہوں گی۔

سلف صالحین میں سے بعض حضرات جب بھٹیوں کو حصول علم میں مصروف دیکھتے تو روتے تھے اس لیے کہ  
جب علم نااہل کی دسترس میں ہو تو مفاسد کا راستہ کھل جاتا ہے۔

”المصباح“ میں ہے بھٹی سوادِ عراق کے لوگوں کو کہا جاتا تھا پھر اس لفظ کا استعمال عوام الناس اور مخلوط لوگوں  
کے لیے ہونے لگا۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: اس امت کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست صدق پر مبنی ہے کیونکہ  
مسلمانوں نے جب پسندیدہ مشروع طریقوں اور کامیاب طرز تجارت کو ترک کیا، اسے غیروں نے اچک لیا جھپٹ  
لیا اور امت دوسروں کی محتاج ہو گئی۔ ہمارے مردان کے مردوں کے اور ہماری عورتیں ہر چیز میں ان کی عورتوں کی  
محتاج ہو گئیں۔ سوئی دھاگہ جیسی معمولی چیز سے قیمتی سے قیمتی چیز تک کے لیے ہم ان کے دست نگر ہو گئے۔

ابن الحاج نے سلف کی جس شخصیت کا نام لیے بغیر ذکر کیا وہ سفیان ہیں جب انہوں نے ان بھٹیوں کو حدیث  
کی کتابت کرتے دیکھا، ان کا چہرہ متغیر ہو گیا اور یہ چیز ان پر گراں گزری، خطیب نے محمد بن عبد الوہاب البسکری  
سے نقل کیا ہے کہ میں نے ان کی یہ حالت دیکھ کر کہا: ابو عبد اللہ! ہم دیکھتے ہیں آپ پر ان کا علم کی کتابت کرنا گراں

گزرتا ہے، فرمایا: علم اہل عرب اور اشراف لوگوں کے لیے تھا، جب علم ان سے نکل کر عوام الناس اور کم درجہ کے لوگوں میں آیا انہوں نے دین کو بدل دیا۔

خطیب نے سفیان بن حسین سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا: اعمش کے پاس بعض حبشی جمع ہوئے اور حدیث بیان کرنے کی درخواست کی، انہوں نے انکار کر دیا، ان سے کہا گیا: ابو محمد! اگر آپ ان سے حدیث بیان کر دیتے؟ انہوں نے جواب دیا: خزیروں کو موتیوں کے ہار کون پہناتا ہے۔ سید سمہودی نے ”جواہر العقیدین“ میں کہا ہے: اس میں یہ اشارہ ہے کہ حکمت نا اہل کے سپرد نہ کی جائے۔

## صحابہ کرام کا صبح کے وقت تجارت کے لیے نکلنے کو ترجیح دینا

جامع ترمذی میں ایک باب کا عنوان ہے: ”ما جاء في التبرك بالتجارة“ اس میں اس سند سے یہ حدیث روایت کی ہے: یعقوب بن ابراہیم الدورقی، ہشیم، یعلیٰ بن عطاء از عمارہ بن حدید از صخر الغامدی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میری امت کے صبح سویرے کے کاموں میں برکت عطا فرما۔

حضرت صخر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب کوئی سریہ یا لشکر روانہ فرماتے، ان کو دن کے ابتدائی حصہ میں روانہ فرماتے تھے۔ حضرت صخر رضی اللہ عنہ تاجر آدمی تھے، جب بھی اپنا تجارتی مال روانہ کرتے، دن کے ابتدائی حصہ میں روانہ کرتے تھے، اس کی برکت سے آپ صاحب ثروت ہو گئے اور کثیر مال کے مالک بن گئے۔<sup>۹۶۶</sup> امام ترمذی کہتے ہیں: اس باب میں حضرت علی، حضرت بریدہ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں اور حضرت صخر الغامدی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے، ہمیں اس حدیث کے علاوہ حضرت صخر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث معلوم نہیں ہے۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: حضرت صخر رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث کو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے، حافظ المنذری نے اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کیا ہے، بیس کے قریب صحابہ کرام نے اس

<sup>۹۶۶</sup> ضعیف الاسناد۔ عمارہ بن حدید کو ابن حبان ”الثقات“ ج ۵ ص ۲۳۱ کے سوا کسی نے ثقہ نہیں قرار دیا۔ ابن المدینی نے کہا: مجھے نہیں

معلوم کہ ابو یعلیٰ بن عطاء کے علاوہ کسی نے اس سے حدیث روایت کی ہو۔ ابو زرہ نے اس کو غیر معروف اور ابو حاتم نے مجہول کہا ہے۔ احمد ج ۳ ص ۴۱۷-۴۳۱ ج ۴ ص ۳۹۰ ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۵۱۶ سعید بن منصور: ۲۳۸۴ ابوداؤد: ۲۶۰۶ ترمذی: ۱۲۱۲ ابن

ماجہ: ۲۲۳۶ بغوی: ”المجہدات“: ۲۵۵۷ طحاوی: ۱۲۳۶ دارمی ج ۲ ص ۲۱۳ طبرانی: ۲۷۶۲ ابن حبان: ”الاحسان“: ۴۷۵۳-۴۷۵۵

بغوی: ”شرح السنہ“: ۲۶۷۳ از صخر الغامدی رضی اللہ عنہ۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ حدیث کا پہلا حصہ ”اے اللہ!

میری امت کے صبح سویرے کے کاموں میں برکت عطا فرما“ اس کے متعدد شواہد ہیں ”زوائد المسند“ ج ۱ ص ۱۵۶۱ ابن ابی

شیبہ ج ۱۲ ص ۵۱۷ از علی رضی اللہ عنہ۔ اس کا اسناد عبد الرحمن بن اسحاق کے ضعف کے باعث ضعیف ہے۔ ابن ماجہ: ۲۲۳۸ طبرانی:

۱۳۳۹۰ از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ ضعیف الاسناد۔ طبرانی: ۱۲۹۶۶ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ طبرانی: ۱۰۳۹۰ از ابن مسعود رضی اللہ

عنہ از کعب بن مالک ج ۱۹ ص ۱۵۶ از بریدہ انس، جابر عبد اللہ بن سلام، عمران بن حصین، نواس بن سمان رضی اللہ عنہم سب اسناد

ضعیف لیکن بہ حیثیت مجموعی حدیث صحیح۔



حدیث کو روایت کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے ”فتح الباری“ کی کتاب الجہاد کا ”باب الخروج بعد الظهر“ ملاحظہ کریں)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کسب معاش کے لیے لوگوں کو محنت پر آمادہ کرنا

عنقریب اہل یمن کے لیے یہ ارشاد مذکور ہوگا: توکل یہ ہے کہ آدمی نے بیج زمین میں ڈالا اور اللہ پر بھروسہ کیا۔ ابن الجوزی نے کتاب مناقب عمر میں محمد بن سیرین کی اپنے والد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں مغرب میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے میرے پاس کپڑوں کی چھوٹی سے گٹھڑی تھی، حضرت عمر نے پوچھا: آپ کے پاس یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: کپڑوں کی گٹھڑی ہے، میں (سیرین) اسے بازار میں لے جاتا ہوں اور خرید و فروخت کرتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے گروہ قریش! یہ اور اس جیسے لوگ تم پر تجارت میں غلبہ نہ حاصل کر لیں، کیونکہ تجارت ایک تہائی حکمرانی اور امارت ہے۔ اسی کتاب میں حسن بصری سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے تین مرتبہ کسی چیز کی تجارت کی اور اسے اس میں نفع نہ ہوا تو وہ کسی دوسری چیز کی تجارت کرے۔ اکیدر العارضی سے منقول ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہنر سیکھو عنقریب ایسا دور آئے گا تم کو ہنر کی ضرورت پیش آئے گی۔

”کنز العمال“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ قول مروی ہے: اگر یہ بیوع نہ ہوں تم لوگوں کے محتاج ہو جاؤ۔ ”المناقب“ میں بکر بن عبد اللہ سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا ذریعہ معاش جس میں قدرے گھٹیا پن ہو وہ لوگوں سے سوال کرنے سے بہتر ہے۔ ذکوان کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اونٹ خریدے تو بڑا اور موٹا تازہ خریدے، اگر اس میں نفع نہیں پائے گا اس کی سواری سے تو محروم نہ ہوگا۔

ابن الجوزی نے ”تلبیس ابلیس“ اور ”مناقب عمر“ میں خواتین کی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے گروہ فقراء! اپنے سراونچے رکھو راستہ واضح ہے، خیر میں سبقت کرو اور مسلمانوں کے محتاج ہو کر ان پر بوجھ نہ بنو۔

”العقد الفريد“ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کوئی رزق کی طلب سے ہرگز نہ بیٹھے اور یہ نہ کہے: اے اللہ! مجھے رزق عطا فرما۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونے اور چاندی کی بارش نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ رزق عطا فرماتا ہے اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ (الحجۃ: ۱۰) جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو ○

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آدمی کا حسب و نسب اس کا مال، کشادہ دلی اور فیاضی، اس کا دین اور مروت، اس کا خلق ہے۔



ابن ماجہ نے از طریق عبد الملک بن عمیر از عمرو بن حریش از برادر خود سعید بن حریش رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے گھر بیچ کر اس کی قیمت اس گھر جیسی چیز میں نہ لگائی، اس کو اس میں برکت نہیں دی جائے گی۔<sup>۹۶۷</sup>

### حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں ہنرمند نو جوان کی قدر و منزلت

ابن الجوزی نے ”تلبیس ابلیس“ اور ”مناقب عمر“ میں محمد بن عاصم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی نو جوان پسند آتا، آپ دریافت کرتے اسے کوئی ہنر آتا ہے؟ اگر کہا جاتا نہیں، تو فرماتے: یہ میری نظروں سے گر گیا۔

### غزوہ میں شرکت اور روزی کمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ترجیح

ابن الجوزی نے ”تلبیس ابلیس“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: میرا روزی کمانے کی دوڑ دھوپ میں مرجانا مجھے راہِ خدا میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے (تا کہ مجھے کسی کے سامنے دستِ سوال نہ دراز کرنا پڑے)۔

القسم التاسع کی ابتداء سے یہاں تک وہ ابواب اور مقدمات اختتام پذیر ہوئے جن کا علامہ الخزاعی نے ذکر نہیں کیا تھا۔ یہاں سے علامہ الخزاعی کے مذکور ابواب شروع ہوتے ہیں۔

### رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور بعد کے عظیم القدر تاجر صحابہ کرام

ان تاجروں کے سرخیل رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ابن عبد البر نے ”الاستیعاب“ میں اور ابن قتیبہ نے ”المعارف“ میں زہری کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وصال سے ایک سال قبل بصری کی طرف تجارت کے لیے گئے، ان کے ساتھ حضرت نعیمان اور بدری صحابی حضرت سوہب بن حرمہ رضی اللہ عنہما بھی تھے، حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ زادِ راہ کے نگران تھے۔<sup>۹۶۸</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مشہور تاجر تھے

<sup>۹۶۷</sup> ضعیف روایت۔ ابن ماجہ: ۲۳۹۰ از سعید بن حریش رضی اللہ عنہ۔ ”الرواند“ میں ہے سعید بن حریش کی حدیث کے اسناد میں اسماعیل بن ابراہیم کو بخاری اور ابوداؤد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے ابن ماجہ میں اس کی صرف یہی ایک روایت ہے صحاح ستہ کی باقی پانچ کتب میں اس کی کوئی روایت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں: ابن ماجہ: ۲۳۹۱ میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی شاہد ہے اس کے اسناد میں یوسف بن میمون کو احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن اس سے یہ حدیث حسن ہوگئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

<sup>۹۶۸</sup> ”الاستیعاب“ علی حاشیہ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۲۴۳۔ ۲۵۷ تذکرہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت ان کے پاس چالیس ہزار تھے وہ اس مال سے علاموں کو تہ زاد کراتے اور مسلمانوں کی مدد کرتے تھے یہاں تک کہ باقی ماندہ پانچ ہزار کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی جب فوت ہوئے ان کے پاس کوئی درہم یا دینار نہ تھا۔<sup>۹۶۹</sup>

ابن عساکر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بصری کی طرف بغرض تجارت گئے رسول اللہ ﷺ سے آپ کا قرب اور آپ کی امتیازی حیثیت تجارت میں مانع نہ ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کو تجارت سے بڑی محبت تھی اور تجارت کے ذریعہ حصول رزق کو بہت پسند کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قدر قرب، محبت اور امتیازی حیثیت کے باوجود ان کو تجارت کے لیے سفر سے منع نہیں فرمایا۔ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے تجارت کو پسند فرمانے کی وجہ سے تجارت کو پسند کرتے تھے۔

ابن سعد بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر کیے گئے آپ صبح کو سر پر کپڑوں کی گٹھڑی اٹھائے بازار کی طرف بیچنے کے لیے روانہ ہوئے راستہ میں ان کو حضرت عمر بن الخطاب اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما ملے پوچھا: کیا کرنے چلے ہیں آپ تو مسلمانوں کے والی بن گئے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے روزینہ مقرر کر دیتے ہیں اور انہوں نے آپ کے لیے ہر روز بکری کا ایک حصہ مقرر کر دیا۔ صحیح البخاری پر حواشی میں ابن زکری لکھتے ہیں: ہر وہ شخص جو مسلمانوں کے مصالح میں مشغول ہو وہ وظیفہ لے سکتا ہے جیسے جج، مفتی اور مدرس وغیرہ۔

عظیم القدر تاجر صحابہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں صحیح البخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے آپ سے اجازت طلب کرنے اور واپس چلے جانے والے واقعہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا: مجھ پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ”اگر تین مرتبہ اجازت طلب کرنے پر اندر آنے کی اجازت نہ ملے تو واپس چلے جاؤ“ مخفی رہا مجھے تجارت کے لیے بازاروں کی مصروفیت نے مشغول رکھا۔

سعید بن منصور عبد بن حمید ابن المنذر اور بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: راہ خدا میں جہاد کے علاوہ مجھے دو دراز مقام کا وہ سفر پسند ہے جس میں میں اونٹ کے کجاوے پر سوار اللہ کے فضل (رزق) کو تلاش کروں اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

وَ أَخَذُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ. (الزلزلہ: ۲۰)

اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے۔

کبار صحابہ کرام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تجارت کے تذکرہ پر سلف صالحین کی کتب شاہد ہیں ابن سعد نے ”الطبقات“ میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دو برجاہلیت اور اسلام میں تاجر تھے آپ اپنا مال مضاربت پر دیتے تھے۔ علاء بن عبد الرحمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ نے نفع میں نصف حصہ پر اپنا مال بطور مضاربہ دیا۔

”مقدمات ابن رشد“ میں ہے اسلام میں سب سے پہلی مضاربہ الحرقہ کے آزاد کردہ غلام یعقوب کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مضاربہ ہے اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدمی مقرر کیا جو بازار سے ان لوگوں کو اٹھا دیتا تھا جو تجارت کی فقہ سے ناواقف ہوتے ان لوگوں میں یعقوب بھی شامل تھا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو بغیر ڈھلی ہوئی چاندی کا تھیلا دیا اور فرمایا: اس کو بیچو نفع آدھا تو دھا ہو گا اور یہ بھی کہا: جب تمہارے پاس اعتراض کرنے والا آئے تو کہنا: یہ مال عثمان کا ہے میں نے مضاربہ پر لیا ہے اس نے یہی کہا تو اسے بازار سے نہیں نکالا گیا پھر یہ دو تھیلے لے کر آئے ایک میں اصل مال اور دوسرے میں منافع تھا۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تاجرہ تھیں مالدار خاتون تھیں شام کی طرف اپنا تجارتی مال بھیجا کرتی تھیں آپ کا سامان تجارت لے جانے والا قافلہ قریش کے عام قافلہ کے برابر ہوتا تھا آپ لوگوں کو اجرت پر رکھتیں اور مال مضاربہ پر دیتی تھیں جب نبی ﷺ ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ان کا تجارت کا مال لے کر روانہ ہوئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: میں آپ کو دوسروں کے مقابلہ میں دو گنا دوں گی رسول اللہ ﷺ بصری کے بازار میں ان کا مال لے گئے یہ سامان فروخت کیا اور وہاں سے دوسرا سامان خرید کر لائے اور پہلے کی بہ نسبت دو گنا منافع لائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو مقررہ منافع کا دو گنا دیا۔<sup>۹۷</sup>

(طبقات ابن سعد)

ان تاجر صحابہ میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بھی ہیں ابن عبد البر کہتے ہیں: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تجارت میں قسمت کے دہنی تھے آپ سے کہا گیا: آپ نے تجارت میں یہ سب کچھ کیسے پایا؟ فرمایا: میں نے کبھی دھوکہ دہی سے کام نہیں کیا اور نفع کو نہیں لوٹا یا اور اللہ جسے چاہتا ہے برکت سے نوازتا ہے۔<sup>۹۸</sup> ابن عبد البر نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے جو ان کو خراج دیتے تھے۔<sup>۹۹</sup>

ان عظیم تاجر صحابہ میں حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں صحیح البخاری میں حضرت عبد الرحمن سے مروی ہے جب ہم مدینہ منورہ میں آئے رسول اللہ ﷺ نے میرے اور سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم کی (ہمیں ایک دوسرے کا بھائی بنایا) حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ نے کہا: میں انصار کا سب سے مالدار شخص ہوں میں اپنا آدھا مال آپ کو دیتا ہوں اور میری بیویوں کو دیکھ لو جو آپ کو پسند آجائے میں اسے طلاق دیتا ہوں عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے نکاح کر لینا حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور پوچھا: کیا یہاں تجارت کے لیے بازار ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو بازار کا راستہ بتایا۔ صبح کو حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بازار میں گئے شام کو مال بیچ کر کچھ منافع لائے پھر وہ اسی

۹۷۰ ”السیر والبیغازی“ ابن اسحاق ص ۸۱-۸۲ (مطبوعہ دار الفکر) الاصابہ ج ۲ ص ۲۸۱ رقم ۳۳۳ الروض الانف ج ۱ ص ۲۱۲-۲۱۳

۹۷۱ ”الاستیعاب“ علی حاشیہ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۵۸۳۔

۹۷۲ ”الاستیعاب“ ج ۱ ص ۵۸۳ اوزاعی از نہیک بن یریم از مغیب بن یحیی از کعب رضی اللہ عنہ۔

طرح بازار میں آتے جاتے رہے کچھ عرصہ کے بعد اس حالت میں آئے کہ ان پر زردی کا نشان تھا رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔<sup>۹۴۳</sup> ابن عبد البر کہتے ہیں: حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے خوش قسمت تاجر تھے اور تجارت کے ذریعہ بہت مال کمایا آپ نے اپنی جس زوجہ کو بیماری میں طلاق دی تھی اس کو آٹھویں حصہ کی تہائی میں ترسی ہزار ملے تھے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں: اس سے آپ کی میراث کے آٹھویں حصہ کی چوتھائی پر مصالحت ہوئی تھی۔

ان تاجر صحابہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سعد بن عائد المؤمن رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ”الاصابہ“ میں ان کے تذکرہ میں ہے آپ سلم کے درخت کے پتوں کی تجارت کرتے تھے ان پتوں سے چمڑے رنگے جاتے تھے۔ اسی لیے آپ کو سعد القرظ (کیکر سے مشابہ ایک درخت جسے عربی میں سلم کہتے ہیں) کہا جاتا ہے۔ علامہ بغوی نے روایت کیا ہے انہوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں تنگ دستی کی شکایت کی حضور ﷺ نے ان کو تجارت کرنے کا حکم دیا وہ بازار میں گئے اور سلم کے پتے خرید کر بیچے ان میں ان کو نفع ہوا انہوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان کو یہ تجارت جاری رکھنے کا حکم دیا۔<sup>۹۴۴</sup>

حضرت منقذ بن عمرو الانصاری المدنی رضی اللہ عنہ تاجر صحابہ کرام میں سے ہیں ابن اسحاق نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میرے نانا حضرت منقذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سر میں پہنچنے والی آفت کی وجہ سے ان کی زبان کمزور ہو گئی اور ان کی عقل میں فرق آ گیا وہ تجارت نہیں چھوڑتے تھے اور ہمیشہ دھوکہ کھاتے تھے نبی ﷺ کو ان کی حالت بتائی گئی تو آپ نے حضرت منقذ سے فرمایا: جب تم بیچو تو کہو: دھوکہ نہ ہوگا اور تم جو بھی سامان بیچو گے اس میں تم کو تین راتوں کا اختیار ہوگا (یعنی دھوکہ کی صورت میں تم اس عرصہ میں اپنا سامان واپس لے سکو گے)۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگوں کی کثرت ہوئی آپ بازار میں خرید و فروخت کرتے جب گھروالوں کے پاس جاتے وہ ان کو ملامت کرتے تو حضرت منقذ رضی اللہ عنہ اپنا بیچا ہوا مال یہ کہہ کر واپس لے آتے کہ نبی ﷺ نے مجھے تین راتوں کا اختیار دیا ہے۔<sup>۹۴۵</sup> (تفصیل کے لیے دیکھئے ”تہذیب النوی“)

”الاصابہ“ (ج ۲ ص ۱۸۲) میں حضرت ابو معلق الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ اپنا اور دوسروں کا سامان تجارت لے کر دور دراز علاقوں میں تجارت کے لیے جایا کرتے تھے آپ متقی عبادت گزار اور مستجاب الدعوات تھے۔<sup>۹۴۶</sup>

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ اور عبید اللہ رضی اللہ عنہما بھی تجارت پیشہ تھے ”سراج

<sup>۹۴۳</sup> صحیح حدیث۔ بخاری ۲۰۴۸-۲۷۸۰ از عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ الفاظ میں قدرے تغیر کے ساتھ۔

<sup>۹۴۴</sup> ضعیف روایت بہ سبب مجاہیل۔ بغوی از قاسم بن الحسن بن محمد بن عمرو بن حفص۔۔۔۔۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۲۹ رقم: ۳۱۷۱)

<sup>۹۴۵</sup> ضعیف روایت۔ دارقطنی ”السنن“ ج ۳ ص ۵۵-۵۶ بخاری ”التاریخ الاوسط“ ابن ابی شیبہ (العلیق المغنی علی الدارقطنی ج ۳

ص ۵۵-۵۶) از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ اس کے اسناد میں محمد بن اسحاق مدلس ہے۔

<sup>۹۴۶</sup> ضعیف روایت۔ ابن ابی الدنیا ”مجاہل الدعوة“ از عیسیٰ بن عبد اللہ البہمی از فہر بن زیاد الاسدی از موسیٰ بن وردان از کلبی از حسن از

انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ یہاں مشہور مفسر کلبی کے علاوہ مجہول کلبی مراد ہے سو یہ روایت ضعیف ہے۔

المملوک“ میں علامہ طرطوشی لکھتے ہیں: جب بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان صاحبزادوں کو بیت المال کا مال دیا انہوں نے اس سے سامان خرید کر اس سے منافع حاصل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے تمام منافع واپس لینا چاہا تو انہوں نے حضرت عبید اللہ کی طرف رجوع کیا، انہوں نے فیصلہ دیا کہ آدھا منافع ان دو صاحبزادوں کا ہوگا، باقی نصف کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں داخل کر دیا۔

ابن رشد نے ”المقدمات“ میں کہا ہے کہا جاتا ہے: اسلام میں یہ پہلی مضاربت تھی۔ یہ مشہور واقعہ ”الموطا“ میں مذکور ہے۔ ”الشبرخی علی المختصر“ میں مضاربت کے باب میں ہے: نبی ﷺ نے بعثت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے مضاربت پر کام کیا ہے، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے بھی مضاربت پر کام کیا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں مذکور ہوا ہے اسلام میں سب سے پہلے الحرقہ کے آزاد کردہ غلام یعقوب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے مضاربت پر کام کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تاجر صحابہ میں شامل ہیں۔ ”سراج المملوک“ میں ہے امام مالک نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کے مال کے دو حصے کر کے ان کا نصف حصہ بیت المال میں داخل کر لیتے تھے آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مال کے بھی دو حصے کیے اور ان سے پوچھا: تمہارے پاس یہ مال کہاں سے آیا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جانوروں نے بچے دیئے اور تجارت سے ملا ہے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ تاجر صحابی ہیں آپ مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس نبی ﷺ کے سفیر بن کر گئے تھے۔ ”طبقات ابن سعد“ میں ہے آپ نے موت کے وقت چار ہزار اشرفیاں، دراہم، گھر اور دیگر اشیاء بطور میراث چھوڑیں۔ آپ اشیائے خوردنی وغیرہ کی تجارت کرتے تھے۔

ان تاجروں میں غزوہ خیبر کے تاجر بھی شامل ہیں، سنن ابی داؤد کے ”باب التجارة فی الغزو“ میں حضرت عبید اللہ بن سلیمان سے مروی حدیث میں ہے نبی ﷺ کے ایک صحابی نے ان سے حدیث بیان کی کہ جب ہم نے خیبر کو فتح کر لیا اور قیدی اور مال و متاع بطور غنیمت حاصل ہو گئے لوگ اپنے غنائم کو بیچنے لگے رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو ایک آدمی نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! آج مجھے جتنا منافع ملا ہے اس وادی کے لوگوں میں سے کسی کو آج اتنا منافع نہیں ملا آپ نے فرمایا: تیرے لیے خرابی ہو تجھے کتنا منافع ملا ہے؟ اس نے کہا: میں برابر بیچتا اور خریدتا رہا، یہاں تک کہ مجھے تین سو اوقیہ چاندی کا نفع ہوا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تجھ کو کسی شخص کے لیے اس سے زیادہ نفع بخش چیز بتاتا ہوں اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ فرمایا: نماز کے بعد دو رکعت ادا کرنا۔ ۹۷۷ علامہ المنذری اس حدیث کے بارے میں خاموش رہے۔

ابن ماجہ نے خارجہ بن زید کی حدیث سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے ایک آدمی کو دیکھا اس نے

۹۷۷ ضعیف روایت۔ ابوداؤد: ۲۷۸۵، یکے از اصحاب نبی ﷺ، ”ضعیف سنن ابی داؤد“ حدیث: ۵۹۳ میں البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔





حدیث بیان کی۔ پھر کہا: ہم سے یعقوب بن حمید بن کاسب نے ان سے یحییٰ بن سلیم الطاقمی نے از عبد اللہ بن عثمان بن خثیم از اسماعیل بن عبید بن رفاعہ از والد خود از جد خود حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نکلے لوگ بکثرت خرید و فروخت کرنے لگے آپ نے ان کو پکار کر فرمایا: اے تاجروں کا گروہ! جب انہوں نے اپنی نگاہیں اوپر اٹھائیں اور اپنی گردنیں اونچی کیں آپ نے فرمایا: تاجر قیامت کے دن فاجر اٹھائے جائیں گے مگر جو اللہ سے ڈرے نیکی کی اور سچ بولا۔<sup>۹۸</sup>

صاحب ”لمعات“ نے کہا ہے: تجارت کرنے والے کے لیے تاجر نام دلالی سے اچھا ہے کیونکہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تجارت مقام مدح میں مذکور ہے، بائع اور مشتری کے درمیان دلال اس کے تابع ہے، کبھی دلال امانت اور دیانت سے ہٹ جاتا ہے۔ آپ نے ان سب کو تاجر کہا، کیونکہ بیچنے والے اور خریدنے والے دلال سب ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں، تاجر بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔

ملا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح میں کہتے ہیں کہ دلال آج بھی بائع اور مشتری کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہوتے ہیں اور بیع کی تکمیل میں حصہ لیتے ہیں۔ ”سمسار“ اصل میں کسی چیز کی دیکھ بھال کرنے والے نگران کو کہتے ہیں، اب یہ لفظ دلال کے لیے بولا جانے لگا ہے۔ کبھی نگران کو بھی سمسار کہتے ہیں۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہمارے پہلے نام سے اچھا نام عطا فرمایا (ہمیں سمسار کی بجائے تاجر کہا)۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرف عام میں تاجر کا نام دلال سے بہتر ہے۔ اس کے بہتر ہونے کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ سمسارہ کا اطلاق آج کل ٹیکس اور محصول وصول کرنے والے پر ہوتا ہے، شاید رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں یہ نام اس کو دیا جاتا ہو جس (تاجر) میں نقص ہو۔

اس سلسلہ میں علامہ قرطبی نے بہترین بات کہی ہے کہ تجارت اس المال میں نفع کے حصول کے لیے تصرف سے عبارت ہے، سمسارہ بھی اسی طرح ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں متعدد مرتبہ تجارت کا بطور مدح ذکر فرمایا ہے ارشاد فرمایا:

کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں۔

هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ (التف: ۱۰)

تجارت تمہاری آپس کی رضا مندی سے۔

تِجَارَةٌ عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (النساء: ۲۹)

ایسی تجارت جو ہرگز نقصان والی نہیں ○

تِجَارَةٌ لَّنْ تَبْوَؤَ (الفاطر: ۲۹)

شاید کہ اس آیت کریمہ سے بھی یہی ارادہ فرمایا:

۹۸۰ حسن حدیث بشواہد۔ بخاری ”الادب المفرد“ ترمذی ابن ماجہ۔ اس کے اسناد میں اسماعیل بن عبید (یا عبید اللہ) کے سوا سب راوی ثقہ ہیں۔ اسماعیل بن عبید کو صرف ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ عبد الرزاق: ۲۰۹۹، دارمی ج ۲ ص ۲۳۷، ترمذی: ۱۲۱۰، ابن ماجہ: ۲۱۳۶

طبرانی ”الکبیر“: ۴۵۳۹، ۵۳۴۰، ۵۳۴۱، ۵۳۴۲، ابن حبان: ۲۹۰۹، حاکم ج ۲ ص ۶، بیہقی ج ۵ ص ۲۶۶، از متعدد طرق۔ از عبد اللہ بن عثمان خثیم۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، حاکم اور ڈھسی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کا شاہد

طبرانی (حدیث: ۱۲۳۹۹) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۷۲) نیز عبد الرحمن بن شبل کی کذاشتہ حدیث بھی اس کی شاہد ہے۔



رِجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ  
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ يُخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ  
الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ (النور: ۳۷)

وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں  
کرتی اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے  
سے وہ اس دن سے خائف ہیں جس میں الٹ جائیں  
گے دل اور آنکھیں ۵

تجارت کا نام ذکر فرما کر اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ تاجر ان اوصاف سے موصوف ہوں نیز اس ارشاد ربانی  
میں بھی اسی جانب اشارہ ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ  
بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ: ۱۱۱)

بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جان و  
مال کو ان کے لیے جنت کے بدلے میں خرید لیا۔

”المدخل“ میں ہے بازار کو سوق اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں سامان تجارت کا چلن ہوتا ہے۔

### رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں پارچہ فروش (کلاتھ مرچنٹ)

بز از کپڑا بیچنے والے کو کہتے ہیں۔ ”بز“ کپڑے کی ایک قسم ہے۔ ”المصباح“ میں ہے گھریلو سامان میں سے  
صرف کپڑوں کو ”بز“ کہتے ہیں صحیح البخاری میں ایک عنوان ہے ”باب التجارة في البز وغيره“۔ ابن العربی نے  
کہا ہے: امام بخاری نے کپڑوں کی تجارت پر عنوان قائم کر کے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو متاع دنیا میں وسعت کو  
ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں: پرانا کپڑا اور تن ڈھانپنے کے لیے صرف ایک کپڑا کافی ہے۔

خطیب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: کپڑے کی تجارت کو لازم رکھو کیونکہ  
کپڑے کا تاجر اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ خوشحالی اور خیر میں ہوں۔<sup>۹۸۱</sup>

طبرانی نے ”المعجم الصغير“ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے: اگر اللہ تعالیٰ اہل  
جنت کو تجارت کی اجازت دے تو وہ کپڑے اور عطر کی تجارت کریں گے۔ (جمع الجوامع) <sup>۹۸۲</sup>

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کپڑے کے تاجر تھے ابن قتیبہ نے ”المعارف في صنائع  
الاشراف“ میں کہا ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کپڑے کے تاجر تھے۔ ابن عبد البر نے کہا ہے: حضرت عثمان رضی  
اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں نو سو پچاس (۹۵۰) اونٹ دیئے اور پچاس گھوڑے دے کر ہزار کو پورا کیا۔ قتادہ سے  
مروی ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیئے تھے یہ سب کپڑے کی تجارت سے حاصل  
کیا ہوا مال تھا ان کی یہی تجارت تھی۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی کپڑے کے تاجر تھے ابن قتیبہ نے ”المعارف“ میں اور ابن الجوزی  
<sup>۹۸۱</sup> نہایت ضعیف۔ خطیب ”تاریخ بغداد“ ج ۱۰ ص ۱۵۲ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ اس کے اسناد میں عبد اللہ بن مردان بن ابی عصمہ کو  
خطیب نے بغیر جرح و تعدیل کے ذکر کیا ہے نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مجہول الاسم پوتا راوی ہے۔

<sup>۹۸۲</sup> ضعیف روایت۔ طبرانی ”الصغير“ از ابن عمر رضی اللہ عنہما (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۶۳) عبد الرحمن بن ایوب السکون الحمصی کی وجہ سے یہ  
حدیث ضعیف ہے۔

نے ”تلبیس ابلیس“ میں کہا ہے: آپ پارچہ فروش تھے۔

زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے انہوں نے سفیان بن عیینہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی کپڑے کی تجارت یومیہ ہزار وافیہ تھی۔ وافی دینار کا وزن ہے یہ فارسی دینار جس کو بغلیہ کہا جاتا ہے اس کا ہم وزن ہے۔

”الاصابہ“ (ج ۲ ص ۱۰۰) میں حضرت سوید بن قیس العبدي رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں سماک بن حرب کی ان سے روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے ایک شلوار خرید فرمائی۔ اسے احمد اور اصحاب سنن نے روایت کیا ہے ان سے مروی ایک اور روایت میں ہے میں اور مخرمہ العبدي مقام ہجر سے کپڑا لائے ہم مکہ میں آئے ہم منیٰ میں تھے رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے شلوار کے دام کیے ہم نے شلوار آپ کو بیچی آپ نے اس کی قیمت دی اور وزن کرنے والے سے فرمایا: جھکتا ہوا تولو۔<sup>۹۸۳</sup>

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی کپڑے کے تاجر تھے اسے ابن الجوزی نے ”التلخیص“ میں ذکر کیا ہے۔

### رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ منورہ میں کلاتھ مارکیٹ

ابویعلیٰ الموصلی نے نہایت ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بازار میں داخل ہوا آپ پارچہ فروشوں کے پاس تشریف فرما ہوئے اور چار درہم میں شلوار خریدی بازار والوں کے پاس وزن کرنے والا تھا آپ نے اس سے فرمایا: وزن کر اور جھکتا ہوا تول۔ وزن کرنے والے نے کہا: میں نے ایسی بات پہلے کسی سے نہیں سنی۔<sup>۹۸۴</sup>

علامہ زرقانی ”شرح المواہب“ میں کہتے ہیں: ”بز“ کپڑوں کو یا کپڑوں سمیت دوسرے گھریلو سامان کو کہتے ہیں اس کا بیچنے والا بزاز ہے (قاموس)۔

ابوسعید نیشاپوری نے ”کتاب شرف المصطفیٰ“ میں اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ کی تجارت کے ذیل میں نقل کیا ہے۔

<sup>۹۸۳</sup> حسن الاسناد۔ بوجہ سماک بن حرب احمد ج ۲ ص ۳۵۲، ابوداؤد: ۳۳۳۶، ترمذی: ۱۳۰۵، نسائی ج ۷ ص ۲۸۲، ابن ماجہ: ۲۲۲۰، دارمی ج ۲ ص ۲۶۰، طحاوی: ۱۱۹۲، ابن الجارود: ۵۵۹، ابن حبان: ۵۱۴۷، حاکم ج ۲ ص ۳۰، بیہقی ج ۶ ص ۳۲-۳۳، طبرانی: ۶۲۶۶، ازماک بن حرب از سوید بن قیس رضی اللہ عنہ۔ ہجر یمن کا ایک شہر ہے۔

<sup>۹۸۴</sup> نہایت ضعیف الاسناد حدیث۔ بوجہ عبدالرحمن بن زیاد الافریقی ضعیف الحافظ ابن حبان نے ”المجر وھین“ ج ۲ ص ۵۰ میں کہا ہے: یہ ثقہ راویوں سے موضوعات روایت کرتا ہے مدلس ہے۔ بخاری کے بقول منکر الحدیث ہے اس حدیث کو ابویعلیٰ: ۶۱۶۲، اور ابن حبان نے ”المجر وھین“ ج ۲ ص ۵۱ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ علامہ بیہقی ”مجمع الزوائد“ ج ۵ ص ۱۴۱-۱۴۲ میں یہ حدیث ذکر کر کے کہتے ہیں: اس کو ابویعلیٰ نے اور طبرانی نے ”الاوسط“ میں روایت کیا ہے۔ اس میں یوسف بن زیاد البصری ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں: سوید بن قیس العبدي رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث اس کی شاہد ہے۔ (مخرج)

## عطر فروش

امام بخاری نے ”صحیح البخاری“ کی کتاب البیوع میں ”باب العطار وبيع المسك“ کا عنوان ذکر کیا ہے۔ اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اچھے ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال مُشک فروش اور لوہار کی دھونکنی جیسی ہے، آپ مُشک فروش سے مُشک خریدیں گے ورنہ اس کی خوشبو کو تو پائیں گے، لوہار کی دھونکنی تیرا گھر جلانے کی یا تیرا کپڑا جلانے کی یا تو اس سے بدبو پائے گا۔ ۹۸۵

الثعالبی نے ”كتاب التمثيل والمحاضرة“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ اگر میں تاجر ہوتا تو عطر کی تجارت کے سوا کسی دوسری چیز کی تجارت کو اختیار نہ کرتا، اگر مجھے اس سے نفع نہ ملتا اس کی خوشبو تو ملتی رہتی۔

علامہ یمنی کہتے ہیں: عطار خوشبو بیچنے والے کو کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر ”فتح الباری“ میں کہتے ہیں: بخاری کی اس روایت میں مُشک کا ذکر ہے، انہوں نے عنوان میں عطر فروش کہا ہے گویا کہ انہوں نے مُشک اور عطر کو باہم ملایا ہے کیونکہ دونوں بہترین خوشبوئیں ہیں۔

## رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں وزن کرنے والے

مسند ابو یعلیٰ الموصلی کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ بازار والوں کے پاس وزن کرنے والا تھا، نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: تول اور جھکتا ہوا تول۔ یہ حدیث طبرانی کی ”المعجم الاوسط“ میں بھی ہے، امام احمد نے اسے مسند میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ابن زیاد ہے، بقول علامہ سیوطی ابن زیاد اور اس کا شیخ دونوں ضعیف راوی ہیں۔ ”شرح الشفاء“ میں علامہ خفاجی نے کہا ہے: اس روایت کا ضعف اس کے موافق دیگر روایات کے باعث جاتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ کا وزن کرنے والے کے لیے فرمانا ”وزن کر اور جھکتا ہوا تول“ قیمت کے بارے میں ہے یعنی ترازو کے جس پلڑے میں درہم رکھے ہیں ان کو جھکتا ہوا تول کہا جاتا ہے: پورا لے اور جھکتا ہوئے دے۔ ابو عبد اللہ العقبانی التمسانی کی کتاب ”تحفة الناظر وغنیة الذاکر فی حفظ الشعائر وتغییر المناکر“ میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو زعفران تول رہا تھا اور جھکتا ہوا تول رہا تھا، آپ نے فرمایا: عدل و انصاف کے ساتھ وزن پورا کر، پھر اس کے بعد جتنا چاہے جھکا دے، گویا آپ نے اسے حسب معمول برابر تولنے کا حکم دیا کہ ایسا کرنا لازم ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا: اے اہل عجم! تم ان دو چیزوں کو پورا کرو ان میں کمی کی وجہ سے تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئی ہیں، وزن اور ناپ۔

۹۸۵ صحیح حدیث۔ بخاری ۲۱۰۱۔ ۵۵۳۴ مسلم ۲۶۲۸ احمد ج ۴ ص ۴۰۴۔ ۴۰۵ ابن معین ”ماریخ“ ج ۳ ص ۳۸ ابن حبان ۵۶۱۔ ۵۷۹

بغوی ”شرح الایۃ“ ۳۲۸۳ قضاوی ”مسند الشباب“ ۱۳۸۰ از ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔

آپ نے اہل عجم کو خاص طور پر اس لیے کہا کہ عجمی ناپ اور تول کے دونوں پیمانے استعمال کرتے تھے حرمین میں ایسا نہ تھا اہل مکہ وزن کرتے اور اہل مدینہ ناپتے تھے۔

مذکورہ بالا حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ ہر آدمی سے اس کے پیشہ کے اعتبار سے گفتگو فرماتے تھے اور اسے وہ طریقے تعلیم فرماتے جس سے اس کی خوشحالی میں اضافہ ہو اس پیشہ کے آداب اور احکام سے آگاہ فرماتے تھے۔

”النفس الیمانی“ میں یمن کے عظیم القدر مفتی اور بے بدل عالم نے اپنے شیخ عبدالصمد الجاوی کے تذکرہ میں اسی اصل کو ذکر کیا ہے کہ ان کے شیخ کا طریقہ تھا جب بھی کوئی طالب ان کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ اس سے تفصیلی حالات معلوم کرتے تھے جب ان کو معلوم ہوتا کہ اس طالب کے عادات و اطوار خوب ہیں اور اس میں فلاں اچھی خصلت ہے وہ اس کی اس خصلت اور خوبی کی تعریف و توصیف کرتے اور اسے اس کے آداب و احکام سے آگاہ کرتے تاکہ وہ اس پر ثابت قدم رہے اور اسے مکمل بصیرت حاصل ہو۔ مفتی یمن اپنے بارے میں لکھتے ہیں: میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ برابر مجھے فتویٰ کے آداب سے آگاہ فرماتے رہے مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سوال پر اکتفا نہ کرے بلکہ اسے مکمل معلومات حاصل ہوں تاکہ اس کا جواب صحیح پس منظر کا عکاس ہو یہی دینی مصلحت کا تقاضا ہے اسے تجربہ کار عقول پہچانتے ہیں۔

طبرانی اور ابویعلیٰ کی سابقہ حدیث کا تتمہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے چار درہم میں شلوار خریدی بازار میں وزان (وزن کرنے والا) تھا آپ نے اس سے فرمایا: وزن کر اور جھکتا ہوا تول۔ آپ نے شلوار لی میں اسے اٹھانے کے لیے آگے بڑھا تو آپ نے فرمایا: چیز کا خریدار اپنی خرید کردہ چیز کو اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے اگر وہ کمزور ہو اسے نہ اٹھا سکے تو اس کا مسلمان بھائی اس کی مدد کرے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ شلوار پہنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں سفر میں گھر میں رات میں اور دن میں مجھے ستر کا حکم دیا گیا ہے اور میں نے اس سے بڑھ کر ستر پوشی کرنے والی چیز نہیں پائی۔

ابن القیم نے ”الہدی“ میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس پر جزم کیا ہے کہ نبی ﷺ نے شلوار زیب تن فرمائی ہے۔ خفاجی نے ”شرح الشفاء“ میں کہا ہے کہ اس بارہ میں ابن القیم کے استدلال کو یہ کہہ کر غلط قرار دینا درست نہیں کہ آپ نے شلوار خریدی ہے مگر پہنی نہیں۔ یہ دور کی کوڑی لانے والی بات ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوران محاصرہ شلوار پہنی ہوئی تھی۔

اس حدیث میں شلوار کی قیمت چار درہم مروی ہے۔ ”الاحیاء“ میں تین درہم مذکور ہے۔



## صرّاف (منیٰ چنجر)

### عہد رسالت مآب ﷺ کے صرّاف

”صحیح البخاری“ میں ابوالمنہال سے مروی ہے میں سونے چاندی کے تبادلے کا کام کرتا تھا میں نے حضرت زید بن ارقم اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا: ہم دونوں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تجارت کرتے تھے ہم نے رسول اللہ ﷺ سے صرف (تبدیلی سکے تبادلہ رقم) کے بارہ میں سوال کیا آپ نے فرمایا: اگر دست بدست ہو تو حرج نہیں ہے اگر ادھار ہو تو صحیح نہیں ہے صرف سونے کی چاندی کے ساتھ بیچ ہے<sup>۹۸۶</sup> (کتاب البیوع ج ۳ ص ۶) (کیونکہ اس دور میں سونے اور چاندی کے سکے رائج تھے)۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ بازار بڑا ہو گیا اور اس پر ایک نگران کی ضرورت پیش آئی۔ دیار بکری نے ”تاریخ الخمیس“ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر لوگوں کے اعتراض اور ناراض ہونے کے ذکر کے بعد کہا ہے: لوگوں کا یہ دعویٰ کہ آپ نے حارث بن حکم کو مدینہ منورہ کے بازار کا نگران بنا دیا تھا تا کہ وہ اوزان چیک کریں، دو یا تین روز کے بعد انہوں نے گٹھلیوں کے تاجروں سے تمام گٹھلیاں اپنے لیے خرید لیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک یہ معاملہ پہنچا تو آپ نے اسے برا جانا اور آپ نے حارث کو معزول کر دیا۔ مروی ہے کہ آپ نے حارث کو دو درہم یومیہ پر یہ ذمہ داری سونپی تھی۔

### عنبر اور پارے کی تجارت

”عون المعبود علی سنن ابو داؤد“ کے مؤلف نے ذکر کیا ہے زعفران، عنبر، مشک اور عود یہ چاروں چیزیں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں موجود تھیں حضور ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام ان کو استعمال کرتے تھے آپ کے وصال کے بعد بھی یہ چیزیں مسلمانوں میں مستعمل رہیں پھر یہ ذکر کیا کہ نسائی نے محمد بن علی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا نبی ﷺ خوشبو لگاتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں مردانہ خوشبو جیسے مشک، عنبر اور عود۔<sup>۹۸۷</sup> (ج ۲ ص ۲۳۸)

”طبقات ابن سعد“ میں محمد بن علی سے مروی ہے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے امی! کیا رسول اللہ ﷺ خوشبو استعمال فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: مردانہ خوشبو میں نے پوچھا: مردانہ خوشبو کیا ہے؟

۹۸۶ بخاری ۲۰۶۰-۲۰۶۱-۲۱۸۰-۲۱۸۱-۲۳۹۷-۲۳۹۸-۲۳۹۹-۳۹۳۰-۳۹۳۱-۳۹۳۲-۳۹۳۳-۳۹۳۴-۳۹۳۵-۳۹۳۶-۳۹۳۷-۳۹۳۸-۳۹۳۹-۳۹۴۰-۳۹۴۱-۳۹۴۲-۳۹۴۳-۳۹۴۴-۳۹۴۵-۳۹۴۶-۳۹۴۷-۳۹۴۸-۳۹۴۹-۳۹۵۰-۳۹۵۱-۳۹۵۲-۳۹۵۳-۳۹۵۴-۳۹۵۵-۳۹۵۶-۳۹۵۷-۳۹۵۸-۳۹۵۹-۳۹۶۰-۳۹۶۱-۳۹۶۲-۳۹۶۳-۳۹۶۴-۳۹۶۵-۳۹۶۶-۳۹۶۷-۳۹۶۸-۳۹۶۹-۳۹۷۰-۳۹۷۱-۳۹۷۲-۳۹۷۳-۳۹۷۴-۳۹۷۵-۳۹۷۶-۳۹۷۷-۳۹۷۸-۳۹۷۹-۳۹۸۰-۳۹۸۱-۳۹۸۲-۳۹۸۳-۳۹۸۴-۳۹۸۵-۳۹۸۶-۳۹۸۷-۳۹۸۸-۳۹۸۹-۳۹۹۰-۳۹۹۱-۳۹۹۲-۳۹۹۳-۳۹۹۴-۳۹۹۵-۳۹۹۶-۳۹۹۷-۳۹۹۸-۳۹۹۹-۴۰۰۰-۴۰۰۱-۴۰۰۲-۴۰۰۳-۴۰۰۴-۴۰۰۵-۴۰۰۶-۴۰۰۷-۴۰۰۸-۴۰۰۹-۴۰۱۰-۴۰۱۱-۴۰۱۲-۴۰۱۳-۴۰۱۴-۴۰۱۵-۴۰۱۶-۴۰۱۷-۴۰۱۸-۴۰۱۹-۴۰۲۰-۴۰۲۱-۴۰۲۲-۴۰۲۳-۴۰۲۴-۴۰۲۵-۴۰۲۶-۴۰۲۷-۴۰۲۸-۴۰۲۹-۴۰۳۰-۴۰۳۱-۴۰۳۲-۴۰۳۳-۴۰۳۴-۴۰۳۵-۴۰۳۶-۴۰۳۷-۴۰۳۸-۴۰۳۹-۴۰۴۰-۴۰۴۱-۴۰۴۲-۴۰۴۳-۴۰۴۴-۴۰۴۵-۴۰۴۶-۴۰۴۷-۴۰۴۸-۴۰۴۹-۴۰۵۰-۴۰۵۱-۴۰۵۲-۴۰۵۳-۴۰۵۴-۴۰۵۵-۴۰۵۶-۴۰۵۷-۴۰۵۸-۴۰۵۹-۴۰۶۰-۴۰۶۱-۴۰۶۲-۴۰۶۳-۴۰۶۴-۴۰۶۵-۴۰۶۶-۴۰۶۷-۴۰۶۸-۴۰۶۹-۴۰۷۰-۴۰۷۱-۴۰۷۲-۴۰۷۳-۴۰۷۴-۴۰۷۵-۴۰۷۶-۴۰۷۷-۴۰۷۸-۴۰۷۹-۴۰۸۰-۴۰۸۱-۴۰۸۲-۴۰۸۳-۴۰۸۴-۴۰۸۵-۴۰۸۶-۴۰۸۷-۴۰۸۸-۴۰۸۹-۴۰۹۰-۴۰۹۱-۴۰۹۲-۴۰۹۳-۴۰۹۴-۴۰۹۵-۴۰۹۶-۴۰۹۷-۴۰۹۸-۴۰۹۹-۴۱۰۰-۴۱۰۱-۴۱۰۲-۴۱۰۳-۴۱۰۴-۴۱۰۵-۴۱۰۶-۴۱۰۷-۴۱۰۸-۴۱۰۹-۴۱۱۰-۴۱۱۱-۴۱۱۲-۴۱۱۳-۴۱۱۴-۴۱۱۵-۴۱۱۶-۴۱۱۷-۴۱۱۸-۴۱۱۹-۴۱۲۰-۴۱۲۱-۴۱۲۲-۴۱۲۳-۴۱۲۴-۴۱۲۵-۴۱۲۶-۴۱۲۷-۴۱۲۸-۴۱۲۹-۴۱۳۰-۴۱۳۱-۴۱۳۲-۴۱۳۳-۴۱۳۴-۴۱۳۵-۴۱۳۶-۴۱۳۷-۴۱۳۸-۴۱۳۹-۴۱۴۰-۴۱۴۱-۴۱۴۲-۴۱۴۳-۴۱۴۴-۴۱۴۵-۴۱۴۶-۴۱۴۷-۴۱۴۸-۴۱۴۹-۴۱۵۰-۴۱۵۱-۴۱۵۲-۴۱۵۳-۴۱۵۴-۴۱۵۵-۴۱۵۶-۴۱۵۷-۴۱۵۸-۴۱۵۹-۴۱۶۰-۴۱۶۱-۴۱۶۲-۴۱۶۳-۴۱۶۴-۴۱۶۵-۴۱۶۶-۴۱۶۷-۴۱۶۸-۴۱۶۹-۴۱۷۰-۴۱۷۱-۴۱۷۲-۴۱۷۳-۴۱۷۴-۴۱۷۵-۴۱۷۶-۴۱۷۷-۴۱۷۸-۴۱۷۹-۴۱۸۰-۴۱۸۱-۴۱۸۲-۴۱۸۳-۴۱۸۴-۴۱۸۵-۴۱۸۶-۴۱۸۷-۴۱۸۸-۴۱۸۹-۴۱۹۰-۴۱۹۱-۴۱۹۲-۴۱۹۳-۴۱۹۴-۴۱۹۵-۴۱۹۶-۴۱۹۷-۴۱۹۸-۴۱۹۹-۴۲۰۰-۴۲۰۱-۴۲۰۲-۴۲۰۳-۴۲۰۴-۴۲۰۵-۴۲۰۶-۴۲۰۷-۴۲۰۸-۴۲۰۹-۴۲۱۰-۴۲۱۱-۴۲۱۲-۴۲۱۳-۴۲۱۴-۴۲۱۵-۴۲۱۶-۴۲۱۷-۴۲۱۸-۴۲۱۹-۴۲۲۰-۴۲۲۱-۴۲۲۲-۴۲۲۳-۴۲۲۴-۴۲۲۵-۴۲۲۶-۴۲۲۷-۴۲۲۸-۴۲۲۹-۴۲۳۰-۴۲۳۱-۴۲۳۲-۴۲۳۳-۴۲۳۴-۴۲۳۵-۴۲۳۶-۴۲۳۷-۴۲۳۸-۴۲۳۹-۴۲۴۰-۴۲۴۱-۴۲۴۲-۴۲۴۳-۴۲۴۴-۴۲۴۵-۴۲۴۶-۴۲۴۷-۴۲۴۸-۴۲۴۹-۴۲۵۰-۴۲۵۱-۴۲۵۲-۴۲۵۳-۴۲۵۴-۴۲۵۵-۴۲۵۶-۴۲۵۷-۴۲۵۸-۴۲۵۹-۴۲۶۰-۴۲۶۱-۴۲۶۲-۴۲۶۳-۴۲۶۴-۴۲۶۵-۴۲۶۶-۴۲۶۷-۴۲۶۸-۴۲۶۹-۴۲۷۰-۴۲۷۱-۴۲۷۲-۴۲۷۳-۴۲۷۴-۴۲۷۵-۴۲۷۶-۴۲۷۷-۴۲۷۸-۴۲۷۹-۴۲۸۰-۴۲۸۱-۴۲۸۲-۴۲۸۳-۴۲۸۴-۴۲۸۵-۴۲۸۶-۴۲۸۷-۴۲۸۸-۴۲۸۹-۴۲۹۰-۴۲۹۱-۴۲۹۲-۴۲۹۳-۴۲۹۴-۴۲۹۵-۴۲۹۶-۴۲۹۷-۴۲۹۸-۴۲۹۹-۴۳۰۰-۴۳۰۱-۴۳۰۲-۴۳۰۳-۴۳۰۴-۴۳۰۵-۴۳۰۶-۴۳۰۷-۴۳۰۸-۴۳۰۹-۴۳۱۰-۴۳۱۱-۴۳۱۲-۴۳۱۳-۴۳۱۴-۴۳۱۵-۴۳۱۶-۴۳۱۷-۴۳۱۸-۴۳۱۹-۴۳۲۰-۴۳۲۱-۴۳۲۲-۴۳۲۳-۴۳۲۴-۴۳۲۵-۴۳۲۶-۴۳۲۷-۴۳۲۸-۴۳۲۹-۴۳۳۰-۴۳۳۱-۴۳۳۲-۴۳۳۳-۴۳۳۴-۴۳۳۵-۴۳۳۶-۴۳۳۷-۴۳۳۸-۴۳۳۹-۴۳۴۰-۴۳۴۱-۴۳۴۲-۴۳۴۳-۴۳۴۴-۴۳۴۵-۴۳۴۶-۴۳۴۷-۴۳۴۸-۴۳۴۹-۴۳۵۰-۴۳۵۱-۴۳۵۲-۴۳۵۳-۴۳۵۴-۴۳۵۵-۴۳۵۶-۴۳۵۷-۴۳۵۸-۴۳۵۹-۴۳۶۰-۴۳۶۱-۴۳۶۲-۴۳۶۳-۴۳۶۴-۴۳۶۵-۴۳۶۶-۴۳۶۷-۴۳۶۸-۴۳۶۹-۴۳۷۰-۴۳۷۱-۴۳۷۲-۴۳۷۳-۴۳۷۴-۴۳۷۵-۴۳۷۶-۴۳۷۷-۴۳۷۸-۴۳۷۹-۴۳۸۰-۴۳۸۱-۴۳۸۲-۴۳۸۳-۴۳۸۴-۴۳۸۵-۴۳۸۶-۴۳۸۷-۴۳۸۸-۴۳۸۹-۴۳۹۰-۴۳۹۱-۴۳۹۲-۴۳۹۳-۴۳۹۴-۴۳۹۵-۴۳۹۶-۴۳۹۷-۴۳۹۸-۴۳۹۹-۴۴۰۰-۴۴۰۱-۴۴۰۲-۴۴۰۳-۴۴۰۴-۴۴۰۵-۴۴۰۶-۴۴۰۷-۴۴۰۸-۴۴۰۹-۴۴۱۰-۴۴۱۱-۴۴۱۲-۴۴۱۳-۴۴۱۴-۴۴۱۵-۴۴۱۶-۴۴۱۷-۴۴۱۸-۴۴۱۹-۴۴۲۰-۴۴۲۱-۴۴۲۲-۴۴۲۳-۴۴۲۴-۴۴۲۵-۴۴۲۶-۴۴۲۷-۴۴۲۸-۴۴۲۹-۴۴۳۰-۴۴۳۱-۴۴۳۲-۴۴۳۳-۴۴۳۴-۴۴۳۵-۴۴۳۶-۴۴۳۷-۴۴۳۸-۴۴۳۹-۴۴۴۰-۴۴۴۱-۴۴۴۲-۴۴۴۳-۴۴۴۴-۴۴۴۵-۴۴۴۶-۴۴۴۷-۴۴۴۸-۴۴۴۹-۴۴۵۰-۴۴۵۱-۴۴۵۲-۴۴۵۳-۴۴۵۴-۴۴۵۵-۴۴۵۶-۴۴۵۷-۴۴۵۸-۴۴۵۹-۴۴۶۰-۴۴۶۱-۴۴۶۲-۴۴۶۳-۴۴۶۴-۴۴۶۵-۴۴۶۶-۴۴۶۷-۴۴۶۸-۴۴۶۹-۴۴۷۰-۴۴۷۱-۴۴۷۲-۴۴۷۳-۴۴۷۴-۴۴۷۵-۴۴۷۶-۴۴۷۷-۴۴۷۸-۴۴۷۹-۴۴۸۰-۴۴۸۱-۴۴۸۲-۴۴۸۳-۴۴۸۴-۴۴۸۵-۴۴۸۶-۴۴۸۷-۴۴۸۸-۴۴۸۹-۴۴۹۰-۴۴۹۱-۴۴۹۲-۴۴۹۳-۴۴۹۴-۴۴۹۵-۴۴۹۶-۴۴۹۷-۴۴۹۸-۴۴۹۹-۴۵۰۰-۴۵۰۱-۴۵۰۲-۴۵۰۳-۴۵۰۴-۴۵۰۵-۴۵۰۶-۴۵۰۷-۴۵۰۸-۴۵۰۹-۴۵۱۰-۴۵۱۱-۴۵۱۲-۴۵۱۳-۴۵۱۴-۴۵۱۵-۴۵۱۶-۴۵۱۷-۴۵۱۸-۴۵۱۹-۴۵۲۰-۴۵۲۱-۴۵۲۲-۴۵۲۳-۴۵۲۴-۴۵۲۵-۴۵۲۶-۴۵۲۷-۴۵۲۸-۴۵۲۹-۴۵۳۰-۴۵۳۱-۴۵۳۲-۴۵۳۳-۴۵۳۴-۴۵۳۵-۴۵۳۶-۴۵۳۷-۴۵۳۸-۴۵۳۹-۴۵۴۰-۴۵۴۱-۴۵۴۲-۴۵۴۳-۴۵۴۴-۴۵۴۵-۴۵۴۶-۴۵۴۷-۴۵۴۸-۴۵۴۹-۴۵۵۰-۴۵۵۱-۴۵۵۲-۴۵۵۳-۴۵۵۴-۴۵۵۵-۴۵۵۶-۴۵۵۷-۴۵۵۸-۴۵۵۹-۴۵۶۰-۴۵۶۱-۴۵۶۲-۴۵۶۳-۴۵۶۴-۴۵۶۵-۴۵۶۶-۴۵۶۷-۴۵۶۸-۴۵۶۹-۴۵۷۰-۴۵۷۱-۴۵۷۲-۴۵۷۳-۴۵۷۴-۴۵۷۵-۴۵۷۶-۴۵۷۷-۴۵۷۸-۴۵۷۹-۴۵۸۰-۴۵۸۱-۴۵۸۲-۴۵۸۳-۴۵۸۴-۴۵۸۵-۴۵۸۶-۴۵۸۷-۴۵۸۸-۴۵۸۹-۴۵۹۰-۴۵۹۱-۴۵۹۲-۴۵۹۳-۴۵۹۴-۴۵۹۵-۴۵۹۶-۴۵۹۷-۴۵۹۸-۴۵۹۹-۴۶۰۰-۴۶۰۱-۴۶۰۲-۴۶۰۳-۴۶۰۴-۴۶۰۵-۴۶۰۶-۴۶۰۷-۴۶۰۸-۴۶۰۹-۴۶۱۰-۴۶۱۱-۴۶۱۲-۴۶۱۳-۴۶۱۴-۴۶۱۵-۴۶۱۶-۴۶۱۷-۴۶۱۸-۴۶۱۹-۴۶۲۰-۴۶۲۱-۴۶۲۲-۴۶۲۳-۴۶۲۴-۴۶۲۵-۴۶۲۶-۴۶۲۷-۴۶۲۸-۴۶۲۹-۴۶۳۰-۴۶۳۱-۴۶۳۲-۴۶۳۳-۴۶۳۴-۴۶۳۵-۴۶۳۶-۴۶۳۷-۴۶۳۸-۴۶۳۹-۴۶۴۰-۴۶۴۱-۴۶۴۲-۴۶۴۳-۴۶۴۴-۴۶۴۵-۴۶۴۶-۴۶۴۷-۴۶۴۸-۴۶۴۹-۴۶۵۰-۴۶۵۱-۴۶۵۲-۴۶۵۳-۴۶۵۴-۴۶۵۵-۴۶۵۶-۴۶۵۷-۴۶۵۸-۴۶۵۹-۴۶۶۰-۴۶۶۱-۴۶۶۲-۴۶۶۳-۴۶۶۴-۴۶۶۵-۴۶۶۶-۴۶۶۷-۴۶۶۸-۴۶۶۹-۴۶۷۰-۴۶۷۱-۴۶۷۲-۴۶۷۳-۴۶۷۴-۴۶۷۵-۴۶۷۶-۴۶۷۷-۴۶۷۸-۴۶۷۹-۴۶۸۰-۴۶۸۱-۴۶۸۲-۴۶۸۳-۴۶۸۴-۴۶۸۵-۴۶۸۶-۴۶۸۷-۴۶۸۸-۴۶۸۹-۴۶۹۰-۴۶۹۱-۴۶۹۲-۴۶۹۳-۴۶۹۴-۴۶۹۵-۴۶۹۶-۴۶۹۷-۴۶۹۸-۴۶۹۹-۴۷۰۰-۴۷۰۱-۴۷۰۲-۴۷۰۳-۴۷۰۴-۴۷۰۵-۴۷۰۶-۴۷۰۷-۴۷۰۸-۴۷۰۹-۴۷۱۰-۴۷۱۱-۴۷۱۲-۴۷۱۳-۴۷۱۴-۴۷۱۵-۴۷۱۶-۴۷۱۷-۴۷۱۸-۴۷۱۹-۴۷۲۰-۴۷۲۱-۴۷۲۲-۴۷۲۳-۴۷۲۴-۴۷۲۵-۴۷۲۶-۴۷۲۷-۴۷۲۸-۴۷۲۹-۴۷۳۰-۴۷۳۱-۴۷۳۲-۴۷۳۳-۴۷۳۴-۴۷۳۵-۴۷۳۶-۴۷۳۷-۴۷۳۸-۴۷۳۹-۴۷۴۰-۴۷۴۱-۴۷۴۲-۴۷۴۳-۴۷۴۴-۴۷۴۵-۴۷۴۶-۴۷۴۷-۴۷۴۸-۴۷۴۹-۴۷۵۰-۴۷۵۱-۴۷۵۲-۴۷۵۳-۴۷۵۴-۴۷۵۵-۴۷۵۶-۴۷۵۷-۴۷۵۸-۴۷۵۹-۴۷۶۰-۴۷۶۱-۴۷۶۲-۴۷۶۳-۴۷۶۴-۴۷۶۵-۴۷۶۶-۴۷۶۷-۴۷۶۸-۴۷۶۹-۴۷۷۰-۴۷۷۱-۴۷۷۲-۴۷۷۳-۴۷۷۴-۴۷۷۵-۴۷۷۶-۴۷۷۷-۴۷۷۸-۴۷۷۹-۴۷۸۰-۴۷۸۱-۴۷۸۲-۴۷۸۳-۴۷۸۴-۴۷۸۵-۴۷۸۶-۴۷۸۷-۴۷۸۸-۴۷۸۹-۴۷۹۰-۴۷۹۱-۴۷۹۲-۴۷۹۳-۴۷۹۴-۴۷۹۵-۴۷۹۶-۴۷۹۷-۴۷۹۸-۴۷۹۹-۴۸۰۰-۴۸۰۱-۴۸۰۲-۴۸۰۳-۴۸۰۴-۴۸۰۵-۴۸۰۶-۴۸۰۷-۴۸۰۸-۴۸۰۹-۴۸۱۰-۴۸۱۱-۴۸۱۲-۴۸۱۳-۴۸۱۴-۴۸۱۵-۴۸۱۶-۴۸۱۷-۴۸۱۸-۴۸۱۹-۴۸۲۰-۴۸۲۱-۴۸۲۲-۴۸۲۳-۴۸۲۴-۴۸۲۵-۴۸۲۶-۴۸۲۷-۴۸۲۸-۴۸۲۹-۴۸۳۰-۴۸۳۱-۴۸۳۲-۴۸۳۳-۴۸۳۴-۴۸۳۵-۴۸۳۶-۴۸۳۷-۴۸۳۸-۴۸۳۹-۴۸۴۰-۴۸۴۱-۴۸۴۲-۴۸۴۳-۴۸۴۴-۴۸۴۵-۴۸۴۶-۴۸۴۷-۴۸۴۸-۴۸۴۹-۴۸۵۰-۴۸۵۱-۴۸۵۲-۴۸۵۳-۴۸۵۴-۴۸۵۵-۴۸۵۶-۴۸۵۷-۴۸۵۸-۴۸۵۹-۴۸۶۰-۴۸۶۱-۴۸۶۲-۴۸۶۳-۴۸۶۴-۴۸۶۵-۴۸۶۶-۴۸۶۷-۴۸۶۸-۴۸۶۹-۴۸۷۰-۴۸۷۱-۴۸۷۲-۴۸۷۳-۴۸۷۴-۴۸۷۵-۴۸۷۶-۴۸۷۷-۴۸۷۸-۴۸۷۹-۴۸۸۰-۴۸۸۱-۴۸۸۲-۴۸۸۳-۴۸۸۴-۴۸۸۵-۴۸۸۶-۴۸۸۷-۴۸۸۸-۴۸۸۹-۴۸۹۰-۴۸۹۱-۴۸۹۲-۴۸۹۳-۴۸۹۴-۴۸۹۵-۴۸۹۶-۴۸۹۷-۴۸۹۸-۴۸۹۹-۴۹۰۰-۴۹۰۱-۴۹۰۲-۴۹۰۳-۴۹۰۴-۴۹۰۵-۴۹۰۶-۴۹۰۷-۴۹۰۸-۴۹۰۹-۴۹۱۰-۴۹۱۱-۴۹۱۲-۴۹۱۳-۴۹۱۴-۴۹۱۵-۴۹۱۶-۴۹۱۷-۴۹۱۸-۴۹۱۹-۴۹۲۰-۴۹۲۱-۴۹۲۲-۴۹۲۳-۴۹۲۴-۴۹۲۵-۴۹۲۶-۴۹۲۷-۴۹۲۸-۴۹۲۹-۴۹۳۰-۴۹۳۱-۴۹۳۲-۴۹۳۳-۴۹۳۴-۴۹۳۵-۴۹۳۶-۴۹۳۷-۴۹۳۸-۴۹۳۹-۴۹۴۰-۴۹۴۱-۴۹۴۲-۴۹۴۳-۴۹۴۴-۴۹۴۵-۴۹۴۶-۴۹۴۷-۴۹۴۸-۴۹۴۹-۴۹۵۰-۴۹۵۱-۴۹۵۲-۴۹۵۳-۴۹۵۴-۴۹۵۵-۴۹۵۶-۴۹۵۷-۴۹۵۸-۴۹۵۹-۴۹۶۰-۴۹۶۱-۴۹۶۲-۴۹۶۳-۴۹۶۴-۴۹۶۵-۴۹۶۶-۴۹۶۷-۴۹۶۸-۴۹۶۹-۴۹۷۰-۴۹۷۱-۴۹۷۲-۴۹۷۳-۴۹۷۴-۴۹۷۵-۴۹۷۶-۴۹۷۷-۴۹۷۸-۴۹۷۹-۴۹۸۰-۴۹۸۱-۴۹۸۲-۴۹۸۳-۴۹۸۴-۴۹۸۵-۴۹۸۶-۴۹۸۷-۴۹۸۸-۴۹۸۹-۴۹۹۰-۴۹۹۱-۴۹۹۲-۴۹۹۳-۴۹۹۴-۴۹۹۵-۴۹۹۶-۴۹۹۷-۴۹۹۸-۴۹۹۹-۵۰۰۰-۵۰۰۱-۵۰۰۲-۵۰۰۳-۵۰۰۴-۵۰۰۵-۵۰۰۶-۵۰۰۷-۵۰۰۸-۵۰۰۹-۵۰۱۰-۵۰۱۱-۵۰۱۲-۵۰۱۳-۵۰۱۴-۵۰۱۵-۵۰۱۶-۵۰۱۷-۵۰۱۸-۵۰۱۹-۵۰۲۰-۵۰۲۱-۵۰۲۲-۵۰۲۳-۵۰۲۴-۵۰۲۵-۵۰۲۶-۵۰۲۷-۵۰۲۸-۵۰۲۹-۵۰۳۰-۵۰۳۱-۵۰۳۲-۵۰۳۳-۵۰۳۴-۵۰۳۵-۵۰۳۶-۵۰۳۷-۵۰۳۸-۵۰۳۹-۵۰۴۰-۵۰۴۱-۵۰۴۲-۵۰۴۳-۵۰۴۴-۵۰۴۵-۵۰۴۶-۵۰۴۷-۵۰۴۸-۵۰۴۹-۵۰۵۰-۵۰۵۱-۵۰۵۲-۵۰۵۳-۵۰۵۴-۵۰۵۵-۵۰۵۶-۵۰۵۷-۵۰۵۸-۵۰۵۹-۵۰۶۰-۵۰۶۱-۵۰۶۲-۵۰۶۳-۵۰۶۴-۵۰۶۵-۵۰۶۶-۵۰۶۷-۵۰۶۸-۵۰۶۹-۵۰۷۰-۵۰۷۱-۵۰۷۲-۵۰۷۳-۵۰۷۴-۵۰۷۵-۵۰۷۶-۵۰۷۷-۵۰۷۸-۵۰۷۹-۵۰۸۰-۵۰۸۱-۵۰۸۲-۵۰۸۳-۵۰۸۴-۵۰۸۵-۵۰۸۶-۵۰۸۷-۵۰۸۸-۵۰۸۹-۵۰۹۰-۵۰۹۱-۵۰۹۲-۵۰۹۳-۵۰۹۴-۵۰۹۵-۵۰۹۶-۵۰۹۷-۵۰۹۸-۵۰۹۹-۵۱۰۰-۵۱۰۱-۵۱۰۲-۵۱۰۳-۵۱۰۴-۵۱۰۵-۵۱۰۶-۵۱۰۷-۵۱۰۸-۵۱۰۹-۵۱۱۰-۵۱۱۱-۵۱۱۲-۵۱۱۳-۵۱۱۴-۵۱۱۵-۵۱۱۶-۵۱۱۷-۵۱۱۸-۵۱۱۹-۵۱۲۰-۵۱۲۱-۵۱۲۲-۵۱۲۳-۵۱۲۴-۵۱۲۵-۵۱۲۶-۵۱۲۷-۵۱۲۸-۵۱۲۹-۵۱۳۰-۵۱۳۱-۵۱۳۲-۵۱۳۳-۵۱۳۴-۵۱۳۵-۵۱۳۶-۵۱۳۷-۵۱۳۸-۵۱۳۹-۵۱۴۰-۵۱۴۱-۵۱۴۲-۵۱۴۳-۵۱۴۴-۵۱۴۵-۵۱۴۶-۵۱۴۷-۵۱۴۸-۵۱۴۹-۵۱۵۰-۵۱۵۱-۵۱۵۲-۵۱۵۳-۵۱۵۴-۵۱۵۵-۵۱۵۶-۵۱۵۷-۵۱۵۸-۵۱۵۹-۵۱۶۰-۵۱۶۱-۵۱۶۲-۵۱۶۳-۵۱۶۴-۵۱۶۵-۵۱۶۶-۵۱۶۷-۵۱۶۸-۵۱۶۹-۵۱۷۰-۵۱

فرمایا: مشک اور عنبر۔

”طبقات“ ہی میں حضرت ابوسعید الخدري رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے لیے مشک کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا: کیا یہ سب سے عمدہ خوشبو نہیں ہے۔<sup>۹۸۸</sup> حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب دھونی لیتے کافور کو عود پر ڈال کر دھونی لیتے اور فرماتے: رسول اللہ ﷺ اسی طرح دھونی لیتے تھے۔<sup>۹۸۹</sup>

”طبقات ابن سعد“ ہی میں ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے جب نجاشی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے ان کا نکاح کیا، اپنی عورتوں کو حکم دیا ان کے پاس جو بھی عطر ہو، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجیں، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: دوسرے دن میرے پاس عود ورس، عنبر اور زباد کی کثیر مقدار جمع ہو گئی میں ان تمام خوشبویات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، آپ میرے پاس یہ خوشبویات ملاحظہ فرماتے اور مجھے لگائے ہوئے دیکھتے، اس پر اعتراض نہ فرماتے تھے۔<sup>۹۹۰</sup>

علامہ خفاجی نے ”شفاء الغلیل“ میں نقل کیا ہے کہ غالیہ (مشک و عنبر سے تیار کردہ خوشبو) کا ذکر حدیث میں آیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی کو غالیہ لگاتی تھی۔<sup>۹۹۱</sup> جاحظ نے کہا: مرکب عطر تمام تر عربی ہیں مثلاً غالیہ، شاہریہ، خلوق، نخلخہ، قطر اور دریرہ۔

”الاصابہ“ میں عمرو بن کریب الطائی کے تذکرہ میں ہے آپ صاحب علم و فہم تھے، ان کا بیٹا شبیب مشہور شاعر تھا، اس نے کوفہ پر حجاج کی گورنری کے دور میں اس قافلہ کو لوٹ لیا تھا جس میں اونٹوں پر تاجروں کا عنبر اور پارہ وغیرہ بار تھا۔ اسے ابن الکھمی نے ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں عمرو بن کلاب کے تذکرہ میں کہا ہے: یہ فہم و فراست کے مالک تھے، انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے عمال کے بارہ میں اشتعال دلایا تھا۔ جب بندی تاجر مشک کا نافہ لایا، وہ ان کی مانگوں میں بنے لگا۔

اسے ابراہیم بن الحسن نے ”غریب“ میں از طریق ابن اسحاق از یعقوب بن عتبہ از کوثر بن زفر، حدیثی ابو الحجاز و حدیثی عمرو ذکر کیا ہے۔

## سونے کی کان کھودنے کا بیان

”الاصابہ“ میں ابو حصین السلمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں حافظ ابن حجر نے کہا ہے: اسے بغوی نے ذکر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ واقدی نے از عبد اللہ بن یحییٰ از عمر بن الحکم از جابر رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ ابو حصین السلمی کان کا سونا لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں آئے۔ پھر طویل حدیث ذکر کی۔<sup>۹۹۲</sup>

۹۸۸ حسن الاسناد بوجہ فلید بن جعفر۔ بقیہ راوی ثقہ ہیں (التقریب) ”طبقات ابن سعد“ ج ۱ ص ۳۰۶۔

۹۸۹ ضعیف الاسناد بوجہ ابن لہیعہ۔ ”طبقات ابن سعد“ ج ۱ ص ۳۰۶۔

۹۹۰ ابن سعد از طریق اسماعیل بن عمرو بن سعید الاموی۔ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۳۰۵۔ ۳۰۶ رقم: ۴۳۴۔

۹۹۱ ابن الاثیر ”النبایہ فی غریب الحدیث“ ج ۳ ص ۳۸۲ از عائشہ رضی اللہ عنہا بلا اسناد بالا حوالہ۔

۹۹۲ ضعیف روایت۔ بغوی از واقدی از عبد اللہ بن یحییٰ (الاصابہ ج ۳ ص ۴۴ رقم: ۲۸۱) واقدی متہم بالکذب ہے۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: ابن سعد نے ”الطبقات“ (ج ۴ ص ۹) میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ”التجريد“ میں ہے ابو الحصین السہمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کان کا سونا لائے۔ اسے ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے ابو حصین کہا ہے (بغیر ال کے الحصین، حصین)۔

## نیزوں کے تاجر

”الاستیعاب“ میں ہے حضرت نوفل بن الحارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نیزوں کے تاجر تھے غزوہ بدر میں انہوں نے اپنی رہائی کے عوض ایک ہزار نیزے دیئے تھے۔

”طبقات ابن سعد“ (ج ۴ ص ۳۱) میں ہے غزوہ بدر میں جب نوفل بن الحارث قیدی بنائے گئے نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اپنے فدیہ میں جدہ میں موجود اپنے نیزے دو۔ انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے رسول ہیں پھر انہوں نے اپنی رہائی کے عوض ہزار نیزے دیئے۔ انہوں نے غزوہ حنین میں نبی ﷺ کی تین ہزار نیزوں سے مدد کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو الحارث! گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے نیزے مشرکوں کی پٹھیں توڑ رہے ہیں۔<sup>۹۹۳</sup>

## اشیائے خوردنی کے بیوپاری

”صحیح مسلم“ میں حضرت سالم بن عبد اللہ کی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے ان کے والد نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں کو اس بات پر مارا جاتا تھا کہ وہ اندازے سے طعام خرید کر اسے اپنے ٹھکانوں میں منتقل کرنے سے پہلے وہیں بیچ دیں۔<sup>۹۹۴</sup>

مزید تفصیل کے لیے ”طبقات ابن سعد“ میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ملاحظہ کریں۔

## تاجر بچے

”الاصابہ“ میں حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں ہے بغوی نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرے وہ بچوں کے ساتھ چیزیں بیچ رہے تھے آپ نے دعا دی: اے اللہ! اس کی بیع اور اس کے سامان تجارت میں برکت عطا فرما۔<sup>۹۹۵</sup>

۹۹۳ ابن سعد از طریق اسحاق بن عبد اللہ بن حارث بن نوفل۔ (۱۱ ص ۳ ج ۳ ص ۵۷۷ رقم: ۸۸۲۶)

۹۹۴ صحیح حدیث۔ مسلم: ۱۰۲۷ (۳۸) از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

۹۹۵ ضعیف روایت۔ بغوی از قزویری از عبد اللہ بن داؤد از قطر بن خلیف۔۔۔۔۔ (۱۱ ص ۲۸۹ رقم: ۲۵۹۱) مجھے قطر بن خلیف

کے حالات زندگی نہیں ملے۔ (دغل)



”الاصابہ“ ہی میں لجلاج العامری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ابو داؤد اور نسائی نے ”الکبریٰ“ میں ان سے روایت کیا ہے کہ ہم لڑکے بازاروں میں کام کرتے تھے۔<sup>۹۹۶</sup>

## شکر کی تجارت

دارقطنی نے ”الافراد“ میں ہشام بن حسان از محمد بن سیرین کے طریق سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ایک تاجر مدینہ منورہ میں شکر لے کر آیا اس کے گاہک نہ لگے، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو یہ خبر ملی تو آپ نے اپنے میرغشی کو حکم دیا کہ تاجر سے شکر خرید کر لوگوں میں بانٹ دیں۔ (الاصابہ)

## جڑی بوٹیوں کے تاجر

ابن رشد نے بڑی عمر والے کی رضاعت کی تحریم کے متعلق حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والے مقدمہ میں ذکر کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا: تم تو طبیب ہو ابن زنین نے اسے نقل کر کے اس کی تفسیر میں کہا ہے: وہ جڑی بوٹیاں بیچتے تھے، گویا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی اس مشغولیت کو عدم علم کا سبب قرار دیا۔ (شرح ابی علی بن رحال علی المختصر)

## عطر فروش خواتین

”الاصابہ“ میں اسماء بنت مخربہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ ان کا بیٹا عباس بن عبداللہ بن ربیعہ یمن سے ان کے لیے عطر بھیجتا تھا اور وہ اسے فروخت کرتی تھیں۔

”الاستبصار فی انساب الانصار“ میں حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں: اسماء بنت مخربہ مدینہ طیبہ میں عطر بیچا کرتی تھیں، یہ ام عباس بن عبداللہ بن ابی ربیعہ ہیں، یہ میرے پاس عطر لے کر آئیں، میرے متعلق دریافت کیا، میں نے اپنا سلسلہ نسب بتایا، کہنے لگی: تم اپنے سردار (ابو جہل) کے قاتل کی بیٹی ہو؟ میں نے کہا: ہاں میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں، اسماء نے کہا: مجھ پر حرام ہے کہ میں اپنے عطر سے تجھے کچھ بیچوں، میں نے کہا: میرے اوپر بھی تیرے عطر سے کچھ خریدنا حرام ہے، میں نے تیرے عطر سے زیادہ بدبودار عطر نہیں دیکھا، یہ بات میں نے اس کو غصہ دلانے کے لیے کہی تھی۔ ابن سعد نے ”الطبقات“ میں ان کے تذکرہ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے، اس میں حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ جب اس نے میری شیشی میں عطر ڈالا اور میری سہیلیوں کی طرح میرے لیے وزن کیا تو۔۔۔ الخ

”الاصابہ“ میں حواء نامی عطر فروش خاتون کے تذکرہ میں ہے کہ ابو موسیٰ نے ابوالشیخ کے طریق سے اپنی

۹۹۶ صحیح حدیث۔ ابو داؤد: ۴۴۳۵ از خالد بن لجلاج۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۳۲۸ رقم: ۵۷۴۸)

سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں حواء بنت ثویب نام کی عطر فروش خاتون تھیں۔

سائب بن الاقرع کی والدہ ملیکہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے وہ عطر فروخت کرتی تھیں۔

## زراعت اور شجر کاری

علامہ خزاعی نے اسلام کی نظر میں زراعت کی اہمیت اور صحابہ کرام کے زراعت میں توجہ اور دلچسپی کے باعث زراعت کا عنوان ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کثیر التعداد آیات میں ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جو زراعت اور نباتات کی صورت میں انسانوں کو دستیاب ہیں اور اللہ جل مجدہ الکریم نے ضروریات زندگی پیدا کرنے والے کی حیثیت سے اپنا ذکر فرمایا ہے ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۖ  
(الانعام: ۹۹)  
اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے اگنے والی ہر چیز نکالی پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی پیدا کی جس سے ہم نکالتے ہیں دانے نیچے اوپر چڑھے ہوئے۔

یعنی پانی سے ہر چیز اُگی اور ہم نے پانی سے سبزہ نکالا جس سے ہم اوپر تلے چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں جیسے گندم، جو، چاول، باجرہ، جوار اور مکئی کے خوشے ہوتے ہیں خوشوں کے تمام دانے اسی طرح ہوتے ہیں۔  
ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ ۖ  
(الانعام: ۱۳۱)  
اور وہی ہے جس نے پیدا کیے باغ چھریوں پر چڑھائے ہوئے۔

زمین پر پھیلنے والی بلیں جیسے انگور، کدو، کھیرے، ککڑی، خربوزے، تربوز وغیرہ کی بلیں۔ "وَعَنَیْرَ مَعْرُوشَاتٍ"  
(الانعام: ۱۳۱) اور بغیر چھریوں پر چڑھائے ہوئے۔ جو اپنے تنے پر کھڑے ہوتے ہیں جیسے کھجور، گندم، جو، مکئی، جوار، باجرہ وغیرہ اور تمام درخت ہیں۔

مزید ارشاد فرمایا:

وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُغْتَلَاً أَكْلُهُ ۖ  
(الانعام: ۱۳۱)  
اور کھجور اور کھیتی کہ مختلف ہیں اس کے کھانے۔

یعنی اس کے پھل اور اس کا مزہ مختلف ہوتا ہے۔ ترش، کڑوا، میٹھا، ردی اور بہترین۔

وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُتَجَاوِرَاتٍ ۖ  
(الرعد: ۴)  
اور زمین کے مختلف قطعے ہیں پاس پاس۔

اس دوسرے سے قریب ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں لیکن ان کی فصلوں اور باغات میں فرق ہوتا ہے کہیں انگور ہیں کہیں لہلہاتی فصلیں ہیں پھر سب کے ذائقے اور پھل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ "وَنَخِيلٌ وَنَوَآثٌ وَغَيْرُ صُنُوفٍ" (الرعد: ۴) اصل ایک ہے لیکن اوپر متعدد کھجور کے درخت ہیں ان کے پھلوں کے ذائقے اور شکل و

صورت مختلف ہے۔

سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا:

يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ  
وَمِنْ كُلِّ الشَّجَرِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝  
(النحل: ۱۱)

اس (پانی) سے تمہارے لیے کھیتی اگاتا ہے اور  
زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل بے شک اس  
میں نشانی ہے غور و فکر کرنے والوں کے لیے ۝

سورۃ السجدہ میں فرمایا:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرَيْرِ  
فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ  
أَفَلَا يُبْصِرُونَ ۝ (السجدہ: ۲۷)

اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم خشک زمین کی  
طرف پانی بھیجتے ہیں پھر اس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں  
جس سے ان کے چوپائے اور وہ خود کھاتے ہیں تو کیا  
وہ نہیں دیکھتے ۝

سورۃ یس میں ارشاد ہے:

وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيِّتَةُ ۖ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا  
حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ (یس: ۳۳)

اور مردہ زمین (بھی) ان کے لیے نشانی ہے جسے  
ہم نے زندہ کیا اور اس سے ہم نے غلہ نکالا تو اس سے  
وہ کھاتے ہیں ۝

سورۃ ق میں فرمایا:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبْرَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ  
الْحَبِيدِ ۝ (ق: ۹)

اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا تو  
اس سے ہم نے باغ اگائے اور غلہ کھیتی کا ۝

سورۃ الرحمن میں ارشاد فرمایا:

وَالْأَرْضُ وَمَعَهَا الْأَنْحَامُ ۚ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ  
الْأَكْمَامِ ۚ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالزَّيْتَانُ ۚ  
(آیت: ۱۰-۱۲)

اور (اسی نے) زمین (نیچے) رکھی مخلوق کے  
لیے ۝ اس میں میوے ہیں اور (قدرتی) غلاف والی  
کھجوریں ۝ اور غلہ بھوسے والا اور خوشبودار پھول ۝

سورۃ النباء میں فرمایا:

لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۚ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ۚ  
(آیت: ۱۵-۱۶)

تاکہ ہم اس کے سبب (زمین سے) غلہ اور سبزہ  
نکالیں ۝ اور گھنے باغ ۝

سورۃ عبس میں ارشاد ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۚ أَأَنْكَصَبْنَاهُ الْمَاءَ  
صَبًّا ۚ (آیت: ۲۳-۲۵)

تو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کو دیکھے ۝  
کہ ہم نے خوب پانی بہایا ۝

سورۃ الکہف میں فرمایا:

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا زَجْلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ  
أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَمْرًا ۝  
(آیت: ۳۲) اور انہیں دو مردوں کا حال سنائیے کہ ان میں  
سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عطا فرمائے اور  
(ان کے چاروں طرف) کھجوروں (کی باڑ) سے ہم  
نے انہیں ڈھانپ دیا اور ان دونوں (میں سے ہر ایک)  
کے درمیان ہم نے کھیتی رکھی ۝

امام الجصاص الحنفی "احکام القرآن" میں آیت کریمہ:

هُوَ أَنشَأَ لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ زَمْزًا وَاسْتَعَمَدَكُمْ فِيهَا.  
(ہود: ۶۱) اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں  
تمہیں آباد کیا۔

کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس میں زراعت، شجرکاری اور عمارات سازی سے زمین کو آباد رکھنے کے وجوب پر دلالت  
ہے۔ (ج ۳ ص ۱۶۵)

"صحیح مسلم" میں ہے نبی ﷺ حضرت ام مبشر الانصاریہ رضی اللہ عنہا کے کھجوروں کے باغ میں داخل  
ہوئے اور ارشاد فرمایا: مسلمان کوئی درخت نہیں لگاتا نہ کھیتی کاشت کرتا ہے پھر اس سے انسان، چوپایہ یا کوئی اور  
جاندار چیز کھاتی ہے مگر یہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔ ۹۹۷ صحیح البخاری میں اسے دوسرے طریق سے روایت کیا  
ہے۔ ۹۹۸ اور اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے "باب فضل الزرع والغرس اذا اكل منه"۔

قرطبی، بزار اور "الحلیۃ" میں ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے  
فرمایا: سات چیزوں کا اجر بندے کو قبر میں بھی ملتا ہے، کسی نے علم سکھایا، نہر بنائی، کنواں کھودا، کھجور کا درخت لگایا،  
مسجد تعمیر کی، مصحف (قرآن مجید) چھوڑا یا ایسا بیٹا چھوڑا جو اس کی موت کے بعد اس کے لیے استغفار کرتا ہے۔ ۹۹۹  
ابو نعیم نے کہا: یہ حدیث اس حدیث صحیح کے خلاف نہیں ہے جس میں "الامن صدقة جاریۃ" کے الفاظ ہیں، یہ حدیث  
صدقہ جاریہ کی تفصیل کی جامع ہے۔

منذری نے کہا ہے: ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح  
حدیث روایت کی ہے۔ ۱۰۰۰

۹۹۷ صحیح حدیث۔ مسلم: ۱۵۵۲، حمیدی: ۱۲۷۳، طحاوی: ۱۲۹۵، احمد ج ۳ ص ۳۹۱، ابویعلیٰ: ۲۲۱۳-۲۲۲۵، بیہقی ج ۶ ص ۱۳۷-۱۳۸، ازجابر  
بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔

۹۹۸ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۳۲۰-۶۰۱۲، احمد ج ۳ ص ۱۳۷-۱۳۸، ترمذی: ۱۳۸۲، بیہقی ج ۶ ص ۱۳۷، از انس بن  
مالک رضی اللہ عنہ۔ حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" ج ۵ ص ۳ میں کہا ہے: اس سے زراعت اور پھل دار درخت لگانے کا ثبوت ملتا  
ہے اور ان نام نہاد زاہدوں کی تردید ہوتی ہے جو اس سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔ البتہ اس شغل میں اتنی مصروفیت کہ امور دین  
سے غفلت ہو باعث نفرت ہے۔

۹۹۹ ضعیف روایت۔ ابو نعیم "الحلیۃ" ج ۲ ص ۳۴۳-۳۴۴، بزار (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۶۷) از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ابو نعیم نے کہا:  
یہ حدیث ابو نعیم از العزری کی وجہ سے غریب ہے علامہ ڈبھی نے کہا: اس میں محمد بن عبید اللہ العزری ضعیف ہے۔

۱۰۰۰ ضعیف روایت۔ ابن ماجہ: ۲۳۲، ابن خزیمہ "صحیح" از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۱۲۲) ابن منذری نے اس کے  
اسناد کو حسن اور ڈبھی نے غریب کہا ہے۔ اس کے راوی مرزوق میں اختلاف ہے۔ یہ لین الحدیث ہے۔ (الترغیب: ۶۵۷۵)

حاکم نے "التوکل" میں ابن ابی الدنیا نے "الامثال" میں "عسکری" نے اور "المجالسة" میں دینوری نے حضرت معاویہ بن قرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یمن کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی آپ نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: توکل کرنے والے آپ نے فرمایا: تم جھوٹے ہو تم متوکل نہیں ہو متوکل تو وہ شخص ہے جو زمین میں بیج ڈالتا ہے اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔<sup>۱۰۰۱</sup>

"مسند عمر بن عبد العزیز" میں ہے ابن شہاب نے کہا: عمر بن عبد العزیز نے اپنی خلافت کے زمانہ میں مجھ سے کہلوا یا کہ میرے پاس سعد بن خالد بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ نے آکر کہا ہے: امیر المؤمنین! مجھے الشدید کی جاگیر عطا فرما دیں کیونکہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث ملی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص کوئی درخت لگاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے درختوں اور پھلوں کی تعداد کے برابر اجر عطا فرماتا ہے۔ یہ بات میرے دل میں کھٹک رہی ہے کیا آپ نے یہ حدیث سنی ہے؟ میں نے کہا: ہاں اور عطاء بن یزید نے گواہی دی کہ انہوں نے ابویوب رضی اللہ عنہ سے اسے سنا ہے وہ اسے رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے تھے۔<sup>۱۰۰۲</sup>

احمد اور طبرانی نے مسلم بن بدیل کے طریق سے از ایاس بن زہیر از سوید بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے حضرت سوید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ آدمی کا بہتر مال گھوڑے کی سدھائی ہوئی پچھیری یا اصلاح یافتہ کدال ہے۔<sup>۱۰۰۳</sup>

"المختار" میں ہے "ابر نخلۃ" کا مطلب ہے کھجور کے درخت کو قلم لگانا اور اس کی درستی کرنا۔

صحیح البخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ ایک روز گفتگو فرما رہے تھے آپ کے پاس بدوی بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا: اہل جنت میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ سے کاشتکاری کی اجازت مانگے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا جنت میں تیری ہر مطلوبہ چیز نہیں ہے؟ وہ عرض کرے گا: ہے لیکن میں فصل لگانا

<sup>۱۰۰۱</sup> منقطع الاسناد ہونے کی وجہ سے ضعیف روایت۔ معاویہ بن قرہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سامع نہیں ہے۔ (الجرج والتعديل ج ۸ ص ۲۷۸ سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۱۵۳) اس حدیث کو حاکم ابن ابی الدنیا (العسکری) (الامثال) اور دینوری نے "المجالسة" میں روایت کیا ہے۔ مجھے مستدرک حاکم میں یہ حدیث نہیں ملی۔ حیرت ہے مصنف نے چند صفحات پہلے یہ حدیث مرفوعاً نقل کی ہے اور یہاں موقوفاً نقل کر رہے ہیں۔

<sup>۱۰۰۲</sup> بہ سبب شواہد حسن حدیث۔ احمد ج ۶ ص ۴۴۴ از ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ "مجمع الزوائد" (ج ۴ ص ۶۷) میں ہے اسے احمد نے روایت کیا ہے اس کے ایک راوی عبد اللہ بن عبد العزیز کو مالک اور سعید بن منصور نے ثقہ اور ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے اس کے باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔ میں کہتا ہوں مسلم ۱۵۵۲ میں جابر رضی اللہ عنہ سے اور بخاری ج ۲ ص ۶۰ مسلم ۱۵۵۳ اور ترمذی ۱۳۸۲ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث اس کی شاہد ہیں۔

<sup>۱۰۰۳</sup> مرسل ہونے کے سبب ضعیف۔ ابو عبیدہ "غریب الحدیث" ج ۱ ص ۳۴۹ احمد ج ۳ ص ۲۶۸ طبرانی ۶۴۷۰۔ ۶۴۷۱ دولابی ج ۲ ص ۱۱۷ استیعاب ج ۲ ص ۶۸۱ بخاری "التاریخ الکبیر" ج ۲ ص ۱۴۴ قضائی "مسند الشہاب" ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱ (علی محمد دندل نے حافظ ابن حجر کی "تخریج احادیث الکشاف" ج ۲ ص ۶۵۵ اور "الاصابہ" ج ۳ ص ۲۳۰ کے حوالہ سے اس حدیث کی فنی حیثیت پر بحث نقل کرنے کے بعد متعدد حوالوں سے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور حدیث کے اسناد پر بحث کرتے ہوئے بہ سبب ارسال اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ مترجم)

چاہتا ہوں آپ نے فرمایا: اس نے جلدی کی اور بیج ڈالا پودے تیزی سے بڑھے اس کی کٹائی ہوئی اور پہاڑوں کی طرح اس کی ڈھیریاں تیار ہو گئیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! بس کر کوئی چیز تجھے سیر نہیں کرتی۔ اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ایسا شخص قریشی یا انصاری ہی پائیں گے کیونکہ یہی لوگ کاشتکار ہیں ہم کاشتکار نہیں رسول اللہ ﷺ اس کی بات پر ہنس دیئے۔<sup>۱۰۰۴</sup>

الحسبشی نے کتاب ”البرکۃ“ میں کہا ہے اس حدیث کے فوائد میں بعض یہ ہیں: یہ حدیث زراعت کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے، مہاجرین اور انصار زراعت کرتے تھے کیونکہ اعرابی نے کہا: آپ اسے انصاری یا مہاجر ہی پائیں گے یہ بڑی دلیل ہے کیونکہ مہاجرین اور انصار اس امت کے افضل افراد ہیں اور وہ زراعت پیشہ تھے۔

عارف فاسی نے ”تشیف المسامع“ میں کہا ہے: مشہور یہ ہے کہ انصار کاشتکار تھے اور قریش تجارت پیشہ تھے کاشتکار نہ تھے کیونکہ ان کی زمین کھیتی باڑی والی زمین نہ تھی۔

علامہ کتابی کہتے ہیں: اصل کے اعتبار سے یہ صحیح ہے ورنہ ہجرت کے بعد مہاجرین صحابہ نے کاشتکاری کی اور تجارت بھی کی۔ سو مذکور الصدر حدیث اپنے حال پر ہے۔

امام ابوداؤد نے ”مرا سیل“ میں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما سے مرسل روایت کیا ہے کھیتی لگاؤ کیونکہ کھیتی مبارک ہے اور اس میں کدال کا بکثرت استعمال کرو۔ دوسری روایت میں ہے اے گروہ قریش! تم چوپائیوں کو محبوب رکھتے ہو ان میں کمی کرو کیونکہ تم ایسے علاقہ کے باسی ہو جہاں بارش کم ہوتی ہے کھیتی باڑی کرو کیونکہ کھیتی مبارک ہے اور اس میں کدال کو بکثرت استعمال کرو۔<sup>۱۰۰۵</sup> اسے ابوداؤد اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

الدیلمی نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے معیشت کو پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے کھیتی اور بکریوں میں برکتیں رکھ دیں۔

صحیح البخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: میرے انصاری بھائیوں کو اپنے اموال میں کام کاج مشغول رکھتا تھا۔<sup>۱۰۰۶</sup> علامہ قسطلانی کہتے ہیں: اموال سے مراد کاشتکاری اور شجرکاری ہے۔

صحیح البخاری ہی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر والوں کو کھیتی یا پھلوں کی نصف پیداوار پر کام کرنے پر مقرر فرمایا تھا۔<sup>۱۰۰۷</sup> امام بخاری نے اس کا یہ عنوان رقم کیا ہے ”باب المزارعة مع الیہود“۔ صحیح البخاری ہی میں ہے نبی ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو سو سو عطا فرماتے تھے اتنی (۸۰) وسق کھجوریں

۱۰۰۴ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۳۳۸-۱۹۵۷ احمد ج ۲ ص ۵۱۱-۵۱۲ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۱۰۰۵ ضعیف مرسل روایت۔ مرا سیل ابی داؤد از علی بن حسین۔ (ضعیف الجامع الصغیر: ۱۹۸) ضعیف حدیث۔ البانی۔

۱۰۰۶ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۰۴۷ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۱۰۰۷ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۳۳۸-۲۳۳۹-۲۳۴۰-۳۱۵۲-۳۲۳۸ مسلم: ۱۵۵۱ ابوداؤد: ۳۰۰۸ ابن ماجہ: ۲۳۶۷

ترمذی: ۱۳۸۳ دارمی ج ۲ ص ۲۷۰ احمد ج ۲ ص ۲۷۱-۲۷۲ عمر بن شہبہ تاریخ المدینہ: ۵۲۱ طحاوی ”معانی الآثار“ ج ۲

ص ۲۶۰-۲۶۱ بیہقی ج ۶ ص ۱۱۳ از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔



اور میں وقت جو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کی زمینیں تقسیم کیں تو نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کو اختیار دیا وہ چاہیں تو پانی اور زمین کا حصہ لیں اور چاہیں تو حسب سابق نفقہ لیں، بعض ازواج مطہرات نے زمین لینا پسند فرمایا اور بعض نے وقت، حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما ان ازواج مطہرات میں سے تھیں جنہوں نے زمین لی تھی۔<sup>۱۰۸</sup>

علامہ قسطلانی کہتے ہیں: اس حدیث میں زراعت اور تجارت کا جواز ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے خیبر کے یہود کو کاشتکاری پر برقرار رکھا تھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی وہ اسی پر برقرار رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جلا وطن کر دیا۔ ابن خزیمہ اور ابن المنذر نے بھی یہی کہا ہے، ابن خزیمہ نے اس حدیث کی تشریح میں ایک جزء تصنیف کیا ہے جس میں اس موضوع پر وارد احادیث کی علتیں بیان کی ہیں۔

علامہ حسینی کہتے ہیں: اس حدیث کے فوائد میں سے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما جیسی افضل ازواج مطہرات کا زمین کو اختیار کرنا ہے، وہ اس میں کاشت کرواتی تھیں۔ امام بخاری نے کہا: حضرت علی، حضرت سعد اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے کاشت کاری کی۔

علامہ حسینی کہتے ہیں کہ کثیر تصانیف میں علماء نے کاشت کاری کو فرض کفایہ میں شمار کیا ہے، کیونکہ اس کے بغیر دینی اور دنیاوی امور درست نہیں ہو سکتے، اگر سب لوگ کاشت کاری سے دست بردار ہوں تو سب گنہگار ہوں گے۔ (البرکۃ)

ملا علی القاری مشکوٰۃ کی شرح میں حدیث مبارکہ ”یہ ہل جس قوم کے گھر میں داخل ہوتا ہے اس میں ذلت کو داخل کرتا ہے“<sup>۱۰۹</sup> کی تشریح میں لکھتے ہیں: صحیح البخاری میں یہ حدیث حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ہمارے بعض علماء نے کہا ہے: اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ زراعت ذلت کا سبب ہے، حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ زراعت مستحب ہے اس سے لوگوں کا مفاد وابستہ ہے اور حدیث مبارک میں ہے: زمین کے مخفی خزانوں سے خیر طلب کرو۔<sup>۱۱۰</sup> آپ نے یہ اس لیے ارشاد فرمایا تاکہ صحابہ کرام آباد کاری میں مشغول ہو کر جہاد نہ ترک کر دیں، پھر

۱۰۰۸ احمد ج ۲ ص ۲۲ عمر بن شبہ ”تاریخ المدینہ“ ۵۳۳۔ از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ باسناد حسن۔

۱۰۰۹ صحیح حدیث۔ بخاری ۲۳۲۱ بغوی ”شرح السنۃ“ ۴۰۶۰ از ابو امامہ الباطلی رضی اللہ عنہ۔

حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ ج ۵ ص ۷ میں اس حدیث اور زراعت و شجر کاری کی فضیلت میں مروی سابقہ حدیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے: اس مذمت کے دو محمل ہیں: (۱) اس کے سبب اپنی ذمہ داریاں اور فرائض فراموش کر دے (۲) اس میں حد سے زیادہ اشتغال ہو جائے۔

۱۰۱۰ ضعیف الاسناد حدیث۔ اس کے ایک راوی ہشام بن عبد اللہ کے متعلق ابن حبان نے ”المجروحین“ (ج ۳ ص ۹۱) میں کہا ہے: یہ ہشام بن عروہ سے ہے اصل حدیث روایت کرتا ہے جب یہ کسی روایت میں متفرد ہو تو اس سے استدلال مجھے پسند نہیں ہے، پھر یہ حدیث ذکر کی۔ ابویعلیٰ ۳۸۴ از طریق ہشام بن عبد اللہ از ہشام بن عروہ از والد خود از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ”مجمع الزوائد“ (ج ۴ ص ۶۳) میں بیہمی نے کہا ہے: اس حدیث کو ابویعلیٰ نے اور طبرانی نے ”الاوسط“ میں روایت کیا ہے اس کے راوی ہشام بن عبد اللہ کو ابن حبان نے ضعیف کہا ہے۔



ان پر دشمن غالب آ جائے اس سے بڑھ کر ذلت اور کیا ہوگی؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو دشمن سے قریب رہتے ہوں، کیونکہ اگر ان لوگوں نے جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی کو اپنا لیا تو دشمن ان پر غلبہ حاصل کر کے ان کو ذلیل کر دے گا۔

”النهاية“ میں ابن الاثیر حدیث مبارک ”ہل کی پھال (کدال وغیرہ) جس قوم کے گھر میں داخل ہوئی وہ ذلیل ہوا“ کے تحت لکھتے ہیں یعنی جب مسلمان کھیتی باڑی اور زراعت میں لگن ہو جائیں گے جہاد کو ترک کر دیں گے تو حکمران کے مطالبات اور ٹیکس ان کو ذلیل کر دیں گے۔ اس کے قریب یہ حدیث ہے: عزت گھوڑوں کی پیشانی میں اور ذلت گایوں کی دموں میں ہے۔ الفتنی نے ”مجمع بحار الانوار“ میں کرمانی سے حدیث مذکور پر یہ تقریر نقل کی ہے کہ حاصل یہ ہے اس میں دنیاوی ذلت اور اخروی عزت ہے، کیونکہ اس میں تر جگر رکھنے والوں کے لیے فائدہ ہے (ہر جاندار اس سے نفع یاب ہوتا ہے) اور صحیح قول کے مطابق یہ سب سے افضل کسب ہے۔

”شرح المشکوٰۃ“ میں علامہ طیبی سے منقول ہے کہ ذلت کی وجہ نفس میں بزدلی اور ہمت میں کمی کا پیدا ہونا ہے اور حکمرانوں کے حقوق کا لازم ہونا ہے (ٹیکس لگان وغیرہ) اگر وہ جہاد کو ترجیح دیتے ان کو بہ کثرت رزق ملتا اور فراخی سے عطیات حاصل ہوتے۔

”مقدمة العبر“ میں ابن خلدون نے کہا ہے کہ کھیتی باڑی کمزور بدویوں کا ذریعہ معاش تھا اور اس کے دو سبب تھے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اسے اپنانے والا ذلت اور حقارت سے مخصوص ہو جاتا ہے، حدیث میں ہے نبی ﷺ کسی انصاری کے گھر میں ہل کی پھال دیکھ کر فرمایا: یہ جس قوم کے گھر میں داخل ہوئی اسے ذلت میں داخل کر دیا۔ لیکن امام بخاری نے اس سے بکثرت مشغولیت مراد لی ہے اور یہ کہ کاشت کار زبردست ہوتا ہے اور حکمران وغیرہ زبردستوں کی حکم برداری پر مجبور ہوتا ہے۔

ابن الاثیر نے ”بدائع السلك“ میں اس کے بعد کہا ہے کہ اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ انسان کاشتکاری میں مشغولیت کے باعث دفاع وطن سے غافل ہو جاتا ہے، حالانکہ وطن کی آزادی ہی اس کی عزت و حمایت کی ضامن ہوتی ہے جیسا کہ امام بخاری کی توجیہ سے واضح ہو رہا ہے۔ اس کی شہادت امام احمد کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کردہ یہ حدیث دے رہی ہے: جب تم بیع عینہ کرو گے، گایوں کی دُمیں پکڑو گے، زراعت پر راضی ہو گے اور جہاد چھوڑ دو گے، اللہ تعالیٰ تم پر ذلت کو مسلط کر دے گا یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹو!ؑ

علامہ قسطلانی نے کہا ہے: سب سے پہلے ذمی کاشتکاری کرتے تھے فتوحات کے بعد صحابہ کرام نے ان جیسے کام کو ناپسند کیا۔

”فتح الباری“ میں ہے امام بخاری نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور شجر کاری اور کاشت کاری کی فضیلت میں وارد سابقہ حدیث میں دو طرح جمع کرنے کا اشارہ کیا ہے (۱) اس مذمت کا تعلق اس سے ہے کہ

۱۰۱۱۔ ضعیف حدیث۔ ابوداؤد: ۳۴۶۲ اس حدیث کے ایک راوی اسحاق بن اسید کو ذہبی نے ”میزان الاعتدال“ (ج ۴ ص ۵۴۷) میں

اس حدیث کے مناکیر میں شمار کیا ہے۔ احمد ج ۲ ص ۸۴ بزار ابو یعلیٰ۔ ابن حجر کے بقول اس کی سند ضعیف ہے۔

انسان اس میں اتنا مشغول ہو جائے کہ جن چیزوں کی محافظت مطلوب ہے وہ ان کو ضائع کر دے۔ (۲) یا یہ مذمت اس پر محمول ہے کہ آدمی مامور حفاظت سے غافل نہ ہو مگر اس میں حد سے زیادہ مشغولیت بڑھالے۔ سیرت کی کتابوں میں ہے نبی کریم ﷺ کو باغات میں بیٹھنا اور ان میں نماز پڑھنا پسند تھا۔

”فتح الباری“ میں ہے ابن سعد اور ابن المذہب نے اسناد صحیح کے ساتھ از مسروق از عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مرض موت میں مبتلا ہوئے آپ نے فرمایا: ان چیزوں کو دیکھو جو امیر بننے کے بعد میرے مال میں داخل ہوئی ہیں اور ان کو میرے بعد خلیفہ کے پاس بھیج دینا جب آپ فوت ہو گئے ہم نے دیکھا ایک حبشی غلام ہے جو آپ کے بچوں کو اٹھاتا تھا اور پانی لانے والا اونٹ ہے جو آپ کے باغ کو سیراب کرتا تھا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا باغ تھا اور آپ اس کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

امام سخاوی نے کہا ہے: نبی ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے مال میں کثرت کی دعا فرمائی تھی: اے اللہ! اس (انس) کے مال اور اولاد کو کثرت عطا فرما۔<sup>۱۰۱۲</sup> یہ مویشیوں کی کثرت اور درختوں کی کثرت کی دعا تھی۔ کیونکہ ”صحیح مسلم“ میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان بھی درخت لگاتا ہے یا کھیتی کاشت کرتا ہے پھر اس سے انسان یا جانور کھاتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔ انصار کے اکثر اموال یہی تھے اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا باغ سال میں دو بار پھل دیتا تھا اور اس باغ میں ایک خوشبودار پودا تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

”طبقات ابن سعد“ (ج ۴ ص ۴۴) میں حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ کا عجیب و غریب قصہ مذکور ہے جو کبار صحابہ کرام کی زمین، غلہ اور پھلوں کے اہتمام اور دل چسپی پر دلالت کرتا ہے۔ مسلم بن ابراہیم حارث بن عبید ابوعمران الجونی کی سند سے مروی ہے نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ایسی زمین بطور جائیداد عطا فرمائی جس میں کھجور کا ایک ایسا جھکا ہوا درخت موجود تھا جس کی اصل حضرت ربیعہ کی زمین میں اور شاخیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زمین میں تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ درخت میرا ہے اور حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ درخت میرا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جلدی کی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ بھی جلدی سے لپکتے ہوئے پیچھے آ گئے نبی ﷺ نے اس درخت کا فیصلہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دیا راوی کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دیوار کی طرف منہ کر کے رونے لگے نبی ﷺ نے درخت کی شاخوں کا فیصلہ اس کے حق میں دیا جس کی زمین میں درخت کی اصل اور جڑ تھی۔<sup>۱۰۱۳</sup> حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گریہ کرنے کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کو اس پر افسوس ہو رہا تھا کہ ان کو یہ موٹی سی بات سمجھ میں نہ آئی اور ایسے درخت پر اپنا حق جتایا جس میں ان کا حق نہ تھا اور تصفیہ کے لیے یہ معاملہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

۱۰۱۲ صحیح حدیث۔ بخاری: ۶۳۳۳-۶۳۳۴-۶۳۷۹-۶۳۸۰-۶۳۸۱-۶۳۸۲-۶۳۸۳-۶۳۸۴-۶۳۸۵-۶۳۸۶-۶۳۸۷-۶۳۸۸-۶۳۸۹-۶۳۹۰-۶۳۹۱-۶۳۹۲-۶۳۹۳-۶۳۹۴-۶۳۹۵-۶۳۹۶-۶۳۹۷-۶۳۹۸-۶۳۹۹-۶۴۰۰-۶۴۰۱-۶۴۰۲-۶۴۰۳-۶۴۰۴-۶۴۰۵-۶۴۰۶-۶۴۰۷-۶۴۰۸-۶۴۰۹-۶۴۱۰-۶۴۱۱-۶۴۱۲-۶۴۱۳-۶۴۱۴-۶۴۱۵-۶۴۱۶-۶۴۱۷-۶۴۱۸-۶۴۱۹-۶۴۲۰-۶۴۲۱-۶۴۲۲-۶۴۲۳-۶۴۲۴-۶۴۲۵-۶۴۲۶-۶۴۲۷-۶۴۲۸-۶۴۲۹-۶۴۳۰-۶۴۳۱-۶۴۳۲-۶۴۳۳-۶۴۳۴-۶۴۳۵-۶۴۳۶-۶۴۳۷-۶۴۳۸-۶۴۳۹-۶۴۴۰-۶۴۴۱-۶۴۴۲-۶۴۴۳-۶۴۴۴-۶۴۴۵-۶۴۴۶-۶۴۴۷-۶۴۴۸-۶۴۴۹-۶۴۵۰-۶۴۵۱-۶۴۵۲-۶۴۵۳-۶۴۵۴-۶۴۵۵-۶۴۵۶-۶۴۵۷-۶۴۵۸-۶۴۵۹-۶۴۶۰-۶۴۶۱-۶۴۶۲-۶۴۶۳-۶۴۶۴-۶۴۶۵-۶۴۶۶-۶۴۶۷-۶۴۶۸-۶۴۶۹-۶۴۷۰-۶۴۷۱-۶۴۷۲-۶۴۷۳-۶۴۷۴-۶۴۷۵-۶۴۷۶-۶۴۷۷-۶۴۷۸-۶۴۷۹-۶۴۸۰-۶۴۸۱-۶۴۸۲-۶۴۸۳-۶۴۸۴-۶۴۸۵-۶۴۸۶-۶۴۸۷-۶۴۸۸-۶۴۸۹-۶۴۹۰-۶۴۹۱-۶۴۹۲-۶۴۹۳-۶۴۹۴-۶۴۹۵-۶۴۹۶-۶۴۹۷-۶۴۹۸-۶۴۹۹-۶۵۰۰-۶۵۰۱-۶۵۰۲-۶۵۰۳-۶۵۰۴-۶۵۰۵-۶۵۰۶-۶۵۰۷-۶۵۰۸-۶۵۰۹-۶۵۱۰-۶۵۱۱-۶۵۱۲-۶۵۱۳-۶۵۱۴-۶۵۱۵-۶۵۱۶-۶۵۱۷-۶۵۱۸-۶۵۱۹-۶۵۲۰-۶۵۲۱-۶۵۲۲-۶۵۲۳-۶۵۲۴-۶۵۲۵-۶۵۲۶-۶۵۲۷-۶۵۲۸-۶۵۲۹-۶۵۳۰-۶۵۳۱-۶۵۳۲-۶۵۳۳-۶۵۳۴-۶۵۳۵-۶۵۳۶-۶۵۳۷-۶۵۳۸-۶۵۳۹-۶۵۴۰-۶۵۴۱-۶۵۴۲-۶۵۴۳-۶۵۴۴-۶۵۴۵-۶۵۴۶-۶۵۴۷-۶۵۴۸-۶۵۴۹-۶۵۵۰-۶۵۵۱-۶۵۵۲-۶۵۵۳-۶۵۵۴-۶۵۵۵-۶۵۵۶-۶۵۵۷-۶۵۵۸-۶۵۵۹-۶۵۶۰-۶۵۶۱-۶۵۶۲-۶۵۶۳-۶۵۶۴-۶۵۶۵-۶۵۶۶-۶۵۶۷-۶۵۶۸-۶۵۶۹-۶۵۷۰-۶۵۷۱-۶۵۷۲-۶۵۷۳-۶۵۷۴-۶۵۷۵-۶۵۷۶-۶۵۷۷-۶۵۷۸-۶۵۷۹-۶۵۸۰-۶۵۸۱-۶۵۸۲-۶۵۸۳-۶۵۸۴-۶۵۸۵-۶۵۸۶-۶۵۸۷-۶۵۸۸-۶۵۸۹-۶۵۹۰-۶۵۹۱-۶۵۹۲-۶۵۹۳-۶۵۹۴-۶۵۹۵-۶۵۹۶-۶۵۹۷-۶۵۹۸-۶۵۹۹-۶۶۰۰-۶۶۰۱-۶۶۰۲-۶۶۰۳-۶۶۰۴-۶۶۰۵-۶۶۰۶-۶۶۰۷-۶۶۰۸-۶۶۰۹-۶۶۱۰-۶۶۱۱-۶۶۱۲-۶۶۱۳-۶۶۱۴-۶۶۱۵-۶۶۱۶-۶۶۱۷-۶۶۱۸-۶۶۱۹-۶۶۲۰-۶۶۲۱-۶۶۲۲-۶۶۲۳-۶۶۲۴-۶۶۲۵-۶۶۲۶-۶۶۲۷-۶۶۲۸-۶۶۲۹-۶۶۳۰-۶۶۳۱-۶۶۳۲-۶۶۳۳-۶۶۳۴-۶۶۳۵-۶۶۳۶-۶۶۳۷-۶۶۳۸-۶۶۳۹-۶۶۴۰-۶۶۴۱-۶۶۴۲-۶۶۴۳-۶۶۴۴-۶۶۴۵-۶۶۴۶-۶۶۴۷-۶۶۴۸-۶۶۴۹-۶۶۵۰-۶۶۵۱-۶۶۵۲-۶۶۵۳-۶۶۵۴-۶۶۵۵-۶۶۵۶-۶۶۵۷-۶۶۵۸-۶۶۵۹-۶۶۶۰-۶۶۶۱-۶۶۶۲-۶۶۶۳-۶۶۶۴-۶۶۶۵-۶۶۶۶-۶۶۶۷-۶۶۶۸-۶۶۶۹-۶۶۷۰-۶۶۷۱-۶۶۷۲-۶۶۷۳-۶۶۷۴-۶۶۷۵-۶۶۷۶-۶۶۷۷-۶۶۷۸-۶۶۷۹-۶۶۸۰-۶۶۸۱-۶۶۸۲-۶۶۸۳-۶۶۸۴-۶۶۸۵-۶۶۸۶-۶۶۸۷-۶۶۸۸-۶۶۸۹-۶۶۹۰-۶۶۹۱-۶۶۹۲-۶۶۹۳-۶۶۹۴-۶۶۹۵-۶۶۹۶-۶۶۹۷-۶۶۹۸-۶۶۹۹-۶۷۰۰-۶۷۰۱-۶۷۰۲-۶۷۰۳-۶۷۰۴-۶۷۰۵-۶۷۰۶-۶۷۰۷-۶۷۰۸-۶۷۰۹-۶۷۱۰-۶۷۱۱-۶۷۱۲-۶۷۱۳-۶۷۱۴-۶۷۱۵-۶۷۱۶-۶۷۱۷-۶۷۱۸-۶۷۱۹-۶۷۲۰-۶۷۲۱-۶۷۲۲-۶۷۲۳-۶۷۲۴-۶۷۲۵-۶۷۲۶-۶۷۲۷-۶۷۲۸-۶۷۲۹-۶۷۳۰-۶۷۳۱-۶۷۳۲-۶۷۳۳-۶۷۳۴-۶۷۳۵-۶۷۳۶-۶۷۳۷-۶۷۳۸-۶۷۳۹-۶۷۴۰-۶۷۴۱-۶۷۴۲-۶۷۴۳-۶۷۴۴-۶۷۴۵-۶۷۴۶-۶۷۴۷-۶۷۴۸-۶۷۴۹-۶۷۵۰-۶۷۵۱-۶۷۵۲-۶۷۵۳-۶۷۵۴-۶۷۵۵-۶۷۵۶-۶۷۵۷-۶۷۵۸-۶۷۵۹-۶۷۶۰-۶۷۶۱-۶۷۶۲-۶۷۶۳-۶۷۶۴-۶۷۶۵-۶۷۶۶-۶۷۶۷-۶۷۶۸-۶۷۶۹-۶۷۷۰-۶۷۷۱-۶۷۷۲-۶۷۷۳-۶۷۷۴-۶۷۷۵-۶۷۷۶-۶۷۷۷-۶۷۷۸-۶۷۷۹-۶۷۸۰-۶۷۸۱-۶۷۸۲-۶۷۸۳-۶۷۸۴-۶۷۸۵-۶۷۸۶-۶۷۸۷-۶۷۸۸-۶۷۸۹-۶۷۹۰-۶۷۹۱-۶۷۹۲-۶۷۹۳-۶۷۹۴-۶۷۹۵-۶۷۹۶-۶۷۹۷-۶۷۹۸-۶۷۹۹-۶۸۰۰-۶۸۰۱-۶۸۰۲-۶۸۰۳-۶۸۰۴-۶۸۰۵-۶۸۰۶-۶۸۰۷-۶۸۰۸-۶۸۰۹-۶۸۱۰-۶۸۱۱-۶۸۱۲-۶۸۱۳-۶۸۱۴-۶۸۱۵-۶۸۱۶-۶۸۱۷-۶۸۱۸-۶۸۱۹-۶۸۲۰-۶۸۲۱-۶۸۲۲-۶۸۲۳-۶۸۲۴-۶۸۲۵-۶۸۲۶-۶۸۲۷-۶۸۲۸-۶۸۲۹-۶۸۳۰-۶۸۳۱-۶۸۳۲-۶۸۳۳-۶۸۳۴-۶۸۳۵-۶۸۳۶-۶۸۳۷-۶۸۳۸-۶۸۳۹-۶۸۴۰-۶۸۴۱-۶۸۴۲-۶۸۴۳-۶۸۴۴-۶۸۴۵-۶۸۴۶-۶۸۴۷-۶۸۴۸-۶۸۴۹-۶۸۵۰-۶۸۵۱-۶۸۵۲-۶۸۵۳-۶۸۵۴-۶۸۵۵-۶۸۵۶-۶۸۵۷-۶۸۵۸-۶۸۵۹-۶۸۶۰-۶۸۶۱-۶۸۶۲-۶۸۶۳-۶۸۶۴-۶۸۶۵-۶۸۶۶-۶۸۶۷-۶۸۶۸-۶۸۶۹-۶۸۷۰-۶۸۷۱-۶۸۷۲-۶۸۷۳-۶۸۷۴-۶۸۷۵-۶۸۷۶-۶۸۷۷-۶۸۷۸-۶۸۷۹-۶۸۸۰-۶۸۸۱-۶۸۸۲-۶۸۸۳-۶۸۸۴-۶۸۸۵-۶۸۸۶-۶۸۸۷-۶۸۸۸-۶۸۸۹-۶۸۹۰-۶۸۹۱-۶۸۹۲-۶۸۹۳-۶۸۹۴-۶۸۹۵-۶۸۹۶-۶۸۹۷-۶۸۹۸-۶۸۹۹-۶۹۰۰-۶۹۰۱-۶۹۰۲-۶۹۰۳-۶۹۰۴-۶۹۰۵-۶۹۰۶-۶۹۰۷-۶۹۰۸-۶۹۰۹-۶۹۱۰-۶۹۱۱-۶۹۱۲-۶۹۱۳-۶۹۱۴-۶۹۱۵-۶۹۱۶-۶۹۱۷-۶۹۱۸-۶۹۱۹-۶۹۲۰-۶۹۲۱-۶۹۲۲-۶۹۲۳-۶۹۲۴-۶۹۲۵-۶۹۲۶-۶۹۲۷-۶۹۲۸-۶۹۲۹-۶۹۳۰-۶۹۳۱-۶۹۳۲-۶۹۳۳-۶۹۳۴-۶۹۳۵-۶۹۳۶-۶۹۳۷-۶۹۳۸-۶۹۳۹-۶۹۴۰-۶۹۴۱-۶۹۴۲-۶۹۴۳-۶۹۴۴-۶۹۴۵-۶۹۴۶-۶۹۴۷-۶۹۴۸-۶۹۴۹-۶۹۵۰-۶۹۵۱-۶۹۵۲-۶۹۵۳-۶۹۵۴-۶۹۵۵-۶۹۵۶-۶۹۵۷-۶۹۵۸-۶۹۵۹-۶۹۶۰-۶۹۶۱-۶۹۶۲-۶۹۶۳-۶۹۶۴-۶۹۶۵-۶۹۶۶-۶۹۶۷-۶۹۶۸-۶۹۶۹-۶۹۷۰-۶۹۷۱-۶۹۷۲-۶۹۷۳-۶۹۷۴-۶۹۷۵-۶۹۷۶-۶۹۷۷-۶۹۷۸-۶۹۷۹-۶۹۸۰-۶۹۸۱-۶۹۸۲-۶۹۸۳-۶۹۸۴-۶۹۸۵-۶۹۸۶-۶۹۸۷-۶۹۸۸-۶۹۸۹-۶۹۹۰-۶۹۹۱-۶۹۹۲-۶۹۹۳-۶۹۹۴-۶۹۹۵-۶۹۹۶-۶۹۹۷-۶۹۹۸-۶۹۹۹-۷۰۰۰-۷۰۰۱-۷۰۰۲-۷۰۰۳-۷۰۰۴-۷۰۰۵-۷۰۰۶-۷۰۰۷-۷۰۰۸-۷۰۰۹-۷۰۱۰-۷۰۱۱-۷۰۱۲-۷۰۱۳-۷۰۱۴-۷۰۱۵-۷۰۱۶-۷۰۱۷-۷۰۱۸-۷۰۱۹-۷۰۲۰-۷۰۲۱-۷۰۲۲-۷۰۲۳-۷۰۲۴-۷۰۲۵-۷۰۲۶-۷۰۲۷-۷۰۲۸-۷۰۲۹-۷۰۳۰-۷۰۳۱-۷۰۳۲-۷۰۳۳-۷۰۳۴-۷۰۳۵-۷۰۳۶-۷۰۳۷-۷۰۳۸-۷۰۳۹-۷۰۴۰-۷۰۴۱-۷۰۴۲-۷۰۴۳-۷۰۴۴-۷۰۴۵-۷۰۴۶-۷۰۴۷-۷۰۴۸-۷۰۴۹-۷۰۵۰-۷۰۵۱-۷۰۵۲-۷۰۵۳-۷۰۵۴-۷۰۵۵-۷۰۵۶-۷۰۵۷-۷۰۵۸-۷۰۵۹-۷۰۶۰-۷۰۶۱-۷۰۶۲-۷۰۶۳-۷۰۶۴-۷۰۶۵-۷۰۶۶-۷۰۶۷-۷۰۶۸-۷۰۶۹-۷۰۷۰-۷۰۷۱-۷۰۷۲-۷۰۷۳-۷۰۷۴-۷۰۷۵-۷۰۷۶-۷۰۷۷-۷۰۷۸-۷۰۷۹-۷۰۸۰-۷۰۸۱-۷۰۸۲-۷۰۸۳-۷۰۸۴-۷۰۸۵-۷۰۸۶-۷۰۸۷-۷۰۸۸-۷۰۸۹-۷۰۹۰-۷۰۹۱-۷۰۹۲-۷۰۹۳-۷۰۹۴-۷۰۹۵-۷۰۹۶-۷۰۹۷-۷۰۹۸-۷۰۹۹-۷۱۰۰-۷۱۰۱-۷۱۰۲-۷۱۰۳-۷۱۰۴-۷۱۰۵-۷۱۰۶-۷۱۰۷-۷۱۰۸-۷۱۰۹-۷۱۱۰-۷۱۱۱-۷۱۱۲-۷۱۱۳-۷۱۱۴-۷۱۱۵-۷۱۱۶-۷۱۱۷-۷۱۱۸-۷۱۱۹-۷۱۲۰-۷۱۲۱-۷۱۲۲-۷۱۲۳-۷۱۲۴-۷۱۲۵-۷۱۲۶-۷۱۲۷-۷۱۲۸-۷۱۲۹-۷۱۳۰-۷۱۳۱-۷۱۳۲-۷۱۳۳-۷۱۳۴-۷۱۳۵-۷۱۳۶-۷۱۳۷-۷۱۳۸-۷۱۳۹-۷۱۴۰-۷۱۴۱-۷۱۴۲-۷۱۴۳-۷۱۴۴-۷۱۴۵-۷۱۴۶-۷۱۴۷-۷۱۴۸-۷۱۴۹-۷۱۵۰-۷۱۵۱-۷۱۵۲-۷۱۵۳-۷۱۵۴-۷۱۵۵-۷۱۵۶-۷۱۵۷-۷۱۵۸-۷۱۵۹-۷۱۶۰-۷۱۶۱-۷۱۶۲-۷۱۶۳-۷۱۶۴-۷۱۶۵-۷۱۶۶-۷۱۶۷-۷۱۶۸-۷۱۶۹-۷۱۷۰-۷۱۷۱-۷۱۷۲-۷۱۷۳-۷۱۷۴-۷۱۷۵-۷۱۷۶-۷۱۷۷-۷۱۷۸-۷۱۷۹-۷۱۸۰-۷۱۸۱-۷۱۸۲-۷۱۸۳-۷۱۸۴-۷۱۸۵-۷۱۸۶-۷۱۸۷-۷۱۸۸-۷۱۸۹-۷۱۹۰-۷۱۹۱-۷۱۹۲-۷۱۹۳-۷۱۹۴-۷۱۹۵-۷۱۹۶-۷۱۹۷-۷۱۹۸-۷۱۹۹-۷۲۰۰-۷۲۰۱-۷۲۰۲-۷۲۰۳-۷۲۰۴-۷۲۰۵-۷۲۰۶-۷۲۰۷-۷۲۰۸-۷۲۰۹-۷۲۱۰-۷۲۱۱-۷۲۱۲-۷۲۱۳-۷۲۱۴-۷۲۱۵-۷۲۱۶-۷۲۱۷-۷۲۱۸-۷۲۱۹-۷۲۲۰-۷۲۲۱-۷۲۲۲-۷۲۲۳-۷۲۲۴-۷۲۲۵-۷۲۲۶-۷۲۲۷-۷۲۲۸-۷۲۲۹-۷۲۳۰-۷۲۳۱-۷۲۳۲-۷۲۳۳-۷۲۳۴-۷۲۳۵-۷۲۳۶-۷۲۳۷-۷۲۳۸-۷۲۳۹-۷۲۴۰-۷۲۴۱-۷۲۴۲-۷۲۴۳-۷۲۴۴-۷۲۴۵-۷۲۴۶-۷۲۴۷-۷۲۴۸-۷۲۴۹-۷۲۵۰-۷۲۵۱-۷۲۵۲-۷۲۵۳-۷۲۵۴-۷۲۵۵-۷۲۵۶-۷۲۵۷-۷۲۵۸-۷۲۵۹-۷۲۶۰-۷۲۶۱-۷۲۶۲-۷۲۶۳-۷۲۶۴-۷۲۶۵-۷۲۶۶-۷۲۶۷-۷۲۶۸-۷۲۶۹-۷۲۷۰-۷۲۷۱-۷۲۷۲-۷۲۷۳-۷۲۷۴-۷۲۷۵-۷۲۷۶-۷۲۷۷-۷۲۷۸-۷۲۷۹-۷۲۸۰-۷۲۸۱-۷۲۸۲-۷۲۸۳-۷۲۸۴-۷۲۸۵-۷۲۸۶-۷۲۸۷-۷۲۸۸-۷۲۸۹-۷۲۹۰-۷۲۹۱-۷۲۹۲-۷۲۹۳-۷۲۹۴-۷۲۹۵-۷۲۹۶-۷۲۹۷-۷۲۹۸-۷۲۹۹-۷۳۰۰-۷۳۰۱-۷۳۰۲-۷۳۰۳-۷۳۰۴-۷۳۰۵-۷۳۰۶-۷۳۰۷-۷۳۰۸-۷۳۰۹-۷۳۱۰-۷۳۱۱-۷۳۱۲-۷۳۱۳-۷۳۱۴-۷۳۱۵-۷۳۱۶-۷۳۱۷-۷۳۱۸-۷۳۱۹-۷۳۲۰-۷۳۲۱-۷۳۲۲-۷۳۲۳-۷۳۲۴-۷۳۲۵-۷۳۲۶-۷۳۲۷-۷۳۲۸-۷۳۲۹-۷۳۳۰-۷۳۳۱-۷۳۳۲-۷۳۳۳-۷۳۳۴-۷۳۳۵-۷۳۳۶-۷۳۳۷-۷۳۳۸-۷۳۳۹-۷۳۴۰-۷۳۴۱-۷۳۴۲-۷۳۴۳-۷۳۴۴-۷۳۴۵-۷۳۴۶-۷۳۴۷-۷۳۴۸-۷۳۴۹-۷۳۵۰-۷۳۵۱-۷۳۵۲-۷۳۵۳-۷۳۵۴-۷۳۵۵-۷۳۵۶-۷۳۵۷-۷۳۵۸-۷۳۵۹-۷۳۶۰-۷۳۶۱-۷۳۶۲-۷۳۶۳-۷۳۶۴-۷۳۶۵-۷۳۶۶-۷۳۶۷-۷۳۶۸-۷۳۶۹-۷۳۷۰-۷۳۷۱-۷۳۷۲-۷۳۷۳-۷۳۷۴-۷۳۷۵-۷۳۷۶-۷۳۷۷-۷۳۷۸-۷۳۷۹-۷۳۸۰-۷۳۸۱-۷۳۸۲-۷۳۸۳-۷۳۸۴-۷۳۸۵-۷۳۸۶-۷۳۸۷-۷۳۸۸-۷۳۸۹-۷۳۹۰-۷۳۹۱-۷۳۹۲-۷۳۹۳-۷۳۹۴-۷۳۹۵-۷۳۹۶-۷۳۹۷-۷۳۹۸-۷۳۹۹-۷۴۰۰-۷۴۰۱-۷۴۰۲-۷۴۰۳-۷۴۰۴-۷۴۰۵-۷۴۰۶-۷۴۰۷-۷۴۰۸-۷۴۰۹-۷۴۱۰-۷۴۱۱-۷۴۱۲-۷۴۱۳-۷۴۱۴-۷۴۱۵-۷۴۱۶-۷۴۱۷-۷۴۱۸-۷۴۱۹-۷۴۲۰-۷۴۲۱-۷۴۲۲-۷۴۲۳-۷۴۲۴-۷۴۲۵-۷۴۲۶-۷۴۲۷-۷۴۲۸-۷۴۲۹-۷۴۳۰-۷۴۳۱-۷۴۳۲-۷۴۳۳-۷۴۳۴-۷۴۳۵-۷۴۳۶-۷۴۳۷-۷۴۳۸-۷۴۳۹-۷۴۴۰-۷۴۴۱-۷۴۴۲-۷۴۴۳-۷۴۴۴-۷۴۴۵-۷۴۴۶-۷۴۴۷-۷۴۴۸-۷۴۴۹-۷۴۵۰-۷۴۵۱-۷۴۵۲-۷۴۵۳-۷۴۵۴-۷۴۵۵-۷۴۵۶-۷۴۵۷-۷۴۵۸-۷۴۵۹-۷۴۶۰-۷۴۶۱-۷۴۶۲-۷۴۶۳-۷۴۶۴-۷۴۶۵-۷۴۶۶-۷۴۶۷-۷۴۶۸-۷۴۶۹-۷۴۷۰-۷۴۷۱-۷۴۷۲-۷۴۷۳-۷۴۷۴-۷۴۷۵-۷۴۷۶-۷۴۷۷-۷۴۷۸-۷۴۷۹-۷۴۸۰-۷۴۸۱-۷۴۸۲-۷۴۸۳-۷۴۸۴-۷۴۸۵-۷۴۸۶-۷۴۸۷-۷۴۸۸-۷۴۸۹-۷۴۹۰-۷۴۹۱-۷۴۹۲-۷۴۹۳-۷۴۹۴-۷۴۹۵-۷۴۹۶-۷۴۹۷-۷۴۹۸-۷۴۹۹-۷۵۰۰-۷۵۰۱-۷۵۰۲-۷۵۰۳-۷۵۰۴-۷۵۰۵-۷۵۰۶-۷۵۰۷-۷۵۰۸-۷۵۰۹-۷۵۱۰-۷۵۱۱-۷۵۱۲-۷۵۱۳-۷۵۱۴-۷۵۱۵-۷۵۱۶-۷۵۱۷-۷۵۱۸-۷۵۱۹-۷۵۲۰-۷۵۲۱-۷۵۲۲-۷۵۲۳-۷۵۲۴-۷۵۲۵-۷۵۲۶-۷۵۲۷-۷۵۲۸-۷۵۲۹-۷۵۳۰-۷۵۳۱-۷۵۳۲-۷۵۳۳-۷۵۳۴-۷۵۳۵-۷۵۳۶-۷۵۳۷-۷۵۳۸-۷۵۳۹-۷۵۴۰-۷۵۴۱-۷۵۴۲-۷۵۴۳-۷۵۴۴-۷۵۴۵-۷۵۴۶-۷۵۴۷-۷۵۴۸-۷۵۴۹-۷۵۵۰-۷۵۵۱-۷۵۵۲-۷۵۵۳-۷۵۵۴-۷۵۵۵-۷۵۵۶-۷۵۵۷-۷۵۵۸-۷۵۵۹-۷۵۶۰-۷۵۶۱-۷۵۶۲-۷۵۶۳-۷۵۶۴-۷۵۶۵-۷۵۶۶-۷۵۶۷-۷۵۶۸-۷۵۶۹-۷۵۷۰-۷۵۷۱-۷۵۷۲-۷۵۷۳-۷۵۷۴-۷۵۷۵-۷۵۷۶-۷۵۷۷-۷۵۷۸-۷۵۷۹-۷۵۸۰-۷۵۸۱-۷۵۸۲-۷۵۸۳-۷۵۸۴-۷۵۸۵-۷۵۸۶-۷۵۸۷-۷۵۸۸-۷۵۸۹-۷۵۹۰-۷۵۹۱-۷۵۹۲-۷۵۹۳-۷۵۹۴-۷۵۹۵-۷۵۹۶-۷۵۹۷-۷۵۹۸-۷۵۹۹-۷۶۰۰-۷۶۰۱-۷۶۰۲-۷۶

”خطط المقریزی“ (ج ۱ ص ۱۵۴) میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کے پاس زمین تھی پھر اس نے تین سال تک اسے غیر آباد چھوڑ دیا اور دوسرے لوگوں نے اس کو آباد کر لیا تو وہ اس زمین کے زیادہ حق دار ہیں۔ ”صناعة الطرف فی تقدمات العرب“ میں بھی اسی طرح مذکور ہے اور یہ زائد ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیج قلزم کے ذریعہ آبپاشی کے لیے دریائے نیل کا پانی عرب علاقوں تک پہنچا دیا جس طرح فرعونوں اور دیگر قدیم حکمرانوں کے دور میں تھا۔ اور آپ نے مصر کی لگان کا ایک تہائی حصہ پلوں، نہروں اور آبپاشی کے نظام کی اصلاح کے لیے مختص کر دیا۔ (ص ۳۰۶)

مؤلف کہتے ہیں: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے فراہم کردہ جغرافیائی نقشوں کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کے محصول کا ایک تہائی حصہ آبپاشی کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے پلوں کی تعمیر اور نہروں کی کھدائی کے لیے مختص فرما دیا۔

تفصیل کے لیے ”القسم العاشر العلمی“ ملاحظہ کریں اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ زراعت کی بحالی اور تقویت اور کاشتکار کی فلاح و بہبود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولیات میں سے ہے۔

”تاریخ ابن جریر“ وغیرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں آیا ہے آپ نے عمال کو حکم دیا کہ مفتوحہ علاقوں میں اسلامی لشکر کے کسی فرد کو کھیتی باڑی کرنے یا کاشتکاری کرانے کی اجازت نہ دی جائے اور ان علاقوں میں ان کو جاگیریں نہ دی جائیں اس کی مندرجہ ذیل وجوہ تھیں:

(۱) تاکہ مسلمان ذمیوں اور معاہدین کی اراضی میں ان کے مزاحم نہ ہوں اور ذمیوں وغیرہ پر ان کا ذریعہ معاش تنگ نہ ہو جائے۔

(۲) فتوحات کے دوران اسلامی لشکر زمینوں کی آبادکاری میں مصروف نہ ہوں اور وہ جنگ کی سختی سے راحت کے حصول میں لگن نہ ہوں اور مجاہد قوم جہاد سے دست بردار نہ ہو جائے۔

(۳) زمینیں اپنے مالکوں کے تصرف میں رہیں اور ان کے حصول سے فوجی اور انتظامی مصارف پورے ہوتے رہیں اور فوجیوں کے لیے جاگیریں نہ بنیں۔

”العتبۃ“ میں ہے امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جس کے پاس زمین ہو وہ اسے آباد کر لے اور جس کے پاس مال ہو وہ اس کی اصلاح کر لے ایسا حکمران آسکتا ہے جو صرف اپنے پسندیدہ افراد کو عطیات دے۔

”البيان والتحصيل“ میں ابن رشد نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنے اموال کی حفاظت کرنے کی تلقین اس لیے فرمائی تاکہ وہ امام کے عطیات پر انحصار کر کے اپنے اموال کو ضائع نہ کر دیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔<sup>۱۴</sup> اور یہ مال کا ضیاع ہے۔

۱۰۱۴۔ احمد ج ۳ ص ۲۳۹ بخاری: ۱۴۷۷ مسلم ج ۳ ص ۱۳۴ (۱۳) ابن حبان: ۵۷۱۹ طبرانی ”المکبیر“ ج ۲ ص ۲۰۰ از مغیرہ بن شعبہ رضی

”المدونہ“ اور ”العتبہ“ میں ہے دو صحابہ کرام میں زمین کے بارے میں جھگڑا تھا اپنے دور خلافت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دیگر حضرات کے ساتھ تصفیہ کے لیے سوار ہوئے جب آپ روانہ ہوئے تو ایک شخص نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کے بارہ میں فیصلہ فرمادیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: میں اس معاملہ کو نہیں دیکھوں گا جس کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ دے دیا ہے اور آپ واپس پلٹ گئے۔

ابن رشد نے ”البيان والتحصيل“ میں کہا ہے: یہ جھگڑا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی زرعی جاگیروں کے درمیان پانی کی نالی اور اس کی دیوار کے متعلق تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو وکیل مقرر کیا یہ مقدمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا صبح کو آپ مہاجرین اور انصار کے ساتھ اپنی سواریوں پر موقع کی طرف روانہ ہوئے اور یہ اطلاع ملنے پر کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مقدمہ پر فیصلہ دے چکے ہیں واپس ہو گئے جب حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی انہوں نے فرمایا: تم ابھی طلحہ رضی اللہ عنہ کو جا کر کہو: یہ نالی تمہاری ہے تمہارا جوجی چاہے اس سے کام لو حضرت عبد اللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو جا کر بتایا وہ بہت خوش ہوئے پھر اپنی چادر اور جوتے منگوائے اور میرے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو خوش آمدید کہا اور فرمایا: پانی کی یہ نالی اب تمہاری ہے جس طرح چاہو اسے اپنے کام میں لاؤ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے قبول کیا اب مجھے آپ سے کام ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا کام ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری یہ خواہش ہے کہ آپ میری یہ زرعی جاگیر اس میں موجود غلاموں، جانوروں اور آلات سمیت قبول فرمائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے قبول کیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور دونوں حضرات گلے ملے اور چلے گئے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم ان حضرات میں سے زیادہ سخی اور کریم کون تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہوں نے پانی کی نالی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دے دی یا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے اتنی اہم زرعی زمین ان کے حوالہ کر دی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھیتی باڑی صحابہ کرام کے مشاغل میں شامل تھی اور اس کو اس قدر اہمیت حاصل ہو گئی تھی کہ حضرت علی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما جیسے اصحاب میں تنازعہ پیدا ہو گیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی اہمیت ہی کے پیش نظر اپنے بھتیجے کو اس پر وکیل مقرر فرمایا اور اس تنازعے کا فیصلہ کرنے کے لیے خلیفہ المسلمین بہ نفس نفیس مہاجرین اور انصار کے ساتھ روانہ ہوئے۔

سید سمہودی کی ”الوفاء“ میں ہے مدینہ طیبہ اور اس کے قرب وجوار میں بہت سے چشمے تھے ان کی نبی ﷺ کے وصال کے بعد تجدید کی گئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا بہت اہتمام کیا تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے دور میں مدینہ کی اراضی میں بکثرت غلہ پیدا ہونے لگا۔ الواقدی نے ”کتاب الحرة“ میں نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ کے دور میں مدینہ طیبہ میں کثیر تعداد میں اون فروش تھے حضرت معاویہ مدینہ طیبہ اور اس کی شاداب وادیوں سے



ہے۔ ”کشف الظنون“ میں بعض علماء سے منقول ہے کہ اگر اللہ کے بندوں کو زمین کی آباد کاری میں اللہ کی خوشنودی اور رضا کا علم ہو جائے تو زمین کی کوئی جگہ ویران نہ رہے۔

مؤلف کہتے ہیں: میں نے زراعت کے موضوع پر جب اس قدر طویل بحث کی اور ان لوگوں کا رد کیا جن کا کہنا تھا کہ اسلام زراعت سے منع کرتا ہے مجھ سے بعض یورپین علماء نے کہا: قرآن مجید میں آلہ زراعت اور کسان پر لعنت مذکور ہے میں نے کہا: تم نے غلط کہا ہے قرآن مجید میں اس کے برعکس آیا ہے اور میں نے اسے بعض آیات دکھائیں تو اسے بڑی حیرت اور تعجب ہوا۔

مسلمانوں کی کاشت کاری اور زمین سے پانی کے حصول وغیرہ پر کئی تصانیف ہیں مثلاً کرنی، ابو حنیفہ الدینوری کی ”کتاب النبات والشجر“ چھٹی صدی کے ابوزکریاء یحییٰ بن محمد بن العوام الاندلسی الاشبیلی کی ”کتاب فی الفلاحہ“ جو مدبرید سے دو اجزاء میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ساٹھ سے زائد یونانی، رومی اور عربی کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور اشبیلیہ کے قریب زرعی زمینوں کے عملی کام سے ان کو مطابقت دی ہے۔

اس موضوع پر شیخ عبدالغنی النابلسی الدمشقی کی کتاب ”علم الملاحہ فی علم الفلاحہ“ دمشق سے چھپ چکی ہے۔ ابن وحشیہ الکلدانی کی کتاب ”الفلاحہ النبطیہ“ ہے عباسی خلیفہ المستعین باللہ نے بغداد میں بعلبکی طبیب قسطا بن لوقا کو یونانی کتب کا ترجمہ کرنے کا حکم دیا اس کی کتاب ”الفلاحہ الیونانیہ“ کا سریانی سے عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ اہل اندلس نے اس موضوع پر بڑی تعداد میں بہترین کتب تالیف کی ہیں ان میں بعض ہماری لائبریری میں موجود ہیں۔

### موچی کا پیشہ

ابن سعد نے ”الطبقات“ میں اور ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ دست کار خاتون تھیں، چمڑہ رنگتیں، اس کو سیتیں اور اس کی آمدنی راہِ خدا میں صدقہ کر دیتی تھیں۔ ۱۵۱

حافظ سیوطی کی ”التوشیح“ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (ض ۱۵۰)

### پھلوں کے تاجر

ابن فتحون نے صحابہ کرام کے بارے میں اپنی کتاب میں حضرت نبہان رضی اللہ عنہ کو پھلوں کا تاجر بیان کیا ہے اور آپ کا پھل خریدنے کا قصہ ذکر کیا ہے۔

”الاصابہ“ میں سمویہ یا سیماء البقاوی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ نصرانی تھے مدینہ طیبہ میں تجارت



کی غرض سے آئے، مسلمان ہو گئے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ آپ بلقاء سے مدینہ طیبہ میں گندم لائے، آپ بیان کرتے ہیں: ہم نے گندم بچ کر پھل خریدنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ہمیں منع کر دیا، ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ یہ سستے طعام کے بدلے مہنگی کھجوریں خرید رہا ہے ان کو چھوڑ دو! (کھجوریں خریدنے دو)۔

فائدہ:

”فتح الباری“ میں ہے مدینہ منورہ کی کھجوروں کی بے شمار اقسام ہیں، شیخ ابو محمد الجونی نے ”الفروق“ میں ذکر کیا ہے کہ ان کی مدینہ منورہ میں موجودگی کے دوران ان کو خبر ملی کہ لوگوں نے امیر کے حکم پر صرف کالی کھجوروں کی ساٹھ سے زائد اقسام گنوائیں، جبکہ سرخ کھجوریں اہل مدینہ کے ہاں کالی کھجوروں سے بہت زیادہ ہیں۔

### مدینہ طیبہ میں غلہ وغیرہ کتنی مسافت سے لایا جاتا تھا

شام کے علاقہ بلقاء سے مدینہ طیبہ کے علیے غلہ لایا جاتا تھا جیسا کہ ”الاصابہ“ کی سابقہ عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔ امام بخاری نے کتاب البیوع میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ شام سے اشیائے خوردنی (طعام) کا قافلہ آ گیا، لوگ قافلہ کی طرف گئے یہاں تک کہ نبی ﷺ کے ساتھ صرف بارہ افراد باقی رہے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ۱۰۱

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّزَاقِينَ ○ (الحجہ: ۱۱)

اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل (تماشا) دیکھا اس کی طرف تیزی سے چل دیے اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ گئے، فرمادیتے جو اللہ کے پاس ہے وہ کھیل (تماشے) اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ○

آٹا، تیل اور شہد شام سے مدینہ طیبہ لایا جاتا تھا جیسا کہ منقریب مذکور ہوگا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ طیبہ عرب کا بازار بن گیا تھا، دور دور سے سامان تجارت یہاں لایا جاتا تھا اور اس کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ ”الاصابہ“ میں نبہان الانصاری کا تذکرہ دیکھئے، علامہ سیوطی کی ”تاریخ الخلفاء“ میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غلہ وغیرہ مصر سے بذریعہ بحر احمر مدینہ طیبہ میں منگوا یا۔

۱۰۱۶ نہایت ضعیف حدیث۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۷ ص ۶۷۲۵ از سیویہ۔ ”مجمع الزوائد“ (ج ۴ ص ۹۹) میں علامہ بیہقی نے کہا ہے: اس کے اسناد میں ایسی جماعت ہے جن کے حالات زندگی مجھے نہیں ملے۔ ”الاصابہ“ (ج ۲ ص ۱۰۴ رقم: ۳۶۳۵) میں حافظ ابن حجر نے اس کو ابن قانع اور ابن مندہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

۱۰۱۷ صحیح حدیث بخاری: ۹۳۶-۲۰۵۸-۲۰۶۴-۳۸۹۹ مسلم: ۸۶۳ (۳۶) ترمذی: ۳۳۱۱ نسائی: ”الغیر“ ۶۱۳ واحدی: ”اسباب النزول“ ۸۱۹ از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ حافظ سیوطی نے ”الدر المنثور“ (ج ۶ ص ۲۲۰) میں اس حدیث کو سعید بن منصور، ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مرددہ اور بیہقی کی ”السنن“ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔



علامہ کتابی کہتے ہیں: یہ غلہ اس خلیج کے ذریعہ لایا گیا جو مصر کی فتح کے بعد کھودی گئی اس کی لمبائی فسطاط سے سویز تک تھی اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کھدوایا تھا اور خلیج امیر المؤمنین کے نام سے مشہور ہوئی یہ نہر بحر احمر بحر ہند اور مصر کے درمیان رابطہ کا عظیم ذریعہ بنی۔

”خطط المقریزی“ میں اس کی کھدائی کا یہ سبب بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ منورہ میں قحط پڑا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مدد کے لیے غلہ روانہ کیا اس بڑے قافلہ کا پہلا اونٹ مدینہ طیبہ میں اور آخری اونٹ مصر میں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر خلیج کو کھولنے کا حکم دیا تاکہ اونٹوں کے بجائے بحری راستہ سے نقل و حمل میں آسانی ہو ابھی سال نہیں گزرا تھا کہ اس میں جہاز چلنے لگے اور اس راستہ سے حرمین شریفین کی ضروریات پوری ہونے لگی پھر یہ نہر ریت سے اٹ گئی اور بنو امیہ کے آخری دور میں بند ہو گئی۔ تفصیلات کے لیے ”الخطط المقریزیہ“ اور ”الخطط التوقیقیہ“ ملاحظہ کیجئے ان میں اس خلیج پر سیر حاصل بحث ہے۔

مؤخر الذکر نے ج ۱۹ ص ۱۲۰ میں الکندی کی ”کتاب الجند العربی“ سے نقل کیا ہے کہ اسے ۲۳ھ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ کی مدت میں کھدوایا تھا اس میں جہاز رواں ہوئے اور ساتویں ماہ میں حجاز میں سامان پہنچ گیا پھر ابن الطویر سے نقل کیا ہے کہ اس کی مسافت پانچ روزہ ہے دریائے نیل کی کشتیوں میں یہاں سامان اتارا اور چڑھایا جاتا تھا اور بحر قلزم تک پہنچایا جاتا تھا اور بحر قلزم سے حجاز سے لایا جانے والا سامان مصر وغیرہ پہنچایا جاتا تھا یہ تاجروں کا راستہ تھا۔

انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ نہر عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور کے عہد تک کھلی رہی۔ جب محمد نفس زکیہ نے حجاز میں غلبہ حاصل کر لیا منصور نے اپنے مصری گورنر کو خلیج کو پاٹ دینے کا حکم دیا تاکہ حجاز کو خوراک کی فراہمی منقطع ہو جائے اسے پاٹ دیا گیا اور یہ بھولی بسری ہو گئی یہاں تک کہ ہزار برس کا عرصہ گزر گیا پھر اسے خدیو مصر اسماعیل نے ۱۸۷۹ء میں کھدوایا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خلیج کے کھلنے پر اس خدشہ کا اظہار کیا تھا کہ دو سمندروں کے درمیان یہ رابطہ رومیوں (عیسائیوں) کو لشکر کشی پر آمادہ کر سکتا ہے اور وہ حجاز پر حملہ آور ہو سکتے ہیں اسی لیے علی مبارک نے (ج ۱۹ ص ۱۲۲) کہا ہے کہ اس نہر کے کھلنے کی وجہ سے مصر پر حملوں کے ایسے دروازے کھل گئے جن کا روکنا کسی کے بس میں نہ تھا دوسرے علماء نے کہا: خلیج سویز کا کھلنا مشرقی ممالک کے لیے سب سے بڑی آفت ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر راضی ہو ان کا اندازہ کتنا درست تھا۔

### فائدہ

اگر آپ اس بحث میں غور و فکر کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آخر میں جب مسلمان بحری علوم میں پختہ کار ہو چکے تھے ان کو بحری سفر اور بحری راستوں سے تجارت کرنے کی اجازت دی آپ سے یہ نقل کہ آپ نے لوگوں کو سمندر میں سفر کرنے کی ممانعت کی اس وقت کی بات ہے جب مسلمان بحری علوم سے بے بہرہ تھے جو نبی وہ اس علم میں ماہر ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری بیڑہ تیار کرایا۔ (ابن خلدون المقریزی) قاضی ابن الازرق کی ”بدائع السلك“ میں ہے ابن المناصف نے سمندر میں سفر کرنے سے حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کی ممانعت کا یہ عذر پیش کیا ہے کہ اس وقت تک عرب سمندر کے احوال سے ناواقف تھے اور سمندر سے متعلق علوم میں مہارت کے بعد آپ نے نہریں، خلیج اور کھاڑیاں کھدوائیں اور ان کو استعمال میں لائے۔ یہ بحث لکھنے کے بعد میں نے ”الاصابہ“ میں حضرت علقمہ بن مجرز المدلجی کے تذکرہ میں الطبری سے منقول یہ روایت پائی کہ ۲۰ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علقمہ کو حبشہ کی طرف ایک لشکر میں بھیجا یہ لشکر حادثہ کا شکار ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تہیہ فرمایا کہ کسی کو سمندر کے سفر میں نہیں بھیجیں گے۔ اس ممانعت کا یہی سبب تھا، گویا آپ نے غرقابی کے آگے بند باندھا تھا۔<sup>۱۸</sup>

بعد ازاں آپ کے پوتے اور آپ کے آثار کو زندہ کرنے والے عمر بن عبدالعزیز نے امت کے لیے یہ منشور عام جاری کیا جو ان کی مملکت کے لیے گویا اساسی قانون کا درجہ رکھتا تھا کہ بحری سفر بھی ہمارے نزدیک بری سفر کی طرح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لَتَجْزِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ  
وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ. (الباقیہ: ۱۲)

تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور اس لیے کہ تم اس کا رزق تلاش کرو۔

انہوں نے ہر خواش مند کو بحری تجارت کی اجازت دے دی اور اس کے متعلق لوگوں کو کھلی چھٹی دے دی کہ بحر اور بر سب اللہ کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے بندوں کے لیے مسخر فرمادیا ہے، وہ ان میں اللہ کا فضل تلاش کریں، سو وہ اللہ کے بندوں اور ذرائع رزق کے درمیان حائل نہ ہوئے۔ (فضائل عمر بن عبدالعزیز، از ابن عبدالحکیم)

## چمڑے کی دباغت کے لیے خام مال کے تاجر

ابن عبدالبر نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام سعد بن عائد مؤذن کے تذکرہ میں کہا ہے: آپ سعد القرظ کے نام سے مشہور تھے، ان کو القرظ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ جس چیز کی تجارت کرتے اس میں نقصان ہوتا تھا، انہوں نے قرظ کی تجارت کی اس میں نفع پایا پھر انہوں نے قرظ کی تجارت کو لازم کر لیا۔<sup>۱۹</sup>

”القرظ“ درخت کے پتے ہیں جن سے چمڑا رنگا جاتا ہے۔ مختار الصحاح میں ہے قرظ درخت سلم کے پتے جن سے دباغت کا کام لیا جاتا ہے، ایک قول کے مطابق قرظ شاہ بلوط درخت کا چھلکا ہے، سلم کے مادہ میں کہا ہے یہ کانٹے دار درخت ہے اس کا واحد سلمہ ہے۔ قاضی نے ”المشارك“ میں کہا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو قرظ اس لیے کہا گیا کہ آپ قرظ کی تجارت کرتے تھے۔

”الاصابہ“ میں ہے البغوی نے از قاسم بن الحسن بن محمد بن عمر بن حفص بن عمرو بن سعد القرظ اپنے آباء سے

۱۸۱۸ ۱۱۱ ص ۲ ج ۵۰۶ رقم: ۵۶۷ بحوالہ طبری از واقدی۔ پھر ابن سعد از ہشام بن الکسبی از والد خود۔ اس کے دونوں راوی واقدی اور ابن الکسبی متهم بالکذب ہیں۔

۱۹۱۹ ”الاستیعاب“ علی حاشیہ ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۵۴۔

روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں تنگدستی کی شکایت کی، حضور ﷺ نے ان کو تجارت کرنے کا حکم دیا، آپ بازار میں گئے کچھ قرظ کے پتے لے کر بیچے اس میں نفع ہوا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے سعد کو اس کی تجارت لازم رکھنے کا حکم فرمایا۔<sup>۱۰۲۰</sup>

شیخ الطیب بن کیران نے العراقی کی الفیہ کی شرح میں کہا ہے: اس سے معلوم ہوا آدمی کو جس ذریعہ سے رزق ملے وہ اسے لازم رکھے۔

پہلے گزر چکا ہے کہ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دست کار خاتون تھیں، چمڑہ رنگ کریمتیں اور صدقہ کر دیتی تھیں۔

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: جس دن حضرت جعفر اور ان کے ساتھی (غزوہ موتہ میں) شہید ہوئے، رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں اس وقت چالیس چمڑے رنگ چکی تھی اور آٹا گوندھ چکی تھی۔<sup>۱۰۲۱</sup> الخ

## کھالوں کی رنگائی

”الاصابہ“ میں ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا کی باندی خلیسہ کے تذکرہ میں ہے: ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا طائفی کھالوں کی دباغت کا کام کرتی تھیں۔<sup>۱۰۲۲</sup>

## ایندھن کی لکڑیاں بیچنے والے

ابن رشد نے ”البيان والتحصيل“ میں جامع ترمذی اور سنن النسائی میں مروی یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک انصاری صحابی فاقہ کی شکایت کرنے لگا، پھر کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں ایسے گھرانے سے آیا ہوں میرے خیال میں میری واپسی تک ان میں سے کوئی فاقہ کشی سے مر جائے گا، آپ نے فرمایا: جاؤ گھر میں جو چیز پاؤ لے آؤ، وہ گیا اور گھر کا بوریا (دری) لے آیا، عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بوریا ہے اس کا بعض حصہ وہ نیچے بچھاتے ہیں اور بعض لپیٹ لیتے ہیں اور یہ پیالہ ہے جس میں پانی پیتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں مجھ سے ایک درہم میں کون لیتا ہے؟ ایک صاحب نے کہا: میں، آپ نے فرمایا: درہم سے زیادہ میں کون لے گا؟ اس شخص نے کہا: میں دو درہم میں لیتا ہوں، آپ نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں تمہاری ہوں، پھر اس شخص کو بلا کر فرمایا: ایک درہم کا اپنے گھر والوں کے لیے کھانا خریدو اور ایک درہم کی کلہاڑی خرید کر لاؤ، وہ یہ کام کر کے آیا تو آپ نے فرمایا: اس وادی میں جاؤ، کوئی خاردار اور خشک ایندھن کی لکڑی نہ چھوڑو اور میرے پاس دس دن کے بعد آنا، اس

۱۰۲۰ ضعیف روایت اس کے اسناد میں حفص بن عمرو بن سعد القرظ کے آباء مجہول ہیں۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۲۹ رقم: ۳۱۷۱)

۱۰۲۱ ناقابل اعتماد اسناد۔ بوجہ محمد بن عمر الواقدی کذاب۔ ”طبقات ابن سعد“ ج ۸ ص ۲۲۰ از اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا۔

۱۰۲۲ الاصابہ ج ۲ ص ۲۶۸ رقم: ۳۵۰ اس حدیث کے اسناد میں علیہ بنت النعمیت اور اس کی دادی دونوں مجہول الحال ہیں۔

نے ایسا ہی کیا پھر اس نے آ کر کہا: آپ نے مجھے جس کام کا حکم دیا تھا اس میں برکت دی گئی ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تیرے لیے اس سے بہتر ہے کہ تو قیامت کے دن اس حالت میں آئے کہ تیرے چہرے میں سوال کرنے کا نکتہ ہو یا سوال کرنے کی خراش ہو۔<sup>۱۰۲۳</sup>

## دلائل

صحیحین میں طاؤس کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تاجروں سے منڈی سے باہر ملاقات کرنے سے منع فرمایا اور اس سے کہ شہری دیہاتی کے لیے بیع کرے۔<sup>۱۰۲۴</sup> صحیح البخاری میں ابن طاؤس کی اپنے والد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس ارشاد گرامی کہ شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے کا مطلب پوچھا تو انہوں نے کہا: اس کا دلائل نہ ہے۔<sup>۱۰۲۵</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: ”الفجر الساطع“ میں ہمارے شیخ نے کہا ہے: یہاں دلائل سے مراد بائع اور مشتری دونوں سے اجرت لے کر خرید و فروخت کرنے والا ہے جیسے دکانوں مارکیٹوں میں دلائل بیٹھے ہوتے ہیں۔ ”فتح الباری“ میں ہے السماسرہ اصل میں کسی چیز کی محافظت اور اس کی دیکھ بھال کرنا ہے پھر اس سے دوسرے کے لیے خرید و فروخت کرنے والا مراد لیا جانے لگا۔

”القاموس“ میں ہے السماسرہ معنی دلائل ہے شمس الدین ابن الطیب القاسی نے القاموس کے حواشی میں کہا ہے: اس سے دلائل مراد ہے کیونکہ یہ خریدار کی بیچنے والے تک رہنمائی کرتا ہے۔ ”معالم السنن“ میں خطاب نے اور دوسروں نے کہا ہے: یہ عجی لفظ ہے۔ مصنف اس سے غافل رہے۔ دلائلی اور اس کے احکام پر ابوالعباس الابیانی التوئی نے کتاب تالیف کی ہے۔

## پارچہ باف

”صحیح البخاری“ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک خاتون بُردہ تیار کر کے لائیں کہا جانتے ہو بُردہ کیا ہے؟ دھاری دار چادر یہ بھی کہا گیا ہے: مربع سیاہ چادر صحابہ نے کہا: یہ بُنی ہوئی چادر خوب ہے اس کے کنارے بنے ہوئے تھے اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بُنا ہے اور آپ کو پہنانے کے لیے لائی ہوں نبی ﷺ نے اس کو لے لیا۔<sup>۱۰۲۶</sup> الحدیث

<sup>۱۰۲۳</sup> ضعیف روایت۔ ابوداؤد: ۱۶۴۱، ترمذی: ۱۲۱۸، نسائی ج ۷ ص ۲۵۹، بیہقی ج ۷ ص ۲۵، از انس رضی اللہ عنہ۔ ”ضعیف سنن ابی داؤد“ (رقم: ۳۶۰) میں البانی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ”مشکوٰۃ“: ۱۸۵۱۔

<sup>۱۰۲۴</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۱۵۸-۲۱۶۳، مسلم: ۱۵۲۱، از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

<sup>۱۰۲۵</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۱۶۳۔

<sup>۱۰۲۶</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۰۹۳، از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: امام بخاری نے کتاب البیوع کے باب النساخ میں یہ حدیث ذکر کی ہے علامہ عینی نے کہا: خاتون کا یہ کہنا: میں نے اسے بُنا ہے اس کے پارچہ باف ہونے پر دلالت نہیں کرتا، امام بخاری نے یہ حدیث ابواب الجنائز میں ”باب من استعد للكفن“ میں بھی روایت کی ہے۔

”الاحیاء“ میں کتاب الفقر والزهد کے آخر میں حضرت سنان بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے لیے اونی جب تیار کیا جس کا کنارہ سیاہ تھا جب آپ نے اسے زیب تن فرمایا تو ارشاد فرمایا: دیکھو یہ کس قدر عمدہ اور حسین ہے! ایک بدوی نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! یہ جب مجھے عطا فرمادیں۔ راوی کہتے ہیں: آپ سے جس چیز کا سوال کیا جاتا آپ اس میں بخل نہیں فرماتے تھے آپ نے وہ جب اعرابی کو عطا فرمادیا اور اپنے لیے دوسرا جب نئے کا حکم فرمایا یہ جب ابھی کھڑی پر تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

العراقی نے ”الاحیاء“ کی احادیث کی تخریج میں کہا ہے: اس حدیث کو طیالسی اور طبرانی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔<sup>۱۰۲</sup> ”الاحیاء“ کے کثیر نسخوں میں سنان بن سعد واقع ہے یہ غلط ہے۔ حافظ نے اسے ”الاصابہ“ میں نقل کیا ہے اور برقرار رکھا ہے۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: اس سے ”الطریق الحکمیة“ میں حافظ ابن القیم کے قول کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مدینہ طیبہ میں کوئی پارچہ باف نہ تھا بلکہ یمن اور شام وغیرہ سے کپڑے آتے تھے جنہیں خرید کر اہل مدینہ پہنتے تھے۔ خصوصاً گذشتہ واقعہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اس خاتون کی بیٹی ہوئی چادر زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے تو کسی صاحب نے اس کی تعریف کی آپ نے وہ چادر اسے عطا فرمادی۔ حافظ ابن حجر نے ”الفتح الباری“ کے ابواب الجنائز میں کہا ہے: طبرانی کے ہاں زمعد بن صالح کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے دوسری چادر تیار کرنے کا حکم فرمایا اور چادر تیار ہونے سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا۔

ابوداؤد الطیالسی نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے وصال فرمایا اور آپ کا اونی جب کھڑی پر تھا ابوالشیخ نے حضرت سہل سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: نبی ﷺ کے لیے چتکبرا اونی جبہ سیا گیا آپ نے اسے زیب تن فرمایا۔

حافظ ابن الجوزی کی ”تلبیس ابلیس“ میں ہے حضرت زبیر بن العوام عمرو بن العاص اور عامر بن کریم رضی اللہ عنہم ریشم فروش تھے یعنی اون اور ریشم سے کپڑے تیار کراتے تھے۔

## درزی

”خیاط“ درزی کو کہتے ہیں علامہ عینی نے ”عمدة القاری“ میں کہا ہے: ”حناط“ گندم فروش کو اور ”خباط“

<sup>۱۰۲</sup> ضعیف روایت۔ طبرانی: ۵۹۱۹-۵۹۲۰ طیالسی از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ۔ (۱۱ ص ۲ ج ۲ ص ۱۳۱ رقم ۳۷۹۹) بیہمی نے ”مجمع

الروائد“ (ج ۵ ص ۱۳۱) میں اس حدیث کو طبرانی سے روایت کیا ہے اس کے ایک راوی زمعد بن صالح کو بعض نے ضعیف اور بعض نے ثقہ کہا ہے باقی راوی ثقہ ہیں۔

درخت سے جھاڑے ہوئے پتے بیچنے والے کو کہتے ہیں۔ عیسیٰ بن ابی عیسیٰ انہی میں سے ہیں یہ پہلے درزی تھے پھر پتے فروش بن گئے۔

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں: نبی ﷺ گھر کے کام کاج کیا کرتے تھے بہت مرتبہ آپ سلائی کر لیتے تھے۔<sup>۱۰۲۸</sup>

ابن قتیبہ کی کتاب ”المعارف“ میں ہے کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے نبی ﷺ کو کعبہ کی چابی پیش کی تھی درزی تھے اسے ابن درید نے ”الوشاح“ میں ذکر کیا ہے۔

میں (علامہ کتانی) کہتا ہوں: اسی طرح ابن الجوزی کی ”تلبیس ابلیس“ میں ہے ابن عساکر اور خطیب نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: نیک مردوں کا کام سلائی اور نیک خواتین کا کام سوت کا تنا ہے۔<sup>۱۰۲۹</sup>

”صحیح البخاری“ میں ہے ایک درزی نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس دعوت طعام میں گیا۔ امام بخاری نے کتاب البیوع میں اس پر ”باب الخياط“ کا عنوان ذکر کر کے مذکور الصدر حدیث روایت کی ہے۔<sup>۱۰۳۰</sup>

علامہ عینی نے ”عمدة القاری“ میں کہا: علامہ الخطابی نے کہا ہے: اس سے سلائی پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے اس میں ان کا رد ہے جو درزی کی اجرت کو باطل کہتے ہیں کیونکہ یہ نظر آنے والے اعیان اور صفات معلومہ کی حامل نہیں ہے اور اس صنعت کی وہ حیثیت نہیں جو امام بخاری کی ذکر کردہ دیگر صنعتوں کی ہے جیسے لوہار، سنار اور بڑھئی، کیونکہ ان صنعتوں میں کارِ بیکر کسی نہ کسی چیز کو ڈھالتا، تیار کرتا اور بناتا ہے جیسے لوہار، بڑھئی اور سنار ان کی صنعت الگ سے اور نمایاں ہوتی ہے دوسرے سے مختلط نہیں ہوتی (مطلب یہ ہے کہ تمام صنعتوں میں تیار کردہ چیز کی اپنی حیثیت ہوتی ہے لیکن سلائی میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ کپڑا مالک کا ہوتا ہے اور سلائی کا کپڑے کے بغیر الگ کوئی وجود نہیں ہوتا) اور درزی عمومی طور پر اپنے دھاگہ سے سلائی کرتا ہے، یہاں صنعت میں صرف دھاگہ بطور آلہ استعمال ہوتا ہے ان میں سے ایک میں تجارت کا اور دوسرے میں اجارہ کا مفہوم ہے اور دونوں باہم ایسے ملے ہوئے ہیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا (سوئی دھاگے کے بغیر اور دھاگہ سوئی کے بغیر سلائی میں کام نہیں آتا)۔ موچی اور رنگریز (رنگائی کرنے والا) بھی اسی زمرے میں آتے ہیں، موچی دھاگے سے سلائی کرتا ہے اور رنگریز کپڑے پر رنگ چڑھاتا ہے (رنگ سے کوئی چیز وجود میں نہیں لاتا)۔ قیاس کی رو سے یہ سب فاسد ہیں، لیکن نبی ﷺ نے ابتدائے اسلام میں ان پیشوں پر اجرت کو اسی طرح مروج پایا تو آپ نے اس میں تبدیلی نہیں فرمائی کیونکہ اگر

۱۰۲۸۔ بوجہ ارسال ضعیف روایت۔ زمرہ بن صالح الجندی راوی ضعیف ہے۔ (القریب: ۲۰۴۰)

۱۰۲۹۔ موضوع روایت۔ خطیب ”تاریخ“ ج ۹ ص ۵، ابن الجوزی ”الموضوعات“ ج ۲ ص ۱۵۹، ابوداؤد نخعی از ابی حازم از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ۔ ابن الجوزی نے اسے غیر صحیح کہا ہے ابوداؤد نخعی کا نام سلیمان بن عمرو تھا، ابن الدینی نے ان کو وضاع کہا ہے۔

۱۰۳۰۔ صحیح حدیث۔ بخاری: ۵۳۷۹، ۵۳۲۰، ۵۳۲۳، ۵۳۲۶، ۵۳۳۷، ۵۳۳۹، مسلم: ۲۰۴۱، از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ امام ابوحنیفہ ”الفتاویٰ الکبریٰ“ ص ۲۲۷۔ (مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، مع تخریج دندل)



ان سے تبدیلی کا تقاضا کیا جاتا تو لوگوں کے لیے دشواری پیدا ہوتی (مفت میں سلائی رنگائی وغیرہ کا کام کون کرتا اور کیونکر کرتا)۔ سو یہ پیشے قیاس کی دسترس سے نکل گئے اور ان پر عمل از روئے شفقت جاری اور صحیح ہے۔

## بڑھئی

نبی ﷺ کے منبر کے ذکر میں بڑھئی کے نام میں اختلاف مذکور ہو چکا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سات افراد اس پیشہ سے منسلک تھے جنہوں نے منبر نبوی کی تیاری میں حصہ لیا تھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بڑھئی غلام کو یہ کہنا کہ ”لوگوں کے لیے کام کرو“ بھی مذکور ہو چکا۔ اور یہ کہ نبی ﷺ نے اہل طائف کے خلاف منجنيق سے سنگ باری کی (منجنيق بھی لکڑی سے تیار کی جاتی تھی) اور یہ بھی کہ صحابہ کرام دبابہ کے نیچے طائف کے قلعہ کی دیوار کو جلانے کے لیے حملہ آور ہوئے تھے (دبابہ بھی لکڑی سے تیار کیا جاتا تھا) یہ اسلام میں پہلا دبابہ تھا ان تمام روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں بڑھئی کا کام کرنے والے موجود تھے اور یہ پیشہ لوگوں میں مروج تھا۔

## بچوں کے جھولے

”الاصابہ“ میں نبی ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے اسماعیل سدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ابراہیم نے گہوارے کو بھر لیا تھا<sup>۱۰۳۱</sup> (صحت مند بچے تھے)۔ اس روایت میں یہ دلالت ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں جھولے ہوتے تھے اور ان کے کاریگر بھی موجود تھے۔

سیرت اور میلاو کی کتب میں نبی ﷺ کے جھولے کا بھی ذکر آیا ہے علامہ شہاب الحلوانی نے ”المولد الکبیر“ میں کہا ہے: ”مہد“ (جھولہ) مولود کا کھلولہ جس میں اسے لٹا کر ہلاتے رہتے ہیں تاکہ بچہ سو جائے مجاز مرسل کے طور پر بچے کے بستر کو بھی مہد کہتے ہیں۔

”الرفائق“ میں ہے ابن ابی ذیب نے خلیفہ منصور سے سخت گفتگو کی اور کہا: اے امیر المؤمنین! بخدا میں آپ کو اپنے بیٹے مہدی کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں بعد میں سفیان ثوری کی ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا: ابو الحرث! آپ نے اس جبار (منصور) سے ایسے انداز میں گفتگو کی کہ ہم خوش ہو گئے لیکن آپ کی یہ بات ہمیں ناگوار لگ رہی کہ آپ نے اس کے بیٹے کو مہدی (ہدایت یافتہ) کہا ابن ابی ذیب نے جواب دیا: اے ابو عبد اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے ہم سب مہدی ہیں ہم سب مہد (جھولے) میں رہے ہیں (مہدی سے میری مراد جھولے والا تھی)۔

حافظ سیوطی کی ”الخصائص الکبریٰ“ میں ہے ابن الطراح نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ محمد بن معطلی الازدی

۱۰۳۱ الاصابہ ج ۱ ص ۹۴ رقم: ۳۹۸ از اسماعیل سدی از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔



کی کتاب ”الترقیص“ میں دیکھا ہے، حضرت حلیمہ سعدیہ جب رسول اللہ ﷺ کو بہلاتی تھیں یہ شعر پڑھتی تھیں:  
 - یارب! جب تو نے اسے زندگی عطا کی ہے اسے بقا عطا فرما، اسے رفعتوں اور بلندیوں پر چڑھا  
 اور اس سے دشمنوں کی لغو دے ہو وہ باتوں کو دور فرما۔

”الاصابہ“ میں حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ حضرت زبیر بن  
 عبدالمطلب حضور ﷺ کے بچپن میں آپ کو بہلاتے ہوئے کہتے تھے:  
 محمد بن عبدم:

بہترین عیش میں زندگی گزارو۔ بلند و بالا شان اور عزت و رفعت کی چھاؤں میں۔  
 ”الاصابہ“ میں شیماء بنت حارث کے تذکرہ میں محمد بن المعلى الازدی کی کتاب ”الترقیص“ سے نقل کیا ہے  
 کہ شیماء نبی ﷺ کو بہلاتے ہوئے کہتی تھی:

اے ہمارے رب! ہمارے لیے محمد (ﷺ) کو باقی رکھ یہاں تک کہ میں آپ کو گھرو جوان دیکھوں  
 میں آپ کو اطاعت یافتہ سردار دیکھوں اس کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل و رسوا کر۔  
 اور ان کو تا ابد باقی رہنے والی عزت عطا فرما۔

ابو عمرو الازدی جب یہ شعر پڑھتے تو کہتے: اللہ تعالیٰ نے شیماء کو کتنا حسین شرف اجابت بخشا ہے۔<sup>۱۰۳۲</sup>

## مشروبات کے لیے لکڑی کے پیالے بنانے والے

”سیرت ابن اسحاق“ میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے ابورافع بیان کرتے ہیں: میں لکڑی  
 کے پیالے بناتا تھا اور ان کو زمزم کے گڑھے میں تراشتا تھا۔ ”طبقات ابن سعد“ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

## سُنا ر

علامہ عینی نے ”عمدة القاری“ میں کہا ہے: ”صَوَاغ“ ڈھلائی کرنے والے کو کہتے ہیں اور صَوَاغ صَاف  
 کی جمع ہے سنا ر۔ علامہ قسطلانی نے کہا ہے: صَوَاغ کا معنی ہے: زیور بنانے والا۔ امام بخاری نے اس پر یہ عنوان  
 قائم کیا ہے ”باب ما قيل في الصواغ“ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب میں نے حضرت  
 فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا ارادہ کیا تو میں نے بنو قینقاع (یہود مدینہ کا ایک قبیلہ) کے ایک آدمی سے وعدہ لیا کہ  
 وہ میرے ساتھ جائے گا اور ہم اذخر (گھاس کی ایک قسم) لائیں گے میں اسے سناروں کے پاس بیچ کر اپنی شادی  
 کے ولیمہ کی تیاری میں مدد لینا چاہتا تھا۔<sup>۱۰۳۳</sup>

”صحیح البخاری“ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فتح مکہ کے موقع پر جب

<sup>۱۰۳۲</sup> الاصابہ ج ۴ ص ۳۴۳ رقم ۶۳۳۔

<sup>۱۰۳۳</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۰۸۹-۲۲۷۵-۳۰۹۱-۴۰۰۳-۵۷۹۳ از علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔



ہے کیونکہ یہ چیز اس کی عقل کے فتور پر دلالت کرتی ہے۔ (المصاح)

## نقاش

ابن ابی حاتم نے ”العلل“ میں عقیل کے طریق سے عبد اللہ بن محمد بن عقیل کی اپنی والدہ سے روایت نقل کی ہے ان کی والدہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ عقیل کے پاس تشریف لائے آپ نے عقیل کو وہ انگوٹھی عطا کی جو نجاشی نے آپ کو بطور تحفہ بھیجی تھی یہ ابھرے ہوئے گول ٹکڑے کی طرح تھی رسول اللہ ﷺ نے اس میں قل هو اللہ احد اور معوذتین لکھیں۔<sup>۱۰۳۶</sup> ابن ابی حاتم نے کہا: میرے والد نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔ اور عقیل ابن عبد اللہ بن محمد بن عقیل ہے اور اس کی حدیث ناقابل اعتبار ہے۔

”العلل“ ہی میں ہے میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا جسے قاسم بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عقیل نے از عبد اللہ بن محمد بن عقیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کو چاندی کی انگوٹھی بطور ہدیہ روانہ کی اس میں تصویر تھی نبی ﷺ نے اس کے چاروں طرف قل هو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس لکھوائی۔ میرے والد نے کہا: یہ حدیث منکر ہے اور قاسم متروک الحدیث ہے۔

میں (علامہ کتانی) کہتا ہوں: محدثین کے ہاں کبھی حدیث فرد پر بھی نکارت کا معنوی ارادہ کر کے منکر کا اطلاق کیا جاتا ہے۔<sup>۱۰۳۷</sup>

بہر حال اس بارے میں احادیث موجود ہیں کہ آپ کی انگوٹھی پر آپ کا اسم گرامی نقش تھا جس سے آپ بادشاہوں وغیرہ کی طرف بھیجے جانے والے خطوط پر مہر لگاتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ نقش مدینہ منورہ میں بنایا گیا اور یقیناً یہ نقش کسی نقاش ہی نے بنایا ہوگا۔

الکلائی کی ”الاكتفاء“ میں ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولؤلؤ نقاش لوہار اور بڑھئی تھا۔

## سونے کی ناک کی تیاری

”الاصابہ“ میں حضرت ضحاک بن عرفجہ السعدی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن مندہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ الکلاب کی جنگ میں آپ کی ناک ضائع ہو گئی نبی ﷺ نے آپ کو سونے کی ناک لگانے کا حکم دیا۔<sup>۱۰۳۸</sup>

<sup>۱۰۳۶</sup> منکر حدیث۔ عقیل کی حدیث لیس ہشی، ہے۔

<sup>۱۰۳۷</sup> حافظ ابن کثیر نے ”اختصار علوم الحدیث“ (ص ۸۲) میں کہا ہے منکر شاذ کی طرح ہے اگر اس کے راوی ثقات کے مخالف روایت کریں تو منکر مردود ہے۔ احمد شاکر نے ”الباعث الخسوف“ میں اس کی تشریح میں کہا ہے کہ غیر عادل و ضابط راوی کے تفرد والی روایت منکر اور مردود ہے۔ اگرچہ اس کا غیر اس حدیث کی روایت میں اس کے خلاف نہ روایت کرے کیونکہ ایسے راویوں کا تفرد غیر مقبول ہے۔

<sup>۱۰۳۸</sup> ۱۱ اصابع ج ۲ ص ۲۰۷ رقم ۴۱۶۸۔ ابن مندہ از طریق عبد اللہ بن عواذہ از عبد الرحمن بن طرفہ از ضحاک بن عرفجہ رضی اللہ عنہ۔ مجھے عبد اللہ بن عواذہ کے حالات نہیں ملے لیکن ابوداؤد اور ترمذی کی از ابوالاصحاب آئندہ روایت اس کی مؤید ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: روایت میں اسی طرح آیا ہے ۱۰۳۹ اور مشہور یہ ہے کہ جن کی ناک ضائع ہوئی وہ عرفہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ”الاصابہ“ (ج ۳ ص ۲۸۴) میں طرفہ بن عرفہ کے تذکرہ میں بھی یہی مذکور ہے۔

حضرت عرفہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ”جامع الترمذی“ میں ہے۔ امام ترمذی نے کہا ہے: متعدد اہل علم سے مروی ہے انہوں نے اپنے دانت سونے سے بندھوائے نبی ﷺ نے اس جانب اشارہ فرمایا: کیونکہ سونے کی خاصیت یہ ہے اس میں بد بو نہیں پیدا ہوتی۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: ابوداؤد نے ”سنن“ میں اس حدیث پر یہ عنوان رقم کیا ہے: ”باب ما جاء فی ربط الاسنان بالذهب“ پھر یہ حدیث نقل کی کہ جنگ کلاب میں حضرت عرفہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کی ناک کٹ گئی انہوں نے چاندی کی ناک لگالی وہ بد بودار ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو سونے کی ناک لگانے کا حکم دیا۔

میں (علامہ کتانی) کہتا ہوں: یہ چیز اہل عرب کی اس صنعت میں مہارت اور باریک بینی پر دلالت کرتی ہے وہ اس میں دیگر اقوام پر تقدم رکھتے ہیں کیونکہ سونے کی ناک کی تیاری اور اسے اپنے مقام پر فٹ کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ ابن سعد نے ”الطبقات“ میں روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں کو سونے سے بندھوایا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے وہ لوگ دانتوں کی سرجری اور دندان سازی جیسی جدید تیکنیک سے واقف تھے جیسا کہ البستانی نے ”دائرة المعارف“ میں حرف سین (ج ۱۰ ص ۱۲۵) میں ذکر کیا ہے۔

اور اس قول کا مردود ہونا بھی واضح ہو گیا کہ یونانی اور لاطینی شعراء کے قصائد میں دندان سازی کا ذکر آیا ہے (اور اہل عرب اس علم سے نا آشنا تھے)۔

### ہوا سے چلنے والی چکی کی ایجاد

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری عرصہ کا واقعہ ہے اس وقت تک صحابہ کرام کی کثیر تعداد موجود تھی۔ شہاب المرجانی کی ”وفیات الاسلاف“ (ص ۳۳۵) میں ہے: اہل عرب نے ہوا سے چلنے والی چکی ایجاد کی ہوا متعدد بکسوں میں سے گزر کر اسے رواں رکھتی تھی یہ ۲۹ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے۔

### مصوّر

امام بخاری نے ”صحیح البخاری“ میں یہ عنوان رکھا ہے ”باب بیع التصاویر التی لیس فیہا روح وما یکرہ من ذلک“ اس عنوان کے تحت سعید بن ابوالحسن سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث سن۔ ابوداؤد: ۴۲۳۳، ۴۲۳۴، ۴۲۳۵، ۴۲۳۶، ۴۲۳۷، ۴۲۳۸، ۴۲۳۹، ۴۲۴۰، ۴۲۴۱، ۴۲۴۲، ۴۲۴۳، ۴۲۴۴، ۴۲۴۵، ۴۲۴۶، ۴۲۴۷، ۴۲۴۸، ۴۲۴۹، ۴۲۵۰، ۴۲۵۱، ۴۲۵۲، ۴۲۵۳، ۴۲۵۴، ۴۲۵۵، ۴۲۵۶، ۴۲۵۷، ۴۲۵۸، ۴۲۵۹، ۴۲۶۰، ۴۲۶۱، ۴۲۶۲، ۴۲۶۳، ۴۲۶۴، ۴۲۶۵، ۴۲۶۶، ۴۲۶۷، ۴۲۶۸، ۴۲۶۹، ۴۲۷۰، ۴۲۷۱، ۴۲۷۲، ۴۲۷۳، ۴۲۷۴، ۴۲۷۵، ۴۲۷۶، ۴۲۷۷، ۴۲۷۸، ۴۲۷۹، ۴۲۸۰، ۴۲۸۱، ۴۲۸۲، ۴۲۸۳، ۴۲۸۴، ۴۲۸۵، ۴۲۸۶، ۴۲۸۷، ۴۲۸۸، ۴۲۸۹، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱، ۴۲۹۲، ۴۲۹۳، ۴۲۹۴، ۴۲۹۵، ۴۲۹۶، ۴۲۹۷، ۴۲۹۸، ۴۲۹۹، ۴۳۰۰، ۴۳۰۱، ۴۳۰۲، ۴۳۰۳، ۴۳۰۴، ۴۳۰۵، ۴۳۰۶، ۴۳۰۷، ۴۳۰۸، ۴۳۰۹، ۴۳۱۰، ۴۳۱۱، ۴۳۱۲، ۴۳۱۳، ۴۳۱۴، ۴۳۱۵، ۴۳۱۶، ۴۳۱۷، ۴۳۱۸، ۴۳۱۹، ۴۳۲۰، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۴۳۲۳، ۴۳۲۴، ۴۳۲۵، ۴۳۲۶، ۴۳۲۷، ۴۳۲۸، ۴۳۲۹، ۴۳۳۰، ۴۳۳۱، ۴۳۳۲، ۴۳۳۳، ۴۳۳۴، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۴۳۳۷، ۴۳۳۸، ۴۳۳۹، ۴۳۴۰، ۴۳۴۱، ۴۳۴۲، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۴۳۴۵، ۴۳۴۶، ۴۳۴۷، ۴۳۴۸، ۴۳۴۹، ۴۳۵۰، ۴۳۵۱، ۴۳۵۲، ۴۳۵۳، ۴۳۵۴، ۴۳۵۵، ۴۳۵۶، ۴۳۵۷، ۴۳۵۸، ۴۳۵۹، ۴۳۶۰، ۴۳۶۱، ۴۳۶۲، ۴۳۶۳، ۴۳۶۴، ۴۳۶۵، ۴۳۶۶، ۴۳۶۷، ۴۳۶۸، ۴۳۶۹، ۴۳۷۰، ۴۳۷۱، ۴۳۷۲، ۴۳۷۳، ۴۳۷۴، ۴۳۷۵، ۴۳۷۶، ۴۳۷۷، ۴۳۷۸، ۴۳۷۹، ۴۳۸۰، ۴۳۸۱، ۴۳۸۲، ۴۳۸۳، ۴۳۸۴، ۴۳۸۵، ۴۳۸۶، ۴۳۸۷، ۴۳۸۸، ۴۳۸۹، ۴۳۹۰، ۴۳۹۱، ۴۳۹۲، ۴۳۹۳، ۴۳۹۴، ۴۳۹۵، ۴۳۹۶، ۴۳۹۷، ۴۳۹۸، ۴۳۹۹، ۴۴۰۰، ۴۴۰۱، ۴۴۰۲، ۴۴۰۳، ۴۴۰۴، ۴۴۰۵، ۴۴۰۶، ۴۴۰۷، ۴۴۰۸، ۴۴۰۹، ۴۴۱۰، ۴۴۱۱، ۴۴۱۲، ۴۴۱۳، ۴۴۱۴، ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، ۴۴۱۷، ۴۴۱۸، ۴۴۱۹، ۴۴۲۰، ۴۴۲۱، ۴۴۲۲، ۴۴۲۳، ۴۴۲۴، ۴۴۲۵، ۴۴۲۶، ۴۴۲۷، ۴۴۲۸، ۴۴۲۹، ۴۴۳۰، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۴۴۳۳، ۴۴۳۴، ۴۴۳۵، ۴۴۳۶، ۴۴۳۷، ۴۴۳۸، ۴۴۳۹، ۴۴۴۰، ۴۴۴۱، ۴۴۴۲، ۴۴۴۳، ۴۴۴۴، ۴۴۴۵، ۴۴۴۶، ۴۴۴۷، ۴۴۴۸، ۴۴۴۹، ۴۴۵۰، ۴۴۵۱، ۴۴۵۲، ۴۴۵۳، ۴۴۵۴، ۴۴۵۵، ۴۴۵۶، ۴۴۵۷، ۴۴۵۸، ۴۴۵۹، ۴۴۶۰، ۴۴۶۱، ۴۴۶۲، ۴۴۶۳، ۴۴۶۴، ۴۴۶۵، ۴۴۶۶، ۴۴۶۷، ۴۴۶۸، ۴۴۶۹، ۴۴۷۰، ۴۴۷۱، ۴۴۷۲، ۴۴۷۳، ۴۴۷۴، ۴۴۷۵، ۴۴۷۶، ۴۴۷۷، ۴۴۷۸، ۴۴۷۹، ۴۴۸۰، ۴۴۸۱، ۴۴۸۲، ۴۴۸۳، ۴۴۸۴، ۴۴۸۵، ۴۴۸۶، ۴۴۸۷، ۴۴۸۸، ۴۴۸۹، ۴۴۹۰، ۴۴۹۱، ۴۴۹۲، ۴۴۹۳، ۴۴۹۴، ۴۴۹۵، ۴۴۹۶، ۴۴۹۷، ۴۴۹۸، ۴۴۹۹، ۴۵۰۰، ۴۵۰۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۳، ۴۵۰۴، ۴۵۰۵، ۴۵۰۶، ۴۵۰۷، ۴۵۰۸، ۴۵۰۹، ۴۵۱۰، ۴۵۱۱، ۴۵۱۲، ۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۵۱۵، ۴۵۱۶، ۴۵۱۷، ۴۵۱۸، ۴۵۱۹، ۴۵۲۰، ۴۵۲۱، ۴۵۲۲، ۴۵۲۳، ۴۵۲۴، ۴۵۲۵، ۴۵۲۶، ۴۵۲۷، ۴۵۲۸، ۴۵۲۹، ۴۵۳۰، ۴۵۳۱، ۴۵۳۲، ۴۵۳۳، ۴۵۳۴، ۴۵۳۵، ۴۵۳۶، ۴۵۳۷، ۴۵۳۸، ۴۵۳۹، ۴۵۴۰، ۴۵۴۱، ۴۵۴۲، ۴۵۴۳، ۴۵۴۴، ۴۵۴۵، ۴۵۴۶، ۴۵۴۷، ۴۵۴۸، ۴۵۴۹، ۴۵۵۰، ۴۵۵۱، ۴۵۵۲، ۴۵۵۳، ۴۵۵۴، ۴۵۵۵، ۴۵۵۶، ۴۵۵۷، ۴۵۵۸، ۴۵۵۹، ۴۵۶۰، ۴۵۶۱، ۴۵۶۲، ۴۵۶۳، ۴۵۶۴، ۴۵۶۵، ۴۵۶۶، ۴۵۶۷، ۴۵۶۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۴۵۷۳، ۴۵۷۴، ۴۵۷۵، ۴۵۷۶، ۴۵۷۷، ۴۵۷۸، ۴۵۷۹، ۴۵۸۰، ۴۵۸۱، ۴۵۸۲، ۴۵۸۳، ۴۵۸۴، ۴۵۸۵، ۴۵۸۶، ۴۵۸۷، ۴۵۸۸، ۴۵۸۹، ۴۵۹۰، ۴۵۹۱، ۴۵۹۲، ۴۵۹۳، ۴۵۹۴، ۴۵۹۵، ۴۵۹۶، ۴۵۹۷، ۴۵۹۸، ۴۵۹۹، ۴۶۰۰، ۴۶۰۱، ۴۶۰۲، ۴۶۰۳، ۴۶۰۴، ۴۶۰۵، ۴۶۰۶، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۴۶۰۹، ۴۶۱۰، ۴۶۱۱، ۴۶۱۲، ۴۶۱۳، ۴۶۱۴، ۴۶۱۵، ۴۶۱۶، ۴۶۱۷، ۴۶۱۸، ۴۶۱۹، ۴۶۲۰، ۴۶۲۱، ۴۶۲۲، ۴۶۲۳، ۴۶۲۴، ۴۶۲۵، ۴۶۲۶، ۴۶۲۷، ۴۶۲۸، ۴۶۲۹، ۴۶۳۰، ۴۶۳۱، ۴۶۳۲، ۴۶۳۳، ۴۶۳۴، ۴۶۳۵، ۴۶۳۶، ۴۶۳۷، ۴۶۳۸، ۴۶۳۹، ۴۶۴۰، ۴۶۴۱، ۴۶۴۲، ۴۶۴۳، ۴۶۴۴، ۴۶۴۵، ۴۶۴۶، ۴۶۴۷، ۴۶۴۸، ۴۶۴۹، ۴۶۵۰، ۴۶۵۱، ۴۶۵۲، ۴۶۵۳، ۴۶۵۴، ۴۶۵۵، ۴۶۵۶، ۴۶۵۷، ۴۶۵۸، ۴۶۵۹، ۴۶۶۰، ۴۶۶۱، ۴۶۶۲، ۴۶۶۳، ۴۶۶۴، ۴۶۶۵، ۴۶۶۶، ۴۶۶۷، ۴۶۶۸، ۴۶۶۹، ۴۶۷۰، ۴۶۷۱، ۴۶۷۲، ۴۶۷۳، ۴۶۷۴، ۴۶۷۵، ۴۶۷۶، ۴۶۷۷، ۴۶۷۸، ۴۶۷۹، ۴۶۸۰، ۴۶۸۱، ۴۶۸۲، ۴۶۸۳، ۴۶۸۴، ۴۶۸۵، ۴۶۸۶، ۴۶۸۷، ۴۶۸۸، ۴۶۸۹، ۴۶۹۰، ۴۶۹۱، ۴۶۹۲، ۴۶۹۳، ۴۶۹۴، ۴۶۹۵، ۴۶۹۶، ۴۶۹۷، ۴۶۹۸، ۴۶۹۹، ۴۷۰۰، ۴۷۰۱، ۴۷۰۲، ۴۷۰۳، ۴۷۰۴، ۴۷۰۵، ۴۷۰۶، ۴۷۰۷، ۴۷۰۸، ۴۷۰۹، ۴۷۱۰، ۴۷۱۱، ۴۷۱۲، ۴۷۱۳، ۴۷۱۴، ۴۷۱۵، ۴۷۱۶، ۴۷۱۷، ۴۷۱۸، ۴۷۱۹، ۴۷۲۰، ۴۷۲۱، ۴۷۲۲، ۴۷۲۳، ۴۷۲۴، ۴۷۲۵، ۴۷۲۶، ۴۷۲۷، ۴۷۲۸، ۴۷۲۹، ۴۷۳۰، ۴۷۳۱، ۴۷۳۲، ۴۷۳۳، ۴۷۳۴، ۴۷۳۵، ۴۷۳۶، ۴۷۳۷، ۴۷۳۸، ۴۷۳۹، ۴۷۴۰، ۴۷۴۱، ۴۷۴۲، ۴۷۴۳، ۴۷۴۴، ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۴۷۴۷، ۴۷۴۸، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۱، ۴۷۵۲، ۴۷۵۳، ۴۷۵۴، ۴۷۵۵، ۴۷۵۶، ۴۷۵۷، ۴۷۵۸، ۴۷۵۹، ۴۷۶۰، ۴۷۶۱، ۴۷۶۲، ۴۷۶۳، ۴۷۶۴، ۴۷۶۵، ۴۷۶۶، ۴۷۶۷، ۴۷۶۸، ۴۷۶۹، ۴۷۷۰، ۴۷۷۱، ۴۷۷۲، ۴۷۷۳، ۴۷۷۴، ۴۷۷۵، ۴۷۷۶، ۴۷۷۷، ۴۷۷۸، ۴۷۷۹، ۴۷۸۰، ۴۷۸۱، ۴۷۸۲، ۴۷۸۳، ۴۷۸۴، ۴۷۸۵، ۴۷۸۶، ۴۷۸۷، ۴۷۸۸، ۴۷۸۹، ۴۷۹۰، ۴۷۹۱، ۴۷۹۲، ۴۷۹۳، ۴۷۹۴، ۴۷۹۵، ۴۷۹۶، ۴۷۹۷، ۴۷۹۸، ۴۷۹۹، ۴۸۰۰، ۴۸۰۱، ۴۸۰۲، ۴۸۰۳، ۴۸۰۴، ۴۸۰۵، ۴۸۰۶، ۴۸۰۷، ۴۸۰۸، ۴۸۰۹، ۴۸۱۰، ۴۸۱۱، ۴۸۱۲، ۴۸۱۳، ۴۸۱۴، ۴۸۱۵، ۴۸۱۶، ۴۸۱۷، ۴۸۱۸، ۴۸۱۹، ۴۸۲۰، ۴۸۲۱، ۴۸۲۲، ۴۸۲۳، ۴۸۲۴، ۴۸۲۵، ۴۸۲۶، ۴۸۲۷، ۴۸۲۸، ۴۸۲۹، ۴۸۳۰، ۴۸۳۱، ۴۸۳۲، ۴۸۳۳، ۴۸۳۴، ۴۸۳۵، ۴۸۳۶، ۴۸۳۷، ۴۸۳۸، ۴۸۳۹، ۴۸۴۰، ۴۸۴۱، ۴۸۴۲، ۴۸۴۳، ۴۸۴۴، ۴۸۴۵، ۴۸۴۶، ۴۸۴۷، ۴۸۴۸، ۴۸۴۹، ۴۸۵۰، ۴۸۵۱، ۴۸۵۲، ۴۸۵۳، ۴۸۵۴، ۴۸۵۵، ۴۸۵۶، ۴۸۵۷، ۴۸۵۸، ۴۸۵۹، ۴۸۶۰، ۴۸۶۱، ۴۸۶۲، ۴۸۶۳، ۴۸۶۴، ۴۸۶۵، ۴۸۶۶، ۴۸۶۷، ۴۸۶۸، ۴۸۶۹، ۴۸۷۰، ۴۸۷۱، ۴۸۷۲، ۴۸۷۳، ۴۸۷۴، ۴۸۷۵، ۴۸۷۶، ۴۸۷۷، ۴۸۷۸، ۴۸۷۹، ۴۸۸۰، ۴۸۸۱، ۴۸۸۲، ۴۸۸۳، ۴۸۸۴، ۴۸۸۵، ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۴۸۸۸، ۴۸۸۹، ۴۸۹۰، ۴۸۹۱، ۴۸۹۲، ۴۸۹۳، ۴۸۹۴، ۴۸۹۵، ۴۸۹۶، ۴۸۹۷، ۴۸۹۸، ۴۸۹۹، ۴۹۰۰، ۴۹۰۱، ۴۹۰۲، ۴۹۰۳، ۴۹۰۴، ۴۹۰۵، ۴۹۰۶، ۴۹۰۷، ۴۹۰۸، ۴۹۰۹، ۴۹۱۰، ۴۹۱۱، ۴۹۱۲، ۴۹۱۳، ۴۹۱۴، ۴۹۱۵، ۴۹۱۶، ۴۹۱۷، ۴۹۱۸، ۴۹۱۹، ۴۹۲۰، ۴۹۲۱، ۴۹۲۲، ۴۹۲۳، ۴۹۲۴، ۴۹۲۵، ۴۹۲۶، ۴۹۲۷، ۴۹۲۸، ۴۹۲۹، ۴۹۳۰، ۴۹۳۱، ۴۹۳۲، ۴۹۳۳، ۴۹۳۴، ۴۹۳۵، ۴۹۳۶، ۴۹۳۷، ۴۹۳۸، ۴۹۳۹، ۴۹۴۰، ۴۹۴۱، ۴۹۴۲، ۴۹۴۳، ۴۹۴۴، ۴۹۴۵، ۴۹۴۶، ۴۹۴۷، ۴۹۴۸، ۴۹۴۹، ۴۹۵۰، ۴۹۵۱، ۴۹۵۲، ۴۹۵۳، ۴۹۵۴، ۴۹۵۵، ۴۹۵۶، ۴۹۵۷، ۴۹۵۸، ۴۹۵۹، ۴۹۶۰، ۴۹۶۱، ۴۹۶۲، ۴۹۶۳، ۴۹۶۴، ۴۹۶۵، ۴۹۶۶، ۴۹۶۷، ۴۹۶۸، ۴۹۶۹، ۴۹۷۰، ۴۹۷۱، ۴۹۷۲، ۴۹۷۳، ۴۹۷۴، ۴۹۷۵، ۴۹۷۶، ۴۹۷۷، ۴۹۷۸، ۴۹۷۹، ۴۹۸۰، ۴۹۸۱، ۴۹۸۲، ۴۹۸۳، ۴۹۸۴، ۴۹۸۵، ۴۹۸۶، ۴۹۸۷، ۴۹۸۸، ۴۹۸۹، ۴۹۹۰، ۴۹۹۱، ۴۹۹۲، ۴۹۹۳، ۴۹۹۴، ۴۹۹۵، ۴۹۹۶، ۴۹۹۷، ۴۹۹۸، ۴۹۹۹، ۵۰۰۰، ۵۰۰۱، ۵۰۰۲، ۵۰۰۳، ۵۰۰۴، ۵۰۰۵، ۵۰۰۶، ۵۰۰۷، ۵۰۰۸، ۵۰۰۹، ۵۰۱۰، ۵۰۱۱، ۵۰۱۲، ۵۰۱۳، ۵۰۱۴، ۵۰۱۵، ۵۰۱۶، ۵۰۱۷، ۵۰۱۸، ۵۰۱۹، ۵۰۲۰، ۵۰۲۱، ۵۰۲۲، ۵۰۲۳، ۵۰۲۴، ۵۰۲۵، ۵۰۲۶، ۵۰۲۷، ۵۰۲۸، ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، ۵۰۳۱، ۵۰۳۲، ۵۰۳۳، ۵۰۳۴، ۵۰۳۵، ۵۰۳۶، ۵۰۳۷، ۵۰۳۸، ۵۰۳۹، ۵۰۴۰، ۵۰۴۱، ۵۰۴۲، ۵۰۴۳، ۵۰۴۴، ۵۰۴۵، ۵۰۴۶، ۵۰۴۷، ۵۰۴۸، ۵۰۴۹، ۵۰۵۰، ۵۰۵۱، ۵۰۵۲، ۵۰۵۳، ۵۰۵۴، ۵۰۵۵، ۵۰۵۶، ۵۰۵۷، ۵۰۵۸، ۵۰۵۹، ۵۰۶۰، ۵۰۶۱، ۵۰۶۲، ۵۰۶۳، ۵۰۶۴، ۵۰۶۵، ۵۰۶۶، ۵۰۶۷، ۵۰۶۸، ۵۰۶۹، ۵۰۷۰، ۵۰۷۱، ۵۰۷۲، ۵۰۷۳، ۵۰۷۴، ۵۰۷۵، ۵۰۷۶، ۵۰۷۷، ۵۰۷۸، ۵۰۷۹، ۵۰۸۰، ۵۰۸۱، ۵۰۸۲، ۵۰۸۳، ۵۰۸۴، ۵۰۸۵، ۵۰۸۶، ۵۰۸۷، ۵۰۸۸، ۵۰۸۹، ۵۰۹۰، ۵۰۹۱، ۵۰۹۲، ۵۰۹۳، ۵۰۹۴، ۵۰۹۵، ۵۰۹۶، ۵۰۹۷، ۵۰۹۸، ۵۰۹۹، ۵۱۰۰، ۵۱۰۱، ۵۱۰۲، ۵۱۰۳، ۵۱۰۴، ۵۱۰۵، ۵۱۰۶، ۵۱۰۷، ۵۱۰۸، ۵۱۰۹، ۵۱۱۰، ۵۱۱۱، ۵۱۱۲، ۵۱۱۳، ۵۱۱۴، ۵۱۱۵، ۵۱۱۶، ۵۱۱۷، ۵۱۱۸، ۵۱۱۹، ۵۱۲۰، ۵۱۲۱، ۵۱۲۲، ۵۱۲۳، ۵۱۲۴، ۵۱۲۵، ۵۱۲۶، ۵۱۲۷، ۵۱۲۸، ۵۱۲۹، ۵۱۳۰، ۵۱۳۱، ۵۱۳۲، ۵۱۳۳، ۵۱۳۴، ۵۱۳۵، ۵۱۳۶، ۵۱۳۷، ۵۱۳۸، ۵۱۳۹، ۵۱۴۰، ۵۱۴۱، ۵۱۴۲، ۵۱۴۳، ۵۱۴۴، ۵۱۴۵، ۵۱۴۶، ۵۱۴۷، ۵۱۴۸، ۵۱۴۹، ۵۱۵۰، ۵۱۵۱، ۵۱۵۲، ۵۱۵۳، ۵۱۵۴، ۵۱۵۵، ۵۱۵۶، ۵۱۵۷، ۵۱۵۸، ۵۱۵۹، ۵۱۶۰، ۵۱۶۱، ۵۱۶۲، ۵۱۶۳، ۵۱۶۴، ۵۱۶۵، ۵۱۶۶، ۵۱۶۷، ۵۱۶۸، ۵۱۶۹، ۵۱۷۰، ۵۱۷۱، ۵۱۷۲، ۵۱۷۳، ۵۱۷۴، ۵۱۷۵، ۵۱۷۶، ۵۱۷۷، ۵۱۷۸، ۵۱۷۹، ۵۱۸۰، ۵۱۸۱، ۵۱۸۲، ۵۱۸۳، ۵۱۸۴، ۵۱۸۵، ۵۱۸۶، ۵۱۸۷، ۵۱۸۸، ۵۱۸۹، ۵۱۹۰، ۵۱۹۱، ۵۱۹۲، ۵۱۹۳، ۵۱۹۴، ۵۱۹۵، ۵۱۹۶، ۵۱۹۷، ۵۱۹۸، ۵۱۹۹، ۵۲۰۰، ۵۲۰۱، ۵۲۰۲، ۵۲۰۳، ۵۲۰۴، ۵۲۰۵، ۵۲۰۶، ۵۲۰۷، ۵۲۰۸، ۵۲۰۹، ۵۲۱۰، ۵۲۱۱، ۵۲۱۲، ۵۲۱۳، ۵۲۱۴، ۵۲۱۵، ۵۲۱۶، ۵۲۱۷، ۵۲۱۸، ۵۲۱۹، ۵۲۲۰، ۵۲۲۱، ۵۲۲۲، ۵۲۲۳، ۵۲۲۴، ۵۲۲۵، ۵۲۲۶، ۵۲۲۷، ۵۲۲۸، ۵۲۲۹، ۵۲۳۰، ۵۲۳۱، ۵۲۳۲، ۵۲۳۳، ۵۲۳۴، ۵۲۳۵، ۵۲۳۶، ۵۲۳۷، ۵۲۳۸، ۵۲۳۹، ۵۲۴۰، ۵۲۴۱، ۵۲۴۲، ۵۲۴۳، ۵۲۴۴، ۵۲۴۵، ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۲۴۸، ۵۲۴۹، ۵۲۵۰، ۵۲۵۱، ۵۲۵۲، ۵۲۵۳، ۵۲۵۴، ۵۲۵۵، ۵۲۵۶، ۵۲۵۷، ۵۲۵۸، ۵۲۵۹، ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۲، ۵۲۶۳، ۵۲۶۴، ۵۲۶۵، ۵۲۶۶، ۵۲۶۷، ۵۲۶۸، ۵۲۶۹، ۵۲۷۰، ۵۲۷۱، ۵۲۷۲، ۵۲۷۳، ۵۲۷۴، ۵۲۷۵، ۵۲۷۶، ۵۲۷۷، ۵۲۷۸، ۵۲۷۹، ۵۲۸۰، ۵۲۸۱، ۵۲۸۲، ۵۲۸۳، ۵۲۸۴، ۵۲۸۵، ۵۲۸۶، ۵۲۸۷، ۵۲۸۸، ۵۲۸۹، ۵۲۹۰، ۵۲۹۱، ۵۲۹۲، ۵۲۹۳، ۵۲۹۴، ۵۲۹۵، ۵۲۹۶، ۵۲۹۷، ۵۲۹۸، ۵۲۹۹، ۵۳۰۰، ۵۳۰۱، ۵۳۰۲، ۵۳۰۳، ۵۳۰۴، ۵۳۰۵، ۵۳۰۶، ۵۳۰۷، ۵۳۰۸، ۵۳۰۹، ۵۳۱۰، ۵۳۱۱، ۵۳۱۲، ۵۳۱۳، ۵۳۱۴، ۵۳۱۵، ۵۳۱۶، ۵۳۱۷، ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، ۵۳۲۰، ۵۳۲۱، ۵۳۲۲، ۵۳۲۳، ۵۳۲۴، ۵۳۲۵، ۵۳۲۶، ۵۳۲۷، ۵۳۲۸، ۵۳۲۹، ۵۳۳۰، ۵۳۳۱، ۵۳۳۲، ۵۳۳۳، ۵۳۳۴، ۵۳۳۵، ۵۳۳۶، ۵۳۳۷، ۵۳۳۸، ۵۳۳۹، ۵۳۴۰، ۵۳۴۱، ۵۳۴۲، ۵۳۴۳، ۵۳۴۴، ۵۳۴۵، ۵۳۴۶، ۵۳۴۷، ۵۳۴۸، ۵۳۴۹، ۵۳۵۰، ۵۳۵۱، ۵۳۵۲، ۵۳۵۳، ۵۳۵۴، ۵۳۵۵، ۵۳۵۶،

عنہما کے پاس تھا آپ کے ہاں ایک آدمی نے آ کر کہا: اے ابن عباس! میں ایسا انسان ہوں کہ میرا ذریعہ معاش ہاتھ کی کمانی ہے، میں یہ تصویریں بناتا ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو تصاویر بنانے کی ممانعت والی حدیث بیان کر کے فرمایا: اگر تمہارے لیے تصاویر بنائے بغیر چارہ کار نہیں تو پھر ان درختوں کی اور ان چیزوں کی تصاویر بناؤ جن میں روح نہیں ہے۔<sup>۱۰۴۰</sup>

امام ملک العلماء علاؤ الدین بن مسعود کا سانی حنفی کی کتاب ”بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع“ (ج ۱ ص ۱۷۷) میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے مصور کو تصویر سازی سے منع فرمایا، اس نے کہا: میں کیا کروں میرا ذریعہ معاش یہی ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہارے لیے بغیر اس کے چارہ کار نہیں تو پھر تم درختوں کی تصویریں بناؤ۔ اس میں یہ ذکر کیا ہے کہ اگر تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کو دور سے نظر نہ آئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ بت پرست اس قدر چھوٹے بتوں کی پرستش نہیں کرتے تھے اور اس میں نص وارد ہے کہ جب تصویر بستر پر قبلہ کی پچھلی جانب ہو یا نمازی کے پیروں کے نیچے ہو تو اس پر نماز مکروہ نہیں بلکہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ مروی ہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی انگٹھی میں دو کھیاں بنی ہوئی تھیں، یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب حضرت دانیال علیہ السلام کی انگٹھی پائی گئی اس کے نگینہ پر دو شیروں کی تصویر تھی جو درمیان میں موجود آدمی کو چاٹ رہے تھے۔

”مواکب ربیع“ میں ہے حضرت دانیال علیہ السلام کی انگٹھی کے نقش پر دو شیروں کی تصویر تھی جو آپ کو چاٹ رہے تھے تاکہ آپ اپنے رب کی نعمت کو فراموش نہ کریں۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو یہ انگٹھی نہرسوس کی کھدائی میں آپ کی قبر سے ملنے یہ علاقہ بصرہ اور فارس کے درمیان واقع ہے اور ابواز کا ایک پرگنہ ہے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے، حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے آپ کو قبر سے نکال کر آپ کو کفن دیا، نماز جنازہ پڑھی، پھر نہرسوس میں آپ کو دفن کر دیا۔<sup>۱۰۴۱</sup> یہ انگٹھی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابو بردہ کے ہاتھ میں رہی۔ (ص ۱۹۲)

عارف نابلسی کی ”شرح الطریقة المحمدیة“ (ج ۲ ص ۳۰۸) میں ”الکافی“ سے منقول ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی انگٹھی پر دو کھیاں بنی ہوئی تھیں، حضرت دانیال علیہ السلام کی انگٹھی پر شیر اور شیرنی کی تصویر تھی جن کے درمیان لڑکے کی تصویر تھی جسے وہ چاٹ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر غم گین ہوئے اور آپ کے آنسو نکل آئے اس کا سبب یہ تھا کہ شیر خوار دانیال علیہ السلام کو جھاری میں ڈال دیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے شیر کو ان کی حفاظت پر مامور کر دیا اور شیرنی آپ کو دودھ پلاتی تھی اور دونوں آپ کو چانتے تھے، حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنی انگٹھی پر یہ نقش بنوا کر اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد رکھنے کا ارادہ کیا تھا۔<sup>۱۰۴۲</sup>

۱۰۴۰ صحیح حدیث۔ احمد ج ۳ ص ۳۴۱۔ ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۸۴۔ بخاری ۴۸۵۔ مسلم ۵۹۱۳۔ (۱۰۰) نسائی ج ۸ ص ۲۱۵۔ طہانی ۱۲۹۰۰ ابن حبان ۵۸۴۸ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

۱۰۴۱ تاریخ طبرستان پر فیہ ثبات روایت۔ صف اندازہ اور زب دستان۔ واللہ اعلم۔

۱۰۴۲ مالک ابن انس کا تعلق اسے ایلیات سے ہے اسناد فیہ ثبات روایت۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک ایسا چولہا تھا جس کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی تصویریں بنی تھیں، حضرت دانیال علیہ السلام کی انگٹھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دستیاب ہوئی، آپ نے یہ انگٹھی حضرت ابوموسیٰ کو دے دی، آپ کی انگٹھی پر ان تصاویر کا پس منظر یہ تھا کہ بخت نصر بادشاہ کو کہا گیا، ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تمہاری بادشاہی کی تباہی کا سبب ہوگا، اس نے بچوں کا قتل عام شروع کر دیا، جب حضرت دانیال علیہ السلام پیدا ہوئے آپ کی والدہ نے آپ کو اس امید پر جھاڑی میں ڈال دیا کہ شاید آپ قتل ہونے سے بچ جائیں، اللہ تعالیٰ نے شیر اور شیرنی کو آپ کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ جیسا کہ ”النهاية“ اور ”الفتح الباری“ میں ہے۔

پھر ”البحر“ سے ذکر کیا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اگر در راہم و دنا نیر (کرنسی) پر تصویر ہو تو کیا اس سے ملائکہ گھر میں داخل نہیں ہوتے؟ قاضی عیاض نے کہا: یہ تصویریں ملائکہ کے دخول سے مانع نہیں اور احادیث مخصوصہ ہیں، ثوری نے عموم کا قول کیا ہے، الصمیزلی میں ہے جب تصاویر ڈھکی ہوئی ہوں ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ”الخلاصہ“ اور ”جامع الفتاویٰ“ میں بھی اسی طرح ہے۔ ”خزان الفتاویٰ“ میں ہے اگر امام کے ہاتھ میں تصاویر ہوں اور وہ امامت کرے تو اس کی امامت مکروہ نہیں ہے۔ ”التفاریق“ میں ہے اگر کسی نے ایسے گھر کو منہدم کر دیا جس میں رنگ سے تصاویر بنی ہوئی تھیں تو وہ گھر کی قیمت اور تصاویر کے رنگ کے علاوہ دوسرے رنگ کی قیمت کا بھی ضامن ہوگا۔

علامہ مناوی نے ”شرح الشمانل“ کے ”باب الخاتم“ میں ابن جماعہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس مقام پر خطا کی ہے جس نے کہا ہے: حضور ﷺ کی انگٹھی میں آدمی کی تصویر تھی، علامہ مناوی نے کہا: خطا کا اطلاق مناسب نہیں ہے۔

زین العراقی نے کہا ہے: حدیث مرسل یا معطل یا آثار موقوفہ سے آپ کی انگٹھی پر تصویر کا نقش مروی ہے۔ ربی حدیث مرسل یا معطل تو امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن محمد بن عقیل نے ان کو انگٹھی دکھائی اور ان کا خیال تھا کہ حضور ﷺ اسی سے مہر لگاتے تھے اس میں شیر کی تصویر تھی۔ معمر نے کہا: میں نے اپنے بعض ساتھیوں کو دیکھا، انہوں نے اسے پانی میں دھو کر وہ پانی پی لیا۔ یہ حدیث مرسل ہو یا معطل قابل حجت نہیں ہے۔ ۱۰۴۳

موقوف روایات یہ ہیں ابن ابی شیبہ نے ”المصنف“ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی انگٹھی میں دو ساروں کے آمنے سامنے کی تصویر تھی ان کے درمیان میں ”الحمد لله“ مکتوب تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی انگٹھی کا نقش شیر تھا، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی انگٹھی کا نقش تلوار حائل کیے ہوئے شخص کی تصویر تھی۔

زین العراقی نے کہا: یہ موقوف روایات قابل استدلال نہیں ہیں، بعض صحیح نہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ۱۰۴۳ ہی حق ہے، کیونکہ مراہیل اور معاضیل محدثین کے نزدیک قابل حجت نہیں، یہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔

کے اثر کے علاوہ سب میں کوئی بہ کوئی علت موجود ہے اور تصاویر کی ممانعت میں مشتمل احادیث صحیحہ کے معارض ہیں۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی اور اس میں موجود آدمی کی تصویر کا ذکر ”طبقات ابن سعد“ (ج ۶ ص ۵) میں بھی آپ کے تذکرہ میں مروی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اثر بھی ان الفاظ میں مذکور ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی میں بھیڑیے یا لومڑی کا نقش تھا۔ (طبقات ج ۷ ص ۱۱) قاضی شریح کے تذکرہ میں ہے ان کی انگوٹھی میں دو شیر نقش تھے جن کے درمیان درخت تھا نیز ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ان کی انگوٹھی میں سارس کا سر یا پھندے کے درمیان سارس کا نقش تھا۔ (طبقات ج ۶ ص ۱۲۶) عظیم المرتبت امام ضحاک بن مزاحم کے تذکرہ میں ہے ان کی انگوٹھی چاندی کی تھی جس کا نگینہ شیشے جیسا تھا اور اس میں پرندے کی صورت نقش تھی۔ ۱۰۴۲

شیخ حمزہ فتح اللہ المصری کی کتاب ”المواہب الفتحیة فی علوم اللغة العربیة“ (ج ۱ ص ۲۵۳) میں ہے: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے دینار ڈھلوائے ان پر حضرت معاویہ کی تلوار حمال کیے ہوئے تصویر تھی۔

لیکن علامہ الوزیری جودت پاشا ترکی نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں کہا ہے: بعض مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ سکے پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تلواریں حمال کی ہوئی تصویریں تھیں، واصل آفندی نے بھی ان کی پیروی کی ہے اور اپنی تاریخ میں درج کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سکے پر اپنی تصویر نقش کرائی تھی جس میں انہوں نے تلوار حمال کی ہوئی تھی۔ لیکن یہ روایت درجہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ (عربی ترجمہ ص ۲۰) مزید تفصیل کے لیے القسم الاول میں تکیہ اٹھانے والوں کا باب ملاحظہ کریں۔

”رحلة الحافظ ابی القاسم التجیبی“ میں ان کی سند سے مذکور روایت میں ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے اہل کتاب نے آپ کو کھانے کی دعوت دی، آپ نے دعوت کا مقام پوچھا تو بتایا: دعوت گرجا میں ہے، آپ نے وہاں جانا ناپسند فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ لوگوں کے ساتھ چلے جائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے اور کھانا کھایا، اور آپ ان تصویروں کو دیکھ کر فرمانے لگے: اگر امیر المؤمنین یہاں آ کر کھانا کھا لیتے تو کوئی حرج کی بات نہ تھی۔ بعینہ یہی واقعہ ”کتاب ذم الموسوسین و ذم الوسوسة“ میں امام موفق الدین ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے۔ ۱۰۴۵ (ص ۱۹ مطبوعہ مصر)

حنابلہ کی معتبر اور بڑی کتاب ”شرح کشف القناع علی متن الاقناع“ میں شیخ منصور بن ادریس الحنبلی یہ متن ذکر کرنے کے بعد کہ ”جب مدعو ایسی تصویروں والا پردہ دیکھے جس پر حیوانات کی تصاویر ہوں اور اس کے لیے ان تصاویر کا مٹانا یا ان کا سر کاٹنا ممکن ہو تو ایسا کرے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو وہاں بیٹھنا مکروہ ہے مگر یہ کہ اسے ہٹا دیا۔ ۱۰۴۴ آثار غیر صحیحہ۔

۱۰۴۵ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ شام میں تشریف نہیں لے گئے۔ یہ روایت معطل ہے۔ ابن قدامہ المقدسی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان کئی مجاہدیل ہیں۔



جائے“ لکھتے ہیں: ”الانصاف“ میں ہے: مذہب یہ ہے کہ حرام نہیں، کیونکہ مروی ہے نبی ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے آپ نے کعبہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویر دیکھی جن کے سامنے فال کے تیر تھے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کو مارے ان کو معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کبھی بھی فال کے تیروں سے فال نہیں لی۔<sup>۱۰۳۶</sup> اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے نیز گرجا گھروں اور کلیساؤں میں داخل ہونا حرام نہیں ہے اور ان میں تصاویر ہوتی ہیں اور فرشتوں کا تصاویر والے گھر میں داخل نہ ہونا<sup>۱۰۳۷</sup> اس گھر میں جانے کو حرام نہیں قرار دیتا جس طرح اگر کسی گھر میں کتا موجود ہو تو وہاں جانا حرام نہیں ہے۔ ایسے ساتھیوں کے ساتھ رہنا جن کے پاس گھنٹی ہو حرام نہیں باوجودیکہ ملائکہ یہاں نہیں آتے۔ البتہ ایسے شخص کو سزا دینے اور زجر و تنبیخ کرنے کے لیے اس کی دعوت کو قبول نہ کرنا مباح ہے۔

بعض مصری مصنفین نے لکھا ہے: عباسی دور میں اہل عرب نے دیواروں پر تصاویر بنانے میں بڑی شہرت حاصل کی اور منقش با تصویر کتب تالیف کیں ہم نے تیسری صدی ہجری کی ایک قدیم کتاب دیکھی ہے جس کے مؤلف نے نابغہ روزگار مشاہیر کی تصاویر بنائی تھی اس کے بعد ہم نے چوتھی پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی متعدد با تصویر کتب دیکھیں جس نے اندلس کی تاریخ پڑھی ہے اس کو علم ہو گا کہ خلیفہ عبد الرحمن الناصر نے عدیم المثال محل قصر الزہراء بنوایا اس میں اپنی باندی زہراء کو رکھا اور محل کو اسی کے نام سے موسوم کیا اور مصورانہ خط میں محل کے دروازہ پر اس کی تصویر نقش کرائی۔<sup>۱۰۳۸</sup>

الشریف ابو عبد اللہ الجرجانی اپنی کتاب ”النقط علی الخطط“ میں کہتے ہیں: عباسی خلیفہ آمر با حکام اللہ نے لکڑی کا پل بنوایا جس پر آکل پینٹ سے شعراء کی تصاویر بنوائیں اور ان شعراء کو بلا کر ان سے استدعا کی کہ ہر شاعر اس کی تعریف میں شعر کہے اور اپنی تصویر کے سر کے پاس اسے لکھ دے ہر تصویر کے ایک طرف نہایت نفیس سنہری کارنس بنوایا جب آمر اس پل پر آیا اور اس نے اشعار پڑھے تو بہت خوش ہوا اور اس نے حکم دیا: ہر کارنس پر مہر کردہ تھیلی رکھ دی جائے جس میں پچاس اشرفیاں ہوں اور ہر شاعر جا کر اپنی تھیلی لے لے متعدد شعراء اس میں شامل تھے۔<sup>۱۰۳۹</sup> اندلس کے شہر غرناطہ میں الحمراء کی چھتوں میں ایسی تصویروں کا پتہ چلتا ہے جس میں منصف (جج) عربی انداز میں بیٹھے ہیں یہ تصاویر آٹھویں صدی ہجری کی معلوم ہوتی ہیں۔

<sup>۱۰۳۶</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۱۶۰۱، ۳۳۵۲، ۳۲۸۸، عبد الرزاق: ”المصنف“: ۱۹۳۸۵، ابو داؤد: ۲۰۴۷، احمد ج ۱ ص ۳۶۵، طبرانی: ”الکبیر“:

۱۱۸۳۵، ابن حبان: ”الاحسان“: ۵۸۶۱، بیہقی: ”السنن“ ج ۵ ص ۱۵۸، بغوی: ”شرح السنہ“: ۳۸۱۵، از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

<sup>۱۰۳۷</sup> بخاری: ۳۲۲۵، مسلم: ۲۱۹۲، (۸۳-۸۴) ترمذی: ۲۸۰۴، نسائی ج ۷ ص ۱۸۵-۱۸۶، ابن ماجہ: ۳۶۴۹، ابن حبان: ۵۸۵۵، از ابو طلحہ رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۰۳۸</sup> سقوط اندلس کا ایک بڑا سبب بھی طاؤس در باب راگ و رنگ کی محافل اور یہاں یعنی مشاغل تھے جن کی وجہ سے مسلمانوں کو اس ملک سے ہاتھ دھونے پڑے اور بے دردی سے قتل ہونا پڑا۔

<sup>۱۰۳۹</sup> ان روایات سے مصنف تصاویر اور نقش و نگار کی اباحت کا اشارہ کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ دلائل سے تصاویر کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ واللہ المستعان۔

علامہ کتابی کہتے ہیں: اندلس کے ججوں کی تصویروں کے فوٹو گراف میں نے خود دیکھے ہیں پیرس کی لائبریری میں جانے والے ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ اس نے وہاں چھٹی اور ساتویں صدی کے ایک ماہر فلکیات کی تاریخ کی ایسی کتاب دیکھی ہے جس میں کثیر مسلمان مشاہیر کی تصاویر موجود ہیں ان تصاویر میں نبی ﷺ کی تصویر بھی موجود تھی۔<sup>۱۵۰</sup> ظاہر ہے یہ حقیقی نہیں خیالی تصویر ہوگی۔

المقریزی نے ”الخطط“ میں کتاب ”ضوء النبراس و انس الجلاس فی اخبار المزوقین من الناس“ کے بارے میں نقل کیا ہے یہ کتاب مصوروں کے طبقات کے بارے میں لکھی گئی ہے۔

مشہور طبیب الزہراوی نے سرجری کے موضوع پر ۵۸۴ھ میں کتاب لکھی اس میں آلات جراحی کی پوری مہارت سے تصویریں دی ہیں ان میں سے بعض آلات دورِ جدید کے بعض آلات جراحی جیسے ہیں (گویا یہ زہراوی کے آلات جراحی کا چرہ ہیں)۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ”دائرة المعارف الوجدیہ“ مادہ کتب۔

میں نے دمشق میں شیخ اکبر محی الدین ابن العربی اور ولی الدین ابن خلدون کی دستی تصویریں دیکھی ہیں۔ مؤرخ الذکر تصویر میرے پاس موجود ہے اسے میں نے اسپین کے شہر اسکوریال سے حاصل کیا ہے۔ واللہ اعلم

## چراغ جلانے اور کشتیوں وغیرہ کی پالش کے لیے چربی کا استعمال

صحیح البخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں نبی ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام کر دیا ہے عرض کیا: یا رسول اللہ! مرے ہوئے جانور کی چربی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیونکہ اس کشتیوں کو پالش کیا جاتا ہے کھالوں کو تر کیا جاتا ہے اور لوگ چراغ جلانے میں استعمال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں وہ حرام ہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے جب ان پر چربی کو حرام کیا گیا انہوں نے اسے پکھا کر بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔<sup>۱۵۱</sup>

ماہی القاری نے شرح مشکوٰۃ میں کہا ہے کہ اس سے کشتیوں کے تختے پالش کیے جاتے ہیں۔ علامہ نووی کہتے ہیں اس کی بیع حرام ہے لیکن اس سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب کے نزدیک صحیح ہے جمہور کے نزدیک اس سے فائدہ حاصل کرنا باطل جائز نہیں ہے کیونکہ ممانعت عموم پر مبنی ہے البتہ اس سے رزق کا ہوا چہرہ خاص کر لیا گیا ہے (مردار کے رنگے ہوئے چمڑے سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے)۔ ہمارے مذہب کے

۱۵۰۔ یہ سب اس فکلی کا اصل فریب اور شیطان کی دسیہ۔ کاریاں ہیں وہ کسی کو فلکیات کے علم سے کسی کو جادو اور علم نجوم کے ذریعہ سیدھے راستے سے بہکا تا رہتا ہے ہدایت سے بعد صرف کراہی باقی رہتی ہے۔

۱۵۱۔ صحیح حدیث۔ بخاری ۲۲۳۶-۲۲۹۶-۲۶۳۳، مسلم ۱۵۸۱، ابوداؤد ۳۲۸۶، ترمذی ۱۲۹۷، نسائی ج ۷ ص ۳۰۹-۳۱۰، ابن ماجہ ۲۱۶، ابن الجارود ۸۷، ابن حبان ۴۹۳۷، بیہقی ”السنن“ ج ۹ ص ۳۵۳-۳۵۵، بغوی ”معالم التزیل“ ج ۲ ص ۱۳۹، از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔

علامہ بغوی کہتے ہیں اس میں ہر اس نیلے بظان لی دلیل ہے جو حرام تک لے جائے نام اور شکل بدلنے سے حرام حلال نہیں ہوتا

مطابق صحیح یہ ہے کہ زیتوں کے تیل اور گھی وغیرہ جیسے نجس تیلوں سے چراغ وغیرہ جلا کر نفع حاصل کرنا جائز ہے ان سے صابن بنایا جاسکتا ہے، نجس شہد، شہد کی مکھی کو کھلایا جاسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک خریدار کو بتا کر نجس تیل بیچنا جائز ہے۔

## دودھ فروش

ابوبکر بن ابی مریم کہتے ہیں: حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی باندی دودھ بیچتی تھی اور اس کی قیمت حضرت مقدم رضی اللہ عنہ لیتے تھے آپ سے کہا گیا: سبحان اللہ! آپ دودھ بیچتے اور اس کی قیمت لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس میں کوئی حرج نہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: البتہ لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ ان کو صرف دینار اور درہم نفع دے گا۔<sup>۱۰۵۲</sup> یہ حدیث احمد کے نوالہ سے مشکوٰۃ میں مذکور ہے ملا علی القاری نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے: علامہ طیبی سے اس حدیث کا یہ معنی منقول ہے کہ لوگوں کو صرف کمائی کرنا ہی فائدہ دے گا، اگر وہ اسے ترک کریں گے تو حرام میں مبتلا ہوں گے۔

مروی ہے کہ کسی صاحب علم سے کہا گیا: ذریعہ معاش اپنانا تجھے دنیا کے قریب کر دے گا، انہوں نے جواب دیا: اگر اس نے مجھے دنیا سے قریب کر دیا تو اس سے محفوظ بھی کر لیا، سلف صالحین کہتے تھے: تجارت کرو کسب کرو کیونکہ تم ایسے دور میں ہو کہ جب تم میں سے کوئی محتاج ہو جائے تو سب سے پہلے اپنے دین کو کھاتا ہے (دین سے لا تعلق ہو جاتا ہے)۔

حضرت سفیان ثوری کے بارے میں ہے ان کے پاس مال تھا وہ اسے الٹ پلٹ کرتے اور کہتے: اگر یہ دینار نہ ہوتے تو بنو عباس (عباسی خلفاء) مجھے رومال بنا لیتے، یعنی رومال کی طرح میرے ذریعہ اپنے میل صاف کرتے۔

## لوبار

”صحیح البخاری“ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابوسیف لوبار رضی اللہ عنہ کے ہاں داخل ہوئے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی باپ تھے کیونکہ ان کی اہلیہ ام بردہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔<sup>۱۰۵۳</sup>

”الاستیعاب“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے

<sup>۱۰۵۲</sup> ضعیف روایت۔ احمد ج ۳ ص ۱۳۳ از طریق ابی بکر بن ابی مریم از مقدم بن معدی کرب۔ ”الترغیب“ (رقم ۸۰۰۳) میں کہا ہے: ابی بکر بن ابی مریم کی کتب چوری ہوئی تھیں جس سے اس کی روایات مختلط ہو گئیں۔ ضعیف راوی۔

<sup>۱۰۵۳</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۱۳۰۳ از طریق بخاری بغوی ”شرح السنہ“ ۵۲۸ از قریش بن حیان از ثابت از انس رضی اللہ عنہ۔ اس حدیث کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کے اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو چومنے کا ذکر ہے اور حضور ﷺ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے کے جاں بحق ہونے کا تذکرہ ہے۔

واقعہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا جب ہم وہاں پہنچے ابوسیف اپنی بھٹی کو دھونک رہا تھا اور گھر دھونیں سے بھر گیا تھا میں نبی ﷺ کے آگے جلدی جلدی چل کر گیا اور ابوسیف رضی اللہ عنہ کو جا کر کہا: ابوسیف! یہ کام بند کرو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں انہوں نے بھٹی کو دھونکنا بند کر دیا۔<sup>۱۰۵۴</sup>

امام بخاری نے ”صحیح البخاری“ میں یہ عنوان قائم کیا ہے ”باب ذکر القین والحداد“۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ”قین“ قاف کے زبر سے ہے ابن درید نے کہا: قین اصل میں لوہار ہے پھر عرب ہر کاری گر کو قین کہنے لگے۔ الزجاج نے کہا: قین نیزوں کے پھل تیار کرنے والے کاریگر کو کہتے ہیں اور قین لوہار ہے۔ گویا امام بخاری نے دونوں اقوال کا خیال رکھتے ہوئے قین اور حداد ذکر کیا ہے اور اس عنوان کے تحت روایت کردہ حدیث میں صرف قین کا ذکر ہے گویا انہوں نے حکم میں اشتراک کی وجہ سے حداد (لوہار) کو قین سے ملحق کر دیا ہے۔<sup>۱۰۵۵</sup>

امام بخاری نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں: میں قبل از اسلام لوہار تھا میرا العاص بن وائل پر قرض تھا میں اس کے پاس قرض مانگنے گیا تو اس نے کہا: میں تمہیں اس وقت تک نہ دوں گا جب تک تم محمد (ﷺ) سے کفر نہ کرو گے میں نے کہا: میں کفر نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے موت دے پھر زندہ کرے۔<sup>۱۰۵۶</sup> (یعنی کبھی بھی ایسا نہ کروں گا)۔

علامہ عینی نے ”عمدة القاری“<sup>۱۰۵۷</sup> میں کہا ہے مقاتل نے کہا: حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے عاص کے لیے کچھ زیورات تیار کیے تھے جب ان کی اجرت طلب کی تو اس نے کہا: تم کہتے ہو جنت میں ریشم سونا چاندی اور لڑکے ہوں گے۔ حضرت خباب نے کہا: ہاں۔ عاص نے کہا: پھر میں تم کو وہیں دوں گا۔ واحدی، کلبی اور مقاتل نے کہا ہے: حضرت خباب رضی اللہ عنہ قین تھے۔ علامہ عینی نے کہا: حدیث میں ہے جب لوہار عادل ہو تو اس کا پیشہ اس کے لیے نقصان دہ نہیں۔

ابوالغماہیہ کہتا ہے:

سنو! تقویٰ ہی عزت اور کرم ہے دنیا سے تیری محبت ذلت اور مفلسی ہے

آزاد متقی کے لیے یہ چیز نقصان دہ نہیں کہ وہ جو لا با ہے یا سینگ لگانے والا

”الاصابہ“ (ص ۲۷) میں حرث بن کلدہ کے آزاد کردہ غلام ازرق بن عقبہ الشقی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں

ہے آپ حضور ﷺ کے محاصرہ طائف کے دوران مسلمان ہوئے اور آپ لوہار اور قین تھے۔<sup>۱۰۵۸</sup>

<sup>۱۰۵۴</sup> صحیح حدیث۔ مسلم ۲۳۱۵ احمد ج ۳ ص ۱۹۴ ابوداؤد ۳۱۲۶ ابن حبان ۲۹۰۲ بیہقی ”السنن“ ج ۳ ص ۶۹ از سلیمان بن المغیرہ از

ثابت از انس رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۰۵۵</sup> فتح الباری ج ۴ ص ۳۷۳۔

<sup>۱۰۵۶</sup> صحیح حدیث۔ بخاری ۲۰۹۱۔ ۲۲۷۵۔ ۲۲۲۵۔ ۲۷۳۲۔ ۲۷۳۳۔ ۲۷۳۵۔ ۲۷۹۵ (۳۵-۳۶) ترمذی ۳۱۶۲ نسائی ”التفسیر“:

۳۱۶۲ احمد ج ۵ ص ۱۱۰ الطبرانی ”المکبیر“ ج ۳ ص ۶۶۔ ۶۷ ابن جریر ج ۱ ص ۹۱ واحدی ”اسباب النزول“ ۶۱۰ از خباب بن

الارت رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۰۵۷</sup> واحدی ”اسباب النزول“ ۶۱۲۔

<sup>۱۰۵۸</sup> الاصابہ ج ۱ ص ۲۹ رقم ۸۱۔

شیخ الکنتی کی ”الاجوبۃ المهمۃ“ میں ہے اسلامی مملکت میں لوہے اور چاندی کی صنعت کی بنیاد اس وقت پڑی جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا، قیدیوں میں تمیں قین شامل تھے یہ لوگ کاری گرو دلال اور لوہار تھے نبی ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کو مسلمانوں میں رہنے دو تا کہ مسلمان ان کی کاریگری سے فائدہ اٹھائیں اور دشمنوں کے خلاف جہاد میں ان سے تقویت حاصل کریں، ان کو مسلمانوں میں رہنے دیا گیا، پھر جس نے اس پیشہ میں مہارت حاصل کر لی اس کو صانع (کاری گر) اور معلم کہا جانے لگا اور جو اپنے سابقہ پیشہ ہی پر برقرار رہے (مزید جستجو اور مہارت حاصل نہ کی) ان کو قین کا نام دیا گیا، اس دن سے یہ لوگ حکمرانوں اور سرداروں کے محتاج رہے۔

”الاصابہ“ میں بشر بن قیس النخعی کے تذکرہ میں ہے کہ ابن شہین نے بشر بن قیس سے روایت کیا ہے کہ وہ اور ان کا بیٹا رحیم زنجیر میں بندھے ہوئے لائے گئے، نبی ﷺ نے فرمایا: اے بشر! اس زنجیر کو کاٹ دو تم پر قسم نہیں ہے، انہوں نے زنجیر کاٹ دی اور مسلمان ہو گئے۔<sup>۱۰۵۹</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں کتاب الجہاد کے ”باب الاساری فی السلاسل“ میں ”الاصابہ“ میں ابن شہین کے حوالہ سے مذکور اس روایت سے غافل رہے، کیونکہ انہوں نے ابراہیم الحربی سے ایسی روایت نقل کی ہے جو زنجیر کے حقیقی وجود کی نفی کرتی ہے (حالانکہ ابن شہین کی مذکورہ روایت میں اس کا ثبوت ہے)۔

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں سورۃ آل عمران کی آیت کریمہ: کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: ۱۱۰) کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کے لیے بہترین لوگ وہ ہوں گے جو اپنے گلوں میں زنجیریں ڈالے ہوئے آئیں گے یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔<sup>۱۰۶۰</sup>

## نبی ﷺ کی تعمیراتی سرگرمیاں

ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں مسجد قباء تعمیر کی اور اس کی بنیاد رکھی۔ علامہ سیلی نے ”الروض الانف“ میں کہا ہے: حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا رسول اللہ ﷺ نے جب مسجد قباء کی بنیاد رکھی، سب سے پہلے قبلہ کی جانب آپ ہی نے بنیادی پتھر رکھا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پتھر لائے اور انہوں نے دوسرا پتھر رکھا، پھر حضرت عمر پتھر لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے برابر رکھا، پھر لوگوں نے بنیاد اٹھانی شروع کی۔<sup>۱۰۶۱</sup> اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں سب سے پہلی مسجد نبی ﷺ نے بنائی ہے۔

۱۰۵۹ ضعیف روایت۔ الاصابہ ج ۱ ص ۱۵۴-۱۵۵ (رقم: ۶۷۴) حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ یہ حدیث اسناد ضعیف سے مروی ہے۔

۱۰۶۰ صحیح حدیث۔ بخاری: ۴۵۵۷ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

۱۰۶۱ حاکم ”المستدرک“ ج ۳ ص ۱۳ از سفینہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ۔ اسے امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔ ذہبی نے بھی یہی کہا ہے اور اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔





## مسجد نبوی شریف

”صحیح البخاری“ وغیرہ میں ہے ہجرت کے موقع پر نبی ﷺ نے بنو النجار سے ان کی نماز پڑھنے کی جگہ کے بارے میں فرمایا: تم اپنا یہ باغ ہمیں قیما دے دو انہوں نے کہا: بخدا! ہم اس کی قیمت اللہ ہی سے لیں گے۔ پھر مسلمانوں نے مسجد کے قبلہ کی جانب کھجوروں کے تنے گاڑ دیے اور دائیں بائیں پتھروں کی دیواریں چن دیں پتھر لاتے ہوئے وہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔<sup>۱۰۶۵</sup>

ابن اسحاق نے کہا: مسجد کی تعمیر میں نبی ﷺ نے خود بنفس نفیس شرکت کی تاکہ مسلمانوں کو مسجد کی تعمیر میں رغبت دیں۔

ابن جماعہ نے ذکر کیا ہے نبی ﷺ نے مسجد بنانے کا حکم دیا، اسے اینٹوں سے بنایا گیا، اس کے پہلوؤں کی دیواریں پتھروں کی تھیں، ستون کھجور کے تنوں کے اور چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی۔ اس کا طول اور عرض سو ہاتھ تھا، یہ مربع شکل کی تھی، تین ہاتھ تک اس کی بنیاد پتھروں کی تھی، اوپر اینٹیں استعمال کی گئی تھیں۔

## مسجد نبوی شریف کی تین بار تعمیرات

”الفجر الساطع“ میں ”باب بناء المسجد“ میں ابن عطیہ کی تفسیر سے منقول ہے: نبی ﷺ نے تین مرتبہ مسجد تعمیر فرمائی۔ (۱) اینٹوں کا ردہ اس طرح لگایا کہ ایک اینٹ کے آگے ایک اینٹ تھی (ایک اینٹ کی دیوار تھی) (۲) چوڑائی میں ڈیڑھ اینٹ والی دیوار تھی (۳) چوڑائی میں دو اینٹ کی دیوار تھی۔ اہل عرب پہلی قسم کی تعمیر کو سمیط، دوسری کو ضفرہ اور تیسری کو الانثی والذکر کہتے ہیں۔

## رسول اللہ ﷺ کے رہائشی مکانات

مسجد شریف کی تعمیر کے بعد نبی ﷺ نے مسجد کے بازو میں اینٹوں سے مکانات بنوائے، ان کی چھتیں کھجور کے تنوں اور ٹہنیوں کی تھیں، ان کی چار دیواریں اینٹوں کی تھی، شہتیروں کے لیے اندر لوہے کی روکیں لگائی گئی تھیں جن کو گارے اور اونی ٹائوں سے لپ دیا گیا، ہوا کے لیے دروازے اور روشن دان رکھے گئے تاکہ ہوا کے آنے جانے میں سہولت ہو اور نقل و حرکت میں آسانی رہے، وقت کی بچت ہو اور مقصد تک رسائی جلد ممکن ہو، حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے متصل تھا، اس کا ایک دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔ ابن زبالہ کے اس قول سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے گھروں کے درمیان راستہ تھا، ان کے گھر قریب تھے جس کی وجہ سے وہ باہم گفتگو کر لیتی تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا گھر حضرت

<sup>۱۰۶۵</sup> صحیح حدیث۔ احمد ج ۳ ص ۲۱۱-۲۱۲ طحاوی: ۲۳۳۶ ابوعوانہ ج ۱ ص ۳۹۷ بخاری: ۳۲۸-۱۸۶۸-۲۱۰۶-۲۷۷۱-۲۹۷۹-۳۹۳۲

مسلم: ۵۲۳-ابوداؤد: ۲۵۳ نسائی: ۷۰۳ ابویعلیٰ: ۴۱۸۰ ابن حبان: ۲۳۱۹ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔



عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے جنوب مشرق میں آل عمر کے گھر کی کھڑکی کے دائیں جانب تھا۔ ان کے پیچھے دیگر ازواج مطہرات کی رہائش گاہیں تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی کھڑکی اپنے والد ماجد کی رہائش گاہ کے قریب تھی، آپ اس کھڑکی سے ان کی خبر معلوم کرتے رہتے تھے۔

علامہ سہلی نے ”الروض الانف“ میں کہا ہے: نبی ﷺ کے نو گھر تھے، بعض کھجور کی ٹہنیوں سے بنائے گئے تھے اور ان پر گارے کا لپ چڑھا دیا گیا تھا، ان کی چھتیں بھی کھجور کی ٹہنیوں کی تھیں اور بعض گھر پتھروں کو اوپر تلے رکھ کر بنائے گئے تھے ان کی چھتیں بھی کھجور کی ٹہنیوں کی تھیں، ہر گھر میں ایک کمرہ تھا جو عمر کی لکڑی کے ساتھ منڈے سے تیار کیا گیا تھا۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ نور ہائش گاہیں تھیں، یقیناً ان کے ساتھ قضائے حاجت کی جگہ، گھریلو ساز و سامان رکھنے کا مقام، باورچی خانہ، ملاقاتیوں کا کمرہ اور اپنی اہلیہ کے شب باشی کے لیے بھی آپ کا کمرہ ہو گا۔ اگر آپ اور آگے بڑھیں تو ہتھیار رکھنے کی جگہ، سفر سے متعلق سامان ضرورت رکھنے کی جگہ، جانوروں، گھوڑوں، بکریوں اور گدھوں کے باڑے وغیرہ تمام چیزیں آپ کی ملکیت میں تھیں، اسی طرح بیت المال کے لوازم، مہمان خانے، جیل، دوا خانے اور اصحاب صفہ کا ٹھکانہ وغیرہ جیسی دیگر ضروریات کے لیے بہت سی عمارتوں کی ضرورت تھی اور یہ چیزیں موجود تھیں کیونکہ ان لوازم زندگی اور ضروریات کے لیے کثیر التعداد عمارتیں ضروری تھیں، آج کل اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں، ان کا خیال ہے کہ نبی ﷺ کی رہائش گاہیں نہایت تنگ اور معمولی سی تھیں، ذرا سوچئے مذکورہ بالا چیزوں کی ضرورت تو اسلامی مملکت کی بنیادی ضرورت تھی اور آپ نے مدینہ طیبہ میں دس سال سے زائد عرصہ بسر فرمایا اور اسلامی مملکت کا رقبہ لاکھوں مربع میل تک وسیع ہو گیا، اس وقت تک ان عمارتوں میں کس قدر توسیع ہوئی ہوگی؟ اس دوران غزوات اور سرایا ہوئے اور مختلف علاقوں میں نگران (طلائیہ گرد) دستے روانہ کیے گئے، بے شمار فود آئے، ملکی، غیر ملکی مہمان اور سفراء کی آمد و رفت رہی، کیا یہ سب کچھ بغیر انتظام اور انصرام کے ہوا اور ان کے لیے ضروری عمارتیں اور دیگر لوازم موجود نہ تھے۔

## رسول اللہ ﷺ کے لیے چبوترے کی تعمیر

علامہ ابو محمد بن حبان نے ”اخلاق النبی ﷺ“ میں حضرت ابو ہریرہ اور ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے نبی ﷺ اپنے اصحاب میں تشریف فرما ہوتے، اجنبی شخص آتا وہ آپ کو نہ پہچانتا اور آپ کے متعلق دریافت کرتا، ہم نے آپ سے اس چیز کی اجازت طلب کی کہ ہم آپ کے لیے ایک مخصوص جگہ بنادیں تاکہ ناواقف شخص کو آپ کے بارے میں معلوم ہو جائے، پھر ہم نے آپ کے لیے مٹی کا ایک چبوترہ بنادیا، آپ وہاں تشریف فرما ہوتے اور ہم آپ کے دائیں بائیں بیٹھتے تھے۔<sup>۱۰۶</sup>

”صحیح مسلم“ کی ”کتاب الایمان“ میں جبریل علیہ السلام کی آمد کے قصہ میں یہ حدیث مذکور

۱۰۶۱۔ صحیح حدیث۔ ابو داؤد: ۴۶۹۸ نسائی ج ۸ ص ۱۰۱-۱۰۲ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۱۰۶۷ء علامہ خزاعی نے اسے ابن حبان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، یہ ان کی بھول اور غفلت ہے، یہ چبوترہ کہاں تھا؟ مسجد نبوی میں آج کل یہاں اسطوانۃ الوفود ہے یہ چبوترہ وہیں تھا، مسجد نبوی کی توارخ میں ہے کہ اس ستون کو اسطوانۃ الوفود کہنے کی وجہ یہی ہے کہ آپ عرب کے وفود سے اسی جگہ ملاقات فرماتے تھے۔ علامہ السہودی نے ”الوفاء“ میں اور سید جعفر البرزنجی نے ”النزهة“ میں اس پر بحث کی ہے۔

## اسلام میں پہلے معمار

”نفحة الحدائق والخمائل في ذكر الابتداء والاختراء الاوائل“ میں ہے اسلام میں سب سے پہلے معمار حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تھے۔

## تعمیرات میں صحیح قواعد کا خیال رکھا جائے، رسول اللہ ﷺ کی ہدایت

امام بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں اپنی سند سے بہز بن حکیم کی اپنے والد اور دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! میرے پڑوسی کا مجھ پر کیا حق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ بیمار ہو جائے اس کی عیادت کرو، اگر وہ فوت ہو جائے اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ، اگر وہ تم سے قرض مانگے اس کو قرض دو، اگر وہ ننگا ہو اس کا ستر ڈھانپو، اگر اسے خیر ملے تو اس کو مبارک باد دو، اگر اس پر مصیبت آ پڑے اس کی تعزیت کرو، اپنا گھر اس کے گھر سے اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا (کا راستہ) بند ہو جائے اور اپنی ہنڈیا کی خوشبو سے اسے ایذا نہ دو مگر یہ کہ چچے بھر سالن اس کے لیے بھی بھیج دو۔ ۱۰۶۸ء

امام بیہقی نے کہا: اس کا اسناد ضعیف ہے اور اس کے شواہد میں ابن عدی نے ”الکامل“ میں از طریق عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود اسے مرفوعاً روایت کیا ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ اس کے گھر کے سامنے بلند عمارت نہ بناؤ جس سے تم اس تک آنے والی ہوا کو روک لو مگر اس کی اجازت سے۔ ۱۰۶۹ء

حافظ سیوطی کی کتاب ”کوکب الروضة“ کے آخری صفحات دیکھئے۔ اور گذشتہ اوراق میں تعمیرات کے بارے میں آپ ﷺ کی ہدایات اور مہارت کے متعلق باب کا مطالعہ کریں، آپ کو نہایت نفیس اور عمدہ معلومات حاصل ہوں گی۔

## رسول اللہ ﷺ کا مسجد ضرار کو منہدم کروانا

اس مسجد کو مسجد ضرار کا نام اس لیے دیا گیا کہ اس کی بنیاد ضرر پر رکھی گئی تھی، یہ بارہ منافق تھے جنہوں نے یہ مسجد

۱۰۶۷ء صحیح حدیث۔ مسلم ۹: از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اس میں آخری جملہ نہیں ہے۔

۱۰۶۸ء ضعیف روایت۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۷ ص ۱۰۱۴ از معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ۔ ”مجمع الزوائد“ ج ۸ ص ۱۶۵ میں بیہقی نے اس کے راوی ابو بکر البہذلی کو ضعیف کہا ہے۔

۱۰۶۹ء ضعیف روایت۔ الخطر اُطی ”مکارم الاخلاق و معالیہا“ ۱۰۴: ابن عدی ”الکامل“ از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود۔

بنائی تھی، نبی ﷺ نے ان سے اس مسجد میں نماز پڑھنے کا وعدہ فرمایا، آپ پر وحی نازل ہوئی اور آپ کو اس مسجد کی تعمیر کی غرض سے آگاہ فرمایا گیا کہ ان لوگوں کا مقصد اہل ایمان میں تفریق پیدا کرنا اور ان کا ارادہ رسول اللہ ﷺ پر طعن ہے تاکہ مسلمان اختلاف کا شکار ہوں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا  
بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِصْرًا لِلَّذِينَ هَامَبِ اللَّهُ وَرَسُولَهُ  
مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ  
يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ○ (التوبہ: ۱۰۷)

اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی ضرر پہنچانے اور  
کفر کرنے اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور  
نکمین گاہ بنانے کے لیے اس شخص کی جو پہلے سے جنگ  
کر رہا ہے اللہ اور اس کے رسول سے اور وہ ضرور قسمیں  
کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کسی چیز کا ارادہ  
نہیں کیا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ ضرور  
جھوٹے ہیں ○

نزول وحی کے بعد حضور ﷺ نے اس مسجد کو نذر آتش کرنے کا حکم دیا اور وہاں کوڑی بنانے کا حکم دیا، جہاں  
مردار غلاظت اور کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا۔ اور آپ نے حضرت مالک بن الدخشم اور حضرت معن بن عدی العجلانی رضی  
اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا: تم اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم ہیں، اسے منہدم کر دو اور آگ لگا دو۔  
ایک روایت میں ہے آپ نے حضرت مالک، معن، ان کے بھائی اور بغوی کی روایت کے مطابق حضرت  
عامر بن السکن اور حضرت حمزہ کے قاتل وحشی رضی اللہ عنہم کو بھیجا، مسجد ضرار کو جلا کر زمین کے برابر کر دیا گیا۔ اس میں  
موجود منافق بھاگ گئے، جب آپ (غزوہ تبوک کے بعد) مدینہ طیبہ میں تشریف لائے، آپ نے یہ جگہ عاصم بن  
عدی رضی اللہ عنہ کو گھر بنانے کے لیے عطا فرمائی، انہوں نے عرض کیا: میں یہاں گھر نہیں بناؤں گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ  
نے اس کے بارے میں ایسا ایسا نازل فرمایا ہے، آپ یہ جگہ ثابت بن اقرن رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادیں کیونکہ ان کا  
گھر نہیں ہے، حضور ﷺ نے یہ جگہ ان کو عطا فرمادی، اس گھر میں ان کے ہاں کسی بچے کی ولادت نہیں ہوئی یہاں  
تک کہ کسی کبوتر اور مرغی کے بھی چوزے نہیں ہوئے۔<sup>۱۰۷</sup>

ابن المذہب نے ابن جبیر، ابن جریج اور قتادہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہاں ایک  
جگہ کو کھودا گیا تو وہاں سے دھواں نکلتا دکھائی دیا۔

تفسیر الواحدی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد قتادہ اور عام مفسرین سے منقول ہے کہ مسجد ضرار  
بنانے والے بارہ اشخاص تھے، ابن اسحاق<sup>۱۰۸</sup> اور اس کے بعد سیبلی، العمري وغیرہ نے ان کے نام بیان کیے ہیں۔  
(شرح المواہب) اس سلسلہ میں گذشتہ اوراق میں حدود کی بحث ملاحظہ کریں۔

۱۰۷۰۔ ضعیف روایت۔ طبری، جامع البیان، ۲۰۰: ۱۷۱، از طریق ابن اسحاق از زہری، یزید بن رومان، عبد اللہ بن ابی بکر وغیرہ۔ واحدی  
"اسباب النزول"، ۵۲۷: طبری ج ۱۱ ص ۱۹، از طریق علی بن ابی طلحہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اس علی کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے  
سامع نہیں ہے۔

۱۰۷۱۔ "السيرة النبوية"، ابن هشام ج ۱ ص ۵۲۲-۵۲۳۔

ابن خویز مند اد نے ”احکام القرآن“ میں ”مسجد ضرار والی آیت میں کہا ہے: یہ آیت کریمہ مساجد میں ضرر رسانی سے ممانعت کی متضمن ہے اور یہ کہ مساجد کی تعمیر کا مقصد کسی کو نقصان پہنچانا نہیں ہونا چاہیے ہمارے اصحاب نے کہا ہے: کسی مسجد کے نمازیوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اس کے پہلو میں دوسری مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔ ایسی مسجد کا منہدم کرنا واجب ہے اور اس کی تعمیر کو روکنا لازم ہے، البتہ اگر آبادی بہت ہو اور ایک مسجد میں نمازی نہ سما سکیں تو دوسری مسجد بنائی جاسکتی ہے۔

اسی طرح ایک شہر میں دو جامع مسجدوں کا مسئلہ ہے اگر شہر کی ایک جامع مسجد میں نمازی جمعہ ادا کر سکتے ہیں تو دوسری مسجد کی تعمیر سے روکنا واجب ہے اگر کسی نے دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کی اس کی نماز جائز نہیں ہوگی۔ قاضی ابوالولید ابن رشد کی ”البيان والتحصيل“ میں ہے امام مالک سے ایسے قبیلہ کے بارہ میں سوال کیا گیا جن کی نماز کے لیے مسجد موجود ہے پھر ایک شخص اس کے قریب دوسری مسجد بنانا چاہتا ہے کیا یہ درست ہے؟ امام مالک نے جواب دیا: ضرار میں خیر نہیں خصوصاً مساجد میں البتہ اگر کوئی مسجد لوگوں کی بہتری اور خیر کے ارادہ سے بنائی جائے تو اس میں حرج نہیں ہے لیکن نقصان پہنچانے میں خیر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا“ اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی ضرر پہنچانے کے لیے۔ کسی چیز کے ضرر میں خیر نہیں ہے۔ دو مسجدوں میں سے دوسری مسجد کے متعلق بقول ابن رشد امام مالک نے فرمایا: جس نے کسی مسجد کے قریب پہلی مسجد کے نمازیوں کو ضرر پہنچانے کے لیے اور ان کی جماعت کو منتشر کرنے کے لیے مسجد بنائی تو یہ سب سے عظیم ضرر ہے۔

کیونکہ دین سے متعلق ضرر جان اور مال کے ضرر سے شدید تر ہوتا ہے خصوصاً مسجد کے معاملہ میں جو دین کے ستون نماز کی ادائیگی کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا وَكُفَرًا وَتَفْرِيقًا  
بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
مِنْ قَبْلُ وَلِيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ  
يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۚ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لِّلْمَسْجِدِ أُتِمَّتْ  
عَلَىٰ التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ  
رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ۚ أَفَمَنْ  
أَسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرًا مَّنْ  
أَسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَايًا فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارٍ  
جَهَنَّمَ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۚ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ  
الَّذِي بُنِيَ فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ  
حَكِيمٌ ۝ (آیات ۱۱۰ تا ۱۱۷)

اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور کمین گاہ بنانے کے لیے اس شخص کی جو پہلے سے جنگ کر رہا ہے اللہ اور اس کے رسول سے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں ۝ آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند

فرماتا ہے O تو کیا جس نے اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر اپنی عمارت (مسجد) کی بنیاد قائم کی وہ اچھا ہے یا وہ شخص جس نے ایسے گڑھے کے کنارے پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھی جو گرنے کے قریب ہے تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑا اور اللہ ظلم کرنے والی قوم کو ہدایت نہیں دیتا O ان کی وہ عمارت جو انہوں نے بنائی (گرنے کے) شک و شبہ کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی، مگر یہ کہ ان کے دل پارہ پارہ ہو جائیں اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے O

دوسری مسجد کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”لا تقم فیہ ابدًا“ (آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں) غور و فکر کا تقاضہ کرتا ہے اگر معلوم ہو جائے کہ دوسری مسجد کی تعمیر سے اس کے بانی کا ارادہ نقصان پہنچانا اور جماعت میں تفریق ڈالنا ہے تو اس میں خیر کا کوئی پہلو نہیں ایسی مسجد کو جلانا اور منہدم کر دینا واجب ہے اور اس مقام کو کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنا دیا جائے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مسجد ضرار سے معاملہ فرمایا تھا۔ اور اگر دوسری مسجد کے بانی کا ارادہ نقصان پہنچانے کا نہ ہو بلکہ وہ اس تعمیر سے قرب خداوندی کا دعویٰ دار ہو لیکن اس مسجد کا وجود پہلی مسجد والوں کے لیے ضرر رساں ہو تو اسے منہدم نہیں کیا جائے گا اسے جائے نماز بنا کر اس میں نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ البتہ اگر نمازیوں کی کثرت کے باعث وہاں نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آ جائے یا پہلی مسجد منہدم ہو جائے تو وہاں نماز پڑھی جائے گی۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: ان نصوص پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے اس زاویہ (خانقاہ) کو جلانے کا حکم دیا جسے کتانی فقراء کی جماعت میں تفریق پیدا کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ شاویہ میں قبیلہ امزاب کے اس زاویہ کو جلادیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صالح اعمال کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

## تعمیراتی کام کے لیے ماہر کا انتخاب

علامہ ابو بکر بن فتحون نے اپنی کتاب ”ذیل الاستیعاب“ میں کہا ہے حضرت قیس بن طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ اپنی مسجد بنا رہے تھے وہ بھی اس کام میں شامل ہو گئے نبی ﷺ نے ان کے ذمہ گارے کی تیاری لگادی کیونکہ آپ نے دیکھا وہ یہ کام اچھے طریقہ سے کرتے ہیں۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: ”الاصابہ“ میں حضرت طلحہ بن علی التمیمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ان کی یہ حدیث ”السنن“ میں ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام کے ساتھ مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مٹی اس کے قریب کرو کیونکہ یہ گارا بنانا جانتا ہے۔

”طبقات ابن سعد“ میں ان کے تذکرہ میں ہے حضرت طلق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اپنی مسجد بنا رہے تھے مسلمان بھی آپ کے ساتھ شریک تھے مجھے گارا تیار کرنے میں مہارت تھی سو میں بیلچے لے کر گارا تیار کرنے لگا رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھتے رہے اور فرمایا: یہ حنفی گارے والا ہے۔ علامہ خزاعی نے ابن فتحون کے حوالہ سے جس حدیث کو ذکر کیا ہے اسے ابن حبان نے ”صحیح“ میں حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضرت طلق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا میں نے گارا بنانے کے لیے بیلچہ لیا آپ کو گویا میرا کام پسند آ گیا آپ نے ارشاد فرمایا: حنفی اور مثنیٰ کو چھوڑ دو یہ تم سب میں اچھا گارا بناتا ہے۔<sup>۱۰۷۳</sup>

ابن رشد کی ”البيان والتحصيل“ میں امام مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر پر کھڑے ہوئے آپ نے اس کی اینٹوں کو گڈمڈ دیکھ کر ان کو درست کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کو پسند فرماتا ہے جب بندہ کوئی کام کرے تو اسے اچھے اور مکمل طریقہ سے کرے۔<sup>۱۰۷۴</sup>

مؤلف کتاب علامہ کتانی کہتے ہیں: اب یہاں سے تعمیرات سے متعلق عنوانات کے اختتامی ابواب شروع ہوتے ہیں۔

(۱) اس کی ابتدا ہم شیخ ابو محمد عبدالقادر الفاسی کے قول سے کرتے ہیں انہوں نے صحیح البخاری پر اپنی تعلیق میں راوی کے قول ”نبی ﷺ نے بھنی ہوئی بکری نہیں کھائی“ پر کہا ہے: نبی ﷺ اس طرح نہیں کرتے تھے آپ کو جو کچھ بآسانی میسر آ جاتا خواہ وہ بھنی ہوئی بکری ہو یا کھانے کی کوئی اور چیز آپ اسے تناول فرما لیتے تھے۔ کھانا پلیٹ میں ہوتا یا دسترخوان پر آپ تکلف نہ فرماتے۔ اسی طرح آپ کی رہائش گاہوں اور دیگر عمارتوں کا معاملہ تھا۔

(۲) عوالیٰ مدینہ میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا نقشہ کیسا تھا؟

حافظ ابن البار مدفون تونس نے ”تکمیل الصلۃ بالشکو الیہ“ میں محمد بن حزم بن بکر التتوخی الطمنانی معروف بابن المدینی کے تذکرہ میں کہا ہے کہ وہ عرصہ دراز تک محمد بن مسرہ کے ساتھ رہے۔ حج کے سفر میں بھی ابن المدینی ان کے ساتھ تھے حج کے سفر سے واپسی کے بعد بھی ابن المدینی نے محمد بن مسرہ کی صحبت کو لازم رکھا ابن المدینی بیان کرتے ہیں کہ محمد بن مسرہ مدینہ طیبہ میں اقامت کے دوران نبی ﷺ کے آثار کو

۱۰۷۳ قوی الاسناد حدیث۔ طبرانی ”الکبیر“ ۸۲۴۲ ابن حبان ۱۱۲۲ دارقطنی ج ۱ ص ۱۴۸-۱۴۹ بیہقی ج ۱ ص ۱۳۵ از قیس بن طلق از والد خود۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۲ ص ۹) میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: اس کو احمد اور طبرانی نے ”الکبیر“ میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں امام احمد نے اس روایت کو ”المسند“ میں مستند طلق میں روایت نہیں کیا شاید کسی اور جگہ ذکر کیا ہوگا۔ طبرانی نے اس حدیث کو مندرجہ ذیل دو طریقوں سے روایت کیا ہے: از ایوب بن عتبہ از قیس بن طلق از والد خود۔ الحازمی نے ”الاعتبار“ (ص ۴۵) میں اس حدیث کو از طریق لوین از محمد بن جابر از عبد اللہ بن بدر از طلق بن علی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے درمیان میں قیس بن طلق نہیں ہے۔

۱۰۷۴ صحیح حدیث۔ بیہقی ”شعب الایمان“ (الجامع الصغیر: ۱۸۸۰) از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۱۱۳)



تلاش کرتے رہتے تھے اہل مدینہ میں سے کسی صاحب نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ حضور ﷺ کی باندی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا پتہ بتایا وہ وہاں گئے انہوں نے دیکھا وہ مدینہ طیبہ کے مشرق میں باغات میں گھرا ہوا چھوٹا سا خوبصورت گھر تھا اس کا طول و عرض برابر تھا اس کے درمیان میں دیوار تھی دیوار کے ساتھ موٹی لکڑی تھی جس کی مدد سے اوپر کشادہ جگہ پر چڑھتے تھے اس پر دو کمرے اور سائبان تھا جو موسم گرما میں نبی ﷺ کی نشست گاہ تھا ابن المدینی کہتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ کو دیکھا اس نے دونوں کمروں سائبان اور اس گھر کے ہر گوشہ میں نماز پڑھی نماز کے بعد بالشت سے ان دو کمروں کو ناپنے لگے سفر حج کے بعد جب کہ وہ پہاڑ میں مقیم تھے مجھ پر یہ انکشاف کیا کہ یہ گھر جو تم دیکھ رہے ہو یہ بغیر کسی کمی بیشی کے لمبائی چورائی میں اس گھر کے مطابق ہے۔ (مخطوطہ ۶۳۰ھ تقریباً الکملۃ للحقیقہ اس کا پہلا حصہ پیرس سے شائع ہو چکا ہے)

(۳) اس میں نبی ﷺ کی مرفہ الحالی آپ کے جو دو کرم اور بے مثال عطایا کا ذکر ہے جس کا مقابلہ کوئی تخی سے تخی بادشاہ نہیں کر سکتا۔

حافظ سخاوی نے ”الشفاء“ میں قاضی عیاض سے نقل کیا ہے نبی ﷺ کو زمین کے خزائن اور ملکوں کی کنجیاں عطا کی گئیں آپ کے لیے مال غنیمت کو حلال کیا گیا جو اس سے قبل کسی کے لیے حلال نہ تھا آپ کی حیات طیبہ میں حجاز، یمن، عرب کے تمام علاقے، جزیرۃ العرب سے متصل شام اور عراق کے علاقے فتح ہو گئے ان علاقوں سے خمس، جزیرہ اور صدقات اس قدر آئے جو صرف چند بادشاہوں کو ملے ہوں گے کئی ملکوں کے سربراہوں نے آپ سے صلح کر لی اس کے باوجود آپ نے اپنی ذات کو ترجیح نہیں دی اور اس مال سے ایک درہم نہ لیا بلکہ سب مال اس کے مصارف میں خرچ فرمایا دوسروں کو غنی کر دیا اور مسلمانوں کو اس مال کے ذریعہ طاقت ور بنا دیا۔ ارشاد فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اس میں سے ایک دینار رات کو میرے پاس رہے سوائے اس دینار کے جسے میں قرض کی ادائیگی کے لیے محفوظ رکھوں۔ ۵۷۱ھ

آپ مالِ فے اور اپنے مختص حصہ میں سے اپنے اہل و عیال کی اور اپنی سال بھر خوراک رکھتے باقی راہِ خدا میں گھوڑوں اور اسلحہ کی خریداری میں لگا دیتے تھے۔

روایات سے ثابت ہے آپ نے مالِ فے میں سے اپنے چار اصحاب میں ایک ہزار اونٹ تقسیم فرمادیئے اپنے عمرہ کے سفر میں سواونٹنیاں ساتھ لے گئے اور ان کو نحر فرما کر مساکین کو کھلا دیا ایک اعرابی کو آپ نے بکریوں کا ریوڑ عطا فرمادیا خیبر کے اموال سے صحابہ کرام کی جماعت کو کثیر مال عطا فرمایا فذک قرظہ اور بنو نضیر خالصتاً آپ کے لیے تھے صحابہ کرام کی ایک جماعت صاحب حیثیت اور مال داروں پر مشتمل تھی۔ جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم۔ یہ حضرات آپ کے حکم پر ہر وقت جان اور مال خرچ کرنے پر تیار رہتے تھے۔ آپ نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا تمام اثاثہ لے کر حاضر ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نصف مال لائے

۵۷۱ھ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۳۸۹-۲۳۸۵-۲۳۸۸، مسلم: ۹۹۱، احمد ج ۲ ص ۴۶۷-۵۳۰، ابن ماجہ: ۴۲۳۱، ابن حبان: ۳۲۱۴، از ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ۔



غزوہ تبوک کے موقع پر لشکر کی ضروریات کی تکمیل کے لیے آپ نے توجہ دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ اور دس ہزار درہم آپ کی خدمت میں پیش کیے۔

ابو الشیخ اور ابن سعد نے از طریق علی بن زید از اسحاق بن عبد اللہ بن الحرث بن نوفل از والد خود روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ستائیس اونٹنیوں کے عوض حلہ خرید کر زیب تن فرمایا۔<sup>۱۵۷</sup> ابن سعد کی روایت میں اوقیہ کا لفظ ہے اس کے رجال ثقات ہیں لیکن علی اور اسحاق میں کلام ہے۔

”طبقات ابن سعد“ میں ابن سیرین کے طریق سے مروی ہے نبی ﷺ نے حلہ یا کپڑا انتیس اونٹنیوں کے عوض خریدا۔<sup>۱۵۸</sup> (القسم الثانی ج ۱ ص ۱۵۵)

”طبقات“ ہی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں ہے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ذی یزن کے لیے تیار کردہ حلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا۔ حکیم بن حزام اس وقت مشرک تھے انہوں نے یہ حلہ پچاس دینار میں خریدا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم مشرک سے ہدیہ نہیں لیتے لیکن چونکہ تم نے روانہ کیا ہے ہم اس کو قیمتیں لیں گے تم نے اسے کتنے کا خریدا ہے؟ انہوں نے کہا: پچاس دینار کا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قیمت وصول کر لی پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے زیب تن فرمایا اور جمعہ کے خطبہ کے لیے منبر پر تشریف فرما ہوئے جب رسول اللہ ﷺ نیچے اترے آپ نے حلہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو پہنا دیا۔<sup>۱۵۹</sup>

عارف نابلسی نے ”شرح الطریقة المحمدیہ“ میں اپنے والد شیخ اسماعیل کی ”الدرر“ پر شرح سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ ایک روز باہر تشریف لائے آپ پر ایک ہزار درہم کی چادر تھی۔ کبھی آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے اور آپ پر چار ہزار درہم مالیت کی چادر ہوتی۔ (ج ۲ ص ۳۶۴) اسی طرح الحادمی نے اس کی شرح میں فقہ حنفی کی معروف کتاب ”التارخانیہ“ سے نقل کیا ہے۔ (ج ۳ ص ۳۶)

ابن مندہ اور المستغفری نے روایت کیا ہے کہ عبد العزیز بن سیف بن ذی یزن الحمری نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کئی حلے بطور ہدیہ پیش کیے نبی ﷺ نے ان میں سے ایک حلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا یہ حلہ بیس اونٹوں کے بدلے فروخت ہوا۔<sup>۱۶۰</sup> تفصیل کے لیے ”الاصابہ“ میں عبد العزیز کا تذکرہ ملاحظہ کریں۔

<sup>۱۶۱</sup> ضعیف الاسناد روایت۔ ابن سعد ”الطبقات“ اس کے اسناد میں علی بن زید بن جدعان ہے ابن ابی حاتم نے ”الجرح والتعدیل“ (ج ۶ ص ۱۸۶-۱۸۷) میں امام احمد سے نقل کیا ہے: یہ قوی نہیں ہے اور یحییٰ بن معین نے کہا: یہ حجت نہیں ہے۔

اس کے اسناد میں ایک اور راوی اسحاق بن عبد اللہ بن الحرث بن نوفل کو ابن ابی حاتم نے ”الجرح والتعدیل“ (ج ۲ ص ۲۲۷) میں بغیر جرح و تعدیل کے ذکر کیا ہے۔

<sup>۱۶۲</sup> مرسل ابن سعد ”الطبقات“ ج ۱ ص ۱۵۵۔

<sup>۱۶۳</sup> حسن حدیث۔ ابن سعد ”الطبقات“ ج ۲ ص ۴۸۔ از حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ۔ اس کے ایک راوی عبید اللہ بن المغیرہ کو ”القریب“ (رقم: ۴۴۴۳) میں صدوق کہا گیا ہے۔

<sup>۱۶۴</sup> ضعیف الاسناد حدیث۔ اس میں متعدد مجاہل ہیں۔ اس حدیث کو مستغفری اور ابن مندہ نے از ابراہیم بن عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز بن السمر بن عفر بن زرعہ بن سیف بن ذی یزن روایت کیا ہے۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۴۲۸ رقم: ۵۲۴۲)

”الاصابہ“ ہی میں حضرت ہانی بن حبیب الداری کے تذکرہ میں الرشاطی سے نقل کیا ہے کہ داریوں کا وفد حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو ایسی قباہد یہ کی جس پر سونے کا کام تھا آپ نے یہ قبا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی انہوں نے یہ قبا ایک یہودی کو آٹھ ہزار میں فروخت کر دی۔ ۱۰۸۰

”ارشاد الساری“ میں ”باب مناقب ابی بکر“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ پر چالیس ہزار درہم خرچ کیے۔ نبی ﷺ کی عطا اس بستی کی عطا تھی جسے فقر و فاقہ کا خدشہ نہ تھا آپ نے کئی افراد کو سو سو اونٹ عطا فرمائے سو اونٹ حاصل کرنے والے کثیر لوگوں میں حضرت ابوسفیان ان کا بیٹا حضرت معاویہ اور حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ برہان الحلبي نے ان افراد کو شمار کیا ہے اور کہا ہے: یہ ساٹھ (۶۰) موکفۃ القلوب تھے۔ ”تخریج احادیث الشفاء“ میں شیخ قاسم بن قطلوبغا نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ آپ نے صفوان بن امیہ کو پہلے سو اور پھر سو اونٹ عطا فرمائے۔

ابن فارس نے اپنی کتاب ”اسماء النبی ﷺ“ میں ذکر کیا ہے فتح خیبر (صحیح فتح حنین ہے مترجم) کے ایام میں ایک خاتون آپ کے پاس آئیں اس نے آپ کے ہوازن میں ایام رضاعت کے زمانہ سے متعلق اشعار کہے آپ نے ان (ہوازن) سے حاصل کردہ واپس فرما دیا ۱۰۸۱ اور ان کو عطاء کثیر سے نوازا حتیٰ کہ یہ عطا پانچ کروڑ کی مالیت تک جا پہنچی ابن دحیہ نے کہا: یہ جو دو سخا کی انتہاء ہے اس قدر جو دو سخا کبھی سننے میں نہیں آئی۔

”الشفاء“ اور اس کی شرح میں ہے آپ نے ہوازن کے قیدی واپس کر دیئے جن کی تعداد چھ ہزار تھی ۱۰۸۲ ان میں عورتیں اور بچے شامل تھے مال غنیمت اس کے علاوہ تھا مال غنیمت میں چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ ابن فارس نے ہوازن کے لیے آپ کی عطا کی مالیت پانچ کروڑ بیان کی ہے ایک قول کے مطابق اس کی مالیت چھ کروڑ تھی۔

ابن حجر المکی نے ”المنح المکیة“ میں کہا ہے: قیدی عورتوں اور بچوں کی تعداد چھ ہزار تھی اونٹ چوبیس ہزار بکریاں چالیس ہزار سے زائد اور چار ہزار اوقیہ چاندی مال غنیمت میں شامل تھی۔

”المقالات السنیة“ میں ہے:

آپ نے ہوازن کے قیدیوں کی بھاری تعداد واپس فرمادی جب آپ کے جو دو کرم نے عطا و سخا کا مظاہرہ کیا

۱۰۸۰ ۱۱ اصباہ ج ۳ ص ۵۹۵ (رقم: ۸۹۱۸) از رشاطی بلا اسناد۔

۱۰۸۱ ”صحیح السیرۃ النبویہ“ ابراہیم اعلیٰ ص ۲۵۱۔

۱۰۸۲ احمد ج ۶ ص ۷۷۷ ح ۲۶۶ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (بلا تبصرہ حاکم و ذہبی) ابن اسحاق ”السیرۃ النبویہ“ (مصحف) ج ۲ ص ۲۹۴۔

طہ انی ”اللبیہ“ ج ۲ ص ۶۱ ”الفتح الربانی“ ج ۴ ص ۱۰۹۔ ۱۱۰ میں سعاتی نے کہا ہے: اس کی سند جید ہے۔ ابو داؤد: ۳۹۳۱ بہ سند حسن۔

آپ کی توجہ کے طالب ہو کر جب ان کا کہنے والا کہہ رہا تھا: اے اللہ کے رسول! ہم پر احسان اور کرم فرمائیے ہم نعمتوں کے انکار کے وقت ان پر مشکور ہوتے ہیں اور ہمارا شکر یہ بڑھتا رہتا ہے کبھی ختم نہیں ہوتا، اے وہ بہترین شخص جس کی سواری سے کیت، اچیل گھوڑے سخت جنگ کے دوران حملہ کرتے ہوئے اتر کر چلتے ہیں،

ہم آپ سے ایسے غفور و درگزر کے امیدوار ہیں جو لوگوں کی نامعقول باتوں کی پردہ پوشی کر دے، اے ٹھنڈے میٹھے پانی کے گھاٹ!

آپ درگزر فرمائیں، اللہ آپ کو اس پر قیامت کے دن غفور و درگزر سے نوازے، جبکہ انسان ندامت میں ہوں، ان خواتین پر احسان فرمائیں جنہوں نے آپ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا، آپ مخلوق میں ان کی حفاظت کے زیادہ حق دار ہیں،

اس وقت آپ نے کس قدر منت لگائی اور انعام فرمائے اور آپ کے احسان کے فیض عام کتنا اظہار ہوا

آپ نے ان کو پانچ کروڑ عطا فرمائے، یہ دن آپ کے فیض عام کی وسعت کا دن تھا

یہ آپ کی ایسی جود و سخا تھی کہ کسی صاحب جود و سخا نے آج تک ایسی سخاوت اور کرم کا مظاہرہ نہیں کیا، قیصر و کسریٰ بھی آپ کی عطا کو نہیں پہنچتے، آپ کو کمی کا کوئی خدشہ اور اندیشہ نہ تھا،

آپ نے پردہ دار خواتین، طویل القامت جی دار تیغ زن مرد (آزاد کیے) اور ہزاروں نعمتیں عطا فرما رہے تھے۔

صحیح البخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ کے پاس بحرین (بصرہ اور عمان کے درمیان

علاقہ) سے مال لایا گیا، آپ نے فرمایا: اسے مسجد میں ڈال دو۔ دراہم کی صورت میں لایا جانے والا یا باہر سے لایا

جانے والا یہ سب سے زائد مال تھا (یہ اس کے منافی نہیں کہ خیبر میں آپ کو اس سے زائد ملا تھا) آپ مسجد کی طرف

تشریف لائے، مال کی طرف توجہ نہ فرمائی، جب نماز ادا کر چکے مال کے پاس آ کر بیٹھ گئے، جو بھی نظر آیا اسے عطا

فرمایا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! مجھے عطا فرمائیں میں نے (غزوہ بدر کے موقع پر) اپنا

اور عقیل کا فدیہ دیا ہے، آپ نے فرمایا: لے لو، انہوں نے اپنے کپڑے میں بھر لیا اور اسے اٹھا نہ سکے، کہنے لگے:

یا رسول اللہ! کسی کو حکم دیں اسے میرے اوپر رکھ دے، آپ نے فرمایا: نہیں، عرض کیا تو پھر آپ ہی اٹھوالیں، آپ

نے فرمایا: نہیں، حضرت عباس نے اس میں کچھ کم کر دیا پھر اٹھانے لگے نہ اٹھا سکے، پھر درخواست کی: یا رسول اللہ! کسی

کو حکم دیں مجھ سے اٹھوالے، آپ نے فرمایا: نہیں، کہا: آپ ہی اسے اٹھوالیں، آپ نے فرمایا: نہیں، انہوں نے اس

میں سے اور کم کر دیا پھر اسے اپنے کندھے پر ڈال دیا۔ ابن کثیر کہتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ دراز قد، طاقت ور

انسان تھے، چالیس ہزار کے قریب دراہم اٹھا کر چلے، رسول اللہ ﷺ ان کو برابر دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ نظروں

سے اوجھل ہو گئے، آپ ان کے حرص پر تعجب فرما رہے تھے، آپ وہاں سے اس وقت تک نہ اٹھے جب تک ایک

درہم باقی رہا۔ ۱۰۸۳

۱۰۸۳ صحیح حدیث۔ بخاری: ۳۱۶۵، از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے یہ ایک لاکھ درہم تھے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے یہ رقم بحرین کے خراج کی مد میں بھیجی تھی یہ پہلا مال تھا جو آپ کی خدمت میں لایا گیا تھا۔

حضور ﷺ کبھی مال فقراء پر خرچ فرماتے کبھی محتاجوں پر کبھی راہِ خدا میں اور کبھی غیر مسلموں اور نو مسلموں کی تالیفِ قلوب پر خرچ فرماتے تھے۔ ایسی عطا فرماتے کہ قیصر و کسریٰ بھی ایسی عطا سے عاجز رہیں خود فقراء جیسی زندگی بسر فرماتے تھے اور کبھی اپنے شکم پر پتھر باندھتے تھے آپ فراخی اور تنگی ہر حال میں گزر بسر فرماتے تھے اور یہ چیز مذکور الصدر اقوال اور احوال کے منافی نہیں ہے۔

”فتح الباری“ میں ہے طبری نے کہا: آپ کی حالت فقر عذر یا تنگدستی کے باعث نہ تھی۔ ”شعب الایمان“ میں حلیمی کا یہ قول منقول ہے کہ آپ کی عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کا ایسا وصف نہ بیان کیا جائے جو لوگوں کے نزدیک کم تر ہو اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیر نہیں کہا جائے گا بعض حضرات آپ پر زہد کے اطلاق کے بھی انکاری ہیں قاضی عیاض نے ”الشفاء“ میں ذکر کیا ہے اور ان سے تقی السبکی نے نقل کیا ہے کہ فقہاء اندلس نے صالح الطلیطی کے قتل اور سولی پر لٹکانے کا فتویٰ دیا اس نے نبی ﷺ کو یتیم کا نام دیا اور یہ کہا کہ آپ کا زہد اختیاری نہیں اضطراری تھا اگر آپ عمدہ غذاؤں پر قادر ہوتے تو تناول کرتے۔

شیخ بدر الدین الزرکشی نے اسے شیخ تقی الدین السبکی سے نقل کیا ہے اور انہوں نے ”التوشیح“ کہا ہے نبی ﷺ مال کے اعتبار سے بالکل فقیر نہ تھے نہ ہی آپ کی حالت فقیرانہ تھی بلکہ آپ غنی ترین انسان تھے اپنے ذاتی اخراجات اور اہل و عیال کے اخراجات کے لیے آپ کے پاس وسائل کی کمی نہ تھی آپ کی دعا تھی: اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ۔<sup>۱۰۸۴</sup> اس سے دل کی عاجزی مراد ہے وہ مسکینی مراد نہیں جس میں آدمی ایک ایک لقمے کا محتاج ہوتا ہے جو اس کے خلاف کہتا ہو وہ سخت غلطی پر ہے۔

اسے ”المواہب“ میں علامہ قسطلانی نے نقل کیا ہے علامہ زرقانی نے ”الشفاء“ کی شرح میں کہا ہے: یہ نہایت عمدہ اور بہترین توجیہ ہے مشہور قول ”الفقر فخری وبہ افتخر“ کے بارے میں حافظ ابن حجر العسقلانی اور حافظ ابن تیمیہ نے کہا ہے: یہ باطل موضوع ہے۔<sup>۱۰۸۵</sup>

بعض ہم عصر علماء نے کہا ہے: اگر ہم اس قول کو بالفرض درست تسلیم کر لیں<sup>۱۰۸۶</sup> تو اس کا مطلب ہے کہ فقر پر فخر اور اسے مالداری پر ترجیح ابتدائے اسلام اور ہجرت کے فوراً بعد کا معاملہ ہے اس وقت مالداری اور ثروت ممکن نہ تھی اور یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ راہِ خدا میں فقر و فاقہ معراجِ زندگی ہے اور اپنے ملک اور وطن کی خاطر

<sup>۱۰۸۴</sup> حسن بشواہد۔ ترمذی: ۲۳۵۳ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث غریب ہے۔

ابن ماجہ: ۴۱۲۶ از ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ اس کے اسناد میں ابوالہبارک مجہول اور یزید بن سنان ضعیف راوی ہے۔ حاکم ج ۲

س ۳۲۲ حاکم اور ذہبی دونوں نے اس کو صحیح کہا ہے۔ بیہقی ”شعب الایمان“: ۱۰۵۰۶۔

<sup>۱۰۸۵</sup> موضوع حدیث۔ ابن تیمیہ ”الموضوعات“ ص ۳۷ رقم: ۱۳۔ سخاوی ”القاصد الحسین“: ۴۵۔ شیخ ابن تیمیہ نے اس روایت کو جھوٹ

اور حافظ ابن حجر نے باطل موضوع کہا ہے۔ (کشف الخفاء ج ۲ ص ۸۷) العجلونی۔

<sup>۱۰۸۶</sup> موضوع کو فرض کرنا چہ معنی دارد؟

یہ مصائب برداشت کرنا موجب فخر و شرف ہوتا ہے اور بانیان ملک کے لیے تنگی اور ترشی میں زندگی بسر کرنا باعث افتخار ہوتا ہے۔

بعد میں جب بکثرت فتوحات ہوئیں، خلفاء راشدین کے پاس کثیر مال جمع ہونے لگا، خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اتنا مال آیا کہ آپ اس وقت خوف زدہ ہو گئے جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پانچ لاکھ درہم لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المال میں اتنا مال جمع ہونے لگا کہ سالانہ چالیس ہزار اونٹ سامان لانے لگے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۱۸) چالیس ہزار اونٹ پورے ساز و سامان اور خدمت گاروں سمیت یقیناً بڑی چیز ہے۔ وسیع مال داری اور عظیم مملکت کی علامت ہے۔

”طبقات ابن سعد“ ہی میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر روز اپنے دسترخوان کے لیے بیس اونٹ نحر کرتے تھے۔ (ج ۳ ص ۲۲۷) یہ بھی فراخ دستی اور خوش حالی کی دلیل ہے۔ آج کے کسی بڑے سے بڑے حکمران کے لیے بھی ممکن نہیں کہ اس کا دسترخوان اتنا وسیع ہو کہ روانہ بیس جوان اونٹوں کا گوشت پیش کیا جائے۔ یقیناً اللہ ہی مالک، قیوم اور فتاح ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا (الفاطر: ۲) اسے کوئی روکنے والا نہیں۔

اب ہم نبی ﷺ کے عہد مبارک میں موجود دیگر پیشوں کے ذکر کی طرف آتے ہیں۔

## رنگائی کا کام کرنے والے (رنگریز)

”سنن ابن ماجہ“ میں ابواب التجارات کے باب الصناعات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے جھوٹے لوگ رنگریز اور سنار ہیں۔ ۱۰۸۷؎ ”النہایہ“ میں ہے یہ لوگ وعدوں کے ذریعہ مال مٹول کرتے رہتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے چکنی چپڑی باتیں کرنے والے اور بول بچن دینے والے لوگ مراد ہیں جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔

## درآمد کنندگان

”سنن ابن ماجہ“ میں ”باب الحکرة والجلب“ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: باہر سے مال لانے والا رزق پانے والا اور ذخیرہ اندوز ملعون ہے۔ ۱۰۸۸؎

۱۰۸۷؎ موضوع حدیث۔ ابن ماجہ: ۲۱۵۲، تخریج قبل ازیں گزر چکی ہے۔ (سلسلة الاحادیث الضعیفہ: ۱۴۴) ۱۰۸۸؎ ضعیف حدیث۔ ابن ماجہ: ۲۱۵۳، حاکم ج ۲ ص ۱۱۱ از عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ ذہبی نے ”الخصیص“ میں علی بن سالم کو اور بوصیری نے ”التروائد“ میں اس حدیث کے دوسرے راوی علی بن زید بن جعدان کو ضعیف کہا ہے۔ العقیلی نے اسے ”الضعفاء الکبیر“ میں نقل کیا ہے۔ البانی نے ”ضعیف سنن ابن ماجہ“ ۴۷۱: میں اس کو ضعیف کہا ہے۔

ابن قیم الجوزیہ کی ”الطرق الحکمیة“ میں ہے نبی ﷺ کے عہد مبارک میں جو غلہ فروش باہر سے غلہ لاتا اس سے خواہش مند خود جا کر خریدتے درمیان میں دلال نہ ہوتے تھے اسی لیے حدیث میں آیا ہے: باہر سے مال لانے والا رزق پانے والا ہے اور ذخیرہ اندوز ملعون ہے۔

## شام سے بحری راستہ سے تجارت کرنے والے صحابہ کرام

امام بخاری نے کتاب البیوع میں کہا ہے: ”باب التجارة فی البحر“ ”مطرنے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں قرآن مجید میں حق ہی مذکور ہے پھر یہ آیت تلاوت کی:

وَتَرَى الْفُلْکَ مَوَاجِدَ فِیْهِ وَتَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِہ

اور (اے مخاطب!) سمندر میں تو کشتیاں دیکھتا ہے جو پانی چیر کر اس میں چلتی ہیں اور (یہ) اس لیے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ (نحل: ۱۳)

مجاہد نے کہا: ہوا کشتیوں کو چلاتی ہے اور سمندری ہوا کا مقابلہ بڑی بڑی کشتیاں اور بحری جہاز ہی کر سکتے ہیں۔<sup>۱۰۸۹</sup>

ابن الجوزی نے ”تلبیس ابلیس“ میں سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما اور دیگر شام سے بحری تجارت کرتے تھے۔ ابن القیم نے ”بدائع الفوائد“ میں امام احمد کے حوالہ سے یہی ذکر کیا ہے۔ (ج ۴ ص ۷۴) مزید تفصیل کے لیے گذشتہ اوراق میں بحری بیڑے کا عنوان ملاحظہ کریں۔

## چمڑے کورنگنے والا (دباغ)

ابن الورید نے ”الوشاح“ میں باب الصناعات میں دباغ کے زیر عنوان الحرث بن صیرہ رضی اللہ عنہ کو ذکر کیا ہے۔ ”الاستیعاب“ میں ہے ابووداعہ الحارث بن صیرہ بن سعید بن سعد بن نہم رضی اللہ عنہ اور ان کا بیٹا فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔<sup>۱۰۹۰</sup>

## کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں اور چٹائیاں بنانے والے (الخواص)

حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا یہی پیشہ تھا مدائن کی گورنری کے دوران بھی آپ ٹوکریاں اور چٹائیاں بنا کر گزربہ کرتے اور کہتے تھے: مجھے وظیفے کے بدلے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زندگی بسر کرنا زیادہ محبوب ہے۔<sup>۱۰۹۱</sup> (الاستیعاب)

۱۰۸۹۔ شیخ البخاری ج ۳ ص ۹ ”باب التجارة فی البحر“ (۱۰) رقم ۲۰۶۳ سے قبل۔

۱۰۹۰۔ ”الاستیعاب“ علی ہامش ”اصابہ“ ج ۳ ص ۲۱۸۔

۱۰۹۱۔ ”الاستیعاب“ علی ہامش ”اصابہ“ ج ۲ ص ۵۶۔ ۶۱۔



”الاصابہ“ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ جب آپ کو وظیفہ ملتا آپ اسے صدقہ کر دیتے اور کھجور کے پتوں سے چٹائیاں بناتے اور اس کی آمدنی سے گزر بسر کرتے تھے۔<sup>۱۰۹۲</sup>

## تیراک

”الاصابہ“ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام احمر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ابن مندہ نے عمران النخلی کے طریق سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام احمر سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: ہم غزوہ میں گئے میں کسی وادی یا نہر سے لوگوں کو پار کرانے لگا، نبی ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: آج کے دن تو تم کشتی ہو۔<sup>۱۰۹۳</sup> اسے المائینی نے ”النخلی“ کے تذکرہ میں نقل کیا ہے۔

امام حافظ ابو مہدی عیسیٰ بن سلیمان الریمی الاندلسی المالقی نزیل دمشق نے اپنی کتاب ”الجامع لمافی المصنفات الجوامع“ من اسماء الصحابة الاعلام اولی الفضل والاقدام“ میں اپنی سند سے رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں ایک غزوہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا ہم کسی وادی یا نہر سے گزرے میں لوگوں کو پار کرانے لگا، نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: آج تو تم کشتی بنے ہوئے ہو۔<sup>۱۰۹۴</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت سعد بن عبادہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ آپ دور جاہلیت میں عربی میں لکھتے تھے بہترین تیراک اور تیر انداز تھے آپ کو کامل کہا جاتا تھا۔<sup>۱۰۹۵</sup>

”الاصابہ“ ہی میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں ہے بیت اللہ سیلاب میں گھر گیا تو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے تیر کر طواف کیا۔<sup>۱۰۹۶</sup>

## فائدہ

سیرت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے مدینہ میں (ایام طفولیت میں) بنو عدی بن النجار کے کنوئیں میں خوب تیرنا سیکھا۔ زرقانی نے ”شرح المواہب“ میں کہا ہے: حافظ سیوطی نے اس سے نبی ﷺ کے تیراک ہونے پر استدلال کیا ہے اس سے انہوں نے اپنے ان معاصرین کا رد کیا ہے جو آپ کے تیراک ہونے کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں: حضور ﷺ نے سمندر کا سفر نہیں کیا اور حرمین

<sup>۱۰۹۲</sup> ”الاصابہ“ ج ۲ ص ۶۲-۶۳ رقم: ۳۳۵۷ تذکرہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۰۹۳</sup> ضعیف حدیث۔ ابن مندہ المائینی ”المؤتلف“ از طریق عمران النخلی از احمر مولیٰ ام سلمہ رضی اللہ عنہا (الاصابہ ج ۱ ص ۲۳ رقم: ۵۰)

ابن ابی حاتم نے ”المخرج والتعذیل“ (ج ۶ ص ۳۰۰) میں عمران النخلی کو بلا جرح و تعدیل ذکر کیا ہے۔

<sup>۱۰۹۴</sup> الاصابہ ج ۲ ص ۵۸ رقم: ۳۳۲۵۔

<sup>۱۰۹۵</sup> الاصابہ ج ۲ ص ۳۰ رقم: ۳۱۷۳۔

<sup>۱۰۹۶</sup> ابن ابی الدنیا از طریق لیث بن مجاہد (الاصابہ ج ۲ ص ۳۱۰-۳۱۱ رقم: ۴۶۸۲)۔



میں سمندر (دریا) نہیں ہے۔

حافظ سیوطی نے کہا ہے: ابن القاسم البغوی اور ابن عسا کر نے مرسلہ اور ابن شاہین نے موصولہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر شخص اپنے ساتھی کی طرف تیرے۔ نبی ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف تیر کر گئے یہاں تک کہ ان سے معانقہ کیا اور فرمایا: میں اور میرا ساتھی میں اور میرا ساتھی۔<sup>۱۰۹۷</sup> (السیرۃ الحلبیۃ مع الرسالة العلمیۃ للتحفیح ج ۱ ص ۱۹۲)

ابن مندہ نے از طریق اسماعیل بن عیاش از سلیم بن عمرو الانصاری از بکر بن عبد اللہ بن ربیع الانصاری روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو تیرا کی اور تیرا اندازی سکھاؤ۔<sup>۱۰۹۸</sup>

حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں بکر بن عبد اللہ اور اسماعیل کے تذکرہ میں کہا ہے: یہ جب کسی دوسرے شہر کے راوی سے روایت کریں وہ روایت ضعیف ہوتی ہے اور یہ روایت ایسی ہی ہے اور اس کا شیخ غیر معروف ہے۔

(ج ۱ ص ۱۸۰)

اس حدیث کو ”الجامع الصغیر“ میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے ”اپنی اولاد کو تیرا کی اور تیرا اندازی سکھاؤ“ عورت کا بہترین تفریحی مشغلہ سوت کا تنا ہے اور جب تجھے والدین بلائیں تو ماں کو جواب دو۔<sup>۱۰۹۹</sup> اسے ابن مندہ نے ”المعرفة“ میں ابوموسیٰ نے ”الذیل“ میں اور دیلمی نے ”مسند الفردوس“ میں بکر بن عبد اللہ بن ربیع الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ علامہ المناوی نے ”التیسیر“ میں کہا ہے: اس حدیث کا اسناد ضعیف ہے لیکن اس کے شواہد ہیں۔ ”الجامع“ میں یہ حدیث ان الفاظ سے بھی مروی ہے ”اپنی اولاد کو تیرا کی اور تیرا اندازی اور عورت کو سوت کا تنا سکھاؤ۔“<sup>۱۱۰۰</sup> اسے بیہقی کے حوالہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ”التیسیر“ میں تیرا کی کے بارے میں کہا ہے: یہ ہلاکت سے بچانے والی چیز ہے۔ فتح القدیر میں ہے ابو ہاشم العونی سے کہا گیا: آپ کہاں مصروف تھے؟ کہا: ایسی تعلیم میں مصروف تھا جو بھولتی نہیں اور کوئی جاندار اس سے مستغنی نہیں ہے کہا گیا: وہ کیا ہے؟ کہا: تیرا کی کیونکہ ایسے حضرات تو موجود ہیں جن سے لکھا جاتا ہے لیکن ایسے لوگ نہیں ہیں جن سے تیرنا سیکھا جائے۔

نسائی، بزار، بغوی، باوردی، طبرانی، ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم القراب نے اپنی کتاب ”فضل الرمی“ میں ابونعیم، بیہقی اور الضیاء نے عطاء بن رباح سے روایت کیا ہے عطاء کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت جابر بن عمیر الانصاری رضی اللہ عنہم کو دیکھا باہم تیرا اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے ان میں سے ایک تھک کر

<sup>۱۰۹۷</sup> ضعیف حدیث۔ مرسل اور موصول دونوں حالتوں میں ضعیف ہے۔

<sup>۱۰۹۸</sup> ضعیف حدیث۔ از عبد اللہ بن ربیع۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۱۶۳ رقم ۷۲۹)۔

<sup>۱۰۹۹</sup> ضعیف حدیث۔ ابن مندہ ”المعرفة“ ابوموسیٰ ”الذیل“ دیلمی ”الفردوس“ از بکر بن عبد اللہ بن ربیع الانصاری۔ ضعیف الجامع الصغیر: ۳۷۲۶۔ (سلسلة الاحادیث الضعیفہ: ۳۸۷۶)

<sup>۱۱۰۰</sup> نہایت ضعیف حدیث۔ بیہقی ”شعب الایمان“ از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ ضعیف الجامع الصغیر: ۳۷۲۷۔ (سلسلة الاحادیث الضعیفہ: ۳۸۷۷)

بیٹھ گئے تو دوسرے نے کہا: تم سست پڑ گئے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ذکرِ الہی کے ماسواہر شے لغو اور بھول ہے سوائے چار کاموں کے، نشانہ بازی، گھوڑے کی تربیت، اپنے اہل کے ساتھ دل لگی اور تیراکی سیکھنا۔<sup>۱۱۰۱</sup>

اسحاق بن ابراہیم القراب نے مکحول کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شام والوں کو لکھا: اپنی اولاد کو تیراکی اور شہ سواری سکھاؤ۔  
القراب نے سلیمان التیمی سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ آدمی تیراک اور تیر انداز ہو۔<sup>۱۱۰۲</sup>

اس سلسلہ میں ”الدر المثور“ میں آیت کریمہ: **وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ** (الانفال: ۶۰) کی تفسیر میں حافظ سیوطی کا رسالہ ”الباحۃ فی فضل السباحۃ“ اور ”الاکلیل“ میں سورہ یوسف کی آیت کریمہ: **إِنَّا ذَكَّيْنَاهُ يُسُوفُ** (یوسف: ۱۷) کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔ اس میں دوڑ کے مقابلوں، جسمانی ورزشوں، سواری کے جانوروں کی تربیت اور دیگر تمام ضروری مشقوں کا ذکر شامل ہے۔

## پانی کی خرید و فروخت

”الاصابہ“ میں بیر رومہ کے مالک رومۃ الغفاری کے تذکرہ میں ابو سلمہ بشر بن بشیر الاسلمی کی اپنے والد سے روایت میں ہے: جب مہاجرین مدینہ طیبہ میں آئے انہیں وہاں کا پانی پسند نہ آیا، بنو غفار کے ایک شخص کا چشمہ تھا جسے بیر رومہ کہتے تھے وہ ایک مد کے عوض پانی کا مشکیزہ دیتے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اسے جنت کے چشمہ کے بدلہ میں میرے ہاتھ بیچ دو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے اور میرے اہل و عیال کا اس کے علاوہ کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو آپ نے اسے پینتیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔<sup>۱۱۰۳</sup>

۱۱۰۱ جید الاسناد حدیث۔ نسائی ”عشرۃ النساء“ (ج ۲ ص ۷۷) ابو نعیم ”احادیث ابی القاسم اسم“ ص ۱۷-۱۸ طبرانی ”الکبیر“ ۱۷۸۵  
از جابر بن عبد اللہ جابر بن عمیر رضی اللہ عنہما۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۵ ص ۲۶۹) میں کہا ہے: اس حدیث کو طبرانی نے ”الادسط“ (حدیث: ۲۲۹) ”مجمع البحرین“ اور ”الکبیر“ میں اور بزاز (حدیث: ۷۰۴) نے روایت کیا ہے عبد الوہاب بن بخت کے علاوہ طبرانی کے راوی صحیح کے راوی ہیں عبد الوہاب بھی ثقہ ہے۔

۱۱۰۲ ضعیف حدیث۔ قراب از سلیمان التیمی مرسل۔

۱۱۰۳ ضعیف حدیث۔ بغوی ”ابن شامین“ (الاصابہ ج ۱ ص ۵۴۰ رقم: ۲۷۷۱) طبرانی ”الکبیر“ ج ۲ ص ۱۲۶ از طریق ابان۔ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۳ ص ۱۲۹) میں کہا ہے: اس کے اسناد میں عبد الحمٰدی بن عبد السّاور ضعیف راوی ہے۔

## شکار اور شکار کی اقسام

### کتوں سے شکار کرنے والے

”صحیح البخاری“ میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: ہم شکاری لوگ ہیں، کتوں کے ذریعہ شکار کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: جب تو نے تربیت یافتہ کتا چھوڑا اور اللہ کا نام لیا تو اس نے جس شکار کو تیرے لیے روک لیا اسے کھالے اگر کتے نے اس میں سے کھایا ہے تو پھر مت کھانا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس نے شکار اپنے لیے روکا ہے اور اگر تیرے کتے کے ساتھ کسی دوسرے کا کتا بھی شامل ہو جائے تو مت کھانا۔<sup>۱۱۰۴</sup>

### باز سے شکار کرنے والے

”جامع الترمذی“ میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے باز سے شکار کرنے کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: جس شکار کو اس نے تیرے لیے روکا اسے کھالے۔<sup>۱۱۰۵</sup>

### نیزہ سے شکار کرنے والے

”صحیح مسلم“ میں حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی ﷺ کے ہمراہ تھے مکہ مکرمہ کے راستہ میں وہ اپنے محرم ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے وہ خود غیر محرم (بغیر احرام کے) تھے انہوں نے گور خر کو دیکھا تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے میرا چابک دے دو انہوں نے انکار کر دیا، پھر نیزہ دینے کو کہا: انہوں نے وہ بھی نہ دیا (کیونکہ وہ حالت احرام میں تھے) ابوقادہ نے نیزہ لیا اور گور خر کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا، اسے ذبح کیا، نبی ﷺ کے بعض اصحاب نے اس کا گوشت کھایا اور بعض نے نہ کھایا، پھر یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے پاس جا پہنچے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: یہ کھانا تھا جو اللہ تعالیٰ نے تم کو کھلایا۔ مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ باقی ہے؟ انہوں نے کہا: اس کی ایک ٹانگ ہے رسول اللہ ﷺ نے اسے لے کر تناول فرمایا۔<sup>۱۱۰۶</sup>

۱۱۰۴ صحیح حدیث۔ بخاری: ۵۳۷۷-۵۳۹۷، مسلم: ۱۹۲۹، ابوداؤد: ۲۸۳۷، ترمذی: ۱۴۶۵، نسائی ج ۷ ص ۱۸۲۵، ابن ماجہ: ۳۲۱۵، طبرانی: ۱۰۳۱-۱۰۳۲، احمد ج ۴ ص ۲۵۸-۲۷۷، ۳۸۰، طبرانی ”الکبیر“ ج ۷ ص ۴۰۵، ابن حبان: ۵۸۸۱، بغوی ”شرح السنۃ“ ج ۲ ص ۲۷۷، از عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ۔

۱۱۰۵ صحیح حدیث۔ ترمذی: ۱۴۶۷، از عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ۔

۱۱۰۶ صحیح حدیث۔ بخاری: ۱۸۲۳-۲۹۱۳، ۵۳۹۰-۵۳۹۲، مسلم: ۱۱۹۶، شافعی ج ۱ ص ۳۲۱، عبد الرزاق: ۸۳۳۸، حمیدی: ۴۲۴، احمد ج ۵ ص ۳۰۱، ترمذی: ۸۳۷، نسائی ج ۵ ص ۱۸۲، طحاوی: ”مشکل الآثار“ ج ۲ ص ۱۷۳، ابن حبان: ۳۹۷۵، بغوی ”شرح السنۃ“ ج ۱ ص ۱۹۸۸، ابی قتادہ بن ربیع رضی اللہ عنہ۔

## تیر سے شکار

”صحیح مسلم“ میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے نبی ﷺ سے شکار کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جب تو تیر پھینکے تو اللہ کا نام لے پھر اگر تم شکار کو تیر کے ذریعہ مرا ہو دیکھو تو کھاؤ اگر شکار پانی میں گرے تو مت کھانا کیونکہ تجھے نہیں معلوم یہ تیرے تیر سے مراد ہے یا پانی میں گرنے سے مراد ہے۔<sup>۱۱۰۷</sup>

## معراض کا شکار

”معراض“ تیر کا درمیانی موٹا حصہ ایک قول کے مطابق اس کی ایک طرف لو ہالگا ہوتا ہے جس سے شکار کرتے ہیں۔ ”صحیح مسلم“ میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے نبی ﷺ سے معراض سے شکار کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا: جب شکار کو تیر کی سائیڈ جا کر لگے (نوک نہ لگے) اور شکار مر جائے اسے مت کھانا کیونکہ وہ وقینہ ہے<sup>۱۱۰۸</sup> (یعنی وہ مردار ہے کہ اس سے خون نہیں نکلا ہے)۔

## ہاتھ سے شکار

”صحیح مسلم“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم جارہے تھے ہمیں ایک خرگوش نظر آیا میں نے دوڑ کر اس کو پکڑ لیا میں اسے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا انہوں نے اسے ذبح کیا پھر میں اس کی ران اور ران کا بالائی حصہ نبی ﷺ کی خدمت میں لایا آپ نے اسے قبول فرمالیا۔<sup>۱۱۰۹</sup>

## دیگر آلات سے شکار

ابن عطیہ نے اپنی تفسیر میں ارشاد ربانی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُبْلِغْكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ

الصَّيْدِ تَنَالَهُ أَيْدِيكُمْ وَهِيَ مَأْكُومٌ. (المائدہ: ۹۳)

اے ایمان والو! اللہ کچھ (ایسے) شکار سے تمہیں

ضرور آزمائے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے

نیزے پہنچ سکیں گے۔

۱۱۰۷ صحیح حدیث۔ بخاری: ۱۷۵۰-۲۰۵۳-۵۲۷۶-۵۲۸۳-۵۳۸۷ مسلم: ۱۹۲۹ (۷۲۲) ابوداؤد: ۲۸۴۹-۲۸۵۰ ترمذی:

۱۳۶۹ نسائی ج ۷ ص ۱۷۹-۱۸۰ ابن ماجہ: ۲۳۱۳ حیدری: ۹۱۴-۹۱۵-۹۱۷ احمد ج ۳ ص ۲۵۸۲۲۵۶-۲۵۸۳۲۵۷-۲۵۸۴۲۵۸-۲۵۸۵۲۵۹-۲۵۸۶۲۵۹-۲۵۸۷۲۵۹-۲۵۸۸۲۵۹-۲۵۸۹۲۵۹-۲۵۹۰۲۵۹-۲۵۹۱۲۵۹-۲۵۹۲۲۵۹-۲۵۹۳۲۵۹-۲۵۹۴۲۵۹-۲۵۹۵۲۵۹-۲۵۹۶۲۵۹-۲۵۹۷۲۵۹-۲۵۹۸۲۵۹-۲۵۹۹۲۵۹-۲۶۰۰۲۵۹-۲۶۰۱۲۵۹-۲۶۰۲۲۵۹-۲۶۰۳۲۵۹-۲۶۰۴۲۵۹-۲۶۰۵۲۵۹-۲۶۰۶۲۵۹-۲۶۰۷۲۵۹-۲۶۰۸۲۵۹-۲۶۰۹۲۵۹-۲۶۱۰۲۵۹-۲۶۱۱۲۵۹-۲۶۱۲۲۵۹-۲۶۱۳۲۵۹-۲۶۱۴۲۵۹-۲۶۱۵۲۵۹-۲۶۱۶۲۵۹-۲۶۱۷۲۵۹-۲۶۱۸۲۵۹-۲۶۱۹۲۵۹-۲۶۲۰۲۵۹-۲۶۲۱۲۵۹-۲۶۲۲۲۵۹-۲۶۲۳۲۵۹-۲۶۲۴۲۵۹-۲۶۲۵۲۵۹-۲۶۲۶۲۵۹-۲۶۲۷۲۵۹-۲۶۲۸۲۵۹-۲۶۲۹۲۵۹-۲۶۳۰۲۵۹-۲۶۳۱۲۵۹-۲۶۳۲۲۵۹-۲۶۳۳۲۵۹-۲۶۳۴۲۵۹-۲۶۳۵۲۵۹-۲۶۳۶۲۵۹-۲۶۳۷۲۵۹-۲۶۳۸۲۵۹-۲۶۳۹۲۵۹-۲۶۴۰۲۵۹-۲۶۴۱۲۵۹-۲۶۴۲۲۵۹-۲۶۴۳۲۵۹-۲۶۴۴۲۵۹-۲۶۴۵۲۵۹-۲۶۴۶۲۵۹-۲۶۴۷۲۵۹-۲۶۴۸۲۵۹-۲۶۴۹۲۵۹-۲۶۵۰۲۵۹-۲۶۵۱۲۵۹-۲۶۵۲۲۵۹-۲۶۵۳۲۵۹-۲۶۵۴۲۵۹-۲۶۵۵۲۵۹-۲۶۵۶۲۵۹-۲۶۵۷۲۵۹-۲۶۵۸۲۵۹-۲۶۵۹۲۵۹-۲۶۶۰۲۵۹-۲۶۶۱۲۵۹-۲۶۶۲۲۵۹-۲۶۶۳۲۵۹-۲۶۶۴۲۵۹-۲۶۶۵۲۵۹-۲۶۶۶۲۵۹-۲۶۶۷۲۵۹-۲۶۶۸۲۵۹-۲۶۶۹۲۵۹-۲۶۷۰۲۵۹-۲۶۷۱۲۵۹-۲۶۷۲۲۵۹-۲۶۷۳۲۵۹-۲۶۷۴۲۵۹-۲۶۷۵۲۵۹-۲۶۷۶۲۵۹-۲۶۷۷۲۵۹-۲۶۷۸۲۵۹-۲۶۷۹۲۵۹-۲۶۸۰۲۵۹-۲۶۸۱۲۵۹-۲۶۸۲۲۵۹-۲۶۸۳۲۵۹-۲۶۸۴۲۵۹-۲۶۸۵۲۵۹-۲۶۸۶۲۵۹-۲۶۸۷۲۵۹-۲۶۸۸۲۵۹-۲۶۸۹۲۵۹-۲۶۹۰۲۵۹-۲۶۹۱۲۵۹-۲۶۹۲۲۵۹-۲۶۹۳۲۵۹-۲۶۹۴۲۵۹-۲۶۹۵۲۵۹-۲۶۹۶۲۵۹-۲۶۹۷۲۵۹-۲۶۹۸۲۵۹-۲۶۹۹۲۵۹-۲۷۰۰۲۵۹-۲۷۰۱۲۵۹-۲۷۰۲۲۵۹-۲۷۰۳۲۵۹-۲۷۰۴۲۵۹-۲۷۰۵۲۵۹-۲۷۰۶۲۵۹-۲۷۰۷۲۵۹-۲۷۰۸۲۵۹-۲۷۰۹۲۵۹-۲۷۱۰۲۵۹-۲۷۱۱۲۵۹-۲۷۱۲۲۵۹-۲۷۱۳۲۵۹-۲۷۱۴۲۵۹-۲۷۱۵۲۵۹-۲۷۱۶۲۵۹-۲۷۱۷۲۵۹-۲۷۱۸۲۵۹-۲۷۱۹۲۵۹-۲۷۲۰۲۵۹-۲۷۲۱۲۵۹-۲۷۲۲۲۵۹-۲۷۲۳۲۵۹-۲۷۲۴۲۵۹-۲۷۲۵۲۵۹-۲۷۲۶۲۵۹-۲۷۲۷۲۵۹-۲۷۲۸۲۵۹-۲۷۲۹۲۵۹-۲۷۳۰۲۵۹-۲۷۳۱۲۵۹-۲۷۳۲۲۵۹-۲۷۳۳۲۵۹-۲۷۳۴۲۵۹-۲۷۳۵۲۵۹-۲۷۳۶۲۵۹-۲۷۳۷۲۵۹-۲۷۳۸۲۵۹-۲۷۳۹۲۵۹-۲۷۴۰۲۵۹-۲۷۴۱۲۵۹-۲۷۴۲۲۵۹-۲۷۴۳۲۵۹-۲۷۴۴۲۵۹-۲۷۴۵۲۵۹-۲۷۴۶۲۵۹-۲۷۴۷۲۵۹-۲۷۴۸۲۵۹-۲۷۴۹۲۵۹-۲۷۵۰۲۵۹-۲۷۵۱۲۵۹-۲۷۵۲۲۵۹-۲۷۵۳۲۵۹-۲۷۵۴۲۵۹-۲۷۵۵۲۵۹-۲۷۵۶۲۵۹-۲۷۵۷۲۵۹-۲۷۵۸۲۵۹-۲۷۵۹۲۵۹-۲۷۶۰۲۵۹-۲۷۶۱۲۵۹-۲۷۶۲۲۵۹-۲۷۶۳۲۵۹-۲۷۶۴۲۵۹-۲۷۶۵۲۵۹-۲۷۶۶۲۵۹-۲۷۶۷۲۵۹-۲۷۶۸۲۵۹-۲۷۶۹۲۵۹-۲۷۷۰۲۵۹-۲۷۷۱۲۵۹-۲۷۷۲۲۵۹-۲۷۷۳۲۵۹-۲۷۷۴۲۵۹-۲۷۷۵۲۵۹-۲۷۷۶۲۵۹-۲۷۷۷۲۵۹-۲۷۷۸۲۵۹-۲۷۷۹۲۵۹-۲۷۸۰۲۵۹-۲۷۸۱۲۵۹-۲۷۸۲۲۵۹-۲۷۸۳۲۵۹-۲۷۸۴۲۵۹-۲۷۸۵۲۵۹-۲۷۸۶۲۵۹-۲۷۸۷۲۵۹-۲۷۸۸۲۵۹-۲۷۸۹۲۵۹-۲۷۹۰۲۵۹-۲۷۹۱۲۵۹-۲۷۹۲۲۵۹-۲۷۹۳۲۵۹-۲۷۹۴۲۵۹-۲۷۹۵۲۵۹-۲۷۹۶۲۵۹-۲۷۹۷۲۵۹-۲۷۹۸۲۵۹-۲۷۹۹۲۵۹-۲۸۰۰۲۵۹-۲۸۰۱۲۵۹-۲۸۰۲۲۵۹-۲۸۰۳۲۵۹-۲۸۰۴۲۵۹-۲۸۰۵۲۵۹-۲۸۰۶۲۵۹-۲۸۰۷۲۵۹-۲۸۰۸۲۵۹-۲۸۰۹۲۵۹-۲۸۱۰۲۵۹-۲۸۱۱۲۵۹-۲۸۱۲۲۵۹-۲۸۱۳۲۵۹-۲۸۱۴۲۵۹-۲۸۱۵۲۵۹-۲۸۱۶۲۵۹-۲۸۱۷۲۵۹-۲۸۱۸۲۵۹-۲۸۱۹۲۵۹-۲۸۲۰۲۵۹-۲۸۲۱۲۵۹-۲۸۲۲۲۵۹-۲۸۲۳۲۵۹-۲۸۲۴۲۵۹-۲۸۲۵۲۵۹-۲۸۲۶۲۵۹-۲۸۲۷۲۵۹-۲۸۲۸۲۵۹-۲۸۲۹۲۵۹-۲۸۳۰۲۵۹-۲۸۳۱۲۵۹-۲۸۳۲۲۵۹-۲۸۳۳۲۵۹-۲۸۳۴۲۵۹-۲۸۳۵۲۵۹-۲۸۳۶۲۵۹-۲۸۳۷۲۵۹-۲۸۳۸۲۵۹-۲۸۳۹۲۵۹-۲۸۴۰۲۵۹-۲۸۴۱۲۵۹-۲۸۴۲۲۵۹-۲۸۴۳۲۵۹-۲۸۴۴۲۵۹-۲۸۴۵۲۵۹-۲۸۴۶۲۵۹-۲۸۴۷۲۵۹-۲۸۴۸۲۵۹-۲۸۴۹۲۵۹-۲۸۵۰۲۵۹-۲۸۵۱۲۵۹-۲۸۵۲۲۵۹-۲۸۵۳۲۵۹-۲۸۵۴۲۵۹-۲۸۵۵۲۵۹-۲۸۵۶۲۵۹-۲۸۵۷۲۵۹-۲۸۵۸۲۵۹-۲۸۵۹۲۵۹-۲۸۶۰۲۵۹-۲۸۶۱۲۵۹-۲۸۶۲۲۵۹-۲۸۶۳۲۵۹-۲۸۶۴۲۵۹-۲۸۶۵۲۵۹-۲۸۶۶۲۵۹-۲۸۶۷۲۵۹-۲۸۶۸۲۵۹-۲۸۶۹۲۵۹-۲۸۷۰۲۵۹-۲۸۷۱۲۵۹-۲۸۷۲۲۵۹-۲۸۷۳۲۵۹-۲۸۷۴۲۵۹-۲۸۷۵۲۵۹-۲۸۷۶۲۵۹-۲۸۷۷۲۵۹-۲۸۷۸۲۵۹-۲۸۷۹۲۵۹-۲۸۸۰۲۵۹-۲۸۸۱۲۵۹-۲۸۸۲۲۵۹-۲۸۸۳۲۵۹-۲۸۸۴۲۵۹-۲۸۸۵۲۵۹-۲۸۸۶۲۵۹-۲۸۸۷۲۵۹-۲۸۸۸۲۵۹-۲۸۸۹۲۵۹-۲۸۹۰۲۵۹-۲۸۹۱۲۵۹-۲۸۹۲۲۵۹-۲۸۹۳۲۵۹-۲۸۹۴۲۵۹-۲۸۹۵۲۵۹-۲۸۹۶۲۵۹-۲۸۹۷۲۵۹-۲۸۹۸۲۵۹-۲۸۹۹۲۵۹-۲۹۰۰۲۵۹-۲۹۰۱۲۵۹-۲۹۰۲۲۵۹-۲۹۰۳۲۵۹-۲۹۰۴۲۵۹-۲۹۰۵۲۵۹-۲۹۰۶۲۵۹-۲۹۰۷۲۵۹-۲۹۰۸۲۵۹-۲۹۰۹۲۵۹-۲۹۱۰۲۵۹-۲۹۱۱۲۵۹-۲۹۱۲۲۵۹-۲۹۱۳۲۵۹-۲۹۱۴۲۵۹-۲۹۱۵۲۵۹-۲۹۱۶۲۵۹-۲۹۱۷۲۵۹-۲۹۱۸۲۵۹-۲۹۱۹۲۵۹-۲۹۲۰۲۵۹-۲۹۲۱۲۵۹-۲۹۲۲۲۵۹-۲۹۲۳۲۵۹-۲۹۲۴۲۵۹-۲۹۲۵۲۵۹-۲۹۲۶۲۵۹-۲۹۲۷۲۵۹-۲۹۲۸۲۵۹-۲۹۲۹۲۵۹-۲۹۳۰۲۵۹-۲۹۳۱۲۵۹-۲۹۳۲۲۵۹-۲۹۳۳۲۵۹-۲۹۳۴۲۵۹-۲۹۳۵۲۵۹-۲۹۳۶۲۵۹-۲۹۳۷۲۵۹-۲۹۳۸۲۵۹-۲۹۳۹۲۵۹-۲۹۴۰۲۵۹-۲۹۴۱۲۵۹-۲۹۴۲۲۵۹-۲۹۴۳۲۵۹-۲۹۴۴۲۵۹-۲۹۴۵۲۵۹-۲۹۴۶۲۵۹-۲۹۴۷۲۵۹-۲۹۴۸۲۵۹-۲۹۴۹۲۵۹-۲۹۵۰۲۵۹-۲۹۵۱۲۵۹-۲۹۵۲۲۵۹-۲۹۵۳۲۵۹-۲۹۵۴۲۵۹-۲۹۵۵۲۵۹-۲۹۵۶۲۵۹-۲۹۵۷۲۵۹-۲۹۵۸۲۵۹-۲۹۵۹۲۵۹-۲۹۶۰۲۵۹-۲۹۶۱۲۵۹-۲۹۶۲۲۵۹-۲۹۶۳۲۵۹-۲۹۶۴۲۵۹-۲۹۶۵۲۵۹-۲۹۶۶۲۵۹-۲۹۶۷۲۵۹-۲۹۶۸۲۵۹-۲۹۶۹۲۵۹-۲۹۷۰۲۵۹-۲۹۷۱۲۵۹-۲۹۷۲۲۵۹-۲۹۷۳۲۵۹-۲۹۷۴۲۵۹-۲۹۷۵۲۵۹-۲۹۷۶۲۵۹-۲۹۷۷۲۵۹-۲۹۷۸۲۵۹-۲۹۷۹۲۵۹-۲۹۸۰۲۵۹-۲۹۸۱۲۵۹-۲۹۸۲۲۵۹-۲۹۸۳۲۵۹-۲۹۸۴۲۵۹-۲۹۸۵۲۵۹-۲۹۸۶۲۵۹-۲۹۸۷۲۵۹-۲۹۸۸۲۵۹-۲۹۸۹۲۵۹-۲۹۹۰۲۵۹-۲۹۹۱۲۵۹-۲۹۹۲۲۵۹-۲۹۹۳۲۵۹-۲۹۹۴۲۵۹-۲۹۹۵۲۵۹-۲۹۹۶۲۵۹-۲۹۹۷۲۵۹-۲۹۹۸۲۵۹-۲۹۹۹۲۵۹-۳۰۰۰۲۵۹-۳۰۰۱۲۵۹-۳۰۰۲۲۵۹-۳۰۰۳۲۵۹-۳۰۰۴۲۵۹-۳۰۰۵۲۵۹-۳۰۰۶۲۵۹-۳۰۰۷۲۵۹-۳۰۰۸۲۵۹-۳۰۰۹۲۵۹-۳۰۱۰۲۵۹-۳۰۱۱۲۵۹-۳۰۱۲۲۵۹-۳۰۱۳۲۵۹-۳۰۱۴۲۵۹-۳۰۱۵۲۵۹-۳۰۱۶۲۵۹-۳۰۱۷۲۵۹-۳۰۱۸۲۵۹-۳۰۱۹۲۵۹-۳۰۲۰۲۵۹-۳۰۲۱۲۵۹-۳۰۲۲۲۵۹-۳۰۲۳۲۵۹-۳۰۲۴۲۵۹-۳۰۲۵۲۵۹-۳۰۲۶۲۵۹-۳۰۲۷۲۵۹-۳۰۲۸۲۵۹-۳۰۲۹۲۵۹-۳۰۳۰۲۵۹-۳۰۳۱۲۵۹-۳۰۳۲۲۵۹-۳۰۳۳۲۵۹-۳۰۳۴۲۵۹-۳۰۳۵۲۵۹-۳۰۳۶۲۵۹-۳۰۳۷۲۵۹-۳۰۳۸۲۵۹-۳۰۳۹۲۵۹-۳۰۴۰۲۵۹-۳۰۴۱۲۵۹-۳۰۴۲۲۵۹-۳۰۴۳۲۵۹-۳۰۴۴۲۵۹-۳۰۴۵۲۵۹-۳۰۴۶۲۵۹-۳۰۴۷۲۵۹-۳۰۴۸۲۵۹-۳۰۴۹۲۵۹-۳۰۵۰۲۵۹-۳۰۵۱۲۵۹-۳۰۵۲۲۵۹-۳۰۵۳۲۵۹-۳۰۵۴۲۵۹-۳۰۵۵۲۵۹-۳۰۵۶۲۵۹-۳۰۵۷۲۵۹-۳۰۵۸۲۵۹-۳۰۵۹۲۵۹-۳۰۶۰۲۵۹-۳۰۶۱۲۵۹-۳۰۶۲۲۵۹-۳۰۶۳۲۵۹-۳۰۶۴۲۵۹-۳۰۶۵۲۵۹-۳۰۶۶۲۵۹-۳۰۶۷۲۵۹-۳۰۶۸۲۵۹-۳۰۶۹۲۵۹-۳۰۷۰۲۵۹-۳۰۷۱۲۵۹-۳۰۷۲۲۵۹-۳۰۷۳۲۵۹-۳۰۷۴۲۵۹-۳۰۷۵۲۵۹-۳۰۷۶۲۵۹-۳۰۷۷۲۵۹-۳۰۷۸۲۵۹-۳۰۷۹۲۵۹-۳۰۸۰۲۵۹-۳۰۸۱۲۵۹-۳۰۸۲۲۵۹-۳۰۸۳۲۵۹-۳۰۸۴۲۵۹-۳۰۸۵۲۵۹-۳۰۸۶۲۵۹-۳۰۸۷۲۵۹-۳۰۸۸۲۵۹-۳۰۸۹۲۵۹-۳۰۹۰۲۵۹-۳۰۹۱۲۵۹-۳۰۹۲۲۵۹-۳۰۹۳۲۵۹-۳۰۹۴۲۵۹-۳۰۹۵۲۵۹-۳۰۹۶۲۵۹-۳۰۹۷۲۵۹-۳۰۹۸۲۵۹-۳۰۹۹۲۵۹-۳۱۰۰۲۵۹-۳۱۰۱۲۵۹-۳۱۰۲۲۵۹-۳۱۰۳۲۵۹-۳۱۰۴۲۵۹-۳۱۰۵۲۵۹-۳۱۰۶۲۵۹-۳۱۰۷۲۵۹-۳۱۰۸۲۵۹-۳۱۰۹۲۵۹-۳۱۱۰۲۵۹-۳۱۱۱۲۵۹-۳۱۱۲۲۵۹-۳۱۱۳۲۵۹-۳۱۱۴۲۵۹-۳۱۱۵۲۵۹-۳۱۱۶۲۵۹-۳۱۱۷۲۵۹-۳۱۱۸۲۵۹-۳۱۱۹۲۵۹-۳۱۲۰۲۵۹-۳۱۲۱۲۵۹-۳۱۲۲۲۵۹-۳۱۲۳۲۵۹-۳۱۲۴۲۵۹-۳۱۲۵۲۵۹-۳۱۲۶۲۵۹-۳۱۲۷۲۵۹-۳۱۲۸۲۵۹-۳۱۲۹۲۵۹-۳۱۳۰۲۵۹-۳۱۳۱۲۵۹-۳۱۳۲۲۵۹-۳۱۳۳۲۵۹-۳۱۳۴۲۵۹-۳۱۳۵۲۵۹-۳۱۳۶۲۵۹-۳۱۳۷۲۵۹-۳۱۳۸۲۵۹-۳۱۳۹۲۵۹-۳۱۴۰۲۵۹-۳۱۴۱۲۵۹-۳۱۴۲۲۵۹-۳۱۴۳۲۵۹-۳۱۴۴۲۵۹-۳۱۴۵۲۵۹-۳۱۴۶۲۵۹-۳۱۴۷۲۵۹-۳۱۴۸۲۵۹-۳۱۴۹۲۵۹-۳۱۵۰۲۵۹-۳۱۵۱۲۵۹-۳۱۵۲۲۵۹-۳۱۵۳۲۵۹-۳۱۵۴۲۵۹-۳۱۵۵۲۵۹-۳۱۵۶۲۵۹-۳۱۵۷۲۵۹-۳۱۵۸۲۵۹-۳۱۵۹۲۵۹-۳۱۶۰۲۵۹-۳۱۶۱۲۵۹-۳۱۶۲۲۵۹-۳۱۶۳۲۵۹-۳۱۶۴۲۵۹-۳۱۶۵۲۵۹-۳۱۶۶۲۵۹-۳۱۶۷۲۵۹-۳۱۶۸۲۵۹-۳۱۶۹۲۵۹-۳۱۷۰۲۵۹-۳۱۷۱۲۵۹-۳۱۷۲۲۵۹-۳۱۷۳۲۵۹-۳۱۷۴۲۵۹-۳۱۷۵۲۵۹-۳۱۷۶۲۵۹-۳۱۷۷۲۵۹-۳۱۷۸۲۵۹-۳۱۷۹۲۵۹-۳۱۸۰۲۵۹-۳۱۸۱۲۵۹-۳۱۸۲۲۵۹-۳۱۸۳۲۵۹-۳۱۸۴۲۵۹-۳۱۸۵۲۵۹-۳۱۸۶۲۵۹-۳۱۸۷۲۵۹-۳۱۸۸۲۵۹-۳۱۸۹۲۵۹-۳۱۹۰۲۵۹-۳۱۹۱۲۵۹-۳۱۹۲۲۵۹-۳۱۹۳۲۵۹-۳۱۹۴۲۵۹-۳۱۹۵۲۵۹-۳۱۹۶۲۵۹-۳۱۹۷۲۵۹-۳۱۹۸۲۵۹-۳۱۹۹۲۵۹-۳۲۰۰۲۵۹-۳۲۰۱۲۵۹-۳۲۰۲۲۵۹-۳۲۰۳۲۵۹-۳۲۰۴۲۵۹-۳۲۰۵۲۵۹-۳۲۰۶۲۵۹-۳۲۰۷۲۵۹-۳۲۰۸۲۵۹-۳۲۰۹۲۵۹-۳۲۱۰۲۵۹-۳۲۱۱۲۵۹-۳۲۱۲۲۵۹-۳۲۱۳۲۵۹-۳۲۱۴۲۵۹-۳۲۱۵۲۵۹-۳۲۱۶۲۵۹-۳۲۱۷۲۵۹-۳۲۱۸۲۵۹-۳۲۱۹۲۵۹-۳۲۲۰۲۵۹-۳۲۲۱۲۵۹-۳۲۲۲۲۵۹-۳۲۲۳۲۵۹-۳۲۲۴۲۵۹-۳۲۲۵۲۵۹-۳۲۲۶۲۵۹-۳۲۲۷۲۵۹-۳۲۲۸۲۵۹-۳۲۲۹۲۵۹-۳۲۳۰۲۵۹-۳۲۳۱۲۵۹-۳۲۳۲۲۵۹-۳۲۳۳۲۵۹-۳۲۳۴۲۵۹-۳۲۳۵۲۵۹-۳۲۳۶۲۵۹-۳۲۳۷۲۵۹-۳۲۳۸۲۵۹-۳۲۳۹۲۵۹-۳۲۴۰۲۵۹-۳۲۴۱۲۵۹-۳۲۴۲۲۵۹-۳۲۴۳۲۵۹-۳۲۴۴۲۵۹-۳۲۴۵۲۵۹-۳۲۴۶۲۵۹-۳۲۴۷۲۵۹-۳۲۴۸۲۵۹-۳۲۴۹۲۵۹-۳۲۵۰۲۵۹-۳۲۵۱۲۵۹-۳۲۵۲۲۵۹-۳۲۵۳۲۵۹-۳۲۵۴۲۵۹-۳۲۵۵۲۵۹-۳۲۵۶۲۵۹-۳۲۵۷۲۵۹-۳۲۵۸۲۵۹-۳۲۵۹۲۵۹-۳۲۶۰۲۵۹-۳۲۶۱۲۵۹-۳۲۶۲۲۵۹-۳۲۶۳۲۵۹-۳۲۶۴۲۵۹-۳۲۶۵۲۵۹-۳۲۶۶۲۵۹-۳۲۶۷۲۵۹-۳۲۶۸۲۵۹-۳۲۶۹۲۵۹-۳۲۷۰۲۵۹-۳۲۷۱۲۵۹-۳۲۷۲۲۵۹-۳۲۷۳۲۵۹-۳۲۷۴۲۵۹-۳۲۷۵۲۵۹-۳۲۷۶۲۵۹-۳۲۷۷۲۵۹-۳۲۷۸۲۵۹-۳۲۷۹۲۵۹-۳۲۸۰۲۵۹-۳۲۸۱۲۵۹-۳۲۸۲۲۵۹-۳۲۸۳۲۵۹-۳۲۸۴۲۵۹-۳۲۸۵۲۵۹-۳۲۸۶۲۵۹-۳۲۸۷۲۵۹-۳۲۸۸۲۵۹-۳۲۸۹۲۵۹-۳۲۹۰۲۵۹-۳۲۹۱۲۵۹-۳۲۹۲۲۵۹-۳۲۹۳۲۵۹-۳۲۹۴۲۵۹-۳۲۹۵۲۵۹-۳۲۹۶۲۵۹-۳۲۹۷۲۵۹-۳۲۹۸۲۵۹-۳۲۹۹۲۵۹-۳۳۰۰۲۵۹-۳۳۰۱۲۵۹-۳۳۰۲۲۵۹-۳۳۰۳۲۵۹-۳۳۰۴۲۵۹-۳۳۰۵۲۵۹-۳۳۰۶۲۵۹-۳۳۰۷۲۵۹-۳۳۰۸۲۵۹-۳۳۰۹۲۵۹-۳۳۱۰۲۵۹-۳۳۱۱۲۵۹-۳۳۱۲۲۵۹-۳۳۱۳۲۵۹-۳۳۱۴۲۵

کی تفسیر میں لکھا ہے: ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھوں کا ذکر خصوصاً اس لیے فرمایا ہے کہ شکار میں زیادہ تر ہاتھ ہی کام میں آتے ہیں اس میں ہاتھوں سے تیار کردہ جال اور پھندے وغیرہ سب داخل ہیں۔  
ابو الفتح کشاجم نے ”کتاب الصائد والطرائد“ میں شکار کے لیے ان ذرائع کا ذکر کیا ہے جن سے شکار تک رسائی ہوتی ہے اور وہ آلات بیان کیے ہیں جن سے شکار کو دھوکہ دیا جاتا ہے اور جن آلات سے شکار کیا جاتا ہے اس قسم کے مختلف آلات ذکر کیے ہیں۔

### شکار کے لیے ممنوعہ علاقے اور ممنوعہ اوقات

”الاصابہ“ (ج ۲ ص ۲۰۸) میں حضرت ضرار بن الازور الاسدی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے: کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو بنو اسد کی طرف شکار کی ممانعت کے لیے بھیجا تھا ﷺ (آج کل بھی مخصوص علاقوں اور مخصوص اوقات میں بعض جانوروں کے شکار کی ممانعت ہوتی ہے)۔

### سمندر کے شکاری

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَحَلَّ لَكُمْ صَيْدَ الْبَحْرِ وَطَعَامَهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلنَّاسِ  
(المائدہ: ۹۶)  
دریا میں شکار کرنا اور دریا کا طعام (اس کی پھینگی ہوئی مچھلی) تمہارے لیے حلال ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لیے۔

سورۃ الفاطر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذَابٌ فَرَاتٌ سَابِغٌ شَرَابُهُ  
وَهَذَا مِنْ أَجَابٍ وَمَنْ كُلَّ تَاكُلُونَ لِمَا ظَرَبْتُمْ وَتَنْخَرِجُونَ  
جَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا (الفاطر: ۱۲)  
اور دونوں سمندر یکساں نہیں یہ (ایک) میٹھا ہے بہت میٹھا اس کا پینا نہایت خوش گوار ہے اور یہ (دوسرا) نمکین سخت کڑوا ہے اور تم ہر ایک میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور نکالتے ہو زیور جسے تم پہنتے ہو۔

”صحیح مسلم“ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر بھیجا ہمارے امیر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے ہم قریش کے قافلہ کے منتظر تھے آپ نے زاو راہ کے طور پر ہمیں کھجوروں کا ایک تھیلا دیا راوی بیان کرتے ہیں: ہم ساحل سمندر پر گئے ہمارے سامنے بڑے نیلے جیسی کوئی چیز تھی ہم اس کے پاس آئے وہ مردہ مچھلی تھی جسے غنبر کہا جاتا ہے ہم وہاں ایک ماہ ٹھہرے ہم تین سو افراد تھے یہاں تک کہ ہم نے دیکھا کہ اس کے آنکھ کے گڑھے سے گھڑوں کے ذریعہ چکنائی نکالتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تیرہ آدمی اس کی آنکھ میں بٹھائے اور اس کی پسلی کو سیدھا کیا پھر ہم میں سے سب سے لمبے آدمی کو سب سے بڑے

اونٹ پر بٹھایا تو وہ اس کے نیچے سے گزر گیا، ہم نے بطور زور راہ اس کا گوشت لیا، جب ہم مدینہ طیبہ میں آئے، نبی ﷺ کو واقعہ سنایا، آپ نے فرمایا: وہ رزق تھا، اگر تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے تو ہمیں کھلاؤ، ہم نے اس کا گوشت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، آپ نے اسے تناول فرمایا۔<sup>۱۱۱</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: ”طبقات ابن سعد“ میں ہے نبی ﷺ نے ایلہ کے قریب متنا کے یہود کو مکتوب بھیجا جس میں مرقوم تھا: تمہارے اوپر کھجوروں کی پیداوار کی چوتھائی ہے اور تمہارے چمھیروں کے شکار کی چوتھائی (جزیہ) ہے۔<sup>۱۱۲</sup>

علامہ شعرانی نے اپنی کتاب ”منح المنة فی التلبس بالسنة“ (ص ۳۳) میں کہا ہے: نبی ﷺ مرغی اور شکار کیے ہوئے پرندہ کا گوشت تناول فرماتے تھے، اسے خریدتے تھے نہ اس کا شکار کرتے تھے، آپ کو یہ پسند تھا کہ آپ کے لیے شکار کر کے لایا جائے اور آپ اس کو تناول فرمائیں۔

### انتباہ

متاخرین کی کتب میں شکار اور اس کے احکام پر مشتمل بہترین نظم امام ابو اسحاق ابراہیم بن عبد الجبار بن احمد النجیبی کی ہے جو ”دوحة الناشر“ وغیرہ میں موجود ہے، اس کے اولین اشعار ہیں:

لوگ مجھے شکار کے بارے میں ملامت کرتے ہیں، حالانکہ شکار انسان کے لیے متعدد فائدہ بخش چیزوں کا جامع ہے

پہلی چیز حلال کھانا ہے، کتاب اللہ کی نصوص اس کے مقامات ہیں۔ (حلال کھانے کا حکم دیا گیا ہے)

اس میں جسم کی صحت ہے، نگاہ کی درستی ہے اور دوز دھوپ یہ چوتھی خوبی ہے۔

پھر رذالت سے بعد اور ہمت کی سچائی ہے اور قیل وقال کا درازہ بند کرنا، یہ ساتویں خوبی ہے۔

اس سے آدمی کی عزت سلامت رہتی ہے اور اس کا دین محفوظ رہتا ہے، یہ نوں فائدہ ہے۔

اس میں اہل فضل اور دیندار لوگوں کے لیے نصیحت ہے اور اس میں ان کے لیے یاد دہانی کے مواقع ہیں

اس سے نفس کی خوشی اور جو دوسخا پروان چڑھتی ہے اور گھبراہٹ کا شکار آدمی صبر سے مانوس ہوتا ہے

جوان آدمی بڑھاپے کے غموں سے نجات پاتا ہے اور بڑھاپے کی جلدی آمد کا قلع قمع ہوتا ہے۔

دوران شکار زخمی ہونے سے شجاعت ملتی ہے، اس میں کئی قسم کی نفیس خوبیاں پوشیدہ ہیں۔

جیسے رعایا کا انتظام و انصرام اور گمشدہ مویشیوں کی تلاش اور حملہ آور دشمن سے اپنی حفاظت

لشکر کی تدبیر دشمن پر اچانک حملہ لوگوں کے سرداروں اور مشکل امور کا شکار اور ان پر غلبہ

اس سے انسان کا جسم اور دماغ نرے اخلاق اور فضول معاملات سے پاک صاف ہوتے ہیں

۱۱۱ صحیح حدیث۔ مسلم: ۱۹۳۵ (۱۷) ابوداؤد: ۳۸۴۰ نسائی ج ۷ ص ۲۰۸-۲۰۹ احمد ج ۳ ص ۳۱۱-۳۱۲ طحاوی: ۷۴۳۱ عبد الرزاق:

۸۶۶۸ ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۸۱ ابویعلیٰ: ۱۹۲۰-۱۹۵۳ ابن حبان: ۵۲۶۰ از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔

۱۱۲ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۷۶۔

کمزور آدمی اس کی بدولت علاج سے مستغنی ہو جاتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی چیز غم اور بیماری کو دور کرنے والی نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا مشہور ارشاد گرامی ہے: سفر کرو صحت اور غنیمت حاصل کرو گے۔ مفلوج، ماندہ، نظر انداز کیے ہوئے اور دنیا سے بیزار لوگ کبھی ماہر قوم میں نہیں دیکھے گئے شکار ذکاوت اور اس کی کارکردگی میں اضافہ کر دیتا ہے اور یہ عقل مندی کی بات ہے اس میں نفس ہر مقصود اور خواہش کو پالیتا ہے اور ہر مباح اس سے حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ نفیس قصیدہ ہے۔<sup>۱۱۳</sup> اس کے مؤلف نے اس کا نام ”روضۃ السلوان“ رکھا ہے گیارھویں صدی ہجری کے مشہور عالم علامہ ابو محمد القاسم بن محمد بن عبد الجبار النخعی نے اس کی بہت عمدہ شرح لکھی ہے جو اوسط درجہ کی ایک جلد کے برابر ہے۔

### رسول اللہ ﷺ اور ایک بدوی کے درمیان تحائف کا تبادلہ

رسول اللہ ﷺ کا زاہر نامی ایک بدوی سے تعلق تھا وہ دیہات سے آپ کے لیے بطور تحفہ عمدہ پھل اور سبزیاں لایا کرتا تھا رسول اللہ ﷺ اسے شہر کی اچھی اچھی چیزیں تحفہ میں عطا فرماتے تھے۔ ”الشمائل“ وغیرہ میں ہے حضور ﷺ ارشاد فرماتے تھے: زاہر ہمارا دیہاتی اور ہم اس کے شہری ہیں۔<sup>۱۱۴</sup> یعنی جب ہم اس کو یاد کرتے ہیں ہمارا دل اس کو دیکھ کر پرسکون ہو جاتا ہے اور ہم اس سے اس طرح استفادہ کرتے ہیں جس طرح آدمی اپنے دیہات کے پھلوں اور نباتات سے استفادہ کرتا ہے تو گویا اس طرح وہ ہمارا دیہات ہے۔ جب ہمیں دیہات سے کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہمارے لیے لے آتا ہے اور ہمیں دیہات کے سفر سے بچا لیتا ہے اور ہم اس کے شہری ہیں یعنی اسے ہم سے وہ چیزیں مل جاتی ہے جن کی اسے شہر سے ضرورت ہوتی ہے۔ بعض حضرات نے اس جملہ پر سکوت اختیار کیا ہے کیونکہ انعام دینے والے کے لیے انعام اور عطیہ کا ذکر مناسب نہیں ہوتا۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ یہاں کسی عطیہ پر احسان کا ذکر نہیں بلکہ اس امر کی طرف رہنمائی ہے کہ تحفہ کے بدلہ میں اسی جیسا یا اس سے بہتر تحفہ دو۔

ابن سلطان نے شرح الشمائل میں کہا ہے: منعم کے انعام کا ذکر مبہم رکھنے کے باوجود اس کا تذکرہ اس لیے فرمایا تا کہ حسن معاملہ میں فریقین ایک دوسرے کے تحائف میں کمی نہ کریں اس میں امت کو آپ کی سیرت کے حوالہ سے حسن معاملہ کی تعلیم دی گئی ہے۔

<sup>۱۱۳</sup> لیکن اس قصیدہ کے بعض اشعار عروض و قوافی کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔

<sup>۱۱۴</sup> صحیح حدیث۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۹۶۸، از طریق عبد الرزاق، احمد ج ۳ ص ۱۶۱، ترمذی، الشمائل، ۲۳۹، ابویعلیٰ، ۳۴۵۶، بزار، ۲۷۳۵، ابن حبان، ۵۷۹۰، بیہقی، السنن، ج ۱ ص ۱۶۹، ج ۱۰ ص ۲۳۸، بغوی، ۳۶۰۴، از غایت البنانی از انس رضی اللہ عنہ۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۹ ص ۳۶۸-۳۶۹) میں کہا ہے: اس حدیث کو احمد، ابویعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے اور احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے بھی ”اصابہ“ ج ۱ ص ۵۲۳ میں اس کو صحیح کہا ہے۔



ابو یعلیٰ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ایک صاحب گھی اور شہد کا مشکیزہ نبی ﷺ کو بطور تحفہ پیش کرتے، جب گھی یا شہد کا مالک رقم کا تقاضا کرتا وہ اسے نبی ﷺ کے پاس لے آتے اور کہتے: اس کے سامان کی قیمت ادا فرمائیے نبی ﷺ تبسم فرماتے اور اسے سامان کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیتے۔<sup>۱۱۵</sup>

محمد بن عمرو بن حزم کی حدیث میں ہے وہ مدینہ طیبہ میں جب بھی کوئی عمدہ چیز دیکھتے اس میں سے کچھ خرید لیتے، پھر آ کر کہتے: یا رسول اللہ! یہ میری طرف سے آپ کے لیے تحفہ ہے، جب اس چیز کا مالک قیمت کا تقاضا کرتا وہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آتے اور عرض کرتے: اسے قیمت عطا فرمادیں، حضور ﷺ فرماتے: کیا تم نے اسے بطور تحفہ مجھے نہیں دیا تھا؟ وہ کہتے: میرے پاس ادائیگی کے لیے کچھ نہیں ہے، حضور ﷺ ہنس دیتے اور اس کے مالک کو قیمت ادا کرنے کا حکم فرماتے۔<sup>۱۱۶</sup>

ابن سلطان کہتے ہیں: یہ اس صحابی کی رسول اللہ ﷺ سے کمال محبت کی دلیل ہے، وہ جب بھی کوئی عمدہ اور نادر چیز دیکھتے اسے خرید کر آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرتے تھے، ان کی نیت یہ ہوتی کہ وہ اس کی قیمت خود ادا کریں گے لیکن جب مجبور ہو جاتے تو اس کے مالک کو آپ کی خدمت میں لے آتے تھے۔ جیسے مکاتب غلام بوقت مطالبہ اپنے مالک کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ فعل حق و صدق پر مبنی ہے اور اس میں سچے مزاح کی ملوثی ہے۔ تفصیل کے لیے ”الاصابہ“ اور ”اسد الغابہ“ میں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

## باغات میں کام کرنے والے صحابہ کرام

”صحیحین“ وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے تھے لوگ کہتے ہیں: کیا وجہ ہے مہاجرین اور انصار میری طرح حدیثیں بیان نہیں کرتے، میں تمہیں بتاتا ہوں میرے انصار بھائیوں کو اپنی زمینوں میں کام کاج مشغول رکھتا تھا اور میرے مہاجرین بھائیوں کو بازاروں میں خرید و فروخت مشغول رکھتی تھی۔<sup>۱۱۷</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: سید سمہودی نے ”جواهر العقدین“ میں دارقطنی کے حوالہ سے ابن ابی عمر کے طریق سے ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے عبدالرحمن بن ابی اسحاق المدینی سے سنا، وہ بیان کر رہے تھے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تو پوچھا: ابوالحسن کہاں ہیں؟ آپ کو بتایا گیا وہ اپنی زمین (کھیتوں) میں گئے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم ان کے پاس چلتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کام میں مصروف پایا تو کچھ دیر ان کے کام میں ان کا ہاتھ بٹایا پھر باتیں کرنے کے لیے بیٹھ گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: امیر المؤمنین! یہ بتائیے اگر آپ کے پاس بنو اسرائیل کے لوگ آئیں اور ان میں سے ایک شخص آپ سے کہے: میں اللہ کے رسول علیہ السلام کا چچا زاد ہوں، کیا آپ کے دل میں اس کی

<sup>۱۱۵</sup> ضعیف مرسل حدیث۔ مجھے ”مسند ابو یعلیٰ الموصلی“ اور ”مجمع الزوائد“ میں یہ حدیث نہیں ملی۔

<sup>۱۱۶</sup> مرسل ضعیف حدیث۔ ”مجمع الزوائد“ (ج ۹ ص ۳۶۹) میں علامہ بیہقی نے کہا ہے: اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

<sup>۱۱۷</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۰۴۷، مسلم: ۲۳۹۲، از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

قدرو منزلت ہوگی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ کے رسول ﷺ کا بھائی اور چچا زاد ہوں۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر اتار کر بچھا دی اور کہا: اللہ کی قسم! جب تک ہم بیٹھے ہیں آپ اس چادر پر بیٹھیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ملاقات کے اختتام تک اس چادر پر تشریف فرما رہے۔

سید سمہودی کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارادہ اس حسن سلوک کی خبر دینا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں ان کے کھیت تک آئے اور ان کے ساتھ مل کر کام کیا، حالانکہ آپ امیر المؤمنین تھے اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے نبی ﷺ کے قرابت دار تھے۔ جب گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے چچا زاد اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود دوسروں پر قدرو منزلت رکھتے ہیں تو اس کی قدرو منزلت کا اندازہ لگائیں جو ہمارے نبی ﷺ سے اس قدر قرب رکھتے ہیں۔

”ارشاد الساری“ میں محی السنہ سے منقول ہے ایک شخص نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو اخروٹ کو پودا لگاتے دیکھا تو کہا: آپ یہ پودا لگا رہے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہیں اور یہ پودا اتنے اتنے عرصہ کے بعد پھل دیتا ہے؟ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا اس میں کیا نقصان ہے کہ اس کا اجر مجھے ملے اور اس کا پھل دوسرے کھائیں۔

## زمین بٹائی پر دینے والے صحابہ کرام

”الاصابہ“ میں حضرت جبر بن عتیک الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ ابن مندہ نے آپ کے حالات میں حجاج بن ارطاة از ابراہیم بن مہاجر از موسیٰ بن طلحہ روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت جبر، حضرت سعد اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ اپنی اراضی چوتھائی یا تہائی پیداوار پر بٹائی پر دیتے تھے۔<sup>۱۱۸</sup>

## زیر زمین پانی کی نشاندہی کرنے اور اسے نکالنے والے

”الاصابہ“ میں حضرت عبد اللہ بن عامر بن کریم القرشی کے تذکرہ میں ہے ان کو نبی ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، حضور ﷺ نے ان پر لعاب دہن ڈالا وہ اسے چوسنے لگے، آپ نے ارشاد فرمایا: یہ سیراب کرنے والا ہے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جس زمین کا انتخاب کرتے اس سے پانی نکلتا تھا، اسے ابن عبد البر نے بیان کیا ہے۔<sup>۱۱۹</sup> حافظ ابن حجر نے کہا ہے: سب سے پہلے انہوں نے میدان عرفات میں حوض بنائے اور ان کی طرف پانی جاری کیا۔

۱۱۸ ضعیف حدیث۔ ابن مندہ (الاصابہ ج ۱ ص ۲۲۱ رقم ۱۰۶۶) اس کے اسناد میں حجاج بن ارطاة ہے۔ یہ کثیر الخطلا اور مدلس ہے۔

(القریب: ۱۱۲۲)

۱۱۹ ”استیعاب“ علی حاشیہ ”اصابہ“ ج ۲ ص ۳۵۹ باب ۱۱ اسناد۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: زیر زمین پانی کی نشاندہی کرنے کے علم کو علم ایافہ کہتے ہیں، بعض علامات سے اور مٹی کو سونگھ کر اس علم کا ماہر زیر زمین پانی کی سطح کے بارے میں اندازہ لگاتا ہے، کبھی بعض نباتات یا بعض حشرات الارض کی نقل و حرکت سے اسے اس کا اندازہ ہو جاتا ہے، یہ فہم و فراست پر مبنی علم ہے۔

### اپنی پیٹھ پر پانی لانے والے سقے

ابو عمر بن عبدالبر نے ”الاستیعاب“ میں حضرت ابو عقیل صاحب صاع رضی اللہ عنہ کو اس سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔

### پیٹھ پر وزن اٹھانے والے

”سنن النسائی“ میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیتے، ہم میں سے جو صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہ پاتا، وہ بازار میں جا کر اپنی پیٹھ پر وزن اٹھا کے اور اس کی مزدوری لے کر آتا تھا۔<sup>۱۱۲۰</sup>

### حجام اور سینگ لگانے والے

حضرت ابو ہند رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: ابو ہند انصار کا آدمی ہے، تم اس کو رشتہ دو اور اس کا نکاح کرو۔<sup>۱۱۲۱</sup> ابن اسحاق نے سیرت (ج ۲ ص ۷۷) میں ذکر کیا ہے آپ رسول اللہ ﷺ کے فصد لگانے والے تھے۔ نبی ﷺ کے ایک حجام حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ تھے ان کی حدیث مؤطا میں ہے۔

مؤلف کہتے ہیں: علامہ سہلی نے ”الروض الانف“ میں کہا ہے: حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ بنو حارثہ کے غلام تھے آپ کا نام نافع یا ایک قول کے مطابق مسیرہ تھا، آپ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔

”الاصابہ“ میں حضرت خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں مذکور ہے انہوں نے مدینہ منورہ میں اور اس کے بعد عمرہ میں رسول اللہ ﷺ کے سر کا حلق کیا تھا<sup>۱۱۲۲</sup> (استرے سے سر کے بال صاف کیے تھے)۔

حضرت خراش بن مالک رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ”الاصابہ“ میں ہے کہ علی بن سعید العسکری نے کہا: انہوں نے نبی ﷺ کو پچھنے لگائے جب فارغ ہوئے تو کہا: اس سے بڑا امین کون ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی

<sup>۱۱۲۰</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۱۳۱۵-۱۳۱۶-۲۲۷۲-۳۶۶۸-۳۶۶۹، مسلم: ۱۰۱۸، نسائی ج ۵ ص ۵۹، ابن ماجہ: ۳۱۵۵، ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۱۲۱</sup> ضعیف حدیث۔ ابن جریر، ابواحمد، حاکم از طریق محمد بن عمرو از ابی سلمہ از ابی ہند۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۲۱۱)

<sup>۱۱۲۲</sup> ضعیف حدیث۔ ابن السکن از طریق محمد بن سلیمان مشمول از حرام بن ہشام از امیہ از خراش بن امیہ (الاصابہ ج ۳ ص ۲۲۱، رقم:

۲۲۳۳) اس حدیث کے اسناد میں مجاہیل اور ضعفاء ہیں۔ نیز دیکھئے تذکرہ خراش بن امیہ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۱۱۳، رقم: ۶۸۳۔

رگیں اس کے لوہے کے ٹکڑے کے حوالہ کر دیں۔<sup>۱۱۲۴</sup> ”التجرید“ میں ہے شاید خراش تابعی ہے۔

حضرت سالم حجام رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ”الاصابہ“ میں ابو عمر سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو پچھنے لگائے اور پھر اس خون کو پی لیا۔<sup>۱۱۲۵</sup> حضرت معمر بن نھلہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ان سے منقول ہے انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے سر کے پاس کھڑا ہوا، میرے پاس آپ کے سر کا حلق کرنے کے لیے استرا تھا، آپ نے فرمایا: اے معمر! اللہ کے رسول نے تجھے اپنے دونوں کانوں کی لوؤں پر قدرت بخشی ہے۔ میں نے کہا: یہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں، پھر میں نے آپ کے سر کا حلق کیا۔<sup>۱۱۲۵</sup>

”الاصابہ“ ہی میں ابورحیمہ یا ابورحیمہ کے تذکرہ میں ہے ابو نعیم نے ذکر کیا ہے اور اسے از طریق روح بن جناح از عطاء از نافع از حسن از ابی رحیمہ روایت کیا ہے، حضرت ابورحیمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو پچھنے لگائے، آپ نے مجھے ایک درہم عطا فرمایا۔<sup>۱۱۲۶</sup> اس کی سند میں ضعف ہے۔

امام بخاری نے ”کتاب البیوع“ میں حجام کے زیر عنوان حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔<sup>۱۱۲۷</sup> ”فتح الباری“ میں ہے ابن المنیر نے کہا: یہ عنوان حجامت (پچھنے لگانے) کے پیشہ کی تصویب کے لیے نہیں کیونکہ اس میں حدیث وارد ہے جو اسے خاص کر رہی ہے۔ اگرچہ پچھنے لگانے والے کی اجرت نہیں روکی جائے گی۔

نہی کا تعلق اس کا پیشہ اختیار کرنے والے سے ہے پچھنے لگوانے والے سے نہیں ہے، ان میں فرق یہ ہے پچھنے لگوانا ضرورت مند کی ضرورت ہے حجام کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اس پیشہ کے علاوہ کوئی اور پیشہ اختیار کر سکتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ابن المنیر کی اس تقریر کے بعد کہا ہے: اگر تصویب سے ان کی مراد اس پیشہ کی تحسین اور اس کا مندوب ہونا ہے تو پھر ابن المنیر کی تقریر صحیح ہے اور اگر اس پیشہ کا جواز مراد ہے تو پھر ان کی توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے تحت یہ پیشہ اختیار کرنا جائز ہے اور بوقت ضرورت پچھنے لگانے والے اور ضرورت مند میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ کسی پیشہ کا گھٹیا ہونا اس کے غیر مشروع اور ناجائز ہونے کو لازم نہیں کرتا۔ جمہور کا کام پچھنے لگانے والے سے بھی برا ہے لیکن اگر سب لوگ اس پیشہ کو ترک کر دیں تو نقصان میں پڑ جائیں۔<sup>۱۱۲۸</sup> (صفائی کا سارا نظام خراب ہو جائے)۔

<sup>۱۱۲۳</sup> ضعیف حدیث۔ علی بن سعید العسکری از طریق محمد بن اسحاق۔۔۔۔۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۴۲۲ رقم: ۲۲۳۶) حافظ ابن حجر نے ”التجرید“ کے حوالہ سے کہا ہے: شاید خراش بن مالک تابعی ہیں۔ اس کا ایک راوی عبد اللہ بن بکرہ مجہول ہے۔ (دندل)

<sup>۱۱۲۴</sup> ضعیف حدیث۔ ابن مندہ از طریق یوسف بن صہیب از ابوالحجاف از سالم (الاصابہ ج ۲ ص ۶ رقم: ۳۰۵۱) ابوالحجاف مجہول راوی ہے۔

<sup>۱۱۲۵</sup> ضعیف حدیث۔ یعقوب بن محمد زہری بغوی از محمد بن ابراہیم مولیٰ بنو زہرہ از ابن لہیعہ (الاصابہ ج ۳ ص ۲۴۹ رقم: ۸۱۵۴) اس کے اسناد میں از روئے حفظ ابن لہیعہ ضعیف ہے۔

<sup>۱۱۲۶</sup> یہ وجہ انقطاع نہایت ضعیف حدیث۔ ابو نعیم از طریق روح بن جناح از عطاء از نافع از حسن از ابی رحیمہ۔ (الاصابہ ج ۴ ص ۶۸-۶۹ رقم: ۴۰۳) روح بن جناح ضعیف ہے اور حسن کا ابی رحیمہ سے سماع نہیں یہ روایت منقطع ہے۔

<sup>۱۱۲۷</sup> بخاری ۲۱۰۲-۲۲۱۰-۲۲۷۷-۲۲۸۰-۲۲۸۱-۵۶۹۶ مسلم ۱۵۷۷ مالک ”الموطا“ ج ۲ ص ۹۷۴ ابوداؤد ۳۲۲۳ ترمذی ۱۲۷۸۔

<sup>۱۱۲۸</sup> فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۰۔

## گوشت فروش (قصاب)

”صحیح البخاری“ میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک انصاری نے جن کی کنیت ابو شعیب تھی اپنے قصاب نوکر سے کہا: میرے لیے پانچ افراد کا کھانا بناؤ، کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ سمیت پانچ افراد کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔<sup>۱۱۲۹</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: ”جامع الترمذی“ میں یہ حدیث ”لحام“ کے لفظ سے مروی ہے جس کا معنی گوشت فروش ہے مختلف پیشوں کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ مبالغہ کے صیغہ میں ہوتے ہیں کیونکہ کسی بھی پیشہ سے متعلق شخص اس کام کو بار بار تسلسل کے ساتھ انجام دیتا رہتا ہے۔

”الاصحابہ“ میں حضرت خالد بن اسید بن ابی العاص الاموی کے تذکرہ میں ابن درید سے منقول ہے کہ آپ قصاب تھے۔<sup>۱۱۳۰</sup> حضرت کرام کے تذکرہ میں ہے آپ مدینہ کے کوچہ کے مشہور قصاب تھے اسے عمرو بن شبہ نے ذکر کیا ہے۔<sup>۱۱۳۱</sup> حافظ ابن الجوزی کی ”التلخیص“ میں ہے حضرت زبیرؓ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عامر بن کریم رضی اللہ عنہم گوشت فروشی کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ صحیح البخاری میں ہے نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کے قربانی کے جانوروں کی نگرانی کریں اور ان کا گوشت اور کھالیں تقسیم کر دیں۔<sup>۱۱۳۲</sup>

## رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں کم تر پیشے

طبرانی نے از طریق عبد الرحمن بن عثمان الوقاصی از ابن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: میں نے اپنی خالہ فاخہ بنت عمرو کو غلام دیا ہے اور اسے کہا ہے اس کو قصاب سنار اور حجام (پچھنے لگانے والا) نہ بنانا۔<sup>۱۱۳۳</sup> حافظ ابن حجر نے حضرت فاخہ کے تذکرہ میں کہا ہے: الوقاصی ضعیف ہے۔ لیکن علامہ ذہبی نے ”التجريد“ میں کہا ہے: فاخہ رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ نے غلام عطا فرمایا اور اس سلسلہ میں حدیث روایت کی۔ ”سنن ابی داؤد“ میں ہے: میں نے اپنی خالہ کو غلام بہہ کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ اسے اس میں برکت ملے گی اور میں نے اس سے کہا ہے کہ اسے پچھنے لگانے والے سنار اور قصاب کے حوالہ نہ کرنا۔<sup>۱۱۳۴</sup>

۱۱۲۹ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۰۸۱-۲۴۵۶-۵۴۳۳-۵۴۶۱ از ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ۔

۱۱۳۰ الاصابہ ج ۱ ص ۲۰۱ رقم: ۲۱۴۴

۱۱۳۱ الاصابہ ج ۳ ص ۲۸۹ رقم: ۷۲۸۷

۱۱۳۲ صحیح البخاری: ۱۷۱۶ از علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

۱۱۳۳ ضعیف روایت۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۲ ص ۱۰۷۳ از جابر رضی اللہ عنہ۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۲ ص ۹۳) میں کہا ہے: اس میں عثمان بن عبد الرحمن الوقاصی متروک راوی ہے۔

۱۱۳۴ ضعیف روایت۔ ابو داؤد: ۴۳۳۰ از عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ اس میں محمد بن اسحاق مدلس ہے۔ ضعیف سنن ابی داؤد: ۷۴۱

ضعیف الجامع الصغیر: ۲۰۹۸ یہ روایت ضعیف ہے۔ البانی۔

ابو الحسن سندھی نے ”مسند احمد“ کے حاشیہ میں کہا ہے کہا گیا ہے: آپ نے قصاب اور پچھنے لگانے والے کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ یہ لوگ نجاست سے آلودہ رہتے ہیں اس سے بچ نہیں سکتے۔ رہا سنا تو اسے اس لیے ناپسند فرمایا کہ ان کے کام میں ملاوٹ ہوتی ہے یہ سونے اور چاندی کی صنعت سے وابستہ ہوتا ہے کبھی یہ سونے چاندی کے برتن بناتا ہے اور کبھی مردوں کے لیے زیور تیار کرتا ہے حالانکہ یہ حرام ہے۔ یا اس لیے کہ سنا بکثرت وعدے کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔ القادوسی کی ”الذہب الابریز“ میں ہے اس میں ان پیشوں کے گھٹیا اور خسیس ہونے کا اشارہ ہے۔<sup>۱۱۳۵</sup>

## باورچی

”الشمائل“ میں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے نبی ﷺ کے لیے ہنڈیا پکائی۔<sup>۱۱۳۶</sup> ”الاستیعاب“ میں ہے رسول اللہ ﷺ کے غلام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کھانا پکاتے تھے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ”شمائل الترمذی“ اور ”جامع الدارمی“ میں ہے۔ ”الاصابہ“ (ج ۱ ص ۱۴۶) میں حضرت بریل رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ابن شاہین سے منقول ہے حضرت بریل السہالی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ مکہ میں ایک آدمی کے پاس آئے جو آپ کے صحابہ کے لیے کھانا بناتا تھا اسے آگ کی لپٹ نے تکلیف دی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد تجھے جہنم کی گرمی ہرگز نہیں پہنچے گی۔<sup>۱۱۳۷</sup>

## خزیرہ (قیمہ اور آٹے سے تیار کردہ کھانا) کی تیاری

”الاصابہ“ میں حضرت خولہ بنت قیس الانصاریہ الخزرجیہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ابن مندہ کے حوالہ سے حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: نبی ﷺ میرے ہاں تشریف لائے میں نے آپ کے لیے خزیرہ تیار کیا جب میں نے خزیرہ پیش کیا تو آپ نے ہاتھ بڑھایا وہ گرم تھا آپ نے ہاتھ پیچھے کر لیا پھر فرمایا: اے خولہ! ہم گرمی اور سردی پر صبر نہیں کرتے<sup>۱۱۳۸</sup> (برداشت نہیں کرتے)۔

۱۱۳۵ یہ اشارہ کہاں سے ملا جبکہ دونوں احادیث ضعیف ہیں۔

۱۱۳۶ حسن حدیث۔ احمد ج ۳ ص ۴۸۴-۴۸۵ دارمی ج ۱ ص ۲۲ ترمذی ”الشمائل“ ۷۰، الطبرانی ”الکبیر“ ج ۲ ص ۸۴۲ از ابو عبیدہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۸ ص ۳۱۱) میں کہا ہے: اس حدیث کو احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور ان کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے شہر بن حوشب کے اس کو بھی کئی ایک نے ثقہ کہا ہے۔

۱۱۳۷ ضعیف حدیث۔ ابن شاہین از طریق بقیہ از ابو عمر السلمی از بریل السہالی (الاصابہ ج ۱ ص ۱۴۶ رقم ۶۳۴) حافظ ابن حجر نے کہا: ابن مندہ بریل کی صحابیت سے قائل نہیں ابو نعیم نے کہا ہے بریل کو صحابہ میں ذکر کرنا وہم ہے ابن سوکولانے بریل کی بجائے نزیل کہا ہے۔

۱۱۳۸ ضعیف حدیث۔ ابن مندہ از طریق قیس بن نعمان بن رفاعہ از معاذ بن رفاعہ بن رافع از خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۲۹۳ رقم ۳۷۵) ابن ابی حاتم نے ”المعجم والتعديل“ (ج ۸ ص ۲۲۷) میں معاذ بن رفاعہ کو بغیر جرح و تعدیل کے ذکر کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے میں نبی ﷺ کے لیے خزیرہ تیار کر کے لائی میں نے حضرت سودہ سے کہا: نبی ﷺ میرے اور سودہ کے درمیان تھے: کھاؤ انہوں نے انکار کر دیا میں نے پھر کہا: کھاؤ انہوں نے منع کر دیا میں نے ان سے کہا: کھاؤ ورنہ میں اسے تمہارے چہرے پر مل دوں گی انہوں نے پھر انکار کر دیا میں نے خزیرہ ہاتھ میں لے کر ان کے چہرہ پر مل دیا رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے پھر آپ نے اپنی ران مجھ پر رکھ کر سودہ سے فرمایا: تم اس کے چہرہ پر مل دو انہوں نے میرے چہرے پر خزیرہ مل دیا حضور ﷺ ہنس دیے۔<sup>۱۱۳۹</sup> اسے ابن غیلان نے البہاشی کی حدیث سے روایت کیا ہے اور سیرت نگاروں نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

”المواہب“ میں ہے خزیرہ قیمہ سے تیار کیا جاتا ہے یا گوشت کے بڑے ٹکڑوں کو پانی کی زیادہ مقدار میں پکایا جاتا ہے جب یہ پک کر کھانے کے قابل ہو جاتا ہے اس پر آنا ڈالا جاتا ہے۔ القاموس میں ہے حریرہ میدہ کو دودھ یا چکنائی میں پکایا جاتا ہے۔

الفاہی المکی کی ”مناہج الاخلاق السنیة“ میں ہے نبی ﷺ نے خزیرہ تناول فرمایا اس کی تیاری کا طریقہ یہ ہے کہ قیمے میں بہت سا پانی ڈال کر اسے پکایا جاتا ہے جب پک جائے تو اس پر آنا چھڑکا جاتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی بعض ازواج کی موجودگی میں آپ کی خدمت میں خزیرہ پیش کیا تھا اور پھر خوش طبعی کا واقعہ پیش آیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آٹے اور گھی کا حلوہ ہوتا ہے لیکن یہ پتلا ہوتا ہے۔ ”جوہرۃ الغواص“ میں ہے خزیرہ بھوسی سے اور حریرہ دودھ سے تیار کیا جاتا ہے۔ ”موجبات الرحمة“ کے مؤلف نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔

## گوشت بھوننے والے

”سنن النسائی“ میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: میں رسول اللہ ﷺ کے لیے گوشت بھونتا

تھا۔<sup>۱۱۴۰</sup>

## روٹی بنانے والے

”الاصابہ“ میں حضرت مرداس المعلم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ابوزید الدبوسی نے کتاب الاسرار میں بلا سند روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ مرداس المعلم کے پاس سے گزرے تو فرمایا: پتلی بڑی روٹی بنانے سے اور کتاب اللہ پر شرط سے بچو۔<sup>۱۱۴۱</sup> حافظ ابن حجر کہتے ہیں: میں اس روایت کی سند سے واقف نہیں ہوں۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: اگر یہ خبر ثابت ہو<sup>۱۱۴۲</sup> تو پھر اس سے ”الطریق الحکمیة“ میں حافظ ابن القیم کے اس

<sup>۱۱۳۹</sup> حسن ۱۱ سند حدیث۔ ابویعلیٰ: ۶۱۷۷۶ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ”جمع الزوائد“ (ج ۳ ص ۳۱۵-۳۱۶) میں علامہ بیہقی نے کہا ہے اس

حدیث کو ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ میں کہتا ہوں اس کے اسناد میں محمد بن عمرو حسن الحدیث ہے۔

<sup>۱۱۴۰</sup> صحیح حدیث۔ مسلم: ۳۵۷۷ از ابورافع رضی اللہ عنہ۔

<sup>۱۱۴۱</sup> الاصابہ ج ۳ ص ۴۰۱ رقم ۷۸۹۶ بلا اسناد۔

<sup>۱۱۴۲</sup> بلا سند روایت سے کیسے ثابت ہوگا؟



قول کا رد ہوگا کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ میں روٹی فروخت نہیں ہوتی تھی، کیونکہ ان کے ہاں آٹا گوند ہٹنے والے اور اجرت پر روٹی پکانے والے نہیں تھے اسی طرح پسا ہوا آٹا اور روٹی بیچنے والے نہ تھے بلکہ اہل مدینہ غلہ خرید کر اس کو پیس کر گھروں میں اس کی روٹیاں بناتے تھے۔ (ص ۲۳۳)

## نبی ﷺ کی روٹی کی ٹکیاں (پیڑے) بڑی ہوتی تھیں یا چھوٹی؟

”المواہب“ اور اس کی شرح میں میں نے تلاش کیا کہ نبی ﷺ کی روٹی کے پیڑے بڑے ہوتے تھے یا چھوٹے؟ جستجو اور تلاش کے باوجود مجھے اس سوال کا جواب نہیں ملا البتہ دیلمی کے ہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے روٹی کی ٹکیاں چھوٹی بنانے کا حکم دیا اور فرمایا: روٹی چھوٹی بناؤ ان کی تعداد بڑھاؤ، تمہیں اس میں برکت دی جائے گی۔<sup>۱۱۳۳</sup> ابن الجوزی نے ”الموضوعات“ میں اسے ”واہ“ (کمزور بے بنیاد) قرار دیا ہے اور کہا ہے: اس کی سند میں جابر بن سلیم متہم ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے: برکت چھوٹی ٹکیہ میں ہے۔<sup>۱۱۳۴</sup> اور نسائی سے اس کا جھوٹ ہونا نقل کیا ہے۔

لیکن بزار اور طبرانی نے ”الکبیر“ میں سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (حافظ ابن حجر) اور علامہ نور الدین الہیثمی نے کہا ہے: اس سلسلہ میں ابوبکر ابن مریم کی روایت ہے جو خلط ملط کرتا ہے جبکہ اس کے باقی راوی ثقہ ہیں یہ حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: گزارہ کے لائق اپنا کھانا بناؤ تمہیں اس میں برکت دی جائے گی۔<sup>۱۱۳۵</sup> ”النہایہ“ میں ہے اوزاعی سے آٹے کی چھوٹی ٹکیاں منقول ہیں اسی طرح بزار نے ابراہیم بن عبد اللہ کی روایت سے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے۔ علامہ سخاوی نے بھی ”المقاصد“ میں چھوٹی ٹکیوں کا اشارہ کیا ہے۔

”فتح الباری“ میں ہے اشیائے خوردنی (غلہ وغیرہ) کا اپنا مستحب ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اپنے طعام کو ماپ لو اس میں تمہیں برکت دی جائے گی۔<sup>۱۱۳۶</sup> کہا گیا مسند البزار میں ہے طعام کو ماپنے سے مراد چھوٹی ٹکیاں بنانا ہے مجھے یہ روایت ملی نہ اس کے خلاف ملا ہے۔

ملا علی القاری کی موضوعات میں زرکشی سے منقول ہے کہ حدیث: چھوٹا لقمہ لیں اور اسے خوب چبا لیں کے

<sup>۱۱۳۳</sup> موضوع حدیث۔ ابن الجوزی ”الموضوعات“ ج ۲ ص ۱۹۵ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ابن الجوزی کہتے ہیں: یہ موضوع حدیث ہے اور یہ جابر بن سلیم کی کارستانی ہے۔ ابوالفتح الازدی نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔

<sup>۱۱۳۴</sup> موضوع حدیث۔ ابن الجوزی ”الموضوعات“ ج ۲ ص ۱۹۵ تعلیقاً۔ ابو عبد الرحمن النسائی نے اس حدیث کو کذب کہا ہے۔

<sup>۱۱۳۵</sup> ضعیف حدیث۔ بزار طبرانی از ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۵)۔ علامہ ہیثمی نے اس کے ایک راوی ابوبکر بن ابی مریم کو مغلط کہا ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

<sup>۱۱۳۶</sup> صحیح حدیث۔ بخاری ۲۱۲۸ احمد ج ۴ ص ۱۳۱ ج ۵ ص ۴۱۴ ابن ماجہ ۲۲۳۲ طبرانی ”الکبیر“ ج ۲ ص ۶۳۳۔ ۳۸۵۹ ابن حبان

”الاحسان“ ۳۹۱۸ قضاوی ”مسند الشہاب“ ۶۹۷۔ ۶۹۸ ابو نعیم ”الحلیہ“ ج ۵ ص ۲۱۷ ہیثمی ”السنن“ ج ۶ ص ۳۲ بغوی ”شرح السنہ“

۳۰۰۰ از مقدمہ ابن سعدی کرب رضی اللہ عنہ۔

متعلق امام نووی نے کہا: یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ابن العماوی کی نظم میں کھانے اور طعام کے آداب میں ہے:

محدثین نے کہا ہے: کھانے کے چبانے اور چھوٹا لقمہ لینے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ صحت کی نفی صحت کے ماسوا کو لازم نہیں کرتی۔ پھر ”المواہب“ میں کہا ہے: شاید ابو اسحاق ابراہیم المبتولی کے دسترخوان پر چھوٹی ٹکیہ والی روٹیوں کی یہی دلیل ہے جس طرح شیخ ابو العباس البدوی اور سادات وفائیہ اس سے استناد کرتے ہیں۔<sup>۱۱۳۷</sup>

کتب فقہ حنبلی میں شیخ منصور البھوتی احسنہ کی کتاب ”شرح المنتہی“ میں ہے امام احمد سے منقول ہے بڑی روٹی میں برکت نہیں ہے۔ معمر نے ذکر کیا ہے ابو اسامہ کے پاس کھانا لایا گیا انہوں نے روٹی کے ٹکڑے کر دیئے امام احمد نے کہا: تاکہ یہ معلوم نہ ہو انہوں نے کتنا کھایا ہے۔

”المواہب“ میں علامہ قسطلانی کے کلام پر ”المقالات السنیة“ کے مؤلف نے بھی اشارہ کیا ہے انہوں نے حدیث: اپنی روٹیاں چھوٹی بناؤ اس میں تمہیں برکت دی جائے گی<sup>۱۱۳۹</sup> ذکر کرنے کے بعد کہا ہے:

ضعیف اسناد کے ساتھ حدیث مروی ہے جسے اوزاعی کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ اس سے مراد چھوٹے پیڑے ہیں اسے بزار نے بھی ابراہیم بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے۔

ابوالندب عبد اللہ اس کے والد ہیں بعض اہل علم و حکمت کے نزدیک وہ جنید ہیں کہ اس سے مراد چھوٹی ٹکیہ ہے۔ شاید صاحب فہم و فراست عارف کے پاس اس کی سند ہوگی۔ شیخ طریقت ابو العباس جیسے ثابت قدم حضرات کے دسترخوان پر چھوٹی روٹیاں ہوتی تھیں۔

اسی طرح احمد البدوی پھر ”المواہب“ کے شارح اور سادات وفائیہ کا معمول تھا۔

بعض حفاظ حدیث نے اس کی تلاش کی ہے کہ حضور ﷺ کی روٹی کا سائز کیا تھا حضور ﷺ کی روٹی کی ٹکیا بڑی ہوتی تھی یا چھوٹی؟ ان کو کتب میں تفصیل نہ ملی

سوائے اس کے کہ روٹی کو چھوٹا رکھو کا ارشاد اور گزارہ کے لائق کھانا تیار کرو۔

اسے دیلمی نے بعض راویوں سے روایت کیا ہے اور آپ کی یہ حدیث کمزور اسناد سے مروی ہے۔

### انتباہ

”طبقات ابن سعد“ (ج ۸ ص ۳۶۲) میں کوفہ کی تابعی خاتون تملک کے تذکرہ میں ہے انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا انہوں نے فرمایا: جب تم روٹی پر چھری رکھو تو اللہ کا نام لے کر اسے کھاؤ اس سے معلوم ہوا کہ روٹی کو چھری سے کاٹتے تھے۔

۱۱۳۷ احادیث موضوعہ سے استدلال اور ان پر عمل پیرائی کی مثال: لیس بعد الحق الا لصلال۔

۱۱۳۸ موضوع احادیث کی بنیاد پر اس قسم کے اشعار درج کرنے کا فائدہ؟

## کنگھی چوٹی کرنے والی خاتون

ابن فتحون نے کہا ہے: ام زفر رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کنگھی چوٹی کرتی تھی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ام زفر نبی ﷺ کے پاس آتی، آپ اس کا اکرام کرتے اور فرماتے: یہ خدیجہ کی زندگی میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی۔<sup>۱۱۴۹</sup>

سیرت ابن اسحاق میں ہے جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں یا خیبر سے واپسی کے راستہ میں حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے ساتھ شبِ عروسی گزاری، حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے ان کو سنوارا اور ان کی کنگھی چوٹی کی تھی۔<sup>۱۱۵۰</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: ”طبقات ابن سعد“ میں ہے جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت وحیہ الکلسی رضی اللہ عنہ سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو خرید اتوان کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا تاکہ وہ ان کے پاس عدت گزاریں اور عدت کے بعد وہ ان کا بناؤ سنگھار کر کے ان کو تیار کریں۔

”الاصابہ“ میں امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہن آمنہ بنت عفان بن ابی العاص کے تذکرہ میں ابن الکلسی سے نقل کیا ہے کہ وہ دورِ جاہلیت میں ماشطہ (کنگھی چوٹی کرنے والی) تھی۔<sup>۱۱۵۱</sup> اور شبرہ بنت صفوان قرشیہ کے بارے میں ابن الکلسی سے نقل کیا ہے کہ وہ ماشطہ تھی، مکہ میں خواتین کا بناؤ سنگھار کرتی تھی۔

”الاصابہ“ میں حضرت ام رعلہ القشیر یہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں المستغفری سے منقول ہے کہ آپ فصیح و بلیغ خاتون تھیں، حضور ﷺ کے پاس آئیں اور کہا: السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہم دادیاں ہیں اپنے خاوندوں کے پھولوں (بیٹوں، پوتوں) کا محل اور نانیاں، ہمارا لشکر میں کوئی حصہ نہیں، ہمیں ایسی چیز تعلیم فرمائیں جو ہمیں اللہ کے قریب کر دے، اس میں یہ بھی ہے کہ میں بناؤ سنگھار کرنے والی عورت ہوں، دولہنوں کو ان کے خاوندوں کے لیے سنوارتی ہوں، کیا یہ گناہ ہے؟ میں اس سے کنارہ کش ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا: اے ام رعلہ! تم ان کو سنوارتی رہو اور مزین کرتی رہو۔<sup>۱۱۵۲</sup> الخ

ایک اور روایت میں ہے نبی ﷺ اس پر تعجب فرماتے تھے۔ ”التجريد“ میں ہے ام رعلہ القشیر یہ ایک کمزور سند والی حدیث میں ان کا ذکر آیا ہے۔

”فتح الباری“ میں ”باب ذکر القین والحداد“ میں ہے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے اس قول ”قنیت عائشة“ کا مطلب ہے میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا بناؤ سنگھار کیا۔ خلیل نے کہا: تقیین کا معنی ہے:

۱۱۴۹ حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ (ج ۴ ص ۴۵۳ رقم ۱۲۷۵) میں کہا ہے: اس روایت کو عبد الغنی بن سعید نے ”المبهمات“ میں اور زہیر بن بکار نے معضلاً یکے از شیخ اہل مکہ روایت کیا ہے۔ یہ حدیث ہر حال میں ضعیف ہے۔

۱۱۵۰ ”السیرۃ النبویہ“ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۳۹-۳۴۰۔

۱۱۵۱ ”الاصابہ“ ج ۴ ص ۲۲۵ رقم ۱۲۱ از ابن الکلسی بلا اسناد۔

۱۱۵۲ ”الاصابہ“ ج ۴ ص ۴۴۹-۴۵۰ رقم ۱۲۶۹، موضوع روایت۔

تزنیں 'مغنیہ کو قدیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مزین ہو کر رہتی ہے۔

تتمہ

امام ابو داؤد نے "سنن" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں: میری والدہ کی خواہش تھی میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے سے پہلے فرہ اندام ہو جاؤں انہوں نے ہر چیز آزمائی لیکن کامیاب نہ ہوئیں یہاں تک کہ انہوں نے مجھے تر کھجوروں کے ساتھ کلڑی کھلائی جس سے میں ٹھیک ٹھاک فرہ (موٹی) ہو گئی۔ ۱۱۵۳

## خواتین کو لڑوانے والی عورت

"الاصابہ" میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی باندی حمیدہ کے تذکرہ میں ہے کہا گیا ہے: یہ خاتون ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں جاتی تھی اور ان میں باہم غلط فہمیاں پیدا کر کے ان میں لڑائی کراتی تھی، نبی ﷺ نے اسے تعزیر لگانے کا حکم دیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اس کے خلاف دعا کی سو یہ مر گئی، لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اس کا بیٹا اشہب نبی ﷺ کے وصال کے ایک مدت بعد پیدا ہوا۔ ۱۱۵۴ شاید حضور ﷺ کی دعا سے اسے ایسا مرض لگا ہو جو تا حیات باقی رہا ہو اور موت کا سبب بنا ہو۔

"الاصابہ" میں دوسرے مقام پر ہے اس کا بیٹا اشعب الطامع اس پر فخر کرتا تھا اسے کہا گیا: برباد ہو جائے کیا ایسی باتوں پر بھی کوئی فخر کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا: اگر میری ماں ازواج مطہرات کی نگاہوں میں قابل بھروسہ خاتون نہ ہوتی تو وہ اس کی بات کیوں مانتی؟

## خاتون کا کسی مرد سے یہ عندیہ لینا کہ وہ فلاں خاتون

### سے شادی میں دلچسپی رکھتے ہیں؟

"الاصابہ" میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں یعلیٰ کی بہن نفیسہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا معزز مالدار خاتون تھیں جب وہ بیوہ ہو گئیں قریش کا ہر معزز شخص ان سے نکاح کا خواہش مند تھا جب رسول اللہ ﷺ ان کا سامان تجارت لے کر گئے اور کثیر مال لائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی طرف راغب ہوئیں اور مجھے آپ کا عندیہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا میں نے نبی ﷺ سے کہا: آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: میں خالی ہاتھ ہوں میں نے کہا: اگر آپ کو مال دار صاحب جمال اور ہم کفو خاتون نکاح کی پیش کش کرے تو؟ آپ نے فرمایا: وہ کون ہے؟ میں نے کہا: خدیجہ رضی اللہ عنہا

۱۱۵۳ ابو داؤد: ۳۹۰۳ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ اس کے اناد میں محمد بن اسحاق مدلس ہے نیز معنعنہ ہے۔

۱۱۵۴ الاصابہ ج ۴ ص ۲۷۵ رقم: ۳۰۵۔

آپ نے ہاں کر دی۔ ۱۱۵۵

”طبقات ابن سعد“ میں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں یہ روایت موجود ہے۔

## غزوات میں خواتین نرسوں کی شرکت اور جنگ میں شریک دلیر خواتین

”الاصابہ“ میں حضرت ربیع بنت معوذ بن عفرہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ابی عمر سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ بعض غزوات میں شرکت کی۔

امام بخاری، نسائی اور ابومسلم الحنفی نے حضرت ربیع رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں: ہم نبی ﷺ کے ہمراہ غزوات میں شریک ہوتیں، ہم لوگوں کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت کرتیں اور شہداء اور زخمیوں کو مدینہ طیبہ کی طرف منتقل کرتی تھیں۔ ۱۱۵۶

”الاصابہ“ میں حضرت رفیدہ الانصاریہ یا اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ابن اسحاق سے منقول ہے کہ جب غزوہ خندق میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے، نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو مسجد میں نصب رفیدہ کے خیمہ میں رکھو تا کہ میں قریب رہ کر ان کی عیادت کروں۔ حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور انہوں نے اپنی خدمات زخمی اور کمزور مسلمانوں کے لیے وقف کر رکھی تھیں، امام بخاری نے بھی ”الادب المفرد“ میں یہی نقل کیا ہے۔ (تخریج گزر چکی ہے)

حضرت کعبہ بنت سعد الاسلمیہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ابن سعد سے منقول ہے ان کا مسجد میں خیمہ تھا جہاں وہ بیماروں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب غزوہ خندق میں تیرے زخمی ہوئے انہی کے پاس لائے گئے، وہ ان کے زخم کا علاج کرتی رہیں، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ غزوہ خیبر میں آپ نے نبی ﷺ کے ساتھ شرکت کی، رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال غنیمت میں سے آدمی کا حصہ دیا۔

(تخریج گزر چکی ہے)

حضرت لیلیٰ الغفاریہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے آپ غزوات میں نبی ﷺ کے ہمراہ جاتیں، زخمیوں کا علاج اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ ۱۱۵۷ ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت معاذہ الغفاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، وہ کہتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ سے مانوس تھی، میں سفر میں آپ کے ساتھ جاتی، مریضوں کی دیکھ بھال اور زخمیوں کا علاج کرتی تھی۔ لیکن ”التجريد“ میں ہے لیلیٰ الغفاریہ کے غزوات میں زخمیوں کا علاج کرنے والی خبر باطل ہے۔ ۱۱۵۸

۱۱۵۵ ضعیف حدیث۔ اس حدیث کو واقدی نے (الاصابہ ج ۳ ص ۲۸۲ رقم ۳۳۵) ام سعد بن الربیع کے طریق سے روایت کیا ہے۔ اس کے اسناد میں مجاہل ہیں۔

۱۱۵۶ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۸۸۲-۲۸۸۳-۵۶۷۹ از ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا۔

۱۱۵۷ (الاصابہ ج ۳ ص ۲۰۲ رقم ۹۷۷) از ابن عبد البر۔

۱۱۵۸ (الاصابہ ج ۳ ص ۴۰۲)

علامہ کتانی کہتے ہیں: ”الاصابہ“ میں خبر باطل کی تفصیل موجود ہے۔ ”الاصابہ“ ہی میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں واقدی سے مروی ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا غزوہ احد میں شریک ہوئیں آپ مجاہدوں کو پانی پلاتیں تھیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں آپ نے غزوہ خیبر میں بھی شرکت کی۔<sup>۱۱۵۹</sup> حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی باندی اور آپ کی اتا تھیں۔

ام زیادة الاشجعیہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے آپ ان چھ خواتین میں شامل تھیں جو غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے ساتھ تھیں راوی نے کہا: نبی ﷺ کو خبر ملی تو آپ نے ہم سے دریافت کروایا کہ ہم کس کی اجازت سے لشکر کے ساتھ نکلی ہیں؟ ہم نے آپ کے چہرہ انور پر غصہ کے آثار دیکھے ہم نے کہا: ہمارے پاس دو انیاں ہیں جن سے ہم زخمیوں کا علاج کریں گی ہم تیر لا کر دیں گی اور ستو تیار کریں گی۔ الحدیث اس روایت میں ہے آپ نے ان کے لیے کھجوروں کا حصہ مقرر فرمایا تھا۔<sup>۱۱۶۰</sup> اسے ابو داؤد نسائی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت ام سنان الاسلمیہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے ام سنان کہتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی طرف نکلنے کا ارادہ فرمایا میں نے آپ کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے ساتھ جاؤں گی میں مشکیزے سیوں گی مریضوں اور زخمیوں کا علاج کروں گی اور کجاووں کی دیکھ بھال کروں گی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی برکت سے نکلؤ تمہاری ساتھیوں نے بھی اس بارے میں مجھ سے بات کی ہے میں نے تیرے قبیلہ کی اور دیگر خواتین کو اجازت دی ہے اگر تم چاہو تو اپنے قبیلہ کے ساتھ رہو اور چاہو تو ہمارے ساتھ رہو میں نے کہا: میں آپ کے ساتھ رہوں گی آپ نے فرمایا: پھر تم میری اہلیہ ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے ساتھ رہو میں ان کے ساتھ رہی۔<sup>۱۱۶۱</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت ام کبشہ القضاعیہ اور حضرت ام ورقہ بنت عبد اللہ الانصاریہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

ملاحظہ کریں۔

علامہ محمد بن یوسف ثمالی نے اپنی سیرت کی کتاب میں یہ عنوان قائم کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مریضوں اور بیماروں کی تیمارداری اور علاج معالجہ کی مصلحت کے تحت بعض اوقات خواتین کو ساتھ لے گئے اور بعض اوقات منع فرمادیا اس میں انہوں نے الطبرانی کے حوالہ سے حضرت لیلیٰ الغفاریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ذکر کیا ہے پھر یہ ذکر کیا ہے کہ طبرانی نے رجال صحیح کے ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم انصار کی عورتوں کو غزوہ میں ساتھ لے جاتے تھے ہم پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔<sup>۱۱۶۲</sup>

۱۱۵۹ الاصابہ ج ۳ ص ۴۳۲-۴۳۳ رقم: ۱۱۳۵ از واقدی۔

۱۱۶۰ ضعیف حدیث۔ ابو داؤد: ۴۷۲۹ احمد ج ۵ ص ۲۷۱۔ ج ۶ ص ۳۷۱ از حشر ج بن زیاد۔ بیہقی ج ۶ ص ۳۳۳۔ ضعیف الاسناد حدیث۔

اس میں رافع بن سلمہ اور حشر ج بن زیاد بقول ذہبی وغیرہ غیر معروف ہیں۔ لیکن ابن حبان نے ان کو ثقہ کیا ہے۔

(ارواء الغلیل: ۱۲۳۸)

۱۱۶۱ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۲۷ ناقابل اعتماد اسناد۔ اس کے اسناد میں محمد بن عمرو واقدی متہم بالکذب ہے۔

۱۱۶۲ صحیح حدیث۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۲۵ ص ۳۰۲ از ام سلیم رضی اللہ عنہا۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۵ ص ۳۲۳) میں اس کے رجال کو صحیح کے رجال کہا ہے۔

مزید ذکر کیا کہ طبرانی نے ”المعجم الكبير“ اور ”المعجم الاوسط“ میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، حضرت ام کبشہ رضی اللہ عنہا جن کا تعلق قبیلہ بنو عذرہ قضاعہ سے تھا، روایت کرتی ہیں، ام کبشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے فلاں فلاں لشکر کے ساتھ نکلنے کی اجازت دیں، آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں جنگ نہیں کرنا چاہتی، میں تو زخمیوں اور مریضوں کے علاج کے لیے جانا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا: اگر یہ نہ کہا جائے کہ فلاں لشکر کے ساتھ گئی ہے تو میں تمہیں اجازت دے دیتا لیکن تم بیٹھ جاؤ۔<sup>۱۶۳</sup> حافظ محمد بن یوسف شامی نے صرف اتنا ذکر کیا ہے، ہم نے جو تفصیل ذکر کی ہے گویا وہ ان کو میسر نہیں ہوئی۔ الحمد للہ

امام بخاری نے کتاب الجہاد میں یہ ابواب ذکر کیے ہیں: باب جہاد النساء، باب غزوة المرأة فی البحر، باب حمل الرجل امرأته فی الغزو دون بعض نسائه، باب مداواة النساء الجرحی فی الغزو، باب رد النساء الجرحی والقتلی۔ اور اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ احد کے دن جب لوگ نبی ﷺ سے بھاگ گئے، میں نے حضرت عائشہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہما کو دیکھا، انہوں نے پانچے چڑھائے ہوئے تھے، ان کی پازیبوں کی جگہ نظر آ رہی تھی، وہ اپنی کمر پر مشکیزے لا رہی تھیں، پھر واپس جاتیں، ان کو بھر کر لاتیں اور لوگوں کے مونہوں میں خالی کر دیتی تھیں<sup>۱۶۴</sup> (زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں)۔

امام عبد الرزاق نے معمر کے طریق سے زہری سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: خواتین غزوات میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوتیں اور مجاہدوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں<sup>۱۶۵</sup>۔

امام ابوداؤد نے حشر بن زیاد کے طریق سے ان کی دادی سے روایت کیا ہے کہ وہ غزوة حنین میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلیں۔ اس میں ہے نبی ﷺ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: ہم اون کا تیں گی، راہ خدا میں مدد کریں گی، زخمیوں کا علاج کریں گی، تیر لا کر دیں گی اور ستو پلائیں گی۔ (تخریج گزر چکی ہے)

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے غزوة حنین کے دن خنجر لیا اور کہا: میں نے خنجر اس لیے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا میں اس سے اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔<sup>۱۶۶</sup>

”الاصابة“ میں حضرت ام عمارہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ میں نے احد کے دن دائیں اور بائیں جدھر بھی دیکھا اپنے سامنے اسے (ام عمارہ کو) لڑتے ہوئے دیکھا۔<sup>۱۶۷</sup>

<sup>۱۶۳</sup> صحیح حدیث۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۲۵ ص ۴۳۱ الاوسط: ۲۲۸ (مجمع البحرین) ابن سعد ”الطبقات“ ج ۸ ص ۳۰۸ از ام کبشہ العذریہ رضی اللہ عنہا۔ بیہمی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۵ ص ۳۲۳) میں کہا ہے: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

<sup>۱۶۴</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۸۸۰-۲۹۰۲-۳۸۱۱-۴۰۶۳ مسلم: ۱۸۱۱ احمد ج ۳ ص ۱۰۵-۲۵۶-۲۸۶ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔  
<sup>۱۶۵</sup> زہری کی طرف اس کا اسناد صحیح ہے۔

<sup>۱۶۶</sup> صحیح حدیث۔ مسلم: ۱۸۰۹ احمد ج ۳ ص ۱۹۰ ابن سعد ”الطبقات“ ج ۸ ص ۳۲۵ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ صحیح السیرۃ النبویہ ص ۴۶۶ از ابراہیم اعلیٰ۔

<sup>۱۶۷</sup> الاصابة ج ۴ ص ۴۷۹ رقم ۱۴۲۶ از عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ حدیث حسن۔



”العتبۃ“ میں ہے امام مالک نے کہا: خواتین غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلتی تھیں وہ پانی پلاتیں اور زخموں کا علاج کرتی تھیں۔ ابن رشد نے ”البيان والتحصيل“ میں کہا ہے کہ پر امن لشکر کے ساتھ غازیوں کی خدمت کے لیے عورتوں کے ساتھ جانے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

”الفجر الساطع“ میں ہمارے شیخ بیہقی نے ”ہم زخموں کا علاج کریں گی“ کے جملہ پر کہا ہے: علامہ قرطبی نے کہا: اس کا مطلب ہے کہ وہ زخموں کے لیے ادویہ تیار کریں گی اور انہیں استعمال کریں گی اور مردوں کے ان اعضاء کو نہیں چھوئیں گی جن کا چھونا ان پر حرام ہے۔ پھر یہ خواتین عمر رسیدہ ہوتی تھیں ان کے لیے چہرہ کھولنا جائز تھا ’جوان عورتیں حجاب میں ہوتی تھیں اہل عرب خواتین میں یہ اوصاف تھے کہ وہ ذمہ دار دلیر اور جرأت و عفت میں نمایاں مقام رکھتی تھیں خصوصاً صحابہ کرام کی خواتین اس وصف سے وافر حصہ رکھتی تھیں۔ حالت اضطرار میں ان کے لیے زخموں کی مرہم پٹی اور علاج معالجہ جائز تھا کیونکہ ضرورت کے وقت ممنوعہ چیزیں مباح ہوتی ہیں۔ ابن زکری نے کہا: اس سے معلوم ہوا بوقت ضرورت آدمی اجنبی عورت سے علاج کرا سکتا ہے۔

شیخ عبدالغنی النابلسی نے ”شرح الطریقة المحمدیہ“ میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما جب مکہ میں بیمار ہوئے انہوں نے دوا دارو کے لیے بوڑھی خاتون (بطور نرس) مقرر کی وہ ان کے پیر سہلاتی تھی اور ان کے سر سے جوئیں نکالتی تھی۔

## تاجر خواتین

بعض تاجر خواتین کا ذکر گذشتہ اوراق میں کیا جا چکا ہے بعض کا ذکر اب آ رہا ہے۔ ”الاصابہ“ میں حضرت قیلہ الانمار یہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ابن ماجہ کے حوالہ سے ہے میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں خرید و فروخت کرنے والی عورت ہوں۔<sup>۱۱۶۸</sup> الحدیث

”طبقات ابن سعد“ (ج ۸ ص ۲۳۸) میں حضرت قیلہ ام بنو انمار سے مروی ہے وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ مروہ پر اپنے عمرہ سے حلال ہونے کے لیے آئے میں اپنے عصا کے سہارے آئی اور آپ کے پاس بیٹھ گئی میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں خرید و فروخت کرنے والی (تاجر) عورت ہوں کبھی میں کسی سامان کو خریدنا چاہتی ہوں تو اس کے اپنے ارادہ سے کم دام لگاتی ہوں پھر بڑھاتی چلی جاتی ہوں یہاں تک کہ اپنے ارادہ کے مطابق قیمت پر اسے خرید لیتی ہوں اور کبھی میں سامان کی اپنے ارادہ سے زیادہ قیمت لگاتی ہوں پھر کم کرتے کرتے اپنی خواہش کے مطابق اسے فروخت کرتی ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیلہ! ایسا نہ کیا کرو جب تم کسی چیز کو اپنی معین قیمت پر خریدنا چاہو تو اسے وہ قیمت بتادو وہ تمہیں دے یا نہ دے اور جب کوئی چیز فروخت کرنا چاہو تو اس کو

<sup>۱۱۶۸</sup> ضعیف حدیث۔ بخاری ”التاریخ“ ج ۴ ص ۲۸/۲ تعلیقاً۔ ابن ماجہ: ۲۲۰۴ ابن سعد ”الطبقات“ ج ۸ ص ۳۱۱ از یعلیٰ بن شیبہ از

عبداللہ بن عثمان بن خثیم از قیلہ ام بنو انمار یہ اسناد ضعیف اور منقطع ہے۔ (دندل) بوصیری نے ”الزوائد“ (ج ۲ ص ۱۳۶) میں کہا ہے:

المزنی نے ”الاطراف“ میں ابن خثیم از قیلہ کو نقل نظر کیا ہے۔ ذہبی نے ”الکاشف“ میں کہا ہے: قیلہ ام رومان سے ابن خثیم نے مرسل

روایت کیا ہے۔ نیز یعلیٰ بن شیبہ بھی لین الحدیث ہے۔ (التقریب)

وہی دام بتاؤ جو تم نے لینے میں خواہ وہ خریدے یا منع کر دے۔

قاضی العقبانی کی ”تحفة الناظر“ میں ہے یہاں اشکال ہے کہ خواتین اور دلالی (تجارت) میں کوئی جوڑ نہیں کیونکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے اس کے باوجود عورت کے لیے تجارت کی اباحت منقول ہے اور یہ کہ خاوند اسے بغرض تجارت نکلنے سے منع نہیں کر سکتا تجارت اور اس کے اسباب و ذرائع کے لیے عورت کے لیے ایسے آدمی سے معاملہ کرنے کی پابندی نہیں جو قابل اعتماد ہو بلکہ وہ نفع کے حصول کے لیے ہر مرد سے تجارتی معاملہ کر سکتی ہے ورنہ تجارت کا کیا فائدہ؟

پھر انہوں نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ عورت کے لیے تجارت کے مباح ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ خود تجارتی امور سرانجام دے بلکہ وہ قابل اعتماد امانت دار شخص کو اس کام پر مقرر کر سکتی ہے خواہ وہ اس کا محرم ہو یا غیر محرم۔ اور ہمارا یہ کہنا کہ اسے بغرض تجارت باہر نکلنے سے منع نہیں کیا جائے گا اسے ”الحادی“ میں ”المجموعۃ“ سے نقل کیا گیا ہے۔ بعض شیوخ نے کہا: خاوند عورت پر تجارت کا دروازہ نہیں بند کر سکتا۔ کتاب الوصایا میں الوثائق المجموعہ میں یہی مذکور ہے۔

”الرسالۃ“ پر ابو یحییٰ التازی کی شرح میں ہے عورت کو بازاروں میں بیع و شراء سے منع کیا جائے گا البتہ گھر میں اس کے لیے خرید و فروخت جائز ہے آدمی وہاں جاسکتے ہیں لیکن وہ پس پردہ خرید و فروخت کرے گی اور اس کے لیے وہ شوہر کی اجازت کی محتاج نہیں ہے۔

### دایہ خاتون

”طبقات ابن سعد“ میں نبی ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے ان کی دایہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نبی ﷺ کی باندی سلمیٰ رضی اللہ عنہا تھیں ابورافع رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو خوش خبری سنائی تو آپ نے اسے غلام عطا فرمایا۔ حضرت سلمیٰ ہی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی میت کو غسل دینے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی تھی۔<sup>۱۶۹</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے ان کی دایہ حضرت صفیہ کی باندی سلمیٰ تھی وہ آپ کے بچوں کو دودھ پلاتی اور بچے کے ولادت سے پہلے آپ کی دیکھ بھال کرتی تھی۔<sup>۱۷۰</sup>

”الاصابہ“ میں حضرت سوداء رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ایسے اسناد سے جس میں مجہول راوی ہے مروی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دایہ تھیں۔<sup>۱۷۱</sup>

۱۶۹۔ ”الاصابہ“ علی حاشیہ ”الاصابہ“ ج ۱ ص ۴۱۔

۱۷۰۔ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۲۸۱-۲۸۳ رقم ۳۳۵۔

۱۷۱۔ ”الاصابہ“ (ج ۳ ص ۳۳۷-۳۳۸ رقم ۶۰۳) میں حافظ ابن عبد البر سے نقل کیا ہے کہ ان سے یہی ایک حدیث ہے اسناد مجہول مروی ہے۔

## لڑکیوں کا ختنہ کرنے والی خاتون

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا لڑکیوں کا ختنہ کرتی تھیں، نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: بالکل کم کا ٹونہ بہت زیادہ کیونکہ یہ (طریق کار) چہرہ کو زیادہ پرکشش کرنے والا ہے اور خاوند کو زیادہ لذت دینے والا ہے <sup>۱۱۷۲</sup> (یعنی یہ چہرے کی رونق اور خون کو بڑھانے والا اور ہمبستری میں زیادہ اچھا ہے)۔

## دودھ پلانے والی خواتین

”الاستیعاب“ میں ہے بنو عدی بن النجار کی حضرت ام بردہ بنت المہند بن زید رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ (حضرت ماریہ قبطیہ) رضی اللہ عنہا نے ان کو ایک بار دودھ پلایا، پھر حضرت ام بردہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ کر دیا وہ آپ کو دودھ پلاتی رہیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا <sup>۱۱۷۳</sup> (حضرت ام بردہ رضی اللہ عنہا حضرت براء بن اوس بن خالد رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں)۔

علامہ کتابی کہتے ہیں: ”الاصابہ“ میں بھی اسی طرح ہے اس کے بعد لکھا ہے ابو موسیٰ نے کہا: مشہور یہ ہے کہ حضرت ام سفیان رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا تھا شاید دونوں نے آپ کو دودھ پلایا ہو۔ <sup>۱۱۷۴</sup>

## مجلس نبوی میں عورتوں کی نمائندہ خاتون

حضرت اسماء بنت یزید بن اسکن الانصاریہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ”الاستبصار“ کے حوالہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: میں پیچھے رہنے والی مسلمان خواتین کی قاصد ہوں، وہ یہی کہتی ہیں جو میں کہوں گی اور ان کی رائے وہی ہے جو میری رائے ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں کے لیے مبعوث فرمایا ہے، ہم آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی اتباع کی، ہم خواتین پردہ نشین ہیں، گھروں میں بیٹھنے والی، مردوں کی شہوات کا محل اور ان کی اولاد کو اٹھانے والیاں، لوگوں کو جماعت کی فضیلت حاصل ہے وہ جنازوں میں حاضر ہوتے ہیں اور جب وہ جہاد کے لیے نکلتے ہیں ہم ان کے اموال کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کی اولاد کی دیکھ بھال کرتی ہیں یا رسول اللہ! کیا ہم ان کے اجر میں شریک ہوتی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی طرف متوجہ

<sup>۱۱۷۲</sup> صحیح حدیث۔ طبرانی ”المکبیر“ ۸/۱۳۷، حاکم ج ۳ ص ۵۲۵ ابن مساکر ج ۸ ص ۲۰۶/۱ از ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۷۲۴۔

<sup>۱۱۷۳</sup> ”الاستیعاب“ علی حاشیہ ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۴۳۶۔

<sup>۱۱۷۴</sup> ”الاصابہ“ ج ۳ ص ۴۳۴-۴۳۵ رقم: ۱۱۵۳۔



نے ہاتھ میں چرخہ دیکھتا ہوں انہوں نے فرمایا: یہ شیطان کو بھگاتا ہے اور وسوسوں سے بچاتا ہے مجھے یہ خبر ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں عظیم ترین اجر والی وہ ہوگی جو زیادہ مشقت والا کام کرنے والی ہوگی۔<sup>۱۱۸۱</sup>

ابن عساکر نے از محمد بن یزید بن مروان از زیاد بن عبد اللہ العرشی روایت کیا ہے کہ میں ہند بنت المہلب بن صفرہ کے ہاں گیا یہ حجاج بن یوسف کی بیوی تھی میں نے دیکھا وہ چرخے سے سوت کات رہی ہے میں نے کہا: پ سوت کات رہی ہیں حالانکہ آپ امیر کی بیوی ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے زیادہ مشقت اور محنت کا کام کرنے والی سب سے زائد اجر والی ہوگی اور چرخہ کا تنا شیطان کو دور کرتا ہے اور وسوسوں سے بچاتا ہے۔<sup>۱۱۸۲</sup>

حاکم نے "المستدرک" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کو بالا خانوں میں نہ بٹھاؤ اور ان کو لکھنا نہ سکھاؤ ان کو چرخہ کا تنا سکھاؤ۔<sup>۱۱۸۳</sup> حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اسے بیہقی نے "شعب الایمان" میں حاکم کے طریق سے روایت کیا ہے۔

ابن سعد نے ام صفیہ خولہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہیں: ہم عورتیں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور حکمرانی میں مسجد میں جایا کرتی تھیں کبھی ہم میں سے کوئی عورت مسجد میں چٹائیاں بنتی تھی سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں مسجد سے نکال دیا۔ حافظ سیوطی نے اس عنوان پر "الاجز الجزل فی الغزل" کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا ہے۔ علامہ کتابی کہتے ہیں: میرے پاس یہ رسالہ موجود ہے اور یہاں میں نے اس کی تلخیص دی ہے۔

## گانے والے

### عیدین میں گانے والوں کا ذکر

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: حبشی عید کے دن مسجد میں رقص کر رہے تھے نبی ﷺ نے مجھے بلایا میں حضور ﷺ کے شانہ پر سر رکھ کر ان کا کھیل دیکھنے لگی یہاں تک کہ میں خود ان کو دیکھنے سے واپس آئی۔<sup>۱۱۸۴</sup> (حضور ﷺ میری خاطر کھڑے رہے جب میرا جی بھر گیا تو میں واپس آئی)۔

۱۱۸۱ موضوع حدیث۔ اسناد میں مجاہل ہیں۔

۱۱۸۲ موضوع حدیث مرسل روایت نیز اسناد میں مجاہل ہیں۔

۱۱۸۳ موضوع حدیث۔ خطیب "تاریخ" ج ۴ ص ۲۲۴ حاکم ابن الجوزی "الموضوعات" ج ۲ ص ۱۷۳-۱۷۴ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

ابن جوزی نے کہا: یہ حدیث صحیح نہیں، تعجب ہے حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح میں ذکر کیا ہے ابو حاتم بن حبان نے کہا: محمد بن ابراہیم شامی شام کے محدثین پر احادیث وضع کرتا تھا بغیر اطمینان کے اس سے روایت حلال نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے "اللائی المصنوعہ" ج ۳ ص ۱۶۸ "تزییہ الشریعہ" ج ۲ ص ۲۰۹ "الفوائد المجموعہ" ۱۲۶-۱۲۷

۱۱۸۴ صحیح حدیث۔ بخاری: ۴۵۴-۴۵۵-۵۱۹-۵۲۹ مسلم: ۸۹۴ (۱۸-۲۰) عبد الرزاق: ۱۹۷۱ نسائی ج ۳ ص ۱۹۵-۱۹۶ بیہقی "السنن" ج ۷ ص ۹۲ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

صحیحین ہی میں مروی ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئے ان کے پاس دو لڑکیاں منی کے ایام میں گارہی تھیں اور دف بجارہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ پر کپڑا ڈالے ہوئے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لڑکیوں کو ڈانٹا تو رسول اللہ ﷺ نے کپڑا ہٹا کر فرمایا: ابوبکر! ان کو چھوڑ دو کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں۔<sup>۱۱۸۵</sup>

امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک کی ہر چیز میں نے دیکھی ہے سوائے ایک چیز کے رسول اللہ ﷺ کے لیے عید الفطر کے دن دف بجا کر گایا جاتا تھا۔ جابر نے کہا: یہ کھیل ہے۔<sup>۱۱۸۶</sup>

ابن ماجہ نے حضرت عیاض الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے انبار میں عید منائی اور فرمایا: میں تمہیں دف بجا کر گاتے ہوئے نہیں دیکھتا جس طرح (عید کے دن) رسول اللہ ﷺ کے پاس دف بجا کر گایا جاتا تھا۔<sup>۱۱۸۷</sup>

طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں: عید الفطر کے روز میرے پاس حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی لڑکی دف کے ساتھ شعر پڑھتی ہوئی آئی تو میں نے اسے ڈانٹا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ! اسے چھوڑ دو ہر قوم کی عید ہے اور یہ ہماری عید ہے۔<sup>۱۱۸۸</sup>

امام مسلم نے حضرت عائشہ سے یہ روایت نقل کی ہے میرے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں اوس و خزرج کے درمیان ہونے والی جنگ یوم بعاث کے متعلق اشعار گارہی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ گانے والی لڑکیاں نہ تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے گھر میں شیطانی گیت یہ عید کا دن تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہے اور یہ ہماری عید (کا دن) ہے۔<sup>۱۱۸۹</sup> امام بخاری کی روایت میں ”مزمور“ کی جگہ ”مزمارة“ کا لفظ ہے۔

حافظ ابوبکر محمد بن عبد اللہ بن احمد بن حبیب العامری البغدادی نے سماع کے بارے میں اپنی کتاب میں کہہ ہے: جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول شیطانی مزمار (گیت) سے استدلال کیا ہے اس نے خطا کی اور کئی اعتبار سے غلط فہمی کا شکار ہوا ہے۔ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول سے تمسک کیا ہے حالانکہ نبی ﷺ نے

۱۱۸۵ صحیح حدیث۔ بخاری۔ ۹۴۹-۹۵۰-۲۹۰۶-۲۹۰۷-۲۹۰۸ مسلم ۸۹۲ (۱۷-۱۹) احمد ج ۶ ص ۳۳-۱۲۷ نسائی ج ۳ ص ۱۹۵ ابن حبان ۵۸۶۸-۵۸۵۹ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

۱۱۸۶ صحیح حدیث۔ احمد ج ۳ ص ۴۲۲ ابن ماجہ: ۱۳۰۳ از قیس بن سعد رضی اللہ عنہ۔

۱۱۸۷ صحیح حدیث۔ ابن ماجہ: ۱۳۰۴ از عیاض اشعری رضی اللہ عنہ۔ بوسیری نے ”الروائد“ میں کہا ہے اس اسناد کے رجال ثقہ ہیں۔ صحاح ستہ میں عیاض اشعری رضی اللہ عنہ سے یہی ایک حدیث مروی ہے۔

۱۱۸۸ نہایت ضعیف روایت۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۲ ص ۵۵۸ از ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الروائد“ (ج ۲ ص ۹۰۶) میں کہ ہے اس کے اسناد میں وازع بن نافع متروک راوی ہے۔

۱۱۸۹ صحیح حدیث۔ مسلم ۸۹۲ (۱۶) از عائشہ رضی اللہ عنہا مفصل تخریج مگزرجی ہے۔



حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول کو رد فرمایا۔ اور ان بچیوں کو ڈانٹنے سے منع فرمایا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا اشارہ پا کر اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

اب اس کو شیطانی گیت قرار دینے کا قائل حضور ﷺ کی برقرار رکھی ہوئی چیز سے روگردانی کر رہا ہے اور ایسی چیز کی طرف متوجہ ہے جس کا احتمال ہی نہیں ہے کیونکہ اس روایت میں حلت ثابت ہوتی ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول کی وجہ سے اسے شیطانی گیت کا نام دینا درست نہیں۔ کیونکہ یہ محال ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس چیز کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھیں جسے رسول اللہ ﷺ کے سامنے انجام دیا گیا ہو اور آپ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو اسے برقرار رکھا ہو جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ علم ہے کہ نبی ﷺ کسی باطل چیز کو برقرار نہیں رکھتے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول اور طرز عمل کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ انہوں نے دف بجانے اور شعر خوانی کو ان مباح کاموں میں سے سمجھا جن میں عبادت نہیں ہے وہ دل ہی دل میں حضور ﷺ کی تعظیم منصب رسالت کے احترام و احتشام کے پیش نظر ایسے فعل سے خوف زدہ ہوئے جو صورتاً لعب سے مشابہ ہے اور یہ خیال کیا کہ ایسے موقع پر ذکر اور عبادت میں مشغولیت اولیٰ ہے سو آپ نے بچیوں کو بارگاہ رسالت کے احترام کے پیش نظر ڈانٹا تھا اس عمل کو حرام سمجھ کر نہیں ڈانٹا تھا۔

نبی ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ناپسندیدگی کو دو وجہ سے رد کر دیا:

(۱) آپ شریعت میں مباح چیز کے حرام ہونے کا اعتقاد نہ رکھیں تاکہ امت کے لیے وسعت اور نرمی کا پہلو برقرار رہے اور بعض مخصوص اوقات میں مباح لہو و لعب کی اجازت باقی رہے۔

(۲) شارع علیہ السلام نے اپنے اہل خانہ اور امت کے لیے مکارم اخلاق اور وسعت قلب کا مظاہرہ فرمایا تاکہ ان کے قلوب بعض مباحات کے ذریعے راحت پائیں اور اس طرح وہ تازہ دم ہو کر خوش دلی سے عبادت کے معمولات میں پھر سے مصروف ہوں۔ جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول ”کیا قرآن اور شمر؟“ کے جواب میں نبی ﷺ نے فرمایا: گھڑی بھریہ اور گھڑی بھریہ۔<sup>۱۱۹۰</sup>

## کیا عہد نبوی میں گھنگرو والے دف تھے؟

(کیا صحابہ کرام نے سارنگی اور تانت سنی ہے)

علامہ الخزاعی یہاں کہتے ہیں: مجھے دوران مطالعہ ایسی کوئی روایت نہیں ملی جس سے ثابت ہو کہ نبی ﷺ کے گھر میں لڑکیاں جو دف بجاتی تھیں ان میں گھنگرو ہوتے تھے یا نہیں؟ تاہم ابو حامد (امام غزالی) کا ایسے دف کے

<sup>۱۱۹۰</sup> مجھے یہ حدیث ان الفاظ میں نہیں ملی البتہ دوسرے الفاظ سے یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے: مسلم: ۲۷۵۰، ترمذی: ۲۳۵۴،

جامع الاصول ج ۱ ص ۳۱۵-۳۱۷، حدیث: ۹۷۔



استعمال کو جائز قرار دینا جس میں گھنگرو لگے ہوں اس کا ثبوت ہو سکتا ہے کہ عہد نبوی میں ایسے دف زیر استعمال تھے اسی لیے امام غزالی نے اسے مباح کہا ہے۔<sup>۱۱۹۱</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں کہ میں نے علامہ التلمسانی کی شرح المسمیٰ ”المنہل الاصفیٰ“ میں یہ پایا ہے کہ اہل عرب اپنے دفوں میں گھنگرو استعمال کرتے تھے تفصیل کے لیے دیکھئے حدیث مبارکہ ”اور لڑکیاں دف بجاری تھیں“<sup>۱۱۹۲</sup> کے تحت ان کا قول کہ دف گول ہوتا تھا یا گھنگرو والا؟

علامہ کمال الادوی نے ”الامتناع“ میں کہا ہے: جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں دف بغیر گھنگرو کے ہوتے تھے اس کا دعویٰ دلیل کا محتاج ہے اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ اس دور میں دف بغیر گھنگرو کے ہوتے تھے تب بھی بات نہیں بنے گی کیونکہ دلیل تب ہوتی جب یہ مذکور ہوتا کہ دف پر گھنگرو تھے پھر آپ نے منع فرمایا۔

شیخ ابوالمواہب التونسی نے آلات کے سماع کی اباحت کے موضوع پر مشتمل اپنی تالیف میں ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کی ایک جماعت نے سارنگی سنی ہے ان صحابہ کرام میں حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت عبد اللہ بن جعفر، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ شامل ہیں۔ اسے قاضی ابن الحاج نے ”شرح المرشد“ کے حواشی میں ان سے نقل کیا ہے۔<sup>۱۱۹۳</sup>

حافظ شوکانی کے رسالہ ”ابطال دعوی الاجماع علی تحریم مطلق السماع“ میں ہے: استاذ ابو منصور البغدادی الشافعی نے سماع کے متعلق اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ گانا سننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور اپنی باندیوں سے گانا سننے کو مباح سمجھتے تھے اور ان سے تانت پر گانے سنتے تھے یہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے۔

امام الحرمین نے ”النهاية“ میں اور ابن ابی الدم نے کہا ہے: ثقہ مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی سارنگی نواز باندیاں تھیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کے ہاں آئے ان کے بازو میں سارنگی پڑی تھی انہوں نے پوچھا: اے رسول اللہ کے صحابی! یہ کیا ہے؟ یہ کہہ کر ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے سارنگی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو تھما دی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قدرے سوچنے کے بعد کہا: یہ شامی ترازو ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس میں عقلیں تولی جاتی ہیں۔<sup>۱۱۹۴</sup>

۱۱۹۱ خدا جانے علامہ خزاہی اس کی اباحت کہاں سے نکال لائے۔ حالانکہ یہ حرام ہے کسی نے بھی اس کو مباح نہیں کیا۔ (دندل)

۱۱۹۲ شیخ حدیث۔ بخاری: ۴۰۰۱۔ ۵۱۳۷ ابوداؤد: ۴۹۲۲ ترمذی: ۱۰۹۰ ابن ماجہ: ۱۸۹۷ احمد ج ۶ ص ۳۵۹۔ ۳۶۰ طبرانی ”المکبیر“ ج ۲۲

ص ۶۹۹ ابن حبان: ۵۸۷۸ از ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہما۔ اس حدیث میں دفوں پر گھنگرو کی دلیل نہیں ہے، نامعلوم التلمسانی نے یہ دلیل کہاں سے لی ہے۔

۱۱۹۳ پناہ بخدا! صحابہ کرام اور یہ فاسقانہ مشغلہ خدا جانے ابوالمواہب التونسی یہ بہتان کہاں سے تراش لائے۔

۱۱۹۴ باسند روایات۔ غالباً کتب تصوف سے منقول افتراءات۔

## نبی ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ کی مُغنیات کے نام

قبل ازیں حدیث میں گزر چکا ہے کہ ”انصار کی دو لڑکیاں گانا گارہی تھیں۔“ ”الفجر الساطع“ میں کہا ہے یہ عبد اللہ بن ابی اسم کی دو کسن لڑکیاں تھیں ایک کا نام حمامہ تھا۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: ان دو لڑکیوں میں سے ایک کا نام حمامہ تھا اسے ابن فلیح نے ابن ابی الدنیا سے از ہشام از والد ہشام از عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے۔ (دیکھئے الاصابہ تذکرہ حمامہ)

”الاصابہ“ ہی میں از نب مدینہ طیبہ کی مغنیہ کے بارے میں ہے: ہم نے امالی الحاملی سے تیسرے جزء میں از طریق ابن جریج روایت کیا ہے ہمیں ابو الاصبغ نے خبر دی کہ ان کو جمیلہ مغنیہ نے بتایا: اس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے غناء (گانا) کے بارے میں پوچھا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک انصاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زیر کفالت لڑکی سے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تو نے اپنی دلہن کو رخصت کر دیا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں آپ نے فرمایا: تو نے اس کے ساتھ گانا گانے والی کو بھیجا کیونکہ انصار اس کو پسند کرتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا: زینب کو بلو ابھیجتیں یہ خاتون مدینہ طیبہ میں مغنیہ تھیں۔ حافظ محمد بن طاہر المقدسی نے ”کتاب الصفوۃ“ میں الحاملی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جمیلہ نے ان کو خبر دی اس نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے گانے کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا: ایک انصاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زیر کفالت لڑکی سے شادی کی پھر سابقہ قصہ جیسا قصہ ذکر کیا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: زینب کو بلا لیتیں وہ مدینہ طیبہ کی مغنیہ تھی۔<sup>۱۱۹۵</sup> اس سلسلہ میں حضرت فرید بنت معوذ بن عفرہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ ملاحظہ کریں۔

حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ کی کتاب النکاح میں ان عورتوں کے متعلق حدیث کی تشریح میں جو دلہن کو اس کے خاوند کے پاس بھیجتی تھیں اور اس کو برکت کی دعا دیتی تھیں یہ جملہ نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کیونکہ انصار کو لہو (سامان تفریح دف وغیرہ) پسند ہے۔<sup>۱۱۹۶</sup>

حضرت ابن عباس<sup>۱۱۹۷</sup> اور جابر<sup>۱۱۹۸</sup> رضی اللہ عنہم کی حدیث میں ہے: انصار کی قوم میں غزل (کاشوق) ہے۔

<sup>۱۱۹۵</sup> الاصابہ ج ۳ ص ۳۲۰ رقم: ۵۰۳ قابل اعتبار روایت مجاہل الاسناد۔ ابن طاہر ”کتاب الصفوۃ“ از طریق محاملی از زبیر بن خالد از صفوان بن ہمیرہ۔۔۔۔۔ اس کے اسناد میں زبیر بن خالد مجہول الحال ہے۔ صفوان بن ہمیرہ کو ابن ابی حاتم نے ”البحر والتعذیل“ (ج ۳ ص ۲۲۵) میں شیخ کہا ہے۔ اس کے ایک اور راوی ابو الاحصح کو ”البحر والتعذیل“ (حدیث: ۳۳۳۱۹) میں مجاہل میں شمار کیا گیا ہے جمیلہ مغنیہ بھی مجہول الحال ہے۔

<sup>۱۱۹۶</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۵۱۶۲ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

<sup>۱۱۹۷</sup> حسن لغیرہ حدیث۔ ابن ماجہ: ۱۹۰۰ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس کی شاہد ہے۔

<sup>۱۱۹۸</sup> احمد ج ۳ ص ۳۹۱ ج ۴ ص ۷۸ بزار: ۱۴۳۲ ابن الجوزی ”تلمیس الملیس“ ۱۸۸ (ص ۲۵۷) از جابر رضی اللہ عنہ۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۳ ص ۲۸۹) میں کہا ہے: اس کے اسناد میں الجلیح الکندی کو ابن معین وغیرہ نے ثقہ کہا ہے تاہم اس میں ضعف ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث اس کی شاہد ہیں سو یہ حدیث حسن ہے۔ واللہ اعلم

الحاملی کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں مغنیہ کا نام زینب ہے۔<sup>۱۱۹۹</sup> اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں عیدین کے موقع پر ان کے ہاں گانے والی دوسری لڑکی کا نام زینب معلوم ہو گیا جبکہ پہلی لڑکی نام حمامہ تھا جسے ہم ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے اسناد حسن کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں۔ چونکہ ہمیں حمامہ کے ساتھ گانے والی دوسری لڑکی کا نام نہیں ملا اس لیے ممکن ہے یہ دوسری لڑکی زینب ہو۔

علامہ کتانی (مؤلف کتاب) کہتے ہیں: علامہ خزاعی نے یہاں ”المشارق“ سے یہ جملہ نقل کرنے کے بعد کہ ”دو لڑکیاں گارہی تھیں“ کہا ہے کہ وہ لڑکیاں گانے والی نہ تھیں کہ وہ گا گا کر اشعار پڑھتی ہوں اور وہ اس پیشہ سے منسلک نہ تھیں بلکہ ان کی کیفیت یہ تھی کہ جس طرح لڑکیاں اور آدمی خلوت میں کچھ نہ کچھ گنگنا لیتے ہیں اور اشعار پڑھتے ہیں اسی طرح وہ گنگنا رہی تھیں۔ اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عربی شعر خوانی کے اسلوب سے ہٹ کر عجمی موسیقی اور گانے کی رعایت سے نہیں گارہی تھیں۔

حافظ ابن الجوزی نے ”تلبیس ابلیس“ میں کہا ہے: ظاہر ہے یہ لڑکیاں کم سن تھیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود کم سن تھیں آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کم سن لڑکیوں کو کھیلنے کے لیے بھیجتے تھے پھر اس واقعہ کا تذکرہ کیا اور کہا ہے کہ وہ لڑکیاں مغنیہ نہیں تھیں اور ان کا گانا کیف و مستی پیدا کرنے والا نہ تھا نہ ان کے دف آج کل کے دف جیسے تھے۔ (ص ۲۴۰)

امام نووی نے ”شرح مسلم“ میں کہا ہے: راوی کا قول ”وہ لڑکیاں گانے والی نہ تھیں“ اس جملے کا مطلب ہے گانا ان کی عادت تھا نہ وہ گانے والی مشہور تھیں۔ قاضی عیاض نے کہا ہے: ان کا گانا جنگی ترانوں اور شجاعت و غلبہ پر فخر کے اظہار پر مشتمل تھا۔ اس طرح کا گانا لڑکیوں کو بُرائی پر مائل نہیں کرتا اور ایسا گانا گانے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ یہ صرف بلند آواز سے شعر کہنا ہے اس کا تعلق پیشہ ور گانے والوں یا گانے والیوں سے نہیں ہے۔<sup>۱۲۰۰</sup> ”الارشاد“ میں علامہ قسطلانی نے بھی یہی تقریر کی ہے۔

## گانوں کے مضامین

گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا کہ انصار کی لڑکیاں جنگ بعاث کے متعلق اشعار گارہی تھیں بعاث ایک قلعہ کا نام ہے جس کے پاس اوس و خزرج کے مابین جنگ ہوئی تھی۔ علماء و مشائخ کے سرخیل استاذ ابوالنجاہ سالم بو حجاب المکی التوہیدی نے صحیح البخاری پر اپنی تعلیقات میں کہا ہے اللہ تعالیٰ امام بخاری کو عید کے روز مخصوص کھیل (لعب) کا ذکر لانے پر جزائے خیر دے اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا ہے کہ بروہ تفریحی مشغلہ جو عید کے روز اظہار مسرت کے لیے ہو لازم ہے کہ شرعی مصلحت سے خالی نہ ہو تا کہ اس ’بو باطل‘ میں شمار نہ ہو اور وہ ممنوعہ کھیلوں کے دائرہ میں نہ آئے۔

<sup>۱۱۹۹</sup> تخریج خزرجی ہے ’مجاہیل الاسناد‘ قابل اعتماد روایت۔

<sup>۱۲۰۰</sup> غناء کی حرمت پر مبنی کلام و برحق ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ”تلبیس ابلیس“ ابن الجوزی ص ۲۵۹-۲۶۲ ”حکم الاسلام“

الغناء ”محمد الحامد“ رسالة الغناء ”ابن القیم“ ”حکم سماع الغناء“ ابو بکر جابر۔

اس میں امت کے اصول تمدن کے اس اصل عظیم کی جانب اشارہ ہے کہ خوشی اور مسرت کے موقع پر ایسے تفریحی مشاغل ہوں جن سے دلوں میں دین اور وطن سے محبت کا جذبہ پروان چڑھے۔ مکارم اخلاق تک رسائی ہو اور ان مشاغل اور ان کے مشاہدہ میں مشغول انسان پر یہ مشہور مثال چسپاں نہ ہو کہ ”وہ جھاگ کی آڑ میں اصل مشروب کو پی جاتا ہے۔“

امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی جانب اشارہ کیا ہے جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ابن آدم کا ہر لہو باطل ہے سوائے تین کے، گھوڑے کی تادیب و اصلاح، تیر اندازی اور بیوی سے دل لگی کرنا۔<sup>۱۲۰۱</sup>

اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جزائے خیر سے نوازے انہوں نے دولڑکیوں کے گانے اور حبشیوں کے مسجد میں رقص والی احادیث کو یکجا کر دیا ہے، کیونکہ جنگ بعاث کے گیت جرأت اور دلیری کو ہمیز کرتے ہیں اور حبشیوں کا رقص جسمانی حرکات میں تیزی اور پھرتی کی تعلیم دیتا ہے اور جنگ میں دونوں چیزیں جرأت اور پھرتی ضروری ہوتی ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ جنگی مشقیں علوم کی تعلیم ہے اور تعلیم کا شمار کھیل میں نہیں ہوتا، امام بخاری نے اس کو کھیل (لعب) کا نام کیوں دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ ابن حجر نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے کہ یہ صوری طور پر کھیل کے مشابہ ہیں، جیسے باہم تیر اندازی کا مقابلہ کرنے والوں میں بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو تیر سے زخمی کرنا چاہتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک دوسرے کو چیلنج ہوتا ہے خواہ وہ باپ بیٹے کیوں نہ ہوں۔

### ولیمہ نکاح میں گانے کا ذکر

صحیح البخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے ایک دلہن کو انصاری شخص کے پاس بھیجا، نبی ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تمہارے ساتھ لہو نہیں تھا انصار کو لہو پسند ہے۔<sup>۱۲۰۲</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: امام احمد حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن حبان کے ہاں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: نکاح کا اعلان کرو۔<sup>۱۲۰۳</sup> ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ زائد ہے: اور نکاح پر دف بجاؤ۔<sup>۱۲۰۴</sup>

۱۲۰۱ ضعیف حدیث۔ طبرانی ”الاوسط“ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۵ ص ۲۶۹) میں کہا ہے: اس کے ایک راوی سوید بن عبد العزیز کو امام احمد نے متروک کہا ہے۔

۱۲۰۲ صحیح حدیث۔ تخریج گزر چکی ہے۔

۱۲۰۳ احمد بن عبد اللہ بن احمد ”المسند“ ج ۴ ص ۵ بزار: ۱۲۳۳ ابو نعیم ”الحلیۃ“ ج ۸ ص ۳۲۸ ابن حبان: ۴۰۶۶ حاکم ج ۲ ص ۱۸۳ بیہقی ج ۷ ص ۲۸۸ از عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۴ ص ۲۸۹) میں کہا ہے: اس حدیث کو احمد بزار اور طبرانی نے ”الکبیر“ اور ”الاوسط“ میں روایت کیا ہے احمد کے راوی ثقہ ہیں۔

۱۲۰۴ ضعیف حدیث۔ ابن ماجہ: ۱۸۹۵ بیہقی ج ۷ ص ۲۹۰ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ اس کی سند میں خالد بن الیاس متروک الحدیث ہے۔

حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں کہا ہے: دف بجانے کے حکم سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ یہ حکم عورتوں سے مختص نہیں، لیکن اس کا اسناد ضعیف ہے، احادیث تو یہ میں صرف خواتین کے لیے اس کی اجازت مروی ہے، لہذا اس میں مردوں کو شامل نہ کیا جائے، کیونکہ مردوں کو عورتوں کے تشبہ سے منع کیا گیا ہے اور اس ممانعت میں عموم ہے۔

ابن حاطب کی مذکورہ حدیث کے متعلق عبدالحق نے ”الاحکام“ میں کہا: ترمذی کے غیر نے کہا ہے یہ صحیح ہے۔<sup>۱۲۰۵</sup>

نسائی نے عامر بن سعد سے روایت کیا ہے کہ میں ایک شادی میں قرظہ بنت کعب اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے پاس گیا، وہاں لڑکیاں گارہی تھیں، میں نے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں، اہل بدر میں سے ہیں، آپ کے پاس گانا ہو رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر چاہو تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر سنو چاہو تو چلے جاؤ، ہمیں شادی بیاہ میں اس کی رخصت دی گئی ہے۔<sup>۱۲۰۶</sup>

”الاصابہ“ (ص ۲۱۷) میں حضرت ثابت بن یزید الانصاری کے تذکرہ میں ہے کہ الباوردی اور ابو نعیم نے از طریق ابی اسحاق از عامر بن سعد روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں حضرت قرظہ بنت کعب، حضرت ثابت بن یزید اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہم کے ہاں داخل ہوا، ان کے پاس گانے والی لڑکیاں اور چیزیں تھیں، میں نے کہا: آپ ایسا کر رہے ہیں حالانکہ آپ صحابی ہیں، انہوں نے جواب دیا: ہمیں شادیوں میں اس کی رخصت دی گئی ہے۔

”الاصابہ“ میں حضرت علی بن ہبار الاسدی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں یہی مذکور ہے، حضرت معبد بن قیس رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے کہ ابن السکن نے ان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، میری شادی تھی، آپ نے فرمایا: کیا کوئی لہو (کھیل تماشا) ہے؟<sup>۱۲۰۷</sup>

امام بخاری نے ”الصحيح“ میں ”باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ“ کے زیر عنوان حضرت زینب بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ میری شادی میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے، لڑکیاں دف بجا کر غزوہ بدر میں میرے شہید آباء کے محاسن بیان کرنے لگیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، وہی کہو جو تم کہہ رہی تھیں۔<sup>۱۲۰۸</sup>

حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں ان لڑکیوں کے بارے میں کہا ہے: مجھے ان کے نام معلوم نہیں ہوئے۔

۱۲۰۵ ترمذی: ۱۰۸۸ (حسن کہا ہے) نسائی ج ۶ ص ۱۲۷ ابن ماجہ: ۱۸۹۶ احمد ج ۳ ص ۴۱۸ ج ۴ ص ۲۵۹ حسن حدیث۔  
(ارواء الغلیل: ۱۹۹۴)

۱۲۰۶ اسناد صحیح راوی ثقہ۔ نسائی ج ۶ ص ۱۳۵ از عامر بن سعد۔

۱۲۰۷ ”الاصابہ“ (ج ۳ ص ۴۴۰ رقم: ۸۱۰۲) میں حافظ ابن حجر نے کہا ہے: ابو علی بن السکن نے ان کو صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ مسند احمد بن سنان الواسطی میں یہ روایت از سماک بن حرب از معبد بن قیس مروی ہے، سماک کا معبد بن قیس سے سماع نہیں، سو یہ حدیث مرسل ہے۔

۱۲۰۸ حسن حدیث۔ بزار از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ”مجمع الزوائد“ (ج ۸ ص ۱۲۹) میں اس کے رجال کو صحیح کے رجال کہا ہے۔

حماد بن سلمہ کی روایت میں ہے دو لڑکیاں گارہی تھیں (جب کہ مذکور الصدر روایت میں جمع کا صیغہ آیا ہے) ممکن ہے گانے والی دو ہی ہوں اور باقی لڑکیاں ان کا ساتھ دے رہی ہوں یا وہ صرف دف بجاری ہوں۔ یہ لڑکیاں شہداء بدر کے اوصاف بیان کر رہی تھیں اور ان کی سخاوت، شجاعت وغیرہ کا ذکر کر رہی تھیں اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد: جو کچھ کہہ رہی تھیں تم وہی کہو اس میں تعریف سننے کے جواز کا اشارہ ہے اور یہ کہ جب تک مرثیہ میں غلو نہ کیا جائے اس کا سنا بھی جائز ہے۔

طبرانی نے ”الاوسط“ میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ ایک شادی میں انصار کی خواتین کے پاس سے گزرے دو گارہی تھیں:۔

اس نے دہن کو مینڈھا دیا ہے جو باڑے میں کھنکھارتا ہے اور تیرا شوہر جنگل میں ہے اور کل کی بات جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: کل کیا ہوگا اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

المہلب نے کہا: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے نکاح کا دف اور مباح گانوں سے اعلان کیا جائے امام شادی میں شرکت کر سکتا ہے اگرچہ اس میں مباح کھیل تماشا ہو آدمی کی اس کے سامنے تعریف کرنا جائز ہے جبکہ یہ تعریف ان اوصاف کی نہ ہو جو اس میں موجود نہ ہوں۔

ابن التین نے اس کی زالی توجیہ کی ہے وہ کہتے ہیں: آپ نے اپنی مدح سے اس لیے منع فرمایا کہ آپ کی مدح حق ہے اور نکاح میں لہو مطلوب ہے چنانچہ جب لہو میں حق داخل ہوا آپ نے اس سے روک دیا لیکن اگر آپ حدیث کا پورا مضمون ذہن میں لائیں تو ابن التین کی تردید ہوتی ہے۔ حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے اگر لڑکیاں مرثیے ہی گاتی رہیں آپ ان کو منع نہ فرماتے۔ آپ نے ان کو اس لیے منع فرمایا کہ انہوں نے آپ کی مبالغہ آمیز تعریف کی اور آپ کے لیے علم غیب کا اطلاق کیا حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ (النمل: ۶۵)

فرمادیتجئے میں اپنی جان کے لیے خود کسی نفع کا

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ (الاعراف: ۱۸۸)

مالک نہیں اور نہ کسی نقصان کا مگر (اس کا) جو اللہ چاہے اور اگر (تعلیم حق کے بغیر) میں غیب جانتا تو یقیناً

(بذات خود) بہت بھلائی جمع کر لیتا۔

نبی ﷺ نے تمام غیوب کی اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے خبر دی ہے آپ بالذات غیب کے عالم نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا (وہ) غیب جاننے والا (ہے) تو اپنے غیب پر کسی

إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ (البجن: ۲۶-۲۷)

کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جنہیں پسند فرمالیا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔



## سفر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کا استقبال

مشہور روایت ہے حضور ﷺ کی آمد پر انصار کے بچوں نے دف پر گا گا کر یہ اشعار کہے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا لہ داع<sup>۱۲۰۹</sup>

جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے آپ کی آمد پر یہ اشعار کہے گئے اسے بیہوشی نے ”الدلائل“ میں اور ابوبکر المقری نے ”کتاب الشمائل“ میں ابن عائشہ سے روایت کیا ہے الطبری نے ”الریاض“ میں ابوالفضل الحنجی سے ذکر کیا ہے کہ میں نے ابن عائشہ کو میرا خیال ہے اپنے والد سے یہ روایت کرتے سنا ہے۔ اسے الحلوانی نے صحیحین کی شرط پر روایت کیا ہے۔ نیز ”المواہب“ اور اس کی شرح ج ۱ ص ۴۱۷ دیکھئے۔

”المواہب“ میں غزوہ تبوک کے تذکرہ میں ہے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے قریب آئے لوگ آپ کے استقبال کے لیے نکلے عورتیں بچے اور بچیاں کہتے تھے: طلع البدر علینا۔ بعض راویوں کو وہم ہوا ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ گیت رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے موقع پر گایا گیا حالانکہ یہ خیال درست نہیں کیونکہ ثنیات الوداع شام کی جانب ہیں یہ پہاڑیاں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آنے والے مسافر کی راہ میں نہیں آتیں شام کی طرف سے سفر کرنے والا ان کو اپنی راہ میں پاتا ہے۔

علامہ زرقانی نے کہا: ولی العراقی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ ممکن ہے مدینہ طیبہ کے ہر جانب ایسی پہاڑیاں ہوں جہاں تک لوگ الوداع کرنے جاتے ہوں اور ان کو ثنیۃ الوداع کہتے ہوں اس سے دونوں روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے ورنہ ثنیات الوداع کے جانب شام ہونے کی صورت میں روایات میں تطبیق ممکن نہیں ہے اور ان استقبالیہ اشعار کو متعدد مرتبہ کہنے میں کوئی مانع نہیں ہے ایک مرتبہ بوقت ہجرت اور دوسری مرتبہ غزوہ تبوک سے واپسی پر یہ اشعار کہے گئے۔ اس طرح ابن عائشہ جیسے ثقہ راوی کو غلط قرار دینا بھی لازم نہیں آئے گا۔

تفصیل کے لیے دیکھیں ”فتح الباری“ ہجرت اور غزوہ تبوک کے واقعات اور ”زاد المعاد“۔

المطرزی نے ”الیواقیت“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جب نبی ﷺ مدینہ منورہ ۱۲۰۹ حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ (ج ۷ ص ۲۶۱-۲۶۲) میں کہا ہے: ابن سعد نے ”شرف المصطفیٰ“ میں از طریق عبید اللہ ابن عائشہ منقطعاً روایت کیا ہے کہ بچوں اور بچیوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری پر یہ اشعار کہے تھے۔ اس کی سند معصل ہے۔ شاید یہ اشعار آپ کے تبوک سے واپسی پر کہے گئے۔

”زاد المعاد“ میں ابن القیم الجوزی نے کہا ہے: صحیح یہ ہے کہ مسلمانوں کی خواتین بچوں اور لڑکوں نے رسول اللہ ﷺ کی تبوک سے واپسی پر استقبال کرتے ہوئے یہ اشعار کہے تھے۔ ہجرت کے موقع پر ان اشعار کا ذکر وہم ہے۔ کیونکہ ثنیات الوداع شام کی جانب ہیں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آنے والوں کے راستہ میں نہیں آتیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے ”الاحادیث الموضوعة“ ابن تیمیہ (ص ۴۱-۴۲ رقم ۱۹)



میں تشریف لائے انصار کی لڑکیوں نے دف بجا کر اور یہ شعر گا کر آپ کا استقبال کیا:

نحن جوار من بنی النجار با حذا محمد من جار

امام ترمذی نے عبد اللہ بن بریدہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے سنا: رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ میں گئے جب واپس تشریف لائے ایک حبشی لونڈی نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! میں نے منت مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت واپس لائے گا تو میں آپ کے سامنے دف بجا کر گاؤں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: اگر تو نے منت مانی ہے تو دف بجاؤ ورنہ نہیں وہ دف بجانے لگی۔ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔<sup>۱۲۱۰</sup>

”قوت المغتذی علی جامع الترمذی“ میں تورپشتی کا قول ہے: آپ ﷺ نے اسے اپنے سامنے دف بجانے کی اس لیے اجازت دی کہ اس نے نذر (منت) مانی تھی اس کی منت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس نے آپ کے سلامت واپس آنے کو اللہ کی نعمتوں میں سے عظیم نعمت قرار دیا تھا اب یہ معاملہ لہو سے نکل کر حق بن گیا اور مکروہ سے مستحب بن گیا۔

## ساتھیوں کے لیے گانا اور رسول اللہ ﷺ کا سکوت

ابوالفرج الاصبہانی نے کتاب ”آداب السماع“ میں اس سند سے روایت کیا ہے: عبد اللہ بن شیبہ، اسماعیل بن ابی اویس، ابو اویس از حسین بن عبد اللہ از عکرمہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قلعہ کے پاس سے گزرے اس وقت ان کے پاس ان کے ساتھیوں کی دو قطاریں تھیں اور ان کی باندی گارہی تھی جب رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے وہ یہ کہہ رہی تھی: کیا آپ مجھے برا بھلا کہیں گے آپ پر کوئی حرج نہیں اگر میں شوخ اشعار پڑھوں۔

رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔<sup>۱۲۱۱</sup> یہ قصہ ابن عبد ربہ نے ”العقد الفريد“ میں ذکر کیا ہے علامہ کتانی کہتے ہیں: ”الاصابہ“ میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی ام ولد حضرت سیرین رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے ابو نعیم نے از طریق بشر بن محمد المؤدب از ابی اویس از حسین بن عبد اللہ از عکرمہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے پاس دو قطاروں میں ان کے ساتھی بیٹھے تھے اور ان کی باندی سیرین ان کے لیے گارہی تھی۔ آپ نے ان کو حکم دیا نہ ان کو منع فرمایا۔<sup>۱۲۱۲</sup> ابن وہب نے اسے ابی اویس سے اسی طرح روایت کیا ہے لیکن کہا ہے: اور باندی نے میں گارہی تھی۔

۱۲۱۰ ترمذی: ۳۶۹۰۔

۱۲۱۱ اشادنا معلوم۔ میرے خیال میں موضوع۔ عبد اللہ بن شیبہ کو ابن ابی حاتم نے ”الجرح والتعدیل“ (ج ۵ ص ۸۳-۸۴) میں بلا جرح و تعدیل ذکر کیا ہے۔ اسماعیل بن ابی اویس کو یحییٰ بن معین نے صدوق ضعیف العقل کہا ہے۔ حسین بن عبد اللہ کے متعلق امام احمد نے کہا ہے: اس کے ہاں منکر چیزیں ہیں اور یحییٰ بن معین نے ”الجرح والتعدیل“ (ج ۳ ص ۵۷) میں اس کو ضعیف کہا ہے۔

۱۲۱۲ موضوع، مظالم الاسناد روایت۔ ابو نعیم از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۳۳۹ رقم: ۶۰۹)

سماع اور گانے کے موضوع پر علماء کی ایک جماعت نے کتب تحریر کی ہیں جن میں سے بعض حضرات درج ذیل ہیں:

(۱) امام ابن قتیبہ کتاب ”الرخصة فی السماع“

(۲) امام ابو منصور التمیمی البغدادی

(۳) حافظ ابو محمد بن حزم الاندلسی

(۴) حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن احمد بن حبیب العامری البغدادی

(۵) ”السنن الکبریٰ“ میں علامہ شعرائی لکھتے ہیں: امام حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی نے کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے سماع کی تحریم کے قائل حضرات کے اقوال کا رد کیا ہے اور اس حدیث کے ناقلین پر جرح کی ہے جس میں سماع کی تحریم کا وہم پیدا ہوتا ہے اور ان حفاظ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ان راویوں پر جرح کی ہے اور علامہ مقدسی نے احادیث صحیحہ سے سماع بانسری دف اور تانت کی اباحت کا استدلال کیا ہے<sup>۱۲۱۳</sup> اور دف کو سنت قرار دیا ہے۔

شیخ القوسی بن عبد الغفار القوسی نے کہا ہے: میں نے اسے حافظ شرف الدین الدمیاطی کے سامنے پڑھا انہوں نے مجھے حافظ ابو طاہر السلفی الاصبہانی سے اس کی اجازت دی الاصبہانی نے اس کا مصنف سے سماع کیا اور کہا کہ تانت کے سماع اور بلبل اور ہزار (ایک خوش الحان پرندہ) کی آواز اور ہر خوش آواز پرندے کی آواز سننے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح پرندوں کی آواز سننا مباح ہے اسی طرح تانتوں کی آواز سننا بھی مباح ہے۔<sup>۱۲۱۴</sup> علامہ المقدسی کی مذکورہ تالیف نادر الوجود سیر حاصل اباحت پر مشتمل بہترین کتاب ہے مجھے الجزازی علاقہ میں بوسعادة کے زاویہ میں اس کا نسخہ دیکھنے کا موقع ملا۔

(۶) محمد بن عمر بن محمد البستی المعروف الدراج کی کتاب ”الکفاية والغناء فی احکام الغناء“۔

(۷) امام مؤرخ ابو الفضل کمال الدین جعفر الادفوی الشافعی کی کتاب ”الامتناع باحکام السماع“ میرے پاس یہ کتاب ایک جلد میں موجود ہے یہ سماع کے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے اس کتاب میں مندرجہ ذیل حضرات کو بھی اسی مسلک سے منسوب کیا گیا ہے:

(۸) شیخ ابو القاسم القشیری

(۹) شیخ تاج الدین الفرازی

(۱۰) شیخ عز الدین بن عبد السلام

(۱۱) شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے سماع کے جواز میں ”کتاب الاخير بافتناء السوانح“ لکھی ہے۔ امام

<sup>۱۲۱۳</sup> وہ احادیث صحیحہ کہاں ہیں جن کا ابن طاہر المقدسی نے دعویٰ کیا ہے؟ موسیقی کی اباحت سے متعلق تمام روایات ناقابل اعتماد ہیں اور موسیقی سے شغف حرام ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے ”کشف الغطاء عن حکم سماع الغناء“ ابن القیم الجوزیہ ”الاعلام بان العزف والغناء حرام“ شیخ ابو بکر جابر الجزازی۔

<sup>۱۲۱۴</sup> قیاس باطل۔ بلبل اور خوش گلو پرندوں کی آوازیں سننا مباح ہے جبکہ تانت وغیرہ کے سماع کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے۔

اسنوی نے الادوی کی کتاب کے بارے میں ”طبقات الشافعیہ“ میں کہا ہے: یہ نفیس کتاب ہے اس میں بہت سی باتوں کی خبر دی ہے۔ حافظ شوکانی نے اس کے متعلق کہا: اس موضوع پر اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ علامہ کتانی کہتے ہیں: اس موضوع پر میں نے اس کتاب کی نظیر دیکھی نہ کسی دوسری کتاب میں اس سے اعلیٰ بحثیں اور روایات دیکھیں۔

(۱۲) استاذ ابوالمواہب التوسی کی کتاب ”فرح الاسماع برخص السماع“۔

(۱۳) امام ابو الفتوح احمد الغزالی کی کتاب ”بوارق الالماع فی تکفیر من یحرم مطلق السماع“۔

(۱۴) حافظ ابو عبد اللہ محمد بن علی کی کتاب ”تحریم مطلق السماع“۔

(۱۵) قاضی ابوعیسیٰ عبد الرحیم گجراتی القاموس کے خطبہ کے شارح کا ایک اور رسالہ ہے۔ یہ چاروں رسائل ہندوستان میں شائع ہو چکے ہیں۔

(۱۶) استاذ عبد الغنی النابلسی کی کتاب ”ایضاع الدلالات فی سماع الآلات“ یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

(۱۷) علامہ العارف ابو زید عبد الرحمن بن مصطفیٰ العیدروس الیمنی المصری کی کتاب ”تشیف الاسماع ببعض

اسرار السماع“۔

(۱۸) حافظ ابن رجب الحنبلی کی کتاب ”نزهة الاسماع فی مسألة السماع“

ہمارے ماموں ابوالمواہب کی کتاب ”مواہب الارب المبراة من الجرب فی السماع وآلات

الطرب“۔

(۱۹) شیخ جعفر بن ادریس الکتانی کی یہ کتاب ایک جلد پر مشتمل ہے اور ابو العباس نے اس کا اختصار کیا ہے۔

(۲۰) تصنیف احمد بن النحیاط الزکاری الفاسی یہ کتاب فاس سے چھپ چکی ہے۔

حافظ شوکانی نے اپنے رسالہ ”بطلان الاجماع علی تحریم مطلق السماع“ میں کہا ہے: گانا اور گانے

کا سماع صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا کہ ابن عبد البر وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسا کہ الماوردی اور صاحب ”البيان“ نے نقل کیا ہے اور الرافعی نے بیان کیا ہے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اسے بیہقی نے روایت کیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسا کہ ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ اسے بیہقی نے روایت کیا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن الارقم اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اسے بیہقی نے روایت کیا ہے۔

حضرت ضمیرہ رضی اللہ عنہ صحیح البخاری میں اسے روایت کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسے ابن طاہر نے نقل کیا ہے۔  
 حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اسے ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔  
 حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اسے عبد البر وغیرہ نے روایت کیا ہے۔  
 حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اسے ابوطالب المکی نے نقل کیا ہے۔  
 حضرت حسان رضی اللہ عنہ اسے ابوالفرج الاصبہانی نے روایت کیا ہے۔  
 حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اسے زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے۔  
 حضرت غرضہ بن کعب رضی اللہ عنہ اسے ابن قتیبہ نے روایت کیا ہے۔  
 حضرت خوات بن جبر رضی اللہ عنہ اسے صاحب ”الاغانی“ نے روایت کیا ہے۔  
 حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اسے ابوطالب المکی نے بیان کیا ہے۔  
 حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اسے الماوردی نے نقل کیا ہے۔  
 حضرت عائشہ اور حضرت ربیع رضی اللہ عنہما ان کا ذکر صحیح البخاری میں ہے۔<sup>۱۲۱۵</sup>

### بعض سلف کا علم موسیقی سے شغف

”الانیس المطرب فیمن لقیته من ادباء المغرب“ کے مؤلف نے ادیب ابو عبد اللہ محمد ابو عصامی کے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے خبر دی کہ صدر اول میں علم موسیقی علم کے قدردانوں میں موجود تھا اور عظیم القدر علماء اور اشراف اس سے شغف رکھتے تھے۔<sup>۱۲۱۶</sup> اسحاق بن ابراہیم الموصلی کو علوم میں بڑا رسوخ حاصل تھا لیکن ان کی شہرت علم موسیقی کے ماہر کے طور پر ہوئی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے علماء کے لیے ایک دن مقرر کیا اور علماء کو شرف باریابی بخشا اور یہ حکم دیا کہ مختلف علوم کے ماہرین کو الگ الگ حاضر کیا جائے چنانچہ علماء مختلف علوم و فنون میں مہارت کے حوالہ سے جماعت در جماعت باریاب ہونے لگے اسحاق بن ابراہیم الموصلی ہر جماعت کے ساتھ باریاب ہوا اور ہر جماعت کے ساتھ انعام و اکرام سے نوازا گیا اس نے چوبیس مرتبہ شاہی عطاء سے حصہ پایا۔

(ص ۱۶۳)

علامہ کتانی فرماتے ہیں: ”الاصابہ“ میں ابو الاسود الدؤلی کے تذکرہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے ابو الاسود کا شمار تابعین، شعراء، فقہاء، محدثین، اشراف، شہسواروں، امراء، نحوویوں، حاضر جوابوں، شیعوں، گنجوں، گندہ دہنوں اور بخلاء میں کیا گیا ہے۔

<sup>۱۲۱۵</sup> حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہما ہی سے منقول حدیث صحیح ہے۔

<sup>۱۲۱۶</sup> صدر اسلام میں کون سے علماء اور اشراف موسیقی سے شغف رکھتے تھے؟

## رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

### کو گانا سنانے والی باندی

امام نسائی نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اسے پہچانتی ہو؟ میں نے کہا: نہیں! اے اللہ کے نبی! آپ نے فرمایا: یہ بنو فلاں کی گانے والی باندی ہے، یہ تمہیں گا کر سنائے پھر اس نے ام المؤمنین کے لیے گایا۔<sup>۱۲۱۷</sup>

علامہ کتانی کہتے ہیں: امام نسائی نے ”سنن“ میں اس حدیث کو ”باب اطلاق الرجل لزوجته سماع الغناء والضرب بالدف“ میں درج کیا ہے۔ علامہ الادفوی نے ”الامتناع“ میں کہا ہے: اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ الشوکانی کا بھی یہی قول ہے ادفوی نے کہا: یہ حدیث طبرانی کی ”المعجم الكبير“ میں بھی موجود ہے۔ یہ حدیث مردوں اور عورتوں کے لیے غناء کی اباحت پر قوی دلیل ہے۔ ”قینہ“ کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ گانا اس باندی کا پیشہ تھا کیونکہ ”قینہ“ کا مشہور معنی یہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ازراہ محبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کا عندیہ معلوم فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی استدعا نہیں کی تھی بلکہ آپ ﷺ ہی نے سلسلہ کلام کی ابتداء فرمائی۔ نیز رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں باندی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گانا سنانا، گانے کی اباحت کی صریح دلیل ہے۔

علامہ کتانی فرماتے ہیں: حدیث کا باقی ماندہ حصہ یہ ہے کہ جب اس باندی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے گانا گایا، نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان نے اس کے نتھنوں میں پھونکا ہے۔ نامعلوم علامہ الخزاعی نے یہاں سنن النسائی کی اس حدیث کا باقی ماندہ حصہ کیوں ذکر نہیں کیا۔ واللہ اعلم<sup>۱۲۱۸</sup>

### گانا اور بآواز بلند شعر خوانی

ابو عمر بن عبد البر نے ”الاستیعاب“ میں اور ابن قدامہ نے ”الاستبصار“ میں مشہور صحابی حضرت خوات بن جبر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے، انہوں نے بیان کیا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حج کے لیے نکلے، ہمارے کارواں میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ لوگوں نے مجھ سے ضرار کے اشعار سنانے کو کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرار کے نہیں اپنے اشعار سناؤ، حضرت خوات

<sup>۱۲۱۷</sup> حسن حدیث۔ نسائی، احمد ج ۳ ص ۴۴۹ طبرانی ”الکبیر“ ۶۶۸۶، از سائب بن یزید رضی اللہ عنہ۔ ”مجمع الزوائد“ (ج ۸ ص ۱۳۰) میں علامہ بیہقی نے کہا ہے: احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

<sup>۱۲۱۸</sup> تاکہ پڑھنے والا غناء کے سماع کی اباحت میں غلط فہمی کا شکار ہو جائے، یہ درحقیقت تدلیس اور حقائق کی پردہ پوشی ہے، اس میں اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کی خوشنودی کا خیال نہیں رکھا گیا۔



وَبَدَّالَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ○  
اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا  
(الزمر: ۴۷) جس کا وہ گمان (بھی) نہ کرتے تھے ○

## دلہن کی رخصتی کے وقت کا گیت

”الاصابہ“ میں حضرت فارعہ بنت ابی امامہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے جس رات میں ان کی رخصتی ہوئی، نبی ﷺ نے ان کی رخصتی کے وقت یہ شعر پڑھنے کا حکم دیا:

اتیناکم اتیناکم فحیونا نحیکم

ابن الاثیر نے المعانی بن عمران کے طریق سے ان کی تاریخ کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: ہم نے انصاری کی ایک یتیم لڑکی کو اس کے شوہر کے پاس بھیجا، جب ہم واپس آئے نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: تم نے کیا کہا تھا؟ ہم نے کہا: ہم نے دلہن کو دولہا کے حوالہ کیا اور واپس آ گئے آپ نے فرمایا: انصاری کے لوگوں کو غزل پسند ہے۔ اے عائشہ! تم نے یہ کیوں نہ کہا:

اتیناکم اتیناکم فحیونا نحیکم ۱۲۲۲

”الاصابہ“ میں حضرت ام نبیط رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں مرفوعاً یہ دلچسپ قصہ مذکور ہے جسے میں اپنی مربوط سند کے ساتھ موصولاً ذکر کرنا چاہتا ہوں: از عبد اللہ بن درویش السکری الدمشقی، از عبد الرحمن بن محمد بن عبد الرحمن الکزبری، از مصطفیٰ الرحمتی، از شیخ عبد الغنی بن اسماعیل النابلسی، از نجم الدین محمد بن بدر الدین الغزی العامری، از والد خود از شیخ الاسلام زکریاء الانصاری، از شیخ الحفظ ابن حجر، از فاطمہ بنت المنجا، از سلیمان بن حمزہ ابونصر الشیرازی، اسماعیل بن یوسف بن مکتوم، از ابو یحییٰ حمزہ بن علی بن الحسن، از قاسم بن ابی العلاء، از یزید بن محمد بن عبد الصمد، از عتبہ بن الزبیر (یکے از اولاد کعب بن مالک) از محمد بن عبد الخالق، از عبد الرحمن بن نبیط، از والد خود نبیط، از جابر از جدہ خود ام نبیط رضی اللہ عنہا، حضرت ام نبیط رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نے بنونجار میں سے اپنی ایک لڑکی کو اس کے خاوند کے پاس بھیجا، میں رخصتی میں بنونجار کی خواتین کے ساتھ تھی، میں دف بجاتے ہوئے کہتی جاتی تھی۔

اتیناکم اتیناکم فحیونا نحیکم

ولولا الذهب الاحمر ما حلت بوادیکم

حضرت ام نبیط رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: ام نبیط! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، ہمارے قبیلہ بنونجار کی دلہن کو ہم اس کے دولہا کے پاس پہنچانے جا رہے ہیں، آپ نے فرمایا: تم کیا کہہ رہی تھیں؟ میں نے اپنے الفاظ دہرائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کہو:

۱۲۲۲ طبرانی ”الوسط“ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۹۸) ابن الاثیر (الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷ رقم: ۸۲۰) از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

علامہ بیہقی نے کہا: اس کے راوی رواد بن الجراح کو احمد بن معین اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور اس میں ضعف ہے۔



ولو لا الحنطة السمراء ما سمنت عذارا کم ۱۲۲۳

حافظ ابن حجر نے کہا: یہ حدیث غریب ہے اسے ابن مندہ نے نقل کیا ہے اور ابن الاثیر نے اسے از ابو البرکات ابن عسا کر از محمد بن الجلیل بن فارس از ابو القاسم بن ابی العلاء نقل کیا ہے ہمارے شیخ نے یہ روایت انہی سے سماعت کی ہے۔

ابو نعیم نے کہا: اس کا ذکر ان کے تذکرہ میں گزر چکا ہے ابو نعیم نے آپ کا نام نائلہ بنت الحساس ذکر کیا ہے۔ میں نے آپ کا تذکرہ حرف نون میں کیا ہے لیکن ابو نعیم نے اس کا ذکر چھوڑ دیا حالانکہ یہ روایت ان کی شرط کے مطابق تھی۔

## نبی ﷺ کی آمد کی خوشی میں حبشیوں کا نیزوں سے کھیل

امام ابوداؤد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب نبی ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے حبشی لوگوں نے آپ کی آمد کی خوشی میں اپنے نیزوں سے کھیلنے کا مظاہرہ کیا اور کرتب دکھائے۔ ۱۲۲۴

## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلنے والی لڑکیاں

”المواہب“ میں ہے رسول اللہ ﷺ انصار کی لڑکیوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلنے کے لیے بھیجتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لڑکیوں کے ساتھ گڑیاؤں سے کھیلنا

”صحیح البخاری“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے میں نبی ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھی میری سہیلیاں میرے پاس کھیلنے کے لیے آتی تھیں جب رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لاتے وہ چھپ جاتی تھیں پھر آپ ان کو میرے پاس بھیجتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ ۱۲۲۵

”المشارك“ میں ہے حدیث میں لفظ ”البنات“ سے مراد گڑیاں ہیں جن سے بچے کھیلتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے ”الفتح الباری“ میں کہا ہے: اس حدیث سے گڑیاں بنانے کے جواز پر استدلال کیا گیا

۱۲۲۳ ابن مندہ ابن الاثیر (الاصابہ ج ۴ ص ۵۰۱-۵۰۲ رقم: ۷۵۲۷) از ام عیظ رضی اللہ عنہا۔ حافظ ابن حجر نے اس کو حدیث غریب کہہ کر اس کے ضعف کا اشارہ کیا ہے۔

۱۲۲۴ صحیح حدیث۔ عبد الرزاق: ۱۹۷۲۳ از معمر از ثابت از انس رضی اللہ عنہ۔ از طریق عبد الرزاق ابوداؤد: ۴۹۲۳ احمد ج ۳ ص ۱۶۱ عبد بن حمید: ۱۲۳۹ (منتخب) ابویعلیٰ: ۳۴۵۹ بغوی: ۳۷۶۸۔

۱۲۲۵ صحیح حدیث۔ بخاری: ۶۱۳۰ مسلم: ۲۲۴۰ ابوداؤد: ۴۹۳۱ نسائی ج ۶ ص ۱۳۱ احمد ج ۶ ص ۱۶۶ ابن حبان: ۵۸۲۳ بیہقی: ۱۱۱۱۱ السنن ج ۱ ص ۲۱۹ عبد الرزاق: ۱۹۷۲۲ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

ہے کیونکہ بچیاں ان سے کھلتی ہیں اور یہ حدیث تصویروں کی عمومی ممانعت سے گڑیوں کے استثناء پر دلالت کرتی ہے۔ قاضی عیاض نے اسے قطعی قرار دیا ہے اور اسے جمہور سے نقل کیا ہے جمہور علماء نے لڑکیوں کے لیے گڑیوں کی بیج کو جائز قرار دیا ہے تاکہ بچپن ہی میں ان کو گھریلو امور اور اولاد کی دیکھ بھال کی تربیت حاصل ہو جائے۔ بعض علماء نے اسے منسوخ کہا ہے۔<sup>۱۲۲۶</sup>

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے آپ اپنی گڑیوں سے کھیل رہی تھیں گڑیوں کے ساتھ ایک گھوڑا بھی تھا آپ نے فرمایا: عائشہ یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں: یہ حضرت سلیمان کا گھوڑا ہے۔ نبی ﷺ ان کی اس بات سے ہنسنے لگے۔<sup>۱۲۲۷</sup> امام احمد نے کہا: یہ حدیث غریب ہے۔

صحیح البخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ سے شادی کے وقت گڑیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامان میں شامل تھیں۔ السفارینی کی نقل کے مطابق ابن حزم کا قول ہے: بچوں کے لیے شکل و صورت والی گڑیا سے کھیلنا جائز ہے دوسروں کے لیے جائز نہیں اس کے علاوہ تصویریں حرام ہیں مگر یہ کہ وہ کپڑے میں نقش ہوں۔ نیز السفارینی نے ”الاحکام السلطانیہ“ میں سے محاسب کی فصل سے نقل کیا ہے کہ گڑیوں سے معاصی کا ارادہ نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا مقصد بچوں کو اولاد کی دیکھ بھال کی تربیت ہوتا ہے۔ اس تدبیر کے باعث اسے ذی روح کی تصویر اور بتوں کی عبادت کی معصیت سے الگ قرار دیا گیا ہے البتہ معصیت کے قریب تر ہونے کی وجہ سے اس میں غور و فکر کیا جائے گا اگر گڑیوں کے اس کھیل سے مطلوب مذکور الصبر مصلحت ہے تو یہ صحیح ہے ورنہ غلط ہے کیونکہ ذی روح کی تصویر بنانا حرام ہے۔

المرداوی کہتا ہے:۔

بچی کے لیے گڑیا خریدنا حلال ہے بغیر سروالی مانگ اور سروالی گڑیا سے روک شکل و صورت والی گڑیا مت خرید اپنے اور بچی کے مال میں سے کسی سے بھی نہیں۔

لیکن ہمارے مذہب میں توسع ہے ”الفجر الساطع“ میں غیر ذی روح تصاویر کی بیج اور اس میں کراہیت کے عنوان کے تحت مذکور ہے: علماء نے بچیوں کی گڑیوں کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے انہوں نے گڑیاں بنانے اور خریدنے کو جائز کہا ہے اور حضور ﷺ کے اسوہ میں تبدیلی نہیں کی کیونکہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں کو برقرار رکھا کہ اس میں بچیوں کی اولاد کے بارے میں تربیت ہوتی ہے البتہ امام مالک نے اسے مکروہ قرار دیا ہے کہ آدمی اپنے بیٹے کے لیے گڑیا خریدے کیونکہ بیٹوں کے لیے گڑیوں سے کھیلنا مروت کے خلاف ہے تاہم گڑیوں سے کھیلنے کو انہوں نے مکروہ نہیں کہا۔ قاضی عیاض نے ان کا یہی مذہب بیان کیا ہے اور علامہ آبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

علامہ آبی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول ”میں گڑیوں سے کھلتی تھی“ پر قاضی عیاض کا یہ قول نقل کیا

<sup>۱۲۲۶</sup> فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۲۷۔

<sup>۱۲۲۷</sup> صحیح حدیث۔ ابوداؤد: ۴۹۳۲ ابن حبان: ۵۸۶۳ بیہقی ”السنن“ ج ۱۰ ص ۲۱۹ احمد ج ۶ ص ۵۷ طبرانی ج ۲۳ ص ۲۷۹ ابن سعد

ج ۸ ص ۶۶ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

ہے کہ اس حدیث میں گڑیوں سے کھیلنے کا جواز ہے، تصویر بنانے کی ممانعت سے گڑیا کی تخصیص ہے، کیونکہ اس کھیل سے بچپن ہی میں عورتوں کی گھریلو امور کی دیکھ بھال اور اولاد کے بارے میں تربیت ہوتی ہے اور علماء نے گڑیوں کی خرید و فروخت کو جائز کہا ہے۔

## نبی ﷺ کے سامنے مسجد نبوی میں حبشیوں کا رقص

حبشی لوگ اپنے نیزوں کے ساتھ مسجد نبوی میں کھیلنے لگے، نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا کھیل دکھانے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے شانہ پر اپنا چہرہ رکھا ہوا تھا۔

اس روایت کو امام بخاری نے متعدد ابواب میں نقل کیا ہے، کتاب الزکاح میں اسے ”باب نظر المرأة الى الحبش ونحوهم من غیر ربة“ کے تحت روایت کیا ہے۔

مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حبشی رسول اللہ ﷺ کے سامنے رقص کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ”محمد عبد صالح“ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ کہہ رہے ہیں: محمد عبد صالح۔<sup>۱۲۲۸</sup>

”جامع الترمذی“ کے الفاظ ہیں: نبی ﷺ کھڑے ہوئے، حبشی لوگ رقص کرنے لگے اور بچے ان کے ارد گرد جمع ہو گئے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! آؤ دیکھو، میں نے اپنی ٹھوڑی رسول اللہ ﷺ کے شانہ پر رکھ کر آپ کے شانہ اور سرانور کے درمیان سے ان کو دیکھنے لگی، آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارا دل نہیں بھرا؟ کیا تمہارا دل نہیں بھرا؟ میں نے کہا: نہیں، نہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن، صحیح، غریب کہا ہے۔ (ترمذی: ۳۶۹۱)

علامہ زرقانی نے ”شرح المواہب“ (ج ۴ ص ۳۱۱) میں کہا ہے: شاید کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کا نیزوں سے کھیل اس لیے دکھایا تا کہ وہ اسے ذہن نشین کر لیں اور بعد ازاں لوگوں تک اسے منتقل کریں۔ اس کی اصل ابن بطلال کا یہ قول ہے کہ ممکن ہے آپ نے حضرت عائشہ کو حبشیوں کا نیزوں سے کھیل اس لیے دکھایا ہوتا کہ اس بارہ میں سنت معلوم ہو اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کو اس کے متعلق علم حاصل ہو، ابن بطلال کا یہ قول ”الاحیاء“ کے شارح نے نقل کیا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث میں رقص کی اباحت پر قوی ترین دلیل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ان کو اپنی اس حالت رقص پر برقرار رہنے کی ترغیب فرمائی۔ اسے المواق نے ”سنن المہتدین“ میں اور الوثریسی نے ”المعیار“ میں نقل کرتے ہوئے برقرار رکھا ہے۔ مسند احمد کی روایت سے آپ جان چکے ہیں کہ حبشی دوران رقص ”محمد عبد صالح“ کہہ رہے تھے اس پر مجاز اتوسع سے کام لیتے ہوئے کھیل کا نام لیا گیا ہے، ورنہ حضور ﷺ کے ذکر پر کھیل کا نام صحیح نہیں ہے بلکہ یہ واقعیت اور سنجیدگی ہے۔ تفصیل کے لیے ”الاحیاء“ کی کتاب السماع ملاحظہ کریں۔

قرآن مجید کو دف وغیرہ کے ساتھ پڑھنے سے بچنا واجب ہے، کیونکہ دف، وغیرہ جیسے امور صوریہ لہو و لعب

<sup>۱۲۲۸</sup> صحیح حدیث۔ احمد بن حنبل: ۱۵۲، ابن ماجہ: ۵۸۷، از انس بن مالک رضی اللہ عنہ، تخریج گزر چکی ہے۔

ہیں اور قرآن مجید سراسر واقعیت اور سنجیدگی ہے، سو حق محض کو عوام الناس کے نزدیک لہو و لعب سے معروف چیز سے ملانا جائز نہیں ہے، خواص کے نزدیک بھی یہ لہو و لعب کی ایک صورت ہے اگرچہ وہ اس کو بہ نظر لہو نہیں دیکھتے، اس لیے شادی وغیرہ میں دف پر قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب حضرت ربیع بنت معوذ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے گھر میں داخل ہوئے ان کے پاس لڑکیاں گارہی تھیں، آپ نے ایک لڑکی سے گانے کے طور پر یہ کہتے سنا: ”و فیما نبی یعلم ما فی غد“ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو وہی کہو جو تم کہہ رہی تھیں۔<sup>۱۲۲۹</sup> یہ جملہ آپ کی نبوت کی شہادت ہے لیکن آپ نے ڈانٹ کر اس سے منع فرمادیا اور لہو و لعب پر مشتمل سابقہ کلام کہنے کو فرمایا، کیونکہ یہ جملہ واقعیت پر مبنی تھا اور سنجیدگی کا متقاضی تھا سو آپ نے اسے لہو و لعب سے نہ ملانے دیا، جب نبوت کی شہادت پر مشتمل کلام کو دوران لہو و لعب پڑھنے سے منع فرمادیا تو ایسی حالت میں قرآن مجید کی قرأت بطریق اولیٰ ناجائز ہوگی اور بطور احترام اس سے احتراز واجب ہوا۔ علامہ ابن التین السفاقی نے بھی صحیح البخاری پر اپنی شرح میں اسی طرح لکھا ہے۔

”الارشاد الساری“ میں علامہ قسطلانی نے حضرت ربیع رضی اللہ عنہما کے اس قصہ میں ارشاد نبوی ”دعی ہذہ وقولی“ پر لکھا ہے: کیونکہ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا (اس لیے آپ نے اس جملہ سے منع فرمادیا)۔ یہ بھی ممکن ہے کہ لہو و لعب (کھیل تماشے) کے دوران آپ کا ذکر خیر ممنوع ہو اس لیے آپ نے روکا ہو کیونکہ آپ کا منصب جلیل القدر اور رفیع الشان ہے، اس کے ذکر کے لیے سنجیدہ محافل اور مجالس ضروری ہیں۔

ہم یہاں کہتے ہیں: اگر حبشیوں کا فعل صرف کھیل تماشا ہوتا تو آپ ان کو ”محمد عبد صالح“ کہنے سے منع فرمادیتے، لیکن آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا بلکہ برقرار رکھا اور ان کو اس کے جاری رکھنے پر ترغیب دی، گویا اس ذکر سے انہوں نے عبادت و طاعت اور اللہ اور اس کے رسول کے لیے اظہارِ مسرت کا قصد کیا تھا، اسی لیے آپ نے ان کو اس سے نہیں روکا، ان کے فعل پر اظہارِ پسندیدگی فرمایا اور اپنی خوشنودی اور رضامندی سے نوازا۔

”الشفاء“ میں ہے سلف صالحین کی یہ حالت تھی کہ حضور ﷺ کا ذکر مبارک سنتے ہی ان کی حالت غیر ہو جاتی تھی۔

شیخ ابی السعود الفاسی کہتے ہیں: نبی ﷺ کا ذکر صرف ثواب کے ارادہ سے کرنا حلال ہے، راحت، کشادگی، سکھ، چین اور خوشی و مسرت کے مواقع پر آپ کا ذکر کرنا آپ کی عظمت شان کے خلاف ہے (کہ اس وقت عموماً لہو و لعب، کھیل تماشہ ہوتا ہے)۔

حافظ ابن حجر نے ”الفتح“ میں کہا ہے: صوفیہ کی ایک جماعت نے اس حدیث سے رقص اور آلاتِ لہو سے سماع کے جواز پر استدلال کیا ہے، جمہور نے اس پر اعتراض کیا ہے، ان کا کہنا ہے: مطلقاً یہ قول درست نہیں کیونکہ حبشیوں کا نیزوں سے کھیلنا جنگوں میں نیزہ بازی کی مشق تھی، اس پر لہو و لعب میں رقص کو قیاس کرنا اور اس سے

<sup>۱۲۲۹</sup> صحیح حدیث۔ تخریج گزر چکی ہے۔

استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ارادوں کے اختلاف سے احکام بدل جاتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ قول محل نظر ہے کیونکہ صوفیاء کا رقص لہو و لعب (کھیل تماشا) نہیں ہوتا۔ اسی لیے ہمارے شیخ ابو عبد اللہ محمد الفضیل الشیبی نے ”الفجر الساطع“ میں اس پر کہا ہے: صوفیہ کا رقص سے لہو و لعب کا مطلقاً ارادہ نہیں ہوتا، ان کا ارادہ ذکر پر یکجائی، دل و جان کے ساتھ ذکر پر رجوع اور تمام اعضاء اور جوارح کا ذکر میں منہمک ہونا ہے۔ اور یہ صحیح قصد اور ارادہ ہے۔ کیونکہ ذکر کو ہر حالت میں ذکر کی کثرت کی ترغیب دی گئی ہے، چونکہ دوران ذکر ان کا رقص ایک صحیح مقصد کے لیے ہوتا ہے سو ان کے استدلال پر اعتراض درست نہیں ہے۔<sup>۱۲۳۰</sup>

میں (علامہ کتابی) کہتا ہوں: صوفیہ کے رقص کی غایت یہ ہے کہ وہ حالت قیام میں ذکر کر رہے ہوتے ہیں اور یہ نص قرآن سے ثابت ہے، قرآن مجید میں ہے:

فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ

تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹے ہوئے)۔ (النساء: ۱۰۳)

ربان کا جھومنا اور ہلنا تو یہ صحابہ کرام سے منقول ہے۔<sup>۱۲۳۱</sup> چنانچہ ابو نعیم نے ”الحلیۃ“ میں حضرت فضیل بن عیاض سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے دائیں بائیں جھومتے تھے جس طرح سخت آندھی میں درخت آگے پیچھے جھومتا ہے۔<sup>۱۲۳۲</sup>

اس سلسلہ میں ہمارے شیخ اور والد محترم کی رقص کے متعلق تالیف ملاحظہ کریں، یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ ہمارے شیخ ابو العباس بن الخياط الرکازی نے اس کا اختصار کیا ہے اور حواشی لگائے ہیں۔ اس کے علاوہ حافظ ابو العباس احمد بن یوسف الفاسی نے اس مسئلہ پر رسالہ تالیف کیا ہے یہ رسالہ بھی فاس سے طبع ہو چکا ہے۔ حافظ ابن ابی الدنیا ابو بکر کی کتاب ”الوجد“ کا ”الصلة“ میں حرف واؤ کے تحت ابن سلیمان الردانی نے ذکر کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ”اندازہ کرو نو عمر لڑکی

نے کتنی دیر تک حبشیوں کا کھیل دیکھا ہوگا“

امام احمد نے ”مسند“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہیں اور حبشی نیزوں سے کھیل رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ

<sup>۱۲۳۰</sup> نامعقول اور نامقبول تقریر۔ اللہ کا ذکر رقص کا محتاج نہیں، رقص تو کم عقلی اور شیاطین کو خوش کرنے کی دلیل ہے۔

<sup>۱۲۳۱</sup> کیا قیام و قعود میں ذکر الہی کے لیے رقص کی ضرورت ہے جس میں انسان مخنثوں کے زمرے میں شامل ہو۔ اللہم غفرانک۔

<sup>۱۲۳۲</sup> تلاش کے باوجود مجھے ”الحلیۃ“ میں یہ روایت نہیں ملی۔ فضیل بن عیاض نے صحابہ کرام کا دور نہیں پایا، سو میرے خیال میں ان کا کلام صحیح نہیں ہے۔

مجھے اپنی چادر سے ڈھانپے ہوئے ہیں تاکہ میں آپ کے کان اور گردن کے درمیان سے حبشیوں کا کھیل دیکھوں۔ آپ میرے لیے برابر کھڑے رہے تاکہ میں خود پلٹی تم اندازہ کرو نو عمر کھیل کی شوقین لڑکی کتنی دیر تک اس طرح کھڑی رہی ہوگی۔

مسند احمد ہی کی ایک اور روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی میری سہیلیاں آتیں جب رسول اللہ ﷺ میرے حجرہ میں داخل ہوتے وہ بھاگ جاتیں رسول اللہ ﷺ ان کو پکڑ کر واپس میرے پاس لے آتے تھے۔

امام ابو حامد الغزالی نے ”الاحیاء“ کی کتاب السماع میں مذکور الصدر بعض احادیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: یہ صریح نص ہے کہ گانا اور کھیل حرام نہیں ہے اور درج ذیل صورتوں سے اس کی رخصت ثابت ہوتی ہے:

(۱) کھیل تماشاً کیونکہ رقص اور کھیل تماشا حبشیوں کی عادت ہے اور انہوں نے اس کا مظاہرہ کیا۔

(۲) یہ مظاہرہ مسجد نبوی میں ہوا۔

(۳) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بنو ارفدہ! تم اپنا کام (نیزوں سے رقص) جاری رکھو یہ کھیل تماشے کا امر ہے اگر یہ حرام ہوتا حضور ﷺ اسے جاری رکھنے کا حکم کیوں دیتے؟

(۴) حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بچیوں کو گانے سے منع کرنے سے روک دیا اور یہ وجہ بیان فرمائی کہ یہ عید کا دن یا خوشی کا وقت ہے۔

(۵) حضور ﷺ نے خاصی دیر تک کھڑے رہ کر حبشیوں کا کھیل ملاحظہ فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کا کلام سنا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں اور بچوں کی دلجوئی زاہدانہ طرز زندگی اور بے جا روک ٹوک میں نہیں بلکہ جائز کھیل تماشہ دکھانے میں ہے۔

(۶) رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ آپ کا یہ ارشاد اضطراب پر مبنی تھا نہ ہی آپ کو اپنے اہل خانہ سے کسی ناراضی کا اندیشہ تھا۔

(۷) حضور ﷺ نے دو لڑکیوں کو گانے اور دف بجانے کی اجازت دی حالانکہ یہ شیطانی مزار (بانسری) کے مشابہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ حرام گانا بجانا اس کے علاوہ ہے۔

(۸) رسول اللہ ﷺ گانے والی لڑکیوں کی آوازیں سن رہے تھے اور آپ پہلو کے بل آرام فرماتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی آواز صرف فتنہ کے اندیشہ کے وقت سننا حرام ہے۔

یہ تمام قیاسات اور نصوص غناء، رقص، دف بجانے، نیزوں کے ساتھ کھیلنے کی اباحت پر دلالت کرتے ہیں خوشی کے وقت حبشیوں وغیرہ کا رقص دیکھنا یوم عید پر قیاس کی گيا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کھیل تماشاً میں مشغول حبشیوں پر گزرا اور ان کو انعام

امام بخاری نے ”الادب المفرد“ میں ”باب لعب الصبيان“ کے تحت اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی

ہے ابو عقبہ نے کہا: ایک مرتبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کسی راستہ سے گزرا، آپ کھیل تماشیاں میں مشغول حبشیوں کے پاس سے گزرے تو ان کو دو درہم عطا فرمائے۔<sup>۱۲۳۳</sup>

ابو عبد اللہ بن سوہ کی کتاب ”الحسام المسنون فی نصرة اهل السر المکنون“ میں عکرمہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹوں کی ختنہ کی، کھیل تماشیاں والوں کو بلوا بھیجا، انہوں نے کھیل تماشیاں کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو چار درہم عطا فرمائے۔

### دوڑ کے مقابلے

گھڑ دوڑ کے مقابلوں کا ذکر گزر چکا ہے۔ ”المواہب“ میں ہے نبی ﷺ نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک سفر میں دوڑ کا مقابلہ کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہلکے بدن کی وجہ سے آپ سے آگے نکل گئیں، بعد ازاں پھر کسی دوسرے سفر میں دوڑ نے کا مقابلہ کیا، اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جسم فریبی مائل ہو چکا تھا سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیچھے رہ گئیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کی دل جوئی کرتے ہوئے فرمایا: یہ اس دن کا بدلہ ہے۔

امام احمد کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں: میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلی، میں ہلکے بدن والی نو عمر لڑکی تھی، آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم آگے بڑھو، لوگ آگے بڑھ گئے تو آپ نے فرمایا: میرا تم سے مقابلہ ہے، میں آپ کے ساتھ دوڑ میں آگے نکل گئی، حضور ﷺ خاموش رہے، پھر میں فریبہ ہو گئی، میرا جسم بھر گیا، تب ایک سفر میں میں آپ کے ساتھ نکلی، آپ نے لوگوں سے آگے بڑھنے کو کہا، لوگ آگے بڑھ گئے، آپ نے مجھ سے دوڑ میں مقابلہ کرنے کو فرمایا، میں مقابلہ میں دوڑی، آپ مجھ سے آگے نکل گئے اور ہنستے ہوئے فرمایا: یہ اس دن کا بدلہ ہے۔<sup>۱۲۳۴</sup>

المغنی میں ہے اس حدیث کو ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے ”تلبیس ابلیس“ میں کہا ہے: تمہارا کیا خیال ہے رسول اللہ ﷺ اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوش طبعی کرتے وقت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ نے کا مقابلہ کرتے وقت کیا اللہ سے غافل تھے۔

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے حضرت واقد رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ واقد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سقیا میں فوت ہوئے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کی، پھر بدویوں کو بلا کر ان میں دوڑ کے مقابلے کرائے۔ نافع

<sup>۱۲۳۳</sup> بوجہ ابو عقبہ ضعیف الاسناد حدیث ابو عقبہ مجہول ہے۔

<sup>۱۲۳۴</sup> صحیح حدیث۔ احمد: ۳۹۱۶، حمیدی: ۲۶۱، ابو داؤد: ۲۵۷۸، ابن ماجہ: ۱۹۷۹، طحاوی: ”مشکل الآثار“ ج ۲ ص ۳۶۰-۳۶۱، ابن حبان

۳۶۹۱، طبرانی: ”المکبیر“ ج ۲ ص ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱



کہتے ہیں: میں نے کہا: آپ نے ابھی واقعہ کو دفن کیا ہے اور اب آپ بدویوں میں دوڑ کے مقابلے کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نافع! تیری خیر ہو جب تو اللہ کی قضا کا فیصلہ دیکھے تو اس سے غافل ہونے کی کوشش کر (دکھ اور مصیبت میں توجہ دوسرے امور کی طرف مائل کر)۔

## کشتی کے مقابلے

سیرت ابن اسحاق وغیرہ میں ہے مکہ مکرمہ میں زبردست طاقتور بہترین پہلوان تھا مختلف علاقوں کے لوگ اس سے کشتی میں مقابلہ کرنے کے لیے آتے تھے وہ ان کو پچھاڑ دیتا تھا ایک مرتبہ وہ مکہ کی کسی گھائی میں تھا کہ اس کی نبی ﷺ سے ملاقات ہو گئی آپ نے فرمایا: اے رکانہ! کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے اور میری دعوت پر لبیک نہیں کہتے: رکانہ نے کہا: اے محمد! آپ کی سچائی پر کوئی گواہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! دیکھو اگر میں تم کو پچھاڑ دوں تو کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ گے؟ رکانہ نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: کشتی کے لیے تیار ہو جاؤ وہ بولا: میں تیار ہوں! رسول اللہ ﷺ اس کے قریب ہوئے اور اسے پچھاڑ دیا رکانہ حیرت زدہ رہ گیا اس نے دوبارہ کشتی لڑنے کو کہا آپ نے اسے دوسری اور تیسری مرتبہ بھی پچھاڑ دیا رکانہ نے متعجب ہو کر کہا: آپ کا عجیب معاملہ ہے آپ کی عجب شان ہے۔<sup>۱۲۳۵</sup> اسے ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع اور مرسل دونوں طریقوں سے روایت کیا ہے۔

رکانہ کا نسب یہ ہے: رکانہ ابن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف قرشی مکی فتح مکہ کے سال دولت ایمان سے مشرف ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۴۲ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

رکانہ قوی، جسیم اور طاقتور انسان تھے مشہور پہلوان تھے کشتی میں کسی سے شکست نہیں کھائی تھی ہمیشہ حریف کو پچھاڑ دیا کرتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو کشتی میں پچھاڑ دیا تھا۔ (نسیم الریاض)

”حواشی ابن الطیب الفاسی علی القاموس“ میں رکانہ کے بارے میں ہے: ان کا قصہ مشہور ہے نبی ﷺ نے اسے معجزانہ طور پر پچھاڑ دیا حالانکہ وہ مشہور زمانہ پہلوان تھا رکانہ اس قدر زور آور تھا کہ وہ اونٹ کی تازہ اتری ہوئی کھال پر کھڑا ہو جاتا دس آدمی مل کر اس کھال کو کھینچتے، کھل پھٹ جاتی مگر رکانہ اپنی جگہ سے نہ ہلتا۔ (المواہب الشفاء وغیرہ)

میں کہتا ہوں: رکانہ کا مذکورہ بالا قصہ حاکم نے مستدرک میں ابو جعفر بن محمد بن رکانہ پہلوان کی سند سے اس کے والد محمد سے روایت کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے ”التقریب“ میں کہا ہے کہ ابو جعفر بن محمد بن رکانہ مجہول ہے اور محمد بن رکانہ بھی مجہول ہے اور اسے صحابہ میں ذکر کرنے والوں کو وہم ہوا ہے۔

امام ابو داؤد اور ترمذی نے ابو الحسن العسقلانی از ابی جعفر بن محمد بن رکانہ از والد خود کے طریق سے کشتی والا<sup>۱۲۳۵</sup> السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۳۹۰-۳۹۱ بہ اسناد معطل۔ اس سلسلہ میں آئندہ حدیث کی تخریج ملاحظہ کریں۔

واقعہ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے رکانہ کو پچھاڑ دیا۔<sup>۱۲۳۶</sup> امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے اس کا اسناد قائم نہیں۔ ”الاصابہ“ میں ابن حبان کا یہ قول مذکور ہے کہ کشتی والی روایت کا اسناد مکمل نظر ہے قابل اعتماد نہیں ہے۔  
المواہب وغیرہ میں ہے نبی ﷺ نے رکانہ کے علاوہ اس کے بیٹے یزید اور بقول سہلی ابو الاسود انجی وغیرہ ایک جماعت سے کشتی کا مقابلہ کیا ہے۔

امام بیہقی نے روایت کیا ہے رکانہ بڑا قوی و جسیم اور سخت زور آور تھا وہ گائے کی کھال پر کھڑا ہوتا دس آدمی اس کے کنارے پکڑ کر کھینچتے کھال کو اس کے قدموں سے نکالنے کی کوشش کرتے کھال پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی رکانہ نہ ملتے رسول اللہ ﷺ نے اسے مقابلہ کا چیلنج دیا۔ رکانہ نے کہا: اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں ایمان قبول کر لوں گا رسول اللہ ﷺ نے اس کو پچھاڑ دیا۔

”الہمزیہ“ پر ابن حجر کی شرح کے حواشی میں الحنفی نے کہا ہے: کہا گیا ہے کہ آپ نے ابو جہل کو بھی کشتی میں شکست دی تھی لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اس روایت کی اصل برہان الحلی کی ”المقتضی“ میں ہے جیسا کہ علامہ خفاجی نے ایک جگہ ان سے نقل کیا ہے دوسری جگہ انہوں نے یہ روایت المقدسی سے نقل کی ہے۔

اس موضوع پر میرے پاس حافظ سیوطی کا نہایت نفیس رسالہ بنام ”المسارعة الى المصارعة“ موجود ہے اس رسالہ میں حافظ سیوطی نے متعدد طرق سے نبی ﷺ کا رکانہ سے کشتی کرنا روایت کیا ہے۔

کم عمر صحابہ کرام کی ان کشتیوں کا ذکر ہے جو انہوں نے غزوات میں شرکت کی تمنا سے باہم کی تھیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ مکئی پہلوان ہر پہلوان کو پچھاڑ دیتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے آب زمزم سے روگردانی کی۔ متعدد طرق سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی باہم کشتی کا ذکر ہے۔

”نسیم الریاض“ میں ہے حدیث رکانہ سے باہم کشتیوں کا جواز ثابت ہوتا ہے البتہ مال کی شرط پر علماء نے اسے حرام کہا ہے جس طرح دوڑ کے مقابلے ہیں یا یہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

تتمہ

حضرت رکانہ کا بیٹا یزید اور پوتا علی بن یزید بھی زبردست پہلوان تھے یزید بن معاویہ عرب کے طاقت ور لوگوں میں سے تھا ایک مرتبہ اس نے حضرت رکانہ کے پوتے علی کو کشتی کا چیلنج دیا تو علی نے اسے بے مثال شکست دی بعد ازاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی کو ایک نہایت سرکش گھوڑے پر سوار کیا جو کسی کے قابو میں نہ آتا تھا

<sup>۱۲۳۶</sup> حسن حدیث۔ بخاری ”التاریخ الکبیر“ ۱/۸۲۱۔ ابوداؤد ۸۰۷۸۔ ترمذی ۸۴۷۸۔ جامع ج ۳ ص ۵۲۲۔ از طریق ابوالحسن العسقلانی

از ابی نعمر بن محمد بن علی بن رکانہ از والد خود۔ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اس کا اسناد درست نہیں ہم ابوالحسن

العسقلانی اور ابن رکانہ کو نہیں پہچانتے۔ ابن حبان نے کہا اس کا اسناد مکمل نظر ہے۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۵۲۰-۵۲۱) میں کہتا ہوں اس

حدیث کا مرسل صحیح شامد موجود ہے بیہقی (ج ۱ ص ۱۸) نے اسے از طریق موی بن اسماعیل از حماد بن سلمہ از عمرو بن دینار از سعید

بن نبیر روایت کیا ہے اور اس حدیث کو مرسل جید کہا ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث ایک اور اسناد ضعیف سے موصول بھی مروی ہے

خطیب نے ”المؤلف“ میں اس حدیث کو از طریق احمد بن عتاب العسکری موصول روایت کیا ہے۔ (الاصابہ تذکرہ یزید بن

ہشام) یہ اس حدیث کے قوی شامد ہیں اس سے یہ حدیث حسن ہوگئی۔ (ارواء الغلیل ۱۵۰۳)



کرنے کے بعد کہا ہے: یہ قص رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ بالا اصحاب کو منفرد خطاب عطا فرمانے کی وجہ سے تھا۔ حضور ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا، یہ حدیث صوفیہ کے قص کی اصل ہے، وہ عشق الہی کے کیف و مستی میں اس سے لذت پاتے ہیں۔<sup>۱۲۴۱</sup>

## بچوں کے کھیلنے کے لیے پرندے رکھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر خلق والے تھے، عمیر نام کے میرے بھائی کے پاس بلبل تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا، وہ بلبل مر گیا، وہ اداس اور غم زدہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئے، آپ نے فرمایا: اسے کیا ہوا؟ آپ کو بتایا گیا اس کا بلبل مر گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے عمیر سے فرمایا: ابو عمیر! تیرے بلبل نے کیا کیا؟<sup>۱۲۴۲</sup> اسے امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

علامہ جوہری کہتے ہیں: ”الغیر“ چڑیا جیسا چھوٹا پرندہ ہوتا ہے یا چڑیا کے بچہ کو کہتے ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا: رائج یہ ہے کہ یہ سرخ چونچ والا پرندہ ہے جسے اہل مدینہ بلبل کہتے ہیں۔

اس حدیث سے علماء نے کثیر احکام مستنبط کیے ہیں، ابو العباس بن القاص شافعی نے اس حدیث سے سو سے زائد احکام مستنبط کر کے الگ رسالہ مرتب کیا ہے۔

ابن غازی نے کہا: مجھ سے ابو الحسن بن منون نے بیان کیا کہ ابن الصباغ نے مکناس میں اس حدیث (یا ابا عمیر ما فعل الغیر) کا درس دیتے ہوئے چار سو سے زائد فوائد لکھوائے۔ اور یہ کہا کہ میں نے اس حدیث میں غور و فکر کیا تو تقریباً دو سو پچاس فوائد میرے ذہن میں آئے، میں نے ان کو نشان زد کر دیا لیکن ان کو واضح اور سہل کرنے کی مجھے فرصت نہ ملی۔ ارشادِ ربانی ہے:

مَا يَفْتَحِرُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا.<sup>۱</sup> اللہ لوگوں کے لیے رحمت سے جو کچھ کھولے تو (الفاظ: ۲) اسے کوئی روکنے والا نہیں۔

تفصیل کے لیے دیکھئے ”نفع الطیب“ (ج ۴) اور ابو العباس سوڈانی کی ”کفاية المحتاج“ تذکرہ ابو عبد اللہ بن الصباغ المکناسی۔

ابن غازی نے صحیح البخاری پر اپنے حواشی میں لکھا ہے: بعض علماء نے اس حدیث ”یا ابا عمیر ما فعل الغیر“ سے لگ بھگ تین سو فوائد کا استنباط کیا ہے، اور علامہ ابو الفضل بن الصباغ المکناسی کے بارے میں سننے میں آیا ہے انہوں نے اس سے زائد فوائد ذکر کیے ہیں، میں بھی اس میں غور و فکر کرتا رہا تو مسودہ میں دو سو سے زائد فوائد<sup>۱۲۴۱</sup> حافظ سیوطی کا ضعیف حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں، یہ قص اور وجد ہی تو ہیں جس نے اس امت کو پستی میں ڈال دیا ہے۔

نسال الله اللطف والسلامة۔

<sup>۱۲۴۲</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۶۱۲۹-۶۲۰۳، الادب المفرد: ۲۶۹، مسلم: ۶۵۹-۲۱۵۰، احمد ج ۳ ص ۱۱۹-۱۷۱، ترمذی: ۳۳۳-۱۹۸۹، نسائی ”عمل اليوم واللیلة“: ۳۳۵-۳۳۶، ابن ماجہ: ۳۷۲۰، ابن حبان: ۲۳۰۸، بیہقی ج ۵ ص ۲۰۳، از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ابو عمیر حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ماں شریک بھائی، بچپن ہی میں فوت ہو گیا۔

تحریر کر لیے، تاہم ان میں سے بعض فوائد بعض دیگر فوائد سے ملتے جلتے ہیں۔ واللہ اعلم  
صحیح مسلم پر ابن الشاط کے حواشی میں قاضی عیاض کے حوالہ سے مذکور ہے کہ اس میں بچوں کے لیے پرندے  
سے کھیلنے کا جواز ہے۔ علماء کے نزدیک اس کا مطلب پرندے کو عذاب دینا اور ستانا نہیں ہے بلکہ اسے اپنے پاس رکھ  
کر اس سے کھیلنا اور دل بہلانا ہے۔

شیخ ابوعلی بن رحال نے باب الغصب میں ”المدونة“ کے حوالہ سے پرندے کو پنجرے میں بند رکھنے کا جواز  
ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے یہ جواز اس صورت میں ہے جبکہ پرندے کو عذاب نہ دیا جائے اسے بھوکا پیاسا نہ رکھا  
جائے اس سے غفلت نہ برتی جائے اسی طرح اسے کسی ایسے پرندے کے ساتھ نہ رکھا جائے جو اس کے سر پر ٹھونگیں  
مارے اور اسے زخمی کر دے جیسا کہ ذربوں میں مرغے ایک دوسرے کے سر پر ٹھونگیں مار مار کر ایک دوسرے کو زخمی  
کر دیتے ہیں بلکہ مار دیتے ہیں یہ سب صورتیں بالاجماع حرام ہیں کیونکہ بلا فائدہ کسی جانور کو عذاب دینا سب کے  
نزدیک حرام ہے۔ پرندے کو ستایا نہ جائے اسے الگ رکھا جائے یا ایسے پرندہ کے ساتھ رکھا جائے جو اسے ٹھونگیں نہ  
مارے یا درمیان میں آڑ بنادی جائے تاکہ وہ ایک دوسرے کے پاس نہ پہنچنے پائیں اپنی اولاد کی طرح ان کے دانہ  
پانی کا خیال رکھے پرندے کے بیٹھنے کے لیے لکڑی وغیرہ لگا دے کیونکہ اگر اسے ایسے ہی زمین پر بٹھایا گیا تو وہ  
خصوصاً سردی کے زمانہ میں تکلیف محسوس کرے گا۔ یہ تمام باتیں اتنی واضح ہیں کہ ان کے لیے کسی نص کی ضرورت  
نہیں ہے۔

ہم نے کتنے لوگوں کو دیکھا ہے جو مختلف طریقوں سے ذربوں اور پنجروں میں مرغیوں اور پرندوں کو اذیت  
میں مبتلا رکھتے ہیں اسی طرح مینڈھے، دنبے یا گدھے، خچر کو بغیر کھلائے پلائے بند رکھنا یا باندھ کر رکھنا کہ وہ بھوک،  
پیاس سے قرب المرگ ہو جائے حرام ہے ظالم اور بے رحم شخص سے ایسی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ان جانداروں کا  
کما حقہ خیال رکھے گا بلکہ وہ انہیں کمزور کر کے یا مار کر رہے گا اگر کوئی جانور یا پرندہ مذکور الصدر سہولتیں بہم پہنچانے  
کے باوجود ان سے استفادہ نہیں کرتا اور خود کو اذیت میں مبتلا کرتا ہے تو اس کا گناہ نہیں ہے۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ عفو و  
درگزر نہ فرمائے تو اذیت کے تمام طریقے حرام ہیں اور دنیا و آخرت میں سزا اور عذاب کا باعث ہیں کیونکہ حیوانات  
انسانوں کی طرح بول نہیں سکتے وہ اپنے مالک کو یہ نہیں بتا سکتے کہ انہیں اس وقت کیا چیز مطلوب ہے اگر مالک رحم  
دل ہوگا لوگوں سے میل ملاپ رکھتا ہوگا غور و فکر سے کام لیتا ہوگا تو وہ یقیناً ان کی دیکھ بھال سے غافل نہ ہوگا اور وہ  
سینکڑوں رحمتوں کا امین ہوگا مزید کہا: حاصل کلام یہ ہے کہ جانوروں اور پرندوں کو اذیت دینے سے بچنا ضروری  
ہے کہ یہ موجب عذاب و عتاب ہے رحم دل انسان کو چاہیے کہ ہر ناواقف کو اس پر متنبہ کرے تاکہ لوگ احتیاط سے  
کام لیں بہت سے لوگ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں: پرندے کو پنجرے میں بند کرنا جائز ہے، چڑیا سے کھیلنا جائز ہے اور  
حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ”یا ابا عمیر ما فعل النعیر“ اور اس میں اذیت  
نہ دینے کی شرط کا خیال نہیں رکھتے حالانکہ اس میں عظیم اجر اور (اذیت دینے میں) عذاب ہے اسی طرح حسب  
عادت بار برداری کے جانور پر اس کی قوت برداشت سے زائد وزن لادنا ہے اور یہ کام وہی شخص کرتا ہے جس کے

دل سے اللہ تعالیٰ نے رحمت چھین لی ہے جو رحم دلی سے محروم اور قساوت قلبی میں مبتلا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رحیم بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

”طبقات ابن سعد“ میں سعید بن دارم سے مروی ہے میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے ایک شتر بان کو مارا اور فرمایا: اپنے اونٹ پر اس کی طاقت سے زائد وزن مت لا دو۔

میں نے ابن عبدالحکم کے تحریر کردہ فضائل عمر بن عبد العزیز میں یہ بات پائی ہے کہ آپ نے بازار کے گھرانوں کو لکھا کہ جانور کو خاردار لگام ڈالی جائے نہ ایسی چھٹری چبھوئی جائے جس کی نوک پر لوہا ہو۔ اور مصر میں حیان کو لکھا: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ مصر میں بار برداری کے اونٹوں پر ہزار رطل (ایک رطل ۳۹۸ گرام ۳۴ ملی گرام) وزنی مال لا دا جاتا ہے جب تمہیں میرا یہ خط ملے اس کے بعد میں سامان کی منتقلی پر مامور اونٹوں پر چھ سو رطل سے زائد وزن بار کرنے کا نہ سنوں۔

”عون الودود علی سنن ابی داؤد“ میں حدیث مبارکہ ”رحم کرنے والوں پر اللہ رحم فرماتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم فرمائے گا“<sup>۱۲۴۳</sup> کی شرح میں مذکور ہے یعنی زمین میں انسانوں اور حیوانات پر رحم کرو ان کو دکھ نہ دو قتل نہ کرو ان پر شفقت اور احسان کرو۔

”طبقات ابن سعد“ میں ہے نبی ﷺ نے حضرت نقادہ بن عبد اللہ بن خلف الاسدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے لیے دو دھیل سواری میں کام آنے والی اونٹنی تلاش کرو اور اسے لڑکے کے سپرد نہ کرو۔<sup>۱۲۴۴</sup>

نیز طبقات ہی میں حضرت سوادہ بن الربیع الجرمی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی والدہ کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا آپ نے مجھے بکریاں عطا کرنے کا حکم دیا اور میری والدہ سے فرمایا: اپنے بیٹوں کو ناخن کاٹنے کا حکم دینا تا کہ وہ بکریوں کو تکلیف نہ دیں اور ان کے تھنوں کو زخمی نہ کر دیں اور اپنے بیٹوں سے کہنا: اپنے جانوروں کو اچھی خوراک دیں۔<sup>۱۲۴۵</sup>

”طبقات ابن سعد“ میں ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اونٹ کے زخم پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرماتے: مجھے اندیشہ ہے کہ مجھ سے تیرے زخم کے متعلق سوال ہوگا۔

ابن رشد نے جب یہ کہا کہ اگر مالک اپنے غلام کو معروف طریقہ سے کھانا اور لباس فراہم نہ کرے تو اس کے

<sup>۱۲۴۳</sup> ترمذی ۱۹۲۵، ابوداؤد ۴۹۴۱، از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ شیخ الارناؤوط نے ”جامع الاصول“ (۲۶۱۵) میں کہا ہے:

شواہد کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۸۷)

<sup>۱۲۴۴</sup> ضعیف حدیث۔ احمد ج ۵ ص ۷۷، ابن ماجہ ۴۱۳۳۔ از نقادہ الاسدی رضی اللہ عنہ۔ البوصیری نے ”الزوائد“ میں کہا ہے: اس کے

اسناد میں براء ہے اس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور ذہبی نے مجہول کہا ہے باقی رجال ثقات ہیں۔ نقادہ رضی اللہ عنہ کی

سجاحت میں صرف یہی ایک حدیث ہے۔ البانی نے اس حدیث کو ”ضعیف سنن ابن ماجہ“ (حدیث ۹۰۳) میں نقل کیا ہے۔

(سلسلة الاحادیث الضعیفہ: ۴۸۶۸)

<sup>۱۲۴۵</sup> سنن حدیث۔ بغوی از مسلم از سوادہ (اصابہ ج ۲ ص ۹۷، رقم: ۳۵۸۸) احمد ج ۳ ص ۴۸۳، از طریق مسلم بن عبد الرحمن۔۔۔۔۔

۔۔۔ ”القریب“ (حدیث: ۶۵۷۱) میں ابن جریر نے اس کے ایک راوی مرجی بن رجاء البیضری کو صدوق اور وہی کہا ہے۔



خلاف فیصلہ دیا جائے گا، لیکن جانوروں کے مالک کے خلاف ایسا فیصلہ صادر نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنے جانوروں کو بھوکا پیاسا نہ رکھے اس کے خلاف چارے کا فیصلہ نہیں دیا جائے گا تو خطاب مغرب شیخ ابوعلی بن رحال نے "شرح المختصر" کے باب النفقات میں اس کی زبردست تردید کی اور "الکافی" کے حوالہ سے ابن عبد البر کا یہ قول نقل کیا کہ سواری میں جانوروں پر نرمی اور بوجھ لادنے میں ان پر شفقت کا وجوب سنت سے ثابت ہے کیونکہ یہ گونگے ہیں بول نہیں سکتے اور ہر تر جگر کے ساتھ نیکی میں اجر ہے۔<sup>۱۲۳۶</sup> یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ جب جانوروں کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے میں اجر ہے تو یقیناً ان کو تکلیف دینے میں گناہ ہے۔ جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ وزن نہ لادا جائے ان کے مونہوں پر نہ مارا جائے ان کی پیٹھوں کو کرسی نہ بنایا جائے ان کے گلے میں گھنٹیاں نہ ڈالی جائیں اگر ان سے رات میں کام لیا جائے تو دن میں ان کو کام سے فارغ رکھ کر راحت دی جائے اسے زین یا پالان میں کس کر نہ رکھا جائے اور اسے بغیر چارے اور پانی کے نہ چھوڑا جائے۔

ابن رحال نے کہا: ابن رشد کے مذکورہ بالا قول کا مطلب یہ ہوا کہ اگر جانور کا مالک جانور پر اس کی قوت برداشت سے بڑھ کر بوجھ لادتا ہے یا اس کو اذیت اور تکلیف میں مبتلا رکھتا ہے تو اس کے مالک کو اپنی حرکتوں سے باز رہنے کو نہ کہا جائے اس کے خلاف فیصلہ نہ دیا جائے اسے صرف اللہ سے ڈرنے کو کہا جائے حالانکہ جانور سے ایسا سلوک کرنا بالکل جائز نہیں ہے حدیث شریف میں ہے: ہر تر جگر جاندار سے نیکی میں اجر ہے۔ ابو عمر نے کہا: اس حدیث سے یہ لازم آیا کہ جانور کو اذیت دینے اور تکلیف پہنچانے میں گناہ ہے اور ہر گناہ کا ارتکاب غلط کام ہے اور ہر گناہ کو منانا واجب ہے جیسا کہ ابن عرفہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر لوگ امام (حکمران) کے قول: لوگو! فلاں معاملہ میں اللہ سے ڈرو سے سدھرنے والے ہوتے تو پھر یہ سزائیں قید و بند قتل اور تعزیرات مشروع نہ ہوتیں۔ ابوعلی بن رحال کہتے ہیں: جب جانور کی چراگاہ نہ ہو تو اس کی خوراک پر خرچ کرنا واجب ہے۔ اسی طرح مالک پر غلام کا خرچہ لازم ہے ورنہ جانور کو بیچ دیا جائے گا جیسے جانور پر اس کی طاقت سے زائد وزن لادنے پر گرفت ہوگی مادہ جانور کا اتنا دودھ نکالا جاسکتا ہے جس سے اس کے بچے کو ضرر نہ ہو۔

شیخ ابوعلی نے متعدد دائل اور مختلف کتب سے خوشہ چینی کر کے اس مسئلہ کو ایسا واضح کر دیا ہے کہ بے زبان جانوروں سے متعلق ہم اس طرز عمل اور طریق کار کو اپنا کر ایک مثالی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

میں نے اس موضوع پر طویل گفتگو کی ہے تاکہ یورپ اور امریکہ کی ان تنظیموں کو معلوم ہو جائے کہ جانوروں سے متعلق ان کی حالیہ مساعی سے صدیوں پہلے مسلمان ایسے قوانین وضع کر چکے ہیں اور وہ انسداد بے رحمی حیوانات کے متعلق اہل یورپ سے بہت آگے ہیں۔

<sup>۱۲۳۶</sup> صحیح حدیث۔ احمد ج ۲ ص ۲۲۲ از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ علامہ بیہقی نے "معجم الزوائد" (ج ۳ ص ۱۳۱) میں کہا ہے: امام احمد کی

حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔



لطیفہ

امام مالک رضی اللہ عنہ کے دور میں دارقدا مہ نام کی ایک حویلی تھی جس میں لوگ کبوتر بازی کرتے تھے امام مالک نے ابن المباحثون سے تلخ کلامی کے دوران اسی جانب اشارہ کیا تھا اور فرمایا: تم دارقدا مہ کو پہچانتے ہو؟ ابن حارثہ کہتے ہیں: ابن المباحثون سرکش آدمی تھا امام مالک سے اس کی تلخ کلامی ہوئی تو پورا ایک سال بات چیت بند رہی امام مالک نے اس سے فرمایا: کیا تم دارقدا مہ کو پہچانتے ہو؟ اس حویلی میں نو عمر لڑکے کبوتروں سے کھیلتے تھے البرزلی نے کہا: یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام مالک نے اسے یہ جملہ کہہ کر اس کی کم سنی اور کھیل کود کی طرف اشارہ کیا (یعنی ابھی تم اس قابل نہیں ہو اور تمہیں وہ علمی وقعت حاصل نہیں کہ ہم سے مسائل میں الجھو جاؤ تم کبوتروں سے کھیلو)۔ تفصیل کے لیے دیکھئے علامہ طاب کی ”تحریر الکلام فی مسائل الالتزام“ اور ”فتاویٰ الشیخ علیش“ (ج ۱ ص ۲۶۷)۔

### گھر میں وحشی جانور رکھنا

مسند احمد (ج ۶ ص ۱۱۲) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے گھر والوں کے پاس ایک وحشی جانور تھا جب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے جاتے وہ کھیلتا بھاگ دوڑ کرتا اور آگے پیچھے اچھل کود کرتا جب رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوتے اسے سکون آ جاتا اور جب تک رسول اللہ ﷺ گھر میں موجود رہتے اسی حالت میں رہتا تا کہ اس کی اچھل کود اور بھاگ دوڑ سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔<sup>۱۲۳۷</sup>

ابن عدی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: جب تم میں سے کوئی اپنے گھر میں تنہا رہتا ہو تو وہ کبوتروں کا جوڑا رکھ لے۔<sup>۱۲۳۸</sup>

امام طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس تنہائی کی شکایت کی رسول اللہ ﷺ نے اس کو کبوتروں کا جوڑا رکھنے کا حکم فرمایا۔<sup>۱۲۳۹</sup>

<sup>۱۲۳۷</sup> صحیح الاسناد۔ صحیح کے راوی۔ اس کے متصل ہونا مجاہد کے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع پر موقوف ہے یحییٰ بن سعید القطان اور یحییٰ بن معین اور ابو حاتم مجاہد کے عائشہ رضی اللہ عنہا سے عدم سماع کے قائل ہیں یہ حدیث مرسل ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۴۵۱)۔  
<sup>۱۲۳۸</sup> المعتمد ج ۱ ص ۱۰۲-۱۰۳ الجرح والتعديل ج ۸ ص ۳۱۹ احمد ج ۶ ص ۱۱۲-۱۱۳-۱۵۰-۲۰۹ ابو یعلیٰ: ۴۴۳۱-۴۶۶۰ بزار طبرانی ”الاصط“ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳-۴) از عائشہ رضی اللہ عنہا۔ علامہ بیہقی نے کہا: احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

<sup>۱۲۳۹</sup> موضوع حدیث۔ ابن عدی ”الکامل“ (ج ۶ ص ۴۱۶) از طریق ابن عدی۔ ابن الجوزی ”الموضوعات“ ج ۲ ص ۲۱۳ از جابر رضی اللہ عنہ اس حدیث کے ایک راوی ہارون ابن عسٹرہ کو ابن حبان نے ناقابل احتجاج و اعتماد دوسرے راوی عاصم بن سلیمان کو عمرو بن علی الغلاس نے واضح حدیث نسائی نے متروک اور دارقطنی نے کذاب کہا ہے تیسرے راوی ابان بن سفیان کو ابن حبان نے ثقہ راویوں سے موضوعات روایت کرنے والا اور دارقطنی نے متروک کہا ہے۔

<sup>۱۲۳۹</sup> موضوع حدیث۔ ابن الجوزی ”الموضوعات“ ج ۲ ص ۲۱۳ از عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ۔ ابن عدی کے بقول اس کی تمام روایات منکر ہیں۔

ابن السنی اور ابن عساکر نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے تنہائی کی شکایت کی تو آپ نے ان کو کبوتروں کا جوڑا رکھنے کا حکم دیا۔ کبوتر اپنی آواز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا۔<sup>۱۲۵۰</sup>

دکیع نے الغرر میں اور ابن عدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں تنہائی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: تم نے کبوتروں کا جوڑا کیوں نہیں رکھا وہ تم سے مانوس ہوتے اور تم ان کے چوزے کھاتے یا مرغارکھ لیتے وہ تم سے انس کرتا اور تمہیں نماز کے لیے جگاتا۔<sup>۱۲۵۱</sup>

### اہم بات

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: نبی ﷺ نے مدینہ طیبہ کے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا گھر دور ہے اور میں ناپید ہوں، میرے پاس کتا ہے، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور ﷺ نے مجھے چند روز تک کتا رکھنے کی رخصت دی، پھر کتے کو مار دینے کا حکم دیا۔<sup>۱۲۵۲</sup>

اگرچہ یہ بات ابواب صحت وغیرہ میں لائی جانے کے قابل تھی تاہم میں نے اسے یہاں ذکر کر دیا ہے۔

### شادی بیاہ کے موقع پر بادام، چھوہارے وغیرہ لوٹنا

ابو جعفر الطحاوی اور بیہقی نے سنن میں لمازہ بن المغیرہ از ثور بن یزید از خالد بن معدان از حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ ایک انصاری کی شادی میں تشریف لائے (راوی نے دولہا کا نام نہیں لیا) عقیلی کی روایت میں یہ زائد ہے حضور ﷺ نے خطبہ دیا اور انصاری کا نکاح پڑھایا، پھر یہ دعادی: محبت خیر اور نیک فالی کے ساتھ رہو اور فرمایا: اس کے سر پر دف بجاؤ، اس پر دف بجایا گیا، پھر لڑکیاں تھالوں میں بادام اور تازہ کھجوریں لائیں، انہوں نے وہ تھال لوگوں کے درمیان رکھ دیئے، لوگوں نے تھالوں کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان کو لوٹتے کیوں نہیں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ نے لوٹنے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے لشکر میں (مال غنیمت میں سے) لوٹنے سے منع کیا ہے شادیوں میں نہیں۔<sup>۱۲۵۳</sup>

۱۲۵۰ مجہول الاسناد۔ حسب سابق موضوع حدیث۔

۱۲۵۱ موضوع حدیث۔ ابن عدی ”الکامل“ (ج ۶ ص ۳۱۶) ابن الجوزی ”الموضوعات“ ج ۲ ص ۲۱۳ از علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ اس کے اسناد میں بقول ابن الجوزی حارث بن اعور کذاب ہے بقول ابوالفتح الازدی میمون بن عطاء ضعیف الحدیث ہے، یحییٰ بن میمون بقول الغلاس کذاب ہے بقول یحییٰ بن معین لیس، شیء ہے بقول نسائی غیر ثقہ اور غیر مامون ہے اور بقول ابن حبان اس سے کسی حال میں روایت کرنا حلال نہیں ہے۔

۱۲۵۲ ابن سعد ”الطبقات“ ج ۴ ص ۱۵۳ از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔

۱۲۵۳ موضوع حدیث۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۲۰ ص ۱۹۱ مسند الشامیین: ۳۱۶ از معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۷ ص ۱۲۵) میں کہا ہے: اس کے اسناد میں مولیٰ بنو ہاشم لمازہ سے روایت کرتا ہے۔ دونوں کے حالات نامعلوم ہیں، باقی رجال ثقہ ہیں۔ طبرانی نے ”الادسط“ (۱۹۳ مجمع البحرین) میں دوسرے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عقلی کی روایت میں ہے لوگ ر کے رہے اور انہوں نے بادام چھوہارے نہ لوٹے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اتنا صبر؟ تم نے چھوہارے کیوں نہیں لوٹے؟ انہوں نے عرض کیا: ہمیں فلاں فلاں دن لوٹنے سے منع کیا گیا ہے آپ نے فرمایا: میں نے تمہیں لشکر میں لوٹنے سے منع فرمایا ہے شادی بیاہ میں لوٹنے سے منع نہیں کیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا پھر میں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کو چھوہارے لوٹنے میں ایک دوسرے کو کھینچتے ہوئے دیکھا۔

امام طحاوی نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ بادام اور چھوہاروں وغیرہ کا لوٹنا مکروہ نہیں ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے انہوں نے اس حدیث سے ممانعت پر مبنی احادیث صحیحہ کے خلاف مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ امام بیہقی نے یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا: یہ ثابت نہیں ہے۔ پھر کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس جیسی حدیث مروی ہے لیکن اس مفہوم پر کوئی حدیث ثابت نہیں۔

”کتاب المعرفة“ میں طحاوی کے اس قول کا رد کرتے ہوئے کہا ہے: یہ حدیث عون بن عمارہ اور عصمہ بن سلیمان سے مروی ہے اور وہ دونوں ناقابل احتجاج ہیں ان کا شیخ لمازہ بن مغیرہ مجہول ہے۔ یہ دونوں علتیں انفرادی طور پر حدیث کو ضعیف قرار دیتی ہیں چہ جائیکہ اس حدیث کی روایت میں یہ دونوں جمع ہیں اور راوی خالد بن معدان منقطع ہیں اور منقطع روایت قابل حجت نہیں۔

العقلی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کیا ہے آپ فرماتی ہیں: مجھ سے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک انصاری کی شادی میں شریک ہوئے۔ الحدیث لیکن عبدالحق نے کہا ہے: اس کے اسناد میں بشر بن ابراہیم الانصاری البصری ضعیف راوی ہے۔ ابن عوف نے ”مختصر“ میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: اسے العقی نے ذکر کیا ہے پھر عبدالحق کی جرح نقل کی اس کے بعد کہا ہے: عبدالحق کا قول ذکر کیے بغیر ابن عبد السلام کا ذکر اس کی صحت میں ابہام کا باعث ہے اور ابن القطان نے اس پر جرح نہیں کی۔

”المواق علی المختصر“ میں ہے: ابی عمر کی طرف سے لوٹ کی اجازت میں یہی کہا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: میں نے تمہیں شادی بیاہ میں لوٹنے سے منع نہیں کیا تھا۔

تفصیل کے لیے ابن حجر اور المناوی کی ”الشمائل“ اور ”المواہب“ پر تقریر اور تشریح دیکھئے نیز ”المختصر“

(بقیہ حاشیہ ۱۲۵۳) ”مجمع الزوائد“ (ج ۴ ص ۲۹۰) میں ہے اس میں بشر بن ابراہیم وضاع ہے۔ اسی طریق نے عقلی نے ”الضعفاء“ (رقم ۵۲) میں اس حدیث کو روایت کر کے کہا ہے کہ بشر اوزاعی سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ ابن الجوزی نے ”الموضوعات“ (ج ۲ ص ۲۶۰) میں یہ حدیث نقل کی ہے اور بشر بن ابراہیم کو متہم کہا ہے۔ ابن عذی کے بقول یہ موضوع احادیث ثقہ کے حوالہ سے نقل کرتا ہے۔ اسی لیے ابن حبان نے اس کے متعلق کہا ہے: یہ ثقہ راویوں کے حوالہ سے موضوع احادیث بیان کرتا ہے۔ بیہقی (ج ۷ ص ۲۸۸) نے کہا ہے ایک اور مجہول اسناد سے یہ حدیث از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا از معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مروی ہے لیکن اس باب میں کچھ ثابت نہیں ہے۔

ابن الجوزی نے از طریق طحاوی اس حدیث کو ”الموضوعات“ (ج ۲ ص ۲۶۵-۲۶۶) میں نقل کر کے کہا ہے اس میں حازم اور لمازا مجہول ہیں۔ (امان المیزان ج ۲ ص ۱۶۲) بیہقی نے ج ۷ ص ۲۸۸ میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہے اس کے اسناد میں متاہیل اور اطلاق ہے۔

پراثر حونی کے حواشی اور ابن لیون اسی کے رسالہ میں ”خطف الفا کھہ ونہبھا“ کا باب دیکھیں۔

## شرعاً جائز اور مباح لہو و لعب

امام بیہقی نے مطلب بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھیل کود کرو کیونکہ میں تمہارے دین میں بے جا سختی کو ناپسند کرتا ہوں۔<sup>۱۲۵۴</sup>

امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس لہو (تفریح طبع کا سامان) ہے کیونکہ انصار لہو کو پسند کرتے ہیں۔

امام احمد نے زوج بنت ابی لہب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس داخل ہوئے اور فرمایا: کیا کوئی کھیل تماشہ ہے؟<sup>۱۲۵۵</sup>

علامہ شباب احمد ابن حجر المہتمی نے اپنی کتاب ”کف الرعاع“ میں ارشاد نبوی ”کھیل تماشہ کرو“ کے تحت لکھا ہے: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جب نفس تھک جائے اسے راحت پہنچائی جائے اور اس کے زنگ کو جائز اور مباح کھیل تماشہ کے ذریعے دور کیا جائے۔

شیخ عبد الغنی النابلسی الشامی کی کتاب ”ایضاح الدلالات فی سماع الآلات“ میں ہے جھولا بھی اسی کھیل میں شامل ہے یہ ابن درستویہ کا قول ہے۔ فیروز آبادی نے بھی ”القاموس“ میں اسے نقل کیا ہے اور جمہور علماء بھی اسی کے قائل ہیں۔ ”العین“ اور ”المصباح“ کے مؤلفین کہتے ہیں: یہاں ”الارجوحة“ کا لفظ ہے اس سے ایسا جھولا مراد ہے جو بلند جگہ پر رکھا ہوتا ہے اور اس کے دونوں کناروں پر بچے بیٹھتے ہیں کبھی یہ بچہ اونچا ہوتا ہے اور کبھی دوسرا (ایسے جھولے آج کل بچوں کا پارکوں میں ہر جگہ موجود ہوتے ہیں) ابن الاعرابی کے حوالہ سے ثعلب نے بھی یہی کہا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اور میں جھولے پر تھی۔ ابن الطیب نے ”القاموس“ کے حواشی میں کہا ہے: جھولا لکانے اور اس سے کھیلنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ کتاب البرکتہ میں ہے اور ”المختصر“ کے شارحین نے اسے نقل کیا ہے علامہ زرقانی نے القرانی کے حوالہ سے دیگر علماء سے اس کی تائید میں نقل کیا ہے کہ جھولا کمر کے درد میں فائدہ مند ہے۔

امام ابوداؤد نے سنن میں ”باب فی الارجوحة“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ذکر کی ہے<sup>۱۲۵۴</sup> موضوع حدیث۔ دلیلی ج اس ۱۹ از ابوبکر ذہبی از محمد بن عبد السلام از یحییٰ بن یحییٰ۔۔۔ مرفوعاً۔ البانی نے ”سلسلة الاحادیث الضعیفہ“ (حدیث: ۲۲۵۸) میں کہا ہے میں نے نزدیک اس اسناد کی آفت محمد بن عبد السلام ہے۔ ذہبی نے کہا ہے اس نے ابن عدی سے روایت لکھی اور اس پر کذب کی تہمت لگائی اور یہ کہ یہ بغیر سنی ہوئی احادیث روایت کرتا ہے۔ المناوی نے اس کو مرسل روایت کہا ہے کیونکہ اس کے اسناد میں مطلب بن عبد اللہ تابعی کثیر التذلیل اور کثیر الرسائل ہے۔ حافظ سیوطی نے ”الجامع الضعیف“ میں تنقیح کے حوالہ سے اسے نقل کیا ہے۔ (ضعیف الجامع الضعیف ۱۲۲۲)

۱۲۵۵ ضعیف حدیث۔ احمد ج ۳ ص ۶۷ طہ افی ”الکلبیہ“ ج ۲ ص ۶۵۹ از زوج بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا۔ علامہ بیہقی نے ”مجمع الزوائد“ (ج ۳ ص ۲۸۹) میں کہا ہے اس کے راوی معبد بن قیس کو میں نہیں پہچانتا۔

کہ رسول اللہ ﷺ نے چھ یا سات سال کی عمر میں مجھ سے نکاح فرمایا جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے میرے پاس عورتیں آئیں۔ بشر کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا: میرے پاس ام رومان (آپ کی والدہ) آئیں میں جھوٹے پر تھی وہ مجھے لے گئیں ان عورتوں نے مجھے تیار کیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچایا اس وقت میں نو سال کی لڑکی تھی۔ ۱۲۵۶

## سات دن تک شادی کا ولیمہ

امام بخاری نے کتاب النکاح میں یہ عنوان قائم کیا ہے: ”باب حق اجابة الوليمة والدعوة“ ومن اولم سبعة ايام و نحوه ولم يوقت النبي صلى الله عليه وسلم يوما ولا يومين“ ۱۲۵۷

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: امام بخاری نے یہ عنوان قائم کر کے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جسے ابن ابی شیبہ نے حفصہ بنت سیرین کے طریقے سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے: جب میرے والد کی شادی ہوئی انہوں نے سات روز صحابہ کی دعوت کی انصار کی دعوت کے دن حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما وغیرہ کو مدعو کیا حضرت ابی رضی اللہ عنہ روزہ سے تھے کھانے کے وقت حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دعادی اور تعریف کی۔ ۱۲۵۸

نبہتی نے دوسرے طریق سے اسے زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے عبد الرزاق نے بہ طریق دیگر حفصہ نے روایت کیا ہے اس میں آٹھ ايام کا ذکر ہے امام بخاری نے عنوان میں ”ونحوه“ سے اسی جانب اشارہ کیا ہے کیونکہ اگرچہ روایات متعدد ہیں لیکن قصہ ایک ہے اگرچہ امام بخاری نے اپنا موقف بیان نہیں کیا تاہم انہوں نے دعوت ولیمہ کے لیے مخصوص اور معدود دنوں کی قید نہ ہونے کی ترجیح کی جانب اشارہ کیا ہے۔ ابن المنیر کا یہی خیال ہے۔ امام بخاری نے ”تاریخ“ میں اس مسئلہ کو مزید واضح کیا ہے انہوں نے زہیر بن عثمان کے تذکرہ میں امام ابو داؤد اور نسائی کی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث نقل کی ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ولیمہ حق ہے پہلا دن حق ہے دوسرا دن معروف ہے اور تیسرا دن ریاکاری اور شہرت کی طلب ہے۔ ۱۲۵۹ امام بخاری نے کہا: اس کا اسناد صحیح نہیں ہے۔

۱۲۵۶ صحیح حدیث۔ ابو داؤد: ۴۹۳۳ از عائشہ رضی اللہ عنہا۔

۱۲۵۷ فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۸۔

۱۲۵۸ ابن ابی شیبہ از حفصہ بن سیرین (فتح الباری ج ۹ ص ۱۵۱)

۱۲۵۹ ضعیف حدیث۔ احمد ج ۵ ص ۲۸ ابو داؤد: ۴۵۳۷ طحاوی ”مشکل الآثار“ ج ۴ ص ۱۴۶ نبہتی ج ۷ ص ۲۶۰ از ہمام از قتادہ از عبد اللہ بن عثمان الثقفی۔۔۔۔۔ میں کہتا ہوں: یہ اسناد عبد اللہ بن عثمان الثقفی کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ یہ مجہول ہے۔ (القریب) عبد اللہ بن عثمان نے یہ حدیث زہیر بن عثمان سے روایت کی ہے زہیر کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے بخاری اس کی صحبت کے منکر ہیں حافظ ابن حجر نے ”تہذیب“ میں کہا ہے: ابن ابی شیبہ ابو حاتم رازی ابو حاتم بن حبان ترمذی اور الازدی نے اس کی صحابیت کو ثابت کیا ہے۔ اس حدیث کے شواہد موجود ہیں لیکن سب کے سب اس کو ضعف کے درجہ سے اوپر نہیں لاتے۔ تفصیل دیکھئے ”ارواء الغلیل“ ۱۹۵۰۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو ولیمہ پر بلایا جائے تو وہ جائے۔<sup>۱۲۶۰</sup> اس حدیث میں ذیوں کی قید نہیں ہے اور یہ صحیح ترین روایت ہے۔ ابن سیرین نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ان کی شادی ہوئی تو انہوں نے سات روز ولیمہ کیا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بھی شرکت کی دعوت دی وہ بھی شریک ہوئے۔<sup>۱۲۶۱</sup>

ابویعلیٰ نے اسناد حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا اور تین دن ان کا ولیمہ کیا۔<sup>۱۲۶۲</sup> مالکیہ بھی امام بخاری کے ہم مشرب ہیں چنانچہ قاضی عیاض نے کہا: ہمارے اصحاب نے اغنیاء کے لیے سات دن ولیمہ کرنا مستحب کہا ہے۔ قاضی عیاض کے علاوہ نے کہا: یہ اس صورت میں ہے جب ہر روز ان لوگوں کو مدعو کرے جن کو پہلے نہیں بلایا تھا لوگوں کو بار بار نہ بلائے نیز ریاء اور سستی شہرت کا حصول بھی مطلوب نہ ہو۔

## شام سے ملاوٹ سے پاک میدے گھی اور شہد کی در آمد

### اور رسول اللہ ﷺ کا تناول فرمانا

لیث بن ابی سالم نے کہا: اسلام میں سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حلوہ بنایا ان کے پاس میدہ اور شہد لانے والا قافلہ آیا انہوں نے میدے اور شہد سے حلوہ بنایا اور نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا آپ نے اسے تناول فرمایا اور پسند کیا۔

الحب الطبری نے ”الریاض النضرۃ“ میں کہا ہے: اسے خیشمہ نے ”فضائل عثمان“ میں روایت کیا ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قافلہ آیا اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے میدے گھی اور شہد لانے والے اونٹ بھی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں حلوہ پیش کیا۔

حاکم وغیرہ کی روایت میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اونٹوں کے بازے کی طرف تشریف لے گئے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ میدہ گھی اور شہد سے لدی ہوئی اونٹنی کو ہانک رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اسے بٹھاؤ انہوں نے بٹھا دیا رسول اللہ ﷺ نے اس سامان

<sup>۱۲۶۰</sup> صحیح حدیث۔ مالک ”الموطا“ ج ۲ ص ۵۴۶ بخاری: ۵۱۷۳ مسلم: ۱۳۳۹ (۹۷-۹۶) ابوداؤد: ۳۷۳۶ احمد: ج ۲ ص ۳۷۷ ترمذی:

۱۰۹۸ ابن حبان: ۵۲۹۳ بغوی ”شرح السنۃ“ ۲۳۱۴ از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ اس باب میں جابر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے

بھی احادیث مروی ہیں۔ تخریج کے لیے ملاحظہ کریں ”الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان“ ج ۲ ص ۵۳۰۳۔ ج ۲ ص ۵۳۰۶ از

تحقیق شعیب الارناؤوط۔

<sup>۱۲۶۱</sup> فتح الباری ج ۹ ص ۱۵۱۔

<sup>۱۲۶۲</sup> صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۲۲۸-۲۲۲۹-۵۰۸۶-۵۱۶۹ مسلم: ۱۳۶۵ ابوداؤد: ۲۰۵۴ ترمذی: ۱۱۱۵ نسائی: ج ۶ ص ۱۱۴ دارمی: ج ۲

ص ۱۵۴ ابن ماجہ: ۱۹۵۷ احمد: ج ۳ ص ۱۰۱-۱۰۲-۱۸۶ ابویعلیٰ: ۳۰۵۰ از انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔



میں برکت کی دعا کی، پھر پتھر کی ہانڈی منگوا کر آگ پر چڑھائی، اس میں میدہ، شہد اور گھی ڈال دیا اور اس کا حلوہ تیار کرنے لگے، جب حلوہ پک گیا یا پکنے کے قریب ہوا، آپ نے اسے اتار کر ارشاد فرمایا: کھاؤ اس چیز کو اہل فارس خبیث کہتے ہیں۔<sup>۱۲۶۳</sup> الطبری نے کہا ہے: اسے تمام نے ”فوائد“ میں اور طبرانی نے ”معجم“ میں روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر اور حافظ شامی نے کہا ہے: ”المعجم الاوسط“ اور ”المعجم الصغیر“ کے راوی ثقہ ہیں، امام حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے اور بقی بن مخلد نے اس کی تصحیح کی ہے۔

علامہ زرقانی نے ”شرح المواہب“ میں کہا ہے: اس حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے نبی ﷺ نے حلوہ تیار فرمایا ہے اور پہلی روایت میں ہے سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حلوہ تیار کیا، ممکن ہے اس کا یہ مطلب ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حلوہ کے خام اجزاء فراہم کیے اور ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اس لیے ان کو اسلام میں سب سے پہلے حلوہ بنانے والا کہا گیا ہو۔ لیکن حرث نے سند منقطع کے ساتھ روایت کیا ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گھی، شہد اور گیہوں سے حلوہ تیار کیا اور ایک پیالے میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا، حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کیا: یہ اہل عجم کا ایک کھانا ہے جسے وہ خبیث کہتے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے تناول فرمایا۔<sup>۱۲۶۴</sup> ان روایات کو اس طرح بھی جمع کیا جاسکتا ہے کہ ایسا متعدد مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود اپنے لیے حلوہ بنایا اور اسے حضور ﷺ کی خدمت میں بھی پیش کیا، دوسری مرتبہ نبی ﷺ نے ان کو حلوہ تیار کرنے کا حکم فرمایا۔

ہمارے شیخ، استاذ اور والد نے ”تحذید الاسنة“ میں حضور ﷺ کے خالص میدہ تناول فرمانے کی حدیث کے بعد کہا ہے: اگر آپ یہ کہیں کہ ترمذی نے ”الشمائل“ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے کہا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے میدہ کھایا ہے؟ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے میدہ ملاحظہ نہیں فرمایا یہاں تک کہ اللہ سے واصل ہوئے۔<sup>۱۲۶۵</sup>

میں کہتا ہوں: ان کا یہ کہنا ان کی معلومات اور اطلاع پر مبنی ہے، ورنہ مثبت منفی پر مقدم ہوتا ہے، جس صحابی نے اسے ثابت کیا ہے ان کا قول نفی کرنے والے پر حجت ہے، کوئی صحابی نبی ﷺ کے تمام احوال کا احاطہ کرنے والا نہ تھا۔

”طبقات ابن سعد“ میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بہترین زاہد راہ پسند فرماتے تھے۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسا کھانا کھاتے تھے؟ انہوں نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما مرغی، پیوزے اور پتھر کی ہنڈیا میں حلوہ کھاتے تھے۔

”اوائل السیوطی“ میں ہے سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حلوہ تیار کیا، انہوں نے یہ حلوہ میدے سے<sup>۱۲۶۳</sup> تصحیح حدیث۔ حاکم المستدرک ج ۳ ص ۱۰۹-۱۱۰ از عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ حاکم کے بقول یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر بخفین نے اس کو روایت نہیں کیا، یہی بھی حاکم کے ہم نوا ہیں۔

<sup>۱۲۶۴</sup> ضعیف منقطع الاسناد حدیث۔

<sup>۱۲۶۵</sup> تصحیح حدیث۔ ترمذی ”السنن“ ۲۳۶۴ الشمائل ۱۴۹ از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ۔



اور شہد سے تیار کیا، پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی ﷺ کے لیے بھیجا، اس کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ دیا ر عرب میں سب سے پہلے فالودہ امیہ بن ابی الصلت لایا، اسے شام کے بعض لوگوں کے فالودہ کھلایا تھا۔ عبد اللہ بن جعدان کو خبر ہوئی تو اس نے یمن کی طرف آدمی بھیجا تا کہ وہ وہاں سے شہد کے ساتھ فالودہ تیار کرنے والا (کارگر) لے آئے۔

علامہ القاضی کی ”مناہج الاخلاق السنیة“ میں ”جمع“ کی روایت کے حوالہ سے حاکم کی تصحیح کے ساتھ مذکور ہے جسے شیخ محمد الشامی نے ”سبل الہدی والرشاد“ میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے: ۱۲۶۶۔ ہندوستان کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف تحائف بھیجے جن میں اورک کا مٹکا بھی تھا۔ سب لوگوں نے اس سے ٹکڑا کھلایا، حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھی ایک ٹکڑا عنایت فرمایا۔ حافظ ابوالفرج بن الجوزی نے اپنی کتاب ”صید الخاطر“ میں کہا ہے: مجھے اپنے زمانہ کے ایک زاہد کے متعلق معلوم ہوا ہے اس کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو اس نے کہا میں نہیں کھاتا، پوچھا گیا: کیوں؟ کہا: میرا نفس کھانے کی خواہش رکھتا ہے اور میں نے عرصہ دو سال سے نفس کی کوئی خواہش پوری نہیں کی۔

میں کہتا ہوں: اس زاہد پر صحیح اور درست راوی عمل و وجہ سے مخفی رہی اور اس کا سبب اس کی اعلمی ہے۔ یہ نبی ﷺ کا اسوہ اور صحابہ کا طریقہ نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ مرغی تناول فرماتے تھے اور شہد اور حلوہ کو پسند فرماتے تھے۔

فرقد السنجدی حضرت حسن بصری کے پاس آئے وہ فالودہ کھا رہے تھے انہوں نے پوچھا: فرقد! تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: میں اسے نہیں کھاتا اور اس کے کھانے والے کو پسند نہیں کرتا۔

حسن بصری نے کہا: شہد، میدہ اور گھی میں سے کون سی چیز مسلمان کے نزدیک عیب دار ہے؟ حضرت حسن بصری کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا: میرا ایک پڑوسی ہے جو فالودہ نہیں کھاتا، پوچھا: کیوں؟ کہا: وہ کہتا ہے: میں اس کا شکر ادا نہیں کر سکتا، حسن بصری نے فرمایا: تیرا پڑوسی جاہل ہے، کیا وہ ٹھنڈے پانی کا شکر ادا کر سکتا ہے؟

حضرت سفیان ثوری کے دسترخوان پر فالودہ اور بھنا ہوا گوشت ہوتا، آپ فرماتے: جب جانور سے اچھا سلوک کیا جائے وہ بہتر کارکردگی دکھاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس فالودہ لایا گیا آپ نے اس سے کھلایا اور پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا:

نور نیروز ہے، آپ نے فرمایا: ہمارا ہر روز نور روز ہے۔

۱۲۶۶ ضعیف حدیث۔ حاکم ”امستدرک“ ج ۳ ص ۱۳۵ از ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ اس کے اسناد میں علی بن زید بن جعدان ضعیف

ہے (التقریب: ۴۷۵۰) عمرو بن حکام کے متعلق ابن ابی حاتم نے ”البرج والتعذیل“ (ج ۶ ص ۲۲۸) میں امام احمد سے نقل کیا

ہے: یہ شعبہ سے تقریباً چار ہزار احادیث روایت کرتا تھا اور اس کی حدیث ترک کردی۔ ابن ابی حاتم نے کہا میں نے اپنے والد

سے عمرو بن حکام کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: یہ خراسان کی طرف گیا، واپس آکر اس نے شعبہ سے احادیث کثیرہ

بیان کیں ان میں سے صرف زنجیل (اورک) والی حدیث پر انکار کیا گیا۔

انسان کو چاہیے وہ دلیل کا اتباع کرے یہ نہیں کہ پہلے راہ عمل متعین کر لے پھر اس کی دلیل تلاش کرے حضرت رابعہ نے کہا: اگر تیرے دل کی صلاح فالودہ میں ہے تو اسے کھا لے اور ریاکار زاہد نہ بن بہت سی سیر کرنے والی چیزوں سے سیری نہیں مصلحت مطلوب ہوتی ہے۔ اور ہر بدن مقویات سے قوی اور مضبوط نہیں ہوتا خصوصاً جو فکر مند ہو اور جدوجہد میں مصروف ہو۔

## رسول اللہ ﷺ کا پنیر تناول فرمانا

”سنن ابی داؤد“ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: تبوک میں نبی ﷺ کے پاس پنیر لایا گیا۔<sup>۱۲۶۷</sup> ”شرح المواہب“ میں علامہ زرقانی نے کہا: یہ عیسائیوں کا تیار کردہ تھا کہا گیا: اسے مجوسی (آتش پرست) تیار کرتے ہیں حضور ﷺ نے چھری منگوائی اور بسم اللہ پڑھ کر اسے کاٹا۔ شبراہمسی کی عبارت بھی یہی ہے کہ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اسے کاٹا، یعنی اس کا خیال نہ فرمایا کہ یہ عیسائیوں کا تیار کردہ ہے۔

الطیالسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ نے مکہ فتح کیا، پنیر کو ملاحظہ فرما کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا: یہ کھانا ہے جسے اہل عجم تیار کرتے ہیں آپ نے فرمایا: اس میں چھری رکھو اور کھاؤ۔<sup>۱۲۶۸</sup>

امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے غزوہ تبوک میں نبی ﷺ کے پاس پنیر لایا گیا آپ نے فرمایا: یہ کہاں تیار کیا گیا ہے؟ لوگوں نے کہا: فارس میں اور ہمارا خیال ہے اس میں مردار ہے نبی ﷺ نے فرمایا: اس میں چھری سے چوکا دو اور اللہ کا نام لے کر اسے کھاؤ۔<sup>۱۲۶۹</sup> علامہ الخطابی نے کہا ہے: نبی ﷺ نے ظاہری حالت کے پیش نظر اسے مباح فرمایا اور اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ اس کی تیاری میں مسلمان بھی شریک ہوتے تھے لیکن علامہ المقریزی نے اس توجیہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے: اس دور میں شام اور فارس میں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ حافظ شامی نے کہا: یہ بات ظاہر ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں۔

## حضور ﷺ کی طرف سے بازار کے لیے جگہ کا انتخاب

طبرانی نے حسن بن علی بن حسن بن ابی الحسن البراد المدنی کے طریق سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: مجھ

<sup>۱۲۶۷</sup> حسن حدیث۔ ابو داؤد: ۳۸۱۹ از ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

<sup>۱۲۶۸</sup> حسن حدیث۔ طیالسی: ۲۶۷۳ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

<sup>۱۲۶۹</sup> ضعیف الاسناد حسن لغیرہ حدیث۔ اس کے اسناد میں شریک بد حافظ اور جابر بن یزید الجعفی ضعیف ہے۔ احمد: ۲۷۵۵ طبرانی:

۱۱۸۰۷ ابن عدی ج ۲ ص ۵۴۳ بیہقی ج ۱۰ ص ۶ از شریک بن عبد اللہ از جابر بن یزید از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

سے میرے والد علی بن حسین نے یہ حدیث بیان کی کہ مجھے زبیر بن ابی اسید نے اپنے والد سے یہ حدیث بیان کی کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض گزار ہوا: میں نے بازار کے لیے جگہ دیکھی ہے، کیا آپ اس کو ملاحظہ نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، آپ اس کے ساتھ بازار کی مجوزہ جگہ تشریف لائے، جب آپ نے اسے دیکھا تو پسند فرمایا اور زمین پر پیر مار کر فرمایا: یہ تمہارا بہترین بازار ہے، اس میں کمی ہوگی نہ تم پر ٹیکس لاگو ہوگا۔<sup>۱۲۷۱</sup>

ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: رسول اللہ ﷺ نبی بازار کی طرف گئے اور اسے دیکھ کر فرمایا: یہ تمہارا بازار نہیں ہے، پھر آپ اس بازار کی طرف لوٹے، اس میں گھوم پھر کر فرمایا: یہ تمہارا بازار ہے، یہ ہرگز کم نہ ہوگا اور اس پر ٹیکس نہیں ہوگا۔

## دور جاہلیت کے وہ بازار جو اسلامی دور میں باقی رہے

امام بخاری نے صحیح البخاری کی ”کتاب البیوع“ میں مذکورہ بالا عنوان کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عکاظ مجننہ اور ذوالحجاز جاہلیت کے مشہور بازار تھے جب اسلام آیا لوگوں نے ان بازاروں میں تجارت کو گناہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ تِّرَاقِكُمْ

تم پر کوئی گناہ نہیں (جج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں۔ (البقرہ: ۱۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے بعد ”جج کے مہینوں میں“ کا اضافہ کیا۔<sup>۱۲۷۲</sup>

”الارشاد“ میں ہے ابن کثیر نے کہا: مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، منصور بن المعتمر، قتادہ، ابراہیم النخعی اور ربیع بن انس وغیرہ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الحج میں اس عنوان کے تحت روایت کیا ہے ”باب التجارة ايام المواسم والبيع في اسواق الجاهلية“۔<sup>۱۲۷۳</sup> البدر الدامینی نے ”المصابيح“ میں کہا ہے: یہاں قوم ثمود کی باقیات (حجر ثمود) اور دور جاہلیت کے بازاروں کے درمیان فرق کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ جب غزوہ تبوک کے موقع پر مقام حجر میں داخل ہوئے وہاں سے تیزی سے گزرے اور آپ نے اس جگہ کی کسی چیز سے فائدہ حاصل نہ کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ وہاں کے پانی سے جو آٹا گوندھا گیا ہے اسے بھی نہ کھایا جائے۔<sup>۱۲۷۴</sup> جبکہ دور جاہلیت کے بازار دور اسلام میں بھی ایک عرصہ تک باقی رہے اور ان سے نفع حاصل کیا جاتا رہا، اس کا جواب یہ ہے

۱۲۷۰۔ ضعیف حدیث۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۱۹ ص ۵۸۶ ابن ماجہ: ۲۲۴۳ از اسید۔ ”مجمع الزوائد“ (ج ۳ ص ۷۶) میں ہے اس کے اسناد میں حسن بن ابی الحسن البراد کے حالات مجھے نہیں ملے۔ میں کہتا ہوں: ابن ابی حاتم نے ”الخرج والتعدیل“ (ج ۲ ص ۲۰) میں اس کے حالات درج کیے ہیں اور کہا ہے: میرے والد نے اس کو مدین کا شیخ کہا۔ یہ ابن ماجہ کے رواق میں سے ہے۔ ”تہذیب التہذیب“ میں اس کا تذکرہ مجھے نہیں ملا۔

۱۲۷۱۔ صحیح حدیث۔ بخاری: ۲۰۹۸ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

۱۲۷۲۔ صحیح حدیث۔ بخاری: ۱۷۷۰-۲۰۵۰-۲۰۹۸ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

۱۲۷۳۔ طبرانی ”الکبیر“ ج ۷ ص ۶۵۱ از سبرہ رضی اللہ عنہ۔

کہ ان بازاروں میں صرف مروجہ تجارت ہوتی تھی، جبکہ قوم شمود نے اللہ کی طرف سے بطور معجزہ نکالی گئی اونٹنی کو قتل کر دیا تھا، اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا، اس نافرمانی اور جرم کی پاداش میں وہاں عذاب نازل ہوا۔ دور جاہلیت کے بازاروں کا معاملہ ایسا نہ تھا، ان میں واضح فرق ہے۔

حافظ ابن حجر نے کتاب الحج میں ان بازاروں کے بارے میں تبصرہ کیا ہے اور سرزمین حجاز میں ان کے مقامات کا تعین کیا ہے، ان مشہور بازاروں کے علاوہ دیگر بازاروں کا بھی ذکر کیا ہے، پھر الفاہی سے نقل کیا ہے کہ یہ بازار دور اسلام میں بھی معمول کے مطابق لگتے رہے، سب سے پہلے ۱۲۹ھ میں خوارج کے دور میں عکاظ کا بازار ختم ہوا اور ۱۹۷ھ میں داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ العباسی کے دور میں حباشہ کا بازار بند ہوا۔ ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے ہر معزز فرد اپنے علاقہ کے بازار میں جاتا تھا، لیکن عکاظ کے بازار کی یہ خصوصیت تھی کہ ہر طرف سے لوگ اس بازار میں آتے تھے، یہ اہل عرب کا سب سے بڑا بازار تھا۔ دوسری احادیث میں بھی ان بازاروں کا ذکر آیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: نبی ﷺ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف تشریف لے گئے۔ ۱۲۷۴ھ

زبیر بن بکار نے ”کتاب النسب“ میں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ عکاظ کا بازار ذی القعدہ کی یکم سے بیس ذی قعدہ تک لگتا تھا، پھر ذی الحجہ کا چاند نظر آنے تک دس روز کے لیے مجنہ کا بازار لگتا، اس کے بعد آٹھ روز کے لیے ذی الحجاز کا بازار لگتا تھا، پھر لوگ حج کے لیے منیٰ کی طرف جاتے تھے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث میں ہے: نبی ﷺ دس سال تک موسم میں مجنہ اور عکاظ کے بازاروں میں لوگوں کے پڑاؤ پر اپنے رب کا پیغام پہنچانے کے لیے جاتے رہے۔ ۱۲۷۵ھ

## تلواریں بنانے والے

”الاصابہ“ میں حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ قبل از اسلام دور جاہلیت میں شمشیر سازی کرتے تھے۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۴۱۶، حدیث: ۲۲۱۰)

## تیر بنانے والے

ابن الجوزی کی ”تلبیس ابلیس“ میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تیر تراشا کرتے تھے۔

۱۲۷۴ھ حدیث صحیح۔ بخاری: ۷۷۳۔ مسلم: ۴۹۲۱۔ ترمذی: ۳۳۲۳۔ طبری: جامع البیان: ۲۹۱۔ ۱۰۲۔ طبرانی: المعجم: ۱۲۴۴۹۔ ابن حبان: ۶۵۲۶۔ حاکم ج ۲ ص ۵۰۳۔ بیہقی: ”دلائل النبوة“ ج ۲ ص ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ بغوی: ”معالم التنزیل“ ج ۴ ص ۱۷۳۔ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ جنات کا واقعہ اور ان کا قرآن مجید سماعت کرنا۔

۱۲۷۵ھ صحیح حدیث۔ احمد ج ۳ ص ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ بزار: ۵۶۱۔ ابن حبان: ۶۷۷۴۔ بیہقی: ”الدائل“ ج ۲ ص ۴۴۲۔ السنن ج ۹ ص ۹۱۔ از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ ”مجمع الزوائد“ (ج ۶ ص ۴۶) میں علامہ ڈبھی نے کہا ہے: اس حدیث کو احمد اور بزار نے روایت کیا ہے اور احمد کے روادع صحیح کے روادع ہیں، فتح الباری ج ۳ ص ۶۹۵۔

## قبریں کھودنے والے

”سیرت ابن اسحاق“ میں رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کھودنے کے واقعہ میں ہے حضرت ابوسعیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اہل مکہ کے لیے قبریں کھودتے تھے اور حضرت ابو طلحہ زید بن بہل رضی اللہ عنہ اہل مدینہ کے لیے قبریں کھودتے تھے آپؐ لد بناتے تھے (بغلی قبر کھودتے تھے) ۱۲۷۱

ابن الجوزی کی ”صيد الخاطر“ میں ہے حضرت ابوسعیدہ بن الجراح اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہما قبریں کھودتے تھے۔ ”الاصابہ“ میں ابوسعید المقبری کیسان کے تذکرہ میں ہے آپؐ بہت سمجھ دار انسان تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کی قبور کی تیاری ان کے ذمہ لگائی تھی۔

## مخصوص محفل یا تجہیز و تکفین کے لیے نمائندہ کا انتخاب

”الاستبصار“ میں علامہ موفق بن قدامہ نے حضرت اوس بن خولی الانصاری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے: جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور آپؐ کے غسل کا ارادہ کیا گیا انصار نے آپؐ کے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر آواز دی: اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو ہم آپؐ کے ماموں ہیں ہم میں سے بھی کسی کو اس سعادت میں شریک کرو ان سے کہا گیا: اپنا نمائندہ منتخب کر لو انہوں نے حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا آپؐ رسول اللہ ﷺ کے غسل اور دفن میں اہل بیت کے ساتھ حاضر رہے۔ ۱۲۷۲

”طبقات ابن سعد“ (ج ۳ ص ۶۱) میں بھی حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

## خاتون کی میت کا ستر اور اس کی تحسین

ابن سعد نے ”طبقات“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کھنوا (تابوت) بنایا انہوں نے حبشہ میں اتار دیکھا تھا۔

وزیر ابو عبد اللہ بن ابی الخصال الغافقی نے اپنی کتاب ”ظل الغمامة“ میں خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا ہے: آپؐ کو خاتم النبیین ﷺ کی خبر کے مطابق (کہ تم میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے آملو گی) اپنی (جلد) موت کا یقین تھا آپؐ اس گھڑی اور لمحے کی منتظر تھیں اور آپؐ کو یہ فکر

۱۲۷۶ السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۶۶۳۔ از حسین بن عبد اللہ از عمرہ از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ حسین بن عبد اللہ ابن عبید اللہ ابن عباس بن عبد

المطلب ضعیف ہے۔ (التقریب: ۱۳۳۱)

نبی ﷺ کے دفن کی صحیح روایات کے لیے ملاحظہ کریں ”تصحیح السیرۃ النبویہ“ ص ۵۸۱-۵۸۲ از شیخ ابراہیم العلی۔

۱۲۷۷ تصحیح حدیث۔ بغوی ”معجم“ (۱۱ ص ۸۳ ج ۱ ص ۳۳۳) از علی بن مسلم۔

دامن گیر تھی کہ عورت کی میت مردوں کی طرح لے جائی جائے اور خواتین کے مستور اعضاء کفن میں نمایاں ہوں آپ یہ سوچ سوچ کر شرم و حیا سے گردن جھکا لیتیں، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے آپ نے اس کا تذکرہ کیا، انہوں نے آپ کے دل سے جھشہ میں دیکھے ہوئے خواتین کی میت کے کھٹولے سے یہ غم دور کر دیا اور کھجور کی تر ٹہنیاں منگوا کر ان کے کناروں کو موڑ کر چار پائی پر باندھ دیا اور ان پر بڑا سا کپڑا ڈال دیا اس طرح میت کی پردہ پوشی ہو گئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دیکھ کر خوش ہو گئیں اور اسے اپنے لیے پسند فرمالیا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کرامت اور اعزاز سے مخصوص فرمایا اور آپ اس حج دھج سے جنت کی طرف روانہ ہوئیں، اللہ تعالیٰ کے تیار فرمودہ انعام و اکرام سے نوازی گئیں، قیامت کے روز کی لا جواب و بے مثال نعمتوں کے حصول کی جانب روانہ ہوئیں اور آپ کی محترم روح پر فتوح نے موت کے ذریعہ ابدی سکون حاصل کیا۔

### قبر کی ہم نشین بوڑھی خاتون

”الاصابہ“ میں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی باندی رقیہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں ہے کہ وہ طویل العمر تھیں یہاں تک کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے ان کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس ٹھہرا دیا کیونکہ ان کے علاوہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر سے کوئی واقف نہ تھا۔ اسے عمر بن شبہ نے ”اخبار المدینہ“ میں ذکر کیا ہے۔ ۱۲۷۸

### عجیب و غریب واقعات

”طبقات ابن سعد“ میں حضرت عثمان، حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اور ان جیسے عظیم القدر صحابہ سے روایت کرنے والے ایک راوی شبث بن ربعی التمیمی کے تذکرہ میں ہے ہمیں فضل بن ذکین نے خبر دی کہ ہم سے حفص بن غیاث نے بیان کیا کہ میں نے اعمش کو یہ کہتے سنا: میں شبث کے جنازہ میں حاضر ہوا، غلام، لونڈیاں، گھوڑے، بختی اونٹ اور اونٹنیاں وغیرہ الگ الگ موجود تھے اور ان کی میت پر بے چینی کے عالم میں رو رہے تھے۔ ۱۲۷۹

”طبقات“ ہی میں ابن سعد نے اہل مدینہ میں سے تابعین کے تذکرہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں ان کی طرف سے بصرہ کے گورنر حارث بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ کے حالات میں لکھا ہے: آپ پاکدامن خطیب تھے آپ کا رنگ کالا تھا کیونکہ آپ کی والدہ حبشہ کی عیسائی خاتون تھی، ان کی والدہ کا انتقال ہوا تو حارث بن عبد اللہ اور ان کے ساتھ دیگر لوگ اس کے جنازہ میں حاضر ہوئے، یہ لوگ ایک طرف رہے اور اس کی ماں کے ہم مذہب اس کے دوسرے بیٹے کے ہمراہ کثیر تعداد میں آئے اور وہ دوسری جانب الگ رہے۔

”الاصابہ“ میں جابر بن ابجر العجلی کے بارے میں ہے بڑا ذہین شخص تھا، المرزبانی نے معجم الشعراء میں ذکر کیا

۱۲۷۸ ضیف روایت۔ عمر بن شبہ، تاریخ المدینہ، (رقم ۳۳۰) از ابی عثمان (الاصابہ ج ۲ ص ۲۹۸)

۱۲۷۹ طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۵۰ اعمش کی طرف اس کا اسناد صحیح ہے۔

ہے کہ اس کا باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اپنے دین نصرانیت پر مرا۔  
طبرانی نے اسماعیل بن راشد کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابجر بن جابر کا جنازہ عبدالرحمن بن ملجم کے پاس  
سے گزرا اور حجار بن ابجر مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک طرف چل رہا تھا عیسائی بھی جنازہ کے ساتھ  
جار ہے تھے۔<sup>۱۲۸۰</sup>

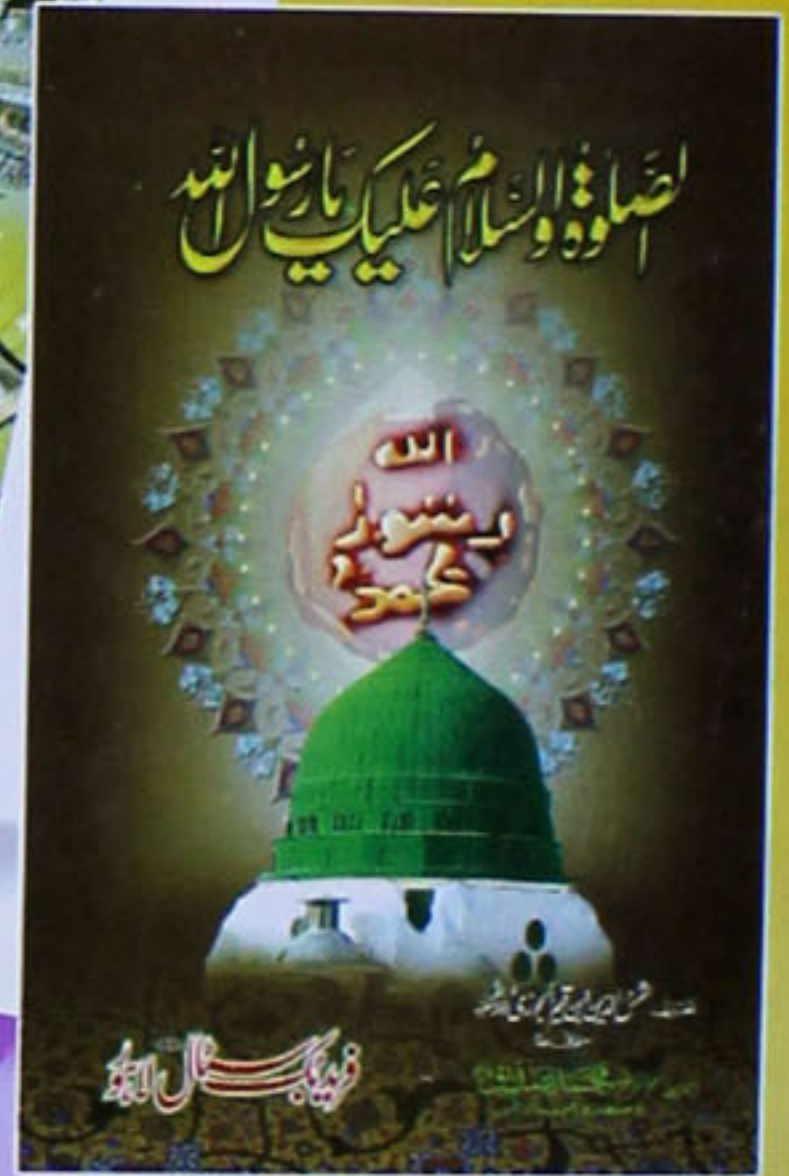
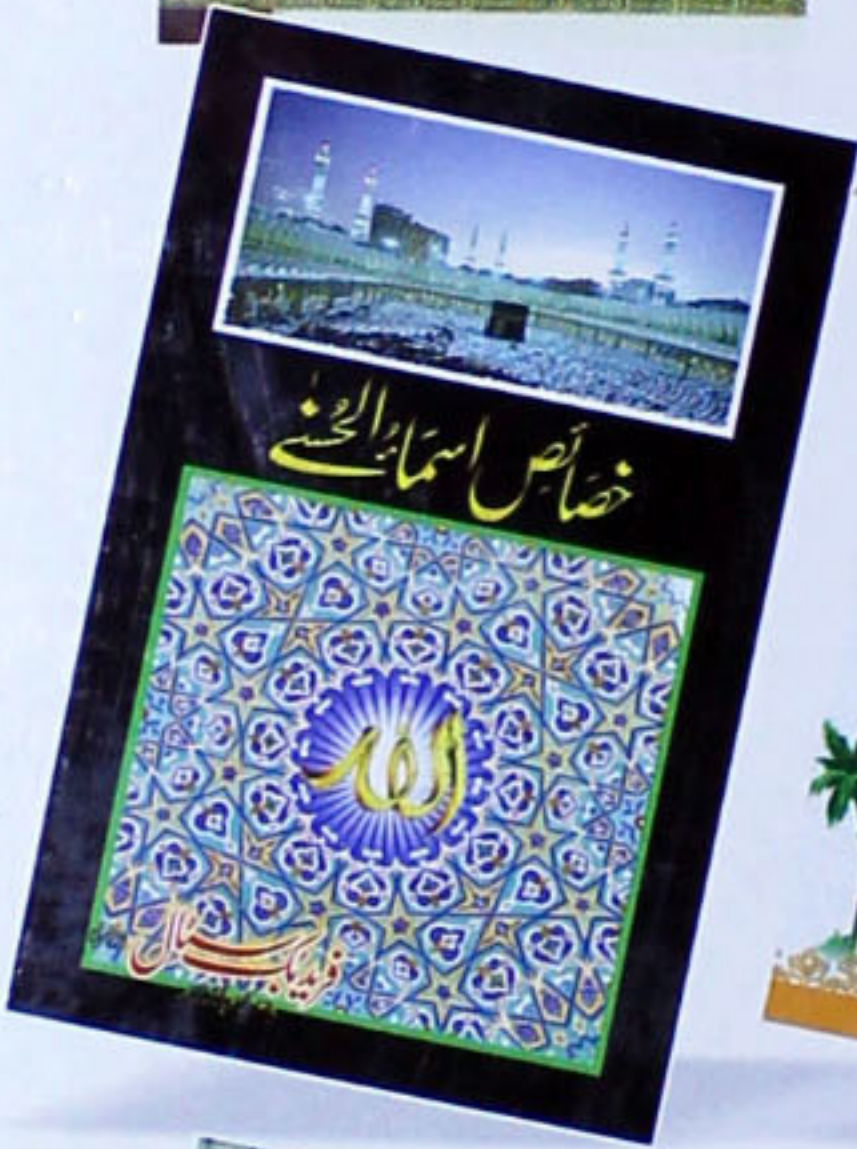
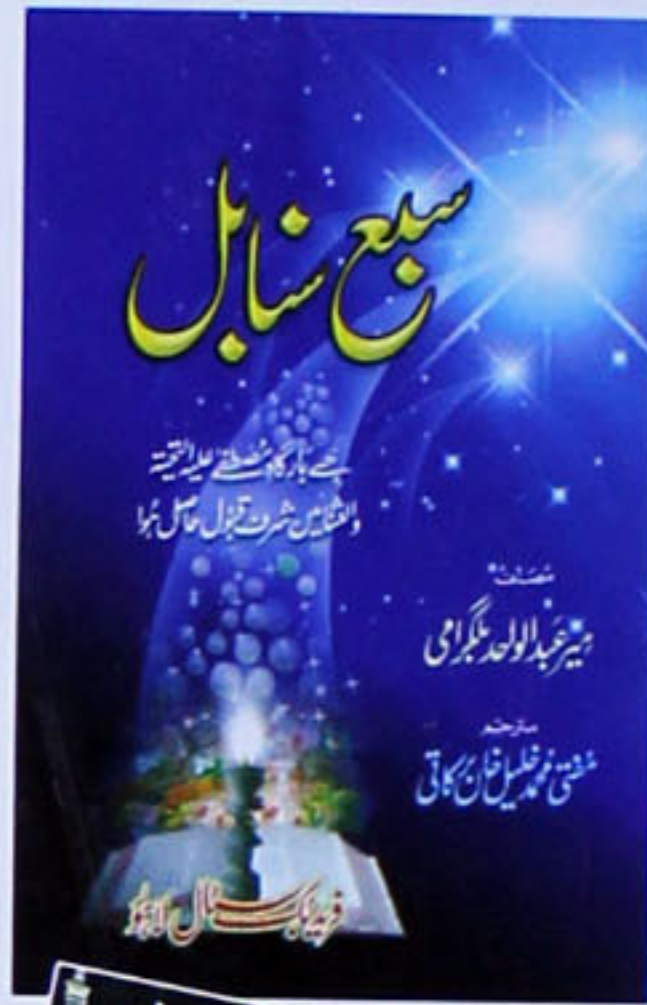
میں (مؤلف) کہتا ہوں: یہ واقعہ اور اس سے پہلے مذکور واقعہ شیخ علیش کی نوازل کے باب الجنائز کے حواشی  
پر مذکور فتویٰ پر لکھنا ضروری ہے۔ (نوازل ج ۱ ص ۱۳۳) سلف صالحین جیسے امام احمد بن حنبل کے حالات میں مذکور ہے  
کہ لوگ مذہب اور دین کے اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے جنازوں میں حاضر ہوتے تھے۔



۱۲۸۰ ضعیف روایت۔ طبرانی از طریق اسماعیل بن راشد (الاصابہ ج ۱ ص ۲۷۲ رقم: ۱۹۵۵) اور اسماعیل بن راشد ضعیف ہے۔



# تحقیقی و دیکش طباعت



فریدنگ اسٹال (رجسٹرڈ)  
۳۸۔ اردو بازار لاہور

E-mail: info@faridbookstall.com  
Web Site: www.faridbookstall.com

